

اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ اَقْوَمُ
بلاشبہ یہ قرآن نہایت سیدھی راہ دکھاتا ہے

تَفْسِيْرُ

هٰذَا الْقُرْآنُ

ان شاء اللہ یہ تفسیر آپ کو قرآن کریم سے بہت قریب کر دے گی

جلد اول

تالیف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب الن پوری

شیخ الحدیث و محد المدین دار العلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند

تفصیلات

نام کتاب : ہدایت القرآن جلد اول

تالیف : حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

شیخ الحدیث و صدر المدین و دارالعلوم دیوبند

تاریخ طباعت : بار اول ذوالقعدہ ۱۴۳۸ ہجری مطابق اگست ۲۰۱۷ عیسوی

کاتب : مولوی حسن احمد پالن پوری فاضل دارالعلوم دیوبند 09997658227

پریس : ایچ، ایس پرنٹرس، ۱۲ چاندی محل، دریا گنج دہلی (011-23244240)

ملفوظہ: یہ تفسیر آٹھ جلدوں میں مکمل ہے، شروع کی تین جلدیں اور پارہ عم حضرت مولانا محمد عثمان کاشف الہاشمی رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی بھی ہیں، پارہ عم جو آٹھویں جلد میں شامل ہے وہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری نے بھی لکھا ہے، اب شروع کی تین جلدیں بھی حضرت لکھ رہے ہیں کیونکہ ہر گلے رارنگ و بونے دیگر است!
یہ پہلی جلد ہے، آگے کی دو جلدیں حضرت اور لکھیں گے، مولانا کاشف رحمہ اللہ کی تفسیر بھی مل سکتی ہے اور یہ جلد بھی۔

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند ضلع سہارن پور۔ (یو، پی)

فہرست مضامین

فہرست مضامین.....	۲۳-۲۴
تقریب.....	۲۸-۲۵

سورۃ الفاتحہ

بسم اللہ ہر سورت کا جزء ہے یا قرآن کی مستقل آیت ہے؟.....	۲۹
سورۃ الفاتحہ کے فضائل.....	۳۱
سورۃ الفاتحہ میں توحید، آخرت اور رسالت کا اثبات ہے اور سارے دین کی طرف اشارہ ہے.....	۳۲
سورۃ الفاتحہ میں پورے قرآن کا خلاصہ آگیا ہے.....	۳۶
فوائد شیعہ الہند میں استعانت کا مسئلہ درحقیقت تو مسل کا مسئلہ ہے.....	۳۷
نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ.....	۳۷

سورۃ البقرۃ

سورت کے فضائل:.....	۳۹
ہدایت (دینی راہ نمائی) قرآن کریم میں ہے.....	۴۱
پرہیزگاروں کے پانچ اوصاف.....	۴۲
غیب کیا ہے؟.....	۴۲
﴿وَمِمَّا سَأَرَفْنَاهُمْ﴾ کی قید کا فائدہ.....	۴۳
﴿وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ﴾ الآية کی دوسری تفسیر.....	۴۳
آیت ختم نبوت کی صریح دلیل ہے.....	۴۴
جب منکرانکار کی آخری حد کو چھو لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایمانی صلاحیت ختم کر دیتے ہیں.....	۴۴
منافقین کا تذکرہ.....	
منافقین کے معاملات.....	۴۷
اسنافق بے ایمان ہیں:.....	۴۷

- ۲- منافق فریب کرتے ہیں: ۴۷
- ۳- نفاق دل کا بڑا روگ ہے: ۴۷
- منافقوں کے ظاہری احوال ۴۸
- قرآن کریم کا تمثیل کا طریقہ ۵۲
- نفاق کی تاریخ اور منافقین کی دو قسمیں ۵۲
- منافقوں کے باطنی احوال ۵۳
- کفر منافقوں کی مثال: ۵۳
- ڈھیلے منافقوں کی مثال ۵۴

توحید کا بیان

- اللہ کی بندگی کرو، اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کی جسمانی و روحانی ضرورتوں کا انتظام کیا ہے ۵۵

رسالت کا بیان

- اگر کسی کو قرآن کے کلام الہی ہونے میں شک ہو تو ہمیں چوگاں ہمیں میداں! ۵۸
- قرآن ہی اللہ کا کلام ہے، دوسری آسمانی کتابیں اللہ کی کتابیں ہیں، اللہ کا کلام نہیں (مولانا نانوتوی) ۵۹
- قرآن کریم کو کلام الہی ماننے والوں کے لئے اور اس کے احکام کی تعمیل کرنے والوں کے لئے خوشخبری ۶۰
- قرآن جیسی ایک سورت بھی نہ لاسکتے تو لگے اس میں کیڑے نکالنے! ۶۱
- حدِ اطاعت سے نکلنے والے تین شخص ۶۱

آخرت کا بیان

- دونوں جہاں اللہ نے انسان کے لئے بنائے ہیں ۶۳

آدم علیہ السلام کی خلافتِ ارضی

- آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنایا اور فرشتوں پر ان کا علمی تفوق ظاہر کیا ۶۵
- خلیفہ (نائب) کون ہوتا ہے؟ ۶۶
- کارِ خلافت انجام دینے کے لئے اطاعت کی ضرورت ۷۰

- آدم دواء علیہا السلام کو زمین میں پیدا کر کے جنت میں بسایا اور وہاں ایک خاص درخت کے قریب جانے سے منع کیا..... ۷۱
- جنت میں پہلی بار شیطان کی عداوت ظاہر ہوئی..... ۷۲
- زلزلت اور مصیبت میں فرق:..... ۷۲
- اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو توبہ کے الفاظ تلقین فرمائے..... ۷۲
- توبہ قبول ہوئی، مگر زمین پر اترنے کا حکم برقرار رہا..... ۷۳
- بنی اسرائیل (یہود) کا تذکرہ
- بنی اسرائیل پر اللہ کے احسانات کا اجمالی تذکرہ اور ان سے وفائے عہد کا مطالبہ..... ۷۶
- یہود پر اللہ کے احسانات:..... ۷۶
- یہود سے عہد و پیمان:..... ۷۶
- یہود کو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت..... ۷۸
- خود غرض احکام شرعیہ میں دو طرح تبدیلی کرتے ہیں..... ۷۸
- ایمان کے ساتھ اعمال بھی ضروری ہیں..... ۷۸
- عالم بے عمل کو ڈانٹ!..... ۷۹
- حب جاہ اور حب مال کا علاج..... ۷۹
- بنی اسرائیل پر اللہ کے انعامات کا تفصیلی تذکرہ
- ۱- اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اہل زمانہ پر برتری بخشی!..... ۸۱
- ۲- فرعون کی بلا فیزی سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو نجات دی..... ۸۳
- ۳- سمندر پھنسا، بنی اسرائیل پارا تر گئے، اور فرعون کا لشکر ڈوبا!..... ۸۴
- ۴- بنی اسرائیل نے مصریوں جیسے شرک کیا، مگر اللہ نے ان کو معاف کیا..... ۸۴
- ۵- بنی اسرائیل کو حق ناحق میں امتیاز کرنے والی کتاب تورات عنایت فرمائی..... ۸۵
- ۶- کچھ گوسالہ پرستوں کو قتل کرنے کے بعد باقی لوگوں کو معاف کیا..... ۸۶
- ۷- بنی اسرائیل کے ستر آدمیوں کو ایک واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد زندہ کیا..... ۸۸

- ۸۹- میدانِ تیبہ میں بنی اسرائیل پر بادل نے سایہ کیا، اور کھانے کے لئے اللہ نے منّ و سلوی اتارا ۸۹
- ۱۰- اسارت کے زمانہ میں بنی اسرائیل کو ایک ہستی میں جانے کی اجازت ملی ۸۹
- ۱۱- میدانِ تیبہ میں بنی اسرائیل کے لئے ایک پتھر سے بارہ چشمے نکلے ۹۱
- واقعات کا رنگ و آہنگ بدلتا ہے! ۹۱
- شوفی اور گستاخی سے درگزر کیا جاسکتا ہے، شرارت اور خباثت کو معاف نہیں کیا جاسکتا!
- ۱- بنی اسرائیل نے منّ و سلوی کو ٹھکرایا تو ان پر رسوائی اور محتاجی کا ٹھپہ لگ گیا! ۹۳
- اللہ کی ناراضگی میں تین اور باتوں کا بھی دخل تھا ۹۴
- آسمانی کتابیں ماننے والوں کے فضائل ایمان و عمل صالح کی حد تک ہیں ۹۵
- ۲- قول و قرار کے بعد بنی اسرائیل نے تورات کو ٹھکرا دیا! ۹۷
- ۳- سینچر کی حرمت پامال کرنے والوں کو بندر بنادیا! ۹۹
- ۴- گائے ذبح کرنے میں ٹال مٹول کی تو گائے مہنگی پڑی! ۱۰۱
- ۵- ناحش قتل کیا، پھر الزام ایک دوسرے پر ڈالنے لگے! ۱۰۲
- شرارتوں سے دل پتھر ہو جاتا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت! ۱۰۴
- یہودی قساوتِ قلبی کے مظاہر
- ۱- یہود قرآن کریم کو اللہ کا کلام نہیں مانتے ۱۰۷
- ۲- تورات میں نبی ﷺ کی جو صفات ہیں یہود ان کے اظہار کے روادار نہیں! ۱۰۸
- ۳- عام یہودی جھوٹی آرزوں کا سہارا لئے ہوئے ہیں ۱۰۹
- ۴- اہل کتاب کے علماء اللہ کی کتابوں میں تبدیلی کرتے ہیں، پھر اس سے دنیا کماتے ہیں ۱۰۹
- ۵- یہود و نصاریٰ دوزخ کے عذاب سے غرور ہو گئے ہیں ۱۱۰
- جزاؤں کا قاعدہ ۱۱۱
- یہودی دوسری برائیاں
- ۱- قول و قرار کر کے پھر جانا بنی اسرائیل کا شیوہ ہے! ۱۱۲
- ۲- بنی اسرائیل نے تورات کے حصے بخرے کئے! ۱۱۳

- ۳- یہود نے اسرائیلی انبیاء کی تکذیب کی اور ان کو قتل کیا..... ۱۱۶
- ۴- یہود تکذیب انبیاء کی جو وجہ بیان کرتے ہیں وہ مہمل ہے!..... ۱۱۸
- ۵- یہود قرآن کا انتظار کر رہے تھے، مگر جب قرآن اترا اور انھوں نے اس کو پہچان بھی لیا تو انکار کر دیا..... ۱۱۸
- ۶- یہود قرآن کریم کا انکار محض خدا اور ہر دھرم سے کرتے ہیں!..... ۱۱۹
- ۷- یہود کا تو رات کے بارے میں غلط عقیدہ ایمان کی راہ کا روڑا بننا..... ۱۲۱
- ۸- یہود کی یہ خوش فہمی بھی ایمان کے لئے مانع بنی کہ آخرت میں وہی اللہ کے پاس مزے لوٹیں گے!..... ۱۲۳
- ۹- یہود کی جبرئیل دشمنی بھی ایمان کے لئے مانع بنی..... ۱۲۶
- ۱۰- نقض عہد کی خصلت بھی یہود کے لئے مانع ایمان بنی..... ۱۲۷
- ۱۱- یہود کی لایعنی علم میں مشغولیت بھی ایمان کے لئے مانع بنی..... ۱۲۹
- ہاروت و ماروت زنی فرشتے ہیں وہ بنی اسرائیل کو ایک خاص افسوس سکھاتے تھے..... ۱۳۰
- اہل کتاب اور مشرکین کے مسلمانوں کے ساتھ معاملات
- ۱- یہود شرارت سے روکتے ہیں، مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال سے روک دیا..... ۱۳۳
- ۲- اہل کتاب اور مشرکین کو مسلمانوں کی ترقی ایک آنکھ نہیں بھاتی!..... ۱۳۳
- ۳- یہود اور مشرکین فتح کے مسئلہ کو لے کر مسلمانوں کو تشویش میں مبتلا کرتے تھے..... ۱۳۵
- قرآن کریم نے یہ مسئلہ دو جگہ بیان کیا ہے:..... ۱۳۵
- ۴- یہود و مشرکین مہمل مطالبات کرتے تھے تا کہ مسلمانوں کا ذہن پر آگندہ ہو..... ۱۳۶
- ۵- یہود مسلمانوں کو دین سے منحرف کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں..... ۱۳۷
- ۶- یہود و نصاریٰ مسلمانوں کو حیران کرنے کے لئے کہتے کہ جنت میں ہمیں جائیں گے!..... ۱۳۹
- ۷- یہود و نصاریٰ بلکہ ہندو بھی کہتے ہیں: ہمیں برحق ہیں..... پر وہ کل قیامت کو بھٹکا!..... ۱۴۰
- ۸- مشرکین کیسے کہتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں، انھوں نے مسلمانوں کو عمرہ تو کرنے نہیں دیا..... ۱۴۱
- ۹- مسلمانوں کو مشرکین نے عمرہ نہیں کرنے دیا تو ان کا کیا گہڑا؟ اللہ کی عبادت تو ہر جگہ سے کی جاسکتی ہے!..... ۱۴۳
- ۱۰- مشرکین اللہ کے لئے اولاد ماننے ہیں، پھر وہ کس منہ سے کہتے ہیں کہ ان کا دین ہی برحق دین ہے؟..... ۱۴۴

- ۱۱- مشرکین کہتے ہیں: اللہ خود ہم سے بات کیوں نہیں کرتے؟ یا ہماری مطلوبہ کوئی نشانی دکھائیں تو ہم مانیں! ۱۳۵
- ۱۲- مشرکین کا قصہ ایک طرف کیجئے، اور اپنا فرض منصبی ادا کیجئے ۱۳۵
- ۱۳- یہود و نصاریٰ تمہیں کافر کر کے چھوڑیں گے! ۱۳۷
- ۱۴- ان سے ڈنگے کی چوٹ کہہ دو کہ اسلام ہی برحق مذہب ہے! ۱۳۷
- ۱۵- اگر کوئی مسلمان یہود و نصاریٰ کے چکمہ میں آ گیا تو وہ اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکے گا ۱۳۷
- ۱۶- یہود و نصاریٰ اگر کھلے ذہن سے اپنی کتابیں پڑھیں تو اسلام قبول کر لیں ۱۳۸
- ۱۷- بنی اسرائیل کے تفصیلی حالات جامع تمہید لونا کر پورے فرماتے ہیں ۱۳۹
- بنی اسماعیل کا تذکرہ
- ۱- ابراہیم علیہ السلام نے بنی اسماعیل کے لئے امامت (دینی پیشوائی) کی دعا کی جو قبول ہوئی ۱۵۱
- ۲- بیت اللہ کی تولیت بنی اسماعیل کے سپرد ہوئی ۱۵۲
- ۳- ابراہیم علیہ السلام نے بنی اسماعیل کے لئے ہُسن شہر اور روزی کی دعا فرمائی ۱۵۳
- ۴- تفسیر کعبہ کے وقت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے چار دعائیں کیں ۱۵۶
- (الف) قبولیت خدمت کی دعا ۱۵۶
- (ب) اپنی اور اپنی اولاد کی اطاعت و فرمان برداری کی دعا ۱۵۶
- (ج) حج کے مقامات بتانے کی اور اس کے احکام سکھانے کی دعا ۱۵۷
- (د) خاتم النبیین ﷺ کی بعثت کی دعا ۱۵۷
- ۵- عظیم رسول کا مذہب اسلام ہے، وہی ابراہیم اور ان کے دونوں صاحبزادوں کا مذہب تھا، اس کو اختیار کرو، اسی میں نجات ہے ۱۶۰
- یہود و نصاریٰ مسلمان ہونے کے بجائے مسلمانوں کو اپنی طرف بلاتے ہیں!
- ملتِ ابراہیم پر ایمان لانے کے لئے تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے ۱۶۶
- اگر یہود و نصاریٰ تمہاری طرح ایمان نہ لائیں تو ان کے شر کا خوف مت کھاؤ ۱۶۶
- اللہ کے دین کا رنگ سب سے اچھا رنگ ہے! ۱۶۷

- یہود و نصاریٰ کہتے ہیں: ہم ہی اللہ کی رحمت کے حقدار ہیں ۱۶۷
- یہود و نصاریٰ کہتے ہیں: ہمارے اسلاف یہودی یا عیسائی تھے ۱۶۷
- بزرگ زادگی کا منہیں آئے گی! ۱۶۸
- ۶- بنی اسماعیل کا اصلی قبلہ کعبہ شریف ہے، بیت المقدس عارضی قبلہ تھا، اور تحویل کی حکمتیں ۱۷۰
- شش جہات کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، جس جہت کو چاہیں قبلہ مقرر کریں ۱۷۰
- تحویل قبلہ پر اعتراض کے حکیمانہ جوابات ۱۷۱
- پہلی حکمت: بیت المقدس کو عارضی قبلہ اس لئے بنایا تھا کہ اس امت کے مزاج میں اعتدال پیدا کرنا تھا ۱۷۱
- دوسری حکمت: بیت المقدس کو عارضی طور پر قبلہ بنانے سے مؤمنین کا امتحان مقصود تھا ۱۷۲
- یہود کے پیدا کئے ہوئے ایک خلیبان کا جواب ۱۷۳
- تحویل قبلہ کا حکم:

- اب آپ اور مسلمان ہر جگہ مسجد حرام کی طرف نماز پڑھیں ۱۷۵
- اہل کتاب تحویل قبلہ پر اعتراض کریں تو کرنے دیں، وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ برحق قبلہ ہے ۱۷۶
- اہل کتاب نبی ﷺ کو بیٹوں کی طرح پہچاننے ہیں ۱۷۷
- مستقل امت کے لئے مستقل قبلہ ۱۷۹
- اسفار میں بھی بیت اللہ قبلہ ہے ۱۷۹
- تحویل کے بعد یہود و شرکین کے لئے اعتراض کرنے کا منہ نہیں رہا! ۱۸۰
- مستقل قبلہ کی نظیر: مستقل امت کے لئے مستقل نبی کا بھیجنا ۱۸۱
- آیات تحویل کے متعلقات اور آگے کے مضامین ۱۸۳
- بھاری مصیبت آئے تو سہارنے کا فارمولہ: ہمت سے کام لینا اور نماز میں لگنا! ۱۸۳
- شہیدوں کو مورا ہوا امت کہو، وہ زندہ ہیں، اور یہ صبر کا نتیجہ ہے ۱۸۵
- مؤمن کو کچھ نہ کچھ مصائب و تکالیف سے آزمایا جاتا ہے اور صبر کا فارمولہ اور اس کا ثواب ۱۸۶
- صفا و صرہ مقامات حج میں سے ہیں، بے تکلف ان کی سعی کرو ۱۸۷
- جب سعی واجب ہے تو ﴿لَا جُنَاحَ﴾ کی تعبیر کیوں ہے؟ ۱۸۸

- تحويل قبلہ کے متعلقات کا بیان پورا ہوا ۱۹۰
- ملت ابراہیمی اسماعیلی پر مبعوث خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات ۱۹۲
- ۱- توحید کا بیان ۱۹۲
- ایک اللہ کے معبود ہونے پر قدرت کے سات کارناموں سے استدلال ۱۹۲
- ردِ اشراک:
- مشرکین اعمالِ شرکیہ پر روزِ خ میں پچھتا ئیں گے ۱۹۵
- مؤمنین اللہ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں: ۱۹۵
- کاف (حرفِ تشبیہ) اور مثل میں فرق ۱۹۶
- حلال کو حرام کرنا شرک ہے مگر مشرکین بازنہیں آئیں گے، البتہ مؤمنین ایسا نہ کریں ۱۹۸
- اللہ نے چار چیزیں حرام کی ہیں، مشرکین ان کو حلال کرتے ہیں، یہ بھی شرک ہے ۲۰۱
- وہ چار حلال جانور جن کو مشرکین نے حرام کر رکھا تھا: ۲۰۱
- مذکورہ چیزوں کی حرمتِ تورات میں بھی ہے، مگر یہ ہود اور باتوں کی طرح اس کو بھی چھپاتے ہیں، اس لئے وہ سخت سزا کے مستحق ہیں ۲۰۳
- عقائد و اعمالِ اسلام
- ۱- قتلِ عمد میں قصاص لازم ہے ۲۰۸
- قصاص حد نہیں، اسے معاف کیا جاسکتا ہے ۲۰۹
- قصاص قتل در قتل نہیں، بلکہ اس میں انسانی زندگی کا تحفظ ہے ۲۱۰
- آیتِ کریمہ منسوخ بھی اور غیر منسوخ بھی ۲۱۱
- ۲- حسبِ حصص شرعیہ والدین اور رشتہ داروں کے لئے وصیت کرنا ۲۱۳
- وصیت میں تبدیلی کرنے کا گناہ تبدیلی کرنے والوں پر ہے ۲۱۳
- مورث کی حیات میں یا موت کے بعد وصیت نامہ میں مناسب تبدیلی کرنا کرنا جائز ہے ۲۱۴
- ۳- روزے بھاری عمل ہیں اس لئے پہلے ذہن سازی کی ۲۱۶

- ۲۱۹ احکام کی تشریح میں سہولت کا لحاظ
- ۲۲۰ اللہ تعالیٰ ہر شکر گزاری سنتے ہیں
- ۲۲۲ رمضان کی راتوں میں بیوی سے زن و شوئی کا معاملہ کرنے کی اجازت
- ۲۲۳ روزے کا وقت صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے
- ۲۲۳ اعتکاف میں محبت اور اس کے اسباب بھی جائز نہیں
- ۲۲۳ ۴- حرام مال کھانے کی اور حج کو رشوت دینے کی ممانعت
- ۲۲۵ ۵- حج: جان و مال سے مرکب عبادت ہے
- ۲۲۶ توحید لہلہ: ساری دنیا کا ایک چاند نہیں ہو سکتا
- ۲۲۸ قرآن کریم کبھی واقعہ کے اجزاء کو مقدم و مؤخر کرتا ہے
- ۲۸۸ آیات زیر تفسیر اور آئندہ آیت کا پس منظر (شان نزول)
- ۲۲۹ ۶- مسلمان مکہ پہنچ کر جنگ نہ چھیڑیں البتہ کفار جنگ چھیڑیں تو ان کو نہ بخشیں
- ۲۲۹ حرم شریف میں دفاعی جنگ جائز ہے
- ۲۳۰ جنگ کے دوران دشمن ایمان لے آئے تو جنگ روک دینا ضروری ہے
- ۲۳۰ جہاد اس لئے ہے کہ ظلم رکے اور اللہ کا دین پھیلے
- ۲۳۱ اشہر حرام کا پاس و لحاظ و طرفہ ہونا چاہئے
- ۲۳۱ جہاد کے لئے دل کھول کر خرچ کرو، ہاتھ نہ روکو، ورنہ نقصان اٹھاؤ گے
- ۲۳۳ ۷- احصار (حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد کوئی مانع پیش آنے) کا حکم
- ۲۳۵ عذر کی وجہ سے احرام میں ممنوعات کے ارتکاب کا حکم
- ۲۳۵ حج تمتع و قرآن میں قربانی واجب ہے، اور یہ دونوں حج آفاقی کر سکتا ہے

۸- حج کے احکام

- ۲۳۸ حج کا وقت ممنوعات احرام احرام میں کرنے کے کام حاجی خرچ ساتھ کر لے چلے
- ۲۳۹ نقد ساتھ نہ لے کر اسباب تجارت ساتھ لینا بھی کافی ہے وقفہ حذر وقفہ کا وقت
- ۲۴۱ وقفہ عرفہ ہر حاجی پر فرض ہے

- ۲۴۲ منیٰ میں کرنے کے کام
- ۲۴۶ منیٰ کی دعائیں اور ان کے مختلف اثرات
- ۲۴۸ سچے بچے کے مسلمان خوبی سے ہم کنار ہوتے ہیں
- ۲۴۹ بے عمل مسلمانوں کو انتباہ
- ۲۴۹ بد عمل مسلمانوں کو سخت انتباہ
- ۲۵۰ کسی نعمت سے محرومی بھی ایک طرح کی سزا ہے
- ۲۵۲ مسلمانوں کی پستی کا سبب مال کی کمی یا عمل کی کمی؟
- ۲۵۳ پستی کا ایک سبب گمراہ فرقے ہیں شروع میں سب لوگ دین حق پر تھے
- ۲۵۳ پھر ملحق اختلافات شروع ہوئے اور حقیقت گم ہو گئی!
- ۲۵۴ اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ایک جماعت ہمیشہ حق پر برقرار رہے گی
- ۲۵۵ اہل حق پیش آنے والی مشکلات سے نہ گھبرائیں
- ۲۵۶ مال فراواں سے خرچ کرنے کی جگہیں (مالی قربانی)
- ۲۵۷ جہاد میں فوائد ہیں، اگرچہ یہ حکم لوگوں کو بھاری معلوم ہو! (جانی قربانی)
- ۲۵۹ رجب میں قتل کو کیا روتے ہو، اپنے کرقوت تو دیکھو!
- احکام میں مصالح و مفاسد کی رعایت کی جاتی ہے
- ۲۶۲ ۱- شراب اور سہ اس لئے حرام ہیں کہ ان کی خرابی ان کے فوائد سے بڑھی ہوئی ہے
- ۲۶۳ زچہ تفسیر آیت ذہن سازی کے دوسرے مرحلہ کی ہے
- ۲۶۳ ۲- چھوٹے چندہ میں برکت ہے
- ۲۶۴ دونوں حکموں کے مصالح اور مضرتیں
- ۲۶۴ ۳- تیبوں کا کھانا ساتھ رکھنے کی اجازت ان کی مصلحت سے ہے
- ۲۶۶ ۴- مشرکوں کے نہ مردوں سے نکاح جائز ہے نہ عورتوں سے
- ۲۶۸ ۵- حالت حیض میں جماع کی ممانعت مضرت اور گندگی کی وجہ سے ہے
- ۲۷۰ عورتیں کھیتی ہیں، پس کمیت میں جہاں سے چاہے آئے

- ۶۔ اللہ کی قسم کو نیک کام نہ کرنے کا بہانہ مت بناؤ ۲۷۱
- ۷۔ یحییٰ بن لغویں کوئی پکڑ نہیں، مگر یحییٰ بن عمروں میں پکڑ ہے ۲۷۲
- ۸۔ بیوی سے چار ماہ یا زیادہ محبت نہ کرنے کی قسم کھانا ۲۷۳
- ۹۔ طلاق کے بعد عورت فوراً دوسرا نکاح نہیں کر سکتی، عدت ضروری ہے ۲۷۴
- عدت دو مقصد سے ہے: ۱۔ تبرائے رحم کے لئے اور اس لئے کہ شوہر رجوع کر سکے ۲۷۴
- ۱۰۔ رجعت کا حق دو رجعتی طلاقوں تک ہے ۲۷۸
- ۱۱۔ طلاق کے وقت مہر واپس لینا جائز نہیں ۲۷۸
- ۱۲۔ طلاق علی المال (خلع) کی صورت میں سارا مہر یا کچھ مہر واپس لینا جائز ہے ۲۷۹
- ۱۳۔ تیسری طلاق ہرگز نردے، ورنہ معاملہ تنگ ہو جائے گا ۲۸۰
- ۱۴۔ حلالہ کے بعد پہلے شوہر کا اس عورت سے نکاح درست ہے ۲۸۰
- ۱۵۔ عورت کو پریشان کرنے کے لئے رجعت کرنا شریعت کے ساتھ کھلواڑ ہے! ۱۸۲
- ۱۶۔ اگر عورت پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو اولیاء نہ روکیں ۲۸۳
- ۱۷۔ عدت کے بعد رضاعت کے احکام ۲۸۵
- ۱۸۔ حائلہ (غیر حاملہ) کی عدت، وفات چار ماہ یا ۵ دن ہے ۲۸۷
- ۱۹۔ عدت میں نہ نکاح جائز نہ پیام نکاح، ہاں دل میں ارادہ رکھ سکتے ہیں اور اشارہ بھی کر سکتے ہیں ۲۸۸
- ۲۰۔ خلوت صحیحہ اور مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دینا جائز ہے، اور اس صورت میں متعہ واجب ہے ۲۹۰
- ۲۱۔ خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دی، اور مہر مقرر ہوا تھا تو آدھا مہر واجب ہے ۲۹۱
- ۲۲۔ بیوی اور شوہر آدھا مہر چھوڑ سکتے ہیں، اور شوہر کا چھوڑنا بہتر ہے ۲۹۱
- ۲۳۔ نماز کی پابندی کا حکم

- درمیانی نماز کوئی ہے؟ ۲۹۳
- آیت سے پانچ نمازوں کا ثبوت: نماز میں با ادب کھڑے رہو خوف شدید ہو اور صلوة الخوف
- پڑھنے کی کوئی صورت نہ ہو تو نماز کیسے پڑھیں؟ ۲۹۴
- جب اسن ہو جائے تو باقاعدہ نماز پڑھی جائے ۲۹۵

- ۲۴۲- بیوی کے لئے ایک سال کے سکنی کی وصیت کرنا ۲۹۶
- ۲۵- طلاق والیوں کو تھنہ تھانف دے کر رخصت کرنا ۲۹۷

جہاد کا بیان

- ۲۹۹ جہاد کے لئے جانی مالی قربانی ضروری ہے
- ۳۰۰ بنی اسرائیل نے جب جہاد کا حکم ملا تو کتنی کاٹی!.....
- ۳۰۳ بنی اسرائیل نے طاوت کو بادشاہ ماننے سے انکار کیا.....
- ۳۰۴ اللہ تعالیٰ نے کرشمہ دکھایا تب بنی اسرائیل نے مانا.....
- ۳۰۵ طاوت نے فوج کا استمخاں کیا تو تین سو تیرہ ہی کھرے نکلے.....
- ۳۰۷ طاوت کے ساتھیوں نے دعا کر کے جنگ شروع کی اور طاوت کو مار گرایا.....
- ۳۰۸ طاوت کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ بنے، اور وہ نبوت سے بھی سرفراز کئے گئے.....
- ۳۰۸ جب کوئی ملت نبی ابھرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا دیتے ہیں.....
- ۳۰۹ نبی ﷺ گذشتہ رسولوں سے افضل ہیں.....

رسالت کا بیان

- ۳۱۰ رسولوں کے مراتب متفاوت ہیں اور نبی ﷺ کے درجات سب سے بلند ہیں.....
- ۳۱۱ فضیلت کلی اور فضیلت جزئی:.....
- ۳۱۳ نبی ﷺ کو دلاسا (تسلی).....

آخرت کا بیان

توحید کا بیان (آیت الکرسی کی تفسیر)

- ۳۱۸ لوگ دین اسلام کو خوشی سے قبول کریں، وہی مضبوط دین ہے.....
- ۳۱۹ کار سازی اور کار سازی میں فرق.....
- ۳۲۰ نمرود نے توحید کی دلیل پر اعتراض کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے اس کو دوسری دلیل سے چپکا کیا.....
- ۳۲۳ جانا اور مارنا کیا ہے؟.....

۳۲۵ ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے جو بات کہی تھی وہ ان کی آنکھوں دیکھی حقیقت تھی
جہاد میں خرچ کرنے کا تفصیلی تذکرہ

۳۲۷ جہاد کے لئے جو خرچ کیا جاتا ہے اس کا کم از کم ثواب سات سو گنا ہے، اور زیادہ کی کوئی حد نہیں
۳۲۹ انفاق فی سبیل اللہ کا حادثات سے بچا ہوا ہونا ضروری ہے
۳۲۹ خیرات دے کر ستانے سے بہتر مناسب بات کہنا اور معذرت کرنا ہے

عام انفاق کا بیان

۳۳۱ صدقہ کر کے احسان جتلا نا اور آزار پہنچانا صدقہ کو باطل کر دیتا ہے
۳۳۲ تشبیہ اور محسوس مثال سے قباحت کی وضاحت
۳۳۳ خیرات اللہ کی رضا جوئی اور نفس میں ہتھی پیدا کرنے کے لئے ہونی چاہئے
۳۳۳ شیطان: انسان کے اعمال کو ناکارہ کر دیتا ہے
۳۳۵ راہِ خدا میں عمدہ چیز خرچ کی جائے
۳۳۶ شیطانی خیال اور اللہ کا الہام
۳۳۷ دین کی سمجھ ہر کسی کو نہیں ملتی، اور جسے مل گئی اس کے وارے نیارے!

انفاقات کی تفصیل

۱- واجب انفاق (زکات، صدقہ، فطر اور منت) کا پورا کرنا ضروری ہے ۳۴۰
۲- بر ملا خرچ کرے تو واہ وا، اور غریب کو چھپا کر دے تو بہتر ہے ۳۴۰
۳- غیر مسلم رعایا پر بھی خرچ کرو، اس میں بھی فائدہ ہے ۳۴۱
۴- جہاد وغیرہ دینی کاموں میں مشغول حاجت مندوں پر خرچ کرنا ۳۴۲
۵- ہر وقت اور ہر طرح خرچ کرنے والوں کے لئے نمودہ ۳۴۳

سود کی حرمت کا بیان

۳۴۷ سود خوروں کی سزا
۳۴۷ اللہ نے بیع (خرید و فروخت) کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا

- ۳۴۹ جاہلیت میں جو سود لیا جا چکا اس کا پھیرنا ضروری نہیں، اب لے گا تو سزا پائے گا
- ۳۵۰ سو ذخیر اللہ تعالیٰ کو کسی طرح نہیں بھاتا!
- ۳۵۰ مغبوض لوگوں کے بالمقابل محبوب بندوں کا تذکرہ
- ۳۵۱ سو ذخروں کو جنگ کا اٹیٹم!
- ۳۵۱ مقروض تنگ دست ہو تو مہلت دینا واجب ہے، اور قرضہ معاف کرے تو اور بھی بہتر ہے

دستاویز لکھنے کا بیان

- ۳۵۶ دستاویز لکھنے کے تین فائدے تین مسائل تین نصائح اور باقی تین مسائل
- ۳۶۰ دل کی کن باتوں پر مواخذہ ہوگا، اور کن باتوں پر مواخذہ نہیں ہوگا
- ۳۶۲ بلا تفریق تمام نبیوں پر ایمان لانا ضروری ہے
- ۳۶۳ تکلیف شرعی کن امور کی دی جاتی ہے؟
- ۳۶۵ مؤمنین کی دعاؤں پر سورہ بقرہ پوری ہوئی

سورۃ آل عمران

- ۳۶۶ سورت کا نام اور اس کی معنویت
- ۳۶۷ سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران میں ہم آہنگی
- ۳۶۹ سورت کی ابتدائی آیات کا شان نزول
- ۳۷۰ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی راہ نمائی کے لئے قرآن کریم نازل کیا
- ۳۷۱ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت (ناک نقشہ) بھی اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے
- ۳۷۳ قرآن کریم میں دو قسم کی آیتیں ہیں: محکم اور متشابہ محکم آیات سے استدلال کرو، تشابہات کے پیچھے مت پڑو
- ۳۷۴ محکم و متشابہ: تشابہات کے مراتب
- ۳۷۵ تشابہات کے بارے میں پختہ کار لوگوں کا موقف

- ۳۷۷ وفد نجران کو ایمان کی دعوت، اگر ایمان نہیں لائیں گے تو ہاریں گے اور براہِ شر ہوگا
- ۳۷۸ بدر میں کفار تین گناتے، مگر بری طرح ہارے
- ۳۷۹ نجران کا وفد بات سمجھے ہوئے تھا، مگر مال و منال کی محبت ایمان کا روڑا بنی ہوئی تھی
- ۳۸۱ مؤمنین کے لئے دنیا کے مال و منال سے بہتر نعمتیں ہیں
- ۳۸۲ اللہ تعالیٰ کامل مؤمنین کی آنکھیں کھلادی کریں گے
- ۳۸۳ توحید: شریعتوں کا متفقہ عقیدہ ہے، فرشتے اور انصاف پسند علماء اس کے گواہ ہیں
- ۳۸۶ توحید کا علمبردار اسلام ہی سچا دین ہے، اسی سے نجات ہوگی
- ۳۸۶ قبر میں داخلہ امتحان ہوگا..... وحدتِ ادیان کا نظریہ باطل ہے
- ۳۸۷ اپنے اسلام کا اعلان کرو اور دوسروں کو اس کی دعوت دو، اگر نہ مانیں تو وہ جانیں
- ۳۸۸ اہل کتاب کی جھک کہ ہم تو اپنے انبیاء کی اور اپنے مصلحین ہی کی سنتے ہیں
- ۳۸۹ اہل کتاب کی کٹ چھٹی کہ ہم تو اپنی کتاب ہی پر عمل کرتے ہیں
- ۳۹۱ یہود و نصاریٰ کی جسارت کی وجہ اور اس کی سزا
- ۳۹۲ نفع و ضرر کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، حکومت سے کیا ڈرتے ہو!
- ۳۹۳ پانسہ پلٹے گا، اللہ تعالیٰ حالات بدلتے ہیں
- ۳۹۴ جب وہ ہم سے قریب نہیں آتے تو ہم ان کے قریب کیوں جائیں؟
- ۳۹۴ غیر مسلموں سے چار طرح کے تعلقات
- ۳۹۵ وفد نجران کے دلوں کی باتیں اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں
- ۳۹۶ وفد نجران کے دلوں میں جو اچھی بری باتیں ہیں وہ قیامت کے دن ظاہر ہوگی
- ۳۹۷ نجران کے وفد کو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت
- عیسائیوں کے اس خیال کی تردید کہ ہم تو اللہ کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے ہیں پھر ہمیں کسی
- ۳۹۸ دوسرے پیغمبر کو ماننے کی کیا ضرورت ہے؟
- ۴۰۰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عمران کی نسل سے تھے
- ۴۰۳ حضرت یحییٰ علیہ السلام مصدق (منادی) تھے، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مہر تھے

- ۴۷۷ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی ذہن سازی
- ۴۷۸ حضرت مریمؑ کی بلند کرداری نبی کے گھر میں پرورش پانے کی وجہ سے تھی
- ۴۷۹ وقت پر فرشتوں نے حضرت مریمؑ کو صاف صاف لڑکے کے پیدا ہونے کی خوش خبری سنائی
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی تذکرہ
- ۴۱۲ خاص علوم، خاص نبوت، معجزات، سابقہ شریعت کی اصلاح، توحید کی تعلیم
- ۴۱۵ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت قبول نہیں کی
- ۴۱۷ یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش کی اور اللہ نے ان کی حفاظت کی
- ۴۱۸ رفع عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کی امت کا کیا ہوا؟
- ۴۱۸ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو اختلاف ہے اس کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا
- ۴۲۰ ذریت عمران کا تذکرہ وحی سے کیا جا رہا ہے
- ۴۲۱ عیسیٰ علیہ السلام کی عجیب حالت آدم علیہ السلام کی عجیب حالت کی طرح ہے
- ۴۲۱ اب بھی وفدِ نجران کی کٹ تچی ختم نہ ہو تو ان کو مہلہ کی دعوت دو
- ۴۲۳ وفدِ نجران کو خالص توحید کی دعوت
- وفدِ نجران کو توحید خالص کی دعوت دی تو انھوں نے جھگڑا کیا: کہا: ہم ملتِ ابراہیمی پر ہیں، ہماری توحید
- ۴۲۵ بحال کیسے ہو سکتی ہے؟
- ۴۲۷ نجران والوں کے مناظرہ کا مقصد مسلمانوں کو گمراہ کرنا ہے
- ۴۲۸ نجرانیوں کو فہمائش کہ اپنی کتابوں کی بشارتوں کو عملی جامہ پہناؤ
- ۴۲۸ نجرانیوں کو فہمائش کہ بشارتوں کی نہ غلط تاویل کرو نہ چھپاؤ
- ۴۲۹ وفدِ نجران کی طرح مدینہ کے یہود نے بھی مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہا
- ۴۳۱ اہل کتاب میں امانت دار بھی ہیں اور بے ایمان بھی!
- ۴۳۳ ہر کسی سے کیا ہوا قول و قرار پورا کرنا ضروری ہے
- ۴۳۳ عدالت میں چھوٹی قسم کھانے کا وبال
- ۴۳۵ عیسائیوں (وفدِ نجران) نے عہدِ امت میں اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے دو اقرار توڑے!

- ۴۲۸ نبی ﷺ صرف نبی الامت نہیں، نبی الانبیاء والامم بھی ہیں
- ۴۲۹ وفد نجران نے دوسرا عہد و پیمان بھی توڑا، وہ نبی ﷺ پر ایمان نہیں لائے!
- ۴۳۰ نجران کا وفد نبی ﷺ پر ایمان نہیں لانے کا تو وہ حکم عدولی ہوگی
- ۴۳۱ خوشی سے ایمان لاؤ، ورنہ اسلامی حکومت کا باج گزار بننا پڑے گا
- ۴۳۱ تعصب چھوڑو، دیکھو ہم اسرائیلی انبیاء کو بھی مانتے ہیں
- ۴۳۲ نجات اسلام ہی سے ہوگی
- ۴۳۳ مگر اہی کے اسباب جب بہت ہو جاتے ہیں تو ایمان کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے
- ۴۳۴ جن لوگوں نے اپنی ایمان کی صلاحیت کھودی ہے: ان کی سزا
- ۴۳۶ توبہ کا وقت غرغره لگنے تک ہے، اس کے بعد توبہ قبول ہے نہ فدیہ
- ۴۳۷ پیاری چیز خرچ کرو بڑی تنگی پاؤ گے؟ انفاق کی دو صورتیں
- ۴۳۸ سب کھانے جو اسلام میں حلال ہیں ملت ابراہیم میں حلال تھے
- ۴۵۰ کعبہ شریف بیت المقدس سے پہلے تعمیر کیا گیا ہے، تاکہ سب لوگ اس کا جک کریں
- آیہ: ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَعَثَ فِیْہِ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّہُمْ یَتَّقُوْنَ﴾ کے ہر جملہ کی تفسیر
- ۴۵۴ وفد نجران سے آخری دو باتیں
- ۴۵۶ مسلمان اہل کتاب کی ریشہ و دانتوں سے بچیں
- ۴۵۷ مسلمان صحیح طرح اللہ سے ڈریں اور ہر وقت احکام کی پیروی کریں
- ۴۵۷ مسلمان اپنی صفوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کریں
- ۴۵۹ امت کی اصلاح کے لئے دعوت و ارشاد کا مسلسل جاری رہنا ضروری ہے
- ۴۶۱ گمراہ فرقے مسلمانوں کی کمزوری کا سبب
- ختم نبوت کے بعد دعوت و ارشاد کی ذمہ داری کون سنبھالے گا؟ صحابہ سنبھالیں گے، پھر جو لوگ صحابہ کے
- ۴۶۲ نقش قدم پر ہیں
- ۴۶۳ یہ آیت صحابہ کے ساتھ خاص ہے، اور ان لوگوں کے لئے ہے جو صحابہ جیسے کام کریں (حضرت عمرؓ)
- ۴۶۵ جماعت صحابہ کے لئے حفاظت ضروری ہے

- یہود کے لئے بھی خیر امت میں شامل ہونے کا دروازہ کھلا ہے ۴۶۶
- فاسق یہودیوں کا تذکرہ: وہ مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ۴۶۷
- اللہ تعالیٰ یہود سے سخت ناراض ہیں، اس لئے ذلت اور حاجت ان کا مقدر بن گئی ہے ۴۶۸
- ایمان لانے والے اہل کتاب کے احوال ۴۷۰
- ایمان کے بغیر جو خیرات کی جاتی ہے وہ آخرت میں برباد ہوگی ۴۷۲
- مسلمان: مسلمانوں کے سوا کسی کو راز دار نہ بنائیں ۴۷۳
- غزوہ احد میں صورت حال نازک ہو گئی تو یہود و منافقین نے گھی کے چراغ جلانے ۴۷۶
- نبی ﷺ نے میدان جنگ میں مورچہ بندی کی ۴۷۷
- جنگ احد میں منافقین کا کردار ۴۷۸
- انصار کے دو قبیلے پھسلتے پھسلتے رہ گئے ۴۷۹
- جنگ احد میں فرشتوں کی کمک نہیں آئی ۴۷۹
- غزوہ بدر میں صورت حال نازک تھی، مگر اللہ کی مدد آئی اور مسلمانوں کا ہاتھ اونچا ہوا تو یہود و منافقین کو بہت برا لگا ۴۸۱
- بدر میں کتنے فرشتے اترے تھے؟ تین ہزار یا پانچ ہزار؟ ۴۸۲
- فرشتے جب امداد کے لئے آتے ہیں تو کیا کام کرتے ہیں؟ ۴۸۳
- جنگ بدر میں امداد نصرت کی حکمت ۴۸۳
- جنگ بدر میں جو فتح گئے ان میں سے کچھ مسلمان ہوئے ۴۸۳
- سودخور مسلمانوں کو جہنم میں جانا پڑ سکتا ہے سود میں طرح کا ہے ۴۸۶
- جو مسلمان نیک کام کرتے ہیں اور گناہ ہو جائے تو توبہ کرتے ہیں ان کو بخش دیا جائے گا ۴۸۸
- ﴿ذُكِّرُوا لِلَّهِ﴾ سے صلوٰۃ توبہ کا استنباط ۴۸۸
- غزوہ احد کا بیان
- انبیاء کی تکذیب کرنے والے ہمیشہ ہلاک ہوتے ہیں ۴۹۱
- ۱- آخری فتح مسلمانوں کی ہوگی اگر وہ ایمان میں مضبوط رہیں ۲- احد میں مسلمانوں کو زخم پہنچا ہے تو ویسا ہی زخم فریق مقابل کو بھی پہنچ چکا ہے ۴۹۱

- غزوہ احد میں ہزیمت کی چھ حکمتیں ۴۹۲
- جہاد کلمۃ اللہ کی سر بلندی کے لئے ہے، رسول کی ذات کے لئے نہیں ۴۹۶
- موت کا وقت مقرر ہے، میدان میں بھی آسکتی ہے اور دوسری جگہ بھی ۴۹۷
- کم ہمتوں کی عبرت کے لئے ماضی کی ایک مثال ۴۹۷
- مشرکین نے مسلمانوں کو کفر کی طرف لوٹنے کی دعوت دی ۴۹۹
- جنگ کے شروع میں اللہ نے کافروں کے دلوں میں رعب ڈالا ۵۰۱
- جنگ میں رسول اللہ کے حکم کی خلاف ورزی سے پانسہ پلٹا ۵۰۱
- حکم عدویٰ کا سبب مال کی از حد محبت ۵۰۲
- جنگ احد میں عارضی ناکامی میں حکمت ۵۰۲
- جن لوگوں نے مورچہ چھوڑا تھا: اللہ نے ان کو معاف کر دیا ۵۰۳
- غزوہ احد میں جو بھگدڑ مچی اس میں حکمت یہ تھی کہ جنگ کا پانسہ پلٹے اور مسلمان رضایہ قضاہ ہیں ۵۰۳
- اوکھ چین بن کر اتری اور بے چینی دور ہوئی ۵۰۶
- مخلص مسلمانوں کے بالمقابل نخالص مسلمانوں کا حال ۵۰۶
- بھٹی میل کو جلا دیتی ہے اور خالص سونا نکھر جاتا ہے ۵۰۷
- جنگ احد میں پیٹھ پھیرنے والوں کو اللہ نے معاف کیا ۵۰۸
- مسلمان کافروں کی دوسرہ اندازی سے متاثر نہ ہوں، مارتے جلاتے اللہ تعالیٰ ہیں ۵۱۰
- جہاد کی موت اور دوسری موت برابر نہیں ۵۱۱
- غزوہ احد میں نبی ﷺ نے اپنی نرم خوئی سے خطا کاروں کو معاف کیا ۵۱۲
- نبی ﷺ کی کمال امانت داری کا بیان ۵۱۳
- نبی ﷺ کی بعثت مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے ۵۱۶
- اگر احد میں مسلمانوں کو کچھ تکلیف پہنچی تو تعجب کی کیا بات ہے؟ ۵۱۸
- مصلحت نہیں تھی کہ غزوہ احد میں مسلمانوں کو کئی غلبہ حاصل ہو ۵۲۰
- احد میں جو صورت پیش آئی اس میں مصلحت یہ تھی کہ کھرے کھوٹے کا امتیاز ہو جائے ۵۲۰

- ۵۲۰ منافقین کو جنگ میں شرکت کی دعوت دی مگر قبول نہیں کی، پھر باتیں چھانٹیں!
- ۵۲۱ منافقین کی بات دل کی بات نہیں!
- ۵۲۲ موت تو آتی ہے، اس کو کوئی نال نہیں سکتا
- ۵۲۳ شہداء حیات ہیں، وہ کھلائے پلائے جاتے ہیں
- ۵۲۳ شہداء کو درویشیاں
- ۵۲۳ زخم خوردہ صحابہ لشکر کفار کے تعاقب میں نکلے (غزوہ ہجرہ الاسد)
- ۵۲۴ صحابہ زخم مندمل ہوتے ہی کفار کے مقابلہ کے لئے نکلے (غزوہ بدر صغریٰ)
- ۵۲۹ کافروں کی کاروائیوں سے اسلام کی ترقی رک نہیں سکتی
- ۵۲۹ کافروں کی خوش حالی اور مہلت ان کے حق میں کچھ اچھی نہیں
- ۵۳۰ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ مسلمانوں کو بھی آزمائش سے گذارا جائے تاکہ کھرا کھوتا جدا ہو جائے
- ۵۳۲ جس مال کے حقوق واجبہ ادا نہیں کئے گئے اس مال کی قیامت کے دن مالا پہنائی جائے گی!
- ۵۳۳ یہود کی شانِ خداوندی میں گستاخی اور اس کی سزا
- ۵۳۵ یہود کو نبی ﷺ پر ایمان تو لانا نہیں تھا اس لئے کچھ نکالی!
- ۵۳۷ دوزخ سے بچ جانا اور جنت میں پہنچ جانا حاصل کامیابی ہے
- ۵۳۸ دل آزاری کی باتیں سن کر صبر و تحمل سے کام لینا اولوالعزمی کا کام ہے
- ۵۳۹ علماء اہل کتاب دنیا کی محبت میں پھنس کر احکام و بشارت چھپاتے تھے
- ۵۴۰ یہود اپنے غلط کئے ہوئے کام پر خوش ہوتے تھے اور صحیح نہ کئے ہوئے کام پر تعریف کے خواہاں ہوتے تھے
- ۵۴۲ حکومت اللہ قادر مطلق کی ہے
- ۵۴۲ توحید کے دلائل اور اللہ کی عبادت کرنے والوں کی دعائیں
- ۵۴۶ اللہ نے نیک بندوں کی دعائیں قبول کیں، اور مہاجر شہداء کا تذکرہ خاص طور پر کیا
- ۵۴۸ کافروں کی چار دن کی چاندنی سے کوئی دھوکہ نہ کھائے: یہ عارضی بہار ہے!
- ۵۴۸ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے لئے بھی جنت کے دروازے کھلے ہیں!
- دنیا و آخرت میں کامیابی کے چار گرا - سختیوں میں باہمت رہنا ۲ - مقابلہ میں ثابت قدمی دکھانا -

۳۔ حفاظت کی پوری تیاری رکھنا۔۴۔ شریعت پر مکمل عمل کرنا ۵۴۹

سورة النساء

آخر واول، ہم آہنگ سورت کا نام اور ربط ۵۵۱

عورتوں کی تخلیق کا مسئلہ ۵۵۲

مخلوقات تین طرح پیدا ہو رہی ہیں ۵۵۳

رشتہ داری کا تعلق ختم مت کرو، اور رشتہ داری کا تعلق تمام انسانوں سے ہے ۵۵۶

یتیموں کے تعلق سے تین احکام ۵۵۸

یتیم لڑکی کے ساتھ نا انصافی کا ڈر ہو تو اس کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے ۵۵۹

تعداد از دواج مردوں کی واقعی ضرورت ہے ۵۶۰

چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ۵۶۰

ایک سے زیادہ نکاح کا جواز انصاف کی شرط کے ساتھ ہے ۵۶۱

شوہر مہر خوش دلی سے ادا کرے، اور عورت مہر معاف کر سکتی ہے ۵۶۲

مال مایہ زندگانی ہے، نا سمجھ بچوں کو زیادہ خرچ نہ دیا جائے، ان کی عادت خراب ہوگی ۵۶۳

خاص یتیمی کے تعلق سے چار احکام ۵۶۴

۱۔ یتیموں سے کاروبار کرنا اور ان کو آزمایا جائے ۵۶۵

۲۔ جب یتیم کی شادی ہو جائے اور وہ سمجھ دار ہو جائے تو اس کا مال اس کے حوالے کیا جائے ۵۶۵

۳۔ یتیم کے باپ کا ورثہ کچھ یتیم کے لئے بچایا جائے ۵۶۵

۴۔ جب یتیم کا مال اس کو سونپنے کو گواہ بنالے ۵۶۶

عورتوں اور نابالغ لڑکوں کا بھی میراث میں حصہ ہے ۵۶۷

تقسیم میراث کے وقت غیر وارث رشتہ دار یا یتیم غریب آجائیں تو ان کو بھی کچھ دیا جائے ۵۶۸

سخت بات کہہ کر یتیم کا دل نہ توڑا جائے ۵۶۹

ناحق یتیم کا مال کھانا پیٹ میں انگارے بھرنا ہے ۵۶۹

احکام میراث

- ۵۷۱ آیات میراث کا شان نزول
- ۵۷۲ فرض مقدّرہ..... میراث میں مرد کی برتری کی وجہ
- ۵۷۳ اولاد کی میراث
- ۵۷۵ والدین کی میراث
- ۵۷۷ آیت میراث میں وصیت کا ذکر دین سے مقدم کیوں ہے؟
- ۵۸۰ زوجین کی میراث
- ۵۸۱ اخینائی بھائی، بہن کی میراث
- ۵۸۳ احکام میراث پر عمل کرنے کی ترغیب اور ان کی خلاف ورزی پر ترہیب
- ۵۸۴ اہانت آمیز سزا کی دو مثالیں
- ۵۸۷ اللہ کی بارگاہ ناامیدی کی بارگاہ نہیں، تو یہ کا دروازہ کھلا ہے!
- ۵۸۸ گناہ پر اقدام کی تین صورتیں..... سچی توبہ کے لئے تین شرطیں
- ۵۸۹ دو شخصوں کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتے
- ۵۹۰ میت کی بیوی ترک نہیں پس اس پر زبردستی قبضہ جائز نہیں
- ۵۹۱ شوہر کے ظلم کی دو صورتیں اور ان کا سد باب
- ۵۹۳ جو عورت باپ دادا یا نانا کے نکاح میں رہ چکی ہے اس سے نکاح حرام ہے
- ۵۹۳ زنا اور داعی زنا سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے
- ۵۹۶ تیرہ عورتوں کا تذکرہ جن سے نکاح حرام ہے
- ۵۹۷ محرمانہ نسبیہ کی حرمت کی دو وجہیں
- ۵۹۸ دودھ پینے سے وہ ساتوں رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں
- ۶۰۰ پندرہویں عورت جس سے نکاح حرام ہے اس کا ذکر اگلی جلد میں آئے گا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریب

الحمد لله الذي بنو فقهه تتم الصالحات، والصلاة والسلام على سيد الكائنات، وعلى آله وصحبه زبدة الموجودات، أما بعد:

کسی کدھن میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آپ نے یہ تفسیر کیوں لکھی؟ عربی، فارسی اور اردو میں تفسیروں کی کمی نہیں، پھر آپ نے دل در معقولات کیوں کیا؟ جواب: میں نے تفسیر نہیں لکھی، مجھ سے لکھوائی گئی ہے! اگر مجھ سے نہ لکھوائی جاتی تو شاید میں ہمت نہ کرتا، من آنم کہ من دانم!

اس کی تفصیل یہ ہے کہ آج سے پچاس سال پہلے جب میں دارالعلوم دیوبند میں طالب علم تھا: حضرت مولانا محمد عثمان کاشف الہامی رحمہ اللہ نے ہدایت القرآن شروع کی تھی، انھوں نے پہلے آخری پارہ لکھا، وہ مقبول ہوا تو انھوں نے شروع سے لکھنا شروع کیا، بیس سال میں نو پارے لکھے اور چھاپے، خود ہی چھاپتے تھے اور خود ہی خریداروں کو بھیجتے تھے، پھر مبینوں آرام کرتے تھے، پھر اگلا پارہ لکھتے تھے۔

۱۹۷۴ء میں جب میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس ہو کر آیا تو مکتبہ مجاز کے مالک میرے ساتھی جناب مولانا قاضی محمد انوار صاحب تھے، مولانا کاشف صاحب لکھتے تھے اور قاضی صاحب چھاپتے تھے، انھوں نے مکتبہ مجاز خرید لیا تھا، اور مولانا کاشف صاحب مدرسہ اصغریہ میں مدرس ہو گئے تھے، مگر وہ اتنی دیر میں پارہ لکھتے تھے کہ قاضی صاحب کا نقصان ہوتا تھا، خریدار ٹوٹ جاتے تھے۔

جب میں مدرس ہو کر آیا تو قاضی صاحب نے دوستی کے ناتے اصرار کیا کہ میں تفسیر لکھوں اور وہ چھاپیں، میں لکھنے کی ہمت نہیں کر رہا تھا، مگر وہ شب و روز اصرار کرتے رہے پس میں نے قلم پکڑا اور دسواں پارہ لکھا، جب وہ مولانا کاشف صاحب رحمہ اللہ کو پہنچا تو انھوں نے پڑھ کر تبصرہ کیا: ”بیوند کچھ براتو نہیں!“ اس سے ہمت بڑھی۔

پھر میں وقفہ وقفہ سے لکھتا رہا، استعداد بھی ناقص تھی اور زبان بھی پھس پھسی تھی، جب قاضی صاحب سر ہو جاتے تو لکھتا، پھر جب پارہ چھپتا تو میں سو جاتا، تا آنکہ ایک سال بارش بہت ہوئی اور قاضی صاحب کے گھر کا ایک حصہ گر گیا، ان کو ہرمت کے لئے پیسوں کی ضرورت تھی اور ہاتھ تنگ تھا، انھوں نے اصرار کیا کہ میں مکتبہ مجاز خرید لوں، میں نے خیال کیا

کہ جب مکتبہ میرا ہوجائے گا تو کام میں تیزی آئے گی، مگر معاملہ برعکس ہوا، مزید سستی پیدا ہوگئی، بلکہ پارہ اٹھارہ آدھا لکھنے کے بعد کام بالکل ہی رک گیا، میں دوسرے کاموں میں لگ گیا مگر تفسیر کی تکمیل کا فکر ہمیشہ سوار رہا۔

ایک خواب: جس زمانہ میں میں خود وقفہ وقفہ سے تفسیر لکھتا تھا اور چھاپتا تھا: ایک سال قبل کے ساتھ عید الاضحیٰ کی تعطیل میں وطن گیا، اور منو کے ایک طالب علم مولوی فیاض سلمہ کو مکان سوئپ گیا، وہ اب بڑے عالم ہیں، وہ میری بیشک میں لیٹے تھے، انھوں نے خواب دیکھا: نبی ﷺ میری جگہ تشریف فرما ہیں، طلبہ آپ کو گھیرے ہوئے ہیں، آپ نے طلبہ سے فرمایا: ”سعید سے کہنا:..... پوری کرے“ ان کی آنکھ کھل گئی، وہ بھول گئے کوئی کتاب پوری کرنے کے لئے فرمایا تھا، مگر میں اس زمانہ میں ہدایت القرآن کا کوئی پارہ لکھ رہا تھا۔

دوسرا خواب: پھر ایک عرصہ کے بعد سہارن پور سے کسی خاتون کا خد آیا، وہ لڑکیوں کا مدرسہ چلاتی ہیں، انھوں نے خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا اور پوچھا کہ وہ طالبات کو کیا پڑھائیں؟ آپ نے فرمایا: ”ہدایت القرآن پڑھاؤ“ اس کے باوجود میری ناقص استعداد مانع بنی رہی اور کام میں کوئی تیزی نہیں آئی۔

پھر اتفاق یہ ہوا کہ ۱۹۸۱ھ میں تحقیل علوم کے طلبہ نے پورے سال کی حجتہ اللہ البالغہ کی تقریر شیپ کی، اور کاغذ پر منتقل کر کے مجھے دی کہ میں اس پر نظر ثانی کروں، چنانچہ ۱۹۸۹ھ میں جب سبق شروع ہوا تو میں نے اس تقریر پر نظر ثانی شروع کی، مگر وہ تقریر جو تھوڑے بحث پر ختم ہوگئی، کیونکہ درس میں کتاب اتنی ہی پڑھائی جاتی تھی، اس لئے مجبوراً کام آگے بڑھانا پڑا، اور ۱۹۸۵ء الحجۃ ۱۴۰۲ھ کو حجتہ اللہ البالغہ کی شرح رحمۃ اللہ الولیہ پانچ جلدوں میں پوری ہوئی، اس عرصہ میں تفسیر کا کوئی پارہ نہیں لکھ سکا۔

پھر تحفۃ المسمی شرح سنن الترمذی کا کام شروع ہو گیا، یہ شرح آٹھ جلدوں میں شعبان ۱۴۳۰ھ میں تکمیل پذیر ہوئی، پھر فوراً تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری کا کام شروع ہو گیا، یہ شرح بارہ جلدوں میں جمادی الاخریٰ ۱۴۳۶ھ میں پوری ہوئی، پھر بلا توقف تفسیر شروع کی اور ۱۴۳۷ھ کے ختم تک سورۃ النور سے آخر تک تفسیر مکمل کی، اب شروع سے لکھنا شروع کیا ہے، شروع کا حصہ اگرچہ مولانا کاشف الہامی قدس سرہ لکھ چکے ہیں، اور وہ مطبوعہ اور مقبول بھی ہے، اور اس کو میں ہی چھاپ رہا ہوں اور چھپتا رہے گا، تاہم میں بھی لکھ رہا ہوں، میرے دل پر اس کا شدید تقاضا ہے، اسی کو میں کہہ رہا ہوں کہ میں نے تفسیر لکھی نہیں، مجھ سے لکھوائی گئی!



حضرت مولانا کاشف الہامی رحمۃ اللہ عوام کو پیش نظر رکھ کر تفسیر لکھتے تھے، اس لئے اس میں وعظ و نصیحت کے مضامین کا غلبہ ہوتا تھا، میں نے بھی شروع میں یہ بات پیش نظر رکھی تھی، اور ساتھ ہی قرآن کریم کی تفہیم بھی ملحوظ رکھی تھی، اور آیات

اور آیات کے مشمولات میں ارتباط کا بھی خیال رکھا تھا، پھر جلد ہفتم سے عنوانات بھی بڑھائے ہیں، اس لئے میری لکھی ہوئی تفسیر کی عبارت تو اسی طرح آسان ہے مگر مضامین ذرا بلند ہیں، چنانچہ مولانا رحمہ اللہ کی تفسیر عوام کے لئے بہت مفید ہے، اور میری لکھی ہوئی تفسیر خواص کے لئے خاصہ کی چیز ہے، اس میں مشکل الفاظ کے معانی حاشیہ میں دیئے ہیں، اور ضرورت کی جگہ ترکیب کی طرف بھی اشارے کئے ہیں، جس سے خواص استفادہ کر سکتے ہیں۔



جاننا چاہئے کہ آیات پاک میں اور آیات کے اجزاء میں ربط و تعلق ہے یا نہیں؟ اس میں ہمیشہ دورائیں رہی ہیں: ایک رائے یہ ہے کہ ارتباط نہیں ہے، جو بات ہندوں کی مصلحت کی ہوتی ہے وہ بیان کی جاتی ہے، یہ لوگ اس کی مثال دیتے ہیں: باپ بیٹا ساتھ کھارہے ہیں، باپ بیٹے کو سمجھا رہا ہے کہ تعلیم میں دلچسپی لیتی چاہئے، اس کے یہ اور یہ فائدے ہیں، اچانک باپ نے دیکھا کہ بیٹے نے بڑا سا القمہ منہ میں رکھا، اس نے سلسلہ کلام روک کر سمجھانا شروع کیا کہ بڑا القمہ نہیں لینا چاہئے، وہ اچھی طرح نہیں چبے گا، اور اچھی طرح ہضم نہیں ہوگا، پھر سابقہ فصاحت شروع کی، تو کلام میں بے ربطی ہوگئی، مگر بیٹے کی مصلحت کا بھی تقاضا ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ آیات میں اور آیات کے اجزاء میں نہ صرف ربط ہے، بلکہ غایت ارتباط ہے، اس لئے کہ حکیم کا کلام بے ربط نہیں ہو سکتا، اور اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہیں ان کا کلام بے ربط کیسے ہو سکتا ہے؟ ترتیب نزولی میں تو پہلی بات صحیح ہو سکتی ہے، مگر لوح محفوظ کی ترتیب میں بے ربطی نہیں ہو سکتی، اس لئے یہی رائے صحیح ہے، اسی لئے مفسرین عظام نے ہر زمانہ میں ربط بیان کیا ہے، اور متعدد محققین وجود میں آئی ہیں، بیان القرآن میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں عظیم کارنامہ انجام دیا ہے، میں نے بھی تفسیر میں ٹوٹی پھوٹی محنت کی ہے، شاید کسی کو پسند آئے، البتہ آمد اور اردو میں فرق ہے، باہر سے ربط داخل کرنا آورد ہے اور آیات سے ربط نکالنا آمد ہے، میں نے کوشش کی ہے کہ ربط آیات ہی سے نکلے، باہر سے داخل نہ کیا جائے۔ چنانچہ میں نے عبارت اخص پیش نظر رکھ کر تفسیر کی ہے، باقی تین استدالات فائدہ کی صورت میں بیان کئے ہیں۔



نص فیہی کے مفید یقین طریقے صرف چار ہیں:

۱- عبارة اخص سے استدلال: جب کوئی شخص گفتگو کرتا ہے تو کسی نہ کسی مضمون کی ادائیگی مقصود ہوتی ہے، یہ مقصدی مضمون اور مرکزی نقطہ نظر: عبارت میں پائی جانے والی دوسری باتوں سے یقیناً زیادہ اہم ہوتا ہے، اسی کو اصطلاح میں عبارة اخص کہتے ہیں، جیسے: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ سے حمد باری مقصود ہے، اسی معنی کی ادائیگی کے لئے

عبارت لائی گئی ہے۔

۲۔ اشارۃً انص سے استدلال: یعنی عبارت ایک معنی کے لئے نہیں لائی گئی، لیکن الفاظ اپنے لغوی معنی یا عرفی مراد یا لازمی معنی کے طور پر کسی بات پر دلالت کرتے ہیں، اور وہ بات منظم کے مقصد کے خلاف بھی نہیں تو یہ اشارۃً انص سے استدلال ہے، جیسے مذکورہ آیت سے تو حید الوہیت اور تو حیدر بوہیت پر استدلال کرنا اشارۃً انص سے استدلال ہے۔

۳۔ دلالتہً انص سے استدلال: یعنی ایک بات نص کے ترجمہ لغوی سے تو ثابت نہیں ہوتی، مگر ترجمہ لغوی سے بدرجہ اولیٰ اس کو سمجھا جاسکتا ہے، اس کو دلالتہً انص سے استدلال کرنا کہتے ہیں، جیسے: ﴿وَلَا تَقُولُ لَمْ يَأْتِكُمْ﴾: بوڑھے والدین سے آفت مت کہو، اس سے معلوم ہوا کہ سب و شتم اور ضرب بدرجہ اولیٰ ممنوع ہیں، کیونکہ ان سے آفت کہنے سے زیادہ تکلیف پہنچتی ہے۔

۴۔ اقتضاءً انص سے استدلال: یعنی نص میں جو بات کہی گئی ہے، اس کا صحیح ہونا یا اس پر عمل کرنا عقلاً یا شرعاً کسی امر زائد کے مان لینے پر موقوف ہو تو اس امر زائد کو مقدر ماننا اقتضاءً انص سے استدلال کرنا کہلاتا ہے، جیسے حدیث میں ہے: **وُفِعَ عَنْ أَمْتِي الْخَطَا وَالنِّسْيَانِ**: میری امت سے بھول چوک اٹھادی گئی ہے، حالانکہ امت سے بھول چوک ہوتی ہے، اس لئے عقلاً و شرعاً تصحیح کلام کے لئے ضروری ہے کہ گناہ مقدر مانا جائے یعنی بھول سے کوئی شخص کوئی کام کرے یا چوک جائے اور کوئی کام کر لے تو اس کا گناہ نہیں ہوگا، رہا احکام کا مرتب ہونا تو وہ دوسری بات ہے۔

ان کے علاوہ اخذ و استنباط کے اور طریقے بھی ہیں، جیسے مفہوم مخالف سے استدلال کرنا، مگر وہ صدقہً صحیح نتیجہ نہیں دیتے، اس لئے احتیاط نے ان کا نصوص میں اعتبار نہیں کیا، اور اصول فقہ کی کتابوں میں ان کو جوہ فاسدہ کے عنوان سے بیان کیا ہے، میں نے تفسیر میں عبارت انص ہی کو پیش نظر رکھا ہے، اس لئے ارتباط خود بخود نکل آتا ہے۔



ایک خاص بات یہ ہے کہ عربی تفسیروں میں نص قرآنی کو علمائے نحو کے مرتب کردہ قوانین کے تابع کیا جاتا ہے، جبکہ ان میں بعض قواعد میں اختلاف بھی ہے۔ مفسرین اس کی رعایت سے ترکیبی احتمالات بیان کرتے ہیں، مگر ہمارے اکابر ایسے احتمالات بیان نہیں کرتے، اس لئے کہ نحو کے قواعد زبان سے اخذ کئے گئے ہیں، اور بعض قواعد میں امر نحو میں اختلاف بھی ہے، اس لئے اللہ کے کلام کو ان قواعد کے تابع نہیں کرنا چاہئے، سیاسی کلام سے جو ترکیب ہم آہنگ ہو وہ متعین ہے اور اسی کو پیش نظر رکھ کر مراد خداوندی بیان کرنی چاہئے۔

یہ چند ضروری باتیں تھیں جو عرض کی گئیں، ان کے علاوہ علوم قرآنی کے موضوع پر علمائے کرام بہت کچھ لکھ چکے ہیں، ان سے استفادہ کیا جائے۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ اللہ کی پناہ مانگتا ہوں مردود شیطان سے!

قاعدہ: مستعاذ بہ (جس کی پناہ چاہی گئی) پر باء اور ترجمہ میں 'کی' آتا ہے، اور مستعاذ منہ (جس سے پناہ چاہی گئی) پر من اور ترجمہ میں 'سے' آتا ہے، طالب علم اس میں کبھی غلطی کر جاتا ہے، جو خطرناک غلطی ہوگی۔
تعوذ سنت ہے: مؤمن بھی شیطان سے متاثر ہو سکتا ہے اس لئے تلاوت سے پہلے تعوذ سنت ہے، اور تعوذ صرف تلاوت کے وقت مسنون ہے، اور کتاب پڑھتے وقت مسنون نہیں، تعوذ کا حکم سورۃ النحل (آیت ۹۸) میں ہے، اور جمہور کے نزدیک امر استحباب کے لئے ہے۔

استعاذہ کی حکمت: تلاوت سے پہلے استعاذہ کی حکمت یہ ہے کہ جو شخص سمجھ کر تلاوت کرتا ہے شیطان اس کو بہکانے کی اور اس کی فکر و فہم کو غلط راہ پر ڈالنے کی پوری کوشش کرتا ہے، اس لئے اللہ کی پناہ لینی ضروری ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ فکر و فہم کو گمراہی سے بچائیں، اور شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھیں، اگر قاری قرآن ایسا کرے گا تو امید ہے کہ وہ قرآن کی باتوں کو صحیح سمجھے گا، ورنہ شکوک و شبہات میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں
حدیث میں ہے کہ جو بھی اہم کام اللہ کے نام سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہو جاتا ہے، اور تلاوت قرآن اہم کام ہے، پس تعوذ کے بعد تسمیہ چاہئے، اور حدیث میں ہے کہ دروازہ بھڑک دو بسم اللہ کہہ کر بند کرو، چراغ گل کرو تو بسم اللہ کہو، برتن ڈھاؤ تو بسم اللہ پڑھ کر ڈھاؤ، غرض: کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، سواری پر سوار ہوتے وقت اور اترتے وقت بسم اللہ پڑھنا چاہئے، یہ سنت ہے، واجب نہیں۔

بسم اللہ ہر سورت کا جزء ہے یا قرآن کی مستقل آیت ہے؟

سورۃ نمل میں جو بسم اللہ ہے وہ بالتحقیق قرآن کا جزء ہے، اس کا منکر کافر ہے اور اس پر اجماع ہے۔ اس کے علاوہ سورتوں کے درمیان فصل کرنے کے لئے جو ۱۱۳ جگہ بسم اللہ لکھی گئی ہے اس کے بارے میں تین نظریے ہیں:

پہلا نظریہ: امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بسم اللہ نہ تو قرآن کا جزء ہے، نہ مستقل آیت ہے اور نہ کسی سورت کا جزء ہے۔ شاید ان کے خیال میں سورۃ نمل کی آیت ہی کو ہر سورت کے شروع میں لکھا گیا ہے۔

دوسرا نظریہ: احناف کے نزدیک سورۃ نمل کی بسم اللہ کے علاوہ ایک اور بسم اللہ قرآن کی مستقل آیت ہے اور وہ فصل کرنے کے لئے نازل کی گئی ہے۔ دور عثمانی میں جب مصحف تیار ہوا تو صحابہ کے مشورہ سے اسی بسم اللہ کو ہر سورت کے شروع میں لکھا گیا۔ اسی لئے احناف کے نزدیک تراویح میں کم از کم ایک جگہ بسم اللہ جہر اُپڑھنا ضروری ہے ورنہ قرآن ناقص رہے گا۔

تیسرا نظریہ: امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے میں یہ قرآن کی ۱۱۳ آیتیں ہیں یعنی سورتوں کے شروع میں یعنی بسم اللہ ہیں وہ سب آیات قرآنیہ ہیں۔ پھر مستقل آیتیں ہیں یا مابعد سورت کا جزء ہیں؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ فاتحہ کے شروع میں جو بسم اللہ ہے وہ تو شوافع کے نزدیک بالاجماع فاتحہ کا جزء ہے وہ فاتحہ کی پہلی آیت بسم اللہ ہی کو قرار دیتے ہیں اور صراط الدین سے آخر تک ایک آیت شمار کرتے ہیں اور باقی بسم اللہ کے بارے میں شوافع کے مختلف اقوال ہیں، راجح قول یہ ہے کہ ہر بسم اللہ مابعد سورت کا جزء ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں، تینوں مذاہب کے موافق۔ غرض یہ مسئلہ مخصوص نہیں اجتہادی ہے اور اس پر اجماع ہے کہ ان اختلاف کرنے والوں میں سے کسی کو نہ تو ایمان سے خارج کیا جائے گا نہ گمراہ قرار دیا جائے گا۔

سورۃ الفاتحہ

یہ قرآن کریم کی پہلی اور نہایت اہم سورت ہے، اس کی اہمیت کی وجہ سے اس کے متعدد نام ہیں، جو چیز مختلف کمالات کا مجموعہ ہوتی ہے اور زبان میں کوئی ایک لفظ ایسا نہیں ہوتا جو سب کمالات پر دلالت کرے تو متعدد ناموں سے ان خوبیوں کو واضح کرتے ہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بے شمار اسمائے حسنیٰ ہیں، کیونکہ ان میں کمالات بے حساب ہیں، اور اسی وجہ سے نبی ﷺ کے بہت سے صفاتی نام ہیں، اور اسی وجہ سے ایک شخص کو مولوی، مولانا، حافظ، قاری، مفتی، قاضی وغیرہ کہا جاتا ہے۔ سورۃ الفاتحہ کے درج ذیل نام ہیں:

۱۔ سورت الصلاۃ: نماز کی سورت: یہ سورت نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے، اس کو پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی، اس لئے ایک حدیث قدسی میں اس کو الصلاۃ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میں نے نماز کو یعنی سورۃ الفاتحہ کو اپنے اور بندے کے درمیان آدھا آدھا بانٹا ہے، ساڑھی تین آیتوں میں اللہ کی صفات کا بیان ہے، اور ساڑھی تین آیتوں میں بندے کی دعا ہے، یہ حدیث مسلم شریف میں ہے (مشکات ج: ۸۳۳)

۲۔ سورۃ الحمد: وہ سورۃ جس کا پہلا کلمہ ﴿اَلْحَمْدُ﴾ ہے، اور جس میں اللہ کی بھرپور تعریف ہے، توحید الوہیت اور توحید ربوبیت کا بیان ہے، یعنی معبود وہی اکیلے ہیں اور وہی کائنات کے پالناہار ہیں۔

۳۔ فاتحہ الکتاب: یعنی قرآن کریم کا دیباچہ، پیش لفظ، فتح کے معنی ہیں: کھولنا، اور فاتحہ کے معنی ہیں: ہر چیز کا آغاز، امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قرآن کریم کی پہلی سورۃ کا نام فاتحہ الکتاب دو سوچہ ہے: ایک: یہ سورۃ قرآن میں سب سے پہلے لکھی گئی ہے۔ دوم: نماز میں قراءت اسی سورۃ سے شروع کی جاتی ہے (امام بخاریؒ کی بات پوئی ہوئی) اسی لئے اس کو کسی پارے میں شامل نہیں کیا، پہلا پارہ اَلَمْ یعنی سورۃ بقرہ سے شروع ہوتا ہے، اگر فاتحہ کو پہلے پارے میں شامل کرتے تو وہ اسی کا پیش لفظ ہو کر رہ جاتا، حالانکہ وہ پورے قرآن کا مقدمہ ہے۔

۴۔ ام الکتاب: قرآن کی ماں، یعنی اصل، ماں سے اولاد متفرع ہوتی ہے، اس سورۃ میں پورے قرآن کے مضامین کا خلاصہ آگیا ہے، اور اس سورۃ کے مضامین پورے قرآن میں پھیلانے گئے ہیں، آگے جب اس سورۃ کے مضامین کا خلاصہ بیان کروں گا تو یہ بات سمجھ میں آئے گی، اور اسی نام کے ہم معنی اس سورۃ کا نام ام القرآن بھی ہے۔

۵۔ الشفاء، الرقیۃ (منتر) الکافی اور الوافی بھی اس سورۃ کے نام ہیں، حدیث میں ہے کہ سورۃ الفاتحہ ہر بیماری کی شفاء ہے، اس سورۃ کے ذریعہ عام بیماریوں کو اور خطرناک بیماریوں زہر وغیرہ کو جھاڑا جاسکتا ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس سورۃ کے ذریعہ ایک سانپ کاٹے کو جھاڑا تھا اور وہ شفا یاب ہو گیا تھا، میں بھی ہر بیماری کو اس سورۃ سے جھاڑتا ہوں، اور ہاذن اللہ شفاء ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں: اس کے نام الثبانی (بار بار پڑھنے کی سورۃ)، القرآن العظیم اور الاساس (بنیاد) بھی ہیں۔

سورۃ الفاتحہ کے فضائل

سورۃ الفاتحہ کے ناموں کی کثرت اس کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے، علاوہ ازیں: احادیث میں اس کے اور بھی فضائل آئے ہیں:

۱۔ نبی ﷺ نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا: ”سورۃ الفاتحہ جیسی سورۃ: تورات، زبور، انجیل اور قرآن میں نازل نہیں کی گئی، یہی وہ بار بار پڑھی جانے والی سات آیتیں اور قرآن عظیم ہے، جو میں دیا گیا ہوں“ (رواہ الترمذی حدیث ۲۸۸۴)

۲۔ ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، اچانک آسمان سے ایک آواز آئی، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اوپر نظر اٹھا کر دیکھا اور کہا کہ آج آسمان کا ایک ایسا دروازہ کھلا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا، اس دروازہ سے ایک فرشتہ اتر آیا، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کو مبارک باد دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں، آپ کو

دو ایسے نور دیئے گئے ہیں جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے، ایک سورۃ فاتحہ، دوسرے سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں، آپؐ ان کو پڑھیں گے تو ان میں جو دعائیں ہیں وہ قبول ہوگی (رواہ مسلم ۵۸۳۳)

۳- آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سورۃ فاتحہ موت کے علاوہ ہر بیماری کے لئے شفاء ہے۔ اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ سورۃ فاتحہ دو تہائی قرآن کے برابر ہے، اور یہ بھی فرمایا ہے کہ بیماری کے لئے اس سورت کو پڑھ کر دم کرنا چاہئے۔ (ہدایت القرآن کا شفی)

۴- حدیث قدسی میں ہے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ”میں نے سورۃ فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کیا ہے، آدمی سورت کا تعلق مجھ سے ہے اور آدمی کا تعلق بندے سے، اس میں بندے کی دعا ہے، اور بندہ جو چیز مانگتا ہے میں اس کو وہ چیز دیتا ہوں“ (رواہ مسلم ۵۸۳۳)

تشریح: الحمد للہ بہترین دعا اس لئے ہے کہ دعا کی دو قسمیں ہیں: ایک: وہ جن سے دل و دماغ عظمت خداوندی سے لبریز ہو جائیں اور دل میں نیاز مندی کی کیفیت پیدا ہو۔ دوم: وہ جن کے ذریعہ دنیا و آخرت کی خیر طلب کی جائے اور شر سے حفاظت کی درخواست کی جائے، اور ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ﴾ میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ جب بندہ کہتا ہے کہ ستائشوں کے سر اوار اللہ تعالیٰ ہیں تو اس کا دل نیاز مندی اور عاجزی سے بھر جاتا ہے۔ اور الحمد للہ کلمہ شکر بھی ہے۔ اور شکر سے نعمت بڑھتی ہے۔ پس حمد کرنے والا دارین کی سعادتوں سے مالا مال کر دیا جاتا ہے، اور شر و رفقن سے اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔

سورۃ الفاتحہ میں توحید، آخرت اور رسالت کا اثبات ہے اور سارے دین کی طرف اشارہ ہے پہلے دو باتیں سمجھ لیں:

۱- اسلام کے بنیادی عقائد تین ہیں: توحید، رسالت اور آخرت، اور ان میں ترتیب بھی یہی ہے، مگر کبھی قرآن کریم بیان عقائد میں کسی خاص وجہ سے ترتیب بدلتا ہے، اس سورت میں پہلے توحید کا، پھر آخرت کا، پھر رسالت کا بیان ہے، اور ایسا خاص وجہ سے کیا ہے، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

۲- قرآن کریم عام طور پر بات قریب سے بیان کرتا ہے، مگر کبھی دور سے لیتا ہے توحید اور آخرت کو تو راست بیان کیا ہے، مگر رسالت کے مسئلہ کو مؤمنین کی ہدایت کی دعا کی صورت میں ذکر کیا ہے۔ آدمی سورت میں مؤمنین کو ایک دعا کی تعلیم دی ہے کہ وہ اللہ سے ہدایت طلب کریں، اور ہدایت (دینی راہ نمائی) اللہ تعالیٰ رسولوں کے ذریعہ کرتے ہیں، اس طرح رسالت کا مسئلہ زیر بحث آ گیا، پھر ہدایت عقائد و اعمال کے مجموعہ کا نام ہے، اور اس کے لئے تذکیر و موعظت ضروری ہے، انبیاء کے

اور ان کی قوموں کے واقعات اسی مقصد سے ذکر کئے ہیں، نیز پند و نصائح بھی ضروری ہیں، اس طرح رسالت، دلیل رسالت (قرآن کریم) اور اس کے تمام مشمولات کی طرف اشارہ ہو گیا، اور سورۃ الفاتحہ: ام الكتاب اور ام القرآن بن گئی۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ میں تو حید الوہیت کا بیان ہے، الف لام استغراقی ہیں یعنی ہر حمد اللہ کے لئے ہے، اور حمد کے معنی ہیں: کسی کے ذاتی (خانہ زاد) کمالات (خوبیوں) کو تعظیم کے طور پر قول سے یا فعل سے سراہنا، اور ہر کمال کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، دوسروں کو جو بھی کمال حاصل ہوا ہے وہ اللہ کی دین ہے، پس کسی کی کوئی تعریف نہیں، تعریف صاحب کمال کی ہوتی ہے، اور تمام کمالات کا مرجع اللہ کی ذات ہے، اور کمالات میں سب سے بڑا کمال معبود ہونا ہے، یہ کمال بھی دیگر کمالات کی طرح اللہ کے ساتھ خاص ہے، قابل پرستش وہی ہیں، یہی تو حید الوہیت ہے۔

اور ﴿رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ میں تو حید ربوبیت کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ ہی سارے جہانوں کے پالنے والے ہیں، رب کے معنی ہیں: کسی چیز کو جو بدستور، نیست سے ہست کرنا، پھر اس چیز کی بقا کا سامان کرنا، تاکہ وہ وجود میں آکر ختم نہ ہو جائے، پھر اس کو آہستہ آہستہ بڑھا کر معجزائے کمال تک پہنچانا، یہ تین کام اللہ کے سوا کون کر سکتا ہے؟ پس کائنات کے پروردگار بھی وہی ہیں، اور یہی تو حید ربوبیت ہے۔

اور دونوں تو حیدوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے، ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتیں، چولی کرتے کا بالائی حصہ اور دامن: زیریں حصہ، دونوں ساتھ ساتھ ہوتے ہیں، ایک کے بغیر دوسرا نہیں ہوتا، پس جو معبود ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بندوں کو پالے، اور جو پالنے والا ہے وہی قابل پرستش ہے، دوسرا کوئی معبود نہیں ہو سکتا، کیونکہ پالنے والے کوئی اور سرِ نیاز ختم کرے دوسرے کی چوکھٹ پر: اس سے زیادہ نامعقول بات کیا ہو سکتی ہے؟

پھر جاننا چاہئے کہ رحمان: رحیم سے عام ہے، کیونکہ رحمان میں پانچ حروف ہیں، اور رحیم میں چار، اور کثرتِ مہمانی کثرتِ معانی پر دلالت کرتی ہے، پس ﴿الرَّحْمٰنِ﴾ کا ایک سوال کا جواب ہے۔

سوال: دنیا میں کافر بھی ہیں، اللہ تعالیٰ ان باغیوں کو کیوں پالتے ہیں؟

جواب: وہ رحمان ہیں، بے حد مہربان ہیں، اس دنیا میں ان کی رحمت ہر کسی کے لئے عام ہے، اس لئے کفار کو بھی روزی دیتے ہیں۔

پھر ﴿الرَّحِیْمِ﴾ بطور استثناء آیا ہے، رحیم: خاص ہے، آخرت میں اللہ کی مہربانی صرف مؤمنین کے لئے ہوگی، رحمت کا عموم اس جہاں کی حد تک ہے۔

پھر ﴿مَلِکِ یَوْمَ الدِّیْنِ﴾ خصوصیت کی دلیل کے طور پر آیا ہے، آخرت میں رحمت مؤمنین کے ساتھ خاص اس لئے ہوگی کہ اس دن تہا المہمس مالک ہو گئے، کسی کی مجازی ملکیت بھی نہیں ہوگی، اس دنیا میں مجازی ملکیتیں ہیں، پس جب

کافر کے گھر میں گیسوں بھرا ہوا ہے، اور وہ اس کا مجازی مالک بھی ہے، پھر بھی وہ بھوکا مر جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لئے اس دنیا میں اللہ سب کو رزق پہنچاتے ہیں، اور آخرت میں کوئی کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ ہی اس دن مالک ہوئے، پس وہ وفاداروں کو نوازیں گے، اور غداروں کو محروم کریں گے، اس طرح آخرت کا مسئلہ رسالت کے مسئلہ سے پہلے زیر بحث آگیا۔

نیز آخرت کے مسئلہ کی تقدیم کی اور رسالت کے مسئلہ کی تاخیر کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہدایت طلبی کا جواب سورۃ البقرۃ کے شروع میں ہے، اس لئے اس سے اتصال کے لئے بھی رسالت کے مسئلہ کو مؤخر کیا ہے۔

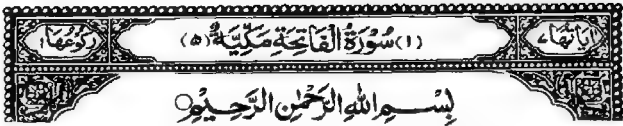
اس کے بعد آیت کریمہ: ﴿إِنَّا لَكَ لْعَبْدٌ وَإِنَّا لَكَ لَسْتَعِينُ﴾ گریز کی آیت ہے، گریز: شاعری کی اصطلاح ہے، قصیدہ میں تمہید اور مقصد کے درمیان جو شعر آتا ہے وہ گریز کا شعر کہلاتا ہے، اس کا من وجہ تمہید سے تعلق ہوتا ہے، اور من وجہ مقصد سے، پس ﴿إِنَّا لَكَ لْعَبْدٌ﴾ کا تعلق ماضی سے ہے، جب محبوب اللہ ہی ہیں تو بندگی بھی انہی کے لئے ہے، اور ﴿إِنَّا لَكَ لَسْتَعِينُ﴾ کو یا سوال ہے، اور آگے ہدایت کا سوال آ رہا ہے، پس یہ آگے کی تمہید ہے۔

پھر ﴿إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ میں بندوں کو ہدایت طلبی کی دعا سکھلائی ہے، یہ بندوں کی سب سے بڑی حاجت ہے، اللہ تک اور جنت تک پہنچنے کی راہ معلوم ہو جائے تو زہ نصیب! اور چونکہ ہر شخص پڑھا لکھا نہیں ہوتا، اس لئے جو راہ قرآن بتائے گا اس کو ہر شخص نہیں جان سکتا، اس لئے مثبت و منفی پہلوؤں سے محسوس مثالوں سے صراطِ مستقیم کو مشخص کیا ہے، جن بندوں پر اللہ نے فضل فرمایا ہے: ان کا راستہ سیدھا راستہ ہے، وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، نبوت کا دور تو ختم ہو گیا باقی تین ہر زمانہ میں موجود ہوتے ہیں، اور قرآن وحدیث میں انبیاء کی سیرت موجود ہے، ان کے حالات پڑھے اور موجودین کی راہ پر گامزن ہو تو وصل حبیب نصیب ہوگا اور منزل مقصود تک پہنچے گا۔

اور منفی پہلو سے مغضوب علیہم اور ضالین کی راہ سے بچے، جو صراطِ مستقیم سے ذرا ہٹا ہے وہ گمراہ ہے، اور جو ﴿فِي شِقَاقِ بَعِیْثٍ﴾ ہے یعنی گمراہی میں دور تک نکل گیا ہے وہ مغضوب علیہ ہے، اس کے سایے سے بھی بچے، نزول قرآن کے وقت مسلمانوں میں ان کی مثالیں نہیں تھیں، اس لئے مغضوب علیہم کا مصداق یہود کو اور ضالین کا مصداق نصاریٰ کو بتایا، مگر اب گھر میں مثالیں موجود ہیں، جو فرقہ اہل السنۃ والجماعہ کے طریقہ سے تھوڑے بٹے ہوئے ہیں وہ گمراہ ہیں، اور جو اتنا ہٹ گئے ہیں کہ دائرۃ اسلام سے بھی نکل گئے ہیں وہ مغضوب علیہم ہیں۔

یہ سورۃ الفاتحہ کا خلاصہ ہے، پھر اگلی سورت قرآن کریم کے تذکرہ سے شروع ہوگی، قرآن ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے، اور فاتحہ میں ہدایت کی دعا مؤمنین نے کی ہے، اس لئے ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ میں پرہیزگاروں کی تخصیص کی ہے، ورنہ قرآن ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ ہے۔

تتبیہ: ہدایت (دینی راہ نمائی) کے لئے عقائد کا بیان بھی ضروری ہے اور احکام کا بھی، ترغیب و ترہیب بھی ضروری ہے اور چند موعظت بھی، اس طرح ہدایت طلبی کی دعائیں قرآن کریم کے سارے مضامین کی طرف اشارہ آگیا۔



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝ مَلِكُ يَوْمِ الدِّينِ ۝ إِيَّاكَ نَعْبُدُ
وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ
عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝

بِسْمِ	نام سے	مَلِكِ	مالک	صِرَاطَ (۱)	راہ
اللَّهُ	اللہ کے	يَوْمِ	روز	الدِّينِ	(ان کی) جو
الرَّحْمَنُ	نہایت مہربان	الَّذِينَ	جزاء کے	أَنْعَمْتَ	فضل فرمایا آپ نے
الرَّحِيمُ	بڑے رحم والے	إِيَّاكَ (۵)	آپ ہی کی	عَلَيْهِمْ	ان پر
الْحَمْدُ (۲)	ہر تعریف	نَعْبُدُ	بندگی کرتے ہیں ہم	غَيْرِ (۷)	نہ
لِلَّهِ	اللہ کے لئے ہے	وَإِيَّاكَ	اور آپ ہی سے	الْمَغْضُوبِ	غضبناک ہوا گیا
رَبِّ (۳)	(جو) پالنا رہا ہیں	نَسْتَعِينُ	مدد چاہتے ہیں ہم	عَلَيْهِمْ	ان پر
الْعَالَمِينَ	جہانوں کے	اهْدِنَا	دکھلائیں ہمیں	وَالَّذِينَ (۸)	اور نہ
الرَّحْمَنُ (۴)	نہایت مہربان	الصِّرَاطَ	راہ	الضَّالِّينَ	گم راہوں کی راہ
الرَّحِيمُ	بڑے رحم والے	الْمُسْتَقِيمَ	سیدھی	(الْمُسْتَقِيمِ)	(الہی! قبول فرما!)

(۱) باء حرف جر کا محذوف اُفْرَأَیَا تَلُوْ مَزْدُوف ہے (۲) الحمد میں الف لام استغراقی ہے اس کا ترجمہ ہے: ہر (۳) رب: اللہ کی صفت ہے (۴) الرحمن الرحیم بھی اللہ کی صفتیں ہیں (۵) اِیَّاكَ: مفعول بہ مقدم حصر کے لئے ہے (۶) صِرَاطَ: الصِّرَاط سے بدل ہے، یا پہلی صفت ہے (۷) غَیْرِ: اللہین مع صلہ (مضاف مضاف الیہ) سے بدل ہے اور مابعد کی طرف مضاف ہے یا الصِّرَاط کی دوسری صفت ہے (۸) لا یحییٰ غَیْرِ ہے اور مابعد کی طرف مضاف ہے۔

سورۃ الفاتحہ میں پورے قرآن کا خلاصہ آگیا ہے

۱- سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کے پالنہار ہیں — الحمد: اسم جنس ہے، قلیل و کثیر پر صادق آتا ہے، اور اس پر الف لام استغراقی ہیں، اور حمد کے معنی ہیں: کسی کی ذاتی خوبیوں کو سراہنا، یہ مدح سے خاص ہے، مدح میں کمالات کا ذاتی ہونا ضروری نہیں، دوسرے کی دین پر بھی تعریف ہو سکتی ہے، جیسے تاج محل کی خوبی: کارِ نگر کی مہارت کی دین ہے، اور کارِ نگر کا کمال: اللہ کی دین ہے، پس تاج محل یا اس کے کارِ نگر کی تعریف مدح ہے، اور اس کی خوبی پر اللہ کی تعریف حمد ہے۔ پس حمد حقیقۃً اللہ کے علاوہ کی نہیں ہو سکتی، کیونکہ ارباب کمال کو ہر کمال اللہ نے دیا ہے، پس ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ﴾ میں توحید الوہیت کا اثبات ہے، کیونکہ معبود ہونا سب سے بڑا کمال ہے، جو اللہ کے لئے خاص ہے، اگر معبودیت اللہ کے لئے خاص نہیں ہوگی تو ہر تعریف اللہ ہی کے لئے کہاں ہوگی؟

اور ﴿رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ میں توحید ربوبیت کا اثبات ہے، تمام جہانوں کے پالنہار اللہ تعالیٰ ہی ہیں، اور مجموعہ مخلوقات کو عالم کہتے ہیں، اس لئے اس کی جمع نہیں لاتے، مگر آیت میں جمع اس لئے لائے ہیں کہ ہر جنس ایک عالم ہے، انسانوں کا عالم، فرشتوں کا عالم اور جنات کا عالم الگ الگ ہیں، و قس علیٰ ہذا اور سب عالموں کے پالنہار اللہ تعالیٰ ہی ہیں، یہی توحید ربوبیت ہے۔

اور یہ دونوں توحیدیں ساتھ ساتھ ہیں، جو معبود ہوتا ہے وہی اپنے بندوں کو پالتا ہے، اور جو روزی رساں ہے وہی معبود ہوتا ہے، دوسرا کوئی معبود نہیں ہو سکتا۔

۲- جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں — رحمان اور رحیم: دونوں مبالغے کے صیغے ہیں، اور رحمان: رحیم سے عام ہے، کیونکہ اس میں حروفِ ہجا کی زیادتی ہے، اس لئے اس میں معنی بھی زائد ہیں، اللہ تعالیٰ اس عالم میں سب کو روزی پہنچاتے ہیں، وفاداروں کو بھی اور باغیوں کو بھی، پھر رحیم کے ذریعہ تخصیص کی ہے کہ رحمت کا یہ عموم اس دنیا کی حد تک ہے، آخرت میں ان کی رحمت مؤمنین کے لئے خاص ہوگی، وہی مہربانی کے مورد ہونگے، پس رحیم: رحمان سے بمنزلہ استثناء ہے، اور اس کی دلیل اگلی آیت ہے۔

۳- وہ روزِ جزاء کے مالک ہیں — یعنی قیامت کے دن وہی تجھ پر چیز کے مالک ہونگے، کسی اور کی مجازی ملکیت بھی نہیں ہوگی، قیامت کے دن سوال ہوگا: ﴿لَیْسَ الْمُلْکُ الْیَوْمَ﴾! آج کس کی حکومت ہے؟ کوئی جواب دینے والا نہیں ہوگا، خود ہی جواب دیں گے: ﴿لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾! آج ایک غالب اللہ کی حکومت ہے (سورۃ مؤمن ۱۶) اور یہ آیت قیامت کے دن رحمتِ خاصہ کی دلیل کے طور پر آئی ہے، اور اس میں آخرت کا اثبات ہے۔

۴۔ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں — پہلے جملہ میں اللہ کی تعریف ہے، اور دوسرا جملہ سوال کی تمہید ہے، پس یہ آیت نصفانصف ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے اللہ کے علاوہ کی عبادت جائز نہیں اس کے سوا کسی سے مدد مانگنا بھی جائز نہیں، البتہ یہ بات امور غیر عادیہ کی حد تک ہے، امور غیر عادیہ: وہ کام ہیں جو اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا، جیسے ہدایت (دینی راہ نمائی کرنا) اولاد دینا، شفاء بخشنا وغیرہ، اور روزمرہ کے کام جو اور بھی کر سکتے ہیں، جیسے کسی کے لئے کوئی چیز خرید لانا، یا بوجہ اٹھو دینا: ان میں مدد طلب کر سکتے ہیں اور مدد کرنا مطلوب بھی ہے متفق علیہ حدیث ہے: *نعم كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته*: جو اپنے مسلمان بھائی کا کام کرتا ہے: اللہ تعالیٰ اس کا کام بناتے ہیں۔

تنبیہ: اور فرائض الہند میں جو ہے کہ ”ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے“ — یہ تو تسل کا مسئلہ ہے، اس کو استعانت مجاز کہا ہے، یہ بات نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگوں کو اعتراض کا موقع مل گیا۔

توسل کی تین صورتیں ہیں: (۱) اپنے اعمال صالحہ کا توسل کرنا: یہ بالاجماع جائز ہے (۲) کسی زندہ نیک آدمی کا توسل کرنا: یہ بھی بالاتفاق جائز ہے (۳) وفات پائے ہوئے کسی نیک آدمی کا توسل کرنا: یہ مختلف فیہ ہے، غیر مقلدین اس کو ناجائز کہتے ہیں، اور اہل السنۃ والجماعہ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے یہی مسئلہ بیان کیا ہے، مگر مجاز لفظ استعانت استعمال کیا اس لئے لوگوں کو اعتراض کا موقع مل گیا، وہ تو اسی تاک میں رہتے ہیں!

۵۔ (۱) ہمیں سیدھا راستہ دکھا — جو آپ تک اور جنت تک پہنچتا ہے — ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے فضل فرمایا — یہ مثبت پہلو سے صراطِ مستقیم کو محسوس مثال سے متعین کیا ہے — ان لوگوں کا راستہ نہیں جو آپ کے غصہ کا مورد بنے، اور نہ ان کا جوراہ سے بھٹکے — یہ منفی پہلو سے محسوس مثال کے ذریعہ صراطِ مستقیم کو متعین کیا (الہی ہماری دعا قبول فرما!) یہ آمین کا مطلب ہے، سورۃ الفاتحہ کے ختم پر آمین کہنا سنت ہے، نماز میں بھی اور خارج نماز میں بھی، لوگ خارج نماز میں غفلت برتتے ہیں۔

نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ

تین اماموں کے نزدیک: نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، یہ فاتحہ کے نماز سے تعلق کا مسئلہ ہے، مقتدی کے فاتحہ کا مسئلہ نہیں، وہ مسئلہ الگ ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فاتحہ واجب ہے، اگر بھول سے رہ جائے اور سورت پڑھ لے تو سجدہ سہو کرے نماز ہو جائے گی، اور بالقصد چھوڑ دے تو وقت میں نماز کا اعادہ

واجب ہے، بعدہ سہو سے کام نہیں چلے گا۔

جاننا چاہئے کہ اس اختلاف کا مفاد کچھ نہیں، کیونکہ سبھی مسلمان ہر رکعت میں فاتحہ پڑھتے ہیں، پھر خواہ اس کو فرض کہیں یا واجب: کیا فرق پڑتا ہے؟ ہاں بھول کی صورت میں اختلاف کا اثر ظاہر ہوگا، مگر وہ نادر صورت ہے۔

نیز جاننا چاہئے کہ نماز میں فاتحہ پڑھنے کا حکم قرآن میں نہیں ہے، قرآن میں مطلق قراءت کا حکم ہے، پس وہ رکن ہے، اور فاتحہ کا حکم اعلیٰ درجہ کی خبر واحد میں ہے: لا صلوة الا بفاتحة الكتاب: سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں، اور ائمہ تلاش کے نزدیک اعلیٰ درجہ کی خبر واحد سے فرضیت ثابت ہو سکتی ہے، اس لئے انھوں نے فاتحہ کو فرض قرار دیا، اور احناف کے نزدیک فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی، اس کے لئے قطعی دلیل ضروری ہے، اس لئے احناف نے اسی حدیث سے وجوب ثابت کیا ہے۔

اور مقتدی کے لئے فاتحہ کی فرضیت کے صرف شوافع قائل ہیں، دوسرے تین ائمہ مقتدی پر فاتحہ کو فرض نہیں کہتے، بلکہ احناف کے نزدیک تو مکروہ ہے، اور اس مسئلہ میں ترمذی میں صرف ایک حدیث ہے، جو صرف حسن ہے اور فرضیت کے باب میں صریح بھی نہیں، اور دیگر بہت سی صحیح حدیثوں میں مقتدی کو قراءت سے منع کیا ہے، اور فاتحہ پڑھنا بھی قراءت ہے، اس لئے مقتدی کے لئے فاتحہ پڑھنا جائز نہیں۔

جہری نمازوں میں جب امام سورۃ الفاتحہ ختم کرتا ہے تو امام بھی اور مقتدی بھی سرّاً / جہراً آمین کہتے ہیں، یہ مسئلہ دلیل ہے کہ مقتدی پر فاتحہ نہیں، جب اس نے امام کی درخواست پر دستخط کر دیئے تو اب الگ سے درخواست دینے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تحصیل حاصل ہے!



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ البقرۃ

نمبر شمار ۲ نزول کا نمبر ۸۷ نزول کی نوعیت مدنی رکوع ۴۰ آیات ۲۸۶

رابط: سورۃ فاتحہ کا آخری مضمون صراطِ مستقیم کی راہ نمائی کی درخواست تھی، یہ سورت اس کے جواب سے شروع ہو رہی ہے، درحقیقت پورا قرآن صراطِ مستقیم کی نشاندہی کرتا ہے، جو شخص سیدھے راستے پر چلنا چاہے وہ قرآن کریم کی پیروی کرے، ان شاء اللہ منزلِ مقصود تک پہنچے گا۔

جاننا چاہئے کہ ہدایت (راہ نمائی) پورے قرآن ہی کا وصف نہیں، اس کے اجزاء کا بھی وصف ہے، یعنی قرآن کا بعض حصہ بھی ہدایت ہے، کہیں سے کوئی مکمل مضمون پڑھا جائے تو وہ بھی ہدایت ہے، اس لئے نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد پورے قرآن میں سے بڑی ایک آیت یا چھوٹی تین آیتیں پڑھنا یعنی سورت ملانا واجب ہے، تاکہ سورۃ فاتحہ کی درخواست کا جواب ہو جائے، چھوٹی تین آیتوں میں مضمون مکمل ہو جاتا ہے۔

زمانہ نزول: سورۃ بقرۃ قرآن کریم کی سب سے بڑی سورت ہے، اور مدینہ منورہ میں ہجرت کے فوراً بعد اس کا نزول ہوا ہے، اس کا نزول کا نمبر ۸۷ ہے، کئی سورتیں ۸۵ ہیں، یہ پوری سورت ایک ساتھ نازل نہیں ہوئی، مختلف آیتیں مختلف زمانوں میں نازل ہوئی ہیں، یہاں تک کہ حرمتِ سود کی آیات فتحِ مکہ کے وقت نازل ہوئی ہیں، اور آیتِ کریمہ ﴿وَ اتَّقُوا يَوْمًا﴾ تو قرآن کی بالکل آخری آیت ہے، اس کے تین ماہ کے بعد نبی ﷺ کی وفات ہو گئی ہے، اور ہمیشہ کے لئے وحی کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔

سورت کے فضائل:

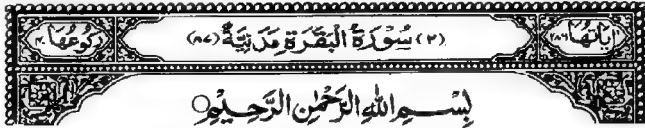
۱- ترمذی شریف میں حدیث (نمبر ۳۸۸۵) ہے: ”جس گھر میں سورۃ البقرۃ پڑھی جاتی ہے اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا“

۲- ترمذی شریف میں حدیث (۳۸۸۶) ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ”ہر چیز کے لئے کوہان ہے یعنی اس کا ایک اہل اور افضل حصہ ہے، اور قرآن کی کوہان سورۃ البقرۃ ہے، اور اس میں ایک آیت ہے (آیت الکرسی) جو قرآن کی آیتوں کی

سرِ دار ہے“

۳- مسلم شریف کی حدیث ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ”زہراؤین (دو خوبصورت سورتوں) کو پڑھو یعنی بقرۃ اور آل عمران کو، وہ دونوں قیامت کے دن آئیں گی گویا وہ دونوں دو بادل ہیں یا پرندوں کی دو ڈاریں ہیں، وہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑیں گی“ (مشکات ح ۲۱۲۰) (تختہ اللمعی ص ۴۳۷ میں ہے)

سورت کے مضامین: یہ سورت کو ناکوں مضامین پر مشتمل ہے، تمام مضامین کی تفصیل سورت پڑھے بغیر بے فائدہ ہوگی، البتہ خلاصہ سمجھا جاسکتا ہے اور وہ خلاصہ فہرست مضامین سے معلوم ہو جائے گا۔



الْحَمْدُ ۚ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۚ فِيهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۖ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ
وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۖ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ
إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ ۖ وَالْآخِرَةُ هُمْ يُوَفَّقُونَ ۚ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

الْحَمْدُ	الف، لام، میم	فینہ	اس میں	يُؤْمِنُونَ	ایمان لائے ہیں
ذَٰلِكَ (۱)	یہ (عظیم)	ہُدًى (۲)	راہ نما ہے	بِالْغَيْبِ (۳)	بن دیکھی چیزوں پر
الْكِتَابُ	کتاب	لِّلْمُتَّقِينَ	پرہیزگاروں کے لئے	وَيُقِيمُونَ	اور قائم کرتے ہیں وہ
لَا رَيْبَ	کچھ شک نہیں	الَّذِينَ (۳)	جو	الصَّلَاةَ	نماز کو

(۱) ذَٰلِكَ: بمعنی ہذا ہے، تعظیم کے لئے اسم اشارہ بعید استعمال کرتے ہیں، جیسے مفرد کے لئے بطور تعظیم جمع کی ضمیر استعمال کرتے ہیں: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي﴾ ترکیب: ذَٰلِكَ الْكِتَابُ: مبتدا، لا ریب فیہ: پہلی خبر، هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ: دوسری خبر.....

لا ریب فیہ: لائے جنس کا ریب: اسم، فیہ: خبر، جیسے لا ریب فی الدار (۲) هُدًى: مصدر، اصل میں هُدًى تھا، یاہ پر ضمہ تھا پھر تنوین یعنی نوں ساکن تھا، اس طرح هُذًى پھر یاہ پر ضمہ قتل تھا، حذف کیا تو دوسرا کن (ی اور تنوین) اکٹھا ہوئے۔ یاہ گر گئی اور نوں ساکن کو دال کے زبر کے ساتھ جوڑ دیا، پس هُذًى ہو گیا، مگر رسم الخط میں ی بھی لکھتے ہیں، مگر پڑھتے نہیں، یا کہ کہیں کہ یاہ متحرک ماقبل مفتوح، یاہ کو الف سے بدلا تو دوسرا کن اکٹھا ہوئے، پس الف گر گیا، اور تنوین کو دال کے زبر کے ساتھ جوڑ دیا۔ (۳) الذین: صلہ کے ساتھ: المتقین کی صفت ہے (۴) غیب: پس پردہ جو حقیقتیں ہیں۔

وَمِنَ الَّذِينَ سَمَّوْا۟ فُتُوۡنَ ۖ	اور کچھ اس میں سے جو	اُنۡزِلَ	اتاری گئی ہے	يُؤْفِقُوۡنَ	یقین رکھتے ہیں
سَمَّوْا۟ فُتُوۡنَ ۚ	بطور روزی ہم نے ان	اِلَيْكَ	آپ کی طرف	اُولٰٓئِكَ	ایہی لوگ
كُوۡدِبَہٗ	کو دیا ہے	وَمَآ	اور ان (کتابوں) پر جو	عَلٰٓہٗدٰی	ہدایت پر ہیں
يُنْفِقُوۡنَ	خرچ کرتے ہیں	اُنۡزِلَ	اتاری گئی ہیں	فَیۡنۡزَوۡنَہٗ	ان کے پروردگار کی جانب سے
وَالَّذِیۡنَ	اور جو	مِنۡ قَبْلِكَ	آپ سے پہلے	وَاُولٰٓئِكَ	اور یہی لوگ
يُؤْمِنُوۡنَ	ایمان رکھتے ہیں	وَبِالْاٰخِرَةِ	اور آخرت پر (بھی)	ہُمُ	وہ
یٰۤہٰ	اس (کتاب) پر جو	ہُمُ	وہ	الْمُفْلِحُوۡنَ	کامیاب ہیں

اللہ کے نام پاک سے شروع کرتا ہوں، جو بے حد مہربان نہایت رحم والے ہیں

ہدایت (دینی راہ نمائی) قرآن کریم میں ہے

سورۃ فاتحہ میں اللہ کے نیک بندوں نے دعا کی تھی: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ (الہی!) ہمیں سیدھا راستہ دکھا، اس کے جواب سے یہ سورت شروع ہو رہی ہے کہ ہدایت قرآن کریم میں ہے، یہ کتاب اسی غرض سے اتاری گئی ہے، یہ کتاب منزل من اللہ ہے، اس میں ذرا شک نہیں، کسی جگہ کوئی انگلی نہیں رکھ سکتا کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے، یہ کتاب نیک بندوں (مستقیوں) کی راہ نمائی کرتی ہے کہ ان کو کس راہ پر چلنا چاہئے کہ وہ کامیابی سے ہم کنار ہوں۔

سوال (۱): قرآن کے منزل من اللہ ہونے میں شک کرنے والے تو ہمیشہ رہے ہیں، پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ اس میں ذرا شک نہیں؟

جواب: شک کی دو صورتیں ہیں: ایک: کلام میں غلط ہو، دوم: دماغ میں فتور ہو، یہاں اولی کی نفی ہے، اور ثانی کا علاج آیات (۲۳ و ۲۴) میں آ رہا ہے۔

سوال (۲): قرآن کریم تو سب لوگوں کے لئے راہ نما کتاب ہے، آگے (آیت ۱۸۵) میں ہے: ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ پھر متقین کی تخصیص کیوں کی؟

(۱) ہما: میں من: مجھ پر ہے، اور ہما: ینفقون سے متعلق ہے (۲) الذین یہ المتقین کی دوسری صفت ہے اور واو مطلق جمع کے لئے ہے، اور واو عاطفہ بھی ہو سکتا ہے، اور دوسرے الذین کا پہلے الذین پر عطف ہو تو من وجہ مغائرت ہوگی، پس پہلے الذین سے مراد مشرکین ہوئے جنہوں نے ایمان قبول کیا اور دوسرے الذین سے اہل کتاب مراد ہو گئے، جنہوں نے ایمان قبول کیا، یہ تفسیر حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے (روح)

جواب: اگر متقین کے معنی ہیں: اللہ سے ڈرنے والے تو متقین عام ہے، جو بھی اللہ سے ڈرتا ہے قرآن اس کو راستہ دکھاتا ہے، چاہے وہ ایمان لایا ہو یا نہ لایا ہو، اسی کو طاعت کا فکر اور معصیت کا ڈر ہوگا۔ اور وہی قرآن کی باتوں پر کان دھرے گا اور ایمان لائے گا، ہاں نڈر لوگ نکل جائیں گے، نکل جانے دو ان کو! ان سے کسی چیز کی امید ہی نہیں! اور اگر متقین سے نیک مؤمنین مراد ہیں تو پھر اس میں اشارہ ہے کہ اللہ کی کتابوں کی راہ نمائی سے کوئی مستغنی نہیں، انبیاء اور اولیاء بھی اللہ کی راہ نمائی کے محتاج ہیں، کیونکہ دنیا بھول بھلیاں ہے، بڑے شہر کے رہنے والے کو بھی شہر میں گھومنے کے لئے گائڈ بک کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح متقی بھی قرآن کی راہ نمائی کے محتاج ہیں۔

اور اللہ کو حروف مقطعات کہتے ہیں، یہ بھید ہیں، بوجہ مصلحت ان کے معانی کھولے نہیں گئے، اور بعض اکابر نے جو ان کے معانی بیان کئے ہیں وہ تاویل ہیں، اور مشابہات کی تاویل جائز ہے مگر اس کو مراد خداوندی نہیں کہیں گے۔

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَدَيْهِ مَصَافِي هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾

ترجمہ: الف، لام، میم، اس کتاب میں کوئی شک نہیں، اللہ سے ڈرنے والوں کو راہ بتلانے والی ہے!

پرہیز گاروں کے پانچ اوصاف

اللہ سے ڈرنے والوں میں پانچ باتیں ہوتی ہیں:

۱- وہ پس پردہ جو حقائق ہیں ان کا مشاہدہ کئے بغیر محض خبر صادق کی اطلاع سے مانتے ہیں۔

۲- وہ نماز قائم کرتے ہیں، یعنی ہمیشہ رعایت حقوق کے ساتھ وقت پر نماز ادا کرتے ہیں۔

۳- وہ اللہ کے بخشے ہوئے مال میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں، یعنی زکات نکالتے ہیں اور دوسری خیراتیں کرتے ہیں۔

۴- وہ اللہ کی تمام کتابوں کو بشمول قرآن کریم مانتے ہیں کہ سب اللہ کی کتابیں برحق ہیں، کیونکہ وہ سب ایک چشمہ سے نکلی ہوئی نہریں ہیں، البتہ وہ عمل قرآن پر کرتے ہیں، کیونکہ سابقہ کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں۔

۵- وہ آخرت کو بھی مانتے ہیں کہ اس دنیا کے بعد دوسری دنیا آئے گی، جس میں جزا و سزا ہوگی۔

جن لوگوں میں یہ پانچ باتیں پائی جاتی ہیں وہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہیں، اور جو جماعت ایمان اور اعمالِ حسنہ سے محروم ہیں ان کی دنیا و آخرت دونوں برباد ہیں، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

غیب کیا ہے؟ غیب: باب ضرب کا مصدر ہے، اس کے لغوی معنی ہیں: پوشیدہ ہونا، غائب ہونا۔ اور اصطلاحی معنی ہیں: بے دیکھی ہوئی چیزیں، اور مراد وہ امور ہیں جو حواسِ خمسہ ظاہرہ و باطنہ کی دسترس سے باہر ہیں، جن کا علم انبیاء علیہم السلام کے بتلانے سے ہوتا ہے، ان میں اصل اور سب سے اہم اللہ کی ذات و صفات ہیں، پھر باقی امور ہیں، جیسے جنت

ودوزخ اور ان کے احوال، قیامت اور آخرت میں پیش آنے والے واقعات، فرشتے، آسمانی کتابیں اور سابقہ انبیاء علیہم السلام سب امور غیب ہیں۔

آیات کریمہ: (متقی وہ لوگ ہیں:) جو بن دیکھی چیزوں کو ماننے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے ان کو بطور رزق دیا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں، اور جو ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر جو آپؐ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر جو آپؐ سے پہلے اتاری گئی ہیں، اور آخرت کا بھی ان کو یقین ہے، پس یہی لوگ ان کے پروردگار کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت پر ہیں، اور یہی لوگ کامیاب ہیں!

﴿وَمَا سَاءَ رِزْقُهُمْ﴾ کی قید کا فائدہ

یہ قید قضیۂ قیاساً تھا معہا کے قیل سے ہے، یعنی ایک بات جس کی دلیل اس کے ساتھ ہے، یعنی اتفاق کا حکم اس لئے ہے کہ انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ نے اس کو بطور روزی دیا ہے، حقیقی مالک نہیں بنایا، پس جو اس کی روزی سے بچ رہے اس کو غریبوں پر خرچ کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ غریبوں کا رزق مالداروں کے واسطے سے بھی دیتے ہیں، اور سورۃ الحمد (آیت ۷) میں ہے: ﴿وَأَنْفَعُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَعْلِفِينَ﴾ اور جس مال میں اللہ تعالیٰ نے تم کو قائم مقام بنایا ہے کچھ اس میں سے خرچ کرو، یعنی انسان اپنے مال میں منجبر ہے مالک نہیں، پس مالک جو حکم دے اس کی تعمیل کرنی چاہئے۔

﴿وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ﴾ الایۃ کی دوسری تفسیر

جمہور مفسرین کے نزدیک دوسرے الذین بھی المتقین کی صفت ہے، پہلے الذین پر معطوف نہیں، اور ایک موصوف کے اوصاف کے درمیان واؤ آتا ہے، اور وہ مطلق جمع کے لئے ہوتا ہے، پس پانچوں اوصاف متقین (مؤمنین صالحین) کے ہونگے، یہی تفسیر اوپر کی ہے۔

اور اس آیت کی ایک دوسری تفسیر حضرات ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے کہ دونوں الذین کے مصداق الگ الگ ہیں، پہلے الذین میں ان مشرکین کا حال بیان کیا ہے جنہوں نے ایمان قبول کیا، یعنی اہل مکہ، اور دوسرے الذین میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کا حال بیان کیا ہے جو مشرف باسلام ہوئے، اس صورت میں دوسرے الذین کا پہلے الذین پر عطف ہوگا، پھر معطوف معطوف علیہ ل کر المتقین کی صفت ہو گئے، اور واو کے ذریعہ عطف کی صورت میں من وجہ مغائرت ہوتی ہے۔

آیت ختم نبوت کی صریح دلیل ہے

اس آیت میں گذشتہ کتابوں اور نبیوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے، آئندہ کا ذکر نہیں، پس یہ دلیل ہے کہ اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، نہ کوئی نئی کتاب نازل ہوگی، اگر نبوت جاری ہوتی تو آئندہ آنے والے نبی پر اور اس کی کتاب پر ایمان لانے کا تذکرہ ہوتا، جبکہ قرآن میں کسی جگہ اس کی طرف ادنیٰ اشارہ بھی نہیں، پس قادیانی وغیرہ جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ متنبی (جھوٹے نبی) ہیں، اور وہ جو بالآخرۃ کی تاویل بالنبوۃ الآخرۃ سے کرتے ہیں وہ محض سخن سازی ہے!

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

إِنَّ الَّذِينَ	بے شک	اُمّ لَمْ	یاد	وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ	اور ان کے کانوں پر
كَفَرُوا	جن لوگوں نے	تُنذِرْهُمْ	ڈرائیں	وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ	اور ان کی آنکھوں پر
سَوَاءٌ	(اسلام کا) انکار کیا	لَا يُؤْمِنُونَ	وہ ایمان نہیں لائیں گے	غِشَاوَةٌ	پروہ ہے
عَلَيْهِمْ	کیسا ہے	خَتَمَ	مہر کر دی ہے	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے
ءَأَنذَرْتَهُمْ	ان پر	اللَّهُ	اللہ نے	عَذَابٌ	سزا ہے
	خواہ آپ ان کو ڈرائیں	عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ	ان کے دلوں پر	عَظِيمٌ	بھاری

رابطہ: قرآن کریم کا یہ اسلوب ہے کہ ایک فریق کے بعد دوسرے فریق کا ذکر کرتا ہے، متقیوں کا حال بیان کیا کہ وہ کامیاب ہیں، اب منکرین کا تذکرہ کرتے ہیں، منکرین کی دو قسمیں ہیں: نجار اور منافق، یعنی کھلے کافر اور دل میں کفر چھپائے ہوئے اور زبان سے کلمہ پڑھنے والے، یہ کافر آستین کے سانپ ہیں، ان کو پہچاننا ضروری ہے، اس لئے اب دو آیتوں میں کھلے کافروں کا اور تیرہ آیتوں میں اعتقادی منافقوں کا ذکر ہے۔

جب منکر انکار کی آخری حد کو چھو لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایمانی صلاحیت ختم کر دیتے ہیں

یہ بات معلوم ہے کہ انسان مکلف ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو غیر معمولی اختیار دیا ہے، جب وہ کسی اچھے یا برے کام کا

(۱) اللہین کفروا: ان کا اسم ہے، اور خبر لا یؤمنون ہے، اور جملہ سواء معترضہ ہے (۲) سواء: مبتدا اور ء انذرتم ام لم تنذرتم: بتاویل مفرد ہو کر خبر ہے اى الإنذار و علمہ۔

کسب کرتا ہے، یعنی ابتدائی مقدمات اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کرتے ہیں، خالق ہر چیز کے اللہ تعالیٰ ہیں، ان کے سوا کوئی خالق نہیں، پس جو لوگ اسلام کا انکار کرتے کرتے آخری حد تک پہنچ جاتے ہیں ان کی ایمانی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے، اب ان کو سمجھانا نہ سمجھانا برابر ہے، وہ ایمان لانے والے نہیں، وہ دولت ایمان سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیئے گئے، جیسے ابو جہل اور ابولہب وغیرہ۔ اب وہ حق بات کو نہیں سمجھیں گے، ان کے دلوں پر ڈاٹ لگ گئی، وہ سچی دعوت کو متوجہ ہو کر نہیں سنیں گے، ان کے کان بوجھل ہو گئے اور وہ راہِ حق کو نہیں دیکھیں گے، ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا، اب وہ کافر ہی مریں گے، اور اپنے کفر کی سزا آخرت میں بھگتیں گے!

فائدہ: یہ بات ہر کافر کے تعلق سے نہیں، منکرین تو ایمان لاتے ہی رہتے ہیں، ان کو سمجھانا مفید بھی ہوتا ہے، یہ بات ان کفار کے تعلق سے ہے جو انکار کی آخری حد کو چھو لیتے ہیں، جہاں سے وہ واپس نہیں لوٹ سکتے، اس کو مہر کرنے اور پردہ پڑنے سے تعبیر کیا ہے۔ انبیاء کو جب اس کی اطلاع کر دی جاتی ہے تو وہ کفار کی ہلاکت کی دعا کرتے ہیں، سورۃ ہود کی (آیت ۳۶) ہے: ﴿وَأَوْحِي إِلَيَّ نُوحٍ إِنَّهُ لَنِ يُؤْمِنُ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ أَصْنَفَلَا تَبْتَئِسْ بِمَآ كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾ اور نوح کی طرف وحی بھیجی گئی کہ آپ کی قوم میں سے ان لوگوں کے سوا جو ایمان لائے اور کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا، پس وہ (آپ کے ساتھ) جو کچھ کرتے ہیں ان کا غم نہ کھائیے، یہ اطلاع ملی جب آپ نے قوم کی کلی ہلاکت کی دعا کی، ایسی اطلاع کے بغیر نبی دعا کرتا ہے تو اس کو وحی سے روک دیا جاتا ہے، سورۃ آل عمران کی (آیت ۱۲۸) ہے: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَلَا تَهُمُ ظَالِمُونَ﴾: آپ کا کچھ اختیار نہیں یا اللہ ان پر تو جہر مائیں یا سزا دیں، اس لئے کہ وہ ظالم ہیں، نبی ﷺ نے غزوہ احد میں کفار کے لئے بددعا کی تھی، پس آپ کو روک دیا گیا، کیونکہ وہ کفار اس اسلحہ پر نہیں پہنچے تھے، ان کے ایمان کی امید تھی، چنانچہ وہ بعد میں ایمان لائے اور دوست بن گئے۔

آیات کا ترجمہ: جن لوگوں نے انکار کیا — یکساں ہے ان کے حق میں خواہ آپ ان کو ذرا نہیں یا نہ ذرا نہیں — یعنی سمجھائیں یا نہ سمجھائیں — وہ ایمان نہیں لائیں گے، اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر کر دی، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے، اور ان کے لئے بڑی بھاری سزا ہے۔

فائدہ: دل میں آنے والا خیال ہر سمت سے آتا ہے، اسی طرح کان میں آواز بھی ہر سمت سے آتی ہے، پس ان کی بندش جیسی ہو سکتی ہے کہ ان پر مہر کر دی جائے، ڈاٹ لگا دی جائے، اور انکے صرف سامنے کی چیز کا ادراک کرتی ہے اس لئے جب اس پر پردہ پڑ جائے تو ادراک ختم ہو جائے گا، مہر لگانے کی ضرورت نہیں (منظہری)

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ۝ يُخْلِعُونَ
 اللّٰهَ وَالدِّينَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْلَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ
 اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝

وَمِنَ النَّاسِ	اور بعض لوگ	اللّٰهُ	اللہ کو	فَزَادَهُمُ	پس بڑھایا ان کا
مَن يَقُولُ	جو کہتے ہیں	وَالَّذِيْنَ	اور ان کو جو	اللّٰهُ	اللہ نے
اٰمَنَّا	ایمان لانے ہم	اٰمَنُوْا	ایمان لانے	مَرَضًا ^(۱)	روگ
بِاللّٰهِ	اللہ پر	وَمَا يَخْلَعُوْنَ	اور نہیں دھو کر دیتے وہ	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے
وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ	اور قیامت کے دن پر	اِلَّا اَنْفُسَهُمْ	مگر اپنی ذاتوں کو	عَذَابٌ	سزا ہے
وَمَا هُمْ	اور نہیں ہیں وہ	وَمَا يَشْعُرُوْنَ	اور نہیں شعور رکھتے وہ	اَلِيْمٌۢ	دردناک
بِمُؤْمِنِيْنَ	ایمان لانے والے	فِيْ قُلُوْبِهِمْ	ان کے دلوں میں	بِمَا كَانُوْا	اس وجہ سے کہ تھے وہ
يُخْلِعُوْنَ	دھو کر دیتے ہیں وہ	مَرَضٌ	روگ ہے	يَكْذِبُوْنَ	جھوٹ بولتے

منافقین کا تذکرہ

کھلے کافروں کے بعد اب اعتقادی منافقوں کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، منافق: باب مفاعلہ سے اسم فاعل واحد مذکر ہے، نفاق اور منافقت اصطلاح میں دورخی کا نام ہے، بظاہر آدمی زبان سے مؤمن ہونے کا اقرار کرے، دکھانے کے لئے نماز بھی پڑھے، لیکن دل میں کافر ہو، اسلام کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو، اسی کو منافق کہا جاتا ہے، اور اگر عقیدہ مؤمنانہ ہو اور عمل کا فرانتو وہ بھی دورخی کی ایک شکل ہے، مگر اس کو منافق نہیں کہا جاتا، بلکہ فاسق اور عاصی کہا جاتا ہے۔

(شرح عقائد نبوی)

مکی دور میں منافقوں کا وجود نہیں تھا، اس لئے مکی سورتوں میں ان کا تذکرہ نہیں، اور مدنی زندگی میں ان کی ایک پوری جماعت بن گئی تھی، انھوں نے بظاہر اسلام قبول کیا تھا، مسلمانوں کے ساتھ شریک کار تھے، مگر حقیقت میں کافر تھے، زبان سے کلمہ پڑھتے تھے، عمل سے دکھاوا بھی کرتے تھے، مگر ان کا دل کافروں کے ساتھ تھا، ایسے لوگ اعتقادی منافق کہلاتے ہیں، مگر ان کا پتہ نہیں چل سکتا، کیونکہ دلوں کا حال اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، پس حالات و علامات سے کسی پر منافق ہونے کا حکم

(۱) مَرَضًا: زاد کا مفعول ثانی ہے، زاد: متعدی بدو مفعول ہے۔

نہیں لگنا چاہئے، دوسری ہی میں توجہ سے ان کا پتہ چلتا تھا، اب ان کو جاننے کی کوئی صورت نہیں، البتہ جن کے حالات و معاملات مشکوک ہوں ان سے ملت کو محتاط رہنا چاہئے۔

منافقین کے معاملات

۱- منافق بے ایمان ہیں: — اور بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں: ”ہم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے“ — حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے! — یعنی دل سے ایمان نہیں لائے جو حقیقت میں ایمان ہے، صرف زبان سے فریب دینے کے لئے اٹھا کر ایمان کرتے ہیں (فوائد)

۲- منافق فریب کرتے ہیں: — وہ (اپنے خیال میں) اللہ کے ساتھ اور مؤمنین کے ساتھ فریب کرتے ہیں — اللہ کا ذکر تو مؤمنین کی تسکین کے لئے ہے، کیونکہ اللہ کے ساتھ کوئی فریب نہیں کر سکتا، وہ عالم الغیب ہیں، جیسے مصارف غنیمت و فی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر باقی مصارف کی تسکین کے لئے ہے، حقیقت میں منافقین مؤمنین کے ساتھ فریب کرتے ہیں — اور وہ اپنے آپ ہی کے ساتھ فریب کر رہے ہیں، لیکن وہ سمجھتے نہیں: — یعنی ان کا فریب انہیں پر الٹ پڑے گا، ان کی دھوکہ بازی کا ضرر انہیں کو پہنچے گا، اللہ تعالیٰ مؤمنین کو ان کی حرکتوں سے واقف کر دیں گے، اور وہ ضرر سے بچ جائیں گے، مگر منافق یہ بات سمجھتے نہیں!

ملاحظہ: باب مفاعلہ میں ہمیشہ اشتراک نہیں ہوتا، جیسے عاقبت اللص: میں نے چور کو سزا دی، اس میں مشارکت نہیں، پس مؤمنین کی طرف سے کوئی دھوکہ نہیں، منافقین ہی فریب کرتے ہیں۔

۳- نفاق دل کا بڑا روگ ہے: — ان کے دلوں میں بڑا روگ ہے — نفاق: کفر سے بدتر بدعتقید کی ہے — پس اللہ نے ان کا روگ اور بڑھایا — اسلام کی ترقی دیکھ کر ان کے دل کباب ہو رہے ہیں — اور (آخرت میں) ان کے لئے دردناک سزا ہے، اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے — ہر دن ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرتے تھے، اس کی سزا ملے گی۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۖ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ ۖ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ امْنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ ۖ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شُيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ

مُسْتَهْزِئُونَ ۝ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اسْتَرَوْا الصَّلَاةَ بِالْهَدْيِ فَمَا رِيحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝

وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ قَالُوا لَا تَفْسِدُوا فَاِذَا هُمْ يَفْسِدُونَ ۚ	اور جب کہا جاتا ہے ان سے نہ بگاڑ پھیلاؤ زمین میں	فَالْوَاۤءُ اَنْتُمْ مِّنْ كَذٰبٍ اَمِنَ السَّفَهَاءُ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السَّفَهَاءُ وَلٰكِنْ لَا يَعْلَمُوْنَ	(۴) جواب دیتے ہیں کیا ایمان لائیں ہم جس طرح ایمان لائے بے وقوف لوگ سنو! بے شک وہ ہی بے وقوف ہیں مگر جانتے نہیں	اِنَّا مَعَكُمْ اِثْمًا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ۚ	یہ کہ تم تمہارے ساتھیوں اس کے سوا نہیں کہ ہم ٹھکھارنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ہنسی اڑاتے ہیں ان کی اور ڈھیل دیتے ہیں ان کی سرکشی میں وہ حیران ہیں یہی لوگ ہیں جنہوں نے خریدی گمراہی ہدایت کے بدل پس نہیں سودمند ہوئی ان کی تجارت (برنس) اور نہیں تھے وہ راہ پانے والے
وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا يَسْعَیْزُکُمْ فَاِذَا هُمْ لَا یَسْعَیْزُکُمْ ۚ	اور جب کہا جاتا ہے اس کے سوا نہیں کہ ہم اصلاح کرنے والے ہیں سنو! بے شک وہ ہی خرابی پھیلانے والے ہیں مگر سمجھتے نہیں	وَاِذَا قَالُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا ۚ	اور جب ملاقات کرتے ہیں ان سے جو ایمان لائے ہیں کہتے ہیں ایمان لائے ہم اور جب تنہا ہوتے ہیں اپنے شریروں کے پاس کہتے ہیں	اِنَّکُمْ لَفِیْ شَرٍّ مِّنْ ذٰلِکَ ۚ	اور جب کہا جاتا ہے ان سے ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے دوسرے لوگ

منافقوں کے ظاہری احوال

۱- دوزخ آدی کی حرکتوں سے ہمیشہ فساد پھیلاتا ہے، منافقین اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے تھے، اور احکام کی تعمیل

(۱) عَمَہ (ف) عَمَہا: راستہ بھٹک کر پریشان ہونا کہ کہاں جائے، جملہ حالیہ ہے۔

میں سست تھے، مسلمانوں اور کافروں: دونوں کے پاس آتے جاتے تھے اور اپنی قدر و منزلت بڑھانے کے لئے ایک کی باتیں دوسرے کو پہنچاتے تھے، اور ہر ایک کے سامنے ایسی باتیں کرتے تھے کہ وہ دوسرے سے بدظن ہو جائے، اور کفار کے ساتھ بد اہانت و مدارات سے پیش آتے تھے، اور ان کے اعتراضات و شبہات کمزور مسلمانوں کے سامنے نقل کرتے تھے تاکہ وہ تذبذب کا شکار ہوں، اور جب ان سے کہا جاتا تھا کہ ایسی حرکتیں مت کرو، اس سے بگاڑ پھیلتا ہے تو وہ جواب دیتے: ہم اصلاح کی کوشش کرتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ آپسی تناؤ ختم ہو، اور سب شیر و شکر ہو کر رہیں، حالانکہ ایسا ممکن نہیں تھا، حق اور باطل ایک ساتھ کیسے ہو جائیں گے؟ مگر وہ اس بات کو سمجھتے نہیں، اصلاح کی صورت یہی ہے کہ دین حق کا غلبہ ہو، اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ دین کے معاملہ میں کسی کی موافقت و مخالفت کی پرواہ نہ کی جائے، سب مسلمان متحد ہو کر رہیں، اور ملت کا کوئی راز فاش نہ کریں۔

﴿وَلَا تَقِيلُ لَهُمْ لَا تَفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ ۖ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۖ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ﴾

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے: زمین میں بگاڑ مت پھیلاؤ! تو وہ جواب دیتے ہیں: ہم اصلاح کرنے والے ہی ہیں، سنو! وہی مفسد ہیں، مگر وہ سمجھتے نہیں!

۲۔ سچے مسلمان اسلام پر دل و جان سے فدا تھے، لوگوں کی مخالفت کی اور اس کے نتائج کی ان کو پرواہ نہیں تھی، اور منافق دونوں طرف ہٹائے رکھتے تھے، تاکہ دونوں کے ضرر سے بچیں، پس جب ان سے کہا جاتا کہ مخلص مسلمانوں کی طرح ایمان لاؤ، یعنی ایک طرف کے ہو کر ہو تو وہ جواب دیتے: یہ لوگ بے وقوف ہیں، عواقب سے ناواقف ہیں، مخالفت کی آگہی تیز ہے، اور اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا اس کا پتہ نہیں، پس احتیاط ضروری ہے، ایسا طریقہ اپنانا چاہئے کہ رام بھی رہے راضی اور جیم بھی!

اس کا جواب دیتے ہیں کہ بے وقوف تو منافق ہیں، وہ نقد نفع دیکھ رہے ہیں، موجودہ حالات ان کے سامنے ہیں، کل کیا ہونے والا ہے اس کی ان کو خبر نہیں، کل جب اسلام کا بول بالا ہوگا تو منافقین کی بری گت بنے گی، وہ مسلمانوں کے سامنے سرنگوں ہو کر رہ جائیں گے۔

﴿وَلَا تَقِيلُ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَتُؤْمِنُوْنَ كَمَا اٰمَنَ الشُّفَهَاءُ ۚ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الشُّفَهَاءُ وَلٰكِن لَّا يَعْلَمُوْنَ﴾

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی اور لوگوں کی طرح ایمان لاؤ! تو وہ جواب دیتے ہیں: کیا ہم احمقوں کی

طرح ایمان لائیں! — سنو! وہی احمق ہیں، مگر جانتے نہیں!

۳۔ منافقین دو غلط پالیسی بنائے ہوئے ہیں، مسلمانوں سے ملنے ہیں تو اسلام کا اظہار کرتے ہیں، اور جب اپنے گرد گھٹنالوں سے ملنے ہیں تو کہتے ہیں: ہم تمہارے ساتھ ہیں، اور ہم نے مسلمانوں کے سامنے جو اسلام کا اظہار کیا ہے وہ ہم نے ان کا آٹو بنایا ہے، تم اس کا کچھ خیال نہ کرو! — جواب: اللہ تعالیٰ ان کی ہنسی اڑاتے ہیں، یعنی ان کی حرکت کی ان کو سزا دیں گے، اور وہ گمراہی میں منافقین کی رشی و ہیلی کرتے رہیں گے، جس میں وہ ناک ٹوئیاں مارتے رہیں گے اور موت ان کو آدو پوچے گی، پھر دیکھنا ان کی کیسی گت بنتی ہے!

﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنُوا وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شُيُطَانِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزَؤُونَ ۚ اللَّهُ يَهْتَفُ بِأَعْيُنِنَا ۖ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ خَيْفَ يَهْتَفُ بِأَعْيُنِنَا ۖ يَعْمَهُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور جب منافقین ان لوگوں سے ملنے ہیں جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لائے ہیں! اور جب تنہائی میں اپنے شریر سرداروں کے پاس پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم بالیقین تمہارے ساتھ ہیں! ہم تو مسلمانوں کا بس آٹو بناتے ہیں — اللہ تعالیٰ ان کی ہنسی اڑاتے ہیں، اور ان کو ان کی سرکشی میں ڈھیل دیتے جا رہے ہیں، دریاں حالے کہ وہ تذبذب کا شکار ہیں۔

۴۔ منافقین نے بظاہر اسلام قبول کیا، اور باطن کافر رہے، پس وہ کافر ہی رہے، کیونکہ اعتبار دل کا ہے، زبان کا اعتبار نہیں، یہی انھوں نے ہدایت کے بدل گمراہی خریدی، یہ گھانے کا سودا ہے، ان کو نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ نعم! ﴿حَسْبُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾: دنیا میں خوار ہوئے اور آخرت میں خراب! سچے دل سے مسلمان ہوتے تو دارین میں سرخ رُو ہوتے، موجودہ حالت میں وہ راہِ یاب نہیں، پس سعادتِ دارین سے محروم رہے!

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اسْتَرَوْا الضَّلَالَةَ بِالْهَلَالَةِ ۖ فَمَا رَاحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝﴾

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدل گمراہی خریدی، پس ان کی تجارت سود مند نہیں ہوئی، نہ انھیں ہدایت کا راستہ نصیب ہوا!

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۖ فَلَمَّا أَصَابَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمٍ لَا يُبْصِرُونَ ۚ صُمُّوا بِنُورِهِمْ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ أَوْ كَصَيْبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ ۖ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ

حَدَرَ الْمَوْتَ ۖ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشْوَافِيهِمْ ۖ إِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

مَثَلُهُمْ	ان کا حال	بِکَرَمِ	گوئے	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
کَمَثَلِ ^(۱)	جیسا حال	عُقَى	اندھے ہیں	مُحِيطٌ	گھیرنے والے ہیں
الَّذِي	اس کا جس نے	قَهَمَ	پس وہ	بِالْكَافِرِينَ	کافروں کو
اسْتَوْقَدَ	جلائی	لَا يَزْجَعُونَ	نہیں لوٹیں گے	يَكَادُ ^(۲)	قریب ہے
كَأَنَّهُ	کوئی آگ	أَوْ كَصَيِّبٍ	یا جیسے زور کی بارش	الْبَرْقِ	بجلی
فَلَمَّا	پس جب	فَمِنَ السَّمَاءِ	بادل سے (برے)	يَخْطَفُ	اچک لے
أَصْبَاءٌ	روشن کر دیا آگ نے	فِيهِ ^(۳)	اس میں	أَبْصَارَهُمْ	ان کی آنکھوں کو
مَا حَوْلَهُ	اس کے آس پاس کو	ظَلَمْتُ	اندھیریاں	كُلَّمَا	جب جب
ذَهَبَ	لے گئے	وَرَعْلٌ	اور گرج	أَضَاءَ ^(۴)	روشنی ہوتی ہے
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	وَبَرْقٌ	اور بجلی ہے	لَهُمْ	ان کے لئے
يُؤْوِيهِمْ	ان کی روشنی	يَجْعَلُونَ	گردانتے ہیں وہ	مَسْبُورًا	چلتے ہیں وہ
وَوَكَّرَهُمْ	اور چھوڑ دیا ان کو	أَصَابَهُمْ	اپنی انگلیاں	فِيهِ	اس میں
فِي ظُلُمَاتٍ	اندھیریوں میں	فِي أَظْلَامٍ	اپنے کانوں میں	وَلَا ذَا	اور جب
لَا يَنْصُرُونَ	نہیں دیکھتے وہ	فَمِنَ الصَّوَاعِقِ ^(۳)	کڑاؤں کی وجہ سے	أَظْلَمَ ^(۵)	اندھیرا چھا جاتا ہے
صُمٌّ	بہرے	حَدَرَ الْمَوْتَ	موت کے ڈر سے	عَلَيْهِمْ	ان پر

(۱) مثل: بالحد کی طرف مضاف ہے (۲) لہ: کی ضمیر السماء کی طرف عائد ہے اور السماء سے مراد السحاب ہے، اس لئے مذکر کی ضمیر لوٹائی ہے (۳) من الصواعق: میں من اجل یہ ہے، اور حلقہ الموت: يجعلون کا مفعول لہ ہے (۴) یکاڈ: یخطف پر داخل ہے، اور وہ کل اثبات میں فعل کی نفی کرتا ہے یعنی آنکھیں اچکی نہیں، قریب تھا کہ اچک لی جائیں (۵) اضاء: لازم اور متعدی ہے (۶) اظلم: بھی لازم اور متعدی ہے۔

قَالُوا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ	کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر چاہیں اللہ تعالیٰ	لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ	تو لے جائیں ان کے کان اور ان کی آنکھیں	إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ	بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت والے ہیں
------------------------------------	--	---	--	---	--

قرآن کریم کا تمثیل کا طریقہ

تمثیل کے معنی ہیں: تشبیہ دینا، کسی چیز کی محسوس مثال بیان کرنا، قرآن کریم کا تمثیل کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مثال بیان کرتے کرتے مکمل لہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، اس لئے تطبیق کی ضرورت نہیں رہتی، جیسے سورۃ النور (آیت ۳۹) میں ایک تمثیل ہے کہ کفار کے اعمال صالحہ آخرت میں رائیگاں ہو گئے، ان کا کچھ صلہ نہیں ملے گا، بلکہ لینے کے دینے پڑ جائیں گے، ارشاد پاک ہے: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ قَوْفَةً حَسَابَةً﴾ اور جن لوگوں نے اسلام کا انکار کیا، ان کے (اچھے) اعمال کی مثال: جیسے چٹیل میدان میں چمکتی ریت، جس کو بیابا سا پانی خیال کرتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اس (سراب) کے پاس پہنچا تو اس کو کچھ بھی نہیں پایا (یہاں تک مثال ہے) اور اس (سراب) کے پاس اللہ تعالیٰ کو پایا، پس اللہ نے اس کا پورا پورا حساب چکایا (یہ کلام مثال سے مکمل لہ کی طرف منتقل ہو گیا)

اسی طرح یہاں پہلے منطہم کی ضمیر منافقین کی طرف لوٹتی ہے، وہ مشتبہ ہیں، پھر الذین مفرد ہے، جو مشتبہ بہ ہے، اور اسے قد اور حوالہ کی ضمیریں اس کی طرف لوٹتی ہیں کیونکہ الذی مفرد ہے، اور حوالہ تک مثال ہے، پھر ذہب اللہ سے کلام مکمل لہ کی طرف منتقل ہوا ہے، اس لئے اب سب جمع کی ضمیریں منافقین کی طرف لوٹیں گی۔

اسی طرح او کصیب کی مثال بوق تک ہے، اور یجعلون سے کلام مکمل لہ کی طرف منتقل ہوا ہے، اس لئے اب جمع کی ضمیریں منافقین کی طرف لوٹیں گی — لیکن مثال بھی درپردہ چلتی رہے گی، جس کو تفسیر میں واضح کیا ہے۔

نفاق کی تاریخ اور منافقین کی دو قسمیں

جب نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو مدینہ میں تین قومیں تھیں:

(۱) مسلمان: جو آٹے میں نمک کے برابر تھے (۲) مشرکین: جن کی نفری تعداد سب سے زیادہ تھی (۳) یہود: جن کی اقتصادی حالت مضبوط تھی، نبی ﷺ نے ہجرت کے بعد معاً ایک فیڈریشن (دوقاتی جماعت) بنایا، جس سے تینوں قومیں ایک ہو گئیں، پھر مکہ والوں نے مسلمانوں پر چڑھائی کی سوچی تو ان کا مقابلہ ضروری ہوا، چھوٹی جھڑپوں کے بعد پہلی بڑی

جنگ بدر میں ہوئی، جس میں مسلمانوں کو واضح کامیابی ملی، مشرکوں کے ستر سورا مارے گئے اور ستر قید میں آئے، پھر بدر سے لوٹ کر نبی ﷺ نے یہود کے قبیلہ بنو قریظہ کو شہر بدر کیا تو مدینہ کے مشرکین ہل گئے، ان کا سردار عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) تھا، ہجرت سے پہلے اس کی تاج پوشی کی تیاری کر لی گئی تھی، مگر ہجرت نے رنگ میں بھنگ ڈال دیا اور اس کی تاج پوشی رک گئی، مگر بہر حال وہ تھا مشرکین کا بڑا غزوہ بدر کے بعد اس نے اپنے لوگوں سے کہا: اِن هَذَا الْأَمْرُ قَدْ تَوَجَّهَ: اسلام تو بڑھ چلا! اب اس کے جھنڈے تلے پناہ یعنی ضروری ہے، اس طرح عبداللہ کی پارٹی بظاہر مسلمان ہوئی اور باطن کافر رہی، اور نفاق وجود میں آیا۔

یہ منافقین دو قسم کے تھے: ایک: دل میں کٹر کافر تھے، مگر کلمہ اسلام پڑھتے تھے، اور خود کو مسلمان کہتے تھے، پہلی مثال ان کی ہے، ان کو بالکل اندھیروں میں رہ جانے والوں کے مانند قرار دیا ہے، دوسری قسم: کے منافق وہ تھے جو نفاق میں ڈھیلے تھے، جب وہ کسی غزوہ میں مسلمانوں کی کامیابی دیکھتے تو اسلام کی طرف لپکتے، اور ان کو اسلام کے حق ہونے کا خیال آتا، اور غزوہ احد میں بظاہر ناکامی ہوئی تو انھوں نے قدم پیچھے ہٹالیا، اور اسلام کے بارے میں بدظن ہو گئے، دوسری مثال ان لوگوں کی ہے۔

منافقوں کے باطنی احوال

کٹر منافقوں کی مثال: ایک شخص خطرناک جنگل میں ہے، اس نے خطرات سے بچنے کے لئے شب تار میں آگ جلائی، جب ماحول روشن ہو گیا اور وہ خطرات سے مآمون ہو گیا تو یکدم آگ بجھ گئی اور وہ گھپ اندھیرے میں رہ گیا، یہی حال کٹر منافقوں کا ہے، وہ بظاہر ایمان لائے، یہ انھوں نے آگ روشن کی اور مسلمانوں کی گرفت سے بچ گئے، یہ ماحول روشن ہو گیا کہ وحی نے ان کا بھانڈا چھوڑ دیا، یہ آگ بجھ گئی، اب وہ کفر کی تاریکیوں میں ٹانک ٹانیاں مار رہے ہیں، ان کو کچھ سوجھائی نہیں دیتا کہ کیا کریں، وہ بہرے ہیں، سچی بات نہیں سنتے، گونگے ہیں، مصیبت میں کسی کو پکار نہیں سکتے، اندھے ہیں، ان کو اپنا نفع نقصان نظر نہیں آتا، اب ان سے ہرگز توقع نہیں کہ وہ مگر ابی سے حق کی طرف لوٹیں، مدینہ میں ایسے کٹر منافق بارہ رہ گئے تھے، جن کے نام نبی ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بتائے تھے۔

﴿مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْفَدَ نَارًا، فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۖ ضُلَمَ بَنُورُهُمْ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝﴾

ترجمہ: ان کا حال اس شخص کے حال جیسا ہے جس نے کوئی آگ جلائی، پس جب آگ نے اس کے ماحول کو روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی بجھا دی، اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا، وہ کچھ نہیں دیکھتے! وہ بہرے گونگے،

اندھے ہیں، اب وہ نہیں لوٹیں گے!

ڈھیلے منافقوں کی مثال: ایک شخص لاق ووق جنگل (سنان بیابان) میں چل رہا ہے کہ زور کا مینہ برسنے لگا، تاریکیاں ہی تاریکیاں: تہ بہ تہ بادل، بارش موسلا دھار اور رات کا گھپ اندھیرا، اور ساتھ ہی غضب کی کڑک اور چمک، کڑک ایسی کہ موت کے ڈر سے آدمی انگلیاں کانوں میں ٹھونس لے اور چمک ایسی کہ خطرہ ہے آنکھیں نہ چلی جائیں، جب روشنی ہوتی ہے تو وہ چند قدم چلتا ہے اور جب اندھیرا ہوتا ہے تو وہ کھڑا رہ جاتا ہے۔

یہی حال مذہب منافقوں کا ہے، رحمت الہی کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے، اس میں تربہات اور وعیدیں بھی ہیں، اور کافروں اور منافقوں کو کھڑا کر دیا جا رہا ہے، جن کے سننے کی ان میں تاب نہیں، وہ جب اسلام میں اپنا کوئی مفاد دیکھتے ہیں تو آگے بڑھتے ہیں اور دوسری صورت میں اپنی جگہ کھڑے رہ جاتے ہیں، وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ چاہیں تو دنیا میں منافقین کو اندھا بہرہ کر دیں، وہ سب کچھ کر سکتے ہیں، یہ لوگ بعد میں سچے پکے مسلمان ہو گئے تھے۔

﴿اَوْ كَذَّبَ مِنْ تَلَاءٍ فِيْهِ ظُلُمٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصْباۡعَهُمْ فِىْ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حُدُودَ الْمَوْتِ ۗ وَاللّٰهُ مُخِیْطٌ بِالْكَافِرِيْنَ ۝۶۰ یَّكَادُ الْبَرْقُ یَّخْطِفُ اَبْصَارَهُمْ ۚ كُلَّمَا اَنْصَبَ اَھَمُّ مَسْجُوفٍ ۚ وَاِذَا اَظْلَمَ عَلَیْھِمۡ قَامُوْا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَذَھَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۶۱﴾

ترجمہ: یا جیسے آسمان سے موسلا دھار بارش، اس میں اندھیریاں، گرج اور چمک ہے — گرج کا حال: وہ کڑاؤں کی وجہ سے موت کے ڈر سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونکتے ہیں — اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والے ہیں — وہ ان وعیدوں سے کہاں بچ سکتے ہیں! — اور بجلی کا حال: بجلی قریب ہے کہ ان کی آنکھوں کو اچک لے، جب جب ان کے لئے روشنی ہوتی ہے تو وہ اس میں چلتے ہیں، اور جب ان پر اندھیرا اچھا جاتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو ان کے کانوں اور ان کی آنکھوں کو اچک لیں، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں!

فائدہ: بارش کے ساتھ تین چیزیں ہیں: تاریکی، بادل کی گرج اور بجلی کی چمک، تینوں غیر معمولی تھیں، تاریکی کی شدت ﴿ظُلُمٌ﴾ جمع لاکر بتائی، اور کڑک کی شدت ﴿یَجْعَلُوْنَ اَصْباۡعَهُمْ﴾ سے بیان کی ہے، اور برق کی شدت ﴿یَّكَادُ الْبَرْقُ﴾ سے بیان کی ہے۔

يَاۡٓيٰھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَاَلْدٰنِیْنَ مِّنۡ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۶۲

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ۖ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا ۖ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۳۱﴾

يَا أَيُّهَا	اے	الَّذِي ^(۱)	جس نے	فَأَخْرَجَ	پس نکالی
النَّاسُ	لوگو	جَعَلَ	بنایا	بِهِ	اس کے ذریعہ
اعْمَلُوا	عبادت کرو	لَكُمْ	تمہارے لئے	مِنَ الثَّمَرَاتِ ^(۲)	پھلوں سے
رِزْقًا	اپنے اس رب کی	الْأَرْضَ	زمین کو	رِزْقًا	روزی
الَّذِي	جس نے	فِرَاشًا	بچھوتا	لَكُمْ	تمہارے لئے
خَلَقَكُمْ	تم کو پیدا کیا	وَالسَّمَاءَ	اور آسمان کو	فَلَا تَجْعَلُوا	پس نہ بناؤ تم
وَالَّذِينَ	اور ان کو جو	بِنَاءً	چھت	لِلَّهِ	اللہ کے لئے
مِنْ قَبْلِكُمْ	تم سے پہلے ہوئے	وَأَنْزَلَ	اور اتارا	أَنْدَادًا	ہمسر (مقابل)
لَهُمْ	تا کہ تم	مِنَ السَّمَاءِ	آسمان سے	وَأَنْتُمْ	در انحالیکہ تم
تَعْمَلُونَ	متقی بنو	مَاءً	پانی	تَعْلَمُونَ	جانتے ہو

توحید کا بیان

اللہ کی بندگی کرو، اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کی جسمانی و روحانی ضرورتوں کا انتظام کیا ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ﴾ عام خطاب ہے، مگر قرآن اس سے غیر مسلموں کو مخاطب بناتا ہے، پہلے کھلے اور چھپے کافروں کا ذکر آیا ہے، اب ان کو اسلام کے تین بنیادی عقائد سمجھاتے ہیں، ان دوائیوں میں توحید کا بیان ہے، اور اس پر ربوبیت سے استدلال کیا ہے، پھر رسالت کا بیان ہے، اور اس کو آخرت پر مقدم اس لئے کیا ہے کہ رسالت ربوبیت کا ایک حصہ ہے، اس سے انسان کی روحانی ضرورت پوری ہوتی ہے۔

غیر مسلموں سے خطاب ہے کہ صرف اللہ کی بندگی کرو، کسی کو اس کا ہم سر مت بناؤ، کیونکہ موجودہ انسانوں کو اور ان کے اگلے باپ دادوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے، کوئی اور خالق نہیں، پھر پیدا کرنے کے بعد انسان کی ضرورتوں کا انتظام کیا،

(۱) اللہ: پہلے اللہ سے بدل ہے (۲) من الثمرات: رزق کا حال مقدم ہے، ذوالحال گھر ہو تو حال کو مقدم لاتے ہیں، ای رزقًا کانتا من الثمرات (۳) انداد: یند کی جمع، مقابل، برابر۔

زمین کو فرش بنایا یعنی قابل رہائش بنایا، آسمان کو چھت بنایا، چھت کے بغیر کمرہ برامعلوم ہوتا ہے، اور چھت اوپر کے اثرات بھی روکتی ہے، اور آسمان سے پانی برسایا، اس سے پھل پیدا ہوئے، جو انسان کی روزی بننے میں، پس اللہ ہی رب ہیں، لہذا اس کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو بندگی میں شریک مت کرو، کیونکہ انسان جانتا ہے کہ وہی پروردگار ہیں، پھر کوئی دوسرا معبود کیسے ہو سکتا ہے؟ اور انسان روح اور بدن کا مجموعہ ہے، اور دونوں کی ضرورتیں الگ الگ ہیں، جسمانی ضرورتوں کا ذکر آیا، اور روحانی ضرورت کی تکمیل کے لئے نبوت کا سلسلہ قائم کیا، اس کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔

آیات پاک کا ترجمہ: اے لوگو! اپنے اس پروردگار کی بندگی کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے والوں کو پیدا کیا، تاکہ تم متقی بنو۔ یہ تبلیغ (اشارہ) ہے: ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ کچھ کی طرف اور توحید الوہیت کے فائدہ کا بیان ہے۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو چھوٹا، اور آسمان کو چھت بنایا، اور آسمان سے پانی برسایا، پس اس کے ذریعہ تمہارے لئے پھولوں کی روزی پیدا کی، لہذا اللہ کا ہم سر مت بناؤ، دراصل یہ تم جانتے ہو۔ کہ اور کوئی نہ خالق ہے نہ پروردگار!

وَإِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ ۖ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْجِبَارَةُ ۚ أَعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ كُلًّا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا ۖ قَالُوا هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأَنُؤَاهُ مُمْتَثِلِينَ ۚ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ إِنَّا لَنَسْتَعِجِي أَن يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةٌ فَمَا تُوقِعُهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۚ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا ۖ وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۝ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَّا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

وَإِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ	اور اگر ہو تم	تمہارا	اس کلام کے بارے میں جو	علیٰ عبدنا	اپنے بندے پر
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْجِبَارَةُ	کسی شک میں	نزلنا	اتارا ہم نے	فاتوا	پس لاؤ تم

يَسْأَلُونَكَ	کوئی سورت (کلوا)	الصَّالِحِينَ	نیک کام	وَهُمْ فِيهَا	اور وہ ان میں
مَنْ مِّثْلِهِ	اس جیسی	أَنْ لَهُمْ	کہ ان کے لئے	خُلِدَ وَنَ	بیشمار رہنے والے ہیں
وَادْعُوا	اور بلاؤ تم	جَنَّتِ	باغات ہیں	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
شَهِدَ عَلَيْكُمْ ^(۱)	اپنے حمانوں کو	تَجْوِي	بہتی ہیں	لَا يَسْتَعِجِي	نہیں شرماتے
مَنْ دُونِ اللَّهِ	اللہ سے ورے	مَنْ تَحْتَهَا	ان کے نیچے سے	أَنْ يَضْرِبَ	کہ ماریں
إِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	الْأَنْهَارِ	نہریں	مَثَلًا مَّا	کوئی بھی مثال
ضُلُوقَيْنِ	چپے	كَلَمًا	جب بھی	بَعُوضَةً	مچھر کی
فَإِنْ لَمْ	پس اگر نہ	زُرِقُوا	دیئے جائیں گے وہ	فَمَا قُوَّعَهَا	یا اس سے بڑھ کر
تَفْعَلُوا	کر تم	وَمِنْهَا	ان سے	فَأَمَّا الَّذِينَ	پس رہے جنہوں نے
وَلَنْ تَفْعَلُوا	اور ہرگز نہیں کرو گے تم	مِنْ ثَمَرَةٍ	کوئی پھل	أَمْتُوا	مان لیا
فَاتَّقُوا	تو بچو	تَزِرُكُمَا	بطور روزی	فَيَعْلَمُونَ	تو وہ جانتے ہیں
النَّارَ	اس آگ سے	فَالَا	کہیں گے وہ	أَلَهُ السَّعْيِ	کہ وہ مثالِ جحیم ہے
الَّتِي	جو	هَذَا الَّذِينَ	یہ وہ ہے جو	مَنْ زُوجُمْ	ان کے رب کی طرف
وَقُوَّعُوا	اس کا ایسا دھن	زُرِقْنَا	کھا کر کیلئے دیئے گئے ہم	وَأَمَّا الَّذِينَ	اور رہے جنہوں نے
النَّاسِ	لوگ	مِنْ قَبْلُ	اس سے پہلے	كَفَرُوا	انکار کیا
وَالْحِجَارَةَ	اور پتھر ہیں	وَأَنْتُمْ	اور لائے گئے وہ	فَيَعْلَمُونَ	وہ کہتے ہیں
أَعْدَتْ	تیار کی گئی ہے	يَوْمَ	پھل	مَا ذَا أَرَادَ	کیا مراد لی ہے
لِلْكَافِرِينَ	نہ ماننے والوں کیلئے	مُتَشَابِهًا	ایک صورت کے	اللَّهُ	اللہ نے
وَكَثِيرٍ	اور اچھی خبر دیں	وَكُنْتُمْ فِيهَا	اور ان کے لئے ان میں	بِهَذَا مَثَلًا ^(۲)	اس مثال سے
الَّذِينَ آمَنُوا	ان کو جنہوں نے مان لیا	آذَابُ	بیویاں ہیں	يُعَذِّبُ	گمراہ کرتے ہیں
وَعَمِلُوا	اور کئے انہوں نے	مُطَهَّرَةً	پاکیزہ	يَوْمَ	اس کے ذریعہ

(۱) شہید: کے اصلی معنی ہیں: گواہ، مجازی معنی ہیں: حاضر، حال بتانے والا اور مددگار، کیونکہ گواہ میں یہ سب کچھ ہوتا ہے۔

(۲) مثلاً: تمیز ہے، نسبت کے ابہام کو دور کرتی ہے۔

کَثِيرًا وَقَهْدًا	بہت سوں کو اور راہ دکھاتے ہیں	الَّذِينَ يَنْقُطُونَ	جو توڑتے ہیں	رَبَّةً أَنْ يُوصَلَ	اس کے بارے میں کہ جوڑا جائے
يَلَهُ كَثِيرًا	اس کے ذریعہ بہت سوں کو	عَهْدًا اللَّهُ مِنْ بَعْدِ	اللہ کا بیان (وجہ) اس کو مضبوط باندھنے	وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ	اور بگاڑ پھیلاتے ہیں ۵۵ زمین میں
وَمَا يُضِلُّ رَبَّهُ	اور نہیں گمراہ کرتے اس کے ذریعہ	وَيَقْطَعُونَ مِمَّا أَمَرَ	کے بعد اور کاٹتے ہیں	أُولَئِكَ هُمْ	یہی لوگ وہ
إِلَّا الْفَاسِقِينَ ثَلْثَةً وَالْأُولَىٰ	مگر حد اطاعت سے ٹپکنے والوں کو	اللَّهُ	اللہ نے اس رشتہ کو کہ حکم دیا ہے	الْمُضِلُّونَ	گماتے میں رہنے والے ہیں

رسالت کا بیان

دور سے ربط: سورۃ بقرۃ کے شروع میں آیا ہے کہ قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے، اس میں کچھ شک نہیں، شک دو وجہ سے ہو سکتا ہے: ایک: کلام میں کوئی بات قابل اعتراض ہو، ۵۶ لَا ذَرِيَّةَ شَافِيَةٍ میں اس کی نفی کی ہے۔ دوم: فہم کی کمی یا عناد کی زیادتی سے شک ہو، اس کا بیان یہاں ہے۔

قریب سے ربط: قرآن کریم دلیل رسالت ہے، اور رسالت کا مضمون توحید کے مضمون سے اس اعتبار سے جزا ہوا ہے کہ رسالت: مخلوقات کی روحانی چارہ سازی ہے، نبوت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بندوں کی روحانی تربیت کرتے ہیں، پس رسالت: الوہیت کا تقاضا ہے اس لئے توحید کے بیان کے بعد رسالت کا مضمون شروع ہوا ہے۔

اگر کسی کو قرآن کے کلام الہی ہونے میں شک ہو تو ہمیں چوگاں ہمیں میداں!

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت حق پر مامور ہوتے ہیں، ان کو اثبات دعویٰ کے لئے اور امت کو مائل و قائل کرنے کے لئے بطور حجت معجزات عطا کئے جاتے ہیں، پس دعوت و حجت دو علاحدہ علاحدہ چیزیں ہیں۔

پھر ہر پیغمبر کو اس کے زمانہ کے تقاضوں کے مطابق معجزات عطا کئے جاتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا زور تھا تو ان کو عصا اور ید بیضا کے معجزات عطا ہوئے، اور عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ طب و حکمت کا زمانہ تھا تو ان کو اُکھ (مادر زاد) ناپینا) کو پینا کرنے اور ابرص (کوڑھی) کو چنگا کرنے کے معجزات دیئے گئے، اور ساتھ ہی اللہ کی کتابیں (تورات و انجیل)

بھی دی گئیں، جو دعوت پر مشتمل تھیں، وہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں تھیں، کلام نہیں تھیں، چنانچہ ان میں تحریف و تبدیلی ممکن ہوئی، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ نے براہین قاسمیہ (جواب ترکی بہ ترکی) میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ تورات و انجیل وغیرہ کتب من جانب اللہ ہونے کے باوجود قرآن کریم کی طرح فصیح و بلیغ کیوں نہیں؟ فرماتے ہیں:

”ہاں خدا کی کتاب مثل تورات و انجیل اور زبانوں میں بھی نازل ہوئیں، مگر ظاہر ہے کہ کسی کی کوئی کتاب ہو تو یہ لازم نہیں کہ اس کا کلام بھی ہو، کیونکہ عربی زبان میں کتاب خط کو کہتے ہیں، اور خط اوروں سے بھی لکھا جاسکتا ہے، سو اگر مضمون الہامی ہو، اور عبارت ملائکہ کی ہو، یا فرض کرو کہ عبارت انبیاء کی ہو، جیسے اہل کتاب کا بہ نسبت تورات و انجیل خیال ہے تو تورات و انجیل کتاب اللہ تو ہوگی، پر کلام اللہ نہ ہوگی۔

شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جہاں تورات و انجیل کا ذکر ہے وہاں ان کو کتاب اللہ کہا ہے، کلام اللہ نہیں کہا، اور ایک آدھ جگہ (سورۃ البقرۃ آیت ۷۵) سوائے قرآن اور کلام کو کلام اللہ کہا ہے تو وہاں نہ تورات کا ذکر ہے نہ انجیل کا، بلکہ بدالائت قرآن اس کلام کا ذکر معلوم ہوتا ہے جو ہم راہیان موی علیہ السلام نے سنا تھا، اور پھر یہ کہا تھا: ﴿لَنْ نُفِيقَنَّ لَكَ حَتَّىٰ نَرَىٰ اللَّهَ جَهَنَّمَ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت ۵۵) یعنی فقط کلام سن کر ایمان نہ لائیں گے، خدا کو دیکھ لیں گے تو ایمان لائیں گے۔ اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ اور کتابوں کے اعجاز بلاغت و فصاحت کا دعویٰ نہیں کیا گیا، یعنی خدا کا کلام ہوتا تو وہ بھی مجرہ ہوتا، کیونکہ ایک آدمی کے کلام کا ایک انداز ہوتا ہے، اُلی آخرہ (براہین قاسمیہ ص: ۱۱۵)

پھر جب ہمارے نبی ﷺ کا دور آیا تو آپ کو مجرہ کے طور پر قرآن کریم عطا ہوا، کیونکہ عربوں میں فصاحت و بلاغت کا زور تھا، اور قرآن میں چیلنج دیا گیا ہے کہ ہمیں چوگاں ہمیں میداں، یہی مقابلہ کی جگہ ہے ہمیں آزمائش ہو جائے، اگر تمہیں کچھ ظہان ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کی ہے تو تم بنا لاؤ ایک چھوٹا سا کھڑا جو اس کا ہم پلہ ہو، اور اپنے ان حماقتوں کو بھی بلا لوجو تم نے اللہ سے ورے تجویز کر رکھے ہیں، اگر تم (مکذیب میں) سچے ہو، لیکن اگر تم یہ کام نہ کر سکو، اور ہرگز نہیں کر سکو گے، تو پھر اس آگ سے ڈرو جس کا بندھن آدمی اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لئے تیار کی ہوئی ہے (یہ سن کر یہاں کچھ جوش و خروش اور پیچ و تاب نہ آیا ہوگا، اور کوئی دقیقہ سہی کا کیوں اٹھا رکھا ہوگا؟ پھر عاجز ہو کر اپنا ساسا منہ لے کر بیٹھ رہنا قطعی دلیل ہے کہ قرآن مجید مجرہ ہے؟ اتھانوی قدس سرہ)

اور قرآن کریم میں دعوت و حجت دونوں جمع ہیں، وہ معنی کے لحاظ سے دعوت ہے، اور بلاغت و فصاحت کے لحاظ سے حجت ہے، یعنی اس کی حجت اس کی ذات میں مضمر ہے، وہ اللہ کا کلام ہے، نہ اس کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے نہ اس میں تبدیلی ممکن ہے، وہ نبی ﷺ کا زعمہ جاوید (ہمیشہ ہمیش کے لئے) مجرہ ہے، اور جوہ اعجاز بے شمار ہیں جو بڑی کتابوں میں مذکور

ہیں، اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی کتاب علوم القرآن میں اس پر مفصل بحث ہے جو قابل مراجعت ہے۔ ﴿وَلَا تَكُنَّمْ فِي سَبِيلِ مَنَّا عَلَىٰ عَبْدِنَا مَا قَاتَلُوا بِسُورَةِ قَيْنٍ وَمِثْلِهِ ۖ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۚ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ إِذْ ذَٰلَتْ لِكُفْرَيْنَ ۝﴾

ترجمہ: اور اگر تم کسی شک میں ہو اس کتاب کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو تم بنالاء کوئی کھڑا جو اس کے ہمہ پلہ ہو، اور اپنے حمایتیوں کو جو اللہ سے ڈرے ہیں بلاؤ، اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم یہ کام نہ کر سکو۔ اور ہرگز نہیں کر سکو گے۔ تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، جو نہ ماننے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے! جنہم کا ایندھن لوگ یعنی کافر اور پتھر یعنی ان کی مورتیاں ہیں، اور جنہم سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ کلام الہی پر ایمان لاؤ اور اس کے احکام کی تعمیل کرو تو جنت نصیب ہوگی۔

قرآن کریم کو کلام الہی ماننے والوں کے لئے اور اس کے احکام کی تعمیل کرنے والوں کے لئے خوشخبری قرآن کریم کا طریقہ ہے کہ کفار کو وعید سنانے کے بعد نیک مؤمنین کو خوشخبری سنانا ہے، مگر ﴿وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ کی قید کے ساتھ بشارت دیتا ہے، یعنی نیک مؤمنین جو احکام قرآن کی تعمیل کرتے ہیں ان کو خوشخبری سنانا ہے، پس بے عمل مسلمان ہوشیار ہو جائیں، جو لوگ عمل کے بغیر جنت نشیں ہونا چاہتے ہیں وہ خام خیالی میں مبتلا ہیں، آج سنبھلنے کا موقع ہے کل جب وقت ہاتھ سے نکل جائے گا تو کف انوس ملنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

جن لوگوں نے قرآن کریم کو اللہ کی کتاب تسلیم کیا، اور اس کے احکام پر عمل کیا، ان کو آخرت میں چار باتیں نصیب ہوگی:

- ۱- ان کو بہت سے باغات ملیں گے، جو سدابہار ہونگے، کیونکہ ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں،
- ۲- جنت میں کھانے کے لئے جو پھل ملیں گے وہ ایک صورت کے ہونگے، صورتیں یکساں ہوں گی مگر ذائقہ مختلف ہوگا، آم منگوا یا امرود آیا، جتنی کہے گا: امرود تو ہم نے ابھی کھایا آم لاؤ! خادم کہے گا: کھا کر تو دیکھو! کانور کھایا تو آم تھا، مزہ آگیا!
- ۳- وہاں پاکیزہ بیویاں ملیں گی، حوریں بھی اور دنیا کی عورتیں بھی، سب آلائشوں سے پاک صاف ہوں گی۔
- ۴- جتنی ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے، ایک دفعہ جا کر پھر گلستانہ پڑے گا، یہاں دنیا کی ہر نعمت کے ساتھ دھڑکا کا رہتا ہے کہ معلوم نہیں کب لی جائے؟ وہاں یہ خطرہ نہیں ہوگا۔

﴿وَلِكُلِّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ كُلَّمَا دُفِعُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رُّزِقُوا مِنْهَا ۖ وَقَالُوا هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۖ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا ۖ وَلَهُمْ فِيهَا أَنْهَارٌ مَّطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ فِيهَا

خُلِدْنَ ۝ ﴿۶۱﴾

ترجمہ: اور خوش خبری سنائیں ماننے والوں کو، جنہوں نے نیک کام کئے کہ ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جب بھی وہ کوئی پھل کھانے کے لئے دیئے جائیں گے ان باغات میں سے تو کہیں گے: یہ تو وہی ہے جو اس سے پہلے کھانے کو دیا گیا تھا! اور لائے جائیں گے وہ پھل ملتا جلتا — یعنی وہ پہلا پھل نہیں ہوگا، اس کے ہم شکل ہوگا — اور ان کے لئے ان باغات میں ستھری بیویاں ہیں، اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

قرآن جیسی ایک سورت بھی نہ لاسکتے تو لگے اس میں کیڑے نکالنے!

جب مشرکین قرآن جیسی ایک سورت بھی نہ لاسکتے تو قرآن میں فیہ نکالنے شروع کی کہ اس میں کبھی، چمھر اور مکز کی مثالیں ہیں اللہ عظیم المرتبت کی کتاب میں ایسی حقیر اور معمولی چیزوں کا ذکر نہیں ہو سکتا، لامحالہ یہ انسان کا کلام ہے، انسان ہی ایسی معمولی چیزوں کا ذکر کر سکتا ہے!

جواب: مثالیں مشکل لے کے حسبِ حال ہوتی ہیں، جب مورتوں کی بے بسی سمجھائی ہے تو یہی مثالیں ہوگی، مثالوں میں مضمون کا لحاظ ہوتا ہے، مشکل کی حیثیت کا لحاظ نہیں ہوتا، مگر جب ذوق خراب ہو جائے تو میٹھی چیز بھی کڑوی لگتی ہے، مومنین تو ان مثالوں کو بر محل سمجھتے ہیں، اور منکرین کے لئے یہ مثالیں پردہ بن گئیں، اس لئے کہ وہ اطاعت کے دائرہ سے باہر نکل گئے، اس لئے وہ خواہ مخواہ اعتراض کھڑا کرتے ہیں۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا، فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا ۖ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا ۖ يَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۖ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۝﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ انہیں شرماتے اس سے کہ کوئی بھی مثال بیان کریں، خواہ چمھر کی ہو یا اس سے بڑی — یعنی چمھر سے حقارت اور چھوٹائی میں بڑی، جیسے چمھر کا کدہ، دنیا کی یہ تمثیل ایک حدیث میں آئی ہے — اب رہے وہ لوگ جو ایمان لائے وہ تو جانتے ہیں کہ یہ مثالیں ان کے رب کی طرف سے بر محل ہیں، اور رہے وہ لوگ جنہوں نے نہیں مانا — یعنی قرآن کو اللہ کا کلام تسلیم نہیں کیا — وہ کہتے ہیں: اس مثال سے اللہ کا کیا مقصد ہے؟ اللہ تعالیٰ ان مثالوں سے بہتوں کو گمراہ کرتے ہیں، اور بہتوں کو راہِ راست دکھاتے ہیں، اور ان مثالوں سے حدِ اطاعت سے نکلنے والوں ہی کو گمراہ کرتے ہیں!

حدِ اطاعت سے نکلنے والے تین شخص

ایک: وہ شخص ہے جس نے عہدِ امت میں اللہ کو رو بہت کا پختہ و چن دیا ﴿اَسْتَسْتَرْيَكُمْ﴾ کے جواب میں ﴿بَلَّ﴾

کہا، ﴿بَلَّ﴾ میں نعم سے زیادہ تاکید ہے، پھر دنیا میں آکر اس عہد کو ڈوبا اور ایمان نہیں لایا، وہ حد اطاعت سے نکل گیا۔ اس کا تعلق گذشتہ مضمون سے بھی ہے، اور آئندہ سے بھی، قرآن کریم کو جو اللہ کی کتاب نہیں مانتا وہ اللہ کو رب نہیں مانتا، کیونکہ اللہ کو رب مانے کا تو ماننا پڑے گا کہ اس نے انسان کی روحانی تربیت کا انتظام کیا ہے، اور اس مقصد سے اپنی کتاب نازل کی ہے — اور آگے ہے: ﴿كَيْفَ كَفَرْتُمْ﴾ یعنی جب تم عہد الست میں اللہ کی ربوبیت کا اقرار کر چکے ہو تو اب اس کا انکار کیسے کرتے ہو؟

دوسرا: وہ شخص ہے جو قطع رحمی کرتا ہے، جبکہ اللہ نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے — اس کا تعلق گذشتہ مضمون سے ہے، قریش کے تمام قبائل جدی رشتہ سے نبی ﷺ کے ساتھ جڑے ہوئے تھے، مگر وہی اسلام کے کٹر مخالف تھے، اور طرح طرح سے اذیتیں پہنچاتے تھے، ان کو جدی رشتہ یاد دلایا ہے کہ اس کا کچھ لحاظ کرو (یہ مضمون سورۃ الشوریٰ آیت ۲۳ میں ہے، دیکھیں ہدایت القرآن ۷: ۲۸۰)

تیسرا: وہ شخص ہے جو خود کو ڈوبا دوسروں کو بھی ساتھ لے ڈوبا، قریش نے جب رسالت اور دلیل رسالت کا انکار کیا تو دوسرے عربوں نے بھی انکار کیا، وہ قریش کو دین کی کسوٹی سمجھتے تھے، اس لئے کہ وہ کعبہ پر قابض تھے، یہ انھوں نے زمین میں (عرب میں) فساد پھیلا یا — جن لوگوں میں یہ تین باتیں ہیں وہ گھائے میں رہتے ہیں۔

﴿الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِمْ وَيَقْطَعُونَ مِمَّا آمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝﴾

ترجمہ: جو لوگ اللہ کے معاہدہ کو مضبوط باندھنے کے بعد توڑتے ہیں، اور جو لوگ ان تعلقات کو توڑتے ہیں جن کی پاسداری کا اللہ نے حکم دیا ہے، اور وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، یہی لوگ گھائے میں رہنے والے ہیں!

﴿كَيْفَ كَفَرْتُمْ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أََمْوَانًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ مُمِيتَكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝﴾

کیف	کسے	وکنتم	جبکہ تھے تم	ثُمَّ يُحْيِيكُمْ	پھر ماریں گے تم کو
كَفَرْتُمْ	انکار کرتے ہو تم	أَمْوَانًا	بے جان	ثُمَّ يُمِيتُكُمْ	پھر زندہ کریں گے تم کو
بِاللَّهِ	اللہ کا	فَأَحْيَاكُمْ	پس زندہ کیا تم کو	ثُمَّ إِلَيْهِ	پھر ان کی طرف

ثُمَّ رَجَعْنَاهُ إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ لِيُجِيبُوا عَنْهُمْ حَقَّ حَقِّهِمْ وَكَفَّ عَنِ النَّفْسِ الْفَاسِقِ	لَوْنًا جَدِيدًا	تَجْمِيعًا	سَارَا	سَبْعَ سَمَوَاتٍ	سَاتِ آسَمَانَ
هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ أَنْفُسَكُمْ وَأُولَٰئِكَ أَنْتُمْ لَا تَشْكُرُونَ	وہی ہیں جنہوں نے تمہارے لئے پیدا کیا جو زمین میں ہے	﴿ثُمَّ أَسْأَلُكُمُ الْيَوْمَ عَنْ أَنْفُسِكُمْ أَ كُنْتُمْ مِنَ الْمَكِينِ﴾	پھر قصد کیا آسمان کا پس ٹھیک بنایا ان کو	وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ	اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں

آخرت کا بیان

توحید و رسالت کی طرح آخرت بھی اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے، اب دو آیتوں میں اس کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ نے دو عالم بنائے ہیں، ایک آسمانوں کے نیچے، دوسرا آسمانوں کے اوپر، نیچے والا عالم دنیا کہلاتا ہے اور اوپر والا آخرت، دنیا کو عالم مشاہد بھی کہتے ہیں، اور آخرت کو عالم غیب، اس میں جنت و دوزخ مع مشغولات، ملائکہ اور عرش وغیرہ ہیں، اور راء الراء اللہ کی ذات و صفات ہیں، یہ سب عالم غیب ہے، جو اس کا ادراک نہیں کر سکتے، رسولوں کی خبر ہی سے اس کا علم ہوتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم کے بعد معا وجود بخشا ہے، پھر سب سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا، پھر سب کو عالم ارواح میں رکھ دیا، جب کسی روح کے اس دنیا میں آنے کا وقت آتا ہے تو پہلے رحم مادر میں مٹی سے سات مراحل سے گذر کر جسم بنتا ہے، پھر فرشتہ اس میں روح لا کر ڈالتا ہے تو انسان اس عالم میں موجود ہو جاتا ہے، اس سے پہلے وہ اس عالم میں معدوم تھا، پھر اپنی حیات دنیا پوری کر کے مر جاتا ہے، یعنی روح بدن سے الگ ہو کر عالم برزخ میں چلی جاتی ہے، اور بدن مٹی کے حوالے کر دیا جاتا ہے، پھر قیامت کے دن اجسام مٹی سے دوبارہ نکلیں گے، اور ارواح ان میں واپس آئیں گی، اور نئی زندگی شروع ہوگی۔ پھر قیامت کے لمحے دن میں حساب کتاب ہو کر مکلف مخلوق عالم آخرت میں منتقل کر دی جائے گی، لوگ وہاں ہمیشہ رہیں گے، جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں — جس اللہ نے یہ سب کچھ کیا اور کرے گا: انسان اس کا کیسے انکار کر رہا ہے؟

﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَلَكُمْ آيَاتُهُ فَتَكْفُرُونَ﴾ ثُمَّ يُعَذِّبُكُمْ ثُمَّ يُنْفِخُ فِي سَحَابٍ مِّمَّنْ لَكُمْ آيَاتُهُ فَتَكْفُرُونَ ﴿١٠﴾

ترجمہ: تم اللہ کا انکار کیسے کرتے ہو، حالانکہ تم (اس دنیا میں) معدوم تھے، پھر تم کو جاندار کیا، پھر تم کو بے جان کریں گے، پھر تمہیں زندہ کریں گے، پھر تم ان کی طرف لوٹائے جاؤ گے!

دونوں جہاں اللہ نے انسان کے لئے بنائے ہیں

اللہ تعالیٰ نے زیریں منزل (دنیا) بھی انسان کے لئے بنائی ہے اور بالائی منزل (آخرت) بھی اور بالائی منزل:

(۱) اسوٰی الہ: سیدہ خاریج کرنا، قصد کرنا (۲) السماء: اسم جس ہے، قلیل و کثیر پر اطلاق ہوتا ہے، اور مؤنث سماعی ہے۔

زیریں منزل سے بہتر ہے، اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ کب انسان کو ایک منزل سے دوسری منزل میں منتقل کرنا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ أَسَّسَكُمْ فِي السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ

عَلَيْهِمُ

ترجمہ: اسی نے تمہارے فائدے کے لئے وہ تمام چیزیں پیدا کیں جو زمین میں ہیں — یزیریں دنیا ہے — پھر اس نے آسمانوں کی طرف توجہ فرمائی اور ان کو سات درست آسمان بنایا — اور ان کے اوپر عالم آخرت کو بنایا، جو انسانوں کا آخری مقام ہے — اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں — کہ کب تک انسان عالم زیریں میں رہے گا، اور کب اس کو عالم بالا میں منتقل کیا جائے گا۔

سوال: جب زمین کی تمام چیزیں انسان کے لئے پیدا کی ہیں تو سب چیزیں حلال ہونی چاہئیں، بعض چیزیں حرام کیوں ہیں؟

جواب: حلت و حرمت کا مدار نفع و ضرر پر ہے، شکر انسانوں کے لئے بنتی ہے، مگر شکر والے کو ڈاکٹر شکر سے منع کرتے ہیں، مٹی کھانا حرام ہے، حالانکہ پاک ہے، سکھیا (زہر) کوئی نہیں کھاتا، مگر وادوں میں پڑتا ہے، پس اخلاقی خرابیوں سے یا جسمانی ضرر سے بچانے کے لئے شریعت نے بعض چیزیں حرام کی ہیں، مگر وہ بھی انسان کے لئے ہیں، گوا بھی اس کا نفع انسان کو معلوم نہ ہو۔

آدم علیہ السلام کی خلافت ارضی

رابطہ بعید: توحید کے بیان میں آیا ہے: ﴿وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ (اللہ نے تم کو) اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے ہوئے (پیدا کیا) سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اس لئے اب ان کا تذکرہ شروع کرتے ہیں۔

رابطہ قریب: گذشتہ آیت میں ہے: ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَنَ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ نے انسان کے لئے بنایا ہے، انسان کو ان کے جدا محمد کے واسطہ سے زمین میں اپنا خلیفہ (نائب) بنایا ہے، تاکہ وہ زمین میں اور اس کی چیزوں میں جس طرح چاہے تصرف کرے، اس طرح آدم علیہ السلام کی خلافت ارضی کا بیان شروع ہوا۔

انسان کا جو زمینی فرشتوں اور جنات کے بعد ہوا ہے: جب آسمان وزمین کا کارخانہ بن کر تیار ہوا تو پہلے زمینی فرشتوں کو پیدا کیا، ان کو عناصر سے پیدا کیا ہے، اور آسمانی فرشتوں (ملائک) کو نور سے پیدا کیا ہے، جب عناصر اربعہ کی بھاپ (اٹیم) میں مزاج پیدا ہوا تو اس پر ارواح کا فیضان کیا، پس زمینی فرشتے وجود میں آئے، ان فرشتوں کے مزاج میں چونکہ کسی عنصر کا غلبہ نہیں، اس لئے ان میں اعتدال رہا، اور وہ شرف و فساد سے بچے رہے، اور تسبیح و تحمید و تقدیس میں لگے رہے،

ان فرشتوں نے ہزاروں سال زمین کو آباد کیا، اور اب بھی وہ زمین میں موجود ہیں، ان ملائکہ کا بکثرت صحیح احادیث میں ذکر آیا ہے، مسلم شریف کی روایت ہے: لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا أَحْتَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ: جہاں کچھ لوگ اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، اور بخاری شریف کی روایت میں ہے: إِنَّ اللَّهَ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ: اللہ کے کچھ فرشتے راستوں میں ذاکرین کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور اسی روایت میں مسلم شریف میں ہے: فَخُضِّلُوا، یعنی یہ حفاظت کرنے والے فرشتوں کے علاوہ ہیں، یہی زمین فرشتے ہیں۔

پھر ایک وقت آیا، جب اللہ تعالیٰ نے زمین میں جنات کے جدا جدا جہان کو پیدا کیا، ان کو عناصر کے آمیزہ سے پیدا کیا، ان کے خیر میں آگ کا غلبہ تھا، اس لئے وہ ناری مخلوق، کہلائے، وہ مکلف تھے، ان کو احکام دیئے، مگر وہ سرکش ہوئے، زمین کو شرف و فساد سے بھر دیا، اور قتل و قتل کا بازار گرم کیا، تو فرشتوں نے ان کو جزیروں میں دھکیل دیا، جنات بھی ہزاروں سال زمین کو آباد کئے رہے، اور اب بھی ہیں، مگر اللہ نے زمین کی تمام چیزیں ان کے لئے نہیں بنائیں، اس لئے ان دونوں کو خلافت کے اعزاز سے سرفراز نہیں کیا گیا۔

آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنایا اور فرشتوں پر ان کا علمی تفوق ظاہر کیا

پھر انسانوں کے جدا جدا حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا وقت آیا، ان کو خلیفہ بنانا تھا، اس لئے ضروری ہوا کہ ملائکہ اور جنات پر ان کی علمی برتری ثابت کی جائے، اور ملائکہ: جنات سے افضل ہیں اس لئے ان پر تفوق ثابت کرنا کافی تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے یہ بات رکھی کہ میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے جا رہا ہوں، آخر میں یہ بات واضح ہوگی کہ یہ بات آدم علیہ السلام کی علمی برتری ظاہر کرنے کے لئے تھی، ورنہ اللہ تعالیٰ: ﴿هَٰذَا لَكُمْ آيَاتُنَا﴾، ان کو کسی کام کے کرنے کے لئے کسی سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

فرشتوں نے عرض کیا: یہ نئی مخلوق بھی پرانی مخلوق (جنات) کی طرح زمین میں فساد اور خوں ریزی کرے گی، اور ہم تنبیح و تحذیر و تنذیر میں لگے ہوئے ہیں، نئی مخلوق کی کیا ضرورت ہے؟ بیان القرآن میں اس کی ایک مثال ہے: کوئی حاکم نیا کام کرنا چاہے، اور اس کے لئے نیا عملہ تجویز کرنے کا ارادہ قدیمی عملہ کے سامنے ظاہر کرے، اور وہ عرض کرے کہ ہمیں کسی طرح تحقیق ہوا ہے کہ نیا عملہ بخوبی کام انجام نہیں دے گا، بعض بخوبی انجام دیں گے، اور بعض کام بالکل ہی بکاڑ دیں گے اور ہم ہر وقت احکام عالی پر جان قربان کئے ہوئے ہیں، پس اگر یہ نئی خدمت بھی ہم غلاموں کو سپرد کی جائے تو کیا حرج ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”جو مصلحت میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے“ فرشتے خاموش ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، اور ان کو زمین کی سب چیزوں کے نام سکھائے، یہ سکھانا فطری تھا، آدم علیہ السلام نے اپنی خدا داد

صلاحیت سے سب چیزوں کو سمجھ لیا، پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے روبرو پیش کیا، اور فرمایا: ان چیزوں کے نام (اور کام) بتاؤ، وہ عاجز رہ گئے، جب آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تم فرشتوں کو بتاؤ، آدم علیہ السلام نے فر فر بتا دیا، تب اللہ پاک نے فرمایا: یہ وہ مصلحت ہے جو میں جانتا ہوں اور تم نہیں جانتے، یعنی نئی مخلوق زمینی چیزوں کو سمجھ گی، اور ان کو برتے گی، اور تمہارے دلوں میں ہے کہ ہم عبادت میں بڑھے ہوئے ہیں، یہ بات صحیح ہے، مگر کمال علمی کا مرتبہ کمال عملی سے بڑھا ہوا ہے، بدوں کمال علمی کے خلافت کا کام اور دنیا پر حکومت کیونکر ممکن ہے؟ اب فرشتے خوب سمجھ گئے کہ بدوں اس علم عام کے کوئی زمین میں کار خلافت نہیں کر سکتا، اس طرح انسان کی علمی برتری فرشتوں پر واضح ہوئی!

خلیفہ (نائب) کون ہوتا ہے؟ — جس کو مالک اپنا قائم مقام بنائے وہ خلیفہ (نائب) ہوتا ہے، مالک اس کو ایک دستور دیتا ہے، جس کی تعمیل نائب کے لئے ضروری ہوتی ہے، مثلاً: بادشاہ نے کسی کو کسی علاقہ کا حاکم مقرر کیا، یا کسی نے کوئی بڑا کارخانہ بنایا، اور اس کا ایک منجبر مقرر کیا تو وہ بادشاہ کا اور مالک کا خلیفہ (نائب) ہوگا، اب بادشاہ اور مالک اس نائب کو ایک دستور دے گا، اس کے مطابق وہ حکومت کرے گا اور کارخانہ چلائے گا، اور خلیفہ اس قانون کو اپنی ذات پر بھی نافذ کرے گا اور دوسروں پر بھی۔

ایک واقعہ: انگریزوں کے دور میں ایک نیم سرکاری کارخانہ کھائے میں جا رہا تھا، حکومت نے لندن سے منجبر بھیجا، اس نے ملازمین کو جمع کیا، اور کہا: ”کام کی کوئی پابندی نہیں، وقت پر آنا ضروری ہے، جو دیر کرے گا اس کی تنخواہ کٹے گی“ ملازمین نے سوچا: وقت پر آجایا کریں گے، اور بیٹھے رہیں گے۔ ایک ماہ کے بعد منجبر نے ایک دن اپنی گھڑی آدھ گھنٹہ پیچھے کر لی، اور اپنی گھڑی سے وقت پر دفتر آیا، اور دفتر دار سے کہا: دفتر کی گھڑی غلط ہے! چہرہ اسی نے کہا: سرکار! گھڑی صحیح ہے، تحقیق ہوئی، معلوم ہوا کہ صاحب کی گھڑی غلط ہے، اس نے محاسبی کو حکم بھیجا کہ میں آدھ گھنٹہ دیر سے آیا ہوں، میری تنخواہ کاٹی جائے، سارا اعلیٰ ہم گیا کہ جو خود کو نہیں بخشا وہ دوسروں کو کیا بخشے گا! سب سیدھے ہو گئے اور کارخانہ کا نظام صحیح ہو گیا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةًۭ ۚ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ سٰبِقٌۭ بِحُجَّتِكَ وَنَقْدِیْسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلٰی الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ قَالُوْۤا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝
قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿۱۰﴾

وَلَوْ قَالَ رَبُّكَ	اور (یا کرو) جب فرمایا	مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۰﴾	جو تم نہیں جانتے	أَعْلَمُ	انحکیم	بڑی حکمت والے ہیں
لِلْمَلَائِكَةِ	فرشتوں سے	أَدَمَ	آدم کو	يَا أَدَمُ	قَالَ	فرمایا
إِنِّي جَاعِلٌ	بیشک میں بنانے والا ہوں	الْأَسْمَاءَ	نام	أَلْيَسَ لَكُمْ	أَلَيْسَ لَكُمْ	بتا دو ان کو
فِي الْأَرْضِ	زمین میں	كُلَّهَا	سارے	يَا سَمَاءُ	يَا سَمَاءُ	ان چیزوں کے نام
خَلْقَهَا	ایک نائب	ثُمَّ عَرَضَهُمْ	پھر رو برو کیا ان چیزوں کو	فَلَمَّا	فَلَمَّا	پس جب
قَالُوا	کہا انھوں نے	عَلَى الْمَلَائِكَةِ	فرشتوں کے	أَنبَاَهُمْ	أَنبَاَهُمْ	بتا دیئے اس نے ان کو
أَتَجْعَلُ	کیا آپ بتائیں گے	فَقَالَ	پس فرمایا	يَا سَمَاءُ	يَا سَمَاءُ	ان چیزوں کے نام
فِيهَا	اس میں	أَتَجْعَلُ	بتا دو تم مجھے	قَالَ	قَالَ	(تو) فرمایا
مَنْ يَفْسُدُ	(اس کو) جو فساد کرے گا	يَا سَمَاءُ	نام	أَلَمْ أَقُلْ	أَلَمْ أَقُلْ	کیا نہیں کہا تھا میں نے
فِيهَا	اس میں	هَذَا كَذِبٌ	ان چیزوں کے	لَكُمْ	لَكُمْ	تم سے
وَيَسْفِكُ	اور بہائے گا	لَنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	إِنِّي أَعْلَمُ	إِنِّي أَعْلَمُ	بیشک میں جانتا ہوں
الدِّمَاءَ	خونوں کو	صَالِدِينَ	سچے	غَيْبٌ	غَيْبٌ	چھپی چیزیں
وَلَنْحُنَّ	اور ہم پاکی بیان کرتے ہیں	قَالُوا	کہا انھوں نے	السَّمَوَاتِ	السَّمَوَاتِ	آسمانوں کی
يَحْدُوكَ	آپ کی خوبیوں کو ساتھ	سُبْحَانَكَ	پاک ہے آپ کی ذات	وَالْأَرْضِ	وَالْأَرْضِ	اور زمین کی
وَلَقَدْ رِئُسٌ	اور ہم عظمت کا اقرار	لَا إِلَهَ إِلَّا	نہیں علم ہے ہمیں	وَأَعْلَمُ	وَأَعْلَمُ	اور میں جانتا ہوں
كَأَنَّكَ	کرتے ہیں	لَا إِلَهَ إِلَّا	مگر جو کچھ	مَا تُبْدُونَ	مَا تُبْدُونَ	جو تم ظاہر کرتے ہو
كَأَنَّكَ	آپ کی	عَلَّمْنَاهَا	سکھلایا آپ نے ہمیں	وَمَا كُنْتُمْ	وَمَا كُنْتُمْ	اور جو تم ہو
قَالَ	فرمایا	إِنَّكَ أَنْتَ	بے شک آپ ہی	تَكْتُمُونَ	تَكْتُمُونَ	چھپاتے
إِنِّي أَعْلَمُ	بیشک میں جانتا ہوں	الْعَلِيمُ	خوب جاننے والے			

(۱) عرضہم: میں ہم سے مسیات (چیزیں) مراد ہیں، اور نہ کر ضمیر زوی العقول کو فہم دینے کی وجہ سے ہے۔

آیات پاک مع تفسیر: اور (یا کرو) جب آپؐ کے پروردگار نے (زمینی) فرشتوں سے فرمایا: ”میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں؟“ — فرشتوں کا ردِ عمل: — فرشتوں نے کہا: کیا آپ زمین میں ایک ایسی مخلوق بنا سکیں گے جو اس میں فساد مچائے گی اور خون ریزی کرے گی — سوال: فرشتوں کو اس کا پتہ کیسے چلا؟ جواب: جنات پر قیاس کر کے انھوں نے یہ بات جانی، جنات عناصر سے پیدا کئے گئے تھے، اور یہی مخلوق بھی عناصر سے پیدا کی جائے گی، اور جب دونوں کا خمیر ایک ہوگا تو احوال بھی ایک ہونگے — فرشتوں کی باقی بات: — اور ہم آپؐ کی خوبیوں کے ساتھ پاکی بیان کرتے ہیں، اور آپؐ کی عظمت کا اقرار کرتے ہیں! — پس ہم خلافت کے لئے زیادہ موزون ہیں! — اللہ نے فرمایا: میں جو مصلحت جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے — یعنی خلیفہ وہ ہو سکتا ہے جو سب چیزوں کو سمجھتا ہو، تاکہ ان کو برتے، اور ان پر حکومت کرے، اور تم میں یہ صلاحیت نہیں — اس کی دلیل کہ فرشتوں میں یہ صلاحیت نہیں: — اور اللہ نے آدمؑ کو سارے ہی نام (مع سمیات) سکھلائے — یہ سکھانا فطری تھا، انسان کی فطرت ایسی تھی کہ وہ خود سب کچھ سمجھ گیا — پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے رو برو کیا، اور فرمایا: تم مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ، اگر تم سچے ہو — اپنے اس خیال میں کہ تم خلافت کے لئے زیادہ موزون ہو — انھوں نے کہا: آپؐ کی ذات پاک ہے! — یعنی ہمارا خیال غلط ہے — ہم نہیں جانتے مگر جو کچھ آپؐ نے ہمیں سکھلایا — یعنی ہمیں ان چیزوں کا علم حاصل نہیں — بے شک آپؐ ہی خوب جاننے والے بڑی حکمت والے ہیں! — یعنی آپؐ نے اپنی حکمت کے تقاضے سے ہمیں ان چیزوں کا علم نہیں دیا۔

اللہ نے فرمایا: اے آدمؑ! فرشتوں کو ان چیزوں کے نام (اور خواص) بتاؤ، پس جب آدمؑ نے ان کو ان چیزوں کے نام (مع خواص) بتائے — یہ نام آدمؑ علیہ السلام نے خود رکھے تھے، جیسے اب بھی انسان چیزوں کے نام رکھتا ہے اور تحقیق و تجربہ سے خواص جانتا ہے — پس اللہ نے فرمایا: کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کے سرستہ راز جانتا ہوں — یعنی کون مخلوق خلافت کے لائق ہے کون نہیں، یہ بات میں ہی جانتا ہوں — اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کر رہے ہو — یعنی ﴿لَنْ نَحْنُ شَيْعُ بِمَنْحِهِمْ وَلَا نُعَلِّسُ لَكَ﴾ — اور جو تم چھپایا کرتے ہو — یعنی تمہارا یہ خیال کہ تم خلافت کے لئے زیادہ موزون ہو!

وَلَا ذُنُوبًا لِّلْمَلٰٓئِكَةِ اَسْجُدُوا۟ لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡا اِلَّا اِبٰلٰٓسَ ۚ اَبٰٓى ۚ وَاسْتَكْبَرَ ۖ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيۡنَ ۝ وَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اَسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا

تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۰﴾ فَأَزْلَهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۵۱﴾ فَتَلَكَّىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كُلِّمَةً فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۵۲﴾ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذِهِ فَمَنْ تَرِيعَ هَذَاٰي فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۵۳﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۵۴﴾

وَلَا تُدْرِكُهُ	اور (یا د کرو) جب	اسکُن	بس (رہ)	فَأَزْلَهُمَا	پس پسلا دیا دونوں کو
قُلْنَا	کہا ہم نے	أَنْتَ	تو	الشَّيْطَانُ	سرکش نے
لِلْمَلَائِكَةِ	فرشتوں سے	وَزَوْجَكَ	اور تیری بیوی	عَنْهَا	جنت سے
اَنْهَضَا	سجدہ کرو	الْجَنَّةَ	جنت میں	فَاَخْرَجَهُمَا	پس نکال دیا دونوں کو
لِلْآدَمِ	آدم کو	وَكُلَا	اور کھا دو دونوں	مِمَّا كَانَا	اس سے جو تھے دونوں
فَسَجَدَا	پس سجدہ کیا انھوں نے	مِنْهَا	جنت سے	فِيهِ	اس میں
إِلَّا إِبْرَاهِيمَ ^(۱)	مگر رحمت سے مایوس نے	رَعَدًا ^(۲)	ہا فرغت	وَقُلْنَا	اور کہا ہم نے
اَبْلَىٰ	انکار کیا	حَيْثُ	جہاں سے	اِهْبِطُوا	اتر دو تم (تینوں)
وَاسْتَكْبَرُوا	اور گھمنڈ کیا	يَسْتَكْبَرُوا	چاہو تم دونوں	بَعْضُكُمْ	تمہارا ایک
وَكَاَنَّ	اور تھا وہ	وَلَا تَقْرَبَا	اور نہ نزدیک جانا دونوں	لِبَعْضٍ	دوسرے کا
مِنَ الْكُفْرَيْنِ	مکروں میں سے	هَذِهِ الشَّجَرَةَ	اس درخت سے	عَدُوٌّ	دشمن ہوگا
وَقُلْنَا	اور کہا ہم نے	فَتَكُونَا	پس ہو جاؤ گے تم دونوں	وَلَكُمْ	اور تمہارے لئے
يَا دَمُ	آدم	مِنَ الظَّالِمِينَ	نقصان کرنے والوں میں	فِي الْأَرْضِ	زمین میں

(۱) بلا: استثناء منقطع ہے، ایسے فرشتے نہیں تھا، سورۃ الکہف (آیت ۵۰) میں ہے: ﴿كَانَ مِنَ الْإِجْرِ فَقَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ﴾: وہ جنت میں سے تھا، پس اس نے اپنے پروردگار کی حکم عدولی کی، آدم کو سجدہ کرنے کا حکم جنت کو بھی تھا، یہ آیت صریح ہے، اور صرف ملائکہ کا ذکر اس لئے کیا جاتا ہے کہ وہ افضل مخلوق تھے۔ (۲) رعدا: مصدر بمعنی مفتوح مشہور ہے، ہا فرغت یعنی جی بھر کر، خوب چھک کر (۳) یہ درخت تعین نہیں کیا، اگر تعین کیا جاتا تو بدنام ہو جاتا، اور اس کو کوئی نہ کھا تا۔

مُسْتَقَرٌّ وَمَتَانٌ	نہر تہا ہے	الزَّحِيمُ	بڑا رجم کرنے والا ہے	عَلَيْهِمْ	ان پر
إِلَىٰ حَيْنٍ فَتَلَقَىٰ ^(۱)	اور فائدہ اٹھاتا ہے	قُلْنَا	کہا ہم نے	وَلَا هُمْ	اور نہ وہ
أَحْمَرُ مِنْ نَّارِهِ	ایک وقت تک	أَهْبَطُوا	اتر تم	يَخْذُونَ	غم گیں ہونگے
كَلِمَاتٍ فَتَنَابَ	پس حاصل کئے	وَنَهَا	جنت سے	وَالَّذِينَ	اور جنہوں نے
عَلَيْهِ إِنَّهُ	آدم نے	بِجَمِيعَا	سبھی	كَفَرُوا	انکار کیا
هُوَ النَّوَابُ	اپنے رب سے	فَاتَا يَا نَبِيَّكَ	پس اگر پہنچے تمہیں	وَكَذَّبُوا	اور جھٹلایا
	چند الفاظ	فَوَيْ	میری طرف سے	يَا نَبِيَّكَ	میری باتوں کو
	پس توجہ فرمائی	هَدَىٰ	راہ نمائی	أُولَٰئِكَ	وہ لوگ
	اس کی طرف	فَمَنْ تَبِعَ	پس جو پیروی کرے گا	أَصْحَابُ النَّارِ	دوزخ والے ہیں
	بے شک وہی	هَدَايَ	میری راہ نمائی کی	هُمْ فِيهَا	وہ اس میں
	بڑا تو قبول کرنے والا	فَلَا خَوْفٌ ^(۲)	پس نہ ڈر ہوگا	خَلِدُونَ	ہمیشہ رہنے والے ہیں

کارِ خلافت انجام دینے کے لئے اطاعت کی ضرورت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی خلافت میں کسی نے پوچھا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت میں اور آپ کی حکومت میں فرق کیوں ہے؟ ان کی حکومت میں کوئی خلفشار نہیں تھا، اور آپ کی حکومت میں خلفشار ہی خلفشار ہے! آپ نے جواب دیا: عمر کی رعیت ہم تھے اور میری رعیت تم ہو! یعنی ہم خلیفہ کی اطاعت کرتے تھے، اور تم کوئی بات نہیں مانتے، پس فرق تو ہو گا ہی!

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا، فرشتوں پر ان کا علمی تفوق ظاہر کیا، اب کارِ خلافت انجام دینے کے لئے ضروری ہے کہ زمین میں موجود ذی عقل مخلوقات ان کی ماتحتی قبول کریں، ان کی اطاعت کریں، ان کے سامنے سر بیڑ کر کریں، اس وقت زمین میں ذی عقل مخلوق فرشتے اور جنات تھے، اور فرشتے جنات سے افضل تھے، اس لئے ان کا ذکر کیا، ورنہ دونوں کو حکم تھا کہ آدم کو سجدہ کرو، یہ رمزی سجدہ تھا، عبادت کا سجدہ نہیں تھا، چنانچہ فرشتوں نے تو سب نے سجدہ کیا، اور جنات نے بھی سجدہ کیا، مگر ایک خاص فرد (عزراہیل) ایٹھ گیا، اس نے سجدہ نہیں کیا، اس نے انسان کی ماتحتی قبول کی (۱) (تلفی تلفیاً: کسی کو کوئی چیز پکڑانا، کھینچ کرانا) (۲) خوف: آگے کا ہوتا ہے اور غم: پیچھے کا، آگے آخرت ہے اور پیچھے دنیا ہے جو ٹھٹھ رہتی ہے۔

نہیں کی، اس لئے وہ رائدہ درگاہ ہوا، وہ اللہ کے علم میں تو پہلے ہی سے کافر تھا، مگر اب اس کا کفر برملا ظاہر ہوا۔

﴿وَرَأَوْا فَلَنَّا لَكُمْ لِكَلِّهِ اَنْتُمْ وَالْاَكْا اَبْلَسَ ۚ اَبْءِ وَاسْتَكْبَرَتْ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں (اور جنات کو) حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو، پس انھوں نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا، وہ (علم الہی میں) کافروں (حکم نہ ماننے والوں) میں سے تھا۔

آدم و حواء علیہما السلام کو زمین میں پیدا کر کے جنت میں بسایا

اور وہاں ایک خاص درخت کے قریب جانے سے منع کیا

پہلے زمین میں مختلف حکومتیں تھیں، اسلامی بھی اور غیر اسلامی بھی، مگر حدود (باڈر) پاسپورٹ اور ویزا نہیں تھا، جو جہاں چاہے جاسکتا تھا، اسی طرح پہلے اللہ کی کائنات میں بھی حدود اور پابندیاں نہیں تھیں، زمینی فرشتے اور جنات آسمانوں کے اوپر جنت تک جاسکتے تھے، حدود بعد میں قائم ہوئیں اور پابندیاں بعد میں لگیں، اب زمینی فرشتے تو آسمانوں کے اوپر جاسکتے ہیں، مگر جنات اور انسان نہیں جاسکتے، پھر جنات آسمان کے قریب جاسکتے ہیں، انسان قریب بھی نہیں جاسکتے، کیونکہ انسان: جنات کی بہ نسبت کثیف ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ آدم و حواء علیہما السلام کو اللہ نے مٹی سے بنایا، اور ایک نفس ناطقہ کی دوہم جنس صغفیں بنائیں، تاکہ ایک دوسرے سے انس حاصل کرے، پھر آدم علیہ السلام کا زمینی مخلوقات پر تفوق ظاہر کیا، پھر اطاعت و فرمانبرداری کا رمزی سجدہ کرایا، یہ سب کچھ زمین میں ہوا، پھر آدم و حواء علیہما السلام کو جنت میں بسایا، تاکہ وہ وہاں کا لطف اور حرہ چکھیں، اور اپنے اصلی وطن کو پہچانیں۔

وہاں ان کو ایک خاص درخت کے قریب جانے سے منع کیا، وہ درخت کچھ برائیاں نہیں تھا، جنت کی کوئی چیز بری نہیں، اس درخت کو اطاعت و عدم اطاعت کا معیار بنایا تھا، جیسے طاوت کے لشکر کے لئے ایک خاص نہر کے پانی کو اطاعت و عدم اطاعت کا معیار بنایا تھا۔ جب تک آدم و حواء علیہما السلام اس درخت کو نہیں کھائیں گے جنت میں رہیں گے، اور حکم کی خلاف ورزی کریں گے تو باہر نکال دیئے جائیں گے، اور وہ اپنا نقصان کریں گے، اللہ کا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔

﴿وَقُلْنَا يَا اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ

الظَّالِمِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو، اور دونوں جنت میں سے جہاں سے چاہو باغراغت (جی بھر کر) کھاؤ، اور اس درخت کے نزدیک مت جاؤ، ورنہ دونوں اپنا نقصان کرو گے!

جنت میں پہلی بار شیطان کی عداوت ظاہر ہوئی

آدم وحواء علیہما السلام جنت میں رہتے رہے، وہ اس خاص درخت کے قریب نہیں جاتے تھے، اس پر ایک عرصہ گزر گیا پس شیطان نے دونوں کو اور غلا یا، اور دونوں کو ان کے موقف سے بھسلا یا، شیطان اب تک جنت میں جاتا تھا، اس پر پابندی نہیں لگی تھی۔ اس نے جوئی پڑھائی اس کا ذکر سورۃ طہ (آیت ۱۲۰) میں ہے، اس نے کہا: اس درخت کے پھل میں یہ تاثیر ہے کہ جو اس کو کھائے گا امر ہو جائے گا، اور ہمیشہ اللہ کے پاس رہے گا، اور اس نے قسم کھا کر اپنی ہمدردی کا یقین دلایا، پس دونوں نے اس درخت کا پھل کھالیا، یعنی جنت کی زندگی اور قرب حق کی حرص میں یہ اقدام کیا، اور دونوں سے یہ لغزش ہو گئی۔ جانتا چاہئے کہ وہ درخت امر نہیں تھا، بلکہ مرتھا، اس کو کھاتے ہی جنت کا لباس اتر گیا، اور حکم ملا کہ سب یعنی آدم وحواء علیہما السلام اور شیطان زمین میں اتریں، اب تم ہمیشہ ایک دوسرے کے دشمن رہو گے، شیطان تمہیں گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہے گا، اور تم دین پر مضبوط رہ کر اس کی ناک زمین میں رگڑتے رہو گے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اب تم زمین میں رہو گے، آسمانوں پر نہیں آسکو گے، اور زمین میں بھی ایک وقت تک رہو گے، پھر مرو گے اور زمین چھوڑو گے!

زلزلت اور معصیت میں فرق: انبیاء معصوم ہوتے ہیں، ان سے معصیت (گناہ) نہیں ہو سکتی، اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرماتے ہیں، البتہ زلزلت (لغزش) ہو سکتی ہے۔ معصیت: گناہ کے ارادہ سے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کا نام ہے، اور زلزلت: ارادہ کے بغیر یا ایک ارادے سے غلطی ہو جانے کا نام ہے، آدم وحواء علیہما السلام سے قرب خداوندی کی لالچ میں غلطی ہوئی، پس وہ زلزلت تھی۔

﴿فَازْلِهِمُ الشَّيْطَانَ عَنْهَا فَاخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ

مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِينٍ﴾

ترجمہ: پس شیطان نے دونوں کو اس جگہ (جنت) سے بھسلا یا، اور دونوں کو ان نعمتوں سے نکالا جن میں وہ تھے، اور ہم نے حکم دیا: نیچے اترو تمہارا ایک دوسرے کا دشمن ہوگا، اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک تمہارا اور فائدہ اٹھانا ہے!

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو توبہ کے الفاظ تلقین فرمائے

جب آدم علیہ السلام نے تہدید (دھمکی) آمیز خطاب سنا کہ نیچے اترو! تو وہ لرز گئے اور بے چین ہو گئے، اور سخت منفعّل ہوئے، اتنے کہ معافی کے لئے الفاظ نہیں مل رہے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے خود ہی معافی کے لئے الفاظ تلقین فرمائے، جیسے غلام سے کوئی بھاری غلطی ہو جائے، اور وہ سخت نام ہو کر، ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر آقا کے سامنے کھڑا ہو جائے اور کچھ بول

نہ سکے تو آقا کو رحم آتا ہے، وہ پوچھتا ہے: کیا کہنا چاہتا ہے؟ اب بھی بول نہیں سکا تو آقا کہتا ہے: کہہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا! غلام یہی الفاظ دہرا دیتا ہے تو آقا معاف کر دیتا ہے، ایسا ہی کچھ معاملہ آدم و حوا علیہما السلام کے ساتھ ہوا، جب ان کے دل رور رہے تھے، اور زبان گنگ تھی: اللہ نے توبہ کے کلمات سکھائے، دونوں نے کہا: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ﴿۱۷﴾ اے ہمارے رب! ہم نے اپنا نقصان کیا، اور اگر آپ ہماری مغفرت نہیں کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا [الاعراف ۲۲] پس اللہ نے دونوں کی توبہ قبول کی، وہ بڑے توبہ قبول کرنے والے، بڑے رحم فرمانے والے ہیں!

﴿فَتَنَلَكُمُ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: پس آدم نے اپنے رب سے چند الفاظ حاصل کئے، پس اللہ نے ان کی طرف توجہ فرمائی، بے شک وہی بڑے توبہ قبول کرنے والے، بڑے رحم فرمانے والے ہیں!

توبہ قبول ہوئی، مگر زمین پر اترنے کا حکم برقرار رہا

دونوں کی توبہ تو قبول ہوئی، مگر حکم سابق برقرار رہا، آدم و حوا علیہما السلام کو بھی شیطان کے ساتھ زمین پر اتارنا پڑا، ﴿جَمِيعًا﴾ اسی لئے بڑھایا ہے، ان کے زمین پر اترنے میں مصلحتیں ہیں، وہ خلافت ارضی زمین پر پہنچ کر ہی انجام دیں گے، البتہ پیچھے سے اللہ تعالیٰ ہدایت بھیجیں گے، کتابیں نازل فرمائیں گے، جو اس کی پیروی کرے گا وہ بے خطر جنت میں واپس آئے گا، نہ اس کو آگے کا کوئی ڈر ہوگا نہ دنیا چھوڑنے کا غم! کیونکہ وہ بہتر دنیا میں پہنچ گیا، البتہ جو ہدایت کو درخور اعتناء نہیں سمجھے گا، اور اللہ کی باتوں کو جھٹلائے گا وہ جہنم کے کھڈے میں گرے گا، اور وہاں ہمیشہ رہے گا (نعوذ باللہ منہا!)

﴿فَلَمَّا أَهْوَاوْا مِنْهَا جَمِيعًا، فَأَمَّا يَأْنِي أَنْ يَنْفَخُ نَفْثِي هَذِي فَمَنْ يَتَّبِعْ هَذَا يَكُ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: ہم نے کہا: سبھی جنت سے نیچے اترو! پھر اگر تمہیں میری طرف سے ہدایت پہنچے: تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا، پس ان پر نہ کوئی ڈر ہوگا نہ وہ غم گئیں ہوں گے، اور جو انکار کرے گا اور ہماری باتوں کو جھٹلائے گا تو وہ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں!

بنی اسرائیل (یہود) کا تذکرہ

رابط عام (۱): سورۃ البقرۃ قرآن کریم کی حقانیت کے بیان سے شروع ہوئی ہے، پھر ضمنی مضامین بیان ہوئے ہیں،

ابن اسرائیل (یہود و نصاریٰ) کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، ان کو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں، یہود مدینہ شریف میں معاشی اور مذہبی حیثیت سے غالب تھے، مشرکین ان کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے، اس لئے اگر وہ ایمان لاتے تو مشرکین ان کی پیروی کرتے۔

رابطہ عام (۲): توحید کی دلیل میں (آیت ۲۱ میں) فرمایا ہے کہ اللہ نے موجودہ لوگوں کو اور پہلے والوں کو پیدا کیا، پہلے لوگوں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں، ان کا تذکرہ ہو گیا، اب زمانی ترتیب سے حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ آنا چاہئے، مگر ان کی امت، دعوت تو ہلاک ہوئی اور امتِ اہلبیت کی نسل نہیں چلی، صرف آپ کے تین بیٹوں کی نسل چلی، اس لئے وہ قابل لحاظ نہیں۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کا نمبر آتا ہے، آپ کے آٹھ صاحبزادے تھے (قصص القرآن سید ہاروی) پلوٹھے (سب سے بڑے) حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، ان کی نسل جزیرۃ العرب میں پھیلی، اور ان میں حضرت خاتم النبیین ﷺ مبعوث ہوئے، دوسرے صاحبزادے حضرت اسحاق علیہ السلام تھے، پھر ان کے نامور صاحبزادے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے، ان کا لقب اسرائیل تھا، اس کے معنی ہیں عبد اللہ (اللہ کا بندہ) پھر ان کے بارہ بیٹے ہوئے، ان کی نسل بنی اسرائیل کہلائی، ان میں یوسف علیہ السلام سے چار سو سال بعد موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں چار ہزار انبیاء مبعوث ہوئے، آخر میں عیسیٰ علیہ السلام آئے، اس لئے وہ خاتم انبیاء بنی اسرائیل کہلاتے ہیں، ان کے چھ سو سال بعد بنی اسماعیل میں نبی ﷺ مبعوث ہوئے۔

جاننا چاہئے کہ یہود و نصاریٰ ایک ملت ہیں، دونوں نسلی اور قومی مذاہب ہیں، سورۃ الصف میں اس کی صراحت ہے، اس لئے اب جو بنی اسرائیل کا تذکرہ شروع ہو رہا ہے: اس میں دونوں شامل ہیں، دونوں کو ایمان لانے کی دعوت دی جا رہی ہے، ایک رکوع تک اجمالی تذکرہ ہے، پھر اگلے رکوع سے تفصیل تذکرہ شروع ہوگا، جو (آیت ۱۲۳) تک چلے گا، پھر ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ شروع ہوگا، اور تقدیم و تاخیر کسی مصلحت سے کی ہے۔

رابطہ خاص: آدم علیہ السلام کو جب خلیفہ بنا کر زمین پر اتارا تو ان کو آگاہ کیا تھا کہ میں پیچھے سے ہدایت (راہ نمائی) بھیجوں گا، جو اس کی پیروی کرے گا وہ بے خوف و خطر اپنے اس وطن جنت میں واپس آئے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے سو سے زیادہ کتابیں نازل فرمائیں، ان میں اہمیت کے اعتبار سے پہلا نمبر قرآن کا ہے، کیونکہ اللہ کا کلام ہے، اور وہ اللہ کی آخری کتاب ہے، پھر تورات کا نمبر ہے، اس کے ماننے والے (یہود) مدینہ میں بڑی تعداد میں تھے، اس لئے اب ان کو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں، یوں بنی اسرائیل (یہود و نصاریٰ) کا تذکرہ شروع ہوا۔

يٰۤاَيُّهَا اِسْرٰٓءٰٓءِيْل اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوا بِعَهْدِيْ اَوْفٍ بِعَهْدِكُمْ
وَاِيَاىَ فَاَرْهَبُوْنِ ۝ وَاٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْا اَوَّلَ كٰفِرِيْهِ
وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيَتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۝ وَاِيَاىَ فَاتَّقُوْنِ ۝ وَلَا تَكْلِسُوْا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ
وَتَكْتُمُوْا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاِنُّوْا الزَّكٰوةَ وَاِذْكُمُوْا
الطَّرِيْعِيْنَ ۝ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا
تَعْقِلُوْنَ ۝ وَاَسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَانْهَآ لِكَبِيْرَةٍ ۙ اِلَّا عَلٰى الْخٰشِعِيْنَ ۝
الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنْهُمْ مُّلْقَوْنَ رَبِّهٖمُ وَانْتَهَمُ اِلَيْهِ لٰجِعُوْنَ ۝

یٰۤاَيُّهَا اِسْرٰٓءٰٓءِيْل	اے یسوع	فَاَرْهَبُوْنِ ^(۱)	اور ایمان لاؤ	پس ڈرو تم	یا الٰہی	میری آیتوں کے بدل
اَذْكُرُوْا	یاد کرو	يٰۤاَيُّهَا	جہاں	اس کتاب پر جو	وَاِيَاىَ	اور مجھ سے
نِعْمَتِيْ ^(۲)	میرا احسان	اَنْزَلْتُ	اتاری میں نے		فَاتَّقُوْنِ	پس پوری طرح ڈرو
الَّتِيْ	جو	مُصَدِّقًا ^(۳)	(جو) سچ بتانے والی ہے		وَلَا تَكْلِسُوْا	اور غلط ملک مت کرو
اَنْعَمْتُ	کیا میں نے	لِمَا	اس کتاب کو جو		الْحَقَّ	حق کو
عَلَيْكُمْ	تم پر	مَعَكُمْ	تمہارے پاس ہے		بِالْبَاطِلِ	باطل کے ساتھ
وَاَوْفُوا	اور پورا کرو	وَلَا تَكُوْنُوْا	اور نہ ہوؤ تم		وَتَكْتُمُوْا ^(۴)	اور چھپاؤ (مت)
بِعَهْدِيْ	میرا پکا وعدہ (عہد)	اَوَّلَ ^(۵)	پہلے		الْحَقَّ	حق بات کو
اَوْفٍ	پورا کروں گا میں	كَافِرِيْهِ	انکار کرنے والے		وَاَنْتُمْ	در احاطہ کیے تم
بِعَهْدِكُمْ	تمہارا پکا وعدہ (عہد)	بِهٖ	اس کے		تَعْمَلُوْنَ	جانتے ہو
وَاِيَاىَ	اور مجھ سے	وَلَا تَشْتَرُوْا	اور نہ خریدو		وَاَقِيْمُوْا	اور اہتمام کرو

(۱) ابن کی جمع حالت نصی میں بنین ہے، اضافت کی وجہ سے نون گرا ہے (۲) النعمة: ثقال للقليل والكثير (مفرات) (۳) رھبت: تقوی کا مقدمہ ہے (منظری) (۴) مصداقاً: حال ہے انزلہ کی ضمیر محذوف سے (۵) اَوَّلٌ: خیر اور مضاف ہے۔ (۶) انکتموا سے پہلے لائے نمی محذوف ہے۔

وَأَنْتُمْ	وَأَنْتُمْ	وَأَنْتُمْ	وَأَنْتُمْ	وَأَنْتُمْ	وَأَنْتُمْ
تَتَنَوَّنَ	تَتَنَوَّنَ	تَتَنَوَّنَ	تَتَنَوَّنَ	تَتَنَوَّنَ	تَتَنَوَّنَ
الْكِتَابَ	الْكِتَابَ	الْكِتَابَ	الْكِتَابَ	الْكِتَابَ	الْكِتَابَ
أَفَلَا	أَفَلَا	أَفَلَا	أَفَلَا	أَفَلَا	أَفَلَا
تَعْقِلُونَ	تَعْقِلُونَ	تَعْقِلُونَ	تَعْقِلُونَ	تَعْقِلُونَ	تَعْقِلُونَ
وَأَنْتُمْ	وَأَنْتُمْ	وَأَنْتُمْ	وَأَنْتُمْ	وَأَنْتُمْ	وَأَنْتُمْ
يَا الضَّالِّينَ	يَا الضَّالِّينَ	يَا الضَّالِّينَ	يَا الضَّالِّينَ	يَا الضَّالِّينَ	يَا الضَّالِّينَ
وَالصَّلَاةِ	وَالصَّلَاةِ	وَالصَّلَاةِ	وَالصَّلَاةِ	وَالصَّلَاةِ	وَالصَّلَاةِ
وَأَنْتُمْ	وَأَنْتُمْ	وَأَنْتُمْ	وَأَنْتُمْ	وَأَنْتُمْ	وَأَنْتُمْ
لَا تَكْفُرُونَ	لَا تَكْفُرُونَ	لَا تَكْفُرُونَ	لَا تَكْفُرُونَ	لَا تَكْفُرُونَ	لَا تَكْفُرُونَ

بنی اسرائیل پر اللہ کے احسانات کا اجمالی تذکرہ

اور ان سے وفائے عہد کا مطالبہ

اللہ تعالیٰ پہلے یہود کو اپنے انعامات و احسانات یاد دلاتے ہیں، تاکہ ان کے لئے قرآن پر ایمان لانا آسان ہو، انسان احسان کا بندہ ہوتا ہے، بھلا انسان احسان کی ناشکری نہیں کرتا، پھر وہ عہد پیمان یاد دلایا ہے جو بندوں نے پروردگار سے باندھا ہے، اگر وہ عہد کی پابندی کریں اور ٹھیک سے حکم کی تعمیل کریں تو پروردگار ان کو نوازیں گے، پھر نصیحت کی ہے کہ اپنے عقیدت مندوں اور دنیوی مفادات سے مت ڈرو، مجھ سے ڈرو!

یہود پر اللہ کے احسانات: بے شمار ہیں، مثلاً: (۱) ان میں ہزاروں انبیاء صیحبہ (۲) ان کو تورات وغیرہ کتابیں دیں (۳) ان کو فرعون کی غلامی سے نجات دی (۴) ان کے لئے من و سلوٹی اتارا (۵) ان کے لئے پھر سے بارہ چشمے نکالے (۶) ان کو ملک شام میں بسایا (۷) ان کو اقوام عالم پر فضیلت (برتری) بخشی وغیرہ ان احسانات کا ذکر تفصیل سے اگلے رکوع سے شروع ہوگا۔

یہود سے عہد و پیمان: یہود سے تین مرتبہ اللہ نے عہد لیا ہے:

پہلی مرتبہ: عہد الست میں تمام انسانوں کے ساتھ یہود سے بھی رُبوبیت والوہیت کا اقرار لیا ہے، اور جب انھوں نے اللہ کو رب مان لیا تو ان کے احکام کی پیروی ضروری ہے، اور ان کے احکام میں سے یہ بات ہے کہ وہ آخر میں معوٹ

ہونے والے پیغمبر پر اور ان کی کتاب پر ایمان لائیں۔

دوسری مرتبہ: بھی عہدِ اہلسنت میں خاص انبیاء سے ایک عہد لیا ہے، یہ عہد انبیاء کے واسطے سے ان کی امتوں سے بھی لیا ہے، اس عہد کا ذکر سورۃ آل عمران (آیت ۸۱) میں ہے: ﴿وَرَادَّ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ﴾ الآية یعنی اللہ نے سبھی انبیاء سے عہد لیا کہ اگر تم میں سے کسی کو بھی نبوت اور حکمت سے سرفراز کیا جائے، پھر اس کی موجودگی میں نبی آخر الزماں مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائے، اور ان کی مدد کرے، سب انبیاء نے اس کا اقرار کیا، اس لئے نبی ﷺ نے فرمایا: لو کان موسیٰ حیاً لَمَّا وَسَّعَهُ إِلَّا تَبَاهَى: آج اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کے لئے بھی میری پیروی کے سوا چارہ نہیں تھا، پس اب جو ان کی امت ہے اس پر لازم ہے کہ وہ آخری نبی پر اور ان کی کتاب پر ایمان لائے، اور ان کی مدد کرے۔

تیسری مرتبہ: موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ یہود سے اس وقت عہد لیا جب ان کو فرعون کے عذاب سے نجات دی، اس کا ذکر سورۃ المائدہ (آیت ۱۲) میں ہے، اور یہ آیت اہم ہے، اس میں اللہ کے وعدہ کا بھی ذکر ہے۔

﴿وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ۖ وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَبْتُمْ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمْهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُضَاعِفَ عَنْتُكُمْ سِتِّينَ أَلْفًا ۖ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ وَسَيَّأَ بَكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ أَتُضَاعَفُ عَنْتُكُمْ أَفْزَلًا ۚ فَكَفَرُوا بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ ۖ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝﴾

ترجمہ: اور اللہ نے باقی بنی اسرائیل سے عہد لیا، اور ہم نے ان پر بارہ سردار مقرر کئے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں یقیناً تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز کی پابندی رکھو گے، اور زکات دیتے رہو گے، اور میرے تمام رسولوں پر ایمان لاتے رہو گے، اور ان کی مدد کرتے رہو گے، اور اللہ کو عمدہ قرض دیتے رہو گے، تو میں تم سے تمہارے گناہ ضرور دوہروں گا، اور تم کو ایسے باغوں میں ضرور داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، پھر جو شخص اس کے بعد انکار کرے گا تو وہ یقیناً ناروا راست سے دور جا پڑا! — یہی عہد یہود کو یاد دلایا ہے۔

﴿يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ ۖ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي ۖ وَأَوْفِ بِعَهْدِكُمْ لِي ۖ وَأَيُّ قَوْمٍ نَافِثُونَ ۝﴾

ترجمہ: اے یعقوب کی اولاد! میرے ان احسانات کو یاد کرو جو میں نے تم پر کئے، اور مجھ سے کیا ہوا پکا وعدہ پورا کرو — یعنی آخری نبی اور ان کی کتاب پر ایمان لاؤ — میں بھی تم سے کیا ہوا پکا وعدہ پورا کروں گا — یعنی تمہارے گناہ معاف کروں گا اور جنت میں داخل کروں گا — اور صرف مجھ سے ڈرو! — یعنی ایمان لانے سے مفادات پر

زود پڑے تو اس کی فکرت کرو، میرے احکام کی خلاف ورزی سے بچو!

یہود کو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت

تمہید کے بعد اب صاف حکم دیتے ہیں کہ قرآن پر ایمان لاؤ، کیونکہ یہ بھی تورات کی طرح میری نازل کی ہوئی کتاب ہے، اور تمہیں اس کتاب سے وحشت نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ یہ تمہاری کتاب کی تصدیق کرتی ہے، دونوں کی دعوت ایک ہے، دونوں ایک سرچشمہ سے نکلی ہوئی نہریں ہیں، اور اگر تم قرآن کا انکار کرو گے تو تم پہلے منکر ٹھہرو گے، کیونکہ عرب کے آئی (ناخواندہ) تمہاری پیروی کریں گے، پس ان کا گناہ بھی تمہارے ثلثمہ اعمال میں لکھا جائے گا، اور تورات میں آیات ہیں جن میں قرآن پر ایمان لانے کا حکم ہے، ان کو نبوی مفادات سے مت بدلہ اور پوری طرح مجھ سے ڈرو!

﴿وَأُولَٰئِكَ جَاءُواكَ مُّصَدِّقًا لِّمَا مَعَكَ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ ۚ وَلَا تَشْهَدُوا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ تَكْفُرُونَ ۚ وَإِنِّي يٰٓقَاتِلُونَ﴾

ترجمہ: اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو میں نے اتاری، جو سچا بتلانے والی ہے اس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے، اور تم سب سے پہلے اس کے منکر مت بنو، اور تم میرے ارشادات کے بدلے حقیر معاوضہ مت لو، اور خاص مجھ سے پوری طرح ڈرو!

خود غرض احکام شرعیہ میں دو طرح تبدیلی کرتے ہیں

ایک: اگر قابو چلے تو اس کو ظاہر ہی نہیں ہونے دیتے، یہ کتمان ہے۔

دوم: اگر نہ چھپ سکے، ظاہر ہو ہی جائے تو اس میں خلط ملط کرتے ہیں، سو کتاب بتلاتے ہیں، مجاز کا بہانہ بناتے ہیں یا محذوف و مقدر نکال دیتے ہیں، یہ کیس ہے، حق تعالیٰ نے دونوں سے منع فرمایا ہے (بیان القرآن)

﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْفُرُوا بِالْحَقِّ ۚ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: اور تم حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط مت کرو، اور حق کو مت چھپاؤ، دراصل ایک تم جانتے (بھی) ہو — پس بھول چوک نکل گئی!

ایمان کے ساتھ اعمال بھی ضروری ہیں

بنیادی اعمال دو ہیں: بدنی عبادت نماز ہے، اور مالی عبادت زکات ہے، یہ دونوں عبادتیں یہود کی شریعت میں بھی تھیں، سورۃ المائدہ کی (آیت ۱۲) میں اس کی صراحت ہے، یہ آیت ابھی گزری ہے، اس لئے حکم دیتے ہیں کہ ایمان لا کر اسلامی طریقہ پر نماز پڑھو، اسلام میں نماز باجماعت ہے اور اس میں رکوع ہے، یہود کی نماز میں رکوع نہیں تھا، اس سے نماز

اور جماعت کی اہمیت واضح ہوتی ہے، آج مسلمان بھی نماز نہیں پڑھتا یا جماعت نہیں پڑھتا اور زکات سے غافل ہے، اور نجاتِ اولیٰ کی امید رکھتا ہے، فَاِنَّ لِّلْعَجَبِ اِلٰہَیْ تَعَجِبْ!

﴿وَاقْبَهُمُ الصَّلٰوةَ وَاَتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرُّكَّعِیْنَ ۝﴾

ترجمہ: اور نماز کا اہتمام کرو — یعنی فرائض و شرائط کے ساتھ پابندی سے نماز پڑھو، اس سے حبِ جاہ کم ہوگی — اور زکات دو — اس سے حبِ مال کم ہوگی، یہودی بھی دو بڑی بیماریاں تھیں — اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو — یعنی اسلامی طریقہ پر باجماعت نماز پڑھو!

عالمِ بے عمل کو ڈانٹ!

علمائے بنی اسرائیل کے بعض اقارب مسلمان ہو چکے تھے، ان سے جب دین و مذہب کی گفتگو آتی تو کہتے: اسلام سچا مذہب ہے، ہم کسی مصلحت سے اس کو قبول نہیں کر رہے، تم اس پر مجب رہو، اللہ تعالیٰ ایسے عالموں کو ڈانٹتے ہیں:

﴿اِنَّا مُرْسِلُوْنَ النَّاسِ بِالْبَيِّنٰتِ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ، اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: کیا تم لوگوں کو نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو، درحالیکہ تم اللہ کی کتاب پڑھتے ہو — اس میں بار بار ایسے علماء کی مذمت آئی ہے — کیا پس تم سمجھتے نہیں! — کیا سر بھیجے سے خالی ہو گیا ہے!

مسئلہ: اس سے یہ نہیں نکلتا کہ بے عمل کو واعظ بننا جائز نہیں، بلکہ یہ نکلتا ہے کہ واعظ کو بے عمل بننا جائز نہیں (ہیان القرآن)

حبِ جاہ اور حبِ مال کا علاج

دو بری خصلتیں یہود کو ایمان نہیں لانے دیتی تھیں: ایک: مال کی محبت، دوسری: جاہ و مرتبہ کی محبت، انہیں دو سے حسد پیدا ہو گیا تھا، جو ایمان لانے میں رکاوٹ بن رہا تھا، اب دونوں بیماریوں کا علاج بتاتے ہیں، صبر (برداشت) سے مال کی محبت جائے گی، اور نماز سے حبِ جاہ کم ہوگی، مگر شرط یہ ہے کہ نماز حضور دل سے پڑھے، اور یہ بات کچھ آسان نہیں، البتہ جن بندوں میں تین باتیں ہوں ان پر کچھ بھاری نہیں: ایک: دل میں اللہ کی عظمت ہو، دوم: اللہ سے ملنے کی آرزو ہو، سوم: قیامت کے دن کا ڈر ہو۔

﴿وَاسْتَعِیْذُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ، وَارْتَبِعُوا الصَّلٰوةَ بِالْخُشُوعِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُظْلَمُوْنَ اَنْفُسُهُمْ

مَلَقُوا رَیْبَهُمْ ۝ وَاَنْتُمْ اِلَیْہِ رَاجِعُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور صبر اور نماز سے مدد لو — یعنی ایمان لا کر صبر و ہمت سے کام لو، آمدنی گھٹ جانے کی پرواہ مت کرو،

رفتہ رفتہ مال کی محبت ختم ہوگی، اور عاجزی کے ساتھ پابندی سے نماز پڑھو، آہستہ آہستہ بڑائی کا بھوت دماغ سے نکل جائے گا۔ اور (عاجزی اور پابندی کے ساتھ) نماز بے خشک بھاری ہے، مگر جن کے دلوں میں اللہ کی عظمت ہے، جنہیں خیال ہے کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔ خیال ہے: یعنی امید رکھتے ہیں۔ اور وہ اسی کی طرف جانے والے ہیں۔ یعنی ان کو اس کا بھی خیال ہے، یہ تین باتیں جمع ہوں تو نماز سے زیادہ آسان کوئی چیز نہیں۔

بنی اسرائیل پر اللہ کے انعامات کا تفصیلی تذکرہ

پہلے چند باتیں جان لیں:

۱- اسلاف پر انعام سے اخلاف کو بھی حصہ ملتا ہے: کیونکہ اس انعام کا کچھ نہ کچھ فائدہ اولاد کو بھی پہنچتا ہے، جیسے آدم علیہ السلام کو خلافت ارضی سے نوازا گیا تو یہ شرف ان کی اولاد کو بھی حاصل ہوا، بنی اسرائیل کے اسلاف پر اللہ نے جو احسانات کئے وہ زمانہ نبوی میں موجود یہود و نصاریٰ پر بھی ہو گئے۔

۲- دینی فضائل اولاد کو اس وقت تک حاصل رہتے ہیں جب تک وہ دین پر باقی رہے، اولاد گمراہ ہو جائے یا بد عمل ہو جائے تو وہ فضائل باقی نہیں رہتے، جیسے آخری امت 'خیر امت' ہے، یہ فضیلت انہی لوگوں کے لئے ہے جو صحابہ کے عقائد و اعمال پر ہیں، گمراہ فرقوں کے لئے اور عمل سے کورے مسلمانوں کے لئے یہ فضیلت نہیں، یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے۔

۳- بنی اسرائیل جب تک دین حق پر تھے وہی اقوام عالم میں افضل تھے، پھر جب انھوں نے اختلاف کر کے دین ضائع کر دیا ان کا عمل گمراہ گمراہ کی برتری بھی ختم ہو گئی۔

۴- گزشتہ امتوں میں جب اختلافات ہوئے تو کوئی جماعت صحیح دین پر باقی نہیں رہی، اور اس امت میں اختلافات ہو گئے تو ایک جماعت ہمیشہ دین حق کو مضبوط تھا رہے گی، سب گمراہ نہیں ہو جائیں گے، ایک بہتر اور بہتر فرقوں والی حدیث سے یہ بات واضح ہے۔

۵- ایک غلط فہمی لوگوں کو ہمیشہ ہوتی ہے کہ اولاد: آباء کے فضائل پر نگیہ کرتی ہے، بنی اسرائیل کو بھی یہ غلط فہمی ہوئی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم جو کچھ بھی کریں ہمیں عذاب نہیں ہوگا، ہمارے اسلاف ہمیں بخشوا لیں گے، یہی غلط فہمی آج بزرگوں کی اولاد کو ہوتی ہے، وہ اپنے اسلاف کے فضائل کو اپنا استحقاق سمجھتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلُ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنْتِیْ فَصَلَّیْتُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝
وَاتَّقُوا یَوْمًا لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَیْئًا وَلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا یُؤْخَذُ

وَمِنْهَا عَذْلٌ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿۷۰﴾

یٰۤاَيُّهَا اِسْرٰٓءٰلَیْلُ اَذْكُرُوْا نِعْمَتِیْ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَآتٰی فَضْلًا لَّكُمْ	اے اولاد یعقوب! یا دیکرو میرے احسانات جو کے میں نے تم پر اور بے شک میں نے برتری بخشی تم کو	عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ وَاشْفَعُوْا یَوْمًا لَّا تَنْجِزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَلَا یُقْبَلُ	جہانوں پر اور ڈرو اس دن سے (کہ) کام نہیں آئے گا کوئی شخص دوسرے شخص کے کچھ بھی اور نہیں قبول کی جائے گی	وَمِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا یُخْذَنُ وَمِنْهَا عَذْلٌ وَلَا هُمْ یُنْصَرُونَ	اس کی طرف سے کوئی سفارش اور نہیں لیا جائے گا اس کی طرف سے کوئی بدلہ اور نہ وہ مدد کے جائیں گے
---	---	--	---	--	---

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اہل زمانہ پر برتری بخشی!

پہلی آیت میں پہلے تمہید لوٹائی ہے، پھر بنی اسرائیل پر اللہ کے سب سے بڑے احسان کا ذکر ہے، پھر دوسری آیت میں یہودی ایک غلط فہمی دور کی ہے، ارشاد فرماتے ہیں: تم پر میرے جو انعامات ہیں ان کو یاد کرو، خاص طور پر میرا یہ احسان کہ میں نے تم کو دینی اعتبار سے اقوام عالم پر برتری بخشی، موسیٰ علیہ السلام تم میں مبعوث ہوئے، ان کو میں نے اپنی کتاب تورات عنایت فرمائی، اور جب تک تم میرے دین کو پکڑے رہے اقوام عالم پر چھائے رہے۔

پھر بعد میں تم غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے، تم نے سمجھ لیا کہ یہ فضیلت بنی اسرائیل کی میراث ہے، وہ چاہے کچھ کریں بخشے بخشائے ہیں، اور تم نے کہنا شروع کیا: ﴿نَحْنُ اَبْنٰوُ اللّٰہِ وَ اَحِبَّآؤُہٗ﴾ (یہود و نصاریٰ) نے کہا: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں! [المائدہ ۱۸] بیٹوں کو باپ کہاں سزا دیتا ہے؟ اور دلا راتو رات ڈلا ہوتا ہے! حالانکہ تمہیں بھی قیامت کے دن بدکرداریوں کی سزا ملے گی، اور قیامت کا دن ایسا سخت دن ہے کہ کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا، نہ اس دن سفارش چلے گی نہ کسی سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا، اور نہ کوئی لڑ بھگڑ کر چھڑا سکے گا، اس دن سے ڈرو، اور خناس دماغ سے نکالو!

فائدہ: کوئی کسی بلا میں پھنستا ہے تو اس کے رفیق تین طرح سے اس کی مدد کرتے ہیں: (۱) سفارش کر کے چھڑاتے ہیں (۲) تاوان (جرمانہ) بھر کر بچاتے ہیں (۳) ہاتھ پائی سے مدد کرتے ہیں، پہلے ﴿لَا یُعْجِزُ﴾ میں عام نفی کی کہ کوئی کسی کے کچھ کام نہیں آئے گا، پھر باقی تین صورتوں کی بالترتیب نفی کی۔

آیات پاک کا ترجمہ: — اے بنی اسرائیل! میرے ان احسانات کو یاد کرو جو میں نے تم پر کئے (یہ تمہید لوناٹی ہے) اور بلاشبہ میں نے تم کو (دینی اعتبار سے) جہانوں پر — یعنی اقوامِ عالم — پر برتری بخشی! — پھر تم غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے، تم نے اس فضیلت کو اپنا ذاتی کمال سمجھ لیا، اور قیامت کے محاسبہ سے بے خوف ہو گئے، پس سنو! — اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص دوسرے شخص کے کچھ کام نہیں آئے گا — یہ عام نفی ہے — اور نہ اس کی طرف سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس کی طرف سے کوئی بدلہ لیا جائے گا، اور نہ وہ (کسی اور طرح) مدد کئے جائیں گے — پس اس ہولناک دن سے بچنے کے لئے قرآن پر ایمان لاؤ اور اس کے مطابق عمل کرو۔

وَإِذْ نَجَّيْنَكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُدَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝ وَإِذْ قَرَّبْنَا بَكْمُ الْبَحْرِ فَأَنْجَيْنَكُمْ وَاعْرِفْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝ وَإِذْ وَاعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ إِنَّا كُنَّا نُفْسِكُمْ بِالْعِجْلِ قَاتِلُوا آلَ الْفَارِثِ فَاغْلِبُوا أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَٰ رَبِّكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝

وَإِذْ ^(۱)	اور (یاد کرو) جب	یَسُومُونَكُمْ ^(۲)	چکھاتے ہیں وہ تم کو	وَيَسْتَحْيُونَ	اور زہدہ پہنچے دیتے ہیں
نَجَّيْنَكُمْ	نجات دی ہم نے تم کو	سُوءَ الْعَذَابِ	برا عذاب	نِسَاءَكُمْ ^(۳)	تمہاری عورتوں کو
مِّنْ آلِ	لوگوں سے	يُدَبِّحُونَ	ذبح کرتے ہیں	وَفِي ذَلِكُمْ ^(۴)	اور اس میں
فِرْعَوْنَ	فرعون کے	أَبْنَاءَكُمْ	تمہارے بیٹوں کو	بَلَاءٌ	آزمائش ہے

(۱) اِذْ: طرف کا عامل اذکر محذوف ہے (۲) یَسُومُونَكُمْ: کا ترجمہ جلالین میں یَذِقُونَکم کیا ہے، سَامَ الْإِنْسَانِ ذُلًا: کا ترجمہ ہے: کسی کے ساتھ ذلت و حقارت کا برتاؤ کرنا (۳) نِسَاءُ کم: ما یؤل کے اعتبار سے کہا ہے، لڑکیاں بڑی ہو کر عورتیں بنیں گی (۴) ذَلِكُمْ: ضمیر کے مرجع کی طرح مثلاً الیہ بھی اقرب ہوتا ہے۔

مِنْ رَّبِّكَ عَظِيمٌ وَإِذْ قَرَرْنَا بِكُمْ الْبَحْرَ فَأَنجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا الْفِرْعَوْنَ وَأَنذَرْنَا نَظْرُونَ وَإِذْ وَعَدْنَا مُوسَى أَلَّا بَعَثْنَا ثُمَّ اتَّخَذْنَا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنذَرْنَا	تمہارے رب کی طرف سے بڑی (بھاری) اور (یاد کرو) جب پھاڑا ہم نے تمہاری وجہ سے سمندر کو پس نجات دی، ہم نے تم کو اور ڈبا یا ہم نے فرعون کے لوگوں کو در احاطہ تم دیکھ رہے تھے اور (یاد کرو) جب وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا پھر بتایا تم نے مجھڑا موسیٰ کے بعد در احاطہ تم	ظَلِمُونَ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ لَعَنَكُمْ تَشْكُرُونَ وَإِذْ اتَّيْنَا مُوسَى الْكُتُبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَنَكُمْ تَهْتَدُونَ وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَعْقُوبُ إِنِّي أَهْبَأُكُمْ	اپنا نقصان کمنے والے تھے پھر درگزر کیا ہم نے تم سے بعد اس کے تاکہ تم احسان مانو اور (یاد کرو) جب دی ہم نے موسیٰ کو تورات اور فیصلہ کن کتاب تاکہ تم راہ پاؤ اور (یاد کرو) جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اے میری قوم! بے شک تم نے	ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُمْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا فَاتَّقُوا أَنفُسَكُمْ ذُلُّكُمْ خَذَرُكُمْ عِنْدَ بَلَاءِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ لَئِنَّهُ هُوَ التَّوْبُ الْجَدِيدُ ہیں	ظلم کیا اپنی ذاتوں پر تمہارے ہمانے کی وجہ سے مجھڑا پس متوجہ ہوؤ تمہارے پیدا کرنے والے کی طرف پس مار ڈالو اپنے لوگوں کو یہ بات بہتر ہے تمہارے لئے تمہارے پیدا کرنے والے کے پاس پس توجہ فرمائی اس نے تمہاری طرف بے شک وہی بڑی توجہ فرمانے والے بڑے رحم کرنے والے ہیں
---	--	--	---	---	--

۲- فرعون کی بلاخیزی سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو نجات دی

فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا، اس کی تعبیر نجومیوں نے یہ دی کہ اس سال بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا، جس کے ہاتھوں فرعون کی سلطنت جائے گی، فرعون نے فوراً حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اس کو ذبح کر دیا جائے، اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے تاکہ وہ بڑی ہو کر ماماگری (خدمت گاری) کریں، اسی سال موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، اور

اللہ کی حفاظت میں فرعون ہی کے گھر میں پلے بڑھے، پھر بنو میمون نے جدت مقرر کی تھی اس کے بعد قتلِ اولاد کا سلسلہ رک گیا، مگر ایک سال میں سینکڑوں لڑکے بے گناہ قتل کر دیئے گئے، یہ بنی اسرائیل کی سخت آزمائش تھی، امتحان جیسے خوش حالی سے ہوتا ہے بد حالی سے بھی ہوتا ہے، بہر حال اللہ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی اس بلا خیزی (مصیبت) سے نجات بخشی، یہ بنی اسرائیل پر اللہ کا بہت بڑا احسان تھا۔

﴿وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اِلٍ فِرْعَوْنَ يَسُومُوْنَكُمْ سُوًى الْعَذَابِ لِيَذَرَ حُنَّ اٰبَنَاءِكُمْ وَكَيِّنْتَ خِيُوْنَ لِسَاءِ كُفْرِهِ فِيْ ذٰلِكُمْ بِكَآءٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۶﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے — پولس سے — نجات دی، وہ تمہیں سخت عذاب چکھاتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے — یہی سخت عذاب ہے — اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے، اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑا امتحان تھا!

۳۔ سمندر پھٹا، بنی اسرائیل پار اتر گئے، اور فرعون کا لشکر ڈوبا!

اللہ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر چلے، کنعان کا ارادہ تھا، مگر راستہ بھول کر بحر احمر کے کنارے پہنچ گئے، پیچھے سے فرعون کا شاٹھیں مارنا لشکر آ پہنچا، موسیٰ علیہ السلام نے بہ حکم الہی سمندر پر لاٹھی ماری، پانی پھٹ گیا، اور بارہ راستے نکل آئے، سب بنی اسرائیل بخیریت پار اتر گئے، اور پانی رکا رہا، فرعون نے اپنے لشکر سے کہا: ”پانی میرے حکم سے رکا ہوا ہے، تاکہ میں ان بھگوزوں کو پکڑوں، ڈالو سمندر میں گھوڑے!“ جب لشکر منجد و صحر میں پہنچا موسیٰ علیہ السلام نے بہ حکم الہی پھر پانی پر لاٹھی ماری تو پانی مل گیا، اور فرعون کا لشکر مع فرعون اتمہ اجل بن گیا، بنی اسرائیل دوسرے کنارے سے یہ منظر دیکھ رہے تھے، اس طرح بنی اسرائیل دشمن کی گرفت سے بچ گئے، سوچو! یہ کتنا بڑا احسان ہے، اگر بنی اسرائیل فرعون کے ہتھے چڑھ جاتے تو وہ تڑپا تڑپا کر مارتا!

﴿وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمْ الْبَحْرَ فَاٰتَجٰيْبِكُمْ وَاعْرِقْنَا اِلَ فِرْعَوْنَ وَآلَنَّهُ تَنْظُرُوْنَ ۝۷﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ہم نے تمہاری خاطر سمندر کو پھاڑا، پس تمہیں نجات دی، اور فرعون کے لوگوں کو غرق کر دیا دراصل ایکہ تم یہ منظر دیکھ رہے تھے!

۴۔ بنی اسرائیل نے مصریوں جیسا شرک کیا، مگر اللہ نے ان کو معاف کیا

مصری گائے کو پوجتے تھے، بنی اسرائیل نے بھی چمڑے کو پوجا، مگر اللہ نے ان کو مختصر سزا دے کر معاف کیا، سب کو

ہلاک نہیں کیا، یہ ان پر اللہ کا ایک احسان تھا، تاکہ وہ ممنون احسان ہوں، اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل سمندر سے پار اترے، اور وادی سینا میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو طور پر بلایا، تاکہ ان کو تورات عنایت فرمائیں، موسیٰ علیہ السلام قوم کو ہارون علیہ السلام کے حوالے کر کے جلدی طور پر چلے گئے، پیچھے سامری نے زیورات سے بھجڑا ڈھالا، اس ڈھانچہ میں سے گائے کی آواز آتی تھی، بنی اسرائیل اس پر فریفتہ ہو گئے، اور اس کو خدا بنا کر پوجنے لگے، یہ انھوں نے وہی حرکت کی جو فرعون کے لوگ کرتے تھے، مگر اللہ نے ان کو مختصر سزا دے کر معاف کیا، سب کو تباہ نہیں کیا، یہ ان پر اللہ کا احسان تھا۔

﴿وَإِذْ وَعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً أَنَّا نَأْتِيكَ بِكِتَابٍ فَكَرَرْنَا عَنْكَ وَانْتَهِ عَنِ ظُلُمُوتٍ ۖ لَقَدْ عَفَا عَنْكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝﴾

ترجمہ: اور جب ہم نے اور موسیٰ نے ایک دوسرے سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا — یعنی موسیٰ علیہ السلام کو وہ طور پر آ کر چالیس دن اعکاف کریں تو انہیں تورات دی جائے گی — پھر تم نے ان کے بعد — یعنی ان کے طور پر جانے کے بعد — بھجڑے کو معبود بنالیا، دراصل یہ کہ تم حق تلفی کرنے والے تھے — ظلم کے معنی ہیں: حق تلفی کرنا، کسی کا حق مارنا۔ عبادت اللہ کا حق ہے، پس غیر اللہ کی عبادت کرنا اللہ کی بہت بڑی حق تلفی ہے — پھر اس کے بعد — یعنی شرک کا ارتکاب کرنے کے بعد — ہم نے تم کو معاف کیا، تاکہ تم ممنون احسان ہوؤ!

۵۔ بنی اسرائیل کو حق ناحق میں امتیاز کرنے والی کتاب تورات عنایت فرمائی

اللہ کی ہر کتاب فرقان ہوتی ہے، ہر کتاب حق کو ناحق سے جدا کرتی ہے، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے بنی اسرائیل کو تورات عنایت فرمائی، جو فرقان تھی، اللہ کی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد تورات ہی کا نمبر ہے، یہ کتاب اس لئے عنایت فرمائی کہ بنی اسرائیل اس سے راہ نمائی حاصل کریں، پس یہ بھی ایک عظیم احسان ہے۔

سوال: تورات کا ذکر تو ﴿وَعَدْنَا مُوسَىٰ﴾ میں آگیا، پھر اس کو دوبارہ کیوں ذکر کیا؟
جواب: قرآن کریم کبھی واقعہ کو تقسیم کرتا ہے، اور کبھی واقعہ کے اجزاء کو مقدم و مؤخر کرتا ہے، اول کو آخر اور آخر کو اول کرتا ہے، اور وہ ایسا امتحان کو مستقل کرنے کے لئے کرتا ہے، ایک واقعہ میں دو احسان ہوتے ہیں، اگر واقعہ مسلسل بیان کیا جائے تو ایک احسان معلوم ہوگا، یہاں بھی تورات عنایت فرمانے کو مستقل انعام کی حیثیت سے ذکر کیا ہے۔

﴿وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَىٰ الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ کو آسمانی کتاب اور حق و باطل کو جدا کرنے والی کتاب دی، تاکہ تم راہ

۶۔ کچھ گوسالہ پرستوں کو قتل کرنے کے بعد باقی لوگوں کو معاف کیا

موسیٰ علیہ السلام طور پر جاتے ہوئے ہارون علیہ السلام کو یہ ذمہ داری سونپ گئے تھے کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر طور پر پہنچیں، مگر پیچھے سامری نے زیورات سے بھجڑا ڈھالا، کچھ لوگ اس کو خدا مان کر پوجنے لگے، اکثر لوگ دین پر جے رہے، مگر انھوں نے مدافعت سے کام لیا، نہ تو گمراہوں سے جہاد کیا نہ ان کا بایکٹ کیا، نہ ان سے جدا ہوئے، یہ ان کا قصور تھا، کیونکہ اصلاح حال کی کوشش کے بعد آدمی معذور ہوتا ہے، جب موسیٰ علیہ السلام لوٹے تو قوم سے کہا: تم نے بھجڑا بنا کر غضب ڈھایا، مگر توبہ کا دروازہ کھلا ہے، توبہ کرو! اور جنھوں نے بھجڑے کو نہیں پوجا وہ پوجنے والوں کو قتل کریں، یہ ان کے ارتداد کی سزا ہے، موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ارتداد کی یہی سزا تھی، چنانچہ مرتدین قتل کئے جانے لگے، جب کچھ لوگ قتل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے سب کو معاف کر دیا، یہ اللہ کا ان پر احسان تھا۔

﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمُوا لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ أَنفَكُمُ الذُّنُوبُ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۖ فَتَوَبَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ فَاتَّبِعُوا أَمْرًا مِّنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا سُلُوكَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي سُبُلٍ مُّضِلٍّ ۚ﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! بلاشبہ تم نے بھجڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا، پس تم اپنے خالق تعالیٰ سے گناہ کی معافی مانگو، اور اپنے لوگوں کو (مرتدین کو) قتل کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے تمہارے خالق تعالیٰ کے نزدیک، چنانچہ ان کی توبہ قبول کی، بے شک وہی بہت معاف کرنے والے بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ بِكَ حَتَّىٰ نَرَىٰ اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذْنَا لَكُمْ الضُّعْفَةَ وَأَنْتُمْ تُنظَرُونَ ۖ ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۖ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّاءَ وَالسَّلَوىٰ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلٰكِنْ كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۖ وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ وَسَيَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۖ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۖ

وَلَا تُؤْمِنُوا بِهِمْ	اور (یا کرو) جب کہ تم نے اے موسیٰ ہم پرزائین نہیں کریں گے	عَلَيْكُمْ الْقَامَر	تم پر بادل کو اور اتارا ہم نے	هَذِهِ الْقَرْيَةُ	اس بستی میں پس کھاؤ اس سے جہاں سے چاہو
لَنْ تُؤْمِنُوا بِهِمْ	آپ (کی بات) کا یہاں تک کہ دیکھیں ہم اللہ کو عیاں (رو برو) پس پکڑا تمہیں کرکے دراصل یہ تم دراصل یہ تم دیکھ رہے تھے پھر اٹھایا ہم نے تم کو تمہاری موت کے بعد تاکہ تم شکر بجالاؤ اور سایہ قلعن کیا ہم نے	الْمَنَىٰ (۲)	تم پر من اور سلوی (بئیریں) کھاؤ تم ان تھری چیزوں سے جو روزی دی ہے تم کو اور نہیں نقصان کیا انھوں نے ہمارا بلکہ تھے وہ اپنی ذاتوں کا نقصان کرتے اور (یا کرو) جب کہ تم نے داخل ہوؤ	رَعَدًا (۳)	پافراغت اور داخل ہوؤ دروازے میں عاجزی کرتے ہوئے اور کہو تو یہ! تو یہ! ہم ہم تمہارے لئے تمہارے قصور اور ابھی زیادہ دیں گے ہم نیکو کاروں کو پس بدل دیا ان لوگوں نے جنہوں نے
لَنْ تُؤْمِنُوا بِهِمْ	آپ (کی بات) کا یہاں تک کہ دیکھیں ہم اللہ کو عیاں (رو برو) پس پکڑا تمہیں کرکے دراصل یہ تم دراصل یہ تم دیکھ رہے تھے پھر اٹھایا ہم نے تم کو تمہاری موت کے بعد تاکہ تم شکر بجالاؤ اور سایہ قلعن کیا ہم نے	الْمَنَىٰ (۲)	تم پر من اور سلوی (بئیریں) کھاؤ تم ان تھری چیزوں سے جو روزی دی ہے تم کو اور نہیں نقصان کیا انھوں نے ہمارا بلکہ تھے وہ اپنی ذاتوں کا نقصان کرتے اور (یا کرو) جب کہ تم نے داخل ہوؤ	رَعَدًا (۳)	پافراغت اور داخل ہوؤ دروازے میں عاجزی کرتے ہوئے اور کہو تو یہ! تو یہ! ہم ہم تمہارے لئے تمہارے قصور اور ابھی زیادہ دیں گے ہم نیکو کاروں کو پس بدل دیا ان لوگوں نے جنہوں نے
لَنْ تُؤْمِنُوا بِهِمْ	آپ (کی بات) کا یہاں تک کہ دیکھیں ہم اللہ کو عیاں (رو برو) پس پکڑا تمہیں کرکے دراصل یہ تم دراصل یہ تم دیکھ رہے تھے پھر اٹھایا ہم نے تم کو تمہاری موت کے بعد تاکہ تم شکر بجالاؤ اور سایہ قلعن کیا ہم نے	الْمَنَىٰ (۲)	تم پر من اور سلوی (بئیریں) کھاؤ تم ان تھری چیزوں سے جو روزی دی ہے تم کو اور نہیں نقصان کیا انھوں نے ہمارا بلکہ تھے وہ اپنی ذاتوں کا نقصان کرتے اور (یا کرو) جب کہ تم نے داخل ہوؤ	رَعَدًا (۳)	پافراغت اور داخل ہوؤ دروازے میں عاجزی کرتے ہوئے اور کہو تو یہ! تو یہ! ہم ہم تمہارے لئے تمہارے قصور اور ابھی زیادہ دیں گے ہم نیکو کاروں کو پس بدل دیا ان لوگوں نے جنہوں نے

(۱) جہرۃ: باب فتح کا مصدر ہے: آشکارا، رو برو، کھلم کھلا (۲) مَنَىٰ: بخشی گوند، جوادی تہہ میں اسرائیلیوں کے کھانے کے لئے درختوں کے چوں پر جم جاتا تھا، ام ہے (۳) سلوی: بئیر، تیرکی قسم کا ایک چھوٹا پرندہ، ام جس ہے (۴) رَعَدًا: ابھی آیت ۳۵ میں گذرا۔ (۵) مسجداً: داخلوا کی ضمیر فاعل سے حال ہے، اور معروف بجدہم انہیں، بحالت بجدہ داخل ہونا ممکن نہیں، بلکہ جھکتے ہوئے، عاجزی کرتے ہوئے داخل ہونا مراد ہے، جیسے آدم علیہ السلام کے واقعہ میں سر ہنڈر کرنا مراد ہے۔ (۶) حطۃ: کے معنی میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک: اترنے کی ہیئت کا نام ہے، حطۃ مشتق ہے، جس کے معنی: بلندی سے اترنے کے ہیں (۷) بَدَّل کے دو مفعول ہوتے ہیں، اور دونوں حرف جر کے بغیر بھی آتے ہیں۔

کَلِمَاتًا قَوْلًا ^(۱)	ظلم کیا بات کو	فَاَنزَلْنَاهَا عَلَى الَّذِيْنَ	پس اتارا ہم نے ان پر جنھوں نے	فَمِنَ السَّمَاءِ يَمْطَرُ كَالْغَوِي	آسمان سے باریں وجہ کہ تھے وہ
عَلَيْهِ الَّذِي ^(۲) قَبِيلَ لَهُمْ	اس کے علاوہ سے جو کئی گئی تھی ان سے	كَلِمَاتًا رَجُوعًا	نقصان کیا عذاب	يَفْسُقُونَ جاتے	حد اطاعت سے نکل

۷۔ بنی اسرائیل کے ستر آدمیوں کو ایک واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد زندہ کیا

بنی اسرائیل صاحبزادے تھے، حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھے، انھوں نے ہر چند نافرمانیاں کیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ہر بار ان پر احسان کیا، ان کے گناہوں کو معاف کیا، اور اپنا فضل ان کے شامل حال کیا۔ آئندہ چند واقعات میں یہ بات واضح ہوگی۔

واقعہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ طور سے تورات لے کر آئے، قوم سے کہا: اللہ نے یہ کتاب عنایت فرمائی ہے، اس پر عمل کرو، قوم کے نالائقوں نے کہا: ہم کیسے یقین کریں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے! آپ چالیس دن عائب رہے، ہو سکتا ہے آپ خود تصنیف کر لائے ہوں! موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: آؤ! اللہ پاک سے کھلوادوں، لوگوں نے ستر آدمی منتخب کئے، انھوں نے اللہ کا کلام سنا، مگر کہنے لگے: ہم نے آواز سنی، مگر کون بولایا، ہم نے نہیں جانا، اللہ پاک ہمارے رب و آکر فرمائیں تو ہم مانیں، اس گستاخی کی ان کو یہ سزا دی گئی کہ زور کی بجلی چمکی اور کڑا کرا، جس سے سب ہارٹ فیل ہو گئے اور بجلی ان کی آنکھیں کھلی تھیں اور گری!

اب موسیٰ علیہ السلام کو فکر لاحق ہوئی: قوم کہے گی: تم نے خود کسی طرح ان کو ہلاک کیا، چنانچہ عافرمائی اور اللہ نے سب کو نرے پیچھے زندہ کیا، یہ اللہ کا بنی اسرائیل پر احسان تھا۔

﴿وَاذْكُرْ لَنَا يَوْمَئِذٍ يُؤْمِنُكَ حَتَّىٰ نُرَىٰ ٱللَّهَ جَهَنَّمَ فَاَخَذْنَا مِنْكَ الضَّوْفَةَ وَٱنْتَفَخْنَا فَاَنزَلْنَاهَا عَلَىٰ سُلَيْمَانَ وَنَاخُوهُ فَجَاثَا ۚ فَاِذَا فَاَتَاكَ فَسْخَرْنَا مِنْهُ ۚ فَاِذَا فَاَتَاكَ فَسْخَرْنَا مِنْهُ ۚ فَاِذَا فَاَتَاكَ فَسْخَرْنَا مِنْهُ ۚ﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ہرگز آپ کی بات نہیں مانیں گے — کہ جو کلام ہم نے سنا ہے وہ اللہ کا کلام ہے — تا آنکہ ہم اللہ کو کھلی آنکھوں دیکھ لیں — یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے رب و آکر فرمائیں کہ میں نے موسیٰ کو تورات دی ہے — پس کڑک نے تمہیں پکڑ لیا، اور تم دیکھتے رہ گئے! — پھر ہم نے تم کو زندہ کر دیا تمہارے مرنے کے لئے بعد تاکہ تم شکر بجالاؤ!

(۱) قولاً: مفعول اول ہے (۲) غیر الذی: مفعول ثانی ہے۔

۹۸- میدانِ تیبہ میں بنی اسرائیل پر بادل نے سایہ کیا، اور کھانے کے لئے اللہ نے من و سلوی اتارا

بنی اسرائیل کو چالیس سال کے لئے میدانِ تیبہ میں محصور کر دیا گیا تھا، وہاں ان کے خیمے چھٹ گئے اور دھوپ کی تپش ستانے لگی، اور کھانے کے بھی لالے پڑ گئے، تو اللہ نے ان پر کرم فرمایا، دن بھر بادل ان پر سایہ ٹھکن رہتا، اور کھانے کے لئے من و سلوی ملنے لگا، من: میٹھا شبنمی گوند تھا جو چٹوں پر جم جاتا تھا، اور سلوی: بنیریں (چھوٹے تیتڑ) پڑاؤ کے پاس جمع ہو جاتے، بنی اسرائیل حلوی کھاتے اور کباب کا لطف اٹھاتے، اللہ نے فرمایا: یہ لطیف و لذیذ غذا کھاؤ، مگر ضرورت سے زائد مت لو، یہ نعمتیں ہمیشہ تمہیں ملتی رہیں گی، مگر انھوں نے حرص سے ذخیرہ کیا تو گوشت سڑنے لگا، یہ انھوں نے اپنا نقصان کیا، پھر جب انھوں نے مسور، گکڑی اور بسن پیاز مانگی تو یہ نعمتیں بند ہو گئیں، یہ انھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

﴿وَلَقَدْ لَنَّا عَلَيْكُمْ الْغَامِرَ وَآتَيْنَاكُمْ عَلَيْهِمُ الْغَمَّ وَالسَّلَوىٰ كَلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُوكَا وَلٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾

ترجمہ: اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا، اور ہم نے تم پر من و سلوی اتارا، کھاؤ اس پاکیزہ روزی میں سے جو ہم نے تمہیں عطا فرمائی، اور انھوں نے (حکم کی خلاف ورزی کر کے) ہمارا کچھ نہیں بگاڑا، بلکہ انھوں نے اپنے پیروں پر تیشہ زنی کی!

۱۰- اسارت کے زمانہ میں بنی اسرائیل کو ایک بستی میں جانے کی اجازت ملی

برطانیہ میں ہلکے قیدیوں کو سال میں ہفتہ دو ہفتہ کے لئے گھر جانے کی چھٹی ملتی ہے، بنی اسرائیل کو بھی میدانِ تیبہ کی اسارت کے زمانہ میں جب وہ من و سلوی کھاتے کھاتے اوب گئے تو ایک شہر میں جانے کی اجازت ملی، تاکہ وہاں جو چاہیں آسودہ ہو کر کھائیں، مگر ساتھ ہی حکم دیا کہ بستی میں عاجزی سے سر جھکاتے ہوئے داخل ہونا اور منہ سے توبہ توبہ پکارنا، تم ہماری خطائیں معاف کریں گے، اور نیکو کاروں کو اور نوازیں گے، مگر وہ ناجائز سیدہ تان کر گے یہوں اپکار تے داخل ہوئے، اس کی سزا میں ان پر یلگ مسلط کیا گیا، جس سے ایک دن میں ستر ہزار آدمی مر گئے!

﴿وَلَقَدْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكَلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَاَدْخُلُوا الْبَابَ يُعْذَرُا وَقَوْلُوا لِلّٰهِ اِنْفُخْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَتَرْنٰكُمْ الْحُصَيْنِیْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غٰیثًا الَّذِیْ قَبِلْ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلٰی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ہم نے کہا — یعنی اجازت دی کہ — اس بستی میں جاؤ، اور وہاں سے جو چاہو

آسودہ ہو کر کھاؤ، اور دروازے میں سر جھکا کر — عاجزی اور تواضع سے — داخل ہوؤ، اور کہو: خطا معاف فرما! ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے، اور نیکوکاروں کو حیدر نوازیں گے۔

پس ظالموں نے بات کو (یعنی حطۃ کو) بدلا اس کے علاوہ سے جس کا حکم دیا گیا تھا — یعنی حطۃ کے بجائے حنطۃ کہا — پس ہم نے ان ظالموں پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے آسمانی عذاب اتار دیا!

فائدہ: بنی اسرائیل جب سمندر پار اترے، اور وادی سینا میں پہنچے، تو حکم ملا کہ اپنے آبائی وطن بیت المقدس کو جہاد کر کے فتح کرو، اور وہاں چالیس، مگر وہ عمالقہ کا ذیل و ذول دیکھ کر گھبرا گئے، اور جہاد کرنے سے صاف انکار کر دیا، اس کی سزا ان کو یہ ملی کہ چالیس سال کے لئے اس صحراء میں محصور کر دیئے گئے، یہ واقعہ اس اسارت کے زمانہ کا ہے، ابھی ان کو بیت المقدس جانا نصیب نہیں ہوا، وہ تو موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد طوطا کے زمانہ میں جائیں گے۔ اس اسارت کے زمانہ میں بادل ان پر سایہ کرتا تھا، اور کھانے کے لئے من و سلوی ملتا تھا، مگر حکم تھا کہ وہ ذخیرہ نہ کریں، اور کوئی دوسری غذا طلب نہ کریں، مگر انھوں نے ذخیرہ کرنا شروع کیا، پس گوشت سڑنے لگا، اور من و سلوی ملنا بند ہو گیا، یہ انھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا، اور من و سلوی کی جگہ سور اور بسن پیاز مانگی تو وہ بھی ان کو اسی ہستی میں ملی، اس کا ذکر ایک آیت کے بعد آرہا ہے، اس ہستی کا نام علماء عرباً بتاتے ہیں۔

وَإِذْ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۖ

وَإِذْ	اور (یا دیکرو) جب	يَعَصَاكَ	اپنی لathi	قَدْ عَلِمَ	باتحقیق جانی
اسْتَسْقَىٰ	پانی مانگا	الْحَجَرَ ^(۱)	فلاں پتھر پر	كُلُّ أُنَاسٍ	سب لوگوں نے
مُوسَىٰ	موسیٰ نے	فَانْفَجَرَتْ	پس بہہ پڑے	مَّشْرَبَهُمْ	اپنی گھاٹ
لِقَوْمِهِ	اپنی قوم کے لئے	مِنْهُ	اس سے	كُلُّوا وَاشْرَبُوا	کھاؤ اور پیو
فَقُلْنَا	پس کہا ہم نے	اِثْنَتَا عَشْرَةَ	بارہ	مِنْ رِزْقِ	روزی سے
اضْرِبْ	مار	عَيْنًا	چشمے	اللَّهُ	اللہ کی

(۱) الحجر: میں الف لام عہدی ہے، خاص پتھر مراد ہے۔

وَلَا تَعْتَوُوا ^(۱)	اور مت چھلو	فِي الْأَرْضِ	زمین میں	مُفْسِدِينَ	فساد چاتے
---------------------------------	-------------	---------------	----------	-------------	-----------

۱۱۔ میدانِ تیرہ میں بنی اسرائیل کے لئے ایک پتھر سے بارہ چشمے نکلے

یہ قصہ بھی وادی تیرہ کا ہے، وہاں من و سلویٰ تو ملنے لگا، مگر پانی نہیں تھا، موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی، حکم ملا کہ فلاں پتھر پر اپنی لاٹھی مارو، فوراً ہی بارہ چشمے پھوٹ نکلے، بنی اسرائیل کے بارہ خاندان تھے، سب نے ایک ایک چشمہ لے لیا، اور اللہ نے فرمایا: من و سلویٰ کھاؤ، اور چشموں کا پانی پیو، اور زمین میں اودھم مٹ چھاؤ، سکون سے رہو، جب آدمی شکم سیر اور سیراب ہوتا ہے تو شرارت سمجھتی ہے اس لئے اس کی ممانعت کی۔

سوال: پتھر سے چشمے کیسے پھوٹے؟ پتھر میں پانی کہاں؟

جواب: اللہ کی قدرت! زمزم کے کنوئیں میں پتھر سے چشمہ بہتا ہے، اور اتنا پانی نکلتا ہے کہ ایک دنیا سیراب ہوتی ہے، حجر اسود کی طرف سے تیز دھارا آتا ہے، مشین برابر پانی کھینچتی ہے، مگر لیول نیچے نہیں اترتا۔

﴿وَإِذْ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَ نَضِيبًا ۖ وَقَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَهُمْ ۖ كَذُوبًا وَاسْتَرْكَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْتَوُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے کہا: فلاں پتھر پر اپنی لاٹھی مارو، پس اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، ہر شخص سب لوگوں نے اپنی گھاٹ جان لی (اور ہم نے حکم دیا): اللہ کی روزی میں سے کھاؤ اور پیو، اور زمین میں فساد مت بچاؤ!

واقعات کا رنگ و آہنگ بدلتا ہے!

اب تک بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات کا ذکر تھا، اُن میں سے بعض واقعات میں ان کی خوشی ظاہر ہوئی، مگر اس سے درگزر کیا گیا، اب ایسے واقعات ذکر فرماتے ہیں جو شرارت اور خباثت کے قیل سے ہیں، ان میں بنی اسرائیل پر عتاب نازل ہوا، کیونکہ وہ سنگین معاملات تھے، جیسے:

۱۔ جن لوگوں نے اللہ کی نعمت من و سلویٰ کو ٹھکرایا، اور موسیٰ علیہ السلام سے ترکاری، گڑھی، گیہوں، مسور اور پیاز مانگی، ان پر ذلت و محتاجی کا ٹھپہ نہیں لگے گا تو اور کیا ہوگا!

۲۔ جنہوں نے اللہ کی کتاب و تورات کو قبول کرنے سے انکار کیا، ان کے سروں پر پہاڑ کیوں معلق نہیں کیا جائے گا!

(۱) لا تعتوا: باب نصر اور سمع سے عفا يَحْضُرُوا عَفْوًا: کے معنی ہیں: خسی فساد چانا، اور باب سمع سے عَفَى عَفَا کے معنی ہیں: معنوی فساد چانا، یہاں دونوں مراد ہیں۔

۳۔ جنھوں نے یومِ سبت کی بے حرمتی کی، اور حیلہ کر کے مچھلیاں پکڑیں، ان کو سوز بند رکھیں نہیں بنایا جائے گا!

شوخی اور گستاخی سے درگزر کیا جاسکتا ہے، شرارت اور خباثت کو معاف نہیں کیا جاسکتا!

ایک واقعہ: دارالعلوم دیوبند کے ایک سفیر تھے، حضرت مدنی رحمہ اللہ سے ان کا عقیدت کا تعلق تھا، وہ حضرت کے لئے گھئی لائے اور ایک استاذ کے کمرے میں رکھا، سفیر صاحب ان کے پاس ٹھہرتے تھے، سردی کا زمانہ تھا، استاذ نے استاذہ کی کچھڑی کی دعوت کر دی اور وہ گھئی کھلا دیا، جب حضرت مدنی سفر سے لوٹے تو سفیر صاحب نے شکایت کی، حضرت نے فرمایا: ”آپ گھئی میرے لئے تو لائے تھے، میں نے اس کو براح کر دیا“ وہ منہ جھکتے رہ گئے۔

دوسرا واقعہ: دارالعلوم دیوبند کے ایک استاذ مجرد تھے، بول بھالنے کے لئے مرغیاں بکریاں پالتے تھے، طلبہ نے ان کا بکرا ذبح کر کے استاذہ کی دعوت کر دی، بکرے کے مالک استاذ بھی دعوت میں تھے، جب بکر انہیں ملا تو تحقیق ہوئی، معلوم ہوا کہ اسی بکرے کی طلبہ نے دعوت کی تھی، حضرت مدنی رحمہ اللہ ناظم تعلیمات اور صدر المدرسین تھے، استاذ نے ان کے یہاں طلبہ کی شکایت کی، حضرت نے طلبہ کو بلایا اور فرمایا: ”آپ حضرات نے ان کا بکرے اجازت ذبح کر کے کھالیا؟“ طلبہ نے عرض کیا: ”حضرت! کھی بھی اسی طرح کھالیا گیا تھا؟“ حضرت مسکرائے اور فرمایا: ”حساب برابر ہو گیا!“ تیسرا واقعہ: طلبہ نے رات میں اعلان کیا کہ فلاں طالب علم کا انتقال ہو گیا، صبح جنازہ تیار کر کے احاطہ مولسری میں لائے، جب امام نے دو تکبیریں کہہ لیں تو مردہ اٹھ بیٹھا، جھگڈو مچ گئی، بہت لوگ زخمی ہوئے، اس واقعہ میں ساتھ طالب علموں کا اخراج ہوا، کیونکہ یہ شوخی نہیں تھی، شرارت اور خباثت تھی، دین کے ساتھ مذاق تھا، اس سے درگزر نہیں کیا جاسکتا تھا۔

وَإِذْ قُلْتُمْ بُنُوسَىٰ لَنْ نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُثْمِرُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصِلِهَا ۖ قَالَ آتَسْتَبِدُّونَ النَّبِيَّ هُوَ أَذْنَىٰ إِلَيْنَا ۖ هُوَ خَيْرٌ لِّمَنْ هَاطَبُوا مَصْرًا ۚ فَإِنْ لَّكُمْ مَّا سَأَلْتُمْ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمُسْكِنَةُ ۖ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيَّ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ٥

وَإِذْ قُلْتُمْ	اور (یا درو) جب	بُنُوسَىٰ	اے موسیٰ	عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ	کھانے پر ایک طرح کے
لَنْ نَّصْبِرَ	کہا تم نے	لَنْ نَّصْبِرَ	ہرگز صبر نہیں کریں گے ہم	وَاحِدٍ	

فَاذْعُ لَنَا رَبَّنَا يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُثَبِّتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَاقِهَا وَفُؤُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ	پس دعا کیجئے ہمارے لئے اپنے رب سے نکالیں وہ ہمارے لئے اس میں سے جو اگاتی ہے (اُس کو) زمین اس کی ترکاری سے اور اس کی ککڑی سے اور اس کے گیہوں سے اور اس کے مسور سے اور اس کی پیاز سے کہا (موسیٰ نے) کیا بدل کر لینا چاہتے ہو تم	الَّذِي هُوَ أَذْنَىٰ يَالْذِي هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ صُرَّا قُلَانٌ لَكُمْ وَهِيَ بَنَتْ عَلَيْهِمُ الدِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ	اس چیز کو جو معمولی ہے یا الَّذِي هُوَ خَيْرٌ اس چیز سے جو وہ بہتر ہے اترو کسی شہر میں پس بے شک تمہارے لئے وہ ہے جو اگاتی ہے اور ماری گئی ان پر رسوائی اور محتاجی (لا چاری) اور لوٹے وہ غصہ کے ساتھ	مَنْ اللَّهُ ذَالِكُ (۲) يَأْتِيهِمْ بَغْيًا كَمَا تَأْتِي السَّمَاءُ بِحَبِّهَا وَنُفُورِهَا وَتَوَلَّى وَوَجَّهْنَا بِنُفُوسِنَا إِلَى الْيَوْمِ الَّذِي بَعَثْنَا فِيهِ هَارُونَ إِتْلُوا عَلَيْهِ مَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ اللَّهُ يَخْتَلِفُ أَلْسِنَتُهُ لِيُذْهِبَ عَنْهَا غُلُوبَتَهُ إِنَّ إِلَهَنَا لَإِذَا هُوَ عَالِمُ الْغُيُوبِ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ أَكْثَرُ أَلْسِنَةٍ أَوْ لَيْسَ يَوْمَ يَعْلَمُونَ لَا تَخْذَ يَوْمَ تَكُونُ الْأَلْسِنَةُ أَدْبَارَ الْعُنُقِ يَوْمَ يَجْعَلُ الْأَكْمَامَ الْأَكْبَامَ وَالْأَسْفَلَ الْأَعْلَىٰ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ	مَنْ اللَّهُ ذَالِكُ (۲) يَأْتِيهِمْ بَغْيًا كَمَا تَأْتِي السَّمَاءُ بِحَبِّهَا وَنُفُورِهَا وَتَوَلَّى وَوَجَّهْنَا بِنُفُوسِنَا إِلَى الْيَوْمِ الَّذِي بَعَثْنَا فِيهِ هَارُونَ إِتْلُوا عَلَيْهِ مَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ اللَّهُ يَخْتَلِفُ أَلْسِنَتُهُ لِيُذْهِبَ عَنْهَا غُلُوبَتَهُ إِنَّ إِلَهَنَا لَإِذَا هُوَ عَالِمُ الْغُيُوبِ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ أَكْثَرُ أَلْسِنَةٍ أَوْ لَيْسَ يَوْمَ يَعْلَمُونَ لَا تَخْذَ يَوْمَ تَكُونُ الْأَلْسِنَةُ أَدْبَارَ الْعُنُقِ يَوْمَ يَجْعَلُ الْأَكْمَامَ الْأَكْبَامَ وَالْأَسْفَلَ الْأَعْلَىٰ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ	اللَّهُ كَمَا تَأْتِي السَّمَاءُ بِحَبِّهَا وَنُفُورِهَا وَتَوَلَّى وَوَجَّهْنَا بِنُفُوسِنَا إِلَى الْيَوْمِ الَّذِي بَعَثْنَا فِيهِ هَارُونَ إِتْلُوا عَلَيْهِ مَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ اللَّهُ يَخْتَلِفُ أَلْسِنَتُهُ لِيُذْهِبَ عَنْهَا غُلُوبَتَهُ إِنَّ إِلَهَنَا لَإِذَا هُوَ عَالِمُ الْغُيُوبِ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ أَكْثَرُ أَلْسِنَةٍ أَوْ لَيْسَ يَوْمَ يَعْلَمُونَ لَا تَخْذَ يَوْمَ تَكُونُ الْأَلْسِنَةُ أَدْبَارَ الْعُنُقِ يَوْمَ يَجْعَلُ الْأَكْمَامَ الْأَكْبَامَ وَالْأَسْفَلَ الْأَعْلَىٰ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ
---	---	---	---	--	--	---

۱۔ بنی اسرائیل نے من و سلوی کو ٹھکرایا تو ان پر رسوائی اور محتاجی کا ٹھپہ لگ گیا!

اُس واقعہ میں جس کا ذکر ابھی ایک آیت پہلے آیا ہے کہ بنی اسرائیل کو اسارت کے زمانہ میں اریحان نامی بستی میں جانے کی اجازت ملی، اس واقعہ میں انھوں نے من و سلوی کی نعمت کو بھی ٹھکرایا تھا، جب وہ میدانِ تیرہ میں من و سلوی کھاتے کھاتے اکتا گئے تو موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے زمین میں ترکاری، ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز اگائیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: عرش سے فرش پر بیٹھنا چاہتے ہو! بہتر کہ بدل کم کر لو لینا چاہتے ہو! پہنچ جاؤ اس شہر میں، وہاں تمہیں یہ چیزیں مل جائیں گی، مگر اس ناقدر شناسی کے نتیجہ میں ان پر ذلت و رسوائی اور محتاجی اور لا چاری کا ٹھپہ لگ گیا اور اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض ہو گئے۔

(۱) اُس کو: اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف کا ترجمہ ہے (۲) مؤنث کی تمام ضمیریں الاضیٰ کی طرف لوثی ہیں۔ (۳) ذلک: کا مشار الیہ غضب الہی ہے، ضمیر کے مرجع کی طرح اسم اشارہ کا مشار الیہ بھی اقرب ہوتا ہے (۴) دوبارہ ذلک بطور تقیید لائے ہیں، اور یہ اللہ کی ناراضگی کی آخری وجہ ہے۔

اللہ کی ناراضگی میں تین اور باتوں کا بھی دخل تھا

من وسلوی کی نعت ٹھکرانے کے علاوہ اللہ کی ناراضگی میں تین اور باتوں کا بھی دخل تھا:

ایک: اللہ کی آیتوں کا انکار! جب انھوں نے تورات کو قبول نہیں کیا تو پہاڑ کو ان پر اٹھانا پڑا۔

دوم: بے گناہ متحد دنیاویہ کا قتل! یسعیہائی کو، یرمیاہ نبی کو، ذکر کیا اور یحییٰ علیہم السلام کو قتل کیا، اور عیسیٰ علیہ السلام کے قتل

کا ارادہ کیا، جس میں وہ ناکام ہوئے۔

سوم: دیگر معاملات میں بھی حکم الہی قبول کرنے میں چوں چرا کرتے تھے، گائے ذبح کرنے کے معاملہ میں انھوں

نے بہت لیت و لعل کیا، اس طرح حد اطاعت سے نکلنے کی کوششیں کرتے تھے، بار بار بھوکوں سے اتار پھینکتے تھے —

ان وجوہ سے اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض ہوئے۔

﴿وَاذْكُرْهُمْ يَوْمَ لَيْلِي لَنْ نَصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا ذَبْحًا يُخْصِرْ لَنَا مِمَّا تَنْتِفِتُ الْأَرْضُ مِنِّي بِقَلْبِهَا وَيَنْتَابِهَا وَفُؤْمُهَا وَعَدَبُهَا وَبَصِلُهَا قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ إِنَّهُ بَطُورٌ أَصْحَابًا فَإِنْ لَكُمْ مَّا سَأَلْتُمْ وَصَبْرَتٌ عَلَيْهِمُ الدَّالَّةُ وَالْمُسْكِنَةُ وَبَاءَ وَبَغَضِبَ مِنَ اللَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيَّ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ٥٠﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ہرگز ایک طرح کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے، پس آپ ہمارے

لئے اپنے رب سے — ہمارے رب سے — نہیں کہا! — دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے وہ چیزیں پیدا کریں جو زمین

اگایا کرتی ہے، یعنی ترکاری، مکڑی، گیہوں، مسور اور پیاز، موسیٰ نے کہا: کیا تم بہتر غذا (من وسلوی) کو ان چیزوں سے

بدلنا چاہتے ہو جو معمولی ہیں؟ کسی شہر میں کھجور کا جڑ، وہاں تمہیں وہ چیزیں مل جائیں گی جو تم نے مانگی ہیں، اور ان پر رسوائی اور

بے کسی کا شہبہ لگادیا گیا، اور ان پر اللہ پاک سخت ناراض ہوئے!

یہ سخت ناراضگی اس وجہ سے تھی کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے، اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ بات ان کے

نافرمانی کرنے اور حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے ہوئی۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصُّبَّانَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ ٥١

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى وَالصَّبِيَّةَ مَنْ آمَنَ ^(۱)	بے شک جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور عیسائی اور صابی جو ایمان لایا	بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَالَهُمْ أَجْرُهُمْ	اللہ پر اور آخری دن پر اور کیا اس نے نیک کام تو ان کے لئے ان کا بدلہ ہے	عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا يَحْزَنُونَ وَلَا يَحْزَنُونَ وَلَا يَحْزَنُونَ وَلَا يَحْزَنُونَ	ان کے رب کے پاس اور کوئی ڈر نہیں ان پر اور نہ وہ غم گین ہو گئے
---	---	--	--	---	--

آسمانی کتابیں ماننے والوں کے فضائل ایمان و عمل صالح کی حد تک ہیں

یہ ایم آیت ہے، اس میں بنی اسرائیل کی اور ساتھ ہی مسلمانوں کی ایک غلط فہمی دور کی ہے، اس آیت کو کما حقہ سمجھنے کے لئے پہلے تین باتیں عرض ہیں:

۱- کچھ لوگوں نے اس آیت سے وحدتِ ادیان پر استدلال کیا ہے، جو غلط ہے۔ وحدتِ ادیان کا مطلب ہے: آسمانی کتابیں ماننے والوں کا اگر اپنی ملت پر ایمان ہے اور اس کے مطابق عمل ہے تو وہ ناجی ہونگے، نبی ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں، یہ خیال دلیلِ نقلی اور عقلی سے باطل ہے:

دلیلِ نقلی: مسلم شریف میں حدیث ہے: **وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بَنِي أَحَدٍ مِنْ هَذِهِ الْأُمَمَةِ: يَهُودِيٍّ وَلَا نَصْرَانِيٍّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يَزُ مِنْ بَالِذِي أُرْمِلَتْ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ:** اس ہستی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! موجودہ لوگوں میں سے کوئی بھی، یہودی ہو یا عیسائی: میری اطلاع ملنے کے بعد مجھ پر اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہیں لایا وہ جہنمی ہوگا (مسلم شریف، کتاب الایمان، باب ۷۷ حدیث ۲۴۰)

دلیلِ عقلی: امت کا اجماع ہے کہ سابقہ ادیان منسوخ ہیں، پس منسوخ پر ایمان و عمل سے نجات کیسے ہو سکتی ہے؟ اب بھی اگر اس سے نجات ہو تو تنح کا فائدہ کیا؟

۲- آیت میں مسلمانوں کے ساتھ جن تین ملتوں کا ذکر ہے وہ تینوں بنی اسرائیل اور اہل کتاب ہیں، یہود و نصاریٰ کو تو سب جانتے ہیں: صابی زبور پڑھتے تھے، پس وہ بھی بنی اسرائیل اور اہل کتاب تھے، اب وہ نہیں رہے، اس لئے ان کا معاملہ مخفی ہو گیا، مشرکین ایمان لانے والے کو صابی کہتے تھے: وہ اسی معنی میں استعمال کرتے تھے کہ یہ شخص مسورتی پوچھا چھوڑ کر آسمانی کتاب کو ماننے لگا۔

(۱) مَنْ: موصولہ، مضمّن معنی شرط مبتداء، فَلَهُمْ خَيْرٌ، پھر جملہ ان کی خیر۔

۳- سورۃ الحج میں ایک آیت (نمبر ۱۷) اس آیت سے ملتی جلتی ہے، اس میں مجوسی اور مشرکین کا بھی ذکر ہے، مگر اس آیت کا موضوع الگ ہے، اس کا موضوع ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾: اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کریں گے کہ کون صحیح تھا اور کون غلط؟ ابھی تو سب خود کو حق پر مانتے ہیں، پس وہ آیت اس آیت سے مختلف ہے، اس سے اشتباہ نہ ہو۔

اب زیر تفسیر آیت: کو سمجھیں، گزشتہ آیت میں بنی اسرائیل پر اللہ کی سخت ناراضگی کا ذکر ہے، یہاں کوئی سوال کر سکتا ہے کہ بنی اسرائیل کو تو اللہ نے جہانوں (اقوام عالم) پر برتری بخشی ہے: پھر اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس کا جواب اس آیت میں ہے کہ آسانی کتابیں ماننے والے، خواہ مسلمان ہوں یا یہودی، عیسائی اور صابی: ان کی فضیلت ایمان صحیح اور عمل صالح کی حد تک ہے، جب تک ان کا اپنے نبی پر اور اس کے لئے ہوئے دین پر صحیح ایمان رہا، اور اس کے مطابق ان کا عمل بھی رہا: ان کو فضیلت حاصل رہی، پھر جب ان کا ایمان صحیح نہیں رہا یا عمل غلط ہو گیا یا وہ شریعت منسوخ ہو گئی تو اب ان کے لئے وہ فضیلت باقی نہیں رہی، اگر وہ اب بھی خیال کرتے ہیں کہ ان کی برتری نسلی ہے تو ان کا یہ خیال غلط ہے، اور یہ بات مسلمانوں کے لئے بھی ہے، وہ خیر امت ہیں، مگر ان کو یہ فضیلت ایمان صحیح اور عمل صالح کی حد تک حاصل ہے، جو فرقہ گمراہ ہو گئے اور جو مسلمان بد عمل ہو گئے، وہ ہرگز خیر امت نہیں، اور یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے (ان کا ارشاد حیات الصحابہ باب سوم میں ہے، اور رحمۃ اللہ الواسعہ ۵۳:۲ میں اس کی شرح ہے)

فائدہ: یہی بات مفسرین کرام نے: علی اہل ذماتہم کے ذریعہ سے سمجھائی ہے، ان کے زمانے کے لوگوں پر: یعنی جب تک ان کی شریعت باقی تھی، اور اس پر ان کا صحیح ایمان اور اس کے مطابق نیک عمل رہا وہ اقوام عالم پر چھائے رہے، نزول قرآن کے زمانہ کے اہل کتاب کے لئے یہ فضیلت نہیں، یہی حال مسلمانوں کا ہے۔ جب تک ان کی اکثریت کا ایمان اور عمل صحیح رہا وہ دنیا پر چھائے رہے، اور جب ان میں گمراہی پھیلی اور اہل حق بھی بے عمل بلکہ بد عمل ہو گئے تو ان پر زوال آ گیا۔

آیت کریمہ کا ترجمہ: — بے شک جو لوگ (رسول اللہ ﷺ پر) ایمان لائے، اور جو لوگ یہودی ہوئے، اور عیسائی اور صابی (جو اپنے اپنے انبیاء پر ایمان لائے، ان میں سے) جو بھی اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا (یعنی اپنے زمانہ میں) اور اس نے اچھے کام کئے تو ان کے لئے ان کے رب کے پاس — یعنی آخرت میں — ان کا صلہ ہے، اور ان کو نہ (آگے کا) کوئی ڈر ہوگا، نہ وہ (ماقات پر) غم گیں ہونگے!

سوال: آیت میں رسول پر ایمان کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ رسالت کا عقیدہ بھی تو بنیادی عقیدہ ہے!

جواب: سب ملتوں کے انبیاء الگ الگ ہیں، اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا، علاوہ ازیں: ایمان باللہ میں ایمان بالرسول بھی داخل ہے، اسی لئے فرمایا: مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ: اس لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ میں ایمان بالرسول بھی شامل ہے۔

وَلَاذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَكُم بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ② ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ③

وَلَاذْ	اور (یا) کرو جب	مَا آتَيْنَكُم	جو کتاب ہم نے تم کو دی	مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ	اس کے بعد (لینے) کے بعد
أَخَذْنَا	لیا ہم نے	بِقُوَّةٍ	مضبوطی سے	فَلَوْلَا فَضْلُ	پس اگر نہ ہوتا فضل
مِيثَاقَكُمْ	تم سے قول و قرار	وَاذْكُرُوا	اور یاد کرو	اللَّهُ	اللہ کا
وَرَفَعْنَا	اور اٹھایا ہم نے	مَا فِيهِ	جو کچھ اس میں ہے	عَلَيْكُمْ	تم پر
فَوْقَكُمُ	تمہارے اوپر	لَعَلَّكُمْ	تا کہ تم	وَرَحْمَتُهُ	اور اس کی مہربانی
الطُّورُ ①	طور کو	تَتَّقُونَ	متقی بنو	لَكُنْتُمْ	تو ضرور ہوتے تم
خُذُوا	(کہا:) لو تم	ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ	پھر روگردانی کی تم نے	مِّنَ الْخَاسِرِينَ	گھما پانے والے

۲۔ قول و قرار کے بعد بنی اسرائیل نے تورات کو ٹھکرا دیا!

بنی اسرائیل جب وادی سینا میں پہنچے، اور فرعون کی غلامی سے آزاد ہوئے تو انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہمارے لئے کوئی آسمانی کتاب لائیے، تا کہ ہم اس پر عمل کریں، یہ انھوں نے قول و قرار کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو تورات دی، اس کو قبول کرنے میں ٹال مٹول کیا، کہنے لگے: ہم کیسے یقین کریں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے؟ جب ستر منتخب آدمیوں نے براہ راست اللہ پاک سے سن لیا تو کہنے لگے: اس کے احکام سخت ہیں، ہمارے لئے ان پر عمل کرنا مشکل ہے! پس اللہ نے ان کا مرنے کا حکم دیا، اور کہا: تو، ورنہ سب دہم ہو گئے، مرنے کی مانند کرتے! لیا، مگر بعد میں اس پر عمل نہیں کیا، تاہم اللہ پاک نے ان کو کوئی سزا نہیں دی، رحم و کرم کا معاملہ فرمایا، ورنہ سب تباہ و برباد ہو جاتے۔

(۱) الطور: میں الف لام عہدی ہے، بعض حصہ مراد ہے (۲) ذکر سے مراد عمل ہے، کیونکہ گذشتہ کتابوں کو حفظ نہیں کیا جاتا تھا۔

فائدہ: یہ واقعہ سورۃ الاعراف (آیت ۱۷۱) میں بھی آیا ہے، وہاں الفاظ ہیں: ﴿وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ﴾ اور (یاد کرو) جب ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر اٹھایا، گویا وہ سائبان ہے، اور انھوں نے خیال کیا کہ وہ ان پر گرے گا۔ دفع کے معنی ہیں: اٹھانا، اور تنق کے معنی ہیں: اٹھا کر ہلانا، جیسے تنق الشیء (ن، ض) تنقاً: کسی چیز کو پھینکنے کے لئے اٹھانا، اور تنق الوعاء کے معنی ہیں: برتن کو خالی کرنے کے لئے اٹھا کر جھاڑنا، جھٹکانا، محض ہلانا اور پکپکانا اس کے معنی نہیں۔

اور یہ قدرت خداوندی کی نشانی ہے، جیسے سمندر کا پھٹنا اور اس میں راستوں کا نکل آنا، اسی کا نام معجزہ ہے، اور معجزہ خرقی عادت اور مالوف (مانوس) سے بعید ہوتا ہے، پس جس طرح دیگر قدرت کی نشانیوں کو سمجھتے ہیں اس کو بھی سمجھنا چاہئے۔

سوال: پہاڑ سروں پر اٹھا کر تورات منوانا اکراہ فی الدین ہے، جبکہ دین میں اکراہ نہیں!

جواب: اذان سنت ہے اور ختنہ کرنا بھی سنت ہے، مگر کسی علاقہ کے مسلمان ان کو ترک کریں تو جنگ کر کے ان کو ان کاموں پر مجبور کیا جائے گا، اور یہ اکراہ فی الدین نہیں، اسی طرح بچوں کا مدرسہ میں داخلہ لینا احتیاری ہے، مگر جو داخل ہو گیا، وہ اگر سبق یاد نہیں کرے گا تو سزا پائے گا، یہ اکراہ فی التعليم نہیں، اسی طرح بنی اسرائیل مؤمن تھے، انھوں نے خود تورات مانگی تھی، اب اگر نہیں لیں گے تو مجبور کیا جائے گا، پس یہ اکراہ فی الدین نہیں، دین میں اکراہ: دین کو قبول کرنے پر مجبور کرنے کا نام ہے، یہ دین پر عمل کرانے میں سختی کرنا ہے جو جائز ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۖ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	لہم	ان سے	لِما	ان لوگوں کے لئے جو
عَلِمْتُمْ	جان لیا تم نے	كُونُوا	ہو جاؤ تم	بَيْنَ يَدَيْهَا	اس ہستی کے سامنے تھے
الَّذِينَ	ان کو جنہوں نے	قِرَدَةً	بندر	وَمَا	اور جو
اعْتَدُوا	زیادتی کی	خَاسِئِينَ	ذلیل	خَلْفَهَا	ان کے پیچھے تھے
مِنْكُمْ	تم میں سے	فَجَعَلْنَاهَا	پس بنایا ہم نے اس	وَمَوْعِظَةً	اور نصیحت
فِي السَّبْتِ	سنجھ کے دن میں	لِّلْمُتَّقِينَ	واقعہ کو	لِّلْمُتَّقِينَ	ڈرنے والوں کے لئے
فَقُلْنَا	پس کہا ہم نے	نَكَالًا	عبرت		

۳۔ سچر کی حرمت پامال کرنے والوں کو بندر بنادیا!

سچر کو عربی اور عبرانی میں 'سبت' کہتے ہیں، یہود کے لئے یہ دن عبادت کے لئے مقرر تھا، اس دن میں ان کے لئے معاشی سرگرمیاں ممنوع تھیں، کہتے ہیں: حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں سمندر کے کنارے پر یہودیوں کی ایک بستی تھی وہ لوگ مانی گیر تھے، مچھلیاں پکڑتا اور بیچتا ان کا دھندا تھا، اللہ نے ان کو آزمایا، سورۃ الاعراف (آیت ۱۶۳) میں اس کا ذکر ہے، ہفتہ کے دن مچھلیوں کی کثرت ہوتی، سطح دریا پر تیرتیں، دوسرے دنوں میں غائب ہو جاتیں، ان لوگوں نے حیلہ کیا، حوض بنائے اور ان کو سمندر سے جوڑ دیا، جسے کو دہانا کھول دیتے، مچھلیاں حوض میں آ جاتیں اور توار کو پکڑ لیتے، اللہ نے ان کو سزا دی، ان کی صورتیں مسخ ہو گئیں، اور ذلیل بندر بن گئے اور تین دن کے بعد مر گئے، یہ واقعہ معاصرین اور بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت کا سامان بن گیا، اور جن لوگوں نے ان کو اس حیلہ سے روکا تھا ان کے لئے یہ واقعہ نصیحت بن گیا۔

ترجمہ: اور تم ان لوگوں کو بلا لہتین جانتے ہو جنہوں نے تم میں سے سچر کے دن میں حد سے تجاوز کیا، پس ہم نے ان کو (کھوئی) حکم دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ! — پس ہم نے اس واقعہ کو ان کے معاصرین کے لئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے سامان عبرت اور ڈرنے والوں کے لئے نصیحت بنایا۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۖ قَالُوا أَنْتَخِذْ مَا هَبَزَ ۖ
 قَالَ آخُذْ بِأَلْفِهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۖ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ۖ
 قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا فَارِصٌ وَلَا يَكْرُهُ عَوَانٌ بَيْنَ ذَلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا
 تُؤْمَرُونَ ۖ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْهَاهُ ۖ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا
 بَقَرَةٌ صَفَرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ۖ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ۖ إِنَّ
 الْبَقَرَ تَشْبَهُ عَلَيْنَا ۖ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ۖ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا
 ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۖ مُسَلَّمَةٌ لَا شِيَةَ فِيهَا ۖ قَالُوا لَئِنْ جِئْتَ
 بِالْحَقِّ ۖ فَدَجَبُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۖ

وَإِذْ	اور (یا کرو) جب	قَالَ مُوسَىٰ	کہا موسیٰ نے	لِقَوْمِهِ	اپنی قوم سے
--------	-----------------	---------------	--------------	------------	-------------

اِنَّا لِلّٰہِ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَلَا یُکْذِرُ	اور نہ ہی (مچھڑی)	رَبَّکَ	اپنے رب سے
یَا مُرْکُؤُہُ	علم دیتے ہیں تمہیں	عَوَانُ	درمیان	یَبِیْنَ	صاف بیان کریں
اَنْ تَذْبَحُوْا	کرو بخ کرو	بَیْنَ ذٰلِکَ	ان کے درمیان	لَنَا	ہمارے لئے
بَقْرَۃً ^(۱)	کوئی گائے	فَاعْلَوْا	پس کرو	مَاہِیَ	وہ گائے کیسی ہے؟
قَالُوْا	کہا انھوں نے	مَا تُؤْمَرُوْنَ	جو حکم دیئے گئے تم	اِنَّا الْبَقْرَۃُ	بے شک گائیں
اَتَتَّخِذُنَا	کیا تم نے آپ ہمارا	قَالُوْا	کہا انھوں نے	تَشْبَہَ عَلَیْنَا	مشتبہ ہو گئی ہیں ہم پر
هٰؤُلَآءِ	غصھا	اِدْعُ لَنَا	دعا کیجئے ہمارے لئے	وَلَا اِلٰہَ اِلَّا	اور بے شک ہم اگر
قَالَ	کہا	رَبَّکَ	اپنے رب سے	شَاءَ اللّٰہُ	اللہ نے چاہا
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ	اللہ کی پناہ لیتا ہوں میں	یَبِیْنَ لَنَا	صاف بتائیں وہ میں	لَاہْتَدُوْنَ	ضرور راہ بنانے والے ہیں
اَنْ اَکُوْنَ	(اس سے) کہ ہوؤں میں	مَا لَوْہَا	اس کا رنگ کیسا ہے؟	قَالَ	کہا
مِّنَ الْجَہِلِیْنَ	نادانوں میں سے	قَالَ	کہا	اِنَّہٗ یَقُوْلُ	بیٹک وہ فرماتے ہیں
قَالُوْا	کہا انھوں نے	اِنَّہٗ یَقُوْلُ	بیٹک وہ فرماتے ہیں	اِنَّہَا بَقْرَۃٌ	بیٹک وہ ایک گائے ہے
اِدْعُ لَنَا	دعا کیجئے ہمارے لئے	اِنَّہَا بَقْرَۃٌ	بیٹک وہ ایک گائے ہے	لَا ذَلُوْلُ	نہ محنت کش
رَبَّکَ	اپنے رب سے	صَفَرًا	پہلی	ثُبُیْرُ	جو ترق ہو وہ
یَبِیْنَ لَنَا	صاف بتائیں ہمیں	قَافِرٌ ^(۲)	کھلنے والا ہے	الْاَرْضِ	زمین کو
مَاہِیَ	وہ گائے کیسی ہے؟	لَوْہَا	اس کا رنگ	وَلَا تَسْقٰی	اور نہ پہنچتی ہو
قَالَ	کہا	تَسُوْرُ	خوش کرتی ہے	الْحَرٰثِ	کھیتی کو
اِنَّہٗ یَقُوْلُ	بیٹک وہ فرماتے ہیں	النَّظِیْرِ	دیکھنے والوں کو	مُسْلِمَۃٌ	بے عیب ہو
اِنَّہَا بَقْرَۃٌ	بیٹک وہ ایک گائے ہے	قَالُوْا	کہا انھوں نے	لَا شَیْءَ فِیْہَا ^(۳)	کوئی دھبہ نہ ہوا میں
لَا قَافِصٌ ^(۴)	نہ پورھی	اِدْعُ لَنَا	دعا کیجئے ہمارے لئے	قَالُوْا الْفٰنِ	کہا انھوں نے: اب

(۱) بقرة: گائے بیل (تراور مادہ دونوں کے لئے) حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے "بیل" ترجمہ کیا ہے، عام مفسرین "گائے" ترجمہ کرتے ہیں (۲) قُرْض (ک) الحيوان: جانور کا پوڑھا ہونا (۳) قَفَعَ اللّٰوْن (ف): رنگ کا صاف چمکدار ہونا، اصفر کے لئے مستعمل ہے۔ (۴) الشیۃ: نشان، دھبہ، پورے جسم کے رنگ کے برخلاف کوئی رنگ، مادہ وہی۔

چُنُتْ بِالْحَقِّ	لائے آپ ٹھیک بات	فَلَا يَجُوهَا	پس ذبح کیا انھوں نے اس کو	وَمَا كَاذِبًا يَفْعَلُونَ	اور نہیں قریب تھے وہ (کہہ) کرتے وہ
----------------------	---------------------	----------------	------------------------------	-------------------------------	---------------------------------------

۴- گائے ذبح کرنے میں ٹال مٹول کی تو گائے مہنگی پڑی!

بنی اسرائیل میں ایک قتل ہوا، بھائی نے یا بھتیجیوں نے میراث کی لالچ میں چچا کو جنگل میں لے جا کر قتل کر دیا، پھر گئے مگر مجھ کے آنسو بہا نے! اور موسیٰ علیہ السلام کے سر ہو گئے کہ قاتل بتائیے! موسیٰ علیہ السلام نے بہ حکم الہی بتایا کہ ایک گائے/بیل ذبح کرو، ناچنا نہیں آگئے ٹیڑھا، کہنے لگے: آپ ہمارے ساتھ مذاق کر رہے ہیں! موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تو بہ توبہ! نہ یہ میری شان، نہ یہ میرا کام! پھر انھوں نے گائے کے اوصاف پوچھنے شروع کئے، موسیٰ علیہ السلام وحی سے بتلاتے رہے، مگر معاملہ تنگ ہوتا گیا، آخر میں ایسی گائے ذبح کرنی پڑی جس کی کھال بھر کر سونا دینا پڑا، حدیث میں ہے کہ اگر وہ کوئی بھی گائے ذبح کرتے تو کام چل جاتا، مگر انھوں نے بال کی کھال نکالی تو یہ سزا ملی!

آیاتِ پاک کا ترجمہ: اور (یہ واقعہ بھی یاد کرو): جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ کوئی گائے/بیل ذبح کرو! — لوگوں نے کہا: کیا آپ ہمارے ساتھ مذاق کر رہے ہیں؟ موسیٰ نے کہا: اللہ کی پناہ اس سے کہ میں نادانوں میں سے ہوں!

لوگوں نے کہا: آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمیں صاف بتائیں کہ وہ گائے کیسی ہو؟ موسیٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وہ گائے نہ یوزمی ہونہ پھیا، دونوں کے درمیان کی عمر کی ہو، پس کرو تم جو حکم دیئے جاتے ہوں! لوگوں نے کہا: آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمیں صاف بتائیں کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ موسیٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ گائے چلی ہو، اس کا رنگ کھلا ہوا ہو، وہ دیکھنے والوں کو کھلی لگتی ہوا!

لوگوں نے کہا: آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمیں صاف بتائیں کہ وہ گائے کیسی ہو؟ کیونکہ گائیں ہمیں یکساں مل رہی ہیں! اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور اس کو حاصل کر لیں گے! موسیٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وہ گائے/بیل محنت کش نہ ہو، نہ بیل میں مچتی ہو، نہ اس نے کوس کھینچا ہو، بے عیب ہو، اس میں کوئی داغ دھبہ نہ ہو! لوگوں نے کہا: اب آپ نے ٹھیک بات بتائی، پس ان لوگوں نے گائے ذبح کی، اور وہ ذبح کرتے ہوئے نظر نہیں آ رہے تھے!

سوال: گائے تو دودھ کا جانور ہے، وہ بیل کوس نہیں کھینچتی؟ جواب: پھر آپ بیل ترجمہ کر لیں، بقرة: دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ اور یہاں مغربی یوپی میں بیل/بھینس کے ساتھ بھینس کو بھی مل اور یوگی میں جوڑتے ہیں، ممکن ہے بنی اسرائیل بھی گائے سے یہ محنت لیتے ہوں۔

فائدہ: گائے اور سنہری گائے کا انتخاب غالباً اس لئے فرمایا گیا کہ مصر سے نکلنے کے بعد بنی اسرائیل سونے کی خود ساختہ گائے کی پرستش میں مبتلا ہو گئے تھے تو ایسی ہی گائے ان کے ہاتھوں ذبح کرائی گئی تاکہ گائے کی تقدیس ہمیشہ کے لئے ان کے دل سے نکل جائے (آسان تفسیر از مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی)

بلاوجہ غیر ضروری کھوج میں پڑنا ٹھیک نہیں، جو بات جتنی سادہ ہو اس پر اتنی ہی سادگی سے عمل کر لینا چاہئے (آسان ترجمہ قرآن مولانا تقی عثمانی صاحب)

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَاٰذَرْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ٥ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُۥ بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ يُخَيِّئُ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۚ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ٦

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَاٰذَرْتُمْ فِيْهَا	اور (یا د کرو) جب تم نے مار ڈالا	مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ	نکالنے والے تھے اس کو جو تم چھپا رہے تھے	كَذٰلِكَ يُخَيِّئُ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ	اس طرح زندہ کریں گے اللہ مردوں کو اور دکھلاتے ہیں تم کو اپنی (قدرت) نشانیاں تاکہ تم سمجھو
وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	بَعْضِهَا	ایک پارہ سے	لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ	تاکہ تم سمجھو

۵۔ ناحق قتل کیا، پھر الزام ایک دوسرے پر ڈالنے لگے!

گذشتہ آیات میں حکم شرعی میں نال منول کی قباحت سمجھائی تھی، اب اسی واقعہ میں چوری اور سیدہ زوری دکھلاتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں عامل نامی ایک شخص کا قتل ہوا، اس کا الزام ایک دوسرے پر دھرنے لگے، ایک تو ناحق قتل عقین جرم تھا، پھر بے گناہ کو پھنسانا اس سے بھی بڑا جرم ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں، اس لئے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا، جب اس کا ایک ٹکڑا مقتول کے بدن سے لگایا تو وہ زندہ ہوا اور قاتل کا نام بتایا، پھر مر گیا، یہ ایک نظیر تھی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مردوں کو اسی طرح زندہ کریں گے، یہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ملکہ کی نشانی دکھائی، تاکہ لوگ بوجھیں! (۱) (اِذَا رَءَا صَلِّ مِّنْ قَدَاۡءَ تَہَا، تَہَا، وَکُوۡدَالٍ بَیۡنَا کَرَادَعَامَ کَیۡا، پھر ابنا ہا بسکون کی دشواری کی وجہ سے ہمزہ وصل لائے، قَدَاۡءَ کے اصل معنی ہیں: تدافع، یعنی بات ایک دوسرے پر ڈالنا، جلالین میں اس کا ترجمہ تخصا صم کیا ہے۔

رحم میں جب جسم تیار ہوتا ہے تو فرشتہ عالم ارواح سے روح لا کر جسم سے لگاتا ہے تو جسم زندہ ہو جاتا ہے، اسی طرح قیامت کے دن اجسام زمین سے نکلیں گے، پھر روحیں برزخ سے لوٹ کر ان اجسام کو چھوئیں گی تو ابدان زندہ ہو جائیں گے، گائے ذبح کر کر اس کا ایک پارچہ میت سے لگا کر اس کو زندہ کر کے یہ حقیقت سمجھائی مقصود تھی، اور یہ بات پہلے بیان کی ہے کہ قرآن کریم کبھی ایک واقعہ کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے، اور کبھی ان میں تقدیم و تاخیر کرتا ہے، تاکہ ایک واقعہ سے دوسری حاصل ہوں، یہاں ایسا ہی کیا ہے، تفصیل بیان القرآن میں ہے۔

آیت کریمہ: اور (یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا، پھر ایک دوسرے پر اس کو ڈالنے لگے، اور اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والے ہیں اس کو جس کو تم چھپا رہے تھے، اس لئے ہم نے حکم دیا کہ میت کو گائے کا کچھ حصہ لگاؤ، اس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کریں گے، اور دکھلاتے ہیں وہ تمہیں اپنی نشانیاں تاکہ تم سمجھو!

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَإِن مِّنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِن مِّنَ الْمَاءِ لَإِن يَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَإِن مِّنْهَا لَمَّا يَحْيِيهِ مِنَ حَشِيَّةِ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ	پھر سخت ہو گئے	وَلَئِنْ	اور بے شک	وَمِنَ الْمَاءِ	اس سے پانی
قَسَتْ قُلُوبُكُمْ	تمہارے دل	مِنَ الْحِجَارَةِ	بعض پتھر	وَلَئِنْ وَنُهَا	اور بے شک بعض پتھر
مِنْ بَعْدِ	بعد	لَمَّا يَتَفَجَّرُ ^(۳)	یقیناً پھوٹتی ہے	لَمَّا يَخْرُجُ	یقیناً گر جاتے ہیں
ذَلِكَ ^(۱)	اس کے	وَمِنَ	اس سے	مِنَ حَشِيَّةِ	ڈر سے
فَهِيَ	پس وہ (قلوب)	الْأَنْهَارُ	نہریں	اللَّهُ	اللہ کے
كَالْحِجَارَةِ	پتھر جیسے ہیں	وَلَئِنْ وَنُهَا	اور بے شک بعض پتھر	وَمَا اللَّهُ	اور نہیں ہیں اللہ
أَوْ أَشَدُّ ^(۲)	یا زیادہ	لَمَّا يَتَفَجَّرُ	یقیناً پھٹ جاتے ہیں	بِغَافِلٍ	بے خبر
قَسْوَةً	سخت	فَيَخْرُجُ	پس نکلتا ہے	عَمَّا تَعْمَلُونَ	ان کاموں جو تم کرتے ہو

(۱) ذلك: کا شمار الیہ وہ چار باتیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں (۲) اشد قسوة: اسم تفصیل ہے (۳) لَمَّا: میں لام ابتداء ہے، اس کا ترجمہ: البتہ، یقیناً ہے، اور ما: موصولہ بمعنی الذی ہے، اور منه: کی ضمیر کا مرجع ما ہے، اور اِنَّ کے اسم پر لام ابتدا آتا ہے جب اس کی خبر مقدم ہو۔

شرارتوں سے دل پتھر ہو جاتا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت!

گناہوں سے دل سیاہ ہو جاتا ہے، حدیث میں ہے: جب آدمی گناہ کرتا ہے تو دل پر ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو مٹ جاتا ہے، اور اگر وہ بارہ گناہ کرتا ہے تو پہلے کے پاس دوسرا سیاہ نقطہ لگتا ہے، اس طرح آہستہ آہستہ دل سیاہ ہو جاتا ہے، اور وہ اونڈھی صراحی کی طرح ہو جاتا ہے، پھر اس میں کوئی خیر کی بات نہیں ٹھہرتی!

اور خباثتوں اور شرارتوں سے دل سخت ہو جاتا ہے، پھر جیسا بلکہ اس سے بھی سخت ہو جاتا ہے، اوپر بنی اسرائیل کی چار بے عنوائیوں کا ذکر آیا ہے، اس قسم کے واقعات سے ان کے دل سخت ہو گئے، پس ان سے امید کرنا کہ وہ قرآن پر اور حامل قرآن ﷺ پر ایمان لائیں گے، فضول ہے۔

سوال: پھر توبہ سے زیادہ سخت ہے، اس سے آگے ختی کا کیا تصور ہے؟

جواب: لو بافلا د پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتے ہیں، کیونکہ پتھر تین طرح کے ہیں:

(الف) بعض پتھروں سے نہر س نکلتی ہیں، زرم: حجر اسود کی طرف سے بہہ کر آ رہا ہے، اور جنوبی افریقہ میں صابری چشمہ پتھر سے نکل کر گرتا ہے۔

(ب) بعض پتھروں سے پانی رستا ہے، تھوڑا تھوڑا نکلتا ہے، پھر جمع ہو کر گنگا جمنابہتی ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے جس پتھر پر لٹھی ماری تھی اس سے بھی بارہ جگہ سے پانی نکلنے لگا تھا، تاکہ بارہ قبائل میں پانی لینے میں نزاع نہ ہو۔

(ج) بعض پتھروں سے اگرچہ پانی نہیں نکلتا، مگر وہ اللہ کے ڈر سے گر جاتے ہیں، اور ایسا سمجھنا کہ پتھر جماد ہیں، ان میں خشیت کہاں؟ درست نہیں، جب وہ تسبیح اور نماز پڑھ سکتے ہیں تو ڈریں گے کیوں نہیں؟ سورۃ بنی اسرائیل (آیت ۴۴) میں ہے: ﴿وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا لَیْسَ بِیَحْمَدِهِ وَ لَکِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ﴾ ہر چیز اللہ کی خوبیوں کے ساتھ پاکی بیان کرتی ہے، گوتم نہ سمجھو! اور سورۃ النور (آیت ۴۱) میں ہے: ”سب نے بالیقین اپنی نماز اور اپنی تسبیح جان لی“ ﴿وَمَنْ أَضَدُّ مِنْ اللَّهِ قَبِيلًا﴾ اور اللہ سے سچی بات کس کی ہو سکتی ہے؟ کسی کی نہیں!

مگر بنی اسرائیل کے دل ان کی خباثتوں اور شرارتوں کی وجہ سے پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو گئے، وہ حق کے سامنے کسی طرح نہیں پیچھے! جس کے مظاہر آگے آ رہے ہیں، اور اللہ کو ان کے سب کروت معلوم ہیں، وہ ان کے احوال سے بے خبر نہیں!

آیات پاک: — پھر اس کے بعد — یعنی شرارتوں پر شرارتیں کرتے رہے، جن کے نتیجے میں — تمہارے دل سخت ہو گئے، پس وہ پتھر جیسے ہیں یا اور زیادہ سخت! — اور بعض پتھر بالیقین ان سے نہر س پھوٹتی ہیں، اور بعض پتھر بالیقین پھٹ جاتے ہیں، پس ان سے پانی رستا ہے، اور بعض پتھر بالیقین اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں، اور اللہ

تعالیٰ ان کاموں سے بے خبر نہیں جوتے کرتے ہوا

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بِبَعْضِهِمْ إِلَى بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاكِبَكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝ وَمِنْهُمْ أُمِّيُونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانًا وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ قَوْلِ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ۖ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيُشَارَفُوا بِهِ مِنْ قَبْلِ قَوْمِهِمْ قَوْلِ لَّهُمْ مِمَّا كُتِبَتْ عَلَيْهِمْ ۖ وَيُلْ لَّهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ ۝ وَقَالُوا لَنْ تَمْسَسَنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً ۖ قُلْ أَخَذْتُ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ بَلَى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خِطْبَتُهُ ۖ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

ع

جانتے ہیں	يَعْلَمُونَ	اللہ کا کلام	کَلِمَ اللَّهِ	کیا پس امید رکھتے ہو	أَفَتَطْمَعُونَ
اور جب ملتے ہیں وہ	وَلَا إِذَا لَقُوا	پھر رد بدل کرتے ہیں	ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ	کہ مان لیں گے وہ	أَنْ يُؤْمِنُوا
ان لوگوں کو جو ایمان لائے	الَّذِينَ آمَنُوا	وہ اس میں	وَهُمْ يَعْلَمُونَ	تمہاری بات	لَكُمْ
کہتے ہیں	قَالُوا	بعد	وَمِنْ بَعْدِ	جب کہتی	وَقَدْ كَانَ
ہم ایمان لائے	آمَنَّا	اس کو سمجھنے کے	مَا عَقَلُوهُ	ان کی ایک جماعت	فَرِيقٌ مِنْهُمْ
اور جب تنہا ہوتے ہیں	وَإِذَا خَلَا	اور وہ	وَهُمْ	سنتی ہے وہ	يَسْمَعُونَ

(۱) اَفَتَطْمَعُونَ: استفہام انکاری ہے یعنی امید رکھنا فضول ہے، وہ مانیں گے نہیں (۲) آمَن بہ اور آمَن لہ میں فرق ہے، باء وصلہ کے ساتھ معنی ہیں: کسی پر ایمان لانا، تصدیق کرنا اور لام کے ساتھ معنی ہیں: کسی کی بات ماننا، مثلاً: اللہ پر ایمان لانا، اور مسلمانوں کی بات ماننا کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے، یعنی بلا واسطہ اور بالواسطہ کا فرق ہے (۳) جملہ حالیہ ہے

بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَلْحَدًا يَأْتِيهِمْ يَمِينًا فَقَرَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُمْ ^(۱)	ان کے بعض بعض کی طرف کہتے ہیں کیا بیان کرتے ہو تم ان سے وہ ہاتس جو کھولی ہیں اللہ نے تم پر غیپ وہ حجت قائم کریں گے تم پر	لَا أَمَّا نَفْسٌ ^(۲) وَأَن هُمْ لَا يَظُنُّونَ قَوْلِي لَلَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكِتَابَ يَأْتِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِن عِنْدِ اللَّهِ	البتہ آرزو میں ہیں اور نہیں ہیں وہ مگر اکل باندھے پس بڑی کم سختی ہے ان لوگوں کے لئے جو لکھتے ہیں اللہ کی کتاب اپنے ہاتھوں سے پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے	وَقَالُوا لَن نَّمُتَنَّا النَّارَ إِلَّا آيَاتًا مَّعْدُودَةً قُلْ أَتُخَذَتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَن يَخْلَفَ اللَّهُ عَهْدًا أَمْ يَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ	اور کہا انھوں نے ہرگز نہیں چھوئے گی ہم کو آگ مگردن سنتی کے پوچھو کیا بنایا ہے تم نے اللہ کے پاس کوئی قول و قرار پس ہرگز خلاف نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ اپنے قول و قرار کے یا کہتے ہو تم اللہ پر جو جانتے نہیں
وَمَا يُعْلِنُونَ وَمِنْهُمْ أَقْبُونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ	اور جو ظاہر کرتے ہیں وہ اور ان میں سے بعض بے پڑے ہیں نہیں جانتے وہ اللہ کی کتاب کو	ثُمَّ نَكُنَّ أَيُّهُمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ	اس سبب کو وہ لکھتے ہیں اپنے ہاتھوں سے اور بڑی کم سختی ہے ان کے لئے اس سے جو وہ کماتے ہیں	بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً ^(۳) وَأَحَاطَتْ بِهَا نَفْسُهُ	کیوں نہیں! جس نے کمائی بڑی برائی اور گھیر لیا اس کو اس کی غلطیوں نے

(۱) لام عاقبت ہے (۲) امانی: اُمنیۃ کی جمع: آرزو، اور استثناء منقطع ہے (۳) سنیۃ کی تئوین تعظیم کے لئے ہے یعنی بڑی برائی، یعنی شرک و کفر۔

فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ	پس یہی لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں	وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ	اور جو لوگ ایمان لائے اور کئے انھوں نے نیک کام	أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ	یہی لوگ باغ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں
---	---	---	---	---	---

یہود کی قساوتِ قلبی کے مظاہر

اوپر یہ مضمون آیا ہے کہ یہود کے دل پتھر ہو گئے ہیں، اب اس کے مظاہر (نظر آنے والی صورتیں) بیان فرماتے ہیں:

۱۔ یہود قرآن کریم کو اللہ کا کلام نہیں مانتے!

نبی ﷺ نے اور مسلمانوں نے یہود سے کہا: قرآن کریم اللہ کا کلام ہے، اس کو مانو: وہ یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں، اور امید بھی نہیں! اللہ پاک فرماتے ہیں: وہ تمہاری یہ بات کیسے مان لیں گے، ان کی ایک جماعت نے تو اللہ کا کلام براہِ راست سنا تھا، پھر جانتے بوجھتے اس میں تحریف کی، وہ تمہاری بات کیسے مانیں گے؟ ان کے دل سخت پتھر ہو گئے ہیں! تفصیل: جب موسیٰ علیہ السلام تورات لائے، اور قوم سے کہا: یہ اللہ کی کتاب ہے، اس کو مانو، تو انھوں نے اس میں: میکہ نکالی، کہنے لگے: ہمیں کیسے یقین آئے کہ یہ کتاب: اللہ کی ہے، آپ خود نہیں لکھ لائے! موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: آؤ، اللہ تعالیٰ سے کہلوادو! انھوں نے ستر آدمی منتخب کئے، جنھوں نے طور پر اللہ کا کلام سنا، مگر قوم سے آکر بات نقل کی تو اس میں اضافہ کیا: ”جتنا کر سکوان احکام پر عمل کرنا، ورنہ میں معاف کر دوں گا“ — یہ موجودہ یہود کے اسلاف کا عمل ہے، ان کے یہ اخلاف بھی تو انہی کی روش پر چلیں گے، نبی ﷺ نے اللہ کا کلام سنا، پھر آپ نے صحابہ کو بتایا، اب صحابہ ان کو بتاتے ہیں تو وہ یہ واسطہ درواسطہ والی بات کیسے مان لیں گے، انھوں نے تو بلا واسطہ سنی ہوئی بات نہیں مانی تھی، اس میں ہیرا پھیری کر دی تھی۔

﴿اَقْتَضَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِالْكِتٰبِ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلِمَ اللّٰهِ ثُمَّ يَلْحَقُوْنَ فَرِيقًا مِّنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ ٥٠﴾

ترجمہ: کیا پس تم امید رکھتے ہو کہ وہ تمہاری بات مان لیں گے — کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے — جبکہ ان کی ایک جماعت نے اللہ کا کلام سنا، پھر اس میں سمجھنے کے بعد جان بوجھ کر رد و بدل کرو یا! فائدہ: تورات و انجیل اللہ کی کتابیں ہیں، اللہ کا کلام نہیں، اللہ کا کلام صرف قرآن کریم ہے، اسی وجہ سے قرآن کریم

میں جہاں تورات وانجیل کا ذکر ہے وہاں ان کو کتاب اللہ کہا ہے، کلام اللہ نہیں کہا، اور اس آیت میں کلام اللہ سے ستر آدمیوں نے جو کلام سنا تھا وہ مراد ہے ﴿قَدْ بَيَّنَّ فُتْنَهُمْ﴾ اس کا واضح قرینہ ہے، اور یہ بات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ نے براہین قاسمہ ص ۱۱۵ میں اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے قرآن کریم کے حواشی میں بیان فرمائی ہے، اور جن حضرات نے ان کو اللہ کا کلام کہا ہے وہ مجازاً کہا ہے، کیونکہ وہ اللہ کی کتابیں تو ہیں!

۲- تورات میں نبی ﷺ کی جو صفات ہیں یہود ان کے اظہار کے روادار نہیں!

مدینہ میں منافقین کی بڑی تعداد تھی اور ان میں سے اکثر یہودی تھے، جب وہ مسلمانوں سے ملنے تو اپنے ایمان کا اظہار کرتے، اور اپنی اعتباریت بڑھانے کے لئے بعض منافقین نبی ﷺ کی جو صفات تورات میں آئی ہیں مسلمانوں سے بیان کرتے، پھر جب منافقین تنہائی میں ملنے تو ان کے کفر: کمزوروں کو ڈانٹنے کہ تم مسلمانوں کو وہ باتیں کیوں بتلاتے ہو جو اللہ نے تم پر تورات میں کھولی ہیں، وہ قیامت کے دن تمہارے خلاف ان باتوں سے حجت قائم کریں گے کہ تم نبی آخر الزماں کو پہچانتے تھے، پھر بھی دل سے ایمان نہیں لائے تھے، پس تم کیا جواب دو گے؟ خدا را ایامت کرو! یہ ڈانٹنے والوں کی قساوتِ قلبی ہے کہ جو باتیں اللہ نے ظاہر کرنے کے لئے اتاری ہیں وہ ان کے اظہار کرو اور انہیں نہی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: کیا وہ لوگ جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں، جو وہ چھپاتے ہیں اس کو بھی اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں اس کو بھی؟ منافقین تو رات میں بیان کئے ہوئے سارے اوصاف بیان نہیں کرتے تھے، بعض بیان کرتے تھے اور بعض چھپاتے تھے، اللہ کو وہ سب معلوم ہیں، اللہ وہ اوصاف بھی مسلمانوں پر کھول دیں گے، اور تمہاری خفایا کی کوشش کی سزا تم کو قیامت میں ملے گی۔

﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بِضَعُفُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ٥ أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ٦﴾

ترجمہ: اور جب وہ (مناقیق یہودی) مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ”ہم ایمان لائے“ اور جب وہ تمہائی میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ”کیا تم مسلمانوں سے وہ باتیں بیان کرتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولی ہیں، نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ان باتوں سے قیامت کے دن تم پر جرح قائم کر س گے، کیا پس تم سمجھتے نہیں؟“

اللہ تعالیٰ اُن ڈانٹنے والوں کو ڈانٹتے ہیں: — کیا وہ لوگ یہ بات نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو باتیں وہ چھپاتے ہیں اور جو باتیں وہ ظاہر کرتے ہیں۔

۳- عام یہودی جھوٹی آرزوؤں کا سہارا لئے ہوئے ہیں

برہمت کی اکثریت عوام پر مشتمل ہوتی ہے، اور عام لوگ دین سے ناواقف ہوتے ہیں، وہ دینی کتابیں براہ راست نہیں پڑھ سکتے، بڑوں کی باتوں پر ننگیہ کرتے ہیں، اور جب کسی ملت پر لمبا زمانہ بیت جاتا ہے تو بڑے بگڑ جاتے ہیں، وہ لوگوں کو غلط سلط باتیں بتاتے ہیں، وہی عوام کا دینی سرمایہ ہوتا ہے، اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے علماء بھی بگڑ گئے تھے، جیسا کہ اگلے عنوان کے تحت آ رہا ہے، انھوں نے اپنے عوام کو بہت سی غلط باتیں پکڑادی تھیں، مثلاً:

۱- انھوں نے اپنے عوام کو بتایا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کا دین آخری دین ہے، اور تورات اللہ کی آخری کتاب ہے، وہ کبھی منسوخ نہیں ہوگی، آج بھی یہود یہی بات پکڑے ہوئے ہیں۔

۲- انھوں نے اپنے عوام کو بتایا تھا کہ کوئی یہودی جہنم میں نہیں جائے گا، کیونکہ وہ اللہ کے بیٹے، محبوب اور چہیتے ہیں، اس لئے ہر یہودی دوزخ سے بے خوف ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۳- عیسائیوں نے فدیہ کا عقیدہ چلایا ہے، وہ کہتے ہیں: اللہ کے بیٹے چھانسی پا کر عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ بن گئے ہیں، اس لئے وہ مطمئن ہیں: جو چاہیں کریں، وہ بخشنے بخشنائے ہیں۔

یہی جھوٹی باتیں اہل کتاب کے اُن پڑھوں کا سرمایہ ہیں، وہ ان پر ننگیہ کئے ہوئے ہیں، ان کو صحیح بات بتائی جائے تو وہ کسی قیمت پر ماننے کے لئے تیار نہیں، کیونکہ ان کے دل پتھر ہو گئے ہیں۔

﴿وَمِنْهُمْ أَتَّبِعُونَ لَا يُعْلَمُونَ الْكِتَابَ لَا أَمْكَارٌ وَانْ هُمْ لَا يُظَنُّونَ ۝﴾

ترجمہ: اور ان میں سے — یعنی اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں سے — بعضے اُن پڑھ ہیں، وہ اللہ کی کتاب کو نہیں جانتے — یعنی خود اللہ کی کتاب نہیں پڑھ سکتے، ان کے علماء جو بتا دیتے ہیں اس کو پکڑ لیتے ہیں — البتہ کچھ آرزوئیں ہیں — جو انھوں نے باندھ رکھی ہیں — اور وہ بس اٹکل اڑا رہے ہیں — یعنی وہ جھوٹی آرزوئیں ہیں، کبھی پوری نہیں ہوگی۔

۴- اہل کتاب کے علماء اللہ کی کتابوں میں تبدیلی کرتے ہیں، پھر اس سے دنیا کماتے ہیں

پہلے کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں، چھپتی نہیں تھیں، ہر شخص اپنا نسخہ تیار کرتا تھا، یہود و نصاریٰ کے علماء اللہ کی کتابوں (تورات و انجیل) کا نسخہ تیار کرتے ہیں تو من مانی کرتے ہیں، عبارت میں حذف و اضافہ یا تبدیلی کرتے ہیں، پھر اس کے مطابق رشوت لے کر فتویٰ دیتے ہیں، یہ حرکت وہی عالم کرتا ہے جس کا دل پتھر ہو گیا ہو، ایسے علماء کے لئے ذیل سزا

ہے: ایک: اللہ کی کتاب میں تبدیلی کرنے کی وجہ سے، دوسری: رشوت کھانے کی وجہ سے۔

﴿قَوْلٍ لِّلَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيُشْكِرُوا بِهِمْ مِمَّا قَدْ بَلَغُوا قَوْلٍ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَقَوْلٍ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ﴾

ترجمہ: جس بڑی تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی کتاب اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں — یعنی اپنا تورات کا نسخہ خود تیار کرتے ہیں، اور اس میں تحریف کرتے ہیں — پھر کہتے ہیں: یہ (محرف عبارت) اللہ کے پاس سے ہے تاکہ اس کے ذریعہ تھوڑی پونجی کمائیں — یعنی اس محرف عبارت کے مطابق رشوت لے کر فتویٰ دیتے ہیں — پس بڑی تباہی ہے ان کے لئے اس سے جو ان کے ہاتھ لکھتے ہیں — یعنی تحریف کرنے کی وجہ سے — اور بڑی تباہی ہے ان کے لئے اس سے جو وہ کماتے ہیں — یعنی گناہ ڈبل ہو گیا، اس لئے ڈبل تباہی ہے۔

۵۔ یہود و نصاریٰ دوزخ کے عذاب سے نڈر ہو گئے ہیں

اللہ کے نیک بندے ہمیشہ دوزخ کے عذاب سے ڈرتے ہیں: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ عَذَابٍ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ۝ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۝﴾ نمازی بندے اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک ان کے رب کے عذاب سے کسی کو ٹھنڈ نہ ہونا چاہئے [المعارج ۱۸۰-۱۸۱]

مگر یہود کہتے ہیں: ہمیں دوزخ کی آگ چھوئے گی بھی نہیں! اور اگر ہمیں دوزخ میں جانا پڑا تو کتنی کے چند دن دوزخ میں رہیں گے، جتنے دن ہمارے اسلاف نے چھڑے کو پوچھا ہے، پھر ہمارے بڑے ہمیں چھڑا لیں گے اور عیسائی کہتے ہیں: اللہ کے بیٹے ہمارے گناہوں کا کفارہ بن گئے ہیں، اس لئے اب ہم جو کچھ کریں کوئی فکر نہیں۔

اللہ پاک فرماتے ہیں: ان سے پوچھو: کیا تمہارا اللہ کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ ضرور پورا کریں گے، یا تم بس یونہی بے پروا اڑاتے ہو؟ — ظاہر ہے اللہ کے ساتھ ان کا کوئی معاہدہ نہیں، وہ محض گپ اڑاتے ہیں، ان کے دل سخت ہو گئے ہیں، اور وہ خود فریبی میں مبتلا ہیں۔

﴿وَقَالُوا لَنْ نَمُوتَ أَلَا أَيْمَانُ مَا عٰمَدُودُهُ ۚ قُلِ اتَّخَذَ اللَّهُ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلَفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۚ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: اور انھوں نے کہا: ہمیں ہر گز دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی مگر کتنی کے چند دن! — پوچھو: کیا تم نے اللہ سے کوئی ایسا قول و قرار کر لیا ہے کہ اللہ اپنے قول و قرار کے خلاف ہر گز نہیں کریں گے یا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جو تم جانتے نہیں؟ — یعنی اللہ کی طرف بے سند بات منسوب کرتے ہو!

جزاؤ سزا کا قاعدہ

یہود کی بات غلط ہے کہ وہ چند دن ہی دوزخ میں رہیں گے، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیش دوزخ میں رہیں گے، کیونکہ جزاؤ سزا کا ضابطہ یہ ہے کہ جس نے عظیم ترین گناہ (کفر و شرک) کا ارتکاب کیا، اور ساتھ ہی دوسرے گناہ بھی کئے، جنہوں نے اس کو ہر طرف سے گھیر لیا وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے گا، اور جو لوگ ایمان لائے، اور انہوں نے نیک کام کئے، وہ ہمیشہ رہنے کے باغات میں عیش کریں گے۔

جاننا چاہئے کہ ﴿سَيِّئَةٌ﴾ کی تین تعظیم کے لئے ہے، یعنی بہت بڑا گناہ کمایا، کفر و شرک کا ارتکاب کیا، اور ساتھ ہی دوسرے گناہ بھی کئے، ان کو بھی کفر و شرک کے ساتھ ملایا جائے گا، ان کی سزا بھی ان کو تابد بھگتنی ہوگی، اسی طرح جنت ایمان کا بدلہ ہے، اور ساتھ ہی جو نیک کام کئے ہیں، ان کو بھی ایمان کے ساتھ ملایا جائے گا، ان کا بدلہ بھی جنت میں ابد تک کے لئے ملے گا۔

﴿بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ قَالَ ذُوقْ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝﴾

ترجمہ: کیوں نہیں! — یعنی ہمیشہ جہنم میں رہنا کیوں نہیں ہوگا؟ جزاؤ سزا کا ضابطہ سنو: — جس نے بڑے گناہ (کفر و شرک) کا ارتکاب کیا، اور اس کو اس کے گناہوں نے گھیر لیا تو وہی لوگ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے — اور جو لوگ ایمان لائے، اور انہوں نے نیک کام کئے وہی لوگ باغ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے!

وَلَاذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ ۖ تَن ۖ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالسَّكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَ أَتَمُوا الصَّلَاةَ وَ آتَوْا الزَّكَاةَ ۖ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْكُمْ وَ أَنْتُمْ مُّعْرِضُونَ ۝

وَالْوَالِدَيْنِ	اور (یا کرو) جب	بَنِي إِسْرَءِيلَ	بنی اسرائیل سے	وَالْوَالِدَيْنِ	اور (سلوک کرو) ماں
أَخَذْنَا	لیا ہم نے	لَا تَعْبُدُونَ ^(۱)	نہیں عبادت کرتے تھے	بَابُ	باپ کے ساتھ
مِيثَاقًا	قول و قرار	إِلَّا اللَّهَ	مگر اللہ کی	إِحْسَانًا ^(۲)	اچھا سلوک کرنا

(۱) لا تعبدون: میں التفات ہے، مضارع منفی بمعنی فعلی نہیں ہے، ای لا تعبدوا: عبادت مت کرو (۲) عامل محذوف ہے ای أَحْسِنُوا، اور إحسانا: بفعل مطلق ہے۔

فَذِي الْقُرْبَىٰ	اور کنبہ والوں کے ساتھ	حَسَنًا	اچھی بات	ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ	پھر روگردانی کی تم نے
وَالْيَتَامَىٰ	اور یتیموں کے ساتھ	وَأَقْرَبُونَ	اور قائم کرو	إِلَّا قَلِيلًا	مگر تھوڑوں نے
وَالْمَسْكِينِ	اور محتاجوں کے ساتھ	الصَّلَاةَ	نماز	فِيكُمْ	تم میں سے
وَقُولُوا	اور کہو تم	وَاتُوا	اور دو	وَأَنْتُمْ	درانحال تم
لِلنَّاسِ	لوگوں سے	الزَّكَاةَ	زکات	مُعْرِضُونَ	روگردانی کرنے والے ہو

یہودی دوسری برائیاں

یہودی قساوتِ قلبی کے مظاہر بیان کر کے اب ان کے اسلاف کی دوسری برائیاں بیان فرماتے ہیں، ان سے اخلاف کو یہ بتانا ہے کہ تمہارے اسلاف کا یہ حال تھا، پس تمہارا حال ان سے مختلف کیسے ہو سکتا ہے؟

اقول وقرار کر کے پھر جانا بنی اسرائیل کا شیوہ ہے!

جب موسیٰ علیہ السلام کو تورات عنایت فرمائی تو بنی اسرائیل سے اس پر عمل کرنے کا عہد لیا، پہلے تو انھوں نے قبول کرنے سے انکار کیا، مگر جب ان کے سروں پر پہاڑ لٹکایا تو قبول کئے بغیر چارہ نہ رہا، مگر بہت جلد کتے کی دم بیڑھی ہو گئی، معدودے چند کے علاوہ بنی اسرائیل قول و قرار سے پھر گئے، اور تورات کے احکام پر عمل چھوڑ دیا، تورات میں ان کو پانچ اہم احکام دیئے گئے تھے: (۱) صرف اللہ کی عبادت کریں یعنی کسی اور کی نہ عبادت کریں نہ اس کو عبادت میں شریک کریں (۲) ماں باپ کے ساتھ اور کنبہ والوں کے ساتھ، اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ حسن سلوک کریں (۳) لوگوں سے سلیقہ سے بات کریں، اکھڑ پنے سے خطاب نہ کریں (۴) نماز کا اہتمام کریں (۵) زکات ادا کریں — مگر معدودے چند کے علاوہ عام یہودیوں نے ان احکام پر عمل چھوڑ دیا، کیونکہ وعدے سے پھر جانا ان کا شیوہ ہے!

آیتِ پاک: — اور (یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے قول و قرار لیا (اور تورات میں احکام دیئے کہ) اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین، رشتہ داروں، یتیموں اور غریبوں کے ساتھ حسن سلوک کرو، اور لوگوں سے بھلے انداز سے بات نہ کرو، اور نماز کا اہتمام کرو، اور زکات ادا کرو — پھر تم نے روگردانی کی — اور ان احکام پر عمل نہیں کیا — اور تم تو وہی وعدہ سے پھرنے والے لوگ!

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ

وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ۖ ثُمَّ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ قَرِيبًا مِّنْكُمْ مِّن دِيَارِهِمْ، تَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِآلِ شَيْءٍ وَالْعُدَاوِينَ، وَإِنْ يَأْتِوكُمُ اسْرَءُ تَفْدُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ، أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۚ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ، فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝

فَإِذَا	اور (یا کرو) جب	تَشْهَدُونَ ^(۱)	گواہی دے رہے تھے	عَلَيْهِمْ	ان پر
أَخَذْنَا	لیا ہم نے	ثُمَّ أَنْتُمْ	پھر تم	بِآلِ شَيْءٍ ^(۲)	گناہ سے
يَبْتَغِيكَمُ	تم سے قول و قرار	هَؤُلَاءِ ^(۳)	اے لوگو!	وَالْعُدَاوِينَ	اور زیادتی سے
لَا تَسْفِكُونَ	نہیں بہاؤ گئے تم	تَقْتُلُونَ	قتل کرتے ہو	وَإِنْ يَأْتِوكُمُ	اور اگر آتے ہیں ۝
دِمَاءَكُمْ	اپنے خونوں کو	أَنْفُسَكُمْ	اپنے لوگوں کو	اسْرَءِ	تمہارے پاس
وَلَا تُخْرِجُونَ	اور نہیں نکالو گئے تم	وَتُخْرِجُونَ	اور نکالتے ہو	تَفْدُوهُمْ ^(۴)	قیدی بن کر
أَنْفُسَكُمْ	اپنے لوگوں کو	قَرِيبًا	ایک جماعت کو	فَدْيَہ سے چھوڑتے	
مِنْ دِيَارِكُمْ	تمہارے گھروں سے	مِنْكُمْ	تم میں سے	وَهُوَ مُحَرَّمٌ ^(۵)	چھڑاتے ہو ان کو
ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ	پھر اقرار کیا تم نے	مِنْ دِيَارِهِمْ	ان کے گھروں سے	عَلَيْكُمْ	حالانکہ حرام کیا گیا ہے
وَأَنْتُمْ	در انحالیکہ تم	تَظْهَرُونَ ^(۶)	ہلہ بولتے ہو تم		تم پر

(۱) شہادت میں قسم کے معنی ہوتے ہیں (۲) ہولاء: منادی ہے، حرف ندا محذوف ہے، پھر حرف ندا اور منادی مل کر جملہ معترضہ ہے، اور انتم: مبتدا اور تفتلون خبر ہے (۳) کظاہرون: میں ایک تاء محذوف ہے، اور باب تفاعل میں اشتراک کا خاصہ ہے (۴) بالایثم: میں بایسیہ ہے (۵) اساری: اسیر کی جمع، حال ہے (۶) تفتادوا: باب مفاعلة میں بھی اشتراک کا خاصہ ہے، مفاداة: چھوڑنا، چھڑانا۔ (۷) ہو: ضمیر شان ہے۔

لَا خَاصَّةَ لَهُمْ آفَتُهُمْ بَعْضُ الْكِبْرِ وَكُفْرُهُمْ بَعْضُ فَسَادَ جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ وَمِنْكُمْ	ان کا نکالنا کیا پس مانتے ہو تم کچھ کتاب کو اور انکار کرتے ہو تم کچھ کا پس کیا سزا ہے اس کی جو کرے یہ کام تم میں سے	بِالْآخِزِی فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ لَا اَسَدَ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِعَاقِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ	سوائے رسوائی کے دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن لوٹائے جائیں گے وہ سخت عذاب کی طرف اور نہیں ہیں اللہ بے خبر ان کاموں سے جو کرتے ہو تم	أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوْا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ فَلَا يَخَفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَكَا هُمْ يُنْصَرُونَ	یہ لوگ وہ ہیں جو خریدتے ہیں دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدل پس نہیں ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے
---	--	---	---	--	--

۲۔ بنی اسرائیل نے تورات کے حصے بخرے کئے!

بنی اسرائیل کی برائیوں کا بیان ہے، جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات عنایت فرمائی تو بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ تورات کے سارے احکام پر عمل کریں گے، اور انھوں نے نہایت پختگی سے اس کا اقرار کیا، مگر بعد میں انھوں نے تورات کے احکام کے حصے بخرے کئے، بعض احکام پر عمل کیا اور بعض کو چھوڑ دیا۔

تورات میں ان کو تین احکام ایک ساتھ دیئے گئے تھے: (۱) ایک دوسرے کو قتل نہ کریں یعنی باہم نہ لڑیں (۲) ایک دوسرے کو بے خانمان نہ کریں یعنی جلاوطن نہ کریں (۳) کوئی اسرائیلی دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائے تو اس کو فدیہ (بدلہ) دے کر چھڑالیں۔

مگر یہود باہم خوب لڑتے تھے: ﴿بِأَنَّهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدُ كُودٍ﴾: ان کی لڑائی آپس میں سخت ہوتی ہے [بشر] ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور گھروں سے نکالتے تھے، یعنی دو حکموں پر عمل نہیں کرتے تھے، مگر باہمی جنگ میں جو پکڑا جاتا اس کو فدیہ دے کر چھڑاتے تھے اور چھوڑتے بھی تھے، یعنی اس حکم پر ضرور عمل کرتے تھے، اور کہتے تھے: لڑنا اور قتل کرنا اور بے گھر کرنا تو مجبوری ہے، دشمن کو زیر تو کرنا ہوگا، اور اپنے قیدیوں کو چھڑانا اور چھوڑنا تورات کا حکم ہے، اس پر عمل کرنا ضروری ہے، یہ انھوں نے تورات کے احکام کے حصے بخرے کئے، اس کی دنیوی اور اخروی سزا بیان کرتے ہیں۔

تنبیہ: انصار کے قبائل اوس و خزرج اور یہود کے قبائل بنو نضیر اور بنو قریظہ کے باہمی تعلقات اور ان کی باہمی جنگوں کو ان آیات کی تفسیر میں زیر بحث لانا ضروری نہیں، اس سے تفسیر پیچیدہ ہو جاتی ہے، یہ تو عام بات ہے، جب بھی یہود باہم لڑتے ہیں تو یہ صورت ہوتی ہے، دو حکموں کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور ایک حکم پر عمل کرتے ہیں۔

آیات پاک مع تفسیر: — اور (یا کرو) جب ہم نے تم سے قول قرار لیا — یہ قول و قرار اس وقت لیا تھا جب موسیٰ علیہ السلام کو تورات عنایت فرمائی تھی، پس یہ تمہید لوٹائی ہے — تم اپنے لوگوں کا خون نہیں بہاؤ گے — یعنی اسرائیلی: اسرائیلی کو قتل نہیں کرے گا، بنی اسرائیل باہم نہیں لڑیں گے — اور اپنے لوگوں کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالو گے — یعنی ان کو بے خانمان نہیں کرو گے — پس تم نے اقرار کیا، گویا تم قسمیں کھا رہے تھے — یہ قول و قرار کا تتمہ ہے، یعنی تم نے اللہ کے ساتھ مضبوط عہد باندھا تھا — پھر تم — اے لوگو! — اپنے آدمیوں کو قتل کرتے ہو، اور اپنے کچھ لوگوں کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو، گناہ اور زیادتی سے ایک دوسرے پر ہلہ بولتے ہو — یعنی دو حکموں پر عمل نہیں کرتے!

اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی بن کر آتے ہیں تو فدیہ لے دے کر چھوڑتے چھڑاتے ہو — یعنی ایک حکم پر عمل کرتے ہو — حالانکہ ان کا نکالنا — اور ان کو قتل کرنا بدرجہ اولیٰ — تم پر حرام کیا گیا ہے، پس کیا تم تورات کے بعض احکام کو ماننے ہو، اور بعض کا انکار کرتے ہو؟

پس (بتلاؤ) اس شخص کی سزا کیا ہو جو تم میں سے یہ کام کرتا ہے، سوائے دنیا میں رسوائی کے؟ — یعنی دنیا میں وہ ذلت و رسوائی سے دوچار ہوگا — اور قیامت کے دن وہ سخت عذاب میں پہنچائے جائیں گے! اور اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو — یعنی وہ ہر ایک کو واجبی سزا دیں گے!

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی آخرت کے عوض مول لی، پس نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا، اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے — یعنی کوئی اللہ تعالیٰ سے لڑ جھگڑ کر بھی ان کو بچا نہیں سکے گا۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ ۚ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۖ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ ۖ فَفَرِّقُوا كَذَّبْتُمْ ۖ وَفَرِّقًا تَقْتُلُونَ ۝

وَلَقَدْ	اَوَالَيْتُمْ عَمِينَ	آتَيْنَا	دِی ہم نے	مُوسَى	موسیٰ کو
----------	-----------------------	----------	-----------	--------	----------

الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا ^(۱) مِنْ بَعْدِهِ بِالْرُّسُلِ وَأَنبَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ	آسمانی کتاب اور پے پے بھیجے ہم ان کے بعد رسولوں کو اور دیے ہم نے عیسیٰ بیٹے مریم کو	الْبَيِّنَاتِ وَآيَاتِنَا يُؤْذِرُ الْفَٰكِرِينَ أَفْكَلَمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ يَبْئِنَا	واضح معجزات اور قوی کیا ہم نے اس کو پاکیزہ روح کے ساتھ کیا پس جب بھی آیا تمہارے پاس کوئی رسول ایسا حکم لے کر	لَا تَهْوَٰى أَنفُسُكُمْ اسْتَغْنَوْا فَقَوَّيْنَا كَذَّبْتُمْ وَقَوَّيْنَا تَقْتُلُونَ	نہیں بھایا تمہارے دلوں کو (تو) گھمنہ کیا تم نے پس ایک جماعت کو جھٹلایا تم نے اور ایک جماعت کو قتل کرتے ہو تم
--	---	--	--	---	--

۳۔ یہود نے اسرائیلی انبیاء کی تکذیب کی اور ان کو قتل کیا

یہودی قبائلیں بیان ہو رہی ہیں، یہ ان کی تیسری قباحت ہے، اس کے بعد گریز کی آیت ہے، پھر خاتم النبیین ﷺ اور آپ کی امت کے تعلق سے یہودی قباحتوں کا ذکر شروع ہوگا۔

کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد چار ہزار اسرائیلی انبیاء مبعوث ہوئے ہیں، ان کے آخر میں عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، وہ خاتم انبیائے بنی اسرائیل ہیں، وہ واضح معجزات کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے، مردوں کو زندہ کرنا، مار دزا داندھے اور کور ٹھیلوں کو چنگا کرنا، غیب کی باتیں بتانا وغیرہ ان کے کھلے معجزات تھے، اور ان کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی پشت پناہی بھی حاصل تھی، تاکہ یہود باوجود کوشش کے ان کو قتل نہ کر سکیں۔

ان اسرائیلی انبیاء کے ساتھ یہود کا معاملہ کیا رہا؟ جب بھی کوئی رسول مبعوث ہوتا، اور وہ کوئی ایسا حکم لاتا جو یہود کو پسند نہ آتا تو وہ اٹھ جاتے، اس کی تکذیب کرتے یا اس کو قتل کر دیتے، ذکر کیا اور نبی علیہ السلام کو قتل کیا، اور عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے، مگر اللہ نے ان کو بچا لیا اور آسمان پر اٹھا لیا، سو چاہیے کہ یہی شرمناک حرکتیں ہیں!

آیات پاک: — اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو تورات عطا فرمائی، اور ہم نے ان کے بعد پے پے رسولوں کو بھیجا، اور — اس سلسلہ کے آخری رسول — مریم کے بیٹے عیسیٰ کو ہم نے واضح معجزات عطا فرمائے، اور پاکیزہ روح — جبرئیل علیہ السلام — کے ذریعہ ان کو تقویت پہنچائی — کیا پس جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسا حکم لایا جو تمہارے دلوں کو نہیں بھایا تو تم اکڑ گئے! پس کچھ کچھٹلایا اور کچھ کوتاہی کرتے ہو!

(۱) قَفَّيْنَا: تَقْفِيَةً (باب تَقْفِيل): پیچھے کرنا، قَفَا (گھدی) سے بنا ہے، اور اس کے دو مفعول ہوتے ہیں، من بعدہ: مفعول اول کے قائم مقام ہے، اِی قَفْيَاهُ (موسیٰ کے پیچھے بھجا) اور ہالو رسول: مفعول ثانی حرف جر کے ساتھ آیا ہے یعنی دوسرے رسولوں کو۔

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۖ فَلَعْنَهُ اللَّهُ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هٰٓؤُلَآءَ ۖ هُمْ يَكْفُرُونَ ۖ إِنَّهُمْ يَبْغُونَ أَنْ يُكْفَرُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ بَعْغِيَا أَنْ يَنْزِلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ قَبَآءٌ وَعَصَبٌ عَلَىٰ عَصَبٍ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝

وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	كِتَابٌ	عظیم الشان کتاب	فَلَمَّا جَاءَهُمْ ^(۴)	پس جب پہنچی ان کو
قُلُوبُنَا	ہمارے دل	مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ ^(۳)	اللہ کے پاس سے	مَّا عَرَفُوا	وہ کتاب جس کو پہنچانا
غُلْفٌ ^(۱)	محفوظ ہیں	مُصَدِّقٌ	سچ بتانے والی	اَنْھُوْنَ	انھوں نے
بَلْ لَعَنَهُمُ	بلکہ لعنت کی ان پر	لِّمَا مَعَهُمْ	اس کو جو ان کے پاس ہے	كَفَرُوا بِهِ	انکار کر دیا انھوں نے
اللَّهُ	اللہ نے	وَكَانُوا	در اعمالیکہ تھے وہ	اِسْكَارَا	اس کا
يَكْفُرِهِمْ	ان کے انکار کی وجہ سے	مِّنْ قَبْلُ	اس کتاب کے آنے پہلے	فَلَعْنَةُ اللَّهِ	پس اللہ کی پھینکا ہو
فَقَلِيلًا مَّا ^(۲)	پس بہت ہی کم	يَسْتَفْتِحُونَ	کامیابی مانگا کرتے تھے	عَلَى الْكَافِرِينَ	انکار کرنے والوں پر
يُؤْمِنُونَ	ایمان لاتے ہیں وہ	عَلَى الَّذِينَ	ان لوگوں پر جنھوں نے	يٰٓأَيُّهَا ^(۵)	بری ہے وہ چیز جو
وَلَمَّا جَاءَهُمْ	اور جب پہنچی ان کو	كَفَرُوا	انکار کیا	اَشْكُرُوا ^(۶)	خریدی/مولیٰ انھوں نے

(۱) غُلْف: اغلف کی جمع: وہ چیز جو کسی غلاف میں بند ہو، لفاظہ میں پیک ہو (۲) ما: زائدہ، قلت کی تاکید کے لئے ہے (۳) من عند اللہ: کتاب کی پہلی صفت، مصدق: دوسری صفت، اور لما کا جواب کفر و بہ محذوف، اور قرینہ اگلے لما کا جواب ہے۔ (۴) یہ دوسرا الما پہلے لما کی تکرار ہے (۵) منس: فعل ذم، فاعل ضمیر مشترک، مکرہ موصولہ تیز، اور جملہ اشعروا: مخصوص بالذم (۶) حج و شراء: اضداد میں سے ہیں: بیچنا خریدنا دونوں ترجمے میں، اور ان کے دو مفعول ہوتے ہیں اور شمن پر ہاء آتی ہے، مگر حج میں شمن مرغوب فیہ ہوتا ہے، اور شراء میں مرغوب عنہ، جیسے بعث الكتاب بمائة روبية اور اشتریت الكتاب بمائة روبية، اول میں سورہ پے مرغوب فیہ ہیں اور ثانی میں کتاب مرغوب فیہ ہے، اور سورہ پے مرغوب عنہ، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے لاکر ترجمہ کیا ہے: اختیار کرنا اور بہ کامر جمع ما ہے، اور اس کی تفسیر ان بکفر و ا ہے

ہَاۤ اَنْفُسُہُمْ	اس کے عوض	اَنْ یُنْزَلَ	اس پر کہ اتارتے ہیں	قَبَلَتْہُ	پس لوٹے وہ
اَنْ یَّکْفُرُوْا	یعنی انکار کرتے ہیں وہ	لِلّٰہِ	اللہ تعالیٰ	بِعَصَبٍ	بڑے غصہ کے ساتھ
وَمَاۤ اَنْزَلَ	اس کتاب کا جس کو اتارا	مِنْ فَضْلِہٖ	اپنے فضل سے	عَلٰی غَصَبٍ	بڑے غصہ پر
اللّٰہُ	اللہ نے	عَلٰی مَنْ	جس پر	وَلِلْکَافِرِیْنَ	اور انکار کرنے والوں
بَعِیْاً	ضد میں	یَّشَآءُ	چاہتے ہیں	عَذَابٌ مُّہِیْنٌ	کے لئے
		مِنْ عِبَادٍ	اپنے بندوں میں سے	رَسُوْلًا مِّنْ عَذَابِہٖ	رسواً مِّن عذاب ہے

۴۔ یہود تکذیب انبیاء کی جو وجہ بیان کرتے ہیں وہ مہمل ہے!

یہود: جب ان کے انبیاء کوئی ایسا حکم لاتے جو ان کو پسند نہ آتا تو انکار کرتے، اور وجہ بیان کرتے کہ ہمارے دل پیک ہیں، تمہاری بات دل میں نہیں اترتی، اس لئے ہم نہیں مانتے، وہ یہی بات نبی ﷺ اور قرآن کے تعلق سے بھی کہتے تھے، اللہ پاک ان کا رد کرتے ہیں کہ بات یہ نہیں، بلکہ تمہارے دل پتھر ہو گئے ہیں، اللہ نے تم کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے، اس لئے تم حق بات قبول نہیں کرتے، دل تو کھلے ہیں، مگر بے بہرہ ہیں!

﴿وَقَالُوا۟ قُلُوْبُنَا غُلْفٌۭ ۚ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰہُ بِکُفْرِهِمْ فَقَلِیْلًا مَّا یُؤْمِنُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: اور یہود نے کہا: ہمارے دل پیک ہیں! — بلکہ ان کو ان کی تکذیب کی وجہ سے اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے، اس لئے وہ نہ جیسا ایمان لاتے ہیں!

۵۔ یہود قرآن کا انتظار کر رہے تھے، مگر جب قرآن اتر اور انھوں نے اس کو پہچان بھی لیا تو انکار کر دیا مدینہ میں یہود کے تین قبائل آباد تھے، ان کی نفی کی تم قحی اور مشرکین کی زیادہ قحی، جب ان میں جنگ ہوتی اور یہودی مغلوب ہو جاتے تو وہ اللہ سے دعا مانگتے: ”الہی! ہم کو نبی آخر الزماں اور جو کتاب ان پر نازل ہوگی ان کے طفیل سے کافروں پر غلبہ عطا فرما!“ مگر جب نبی آخر الزماں ﷺ مبعوث ہوئے، اور ان پر قرآن کریم نازل ہوا، اور اس نے تورات کی تصدیق کی، کیونکہ دونوں کتابیں ایک ہی چشمہ سے نکلی ہوئی نہیں تھیں، تو انھوں نے قرآن کو اللہ کی کتاب ماننے سے انکار کر دیا، اور ملعون ہوئے!

﴿وَلَمَّا جَاءَهُمْ کِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۖ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلٰی الَّذِیْنَ

(۱) انفسہم: مفعول ثانی ہے (۲) ان: تفسیر یہ ہے، جملہ ما کی تفسیر ہے یعنی تکذیب و انکار (۳) بعیا: یکفروا کا مفعول لڑ ہے (۴) ان سے پہلے علی مقدر ہے۔

كُفِّرُوا بَعَدَهُمْ مَّا عَفَوْا كُفِّرُوا بِهِ ۚ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٦٠﴾

ترجمہ: اور جب ان کو (یہود کو) اللہ کی طرف سے وہ عظیم الشان کتاب پہنچی، جو اس کتاب کو سچا بتاتی ہے جو ان کے پاس ہے (یعنی تورات کو) دراصل ایک وہ لوگ اس کتاب کے نازل ہونے سے پہلے (اس کے طفیل سے) کامیابی کی دعا کیا کرتے تھے، ان لوگوں کے خلاف جو اسلام کو نہیں مانتے ہیں، پھر جب پہنچی ان کو وہ کتاب جس کو انھوں نے پہچان (بھی) لیا تو اس کا انکار کر دیا، سولحت، ہوا انکار کرنے والوں پر!

۶- یہود قرآن کریم کا انکار محض ضد اور ہٹ دھرمی سے کرتے ہیں!

بنی اسرائیل: حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھے، وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں، اور عرب: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں، اس لئے وہ اپنا نئے عم (چچا زاد) ہیں، اور بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کئی ہزار انبیاء مبعوث ہوئے ہیں، آخر دور میں خاتم النبیین ﷺ مبعوث ہوئے، اور ان پر اللہ کی عظیم الشان کتاب نازل ہوئی تو یہود جل نہ سکے کہ یہ نعمت ہم سے کیوں نکل گئی، اور ہمارے چچا زاد بھائیوں کو کیوں مل گئی! اس ضد اور جل میں وہ قرآن کریم اور حامل قرآن پر ایمان نہیں لائے، جیسے ہندو کلکی اوتار (خاتم النبیین) کا انتظار کر رہے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ رسول ہندوؤں میں مبعوث ہوئے، مگر وہ عربوں میں مبعوث ہوئے، اس لئے وہ ایمان نہیں لاتے۔

اللہ تعالیٰ رزق فرماتے ہیں کہ نبوت و رسالت فضل خداوندی ہے، اور اللہ کا اختیار ہے کہ وہ جس کو چاہیں اس فضل سے بہرہ ور کریں، یہود کی اس پر اجارہ داری نہیں، پس یہ چیز ایمان کے لئے مانع نہیں بنتی چاہئے، جو اس ضد میں ایمان نہیں لائے گا وہ اللہ کے غضب بالائے غضب کا مستحق ہوگا، اور آخرت میں وہ رسوا کن عذاب سے دوچار ہوگا!

﴿يَسْمَا أَشْرَوْا بِهِ ۖ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا ۖ إِنَّمَا أُنْزِلَ اللَّهُ بُعْيًا أَن يَنْزِلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ قَبْلَ ذَٰلِكَ بَعْضُ عَلَىٰ غَضَبٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٦١﴾﴾

ترجمہ: بری ہے وہ چیز (تکذیب) جس کو اختیار کر کے وہ اپنی جانوں کو چھڑانا چاہتے ہیں، یعنی اس کتاب کا انکار کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے (اور انکار بھی) محض ضد کی بنا پر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنا کچھ فضل جس بندے پر ان کو منظور ہوتا ہے (کیوں) نازل فرماتے ہیں، سو وہ غضب بالائے غضب کے مستحق ہو گئے، اور ان منکرین کے لئے رسوا کن عذاب ہے!

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عذاب ذلت کے لئے نہیں ہوتا، بلکہ مسلمانوں کو جو ان کے معاصی پر عذاب ہوگا وہ ان کو گناہوں سے پاک کرنے کے لئے ہوگا، جیسے کپڑا میلا ہو جاتا ہے اور صوفی کی بھٹی میں جاتا ہے تو وہ صفائی کے لئے

وَأَسْمِعُوا ^(۱)	اور سنو تم	فِي ثُلُثِهِمْ ^(۲)	ان کے دلوں میں	يَا هَؤُلَاءِ كُذِّبَتْ	تکم دیتا ہے تم کو
قَالُوا	کہا انھوں نے	الْعَجَلُ ^(۳)	بھڑا	بِهَا	ان باتوں کا
سَمِعْنَا	سنا ہم نے	يَكْفُرُ بِهِمْ ^(۴)	ان کے کفر کی وجہ سے	لِيَمَّا كُنْتُمْ	تمہارا ایمان
وَعَصَيْنَا ^(۵)	اور نافرمانی کی ہم نے	قُلْ	کہو	إِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم
وَأَشْرَبُوا	اور پلائے گئے وہ	بِئْسَمَا	بری ہیں وہ باتیں جو	مُؤْمِنِينَ	بچے

۷۔ یہود کا تورات کے بارے میں غلط عقیدہ ایمان کی راہ کا روڑا بنا!

موسیٰ علیہ السلام اور تورات کے بارے میں یہود کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام افضل الانبیاء ہیں، ان سے بڑا کوئی نبی نہیں، اور تورات اللہ نے ان کو اہلا کرائی ہے، تورات بدل نہیں سکتی، نہ اس میں حذف و اضافہ کیا جاسکتا ہے، یہود اسی عقیدے کی وجہ سے انجیل اور قرآن کا انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ہم صرف تورات کو مانتے ہیں، اس کے علاوہ کسی کتاب کو نہیں مانتے، جبکہ انجیل: تورات کا ضمیر تھی، وہ تورات کی تصدیق کرتی تھی، اور اس میں حسب ضرورت تبدیلی کرتی تھی، اور وہ اللہ کی برحق کتاب تھی، اسی طرح قرآن کریم بھی اللہ کی برحق کتاب ہے، تورات کی تصدیق کرتی ہے، مگر یہود کا تورات کے بارے میں غلط اعتقاد ایمان کی راہ کا روڑا بنا ہوا ہے۔

الزامی جواب: اللہ پاک فرماتے ہیں: یہود سے تین باتیں پوچھو:

۱۔ اگر تمہارا تورات پر ایمان تھا تو تم نے اسرائیلی انبیاء (ذکر یا یحییٰ علیہما السلام) کو قتل کیوں کیا؟ وہ تو تمہارے اعتقاد کے مطابق بھی سچے نبی تھے!

۲۔ جب موسیٰ علیہ السلام طور پر تورات لینے گئے تو تم نے پیچھے بھڑا کیوں بنایا؟ تم نے یہ کیا غضب ڈھایا! کیا نعمت تورات کے انظار کا یہی تقاضا تھا؟

۳۔ جب موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر آئے تو تم نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا، یہاں تک کہ طور پہاڑ کا ایک

(۱) اسمعوا: سنو تم یعنی تورات کے احکام (۲) زبان سے تو سنا کہا، اور دل میں تھا کہ عمل کون کرتا ہے؟ (۳) العجل: اسی حب العجل: بھڑے کی محبت (۴) مکفر ہم: یعنی پہلے جو اللہ کا انکار کیا اور پھر اسے کو معبود بنایا: یہ کفر دلوں سے پوری طرح نہیں نکلا تھا، جو مرتدین قتل سے بچ گئے تھے اور معاف کر دیئے گئے تھے: ان کے دلوں میں بھی بھڑے کی محبت رہ گئی تھی، زائل نہیں ہوئی تھی، اور جنھوں نے بھڑے کو نہیں پوجا تھا، مگر خاموشی اختیار کی تھی انھوں نے مدامت کی تھی، وہ جذبہ بھی دلوں میں باقی تھا۔

حصہ تمہارے سروں پر لٹکا کر قول و قرار لینا پڑا کہ تم اس پر مضبوطی سے عمل کرو گے، پھر تم نے زبان سے تو ہاں کہا، اور دلوں میں نہ تھا، اس طرح تم نے منافقانہ اقرار کیا، کیا یہی تورات پر ایمان ہے؟ — دراصل اس منافقانہ اقرار کی وجہ یہ تھی کہ سابقہ کفر کی وجہ سے پچھڑے کی محبت تمہارے دلوں میں پیوست ہو گئی تھی، وہ کسی طرح نکلی ہی نہیں! پس بری ہیں وہ باتیں جن کا تمہارا تورات پر ایمان تم کو حکم دیتا ہے!

آیات پاک: — اور جب ان (یہود) سے کہا جاتا ہے کہ اس کتاب (قرآن) کو مانو جو اللہ نے اتاری ہے تو وہ جواب دیتے ہیں: ہم صرف اس کتاب کو مانتے ہیں جو ہم پر اتاری گئی ہے، اور وہ اس کے علاوہ (کتابوں) کا انکار کرتے ہیں، جبکہ وہ برحق کتاب ہے اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو ان کے پاس ہے۔

پوچھو: (۱) پھر تم قتل ازیں انبیاء کو کیوں قتل کرتے رہے، اگر تمہارا (تورات پر) ایمان تھا؟ — (۲) اور موسیٰ تمہارے پاس واضح دلائل کے ساتھ آئے، پھر تم نے پچھڑا بنالیا، ان کے طور پر جانے کے بعد، دراصل ایک تم غضب ڈھا رہے تھے! — (۳) اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے قول و قرار لیا، اور ہم نے تم پر طور پہاڑ کو معلق کیا (اور کہا: مضبوطی سے لو اس کتاب کو جو ہم نے تم کو دی ہے، اور بات سنو) یعنی تورات کی باتوں پر عمل کرو) — تو تم نے کہا: ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی — یعنی زبان سے تو اقرار کیا، مگر دلوں میں نافرمانی کا جذبہ تھا — اور ان کے دلوں میں پچھڑا پیوست کر دیا گیا تھا ان کے کفر کی وجہ سے! — یعنی پچھڑے کی محبت دلوں سے نکلی ہی نہیں!

کہو: بری ہیں وہ باتیں جن کا تمہارا (تورات پر) ایمان حکم دیتا ہے، اگر تم سچے ہو کہ تمہارا تورات پر ایمان ہے!

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمْ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِّنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمْتُمْ إِلَيْهِمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝
وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيٰوةٍ ۖ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ
لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ ۖ وَمَا هُوَ بِمُخْرَجِهِ مِنَ الْعَذَابِ ۚ إِنَّ يُعَمَّرُ ۖ وَاللَّهُ بَصِيرٌ
بِمَا يَعْمَلُونَ ۝

۝۱۱۱

قُلْ	کہو	اِنْ کانت	اگر ہے	لکم ^(۱)	تمہارے لئے
------	-----	-----------	--------	--------------------	------------

الَّذِ ارْ الْآخِرَةِ	آخرت کا گھر	قَدْ مَتَّ	آگے بھیجے ہیں	أَحَدَهُمُ	ان کا ہر ایک
عِنْدَ اللَّهِ	اللہ کے یہاں	أَيُّدِيهِمْ	ان کے ہاتھوں نے	كَو يُعَمَّرُ	کاش زندہ رہتا وہ
حَالِصَةً ^(۱)	مخصوص	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	أَلْفَ سَنَةٍ	ہزار سال
مِنْ دُونِ النَّاسِ	لوگوں کے سوا	عَلِيمٌ	خوب جانتے ہیں	وَمَا هُوَ ^(۲)	اور نہیں ہے وہ
فَتَمُوتُوا	پس آرزو کرو	بِالظَّالِمِينَ	نا انصافوں کو	بِمَنْ جَزِئَهُ ^(۳)	اس کو دور کرنے والا
الْمَوْتِ	موت کی	وَلَتَجِدَنَّهُمْ	اور ضرور پائے گا تو ان کو	مِنَ الْعَذَابِ	عذاب سے
لَإِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	أَحْرَصَ ^(۴)	زیادہ حرص	أَنْ يُعَمَّرَ ^(۵)	یعنی زندہ رہنا
صَادِقِينَ	سچے	النَّاسِ	لوگوں میں	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
وَلَنْ يَمُوتُوا	اور ہرگز آرزو نہیں کریں	عَلَىٰ حَيَاقِ	زندگی پر	بَعِيدٌ	خوب دیکھنے والے ہیں
أَبَدًا	گے وہ اس کی	وَمِنَ الَّذِينَ	اور ان لوگوں جنہوں نے	بِمَا يَعْمَلُونَ	ان کاموں کو جو وہ
يَمَّا	کبھی بھی	أَشْرَكُوا	شرک کیا		کر رہے ہیں
	ان کاموں کی وجہ سے جو	يُودُّ	چاہتا ہے		

۸- یہودی کی یہ خوش فہمی بھی ایمان کے لئے مافعی بنی کہ آخرت میں وہی اللہ کے پاس مڑے لوٹیں گے!

یہودی کہتے ہیں: وہی آخرت میں (دوسرے عالم میں) اللہ کے پاس مڑے سے رہیں گے، اس لئے ان کو قیامت کا کوئی ڈر نہیں، وہ اللہ کے لاڈلے، چہیتے بیٹے ہیں، یہ ان کی خوش فہمی تھی جو ایمان کی راہ کا روڑا بنی! اللہ پاک ان سے تین باتیں فرماتے ہیں:

۱- اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو وصل حبیب کے لئے ریز روشن کرلو، موت کی تمنا کرو، موت ہی وہ ٹپل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملاتا ہے۔

۲- پیشین گوئی سنو: یہودی ہرگز موت کی آرزو نہیں کریں گے، وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے کیا لپھن کئے ہیں، ان کو

(۱) خالصۃ: الدار کا حال ہے (۲) احرص: لتجدن کا مفعول ثانی ہے (۳) من الدین کا عطف الناس پر ہے، ای: و احرص من الدین دوسرا ترکیبی احتمال یہ ہے کہ من الدین: خبر مقدم، اور جملہ یو۵: مبتدا مؤخر، اس لئے معانفت بنایا ہے، مگر یہ احتمال صحیح نہیں (۴) هو: ضمیر مبہم ہے، اس کی تفسیر ان یعمرو ہے (۵) مؤخر ح: اسم فاعل، و حز حہ (ربا ہی مجرد): ہٹانا، دور کرنا (۶) ان: مصدر یہ، برائے تفسیر ای تعمیر: اس کا زندہ رہنا۔

حساب کا دھڑکا لگا ہوا ہے، اللہ پاک ان ظالموں کے احوال سے باخبر ہیں!

۳- وہ موت کی آرزو تو کیا کریں گے، وہ تو جینے کے انتہائی حریص ہیں، مشرکین سے بھی زیادہ جو آخرت کے قائل نہیں، آواگون کے قائل ہیں، ہر ایک یہودی ہزار سال جینا چاہتا ہے، پس کیا یہ لمبی زندگی اس کو دوزخ سے بچالے گی؟ ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ ان کے کړو توں کی ان کو ضرور سزا دیں گے۔

تثبیہ: دین سے جاہل (نادان) مسلمان بھی اسی خوش فہمی میں مبتلا ہیں، وہ کہتے ہیں: ہم محبوب کی امت ہیں، اور اللہ غفور رحیم ہیں، ہم دوزخ میں کیسے جائیں گے؟ یہ لوگ بھی جنت کو اپنی جاگیر سمجھتے ہیں، اس لئے بدکردار ہیں، وہ موت کی تمنا کر کے دیکھیں! کبھی مرنے کے لئے تیار نہیں ہونگے!

آیات پاک: — (یہود سے) کہو: اگر آخرت کا گھر اللہ کے یہاں تمہارے لئے مخصوص ہے، بلا شرکتِ غیر عو:

۱- موت کی تمنا کرو، اگر تم سچے ہو!

۲- اور وہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے کبھی بھی، ان کے ان کاموں کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے

ہیں، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتے ہیں!

۳- اور آپ ضرور ان کو زندگی کا سب سے زیادہ حریص پائیں گے، اور مشرکین سے بھی! ان میں سے ہر ایک امیدوار

ہے کہ کاش وہ ہزار سال زندہ رہے! اور وہ ہزار سالہ زندگی اس کو عذاب سے ہٹانے والی نہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کے کړو توں سے خوب واقف ہیں!

فائدہ: میں لندن میں جس مسجد میں قیام کرتا ہوں (مسجد قبا) اس کا آدھا محلہ یہودیوں پر مشتمل ہے، مسلمانوں کا ان کے ساتھ ملنا جلنا ہے، انھوں نے مجھے بتایا کہ یہودی موت کا لفظ سننا بھی پسند نہیں کرتے، بہم جاتے ہیں، وہ موت کی تمنا کیا کریں گے؟

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَلَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ ۝ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ۝ أَوَكَلَّمَا عٰهَدُوا عٰهَدًا نَّبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا

مَعَهُمْ نَبْدٌ قَرِيبٌ مِّنَ الدِّينِ أَوْتُوا الْكِتَابَ كُتِبَ اللَّهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵﴾

قُلْ	کہو:	وَجِبْرِيلَ	اور جبریل کا	اَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثروں نے
مَنْ كَانَ ^(۱)	جو ہے	وَمِيكَائِيلَ	اور میکائیل کا	لَا يُؤْمِنُونَ	مانا ہی نہیں
عَدُوًّا	دشمن	وَإِنَّ اللَّهَ	پس بیشک اللہ تعالیٰ	وَلَكِنَّا	اور جب
لِجِبْرِيلَ	جبریل کا	عَدُوٌّ	دشمن ہیں	جَعَلَهُمْ	پہنچے ان کے پاس
وَإِنَّهُ نَزَّلَهُ	تو بے شک اس نے	لِلْكَافِرِينَ	نہ ماننے والوں کا	رَسُولٌ ^(۵)	عظیم الشان رسول
عَلَى قَلْبِكَ	اتارا ہے اس کو	وَلَقَدْ	اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ	مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ	اللہ کی طرف سے
يَاذُنِ اللَّهِ	آپ کے دل پر	أَنْزَلْنَاهُ	ہم نے اتاری ہیں	مُصَدِّقٌ ^(۶)	تصدیق کرنے والے
مُصَدِّقًا ^(۲)	سچا ماننے والا	إِلَيْكَ	آپ کی طرف	لَمَّا	اس کتاب کی جو
لَمَّا بَيَّنَّ يَدَيْنِهِ	اس کو جو اس کے سامنے ہے	آيَاتِ بَيِّنَاتٍ	واضح آیتیں	مَعَهُمْ	ان کے پاس ہے
وَهَدَىٰ ^(۲)	اور راہ نما	وَمَا يَكْفُرُ	اور نہیں انکار کرتے	نَبْدٌ	(تو) پھینک دیا
وَيُثَرِّفُ ^(۲)	اور خوش خبری	بِهَآءِ	ان کا	قَرِيبٌ	ایک جماعت نے
لِلْمُؤْمِنِينَ	ماننے والوں کے لئے	إِلَّا الْفَاسِقُونَ	مگر نافرمان لوگ	مِّنَ الدِّينِ	ان میں سے جو
مَنْ كَانَ	جو ہے	أَوْ كَلِمَاتٍ ^(۳)	کیا اور جب بھی	أَوْتُوا	دیئے گئے
عَدُوًّا	دشمن	عَهْدًا	قول و قرار کیا انھوں نے	الْكِتَابَ	کتاب
لِللَّهِ	اللہ کا	نَبْدًا ^(۴)	(تو) پھینک دیا اس کو	كَتَبَ اللَّهُ	اللہ کی کتاب کو
وَمَكَرَتِهِ	اور اس کے فرشتوں کا	قَرِيبٌ مِّنْهُمْ	ان کی ایک جماعت نے	وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ	اپنی پیٹھ کے پیچھے
وَرُسُلِهِ	اور اس کے رسولوں کا	بَلَىٰ	بلکہ	كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ	گویا وہ جانتے ہی نہیں!

(۱) مَنْ: موصولہ، متضمن معنی شرط ہے، اور اس کا جواب محذوف ہے: اے فلا وجہ لعدوۃ: تو ہوا کرے! (۲) نزولہ کے مفعول کے احوال ہیں (۳) استفہام انکاری ہے (۴) لہذا: کلمہ کا جواب ہے اور یہی استفہام انکاری کا کمال ہے (۵) موصول کی تئوین تعلیم کے لئے ہے، مراد نبی ﷺ ہیں (۶) مصدق: رسول کی صفت ہے۔

۹۔ یہود کی جبرئیل دشمنی بھی ایمان کے لئے مانع بنی!

یہود: حضرت میکائیل علیہ السلام کو پسند کرتے ہیں، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دشمنی رکھتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میکائیل روزی، بارش اور خوش حالی اتارتے ہیں، اور جبرئیل عذاب اتارتے ہیں، ہمارے بڑوں کو ان سے بہت تکلیفیں پہنچی ہیں، اس لئے ہم ان کی لائی ہوئی وحی نہیں مانتے، میکائیل وحی لاتے تو ہم مان لیتے۔

عبداللہ بنی صوریہ (یہودی عالم) نے نبی ﷺ سے پوچھا: آپ کے پاس وحی کون لاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جبرئیل لاتے ہیں، اس نے کہا: ”وہ ہمارے (بنی اسرائیل کے) دشمن ہیں، میکائیل وحی لاتے تو ہم مان لیتے!“

اس کا جواب یہ ہے کہ جبرئیل تو محض واسطہ ہیں، وہ بہ حکم الہی وحی اتارتے ہیں، ان کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا، اسی طرح وہ عذاب بھی اتارتے ہیں، پھر ان سے دشمنی کے کیا معنی؟ اور سن لو! جو اللہ کا اس کے فرشتوں کا، اس کے رسولوں کا اور جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہے: اللہ تعالیٰ اس کے دشمن ہیں، اور جس کا دشمن اللہ ہو اس کا انجام کیا ہوگا؟ خوب سوچ لو!

اور ملائکہ میں جبرئیل و میکائیل علیہما السلام بھی شامل ہیں، پھر ان کا ذکر تسویہ کے لئے کیا ہے، یعنی دونوں سے دوستی اور دشمنی یکساں ہے، پس جب تم جبرئیل علیہ السلام کے دشمن ہو تو میکائیل علیہ السلام کے بھی دشمن ہوئے، لافرق بینہما! اور درمیان کلام میں قرآن کریم کے تعلق سے چار باتیں بیان فرمائی ہیں:

۱۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بہ اذن الہی قرآن کریم کی وحی نبی ﷺ کے دل پر اتارتے ہیں، قرآن کریم کی وحی ہمیشہ جبرئیل علیہ السلام لاتے تھے، اور آپ کے سامنے پڑھتے تھے، آپ کو نازل کیا ہوا قرآن یاد ہو جاتا تھا، اور دل بوجھ لیتا تھا، جبرئیل کا پڑھنا صرف کان میں نہیں پڑتا تھا، کیونکہ کان میں پڑی ہوئی بات تو دوسرے کان سے نکل بھی جاتی ہے، اور جب بات دل میں اتر جائے تو نکلنے کا سوال نہیں!

۲۔ قرآن کریم سابقہ تمام ساوی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، کیونکہ سب ایک سرچشمہ سے نکلے ہوئی نہریں ہیں، اس میں تورات کی تصدیق بھی آگئی، آیت تورات کی تصدیق کے ساتھ خاص نہیں: عام ہے۔

۳۔ قرآن کریم سبھی انسانوں کی راہ نمائی کے لئے نازل ہوا ہے: ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ ہے، سب انسانوں کے لئے پیام رحمت ہے، یہ مسلمانوں ہی کی مبارک کتاب نہیں، آج کل لوگوں کو ایسی غلط فہمی ہو گئی ہے۔

۴۔ قرآن کریم ان لوگوں کو خوش خبری سناتا ہے جو اس کی بات مان لیتے ہیں، یہ آدھا مضمون ہے، اور جو لوگ اس کی دعوت نہیں مانتے ان کو برے دن سے سابقہ پڑے گا!

﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرًا لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ ۝﴾

ترجمہ: کہو: جو شخص جبرئیل کا دشمن ہے (تو ہوا کرے!) کیونکہ انہوں نے قرآن کو آپؐ کے قلب پر باذن الہی نازل کیا ہے (ان کا قرآن میں کچھ دخل نہیں) جو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور راہ نما ہے اور ایمان لانے والوں کے لئے مرشد ہے! — جو اللہ کا دشمن ہے، اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا، اور جبرئیل و میکائیل کا تو اللہ (قرآن پر) ایمان نہ لانے والوں کے دشمن ہیں!

۱۰۔ نقض عہد کی خصلت بھی یہود کے لئے مانع ایمان بنی!

تمام امتوں سے ان کے انبیاء کے توسط سے عہد الست میں قول و قرار لیا گیا ہے کہ جب نبی آخر الزماں ﷺ مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں، اس عہد کا ذکر سورۃ آل عمران (آیت ۸۱) میں ہے، پس کیا بنی اسرائیل سے امید کی جائے کہ وہ اس بیان کا لحاظ کر کے ایمان لائیں گے؟ نہیں! اس کی امید نہیں، وہ حد اطاعت سے نکلنے والے لوگ ہیں، وہ اس قول و قرار کا پاس و لحاظ نہیں کریں گے۔

اوپر نقض عہد ان کی پرانی عادت ہے، انہوں نے جب بھی اللہ سے کوئی عہد کیا ہے تو ان کی ایک جماعت نے اس کو پس پشت ڈال دیا ہے، اور زیادہ تر لوگوں نے تو اس کو قبول ہی نہیں کیا، مثلاً:

(۱) انہوں نے تورات کا مطالبہ کیا، یہ ایک عہد تھا کہ وہ اس کو قبول کریں گے مگر جب تورات دی گئی تو قبول کرنے سے انکار کر دیا، یہاں تک کہ ان کا مرغانا پڑا تب قبول کیا، اور وہ بھی صرف زبانی، دل تو ان کے انکار ہی تھے۔

۲۔ جب موسیٰ علیہ السلام طور پر تورات لینے گئے تو ان کی ایک جماعت ایمان سے پھر گئی، اور پھڑپھڑے کو خدا بنالیا، جبکہ ایمان لانا ایک عہد تھا کہ وہ غیر اللہ کی پوجا نہیں کریں گے۔

۳۔ تورات قبول کرنے کے بعد چمچیں وں نے سبت کی حرمت پامال کی تو ان کو بندر بنا دیا، تاکہ مداحیت کرنے والوں کو عبرت حاصل ہو۔

غرض: نقض عہد ان کی پرانی خصلت ہے، اب ان کے پاس عظیم الشان رسول آئے ہیں، اور قرآن کریم لائے ہیں، جس کی آیتیں واضح ہیں، اور وہ تورات کی تصدیق کرتی ہے، اور تورات میں نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان لانے کا عہد ہے، مگر ان کی ایک جماعت نے اس کو پس پشت ڈال دیا، گویا وہ تورات کے اس حکم کو جانتے ہی نہیں، بس کچھ ہی خوش نصیب افراد ایمان لائے، باقی محروم رہے!

﴿وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ۚ أَوَلَمَّْا عٰهَدُوا عٰهَدًا
نَبَدَدًا قَرِيبًا مِّنْهُمْ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ

كَبِدَ قَرِينٍ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لِكَيْ يُثَبِّتَ اللَّهُ وَرَأَىٰ ظُهُورَهُمُ كَالْعِهْنِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٠﴾

ترجمہ: اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے آپ کی طرف واضح آیتیں اتاری ہیں، جن کا انکار حد اطاعت سے نکلنے والے ہی کریں گے۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ جب بھی انھوں نے کوئی پختہ عہد کیا تو ان کی ایک جماعت نے ان کو پس پشت ڈال دیا؟ بلکہ ان کے اکثر نے تو اس کو (دل سے) مانا ہی نہیں! — اور جب ان کے پاس عظیم الشان رسول: اللہ کی طرف سے پہنچے جو اس کتاب کی تصدیق کرتے ہیں جو ان کے پاس ہے تو اہل کتاب کی ایک جماعت نے اللہ کی کتاب (تورات) کو پس پشت ڈال دیا، گویا وہ اس کو جانتے ہی نہیں!

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكٍ سُلَيْمَنَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَنُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ ۖ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۚ وَمَا يَعْلَمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۖ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۖ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ ۖ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ لَّوْكَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٦٢﴾

وَاتَّبَعُوا مَا	اور پیروی کی انھوں نے	سُلَيْمَنَ	سلیمان کی	كَفَرُوا	کفر کیا
مَّا	اس کی جس کو	وَمَا كَفَرَ	اور نہیں کفر کیا	يُعَلِّمُونَ ^(۳)	سکھلاتے ہیں وہ
تَتْلُوا	پڑھتے تھے	سُلَيْمَنُ	سلیمان نے	النَّاسَ	لوگوں کو
الشَّيَاطِينُ ^(۱)	شیاطین	وَلَكِنَّ	بلکہ	السِّحْرَ	جادو
عَلَىٰ مُلْكٍ	بادشاہت میں	الشَّيَاطِينِ	شیاطین نے	وَمَا أُنْزِلَ ^(۲)	اور جو اتارا گیا

(۱) شیاطین سے شیاطین الجن والانس: دونوں مراد ہیں (۲) کفر: جادو پر کفر کا اطلاق کیا ہے، کیونکہ جادو کرنا کفر ہے (۳) يعلمون کی ضمیر فاعل کا مرجع شیاطین ہیں۔ (کو ما انزل: کا عطف السحر پر ہے، یہی اقرب معطوف علیہ ہے، اور مفسرین کرام نے عام طور پر ما تعلقو پر عطف مانا ہے، اور و اتبعوا اسے جوڑا ہے، حاصل دونوں صورتوں کا ایک ہے۔

عَلَى الْمَلَائِكَةِ	دو (یعنی) فرشتوں پر	وَرَفِيعَ	اور اس کی بیوی کے	مِنْ خَلْقٍ	کوئی حصہ
يَهْدِيهِمْ	بائبل شہر میں	وَمَا هُمْ	درمیان (وَلَيْسَ	اور البتہ برا ہے
هَارُونَ	ہاروت	وَمَا هُمْ	اور نہیں ہیں وہ (ساحر)	مَا شَرُّوا ^(۱)	جو اختیار کیا انھوں نے
وَمَا زُوتَ	اور ماروت پر	يَصْطَلِحِينَ	نقصان پہنچانے والے	يَهْ	اس کے عوض میں
وَمَا يَعْلَمِينَ	اور نہیں سکھاتے ہیں	يَهْ	اس (سحر) کے ذریعہ	أَنْفُسَهُمْ	اپنی ذاتوں کے لئے
مِنْ أَحَدٍ	وہ دونوں	مِنْ أَحَدٍ	کسی کو بھی	لَوْ كَانُوا	کاش ہوتے وہ
حَتَّى يَفْجُرَ	یہاں تک کہ کہتے ہیں	اللَّهُ	اللہ کی	وَلَوْ أَنَّهُمْ	اور اگر وہ
وَمَا يَتَعَلَّمُونَ	دونوں	وَيَتَعَلَّمُونَ	اور سیکھتے ہیں وہ	أَمَّنُوا	ایمان لاتے
لَا تَنَالِحُنَّ	اس کے سوا نہیں کہ ہم	مَا يَصْطَرِفُهُمْ	جو نقصان پہنچائے انکو	وَأَتَقُوا	اور اللہ سے ڈرتے
فِي سَبِيلِهِ	آزمائش میں	وَلَا يَنْفَعُهُمْ	اور نفع پہنچائے ان کو	لَمْ تُؤَبِّدْهُ	البتہ بدلہ
فَلَا تَكْفُرْ	پس تو کفر نہ کر	وَلَقَدْ	اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ	فَمِنْ عِنْدِ اللَّهِ	اللہ کے پاس
فَيَتَعَلَّمُونَ	پس سیکھتے ہیں وہ	عَلِمُوا	جانتے ہیں وہ	خَيْرٌ	بہتر تھا
وَمِنْهُمْ	ان دونوں سے	لَمَنِ اسْتَرْبِهْ	البتہ جس نے خرید اس کو	لَوْ	کاش
مَا يُفَرِّقُونَ	وہ جو جدا کر رہے وہ	(سحر) کو	نہیں ہے اس کے لئے	كَانُوا	ہوتے وہ
يَهْ	اس کے ذریعہ	مَالَهُ	مالہ	يَعْلَمُونَ	جانتے
بَيْنَ الْمَاءِ	آدمی کے درمیان	فِي الْآخِرَةِ	آخرت میں		

۱۱۔ یہودی لائے علم میں مشغولیت بھی ایمان کے لئے مانع بنی!

یہ دو آیتیں اہم ہیں، پہلی آیت میں ضمنی باتیں بھی ہیں، اس لئے پہلے چند باتیں عرض ہیں:

۱۔ یہودی میں جادو کا بڑا زور ہے، نبی ﷺ پر جادو ایک یہودی منافق نے کیا تھا، اور ان کا خیال ہے کہ ان کو یہ علم حضرت سلیمان علیہ السلام سے حاصل ہوا ہے، یہ افتراء ہے، قرآن کریم نے اس کی تردید کی ہے کہ جادو کفر ہے اور سلیمان (۱) (سورۃ: اضماد میں سے ہے، بیچنا اور خریدنا: دونوں معنی ہیں، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے دونوں کو ملا کر اختیار کرتا ترجمہ کیا ہے، اور یہ کامر جمع ما ہے، اور ما سے مراد جادو ہے۔

علیہ السلام پیغمبر تھے، وہ کفر کیسے کر سکتے ہیں؟

۲- یہود: حضرات داؤد و سلیمان علیہما السلام کو نبی نہیں مانتے، صرف بادشاہ مانتے ہیں، انھوں نے سلیمان علیہ السلام کی طرف شرک (مورتی پوجا) کی بھی نسبت کی ہے، اور ان کی حکومت کی عام گیریت کو جادو کا کرشمہ قرار دیا ہے، مگر زیور اور امثال سلیمان کو بائبل میں شامل بھی کیا ہے، بائبل تو ان کے نزدیک آسانی کتابوں کا مجموعہ ہے!

۳- ہاروت و ماروت: زمینی فرشتے ہیں، ان کو رجاں الغیب بھی کہا جاتا ہے، ان سے نکوئی امور متعلق کئے جاتے ہیں، اور نگوئی امور شریعت کے چوکھٹے میں نہیں آتے، حضرت خضر علیہ السلام نے جو زمینی فرشتے تھے ایک بے گناہ بچے کو مار ڈالا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر شریعت کی رو سے اعتراض کیا تھا، مگر حضرت خضر نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ قتل کی حکمت بیان کی، کیونکہ کھوپڑیاں کا دائرہ الگ ہے اور تقاضیات کا الگ، چنان گرتی ہے اور کوئی بے گناہ دب کر مر جاتا ہے تو کسی پر مقدمہ نہیں کیا جاتا، اسی طرح ہاروت و ماروت جو میاں بیوی میں جدائی کا فحش سکھاتے تھے اس کو بھی شریعت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے، شرعاً ایسا تعویذ حرام ہے یہ بھی جادو ہے۔

۴- سلیمان علیہ السلام کا زمانہ تو بہت پہلے ہے، ان کا زمانہ موسیٰ علیہ السلام سے قریب ہے، ان کی حکومت چرند و پرند اور جن و انس پر تھی، دربار سلیمانی میں آدمیوں کے ساتھ جنات بھی بیٹھتے تھے، اس زمانہ میں انسان اور جنات رلے ملے تھے، چنانچہ آدمیوں نے جنات سے جادو سیکھا، یہ شیاطین الجن ہیں، پھر جن انسانوں نے سیکھا انھوں نے آگے سکھایا، یہ شیاطین الانس ہیں، یہ جادوئیں درنسل یہود میں چلا آ رہا ہے۔

۵- ۶۸۶ قبل مسیح میں جب بنی اسرائیل نے سرکشی کی تو بابل و نینوی کے تاجدار بخت نصر نے بیت المقدس پر حملہ کیا، اور اس کی اینٹ سے اینٹ، بجادی، اور ستر ہزار بنی اسرائیل کو قید کر کے بابل لے گیا، اور ان کو غلام بنالیا، وہاں وہ سو سال غلامی میں رہے۔ پھر ۵۵۹ قبل مسیح میں ایران کے بادشاہ دارائے اول نے حملہ کر کے بنی اسرائیل کو قید سے آزاد کر لیا، اور ان کو لوٹ کر دوبارہ بیت المقدس آباد کرنے کی اجازت دی۔

اس اسارت کے زمانہ میں حضرت عزیر علیہ السلام معجوث ہوئے ہیں، تورات ضائع ہو گئی تھی، اس کو انھوں نے اپنی یادداشت سے لکھوایا، اس لئے بعض نے ان کو اللہ کا بیٹا مان لیا، اُس غلامی کے دور میں بنی اسرائیل کے آقا ان پر ظلم و ستم ڈھاتے تھے، جہنم سے سونے بھی نہیں دیتے تھے، اللہ نے ان پر رحم فرمایا، اور دو زمینی فرشتوں ہاروت و ماروت کو مقرر کیا کہ وہ گھر گھر جا کر بنی اسرائیل کو ایک افسوس سکھائیں، جس سے سیٹھ اور سیٹھانی میں بچ اور نوکرا آرام سے سونے ایہ کام نبی سے نہیں لیا گیا: ایک تو یہ کام ان کے منصب کے خلاف تھا، دوم: جب وہ سکھانے جائیں گے تو سیٹھ دیکھے گا، اور رجاں

الغیب متعلقہ شخص ہی کو نظر آتے ہیں، دوسرے کو نظر نہیں آتے، اس لئے وہ سکھاسکتے ہیں، مگر فرشتے انہیں سکھانے سے پہلے آگاہ کرتے تھے کہ یہ انہیں دودھاری تلوار ہے، حسب ضرورت ہی استعمال کرنا، بے ضرورت یا بے محل استعمال کرے گا تو کفر ہوگا، یہ منتر بھی یہود میں نسل در نسل چلا آ رہا تھا۔
آیت کریمہ کی تفسیر: عنوان پر ایک نظر ڈال لیں:

جب اللہ کے عظیم الشان رسول مبعوث ہوئے، اور وہ ایک نسخہ کیمیا بھی ساتھ لائے، اور یہود نے ان کو خوب پہچان لیا تو چاہئے تھا کہ آپؐ پر ایمان لاتے اور آپؐ کی مدد کرتے، کیونکہ تورات میں ان سے یہ عہد لیا گیا تھا، مگر انہوں نے تورات کو پس پشت ڈال دیا، گویا وہ اس کو جانتے ہی نہیں، اور ایمان نہیں لائے، وہ ایک لالہ یعنی علم (جادو) میں لگ گئے، جو عہد سلیمانی میں شیاطین نے انسانوں کو سکھایا تھا، اور یہود جو اس کی نسبت سلیمان علیہ السلام کی طرف کرتے ہیں: وہ افتراء ہے، سلیمان علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں، وہ بھلا ایسا کفر یہ عمل کیسے سکھاسکتے ہیں؟ جادو تو شیاطین نے لوگوں کو سکھایا ہے اور وہ انہیں بھی انہوں نے ہی لوگوں کو سکھایا ہے جو بابل شہر میں ہاروت و ماروت نامی دو فرشتوں پر اتارا گیا تھا۔ یہود اس لالہ یعنی علم میں مشغول ہو گئے، وہ اس کے پیچھے پڑ گئے، اور تورات کے حکم کو نظر انداز کر دیا، اور ایمان نہیں لائے۔

فائدہ (۱): ہاروت و ماروت جب کسی کو وہ توحید سکھاتے تھے تو پہلے کان کھول دیتے تھے کہ ہم دودھاری تلوار ہی تیرے ہاتھ میں دے رہے ہیں، اس کو گل ہی میں استعمال کرنا، ورنہ کافر ہو جائے گا۔

وہ انہوں کو کیا تھا؟ وہ ایسا منتر تھا جس سے میاں بیوی میں تفریق ہو جاتی تھی، یہ ایک طرح کا جادو تھا۔

فائدہ (۲): جادو کے ذریعہ اللہ کی مرضی کے بغیر کسی کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا، کیونکہ جادو ایک سبب ہے، اور اسباب کا سرسبب الاسباب کے پاس ہے۔

فائدہ (۳): جادو یکہنا سکھلا نا حرام ہے، یہ علم سراسر ضرر رساں ہے، نفع بخش بالکل نہیں، جادو گر پیسوں کی لالچ میں جادو کرتے ہیں، جبکہ بنی اسرائیل اس بات سے خوب واقف تھے کہ جادو گروں کا جنت میں کوئی حصہ نہیں، یعنی وہ جنت میں نہیں جائیں گے (یہ ہندو ہے) اور وہ لوگ جس جادو کے پیچھے خود کو تباہ کر رہے ہیں وہ بہت بری چیز ہے کاش وہ یہ بات سمجھتے!

یہود کو ایمان کی دعوت: دوسری آیت میں یہود کو ایمان کی دعوت دی ہے کہ اگر وہ ایمان لائیں، اور اللہ سے ڈریں، اور جادو چھوڑیں تو اللہ کے یہاں بہتر بدلہ پائیں گے، وہ دنیوی آمدنی کے بند ہو جانے کی فکر نہ کریں، کاش وہ سمجھ داری سے کام لیں!

ترجمہ: اور یہود نے اس علم کی پیروی کی جس کی عہد سلیمانی میں شیاطین تعلیم دیا کرتے تھے، اور سلیمان نے کفر نہیں کیا، بلکہ شیاطین نے کفر کیا، وہ لوگوں کو سکھاتے ہیں جادو اور وہ افسوں جو بابل میں ہاروت و ماروت نامی دو فرشتوں پر اتارا گیا تھا۔

فائدہ (۱): — اور وہ دونوں کسی کو بھی وہ افسوں نہیں سکھاتے تھے جب تک اس سے کہہ نہیں دیتے تھے کہ ہم آزمائش ہی ہیں، پس تو کفر نہ کر بیٹھنا (یعنی بے ضرورت یا غیر محل میں یہ افسوں استعمال مت کرنا) پس وہ (بنی اسرائیل) ان دونوں سے سیکھتے تھے ایسا افسوں جس کے ذریعہ وہ میاں بیوی میں جدائی کر دیتے تھے۔

فائدہ (۲): — اور جادو گر کسی کو بھی اذنی خداوندی کے بغیر ضرر نہیں پہنچا سکتے،

فائدہ (۳): — اور جادو گر ایسا علم سیکھتے ہیں جو ان کے لئے ضرر رساں ہے، نفع بخش بالکل نہیں، اور وہ (بنی اسرائیل) اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس نے جادو اختیار کیا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اور بہت بری ہے وہ چیز (جادو) جس کے بدلے وہ اپنی جائیں بیچ رہے ہیں، کاش ان کو عقل ہوتی!

دعوتِ ایمان: — اور اگر وہ ایمان لاتے اور اللہ سے ڈرتے تو اللہ کے یہاں (جادو کی آمدنی سے) بہتر بدلہ پاتے کاش وہ سمجھداری سے کام لیں!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِمَّنْ رَزَقَكُمْ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے وہ لوگو! جو	وَقُولُوا	اور کہو	عَذَابٌ أَلِيمٌ	دردناک سزا ہے
رَاعِنَا	ایمان لائے	انظُرْنَا ^(۲)	انظرنا	مَا يَوَدُّ	نہیں پسند کرتے
لَا تَقُولُوا	مت کہو	وَاسْمَعُوا	اور سنو	الَّذِينَ كَفَرُوا	جنہوں نے انکار کیا
رَاعِنَا ^(۱)	راعنا	وَالِلْكَافِرِينَ	اور مکفرین کے لئے	مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ	اہل کتاب سے

(۱) راع: امر، واحد مذکر حاضر، نا: ضمیر جمع متکلم، مصدر: راعا: رعایت کرنا، خیال کرنا (۲) انظُر: امر، صیغہ واحد مذکر حاضر، نا: ضمیر جمع متکلم، باب نصر و سج، انظر: نظر کرنا، دیکھنا، بصارت اور بصیرت دونوں طرح دیکھنے کے لئے ہے۔

وَلَا تُشْرِكُونَ أَنْ يَشْرَكَ ^(۱)	اور نہ مشرکین کراتاری جائے	مَنْ رَزَقَهُ وَاللَّهُ	تمہارے رب کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ	مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ	جس کو چاہے ہیں اور اللہ تعالیٰ
عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ ^(۲)	تم پر کوئی بھلائی	يَخْتَصُ بِرَحْمَتِهِ	خاص کرتے ہیں اپنی رحمت کے ساتھ	ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ	فضل والے ہیں بڑا

اہل کتاب اور مشرکین کے مسلمانوں کے ساتھ معاملات

اب تک قرآن کریم اور نبی ﷺ کے ساتھ اہل کتاب: یہود و نصاریٰ کے معاملات کا ذکر تھا، اب مسلمانوں کے ساتھ ان کے معاملات کا تذکرہ شروع ہو رہا ہے، بعض معاملات میں اہل کتاب کے ساتھ مشرکین بھی شریک ہیں۔

۱- یہود و شرارت سے دُعا کرتے ہیں، مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال سے روک دیا

یہود کبھی نبی ﷺ کی مجلس میں آکر بیٹھتے تھے، اور دوران گفتگو بطور شرارت کہتے تھے: **وَاعِنَا**: ہمارا لحاظ کیجئے، یعنی بات ہمارے پلے نہیں پڑی، کچھ وضاحت کیجئے، اس لفظ کے معنی ان کی زبان میں 'حق' کے بھی ہیں، اور زبان دبا کر بولتے تو **وَاعِنَا** ہو جاتا، جس کے معنی ہیں: ہمارا چرواہا! مسلمان ان کی یہ شرارت نہیں سمجھ سکے، اور وہ بھی یہ لفظ استعمال کرنے لگے، اس لئے مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال سے منع کیا، اور فرمایا کہ ضرورت پیش آئے تو انظرنا کہو، اس کے بھی یہی معنی ہیں، ہمیں دیکھیے، یعنی ہماری رعایت کیجئے، بات کی کچھ وضاحت کیجئے، اور فرمایا کہ توجہ سے سنو تا کہ انظرنا کہنے کی نوبت نہ آئے، اور فرمایا: جو حکم نہیں مانے گا اور **وَاعِنَا** کہے گا اس کو دردناک سزا دی جائے گی۔

فائدہ: ایسا لفظ جس میں غلط مفہوم کا احتمال ہو، یا اس سے کوئی غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہو: استعمال نہیں کرنا چاہئے، اسی طرح مقتدی کو ایسا کام بھی نہیں کرنا چاہئے جو عوام کی گمراہی کا سبب بنے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۚ وَلِلَّكَفَرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اعانتا کہو، اور انظرنا کہو، اور سنو، اور نہ ماننے والوں کے لئے دردناک سزا ہے!

۲- اہل کتاب اور مشرکین کو مسلمانوں کی ترقی ایک آنکھ نہیں بھاتی!

ہجرت کے بعد مسلمانوں کی ترقی شروع ہوئی، یہ بات مدینہ کے یہود کو اور مکہ کے مشرکین کو کھلی تھی، وہ اسلام کو سرگلوں دیکھنا چاہتے تھے، آج بھی ان کا یہی حال ہے، مگر جسے اللہ بڑھائے اسے کون گھٹائے! اللہ کے فضل کو کوئی روک (۱) ان: مصدر یہ، ان ینزل: یوذا مفعول بہ (۲) خبر: کوئی بھی بھلائی، خوبی، بہت قرآن کو بھی شامل ہے۔

نہیں سکتا۔ اور اللہ کا فضل بے اندازہ ہے، ہر شخص فضل خداوندی سے بہرہ ور ہو سکتا ہے، مگر شرط استحقاق پیدا کرنے کی ہے، بے استحقاق کوئی چیز نہیں ملتی۔

﴿مَا يَوْزُو الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے دین اسلام قبول نہیں کیا، خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا مشرکین، نہیں چاہئے کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی نازل کی جائے، اور اللہ تعالیٰ جسے چاہئے ہیں اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ یعنی عنایت فرماتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں۔ ان کے فضل سے ہر کوئی حصہ لے سکتا ہے، شرط استحقاق کی ہے، ایمان لائے اور عمل صالح کرے تو وہ دارین میں سرخ زوہوگا۔

مَا نَسَخَ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝ أَفَرُبُّيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سَأَلَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَنْ يَتَّبِعِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝

مَا نَسَخَ (۱)	جو ہٹاتے ہم	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر	مِنْ دُونِ اللَّهِ	اللہ سے دوسرے
مِنْ آيَةٍ	کوئی آیت	قَدِيرٌ	پوری قدرت والے ہیں	مِنْ وَلِيٍّ	کوئی بھی کارساز
أَوْ نُنسِهَا (۲)	یا بھلاتے ہیں اس کو	أَلَمْ تَعْلَمْ	کیا نہیں جانتا تو	وَلَا نَصِيرٍ	اور نہ کوئی مددگار
نَأْتِ	لاتے ہیں ہم	أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ	أَفَرُبُّيدُونَ	کیا چاہتے ہو تم
بِخَيْرٍ مِنْهَا	اس سے بہتر	لَهُ مُلْكُ	ان کے لئے سلطنت ہے	أَنْ تَسْأَلُوا	کہ سوال کرو
أَوْ مِثْلِهَا	یا اس کے مانند	السَّمَوَاتِ	آسمانوں	رَسُولَكُمْ	اپنے رسول سے
أَلَمْ تَعْلَمْ	کیا نہیں جانتا تو	وَالْأَرْضِ	اور زمین کی	كَمَا سَأَلَ	جس طرح سوال کئے گئے
أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ	وَمَا لَكُمْ	اور تمہیں ہے تمہارے لئے	مُوسَى	موسیٰ

(۱) ما نَسَخَ: ما موصولہ شرطیہ، نَأْتِ: جزاء..... نسخ کے دو معنی ہیں: ہٹانا، منسوخ کرنا: جیسے نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ: دھوپ نے سایہ کو ہٹایا، اور نَسَخْتُ الْكِتَابَ: میں نے کتاب نفل کی (۲) نَسَخَ: منقارح، جمع منکلم، مصدر إنساء: بھلانا۔

مَنْ قَبْلُ وَمَنْ يَتَّبِعِ الْبَاطِلَ	اس سے پہلے اور جو بدل کر لے گا	الْكَفَرِ بِالْإِثْمَانِ	کفر کو ایمان سے	فَقَدْ صَدَّقَ سَوَاءَ السَّيِّئِينَ	تو یقیناً وہ بہک گیا سیدھے راستہ سے
--	-----------------------------------	-----------------------------	--------------------	---	--

۳- یہود اور مشرکین نسخ کے مسئلہ کو لے کر مسلمانوں کو تشویش میں مبتلا کرتے تھے

نسخ کے لغوی معنی ہیں: ہٹانا، منتقل کرنا، اور اصطلاحی معنی ہیں: ایک شریعت کو یا ایک حکم کو دوسری شریعت یا دوسرے حکم سے بدلنا، پس نسخ کی دو قسمیں ہیں: نسخ فی الشرائع اور نسخ فی الشریعہ:

۱- نسخ فی الشرائع: ایک شریعت کے بعد دوسری شریعت نازل کرنا، آدم علیہ السلام کی شریعت کے بعد نوح علیہ السلام کی شریعت، پھر ابراہیم علیہ السلام کی شریعت، پھر موسیٰ علیہ السلام کی شریعت، پھر عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت، اور آخر میں نبی ﷺ کی شریعت آئی، یہ نسخ فی الشرائع ہے۔ یہود اور برہمن اس نسخ کو نہیں مانتے، وہ اس طرح یہودیت اور برہمنیت (ہندو ازم) کی تابید ثابت کرتے ہیں، تابید کے معنی ہیں: بھٹکی، دائی بنانا، یعنی ان کے مذہب قیامت تک کے لئے ہیں، حالانکہ یہود سابقہ شریعتوں کا شریعت موسیٰ سے نسخ مانتے ہیں، مگر آگے وہ نسخ کے قائل نہیں!

۲- نسخ فی الشریعہ: ہر شریعت میں پہلے ایک حکم آتا ہے، پھر جب احوال بدلتے ہیں تو دوسرا حکم آتا ہے، جیسے پہلے دو نمازیں تھیں، پھر شبِ معراج میں پانچ کی گئیں یا جیسے تحویل قبلہ کا معاملہ، اس طرح کی تبدیلی شریعت میں ہوتی ہے۔

یہود پہلے مسئلہ کو لے کر مسلمانوں کا ذہن خراب کرتے تھے کہ سابقہ شریعت میں کیا کیڑے پڑ گئے جو دوسری شریعت نازل کرنی پڑی؟ اور مشرکین دوسرے مسئلہ کو لے کر اعتراض کرتے تھے کہ یہ روزِ روز کی تبدیلی کیسی؟ کیا اللہ کو بھی ہذا واقع ہوتا ہے؟ ان کی بھی رائے بدلتی ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا نبی خود ہی احکام بدلتا ہے! قرآن کریم نے یہ مسئلہ دو جگہ بیان کیا ہے:

ایک: سورۃ الاعلیٰ (آیات ۷۶) میں، فرمایا: ﴿سَنُفَرِّقُكَ فَلا تَفْسُدْ﴾ اَلَا مَا شَاءَ اللّٰهُ مَا تَكُنَّ يَكْفُرُ الْجَهَنَّمُ وَمَا يَخْفَىٰ ﴿﴾ ہم آپ کو پڑھاتے ہیں یعنی آپ پر قرآن نازل کرتے ہیں، پس آپ بالیقین (نازل کیا ہوا قرآن) بھولیں گے نہیں، مگر اللہ کوس کا بھلانا منظور ہو (کیونکہ یہ بھی نسخ کی ایک صورت ہے) بے شک اللہ تعالیٰ کھلے چھپے احوال سے واقف ہیں، وہ جانتے ہیں کہ کونسا حکم ہمیشہ رہنا چاہئے، اور کونسا حکم احوال بدلنے کے بعد اٹھالینا چاہئے۔

دوم: یہاں بیان فرمایا ہے کہ احکام ہٹائے بھی جاتے ہیں یعنی شریعتیں بدلتی ہیں، اور احکام بھلائے بھی جاتے ہیں، یعنی شریعتیں مندرس بھی ہو جاتی ہیں، امتیں اپنی شریعتوں کو ضائع کر دیتی ہیں، تو ان کی جگہ ان سے بہتر یا ان کے مانند احکام دیئے جاتے ہیں، اسی طرح احوال بدلنے سے شریعت کے احکام میں بھی تبدیلی کی جاتی ہے، کوئی حکم بدل دیا جاتا

ہے اور کوئی آیت بھلا دی جاتی ہے، اور اس میں دو حکمتیں ہوتی ہیں:

ایک: اللہ قادر مطلق ہیں، ان کو احکام میں تبدیلی کا پورا اختیار ہے، تم بیچ میں ٹانگ اڑانے والے کون؟ یہ حاکمانہ حکمت ہے۔

دوم: کائنات پر حکومت اللہ کی ہے، اور بادشاہ اپنی مملکت میں حسبِ مصلحت تبدیلی کر سکتا ہے اور کرتا ہے، پس اگر اللہ تعالیٰ شریعتوں کو بدلتے ہیں تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟ کیا تمہارا کوئی اور کارساز اور مددگار ہے؟ نہیں! غرض: دونوں نسخہ بندوں کی کارسازی ہے، یہ حکیمانہ حکمت ہے۔

احوال بدلنے سے احکام بدلنے کی مثال: حکیم/ڈاکٹر کا نسخہ بدلتا ہے، جب مریض کے احوال بدلتے ہیں تو دواؤں میں تبدیلی کی جاتی ہے، اس کو حکیم کی حماقت نہیں، دانش مندی سمجھا جاتا ہے۔

﴿مَا نَسْنَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا ۚ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝﴾

ترجمہ: ہم جو بھی آیت (حکم) بدلتے ہیں یا اس کو بھلاتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے مانند لاتے ہیں، کیا تجھے (اے معترض) معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں! کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے؟ اور تمہارے لئے ان کے سوا کوئی کارساز ہے نہ مددگار!

۴- یہود و مشرکین مہمل مطالبات کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کا ذہن پر آگندہ ہو

یہود کے چند سردار خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے، اور مطالبہ کیا کہ اگر آپؐ سچے نبی ہیں تو پورا قرآن یکبارگی لکھا ہوا آسمان سے اتاریں، جیسے موسیٰ علیہ السلام تورات لکھی ہوئی یکبارگی لائے تھے [سورۃ النساء آیت ۱۵۳] اور مشرکین کا مطالبہ تھا کہ آپؐ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے دروہرو لائیں تو ہم ایمان لائیں [الاسراء آیت ۹۲]

ایسے مہمل مطالبے پورے تو نہیں کئے جاسکتے، مگر کچا ذہن متاثر ہوتا ہے کہ اگر مطالبہ پورا کر دیا جاتا تو وہ ایمان لے آتے، اس لئے دونوں کو ڈالتے ہیں کہ ایسا مہمل مطالبہ تمہارے اسلاف موسیٰ علیہ السلام سے بھی کر چکے ہیں کہ ہم جب مانیں گے کہ اللہ تعالیٰ سامنے آکر کہیں [البقرہ ۵۵] اور اس کا وبال بھی وہ چکھ چکے ہیں، پس ایمان لانا ہو تو سیدھے سیدھے لاؤ، ورنہ گمراہی میں بھٹکتے رہو!

﴿أَمْ تُرِيدُونَ أَن تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سَأَلُوا مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَنْ يَتَّبِعِ الْكُفْرَ بِالْإِثْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ

سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝﴾

ترجمہ: کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے سوال کرو جیسا موسیٰ سے پہلے سوال کیا گیا؟ اور جو کفر کو ایمان سے بدل لگا وہ بالیقین راہِ راست سے بہک گیا! — نبی ﷺ کافروں کے لئے بھی رسول ہیں، وہ بھی آپ کی امتِ دعوت ہیں، اور کفر کو ایمان سے بدلنے کا مطلب ہے: ایمان نہ لانا۔

وَذَكِّرْهُمْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُرِيدُونَ كُفْرًا ۖ بَعْدَ إِيمَانِهِمْ كُفَّارًا ۖ حَسَدًا ۖ مِّنْ عِندِ
 أَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا ۚ حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۚ
 إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ١٤٠ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِّنْ
 خَيْرٍ يَّجْزِئْهُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

وَذَكِّرْهُمْ ^(۱)	دل سے چاہتے ہیں	لَهُمُ الْحَقُّ	ان کے لئے ہدایت	الصَّلَاةَ	نماز
كَثِيرٌ	بہت سے	فَاعْفُوا ^(۵)	پس معاف کرو	وَآتُوا الزَّكَاةَ	اور روزکات
مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ	اہل کتاب میں سے	وَاصْفَحُوا	اور درگزر کرو	وَمَا تُقَدِّمُوا	اور جو آگے بڑھاؤ گے
لَوْ يُرِيدُونَ كُفْرًا ^(۲)	کاش پھر دین وہ تم کو	حَتَّىٰ يَأْتِيَ	یہاں تک کہ آئیں	لِأَنْفُسِكُمْ	اپنی ذاتوں کے لئے
مِّنْ بَعْدِ	بعد	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	مِّنْ خَيْرٍ	کچھ بھی نیک کام
رَأَيْتَكُمْ	تمہارے مسلمان ہونے کے	بِأَمْرِهِ	اپنے حکم کے ساتھ	يَجْزِئُ	پاؤ گے تم اس کو
كُفَّارًا	کفر میں	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	عِنْدَ اللَّهِ	اللہ کے پاس
حَسَدًا	جلتے ہوئے	عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
مِّنْ عِندِ أَنْفُسِهِمْ ^(۳)	اپنی طرف سے	قَدِيرٌ	قادر ہیں	بِمَا تَعْمَلُونَ	ان کاموں کو جو تم کرتے ہو
مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ ^(۴)	واضح ہونے کے بعد	وَأَقِيمُوا	اور قائم کرو	بَصِيرٌ	خوب دیکھنے والے ہیں

۵۔ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کو دین سے منحرف کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں

یہود و نصاریٰ مختلف تدبیروں سے، دوقی اور خیر خواہی کے پیرایہ میں مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے میں لگے ہوئے

(۱) فعل و ذ: متعدی بدو مفعول ہے، کثیر من اهل الکتاب: فاعل ہے، اور جمله لو یروونکم من بعد ایمانکم کفار مفعول ثانی کے قائم مقام ہے، اور حسدا: مفعول لہ ہے (۲) یزیدون کا پہلا مفعول کم ہے، دوسرا کفار ہے (۳) من عند انفسهم: حسدا کی پہلی صفت ہے (۴) من بعد ما تبين لهم الحق: حسدا کی دوسری صفت ہے (۵) عنون صفحہ تقریر یا مترادف ہیں۔

ہیں، اور یہ بات اس جملن کی وجہ سے ہے جو ان کے دلوں میں پنہاں ہے، جبکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اسلام ہی برحق مذہب ہے، آج بھی مستشرقین کا یہی مشن ہے، وہ اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ مسلمانوں میں دین کے تعلق سے بے اعتمادی اور بے اعتباری پیدا کریں، اللہ پاک مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ ان کے مکر و فریب سے بچیں!

مگر ابھی مدینہ کے یہود سے نمٹنے کا وقت نہیں آیا، اس لئے فرمایا کہ ابھی غنمو و درگزر سے کام لو، اور ان کے بارے میں اللہ کے حکم کا انتظار کرو، بعد میں حکم آیا، بنو نضیر جلاوطن کئے گئے، اور غدار قبیلہ بنو قریظہ تہ تیغ کیا گیا، آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پورے قادر ہیں، وہ ایک دن ان کا زور ضرور توڑیں گے۔

اور مسلمان ابھی نیک کاموں میں لگے رہیں، نماز کا اہتمام کریں، زکات ادا کریں، اور دوسرے جو بھی نیک کام کریں گے ان کو اللہ کے پاس موجود پائیں گے، کوئی عمل ضائع نہیں ہوگا، اللہ بندوں کے اعمال سے خوب واقف ہیں!

آیات پاک: — بہت سے اہل کتاب دل سے چاہتے ہیں کہ وہ تم کو مسلمان ہونے کے بعد مرتد کر دیں، برہمائے حسد جو ان کے دلوں میں ہے، باوجود یکہ حق ان پر واضح ہو چکا ہے، سو غنمو و درگزر سے کام لو، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں! — اور نماز کا اہتمام کرو، اور زکات ادا کرو، اور جو بھی نیک کام اپنے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے پاس موجود پاؤ گے، اللہ تعالیٰ بالیقین تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہے ہیں۔

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصْرًا ۚ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۚ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلَىٰ ۚ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصْرَةُ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ وَقَالَتِ النَّصْرَةُ لَيْسَتِ الْيَهُودَ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ۚ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ قَالَ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

وَقَالُوا	اور انھوں نے کہا	لَا مَنْ كَانَ	مگر جو ہے	تِلْكَ	یہ
لَنْ يَدْخُلَ	ہرگز نہیں جائے گا	هُودًا	یہودی	أَمَانِيُّهُمْ	ان کی آرزوئیں ہیں
الْجَنَّةَ	جنت میں	أَوْ نَصْرًا	یا عیسائی	قُلْ	کہو

ہاٹو! بَرِّهَانُكُمْ	لاؤ اپنی دلیل	وَلَا هُمْ يَخْزُونُ	ان پر اور نہ وہ	كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ	اسی طرح کہا ان لوگوں نے جو نہیں جانتے (آسانی کتاب)
طَلُوقَيْنَ بَلٰی	کچے کیوں نہیں؟	وَقَالَتِ الْيَهُودُ	اور کہا یہود نے	مِثْلَ قَوْلِهِمْ	ان کی سی بات
صَنَ آسَلَمَ	جس نے تابع کر دیا	لَيْسَتِ النَّصْرَةُ	نہیں عیسائی	قَالَهُ	پس اللہ تعالیٰ
وَجْهَهُ	اپنا چہرہ	عَلٰی شَيْءٍ	کسی چیز پر	يُحْكَمُ	فیصلہ کریں گے
يَلٰہُ	اللہ کے	وَقَالَتِ الْيَهُودُ	اور کہا	بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان
وَهُوَ خَيْرٌ	در احاطہ وہ نیکو کار ہے	النَّصْرَةُ	عیسائیوں نے	يَوْمَ الْقِيَامَةِ	قیامت کے دن
قَلِيلَ أَجْرُهُ	پس اس کے لئے اس	لَيْسَتِ الْيَهُودُ	نہیں ہیں یہود	فَنِيْمَا كَانُوا	اس بات میں کہ تھے وہ
عِنْدَ رَبِّہِ	کا ثواب ہے	عَلٰی شَيْءٍ	کسی چیز پر	فِيْہِ	اس میں
وَلَا خَوْفٌ	اس کے رب کے پاس	وَهُمْ يَنْتَوْنُ	حالانکہ پڑھتے ہیں وہ	يَخْتَلِفُونَ	اختلاف کرتے
	اور کوئی ڈر نہیں	الْيَكْتَبُ	آسانی کتاب		

۶۔ یہود مسلمانوں کو حیران کرنے کے لئے کہتے کہ جنت میں ہمیں جائیں گے!

یہود مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ جنت میں یہودی ہی جائیں گے، یعنی مسلمان جنت میں نہیں جائیں گے، یہی بات عیسائی بھی کہتے تھے، ان کا مقصد مسلمانوں کو مایوس کرنا ہے، تاکہ وہ اسلام سے کنارہ کش ہو جائیں!

اللہ پاک فرماتے ہیں: جو یہ بات کہتا ہے وہ اپنی سند پیش کرے، اپنی کتابوں سے حوالہ لائے، تورات و انجیل میں یہ بات کہیں نہیں لکھی، یہ ان کی دل بہلانے کی باتیں ہیں، اور مسلمان جنت میں کیوں نہیں جائیں گے؟ ضرور جائیں گے! معیار یہ ہے کہ جس نے اپنی ذات اللہ کو سپرد کر دی، اللہ کا ہر حکم ماننا ہے، اور نیکو کار بھی ہے: وہی جنت میں جائے گا، اور اس معیار پر مسلمان ہی پورے اترتے ہیں، یہود و نصاریٰ پورے نہیں اترتے، یہود: عیسیٰ علیہ السلام، نبی ﷺ اور انجیل و قرآن کو نہیں مانتے، پس وہ مسلمان (خود کو اللہ کے سپرد کرنے والے) کہاں ہوئے؟ یہی حال عیسائیوں کا ہے، وہ بھی نبی آخر الزماں ﷺ اور قرآن کریم کو نہیں مانتے، اس لئے وہ بھی اللہ کے منقاد نہیں ہیں، اور مسلمان اس معیار پر پورے اترتے ہیں، وہ سب انبیاء کو اور ان کی کتابوں کو مانتے ہیں، اس لئے وہی جنت میں جائیں گے، وہاں ان کو نہ آگے

کا کوئی ڈر ہو گا نہ پیچھے کا غم! پس مسلمان ان کی باتوں سے مایوس نہ ہوں!

﴿وَقَاتِلُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هَؤُلَاءِ أَوْ نَصِلَهُمْ ؕ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾
 ﴿بَلَىٰ ۖ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں نے (یہود و نصاریٰ نے) کہا: جنت میں ہرگز نہیں جائیں گے مگر جو یہودی ہے یا عیسائی ہے! یہ ان کی تمنا کی (دل بہلانے والی باتیں) ہیں۔ کہو: اپنی بات کی سند لاؤ اگر تم سچے ہو! کیوں نہیں! — یعنی مسلمان جنت میں کیوں نہیں جائیں گے، ضرور جائیں گے، معیار سنو: — جس نے اپنی ذات اللہ کو سپرد کر دی، در انحالیکہ وہ نیکو کار بھی ہے تو اس کے لئے اس کے رب کے پاس اس کا ثواب ہے، اور ان کو نہ کوئی ڈر ہوگا، نہ وہ غم گیں ہونگے!

۷۔ یہود و نصاریٰ بلکہ ہندو بھی کہتے ہیں: ہمیں برحق ہیں..... پردہ کل قیامت کو ہٹے گا!

یہودی خود کو حق پر اور عیسائیوں کو غلط قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک عیسائی مشرک ہیں، یورپ کے ایک بڑے پادری نے مجھ سے کہا: جب میں نے اس کو مسجد میں آنے کی دعوت دی کہ ہم مسجد میں تو آ سکتے ہیں، چرچوں میں نہیں جاسکتے، میں نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: وہاں شرک ہوتا ہے، مسجد میں شرک نہیں ہوتا یعنی عیسائی: عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، یہ شرک ہے۔

اور عیسائی بھی یہود کو غلط قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک یہود کافر ہیں، اس لئے کہ وہ خاتم انبیاء بنی اسرائیل اور ان کی کتاب انجیل کو نہیں مانتے۔

خیر ان دونوں کے پاس تو آسمانی کتابیں ہیں، ہندو جن کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ان کا مذہب ہی برحق ہے، اور قرآن کہتا ہے کہ اسلام اور مسلمان برحق ہیں، اب اس اختلاف کا عملی فیصلہ کل قیامت کو ہوگا، جس کو جنت میں بھیجا جائے گا وہ برحق تھے، اور جن کو جہنم میں ڈالا جائے گا وہ غلط تھے، رباطی فیصلہ تو وہ قرآن نے ابھی دنیا ہی میں کر دیا ہے۔

اور سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہر مذہب والے خود کو حق پر سمجھتے ہیں، جبکہ حرمومات اور عقائد مختلف ہیں، اور ہر ایک کا قبلہ تو جہ (ڈائرکشن) بھی مختلف ہے، پھر سب ایک منزل (اللہ) تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ عرب کا ایک بدواؤنٹ پر جا رہا تھا، کسی نے پوچھا: کہاں جا رہا ہے؟ اس نے کہا: مکہ! اسئل نے کہا: تو کبھی مکہ نہیں پہنچ سکتا، جس راستہ پر تو چل رہا ہے وہ ترکستان کا راستہ ہے! یہودی جو موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر انک گئے، عیسائی جو عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل پر رک گئے، اور

ہندو جو بھگوان کو چھوڑ کر غیروں کی بھگتی میں لگ گئے وہ اللہ تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصْرَةُ عَلٰی شَيْءٍ ۖ وَقَالَتِ النَّصْرَةُ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰی شَيْءٍ ۖ وَهُمْ يَتَّبِعُونَ الْكِتٰبَ ۚ كَذٰلِكَ قَالِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۚ مِثْلَ قَوْلِهِمْ قَالَهُ يُحٰكِمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِئْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۶﴾

ترجمہ: اور یہود نے کہا: عیسائیوں کا مذہب باطل ہے، اور عیسائیوں نے کہا: یہود کا مذہب باطل ہے، جبکہ وہ لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں، ایسی ہی بات ان لوگوں نے بھی کہی جو (اللہ کی کتاب) نہیں جانتے — یعنی مشرکین نے بھی کہی — پس اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن (عملی) فیصلہ کریں گے، اس بات میں جس میں وہ باہم مختلف ہیں — کہ کون حق پر ہے؟

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسِيحَ اللَّهِ أَنْ يُذَكِّرَ فِيهَا اسْمَهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا ۚ أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۷

وَمَنْ أَظْلَمُ	اور کون بڑا ظالم ہے	وَسَعَىٰ	اور کوشش کی اس نے	لَهُمْ	ان کے لئے
وَمِمَّنْ مَّنَعَ	اس سے جس نے روکا	فِي خَرَابِهَا	ان کو اجازت کی	فِي الدُّنْيَا	دنیا میں
مَسِيحَ اللَّهِ	اللہ کی مسجدوں کو	أُولَٰئِكَ	یہ لوگ	خِزْيٌ	رسوائی ہے
أَنْ يُذَكِّرَ	(اس سے) کہ لیا جائے	مَا كَانَ لَهُمْ	نہیں تھا ان کے لئے	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے
فِيهَا	ان میں	أَنْ يَدْخُلُوهَا	کہ داخل ہوں ان میں	فِي الْآخِرَةِ	آخرت میں
اسْمُهُ	اللہ کا نام	إِلَّا خَائِفِينَ	مگر ڈرتے ہوئے	عَذَابٌ عَظِيمٌ	بڑا عذاب ہے

۸- مشرکین کیسے کہتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں، انھوں نے مسلمانوں کو عمرہ تو کرنے نہیں دیا

۶ ہجری میں نبی ﷺ پندرہ موصحابہ کے ساتھ مکہ مکرمہ عمرہ کرنے کے لئے جا رہے تھے، کعبہ شریف سب لوگوں کی مشترک عبادت گاہ تھی، سب کوچ اور عمرہ کرنے کے لئے آنے کا حق تھا، مگر مشرکین مکہ (قریش) نے مسلمانوں کو حدیبیہ کے میدان میں روک دیا، وہ روادار نہیں ہوئے کہ مسلمان عمرہ کریں، مجبوراً احرام کھول کر لوٹا پڑا، ان مشرکین کا کیا منہ ہے کہ کہیں: ہم ہی حق پر ہیں، مسجدوں کو اللہ کی یاد سے روکنا تو بہت بڑا ظلم ہے، مسجدیں تو اللہ کی یاد کے لئے ہیں، عبادت

کرنے والوں کو ان سے روکنا تو ان کو دیران کرنا ہے، مسجدوں میں تو ان لوگوں کو خوف و خشیت سے داخل ہونا چاہئے تھا جو یہ حرکت کرتے ہیں، وہ دنیا میں رسوا ہو گئے، اور آخرت میں عذابِ عظیم سے دوچار ہو گئے۔

آیتِ پاک: — اور اس شخص سے بڑا ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے روکے، اور اس کو دیران کرنے کے درپے ہو؟ ان کو تو چاہئے تھا کہ وہ اللہ سے ڈرتے ہوئے ہی ان میں داخل ہوتے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب ہے!

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيُّمَا تُولُوْا فَتَحْمِلْهُ الْوُجْهَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ وَاَسِعُ عَلِيْمٌ ۝۱۰
وَقَالُوْا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۚ سُبْحٰنَہٗ ۚ بَلْ لَّہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ کُلٌّ
لَّہٗ فَنِتْنُوْنَ ۝۱۱ بِدِیْعِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِذَا قُضِیَ اَمْرًا فَاَنۢمَآ یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ
فَیَکُوْنُ ۝۱۲ وَقَالَ الَّذِیۡنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُکَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِیۡنَاۤ اٰیَۃٌ ۚ کَذٰلِکَ قَالَ
الَّذِیۡنَ مِنْ قَبْلِہِم مِّثْلَ قَوْلِہِم ۚ تَشَابَہَتْ قُلُوْبُہُمْ ۚ قَدْ بَیۡتَۃَ الْاٰیٰتِ یَقُوْمُ
یُبُوْقِنُوْنَ ۝۱۳ اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّاَنذِیْرًا ۚ وَلَا تَسۡعَلْ عَنۡ اَصۡحٰبِ الْاِحۡجٰمِ ۝۱۴

وَلِلّٰهِ	اور اللہ کے لئے ہیں	وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے	بِدِیْعِ ^(۱)	انوکھا نماز سے پیدا
الْمَشْرِقُ	مشرق	اَتَّخَذَ	بنائی		کرنے والے ہیں
وَالْمَغْرِبُ	اور مغرب	اللّٰهُ	اللہ نے	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کو
فَاَيُّمَا	پس چاہے بھی	وَلَدًا	اولاد	وَالْاَرْضِ	اور زمین کو
تُولُوْا	منہ پھیرو تم	سُبْحٰنَہٗ	وہ پاک ہیں	وَاِذَا قُضِیَ	اور جب طے کرتے ہیں وہ
فَتَحْمِلْہُ	پس اس جگہ	بَلْ لَّہٗ	بلکہ ان کے لئے ہیں	اَمْرًا	کسی بات کو
وَجْہَ اللّٰہِ	اللہ کا چہرہ ہے	مَا فِی السَّمٰوٰتِ	جو آسمانوں میں ہیں	فَاَنۢمَآ	تو اس کے سوا نہیں کہ
اِنَّ اللّٰہَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَالْاَرْضِ	اور زمین میں ہیں	یَقُوْلُ	فرماتے ہیں
وَاَسِعُ	بڑی کشادگی والے	کُلٌّ	سب اس کے لئے	لَہٗ	اس سے
عَلِیْمٌ	خوب جاننے والے ہیں	فَنِتْنُوْنَ	تابعدار ہیں	کُنْ	ہو جا

(۱) بَدَعُہ (ف) بَدَعَا: بلا موندنی چیز بنانا، ایجاد کرنا۔

فَيَكُونُ وَقَالَ الَّذِينَ كَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْ كُنَّا اللَّهُ أَوْ نَاتِيْنَا آيَةً كَذَلِكَ	پس وہ ہو جاتی ہے اور کہا ان لوگوں نے جو نہیں جانتے کیوں نہیں بات کرتا ہم اللہ تعالیٰ یا (کیوں نہیں) آتی ہمارے پاس بڑی نشانی اسی طرح	قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ (۱) كَذَّابَةٌ فَقُلُوْهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُبْوَقُونُ	کہا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے ہوئے ان کی سی بات ایک سے ہو گئے ہیں ان کے دل تحقیق بیان کی ہم نے نشانیاں ان لوگوں کے لئے (جو) یقین کرتے ہیں	لَا تَأْكُلُ أَمْوَالَكُم مِّنْ بَيْنِكُمْ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْبُحَيْرِ	بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے بچے دین کے ساتھ خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا اور آپ سے نہیں پوچھا جائے گا دو چیزوں کے بارے میں
---	--	--	--	---	--

۹۔ مسلمانوں کو مشرکین نے عمرہ نہیں کرنے دیا تو ان کا کیا بگڑا؟ اللہ کی عبادت تو ہر جگہ سے کی جاسکتی ہے! ارشاد فرماتے ہیں: مشرق و مغرب کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، اسی طرح شمال و جنوب کے بھی، کیونکہ یہ محاورہ ہے، مشرق و مغرب بول کر تمام جہتیں مراد لیتے ہیں — اور خود اللہ پاک لازمان و لامکان ہیں، العقائد النسفیۃ میں ہے: لا یتعین فی مکان، ولا یجوز علیہ زمان، زمان و مکان اور جہات متعلق ہیں، اور خالق مخلوق میں نہیں ہوتا، ورنہ احتیاج لازم آئے گی۔

پس اللہ تعالیٰ کا ہر طرف رخ ہے، ان کی عبادت کسی بھی جانب رخ کر کے کی جاسکتی ہے، چنانچہ سفر میں جہت قبلہ معلوم نہ ہو تو تحری کر کے (سوچ کر کے) نماز پڑھ سکتا ہے، پھر اگر وقت میں یا وقت کے بعد غلطی ظاہر ہو تو اعادہ کی ضرورت نہیں، اسی طرح سفر میں سواری (اونٹ) پر نفل نماز پڑھ سکتا ہے، جدھر بھی سواری کا منہ ہو، قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں، اسی آیت کی وجہ سے: ﴿فَإِیْمًا تَوَلَّوْا فَتُحَرِّجْهُ﴾ اللہ کے تم جدھر بھی منہ کرو اُدھر ہی اللہ کی ذات ہے! اور فرض نمازوں میں عام حالات میں استقبال قبلہ کی شرط اور حج کے لئے کعبہ کی تعیین دو وجہ سے ہے:

۱۔ کعبہ شریف کو اسمبلی پونٹ مقرر کیا گیا ہے، وہ لوگوں کے اجتماع کی جگہ ہے تاکہ ساری دنیا کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوں، ابھی (آیت ۱۲۵) میں آ رہا ہے: ﴿مَثَابَةُ لِّلنَّاسِ﴾ کعبہ کو لوگوں کے واسطے اجتماع کی جگہ بنایا ہے۔

(۱) مَثَابَةُ الشَّیْءِ: یکساں اور ہم شکل ہونا، مفرق نہ رہنا۔

۲۔ نمازوں میں استقبالِ قبلہ کا حکم طے کی شیرازہ بندی کے لئے ہے تمام مساجد میں اور ساری دنیا میں مسلمان ایک رخ پر عبادت کریں، ان میں انتشار نہ ہو، ورنہ ہر پرتی میں بلکہ ہر مسجد میں تماشا ہوگا۔

ورنہ حقیقت میں کعبہ شریف قبلہ نہیں، بلکہ قبلہ نما ہے قبلہ اللہ کی ذات ہے، اور وہ وسعت والی ہے، ہر رخ سے اس کی عبادت کی جاسکتی ہے، مگر عظیم بھی ہے، اس لئے لوگوں کی مصلحت سے عام حالات میں عبادت کے لئے کعبہ شریف کو پونٹ مقرر کیا ہے۔

اور یہاں کہنا یہ ہے کہ قریش نے مسلمانوں کو عمرہ نہیں کرنے دیا تو ان کا کیا نقصان ہوا؟ وہ تو ہر جگہ سے اللہ کی عبادت کر سکتے ہیں! بڑے ظالم تم ہی ٹھہرے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی مسجد سے روکا!

﴿وَاللّٰهُ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ، فَإِنَّمَا تَوَلَّوْا فَلَئِنَّ وَجْهَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

ترجمہ: اور مشرق و مغرب اللہ ہی کے لئے ہیں، پس تم جدھر بھی منہ پھیرا ہی جگہ اللہ کا رخ ہے! بے شک وہ بڑی وسعت والے خوب جاننے والے ہیں۔

۱۰۔ مشرکین اللہ کے لئے اولاد مانگتے ہیں، پھر وہ کس منہ سے کہتے ہیں کہ ان کا دین ہی برحق دین ہے؟ مشرکین مکہ: مسلمانوں سے کہتے تھے: ہمارا دھرم ہی سچا ہے، تمہارا دین باطل ہے، اللہ پاک ان کو جواب دیتے ہیں کہ تم نے تو اللہ کے لئے اولاد تجویز کر رکھی ہے، فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتے ہو، حالانکہ ان کی ذات اولاد سے پاک ہے، اور کائنات کا کوئی فرد اللہ کی اولاد ہو بھی نہیں سکتا، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کی ملکیت ہے، ان میں مالک و مملوک کا رشتہ ہے، اور اولاد و مملوک نہیں ہوتی، آزاد ہوتی ہے، نیز کائنات اللہ کے احکام کی تابعدار ہے، اور اولاد کی یہ شان نہیں۔

اور اللہ کو اولاد کی کیا حاجت ہے؟ اولاد کی ضرورت بڑھاپے میں پڑتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کسی کی معاونت کے محتاج نہیں، وہ کائنات کے موجد ہیں، اکیلے ہی خالق ہیں، اور ان کی قدرت کن فیکون ہے، پس ان کو اولاد کی کیا حاجت ہے؟ اور کہنا یہ ہے کہ تم جو شرک میں مبتلا ہو، اور اللہ کی شان میں اس سے بڑی کوئی گستاخی نہیں ہو سکتی: کس منہ سے کہتے ہو کہ تمہارا دھرم ہی سچا ہے؟ بلکہ سچے وہ لوگ ہیں جو ایک اللہ کے پرستار ہیں!

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۚ سُبْحٰنَہٗ ۚ بَلْ لَّہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ کُلٌّ لَّہٗ فِئْتُونٌ ﴿۱۱﴾
بِیْدِہِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ اِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ﴿۱۲﴾﴾

ترجمہ: اور انھوں نے (مشرکین نے) کہا: اللہ نے اولاد اختیار کی ہے، ان کی ذات (اولاد سے) پاک ہے! بلکہ

ان کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب ان کے تابعدار ہیں — وہ آسمانوں اور زمین کے موجد ہیں، اور جب وہ کسی امر کا فیصلہ فرماتے ہیں تو بس 'ہو' کہتے ہیں، پس وہ ہو جاتی ہے — 'ہو' کہنا: ارادہ کی تعبیر ہے۔

۱۱- مشرکین کہتے ہیں: اللہ خود ہم سے بات کیوں نہیں کرتے؟

یا ہماری مطلوبہ کوئی نشانی دکھائیں تو ہم مانیں!

مشرکین جن کے پاس آسمانی کتابوں کا کوئی علم نہیں دو باتیں کہتے ہیں:

۱- اللہ خود ہم سے کہیں کہ محمد میرے بھیجے ہوئے ہیں اور اسلام سچا مذہب ہے؟ تو ہم مان لیں — اس کا جواب ﴿لَا يَعْلَمُونَ﴾ میں ہے کہ ان کے پاس آسمانی کتابوں کا علم نہیں، اس لئے وہ یہ بات کہتے ہیں، تمام آسمانی کتابوں میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اس دنیا میں اللہ کا دیدار ممکن نہیں، پھر وہ خود کیسا ان سے کہیں گے؟

۲- ہم جن نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں، جن کا تذکرہ سورۃ الاسراء (آیات ۹۰-۹۳) میں ہے، ان میں سے کوئی نشانی دکھائیں تو ہم مان لیں۔ اللہ پاک ان کو جواب دیتے ہیں کہ یہی مطالبہ گزشتہ مشرک اقوام نے بھی اپنے رسولوں سے کیا ہے، یہ سب ایک تھیلے کے پتے پتے ہیں، سب بدقماشوں کی ایک فطرت ہے، اس لئے ایک طرح کی باتیں کرتے ہیں، رہی نشانیاں تو ایک نہیں کئی ایک نشانیاں ہم دکھا چکے ہیں، مگر ان کو دیکھے وہ جس کے پاس دیدہ دینا ہو! رہا مطلوبہ نشانی کا معاملہ: تو وہ اس لئے نہیں دکھائی جا رہی کہ اگر اس پر قوم ایمان نہیں لائے تو ہلاک کی جائے گی، اور مشرکین مکہ کو ہلاک کرنا مقدر نہیں، ان کے ایمان کی امید ہے، اس لئے مطلوبہ حجزہ نہیں دکھایا جا رہا، دوسری نشانیاں دکھائی جاتی ہیں۔

﴿وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ ۚ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ ۚ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِلْأَبْتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں نے جن کے پاس آسمانی کتابوں کا علم نہیں: کہا: اللہ ہم سے بات کیوں نہیں کرتے؟ یا ہمارے پاس کوئی (مطلوبہ) نشانی آتی (تو ہم مان لیتے!) — ایسی ہی بات ان لوگوں نے بھی کہی جو ان سے پہلے گزرے، سب کے دل ایک جیسے ہو گئے ہیں، بالتحقیق ہم نے یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں بیان کر دی ہیں!

۱۲- مشرکین کا قصہ ایک طرف کیجئے، اور اپنا فرض منہی ادا کیجئے

آیت ۱۱۳ میں آیا ہے کہ یہود کہتے ہیں: عیسائی کچھ نہیں، اور عیسائی کہتے ہیں: یہود کچھ نہیں، یہی بات مشرکین مکہ بھی کہتے ہیں، پھر مشرکین کا تذکرہ شروع ہوا ہے، جو اس آیت پر پورا ہو رہا ہے، آگے بنی اسرائیل (یہود و نصاری) کا ذکر ہے۔

اللہ پاک فرماتے ہیں: بشرکین کا معاملہ ایک طرف کیجئے، وہ جہنم میں جانا چاہیں تو جائیں، آپؐ سے ان کے بارے میں کوئی سوال نہیں ہوگا کہ وہ جہنم میں کیوں گئے؟ آپؐ نے ان کو کیوں نہیں بچایا! آپؐ کو ہم نے سچے دین کے ساتھ اس لئے بھیجا ہے کہ ماننے والوں کو خوش خبری سنائیں اور نہ ماننے والوں کو وارنک دیں، باقی اللہ اللہ خبر سلا! ﴿لَا تَأْكُلْ أَمْوَالَكُم بِالْحَقِّ يَافِئًا ۖ وَلَئِنَّكُمْ لَتَشْعَلُونَ عَنْ أَمْوَالِكُمْ ۖ فَالْحَقُّ يَافِئًا ۖ وَلَئِنَّكُمْ لَتَشْعَلُونَ عَنْ أَمْوَالِكُمْ ۖ فَالْحَقُّ يَافِئًا ۖ وَلَئِنَّكُمْ لَتَشْعَلُونَ عَنْ أَمْوَالِكُمْ ۖ فَالْحَقُّ يَافِئًا ۖ﴾

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے آپؐ کو سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے، خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اور آپؐ سے دو چیزوں کے بارے میں کوئی سوال نہیں ہوگا!

وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۚ قُلْ إِنْ هَدَىٰ اللَّهُ هُوَ الْهَادِيَ ۚ وَلَئِنْ أَتَيْتُمْ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۖ مَا لَكُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۚ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلْكَائِهِ ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۚ

وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۚ قُلْ إِنْ هَدَىٰ اللَّهُ هُوَ الْهَادِيَ ۚ وَلَئِنْ أَتَيْتُمْ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۖ مَا لَكُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۚ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلْكَائِهِ ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۚ	اور نہ راضی نہیں ہوگے آپؐ سے یہود اور نہ نصاریٰ تا آنکہ پیروی کریں آپؐ ان کے دین کی کہو بے شک راہ نمائی اللہ کی	هُوَ الْهَادِيَ وَلَئِنْ أَتَيْتُمْ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۖ مَا لَكُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۚ	وہی راہ نمائی ہے اور بخدا! اگر پیروی کی آپؐ نے ان کی خواہشات کی بعد اس کے جو پہنچا آپؐ کو علم سے نہیں ہوگا آپؐ کیلئے اللہ کے عوض	مِّنَ وَّلِيٍّ وَلَا تَصِيرُ ۚ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلْكَائِهِ ۚ أُولَٰئِكَ	کوئی کارساز اور نہ کوئی مددگار وہ لوگ جن کو دی ہم نے ان کو آسمانی کتاب پڑھتے ہیں وہ اس کو جیسا حق ہے اس کے پڑھنے کا وہی لوگ
--	---	---	--	---	---

(۱) الذی: صلہ کے ساتھ بعد کا مضاف الیہ ہے، اور من العلم: الذی کا بیان ہے (۲) مالک: جواب قسم ہے (۳) من اللہ: من عوض کا ہے، اسی عوضاً من اللہ، جیسے دعا ہے: لَا يَنْفَعُ ذَا الْجَنَّةِ مِنْكَ الْجَدُّ: مالدار کے لئے آپؐ کے بالعموم مالدار کی نافرمانی نہیں۔ (۴) اللین: مبتدا، اولئک: خبر، اور جملہ یتلونہ: آیتناہم کے مفعول کا حال، اور حق: مفعول مطلق ہے

یُؤْمِنُونَ	مان لیتے ہیں	وَمَنْ يَكْفُرْ	اور جس نے انکار کیا	فَأُولَٰئِكَ هُمُ	وہی لوگ
یہ	اسلام کو	یہ ^(۱)	اسلام کا	الْخَاسِرُونَ	گھائے میں بہنے والے ہیں

۱۳- یہود و نصاریٰ تمہیں کافر کر کے چھوڑیں گے!

مشرکین بھی خود کو برحق دین پر کہتے تھے، ان سے گفتگو کے بعد اب یہود و نصاریٰ کا حال بیان کرتے ہیں، آیت ۱۱۴ میں گزرا ہے کہ یہ دونوں بھی خود کو حق پر مانتے ہیں، یہ دونوں بھی اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں، امر حق سے دونوں کو کوئی سروکار نہیں، پس وہ کبھی بھی دین اسلام قبول نہیں کریں گے، ان کی تو کوشش یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچیں، وہ مسلمانوں سے اسی وقت خوش ہو گئے جب وہ یہودی یا عیسائی بن جائیں۔

﴿وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾

ترجمہ: اور یہود و نصاریٰ آپ سے اس وقت تک خوش نہیں ہو گئے جب تک آپ ان کے مذہب کی پیروی نہ کریں — خطاب پیغمبر سے ہے، مگر سنا نامت کو ہے۔

۱۴- ان سے ڈنگے کی چوٹ کہہ دو کہ اسلام ہی برحق مذہب ہے!

فرماتے ہیں: مسلمانوں کو چاہئے کہ یہود و نصاریٰ سے صاف صاف کہہ دیں کہ اللہ کی راہ نمائی ہی معتبر راہ نمائی ہے یعنی اسلام ہی سچا دین ہے تمہارا دین محرف اور منسوخ ہے، ہم اس کو کبھی قبول نہیں کر سکتے، ان کو مایوس کر دو۔

﴿قُلْ إِنْ هَدَىٰ اللَّهُ هُوَ الْهَادِيَ﴾

ترجمہ: کہہ دو! اللہ کی راہ نمائی ہی راہ نمائی ہے! — اور وہ اسلام ہے!

۱۵- اگر کوئی مسلمان یہود و نصاریٰ کے چکمہ میں آگیا تو وہ اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکے گا

یہودیت تو نسلی مذہب ہے، وہ تو کسی کو یہودی نہیں بناتے، وہ تو مسلمانوں کی تباہی چاہتے ہیں، اور عیسائی مذہب بھی دراصل بنی اسرائیل کے لئے تھا، لیکن بعد میں پولس نے اس کو عالمی مذہب بنایا ہے، اور اب عیسائی پوری دنیا میں مشینز کی جال پھیلانے ہوئے ہیں، وہ لوگوں کو لالچ دے کر عیسائی بناتے ہیں، پس اگر کوئی مسلمان ان کے فریب میں آگیا، اور ان نے عیسائیت قبول کر لی تو وہ اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکے گا، مرتد کی سزا اسلامی حکومت میں قتل ہے، اور آخرت میں جہنم کا جیل خانہ!

(۱) دونوں جگہ یہ: کا مرجع ہُدًى: اللہ کی راہ نمائی ہے یعنی اسلام۔

﴿وَلَكِنَّ الْإِنْبِغْتَ أَهْلَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَجْهِ وَلَا تَصْبِيرَ﴾

ترجمہ: اور بخدا! اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی — اور یہودیت یا عیسائیت کو اختیار کر لیا — اُس علم کے بعد جو آپ کو پہنچ چکا ہے — قرآن وحدیث مراد ہیں جو تعلیمات اسلام پر مشتمل ہیں — تو اللہ کے بدل نہ کوئی آپ کا کارساز ہو گا نہ دگارا!

۱۶۔ یہود و نصاریٰ اگر کھلے ذہن سے اپنی کتابیں پڑھیں تو اسلام قبول کر لیں

اگر یہود و نصاریٰ کھلے ذہن سے، تعصب کی عینک اتار کر، تورات و انجیل پڑھیں، اور ساتھ ہی قرآن کریم کا مطالعہ کریں، مسلمانوں سے اسلامی معلومات حاصل کریں یا اسلامی کتابیں پڑھیں تو ضرور اسلام قبول کر لیں، ان کی کتابوں میں اسلام کی حقانیت کے دلائل اور نبی ﷺ کے اوصاف موجود ہیں، اور جب وہ اسلامی تعلیمات کے ساتھ اپنی تعلیمات کا موازنہ کریں گے تو اسلام کی خوبی ان کی سمجھ میں آ جائے گی۔

اور واقعہ یہ ہے کہ یہود تو تعصب کا چشمہ چڑھا کر ہی تورات پڑھتے ہیں، اور قرآن میں کیڑے ڈھونڈتے ہیں، اس لئے عام طور پر وہ ایمان سے محروم رہتے ہیں، مگر عیسائیوں کا معاملہ مختلف ہے، وہ کھلے ذہن سے قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں، اور اسلامی کتابیں پڑھتے ہیں، پھر انجیل کی تعلیمات سے موازنہ کرتے ہیں، پس اسلام کی خوبی ان کی سمجھ میں آ جاتی ہے، اور وہ مسلمان ہو جاتے ہیں، یورپ اور امریکہ میں اسلام قبول کرنے والے زیادہ تر عیسائی ہیں۔

﴿الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمُ الْكِتَابُ يَشْلُوكُهُ حَقٌّ يَتْلُوهُ وَيَتْلُوهُ ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے آسمانی کتاب (تورات اور انجیل) عطا فرمائی ہے، جو اس کو اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح اس کو پڑھنے کا حق ہے: وہ اللہ کی راہ نمائی (اسلام) کو مان لیتے ہیں، اور جو اللہ کی راہ نمائی (اسلام) کو نہیں مانتے گے وہی لوگ گمراہی میں رہنے والے ہیں!

فائدہ: ﴿يَشْلُوكُهُ حَقٌّ يَتْلُوهُ وَيَتْلُوهُ﴾ اس کو اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح اس کو پڑھنے کا حق ہے: اس میں عظیم فائدہ ہے، اللہ کی تمام کتابوں کا، خاص طور پر قرآن کریم کا مطالعہ خالی ذہن سے کرنا چاہئے، پہلے سے نظریہ قائم کر کے قرآن کو سمجھنا تن کی طرح اس کے مطابق نہیں کرنا چاہئے، یہی تفسیر بالرائے ہے، مگر اہل فرقے اور متجددین اسی طرح قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں، اور ظاہرات ہے عینک جس رنگ کی ہوگی چیزیں ویسی ہی نظر آئیں گی اور بیشمار سفید ہوگا تو چیزیں اصلی حالت میں نظر آئیں گی، یہ عظیم فائدہ ہے، اہل کتاب اپنی کتابوں کا مطالعہ تعصب کا چشمہ لگا کر کریں گے تو

وہ حق کی راہ نمائی قبول نہیں کریں گے، اور قرآن کا مطالعہ نظریہ قائم کر کے کیا جائے گا تو گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلُ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِيْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاِنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝
وَاتَّقُوا یَوْمًا لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا
شَفَاعَةٌ ۚ وَلَا هُمْ یُنصَرُونَ ۝

یٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلُ	اے یعقوب کی اولاد	عَلَى الْعَالَمِیْنَ	جہانوں پر	وَلَا يُقْبَلُ	اور نہیں قبول کیا جائیگا
اَذْكُرُوا	یاد کرو	وَاتَّقُوا	اور ڈرو	مِنْهَا	اس کی طرف سے
نِعْمَتِیْ	میرا وہ انعام	یَوْمًا	اس دن سے	عَدْلٌ	کوئی بدلہ
الَّتِیْ اَنْعَمْتُ	جو کیا میں نے	لَا تَجْزِیْ	نہیں کام آئے گا	وَلَا تَنْفَعُهَا	اور نہیں کام آئیگی اسکے
عَلَیْكُمْ	تم پر	نَفْسٌ	کوئی شخص	شَفَاعَةٌ	کوئی سفارش
وَاِنِّیْ	اور یہ کہ میں نے	عَنْ نَفْسٍ	دوسرے شخص کے	وَلَا هُمْ	اور نہ وہ
فَضَّلْتُكُمْ	برتری بخشی تم کو	شَيْئًا	کچھ بھی	یُنصَرُونَ	مدد کئے جائیں گے

بنی اسرائیل کے تفصیلی حالات جامع تمہید لوٹا کر پورے فرماتے ہیں

آیات ۲۸ و ۲۷ سے بنی اسرائیل کے احوال کا تفصیلی بیان شروع ہوا ہے، وہاں جو تمہید بھی اسی پر اختتام فرماتے ہیں، اس میں یہ سبق ہے کہ کسی چیز کا تفصیلی تذکرہ جامع تمہید سے شروع کرنا چاہئے، جیسے اصحاب کہف کا تذکرہ جامع خلاصہ سے شروع کیا ہے، پھر اگر وہ مفصل تذکرہ تمہید لوٹا کر پورا کیا جائے تو لطف دہلا ہوا جاتا ہے۔

آیات پاک: — اے اولادِ یعقوب! میرے وہ احسانات یاد کرو جو میں نے تم پر کئے ہیں، اور (خاص طور پر) یہ انعام یاد رکھو کہ میں نے تم کو جہاں والوں پر برتری بخشی ہے — یہ فضیلت اس وقت تک تھی جب تک وہ اپنے دین پر قائم تھے — اور اس دن سے ڈرو جس میں کوئی کسی کے کچھ کام نہیں آئے گا — قیامت کا دن مراد ہے — اور نہ اس کی طرف سے کوئی بدلہ لیا جائے گا — یعنی گناہ کا جرم نہ دے کر بھی سزا سے نہیں بچ سکے گا — اور نہ اس کے لئے کوئی سفارش مفید ہوگی، اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے — بلکہ وہ لامحالہ عذاب سے دوچار ہونگے!

وَاِذْ اٰتٰی اٰیٰہُمْ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاتَّخٰذْنَ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۚ قَالَ وَمِنْ

ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنْتَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ۖ وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ
وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ
أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝

وَإِذْ	اور (یا دکر) جب	قَالَ	فرمایا	مُصَلًّى	نماز کی جگہ
ابْنَتِي	آزمایا (استحان کیا)	لَا يَنْتَالُ	نہیں پہنچے گا	وَعَهِدْنَا	اور قول و قرار کیا ہم نے
إِبْرَاهِيمَ	ابراہیم کو (کا)	عَهْدِي	میرا ایمان	إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ	ابراہیم سے
كَرْبَةً	ان کے رب نے	الظَّالِمِينَ	نافرمانوں کو	وَأِسْمَاعِيلَ	اور اسماعیل سے
بِجِلْدٍ	چند باتوں (احکام) سے	وَإِذْ	اور (یا دکر) جب	أَن طَهِّرَا	کہ پاک صاف رکھیں
فَاكْتَحَنَ	پس پورا کیا اس نے ان کو	جَعَلْنَا	بنایا ہم نے	دُونِ	دونوں
قَالَ	فرمایا	الْبَيْتِ	بیت اللہ کو	بَيْتِي	میرے گھر کو
إِنِّي	بے شک میں	مَثَابَةً ^(۲)	جمع ہونے کی جگہ	لِلطَّائِفِينَ	طواف کرنے والوں کیلئے
جَاعِلًا ^(۱)	بنانے والا ہوں آپ کو	لِّلنَّاسِ	لوگوں کے لئے	وَالْعَاكِفِينَ	اور اعکاف کرنے والوں
لِّلنَّاسِ	لوگوں کے لئے	وَأَمْنًا	اور امن کی جگہ	كَهْ لَئِ	کے لئے
إِمَامًا	پیشوا	وَاتَّخِذُوا	اور بناؤ تم	وَالرُّكَّعِ ^(۳)	اور رکوع کرنے والوں
قَالَ	عرض کیا	مِن مَّقَامِ	کھڑے ہونے کی جگہ کو	كَهْ لَئِ	کے لئے
وَمِن ذُرِّيَّتِي	اور میری اولاد سے	إِبْرَاهِيمَ	ابراہیم کی	السُّجُودِ	سجدہ کرنے والوں کیلئے

بنی اسماعیل کا تذکرہ

بنی اسرائیل کے تذکرہ کے بعد اب بنی اسماعیل کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، اسماعیل علیہ السلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے تھے، اسحاق علیہ السلام ان سے چھوٹے تھے، جن کے صاحبزادے یعقوب علیہ السلام ہیں، ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے، پس بنی اسماعیل کا تذکرہ پہلے آنا چاہئے تھا، مگر بنی اسرائیل کو نبوت سے پہلے سرفراز کیا (۱) جاعل: اسم فاعل: بنادوں گا (۲) مٹانے: طرف مکان: لوٹنے کی جگہ، تاب (ن) فَوَيْلٌ لَّكَ (۳) الو کج: الوا کج کی جمع، السجود: الساجد کی جمع۔

ہے، اس لئے ان کا تذکرہ پہلے کیا، اور بنی اسماعیل کو آخر میں نبوت سے سرفراز کیا ہے اس لئے ان کا تذکرہ بعد میں کیا،

۱- ابراہیم علیہ السلام نے بنی اسماعیل کے لئے امامت (دینی پیشوائی) کی دعا کی جو قبول ہوئی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑے سخت حالات سے گزرنا پڑا ہے اور ان کو بعض سخت احکام بھی دیئے گئے ہیں، مثلاً:

۱- وطن میں ظالم حکومت (نمرود کی حکومت) اور جاہل عوام کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، باپ بھی سخت دشمن ہو گیا، سب نے مل کر آپ کو ہتھی آگ میں ڈالا، مگر اللہ نے بچا لیا!

۲- بالآخر تنگ آ کر وطن چھوڑا، مصر پہنچے، وہاں جابر بادشاہ نے آپ کے حرم پر ہاتھ ڈالنا چاہا مگر اللہ نے ان کی عصمت کی حفاظت کی۔

۳- آخر میں فلسطین میں جا بسے، وہاں بڑی تمناؤں اور دعاؤں کے بعد صاحبزادے اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے، ابھی وہ شیر خوار تھے کہ وہ اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت سارۃ رضی اللہ عنہا کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگے، چنانچہ ان کے مطالبہ پر ماں بیٹے کو ایک لقمہ میدان میں چھوڑنا پڑا۔

۴- جب اسماعیل علیہ السلام کچھ بڑے ہوئے تو ان کو قربان کرنے کا حکم ملا، جس کی ابراہیم علیہ السلام نے خوشی سے تعمیل کی، اللہ نے اسماعیل علیہ السلام کو فدیہ دے کر بچا لیا۔

۵- جب اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو کعبہ شریف کی تعمیر کا حکم ملا، باپ بیٹے نے بے سروسامانی کی حالت میں کعبہ شریف تعمیر کیا، باپ معمار تھا اور بیٹا مزدور!

۶- بڑی عمر میں ختنہ کا حکم ملا، اس کی بھی تعمیل کی، خود ہی اپنی ختنہ کی۔

ایسے ایسے کاموں سے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا، وہ امتحان میں کامیاب ہوئے تو صلہ ملا، وحی آئی کہ میں آپ کو تمام لوگوں کا پیشوا بناؤں گا، چنانچہ آپ کے بعد نبی ﷺ تک تمام انبیاء و رسل آپ کے خاندان سے آئے، اور دنیا کے تینوں بڑے مذاہب (اسلام، عیسائیت اور یہودیت) آپ کی عظمت اور جلال و شان پر متفق ہیں، اس طرح اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔

جب یہ وحی آئی تو ابراہیم علیہ السلام نے موقع غنیمت جانا، اور دعا کی: الہی! یہ اعزاز میری کچھ اولاد کو بھی عطا فرمایا جائے، یہ دعا اسماعیل علیہ السلام کے حق میں قبول ہوئی، مگر ساتھ ہی بتلادیا کہ آپ کی اولاد میں سے جو نافرمان ہیں ان کو یہ منصب حاصل نہیں ہوگا۔

اس کی نظیر: فقہ کی کتابوں میں ہے کہ شبِ معراج میں جب نبی ﷺ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوئے تو اس طرح

سلام عرض کیا: التحیات للہ والصلوات والطیبات: تمام توئی، فعلی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں! پس بارگاہِ خداوندی سے جواب آیا: السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ، تو آپؐ نے موقعِ غنیمت جانا اور عرض کیا: السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین، یہ دعا قبول ہوئی، چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب بندہ شہد میں یہ کہتا ہے تو آسمان وزمین میں جو بھی نیک بندہ ہے اس کو سلام پہنچ جاتا ہے“ اسی طرح یہاں ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں استثناء فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ اصل دعا قبول فرمائی!

سوال: دعا میں تو لفظ ذریت ہے، جو عام ہے، بنی اسماعیل کے ساتھ خاص نہیں؟

جواب: بے شک عام ہے، مگر اس دعا کا تذکرہ اللہ پاک نے بنی اسماعیل کے تذکرہ میں کیا ہے، بنی اسرائیل کے تذکرہ میں نہیں کیا، یہ قرینہ ہے کہ یہ دعا خاص بنی اسماعیل کے حق میں قبول ہوئی ہے، چنانچہ خاتم النبیین ﷺ کو ان کی اولاد میں مبعوث کیا، اور رہتی دنیا تک امامت کا تاج ان کی امت کو پہنایا۔

فائدہ: ﴿لَا يَتَّالِ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا: ینال عہدی الصالحین: فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا ہے، جیسے سورۃ احزاب (آیت ۷۲): ﴿إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا﴾ کا آدھا: ینالہ کان عدلاً علیمًا: مجذوف ہے، اور سورۃ آل عمران (آیت ۲۶): ﴿بِإِيَّاكَ الْخَيْذُ﴾ کے بعدو الشر کو چھوڑ دیا ہے، سامع خود سمجھ لے گا کہ شر بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

﴿وَإِذْ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۚ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَتَّالِ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ۝﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ابراہیمؑ کو ان کے پروردگار نے چند باتوں کے ذریعہ آزمایا، پس انھوں نے ان باتوں کو پورا کیا (تو) اللہ نے فرمایا: ”میں آپ کو تمام لوگوں کا پیشوا بناناؤں گا!“ ابراہیمؑ نے عرض کیا: ”اور میری اولاد میں سے!“ اللہ نے فرمایا: ”میرے پیان سے نافرمان لوگ استفادہ نہیں کریں گے!“

۲- بیت اللہ کی تولیت بنی اسماعیل کے سپرد ہوئی

بیت اللہ شریف انسانوں کے لئے پہلی عبادت گاہ ہے، وہ پہلی چلی گاہ و بانی ہے، وہ لوگوں کے لئے اسمبلی پونٹ (جمع ہونے کی جگہ) ہے، یہاں لوگ حج و عمرہ کے لئے ہر وقت آتے رہتے ہیں، وہ امن کی جگہ بھی ہے، اسی کی برکت سے اس کا محن (حرم شریف) مامون ہے، جاہلیت میں بھی حرم میں کسی کو نہیں ستایا جاتا تھا، بیٹا: باپ کے قاتل سے ملتا تو کچھ تعرض نہ کرتا، اللہ کا یہ گھبراہ باز تعمیر ہوا اور اجزا، آخری مرتبہ اس کو حضرات ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کیا، اس کے بعد آج

تک نہیں اجزاء، عمارت کی تجدید ہوتی رہی مگر وہ ہمیشہ آباد رہا، وہاں مسلسل اللہ کی عبادت ہو رہی ہے۔

پس موجودہ بیت اللہ کے پہلے معمار حضرت ابراہیم ہیں، وہاں ان کی ایک خاص یادگار آج بھی موجود ہے، اور وہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو چنا، کہتے ہیں: جب کعبہ کی دیوار اتنی اونچی ہو گئی کہ پاڑ باندھنے کی ضرورت پیش آئی، اور اس کے لئے کوئی سامان نہیں تھا، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ پتھر لائے، جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ چنا، یہ پتھر خود بخود اوپر نیچے ہوتا تھا، اور روایت میں ہے کہ حجر اسود کی طرح یہ پتھر بھی جنت سے لایا گیا تھا۔

یہ پتھر پہلے کعبہ شریف کے اندر رکھا ہوا تھا، پھر زمانہ جاہلیت میں اس کو باہر نکال کر کعبہ شریف سے چند گز کے فاصلہ پر رکھا گیا، اس وقت سے آج تک وہ پتھر وہیں رکھا ہوا ہے، اس کے پاس طواف کا دو گانہ پڑھنا مسنون ہے۔

الحاصل: جب خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل ہوئی تو اس کی تولیت بنی اسماعیل کے سپرد ہوئی، جو بہت بڑی فضیلت ہے، اللہ تعالیٰ نے باپ بیٹے سے قول و قرار کیا کہ وہ اللہ کے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے، اعکاف کرنے والوں کے لئے، اور نماز پڑھنے والوں کے لئے تیار رکھیں، مسجد کو صاف رکھنا متولی کی ذمہ داری ہے، چنانچہ جب سے یہ نئی تعمیر ہوئی ہے، آج تک اس کی تولیت بنو اسماعیل کے پاس ہے۔

﴿وَلَا جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا ۚ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّٰٓءَ ۖ وَعِصُوا ۚ إِنَّهُم بِآيَاتِهِ لَكَافِرُونَ ۝۱۲۵﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ اور امن کی جگہ بنایا، اور تم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ، اور ہم نے ابراہیم و اسماعیل سے قول و قرار کیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے اور اعکاف کرنے والوں کے لئے، اور رکو و سجود کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھو!

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّاَرْزُقْ اَهْلَكَ مِنْ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاَمَّتِغَةُ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّوْا اِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۲۶

وَاِذْ قَالَ	اور (یاد کرو) جب	ابراہیم نے	اجْعَلْ	بنائیں
اِبْرٰهٖمُ	دعا کی	اے میرے رب!	هٰذَا	اس کو
رَبِّ				

بَلَدًا اٰمِنًا ^(۱)	امن والا شہر	بِاللّٰهِ	اللہ پر	قَلْبِيْلًا ^(۳)	تھوڑے دنوں
وَاَرْزُقْ	اور روزی دیں	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	اور قیامت کے دن پر	ثُمَّ اَضْطَرُّوْا ^(۳)	پھر جبراً اسکو لے جاؤ گے
اَهْلَكُهُ	اس کے لوگوں کو	قَالَ	فرمایا	اِلٰى عَذَابٍ	عذاب کی طرف
مِّنَ الشَّهْرِئِ	پھلوں سے	وَمَنْ كَفَرَ	اور جس نے کفر کیا	النَّارِ	دوزخ کے
مَنْ اٰمَنَ	جو ایمان لایا	فَاَمَّتَعْنٰهُ ^(۲)	پس فائدہ پہنچاؤں گا	وَيُتِّسَّ	اور بری ہے (وہ)
وَمِنْهُمْ	ان میں سے		میں اس کو	الْمُصِيْذُ	رہنے کی جگہ

۳- ابراہیم علیہ السلام نے بنی اسماعیل کے لئے پُر امن شہر اور روزی کی دعا فرمائی

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام: حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کے لقیہ میدان میں چھوڑ کر واپس لوٹے تو پہاڑ کی اوٹ میں جا کر دو دعائیں کیں: الہی! یہ ویران جگہ میرا شہر بنے، اور یہاں کے لوگوں کو پھلوں کی روزی ملے، دونوں دعائیں قبول ہوئیں، وہاں ہجر، تم قبیلہ آکر بسا، اور رفتہ رفتہ وہاں شہر مکہ وجود میں آیا، اور طائف وغیرہ سے کثرت پھل آنے لگے، کسی چیز کا ٹوٹنا نہ رہا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں مسلمانوں کی تخصیص کی تھی، گزشتہ آیت میں آیا ہے کہ دینی امامت ظالموں کو نہیں ملے گی، اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے احتیاط برتی، مگر امامت اور دنیوی رزق کا معاملہ مختلف ہے، اللہ رحمان ہیں، دنیا میں ہر کسی کو روزی عنایت فرماتے ہیں، البتہ آخرت کے اعتبار سے رحیم ہیں، آخرت میں رحمت مؤمنین کے لئے خاص ہوگی، اس لئے وحی آئی کہ اس تخصیص کی ضرورت نہیں، دنیا میں چند دن روزی کا فروں کو بھی ملے گی، البتہ آخرت میں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے!

آیت پاک: اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم نے دعا کی: ”اے میرے پروردگار! اس جگہ کو امن والا شہر بنا، اور اس کے باشندوں کو پھلوں سے روزی عنایت فرما، جو ان میں سے اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہے“ — اللہ نے فرمایا: ”جو میرا دین قبول نہیں کرے گا اس کو بھی تھوڑے دنوں تک فائدہ پہنچاؤں گا، پھر اس کو کشاں کشاں دوزخ کے عذاب میں پہنچاؤں گا، اور وہ بری رہنے کی جگہ ہے!“

(۱) یہ دعا شہر بسنے سے پہلے کی ہے، اس لئے ہلدا: نکرہ ہے، اور سورۃ ابراہیم (آیت ۳۵) والی دعا شہر بسنے کے بعد کی ہے، اس لئے وہاں ہلدا معرفہ ہے (۲) اَمْتَعُ: تمتیع سے مضارع، واحد حکم: تھوڑا بہت فائدہ پہنچانا (۳) اَضْطَرُّ: اضطرار سے مضارع، واحد حکم: مجبور کرنا۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۖ وَآرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

وَإِذْ	اور (یا کرو) جب	وَاجْعَلْنَا	اور بنائے ہمیں	التَّوَّابُ	بہت توجہ فرمانے والے
يَرْفَعُ	اٹھا رہے تھے	مُسْلِمَيْنِ ^(۲)	دونوں کو حکم بردار	الرَّحِيمُ	بڑے رحم فرمانے والے ہیں
إِبْرَاهِيمُ	ابراہیم	لَكَ	اپنا	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!
الْقَوَاعِدُ ^(۱)	بنیادیں	وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا	اور ہماری اولاد سے	وَابْعَثْ	اور مبعوث فرما
مِنَ الْبَيْتِ	بیت اللہ کی	أُمَّةً	ایک جماعت	فِيهِمْ	ان میں
وَإِسْمَاعِيلُ	اور اسماعیل	مُسْلِمَةً	حکم بردار	رَسُولًا ^(۳)	عظیم رسول
رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	لَكَ	آپ کی	مِنْهُمْ	ان میں سے
تَقَبَّلْ	قبول فرما	وَآرِنَا	اور دکھا ہمیں	يَتْلُوا	(جو) پڑھے
مِنَّا	ہماری طرف سے	مَنَاسِكَنَا ^(۳)	ہمارے حج کے احکام	عَلَيْهِمْ	ان پر
إِنَّكَ أَنْتَ	بے شک آپ ہی	وَتُبْ	اور توجہ فرما	آيَاتِكَ	آپ کی آیتیں
السَّمِيعُ	خوب سننے والے	عَلَيْنَا	ہم پر	وَيُعَلِّمُهُمُ	اور سکھائے ان کو
الْعَلِيمُ	سب کچھ جاننے والے ہیں	إِنَّكَ أَنْتَ	بے شک آپ ہی	الْكِتَابَ	اللہ کی کتاب
رَبَّنَا	اے ہمارے رب!				

(۱) القواعد: القاعدة کی جمع: بنیادیں، دیوار کا وہ ابتدائی حصہ جو سطح زمین سے شروع ہو کر کچھ اوپر آ جاتا ہے، جس پر پوری عمارت قائم ہوتی ہے، وہ چیز جس پر کوئی چیز قائم ہو، بیت اللہ کی بنیادیں پہلے سے بھری ہوئی تھیں، ان پر عمارت اٹھائی گئی تھی (۲) مسلمین: مشنہ، اسلام: سر اگاندگی، انقیاد، حکم برداری (۳) مناسک: منسک کی جمع، اسم ظرف: حج اور اس کے مقامات (۴) رسول: تنوین تعظیم کے لئے ہے

وَٱلْحِكْمَةُ ۝۱۱	اور تہ کی باتیں	إِنَّكَ أَنتَ	بے شک آپ ہی	ٱلْحَكِيمُ	بڑی حکمت والے ہیں
وَزُیْرٌۢ لَّیْسَ بِہُمْ	اور ستر اکرے ان کو	ٱلْعَزِیْزُ	زبردست		

۴۔ تعمیر کعبہ کے وقت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے چار دعائیں کیں

کعبہ شریف حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا، اور آپ نے اس کا حج بھی کیا تھا، سورۃ آل عمران (آیت ۹۶) میں ہے: ”سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے مقرر کیا گیا وہ کعبہ شریف ہے“ انسانوں کی ابتدا آدم علیہ السلام سے ہوئی ہے، پھر کعبہ شریف حوادث کا شکار ہو گیا، اور اس کی عمارے باقی نہ رہی اور حج کا سلسلہ بھی رک گیا، مگر اس کی بنیادیں باقی تھیں، برساتی نالے نے اس پر مٹی چڑھا دی تھی، اور وہاں ٹیلہ بن گیا تھا۔

پھر جب مجزہ قبیلہ وہاں آ کر آباد ہوا، اور اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے، تو ملک شام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تعمیر کعبہ کا حکم ملا، وہ مکہ آئے، اور اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر بیت اللہ تعمیر کیا، روایات میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر بنیادوں کی نشاندہی کی، ٹیلہ ہٹایا گیا تو نیچے بھری ہوئی نیوٹلی، چنانچہ اس پر دیواریں اٹھائی گئیں، اس لئے فرمایا: ”وہ بیت اللہ کی دیواریں اٹھارے تھے“

غرض: تعمیر کعبہ کے وقت دونوں حضرات نے چار دعائیں کیں:

(الف) قبولیتِ خدمت کی دعا — انبیاء علیہم السلام کبھی اپنے کسی کارنامہ پر ناز نہیں کرتے، وہ ہمیشہ اللہ کے سامنے سر نیاز خم کئے رہتے ہیں، نبی ﷺ کی سواری فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئی تو آپ کا سر مبارک کجاوے سے لگا ہوا تھا، اور اترتے ہی شکرانہ کی آٹھ حرکتیں پڑھیں۔

پھر آخر دعا میں عرض کیا ہے کہ آپ سچ و علیم ہیں، ہماری دعا سن رہے ہیں، اور ہمارے دلوں کی کیفیت جان رہے ہیں، ہم اخلاص سے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں، اور اخلاص کی آپ کے یہاں قدر ہے، اس لئے ہماری یہ دعا قبول فرما! (ب) اپنی اور اپنی اولاد کی اطاعت و فرمان برداری کی دعا — نیک بندے ہمیشہ اپنی اولاد کے دین کی فکر کرتے ہیں، اولاد ایماندار ہوگی تو ہی جنت میں ساتھ ہوگی، اس لئے اپنے ساتھ اپنی ذریت کے لئے بھی دعا کی ہے کہ ان کو بھی اپنا فرمان بردار بنا۔

سوال: حضرات ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام انبیاء تھے، اور پہلے سے پیکر طاعت تھے، پھر انہوں نے یہ دعا کیوں کی

کہ ہمیں اپنا فرمان بردار بنا!

(۱) حکمت: تمہ کی بات، دانشمندی کی بات، مگر کی بات، مراد احادیث شریفہ ہیں۔

جواب: یہ دعا ایسی ہے جیسے نماز میں دعا کرتے ہیں: ﴿هٰدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾: (الہی ۱) ہمیں سیدھا راستہ دکھا، جبکہ وہ سیدھا راستہ دیکھے ہوئے ہیں، جمعی سر عبودیت خم کئے ہوئے ہیں، پس یہ استقامت کی دعا ہے، اسی طرح مذکورہ دعا اومت کی دعا ہے۔

فائدہ: ذریت کے عموم میں نبی ﷺ کی پہلی امت پھر ساری امت شامل ہے، سورۃ الحج کی آخری آیت میں ہے: ﴿هُوَ سَمِعَكُمْ الْمُسْلِمِينَ﴾: ابراہیم علیہ السلام قبل ازیں تمہارا نام امت مسلمہ رکھ چکے ہیں، اس آیت میں مذکورہ دعا کی طرف اشارہ ہے۔

(ج) حج کے مقامات بتانے کی اور اس کے احکام سکھانے کی دعا — کعبہ شریف کی تعمیر حج کے لئے ہوئی ہے، چنانچہ تعمیر سے فارغ ہوتے ہی حکم ملا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کریں، سورۃ الحج (۲۷) میں اس کا ذکر ہے، چنانچہ حج کی عبادت شروع ہوگئی، جو آج تک چل رہی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قائم و دائم رکھے!

اور اس دعا کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اب ورجم ہیں، اس میں اشارہ ہے کہ حج کی عبادت مغفرت کا ذریعہ ہے، حدیث ہے: الحج یهدم ما کان قبلہ: حج سابقہ گناہوں کو ڈھادیتا ہے، اور حدیث میں ہے کہ جس نے حج کیا، اور رفس و فسوق و جدال نہیں کیا تو وہ ایسا گناہوں سے پاک صاف ہو کر لوٹتا ہے جیسا وہ بوقت ولادت تھا۔

البتہ توبہ شرط ہے، اور توبہ قبولی بھی ہوتی ہے اور فعلی بھی، فعلی توبہ یہ ہے کہ زندگی کا ورق پلٹ دے، بری زندگی لے کر گیا تھا، اچھی زندگی لے کر لوٹے تو یہ دلیل ہوگی کہ گناہ دھل گئے۔

(د) خاتم التیمین ﷺ کی بعثت کی دعا — نبی ﷺ نے فرمایا: ”میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا کا ظہور ہوں“، یعنی ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی یہ دعا نبی ﷺ کے لئے تھی — پھر آپ نے نبی ﷺ کی بعثت کے چار مقاصد بیان کئے:

(الف) وہ لوگوں کو اللہ کی کتاب پڑھ کر سنائے — چنانچہ نبی ﷺ لوگوں کو نمازوں میں، نزول وحی کے ساتھ، اور مسلوں اور غیر مسلموں کے اجتماعات میں قرآن سناتے تھے، اور وہ چونکہ اہل لسان تھے، اس لئے قرآن کی دعوت سمجھتے تھے۔

(ب) لوگوں کو قرآن سکھائے: — قرآن کی بعض باتیں اہل لسان بھی نہیں سمجھ سکتے، جیسے قرآن میں نماز کا حکم ہے، مگر نماز کیا ہے؟ یہ قرآن میں نہیں، البتہ قرآن میں ارکان نماز کو متفرق جگہ بیان کیا ہے، نبی ﷺ نے ان کو جمع کر کے نماز کی ہیئت ترکیبی بنائی، اور پڑھ کر دکھائی، یہ قرآن کی تعلیم ہے۔

(ج) حکمت سکھائے: حکمت کے معنی ہیں: تہہ کی باتیں، قرآن کریم میں کچھ گہری باتیں ہیں، جو آیات کی تہہ میں

ہیں، ان کو سکھانا بھی نبی ﷺ کی ذمہ داری تھی، مثلاً: قرآن میں رضاعت کے تعلق سے دو رشتوں کی حرمت کا بیان ہے، ایک: رضاعی ماں کا، دوسری: رضاعی بہن کا، جبکہ رضاعت سے وہ ساتوں رشتے حرام ہوتے ہیں جو ناتے (نسب) سے حرام ہوتے ہیں، چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا: یُعَوِّمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ (رواہ البخاری) معلوم ہوا کہ قرآن میں دو رشتوں کا ذکر بطور مثال ہے، یہ حکمت کی تعلیم ہے۔

(د) تزکیہ کرے، ظاہر و باطن کو صاف کرے: — اسلام میں ظاہری پاکی کی بھی اہمیت ہے، فرمایا: الطہور شطر الإيمان، پاکی آدھا ایمان ہے، چنانچہ نبی ﷺ نے وضو و غسل اور پانی کی پاکی ناپاکی کے مسائل تفصیل سے بیان فرمائے — اور جس طرح آدمی کا ظاہر صاف اور ناصاف ہوتا ہے بطن بھی صاف اور ناصاف ہوتا ہے، باطن کی پاکی اخلاقی حسنہ ہیں اور ناپاکی اخلاقی سیئہ، پس اللہ کے رسول کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ امت کو سنوارے، برے اخلاق سے پاک کرے اور عمدہ اخلاق سے آراستہ کرے فرمایا: بُعِثَ لَكُمْ مَكَارِمُ الْأَخْلَاقِ میری بعثت اس لئے ہے کہ میں تمام اخلاقی حسن کی تعلیم دیدوں، اسی کو قرآن کی اصطلاح میں تزکیہ کہتے ہیں۔

پھر آخر آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زبردست اور حکیم ہیں، وہ چاہیں تو نبی اسرائیل میں خاتم النبیین ﷺ کو مبعوث فرمائیں اور چاہیں تو نبی اسماعیل میں، البتہ وہ حکیم بھی ہیں، ان کی حکمت کا قاضا ہوا کہ خاتم النبیین ﷺ کو نبی اسماعیل میں مبعوث فرمائیں۔

فائدہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بعثت نبوی کے جوچار مقاصد بیان کئے ہیں وہ اللہ پاک نے سورۃ آل عمران (آیت ۱۶۴) اور سورۃ الحجۃ (آیت ۲) میں بھی بیان فرمائے ہیں، وہاں بھی ان مقاصد کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

آیات پاک: — اور (یاد کرو) جب ابراہیم بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے — یعنی بھری ہوئی نیند پر دیوار چن رہے تھے — اور اسماعیل (بھی اور اس وقت دونوں دعا کر رہے تھے):

۱- اے ہمارے رب! ہمارے طرف سے (یہ خدمت) قبول فرما! بے شک آپ ہی خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں!

۲- اے ہمارے رب! اور ہمیں اپنا فرمان بردار بندہ بنا، اور ہماری اولاد میں سے (بھی) اپنی ایک فرمان بردار جماعت بنا!

۳- اور ہمیں ہمارے مناسک (حج کے مقامات بتا اور احکام) سکھا، بے شک آپ ہی بڑے توجہ فرمانے والے، بڑے مہربان ہیں۔

۴- اے ہمارے رب اور ان میں انہیں میں سے ایک عظیم رسول مبعوث فرما: (الف) جو ان کو آپ کی آیتیں پڑھ کر سنائے (ب) اور ان کو کتاب اللہ کی تعلیم دے (ج) اور حکمت کی باتیں سکھائے (د) اور ان کو ستر کرے — بے شک آپ ہی زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔

وَمَنْ يَرْعُبْ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّا فِي الْآخِرَةِ لَكِ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۖ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَوَضَىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ ۖ يَنْبَغِي لَئِنْ اللَّهُ اصْطَفَىٰ لَكُمْ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتَ ۖ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي ۖ قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَاللَّهُ أَبَاكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهًا وَاحِدًا ۖ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

وَمَنْ (۱)	اور نہیں	فے الدنیا	دنیا میں	أَسْلَمْتُ	مسلمان (مقتاد) ہوائیں
يَرْعُبْ	بے حال کرنا	وَإِنَّا	اور بے شک وہ	لِرَبِّ الْعَالَمِينَ	جہاں کے رب کیلئے
عَنْ مِلَّةِ	مذہب سے	فِي الْآخِرَةِ	آخرت میں	وَوَضَىٰ بِهَا	اور وصیت کی اس
إِبْرَاهِيمَ	ابراہیم کے	لِكَنِ الصَّالِحِينَ	یقیناً نیکوں میں سے ہے	(ملت) کی	
إِلَّا مَنْ	مگر جس نے	إِذْ	(یاد کرو) جب	إِبْرَاهِيمَ	ابراہیم نے
سَفِهَ (۲)	نادان ٹھہرایا	قَالَ لَهُ	فرمایا اس سے	بَنِيهِ	اپنے بیٹوں کو
نَفْسَهُ	اپنے آپ کو	رَبُّهُ	اس کے رب نے	وَيَعْقُوبُ	اور یعقوب نے
وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	أَسْلِمَ	مسلمان (مقتاد) ہو	يَنْبَغِي	اے میرے بیٹو!
اصْطَفَيْنَاهُ	گریزیدہ کیا ہم نے اس کو	قَالَ	جواب دیا اس نے	لَئِنْ اللَّهُ	بے شک اللہ نے

(۱) مَنْ: برائے استفہام انکاری ہے، اس لئے نہیں ترجمہ کیا ہے (۲) سَفِهَ نَفْسَهُ: بے وقوفی اور نادانی کا مرکب ہونا، ذرا بھی عقل نہ ہونا۔

اَصْلُكُمْ	منتخب کیا ہے	لَبِئْسَ بِلَعِبْتِكُمْ	اپنے بیٹوں سے	وَنَحْنُ لَكُمْ	اور ہم اس کے لئے ہونگے
لَكُمْ	تمہارے لئے	مَا تَعْبُدُونَ	کس کی عبادت کر رہے تھے	مُسْلِمُونَ	مسلمان
الَّذِينَ	ایک مذہب	مِنْ بَعْدِي	میرے بعد؟	يَا لَكَ	وہ
فَاَلَا تَتَذَكَّرْنَ	پس ہرگز نہ مرناتم	قَالُوا	جواب دیا انھوں نے	اَفَاَنْتَ	ایک جماعت تھی
اِلَّا وَاَنْتُمْ	مگر دراصل ایک تھے	تَعْبُدُونَ	عبادت کریں گے ہم	فَاَنْتَ خَلَقْتَ	تحقیقاً مگر یہ بھی
مُسْلِمُونَ	مسلمان ہوؤ	اِلَهَكُمْ	آپ کے معبود کی	لَهُمَا مَا	اس کے لئے ہے جو
اَمْ كُنْتُمْ	کیا تھے تم	وَاللّٰهُ اَبْلَاكُكُمْ	اور آپ کے اسلاف	كَسَبْتُمْ	کمایا اس نے
شُهَدَاءَ	موجود	اِلَهَكُمْ	کے معبود کی	وَلَكُمْ مَّا	اور تمہارے لئے ہے جو
اِذْ خَصَبَتِ	جب قریب آئی	اِلَهَكُمْ	ابراہیم	كَسَبْتُمْ	کمایا تم نے
يَعْقُوبَ	یعقوب کے	وَاِسْمٰعٰلَ	اور اسماعیل	وَلَا تَسْأَلُوْنَ	اونہیں پوچھ جاؤ گے
الْمَوْتَ	موت	وَالنَّحْسَ	اور اسحاق کی	عَمَّا كَانُوا	ان کا مومن جو وہ تھے
اِذْ قَالَ	جب پوچھا اس نے	اِلَهٰهَا وَاحِدًا ^(۱)	ایک معبود کی	يَعْمَلُونَ	کرتے

۵۔ عظیم رسول کا مذہب اسلام ہے، وہی ابراہیمؑ اور ان کے دونوں

صاحبزادوں کا مذہب تھا، اس کو اختیار کرو، اسی میں نجات ہے

جاننا چاہئے کہ صحیح یہودیت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چلی ہے، اور موجودہ یہودیت: معلوم نہیں کب بگڑی ہے؟ یہی حال عیسائیت کا ہے، صحیح عیسائیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چلی ہے، اور آج کی عیسائیت بعد میں لوگوں نے بگاڑی ہے، اور موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کا زمانہ یعقوب علیہ السلام کے بہت بعد ہے، اور بنی اسرائیل (یہود و نصاریٰ) یعقوب علیہ السلام کی اولاد کا نام ہے، پس یعقوب علیہ السلام اور ان کے اسلاف کا مذہب یہودیت و نصرانیت نہیں تھا، ان کا مذہب اسلام تھا، یہی ابراہیم علیہ السلام اور ان کے دونوں صاحبزادوں کا مذہب تھا، اسی مذہب کو عظیم الشان رسول ﷺ پیش کر رہے ہیں، جن کی بعثت کے لئے ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے بنائے کعبہ کے وقت دعا کی ہے، لہذا ان کے مذہب کو اختیار کرو، اسی میں نجات ہے، تمہارے اسلاف کے اعمال سے تمہاری نجات نہیں ہوگی!

یہ آیات کا خلاصہ ہے، اب جاننا چاہئے کہ ان آیات میں بالترتیب پانچ باتیں ہیں:

(۱) اِلَهٰهَا وَاحِدًا: اِلَهك سے بدل ہے۔

۱- حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب سے جو روگردانی کرتا ہے وہ اپنی عقل کے پیچھے لٹھ لے کر دوڑتا ہے — ابراہیم علیہ السلام بنی اسرائیل (یہود و نصاریٰ) کے جدا مجد ہیں، عظیم پیغمبر ہیں، دنیا میں بھی اللہ نے ان کو مقتدی بنایا ہے اور آخرت میں بھی وہ سرفراز ہونگے، ایسے پیغمبر کے مذہب سے جو منہ موڑتا ہے وہ لے درجہ کا نادان ہے، اس کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں۔

﴿وَمَنْ يَرْعُبْ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِكْرَامًا مِّنْ سَفَاةِ نَفْسِهِ، وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ﴾

ترجمہ: اور ابراہیمؑ کے مذہب سے وہی شخص اعراض کرتا ہے جس میں ذرا بھی عقل نہیں، اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے اس کو دنیا میں برگزیدہ کیا، اور وہ آخرت میں بالیقین نیکوں کے زمرہ میں ہے!

۲- ابراہیم علیہ السلام کا مذہب اسلام تھا — حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمیشہ اللہ کے دین کے سامنے سراقندہ رہے، اسی کا نام اسلام ہے۔ مسلمان میں الفنون و زائداتان ہیں، اور مسلم کے معنی ہیں: سراقندہ، مطیع و فرمان بردار، جو شخص اللہ کے نازل کئے ہوئے دین کو قبول کرے وہ مسلمان ہے، اور دین ہمیشہ اللہ کے یہاں سے اسلام ہی آیا ہے: ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ بے شک دین اللہ کے پاس اسلام ہی ہے [آل عمران ۱۹] دیگر ادیان لوگوں کے بگاڑے ہوئے یا خود ساختہ ہیں۔

﴿إِذْ قَالَ لِي رَبِّي أَسْلِمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

ترجمہ: (یاد کرو) جب اس کو اس کے رب نے حکم دیا کہ مسلمان (منقاد) ہو! (توفی الفور) اس نے جواب دیا: میں جہانوں کے پاتھار کا حکم بردار ہوں! — یعنی مسلمان ہوں، اور یہ انقیاد کی تعبیر ہے کہ ہمیشہ سے تابع فرمان ہوں، پس یہاں یہ سوال فصول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کب مسلمان ہوئے؟ اور اس سے پہلے کیا تھے؟ انبیاء پر بددینی (کفر و شرک) کا ایک لمحہ بھی نہیں گذرتا!

۳- ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو اسلام ہی پر جینے مرنے کی وصیت کی ہے — ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی جس چیز کو اپنے لئے پسند کرے اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرے: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ أَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ (شق علیہ) اور اولاد تو بھائی سے بھی قریب ہے، اس لئے دونوں بزرگوں نے اپنی اولاد کو اسلام کی رتی مضبوط پکڑے رہنے کی وصیت کی تھی۔

﴿وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ ۚ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمْ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

ترجمہ: اور اسی مذہب کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی اور یعقوب نے بھی: اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہارے لئے ایک دین (اسلام) منتخب کیا ہے، پس تم ہرگز نہ مرنے مگر مسلمان ہونے کی حالت میں!

۴- یہود و نصاریٰ غلط کہتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہودیت یا نصرانیت کی وصیت کی تھی، نہیں، بلکہ انھوں نے مسلمان رہنے کی وصیت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ سے پوچھتے ہیں: کیا تم یعقوب کی وفات کے وقت موجود تھے، جب انھوں نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی؟ نہیں تھے! پھر تم یہ بات کیسے کہتے ہو؟ محض سنی سنائی اڑا رہے ہو یا گھر کر چلا رہے ہو! — دیکھو! اللہ پاک اس وقت موجود تھے، وہ بتا رہے ہیں کہ جب یعقوب علیہ السلام کی موت کا وقت قریب آیا، تو انھوں نے سب بیٹوں کو بلایا، اور پوچھا: میرے بچو! میرے بعد تمہارا مذہب کیا رہے گا؟ سب نے کہا: اسلام ہمارا مذہب ہوگا جو آپ کا اور آپ کے جد امجد ابراہیم کا اور ان کے دونوں صاحبزادوں اسماعیل و اسحاق کا مذہب ہے، جس میں ایک اللہ کی عبادت کی جاتی ہے، اور ہم مسلمان مریں گے!

﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَآلِهَةَ آبَائِكَ وَإِنَّمَا لِلَّهِ طَائِفَةٌ وَاحِدَةٌ ۖ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾

ترجمہ: کیا تم موجود تھے جب موت یعقوب کے قریب آئی، جب اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا: ”میرے بعد تم کس کی بندگی کرو گے؟“ انھوں نے جواب دیا: ”ہم آپ کے اور آپ کے اسلاف ابراہیم و اسماعیل و اسحاق کے ایک معبود کی عبادت کریں گے، اور ہم اس کے لئے فرمان بردار ہیں گے!“

سوال: یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادوں نے آباء میں اسماعیل علیہ السلام کا بھی ذکر کیا ہے، جبکہ وہ یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے، باپ یا دادا نہیں تھے، نیز ان کا ذکر اسحاق علیہ السلام سے پہلے کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟
جواب: آباء یعنی اسلاف ہے، اور چچا بمعزلہ باپ ہوتا ہے، حدیث میں ہے: عُمُ الْوَجَلِي صِنُوْ اَبِيْہِ: چچا اور باپ ایک جڑ سے نکلنے والے دو درخت ہیں، اور اسماعیل علیہ السلام: اسحاق علیہ السلام سے چودہ سال بڑے ہیں، اور بڑے کا حق بڑا ہے، اس لئے ان کا تذکرہ پہلے کیا ہے، اور دونوں صاحبزادوں کے تذکرہ میں اشارہ ہے کہ دونوں خاندانوں کا مذہب اسلام تھا، بعد میں بنی اسرائیل نے اپنی راہ الگ کر لی، اور بنی اسماعیل اپنی راہ پر رہے۔

۵- اسلاف کے مذہب کے صحیح ہونے سے گمراہ اخلاف کی بخشش نہیں ہوسکتی — یہود و نصاریٰ کا گمان ہے کہ چونکہ ان کے اسلاف جلیل القدر انبیاء ہیں، اس لئے وہ سفارش کر کے ان کو بخشوا لیں گے، ان کا یہ خیال غلط ہے، قیامت کے دن نہ تو کسی کی نیکیاں کسی کو ملیں گی نہ کسی کا گناہ کسی پر ڈالا جائے گا، اسلاف کی نیکیاں اسلاف کے لئے

ہیں اور اخلاف کی اخلاف کے لئے، اسی طرح اسلاف کے گناہ ان کے ذمہ ہونگے، اخلاف سے ان کے بارے میں سوال نہیں ہوگا، یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا ہے کہ اخلاف کے گناہوں کی ذمہ داری انہی پر ہوگی، اسلاف ان کو نہیں ڈھونڈیں گے، قرآن کریم میں چار پانچ جگہ ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا [الانعام ۱۶۴]

فائدہ: اسلاف کی نیکیوں سے اخلاف کو فائدہ پہنچ سکتا ہے بشرطیکہ وہ مؤمن ہوں، مگر اہوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا، اور گناہ تو کسی کے کوئی نہیں ڈھونڈے گا، یہ قاعدہ مؤمنین و کفار سب کے لئے عام ہے، رہی سفارش تو وہ دوسرا مسئلہ ہے۔

﴿تِلْكَ آيَةٌ قَدْ خَلَتْ، لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ، وَلَا تُنْصَلُونَ عَنْهَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

ترجمہ: وہ (اسلاف) ایک جماعت ہے جو گزر چکی، اس کے لئے مفید وہ (نیک عمل) ہے جو اس نے کیا، اور تمہارے لئے مفید وہ (نیک عمل) ہے جو تم نے کیا، اور تم سے ان کاموں (گناہوں) کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے — یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا ہے: اور جو گناہ تم کر رہے ہو اس کے وہ (اسلاف) ذمہ دار نہیں، تمہیں خود ان کی جواب دہی کرنی ہوگی!

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٣٠﴾ قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿١٣١﴾ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٣٢﴾ صِبْغَةَ اللَّهِ ۖ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ۖ وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ ﴿١٣٣﴾ قُلْ أَتَحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ﴿١٣٤﴾ أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ قُلْ مَا أَعْلَمُ أَمْرَ اللَّهِ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٣٥﴾ تِلْكَ

۱۱۱ اَمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

وَقَالُوا	اور انھوں نے کہا	وَأَسْمِعُوا	اور اسماعیل	فَقَالُوا أَتُحَدِّثُوا	تو یقیناً راہ پالی انھوں نے
كُونُوا	ہو جاؤ	وَأَسْحِقُوا	اور اسحاق	وَلَا تَكُونُوا	اور اگر روگردانی کریں وہ
هُودًا	یہودی	وَيَعْقُوبَ	اور یعقوب	فَالَمَّا هُم	تو اس کے سوا انہیں کدوہ
أَوْ نَصَارَى	یا عیسائی	وَالْأَسْبَاطَ	اور بیروں پر	فِي شِقَاقِي	خند میں ہیں
تَهْتَدُوا	راہ پالو گئے تم	وَمَا أُوْنِي	اور اس پر جو بیٹے گئے	فَسَيَكْفِيكَهُمْ	پس اب نٹ لیں گے
قُلْ	کہو	مُوسَى وَعِيسَى	موسیٰ اور عیسیٰ	آپ کی طرف سے ان سے	
بَلْ صِلَةَ	بلکہ مذہب	وَمَا أُوْنِي	اور اس پر جو بیٹے گئے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
إِبْرَاهِيمَ	ابراہیم کا	النَّبِيِّونَ	انبیاء	وَهُوَ السَّمِيعُ	اور وہ خوب سننے والے
حَدِيثًا	یکسو ہونے والا	مَنْ تَرْجُوهُمْ	ان کے رب کی طرف سے	الْعَلِيمُ	ہر بات جاننے والے ہیں
وَمَا كَانَ	اور نہیں تھا وہ	لَا تَقْدِرُ	نہیں تفریق کرتے ہم	صِبْغَةَ اللَّهِ	اللہ کا رنگنا!
مَنْ الْمُشْرِكِينَ	مشرکوں میں سے	بَيْنَ أَحَدٍ	کسی کے درمیان	وَمَنْ أَحْسَنُ	اور کون اچھا ہے
قُولُوا	کہو تم	مِنْهُمْ	ان میں سے	مِنْ اللَّهِ	اللہ سے
أَصْنَا يَا اللَّهُ	ایمان لائے ہم اللہ پر	وَنَحْنُ لَهُ	اور ہم اس کے	صِبْغَةً	رنگتے ہیں؟
وَمَا أُنْزِلَ	اور اس پر جو اتارا گیا	مُسْلِمُونَ	منقاد ہیں	وَنَحْنُ لَهُ	اور ہم اس کی
إِلَيْنَا	ہماری طرف	فَإِنْ أَصْنَا	پس اگر ایمان لائیں وہ	عِبَادُونَ	عبادت کرنے والے ہیں
وَمَا أُنْزِلَ	اور اس پر جو اتارا گیا	يَعْبُدُونَ	اس طرح جس طرح	قُلْ	کہو
إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ	ابراہیم پر	أَصْنَا يَه	ایمان لائے ہو تم اس پر	أَحْكَا جُؤُنَا	کیا بحث کرتے ہو ہم سے

(۱) کہتے ہو: جواب امر ہے (۲) حنیفا: ابراہیم کا حال ہے، حنیف: تمام ہائل ادیان سے یکسو ہو کر دین حق کی طرف مائل ہونے والا، حَنَفٌ (ض) حَنَافٌ عن الشيء: ایک طرف کو جھکنا (۳) وما: اللہ پر عطف ہے (۴) سَبَطَ: پوتے نواسے، نمبر۔ (۵) حقائق: ضد، شدید اختلاف..... اور بمثل میں مثل: تجسین کلام کے لئے زائد ہے (۶) اس میں مفعول کی دو ضمیریں ہیں: کاف اور ہم، کھلی یککھی: کافی ہونا (۷) صِبْغَةُ اللہ: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، جس کا حذف واجب ہے ای صِبْغْنَا اللہ صِبْغَةً..... اور صِبْغَةُ تیز ہے

فِي اللَّهِ ^(۱)	اللہ (کی رحمت) میں	وَيَعْقُوبُ	اور یعقوب	عَمَّا يَعْمَلُونَ	ان کاموں سے جو تم
وَهُوَ رَبُّنَا	دراں حالیکہ وہ ہمارا رب ہے	وَالْكَاسِبَاتُ	اور پوتے نواسے		کرتے ہو
وَرَبُّكُمْ	اور تمہارا رب ہے	كَانُوا هُودًا	تھے وہ یہودی	تِلْكَ أُمَّةٌ	وہ ایک جماعت ہے
وَلَكِنَّا أَعْمَلْنَا	اور ہمارے لئے ہمارے	أَوْفَصَارِي	یا عیسائی	قَدْ	تحقیق
وَلَكُمْ	کام ہیں	قُلْ	کہو	خَلَدَتْ	گزر گئی
أَعْمَلَكُمْ	اور تمہارے لئے	ءَأَنْتُمْ أَفْعَلَمْ	تم زیادہ جانتے ہو	لَهَا مَا	اس کے لئے ہے جو
وَلَعَنْ لَكُمْ	تمہارے کام ہیں	أَمِ اللَّهُ	یا اللہ تعالیٰ	كَسَبَتْ	کمایا اس نے
مُخْلِصُونَ	اور ہم اسی کے لئے	وَمَنْ أَظْلَمُ	اور کون بڑا عالم ہے	وَلَكُمْ مَا	اور تمہارے لئے ہے جو
وَالَمْ يَكُنْ	اخلاص سے کام کرنے	وَمَنْ كُنْتُمْ	اس سے جس نے چھپائی	كَسَبْتُمْ	کمایا تم نے
أَمْ تَقُولُونَ	والے ہیں	لِللَّهِ إِشْهَادَةً	اللہ کی گواہی	وَلَا تَشْعُلُونَ	اور نہیں پوچھے جاؤ گے تم
لَا إِلَهَ إِلَّا هُمْ	کیا کہتے ہو تم	عِنْدَهُ ^(۲)	اس کے پاس	عَمَّا كَانُوا	ان گناہوں کے بارے
وَالْمُسْلِمِينَ	بے شک ابراہیم	وَمِنَ اللَّهِ ^(۳)	اللہ کی طرف سے	يَعْمَلُونَ	میں جو تھے
وَالْمُسْلِمِينَ	اور اسماعیل	وَمِنَ اللَّهِ	اور نہیں ہیں اللہ		وہ کرتے
وَالْمُسْلِمِينَ	اور اسحاق	بِعَافٍ	بے خبر		

یہود و نصاریٰ مسلمان ہونے کے بجائے مسلمانوں کو اپنی طرف بلاتے ہیں!

یہود و نصاریٰ اپنے مذاہب کو برحق سمجھتے ہیں، اس لئے مسلمانوں کو دعوت دیتے ہیں: یہودی کہتے ہیں: ہمارا دین اختیار کر لو، یہی ہدایت کا راستہ ہے، یہی بات عیسائی بھی کہتے ہیں۔

قرآن کہتا ہے: ہدایت کا راستہ ابراہیم کا راستہ ہے، ابراہیم تمام باطل ادیان سے یکسو ہو کر اللہ کے دین کی طرف مائل تھے، لہذا ان کا دین اختیار کرو، وہی ہدایت کا راستہ ہے، اور ان کی ملت پر اب نبی آخر الزماں ﷺ مبعوث ہوئے ہیں، لہذا مسلمان ہو جاؤ، یہی برحق دین ہے، تمہارے ادیان ابراہیم کی ملت نہیں، اور شرکین کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ہم ملت ابراہیم پر ہیں، ابراہیم مشرک کہاں تھے! وہ تو موحد ایک اللہ کے پرستار تھے۔

(۱) فی اللہ: مصنف محذوف ہے یعنی اللہ کی رحمت کے بارے میں۔ (۲) عنده: اللہ کی پہلی صفت ہے (۳) من اللہ: اللہ کی دوسری صفت ہے۔

﴿وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارًا تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝﴾

ترجمہ: اور انھوں نے کہا: یہودیت اختیار کر لو یا عیسائیت راہِ راست پا لو گے! — بلکہ یکسو ہونے والے ابراہیم کی ملت (اختیار کر دو وہی راہِ راست ہے) اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔

ملتِ ابراہیم پر ایمان لانے کے لئے تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے

تمام انبیاء علیہم السلام اللہ کے نمائندے ہیں، سب پر اللہ کی طرف سے وحی آتی تھی، کتابیں بھی اللہ نے نازل فرمائی ہیں، پس مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ انبیاء کی وحی پر اور رسولوں کی کتابوں پر بلا تفریق ایمان لائے، ہر عامل کا معاملہ تو وہ ناخِ شریعت پر ہوگا، منسوخِ شریعتوں پر عمل نہیں ہوگا، جیسے پارلیمنٹ و قفاوقا قانون بدلتی ہے، پس عملِ آخری قانون پر ہوتا ہے، سابقہ قوانین پر نہیں ہوتا، اگرچہ وہ بھی برحق قوانین تھے۔

﴿قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَ الْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسٰى وَعِيسٰى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝﴾

ترجمہ: کہو: ہم ایمان لائے اللہ پر، اور اس کتاب پر جو ہماری طرف اتاری گئی، اور ان وحیوں پر جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کے پیروں پر — یعنی انبیاء بنی اسرائیل پر — اتاری گئیں، اور ان کتابوں پر جو موسیٰ اور عیسیٰ دیئے گئے، اور ان کتابوں پر جو دیگر انبیاء ان کے پروردگار کی طرف سے دیئے گئے، ہم ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے، اور ہم اللہ کے احکام کے پابند ہیں!

اگر یہود و نصاریٰ تمہاری طرح ایمان نہ لائیں تو ان کے شر کا خوف مت کھاؤ

ایمان وہی معتبر ہے جس کا ذکر ابھی آیا، اگر یہود و نصاریٰ اس طرح ایمان لاتے ہیں تو وہ مسلمان ہیں، اور تمہارے بھائی ہیں، ورنہ وہ تمہارے کفر و کُفر ہیں، مگر تم ان کی دشمنی کا خوف مت کرو، اللہ ان کے شر سے تمہاری حفاظت کریں گے، وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، اللہ تعالیٰ سب کچھ سن رہے ہیں، سب احوال سے باخبر ہیں۔

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا وَإِنْ كُونُوا فِئَةً عَلَىٰ أُخْرٰى ۖ فَمَا ظَنُّكُمْ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝﴾

ترجمہ: پس اگر وہ اُس طرح ایمان لائیں جس طرح تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو یقیناً انھوں نے راہِ راست پائی، اور

اگر وہ روگردانی کریں تو وہی لوگ ضد میں ہیں — اور تم حق پر ہو — پس اب اللہ آپ کی طرف سے ان سے نمت لیں گے، اور وہ خوب سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں!

اللہ کے دین کا رنگ سب سے اچھا رنگ ہے!

عیسائی شیخی بگارتے ہیں، کہتے ہیں: ہمارے پاس ایک زرد پانی ہے، جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے یا کوئی ہمارے دین میں داخل ہوتا ہے تو ہم اس کو اس پانی میں غوطہ دیتے ہیں، جس سے وہ گناہوں سے پاک اور پکا نصرانی بن جاتا ہے، مسلمانوں کے پاس ایسا پانی نہیں!

اللہ پاک فرماتے ہیں: یہ محض رسم ہے، اس سے کیا ہوتا ہے؟ حقیقی رنگ اللہ کے دین کا رنگ ہے، اسے اپنے اوپر چڑھاؤ، اور صرف اللہ کی بندگی کرو، یہی کامیابی کا راستہ ہے، باقی سب رنگ بے کار ہیں۔

﴿صَبَّغَهُ اللّٰهُ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صَبْغَةً ۚ وَنَخُنْ لَهُ عِلْدُونَ ۝﴾

ترجمہ: اللہ کا رنگ لگنا! اور اللہ سے اچھا رنگ کون والا کون ہے؟ اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے ہیں!

یہود و نصاریٰ کہتے ہیں: ہم ہی اللہ کی رحمت کے حقدار ہیں

یہود و نصاریٰ: مسلمانوں سے جھگڑا کرتے ہیں، کہتے ہیں: ہم ہی اللہ کی رحمت کے حقدار ہیں، کیونکہ ہم ہی اللہ کے دین پر ہیں، مسلمانوں کا اللہ کی رحمت میں کوئی حصہ نہیں، ان کا دین اللہ کا دین نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ان سے کہو: اللہ جیسا تمہارا رب ہے ہمارا بھی رب ہے، ایک وقت میں اللہ نے تم کو اپنا دین دیا، اب ہم کو دیا ہے، اور ہم جو اعمال کرتے ہیں خالص اللہ کے لئے کرتے ہیں، اور تم پرانی لکیر پیٹ رہے ہو، پھر کیا وجہ ہے کہ تمہارے اعمال تو مقبول ہوں اور ہمارے اعمال مقبول نہ ہوں؟

﴿قُلْ أَكْثَرُكُمْ خَوَّنُوا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَكُنَّا أَعْمَالُنَا ۖ وَكُنْزُكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَخُنْ لَهُ مَخْلُصُونَ ۝﴾

ترجمہ: کہو: کیا تم ہم سے اللہ (کی رحمت) کے بارے میں جھگڑتے ہو؟ دراصل ایک وہ ہمارا اور تمہارا رب ہے، اور ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، اور ہم خالص اسی کے لئے کام کرتے ہیں!

یہود و نصاریٰ کہتے ہیں: ہمارے اسلاف یہودی یا عیسائی تھے

وہی مرغ کی ایک ٹانگ! یہود کہتے ہیں: ہمارے اسلاف یہودی تھے، یہی بات عیسائی بھی کہتے ہیں، اللہ پاک فرماتے ہیں: ان سے پوچھو! تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ پاک؟ اللہ پاک تو فرماتے ہیں: ﴿مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا

وَلَا تَصْرَفْنِيَا وَلَٰكِنْ كَانَ حَبِيبًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۰﴾ ابراہیم نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی، بلکہ یکسو ہونے والے مسلمان تھے، اور وہ مشرکوں میں سے بھی نہیں تھے [آل عمران ۶۷] کیونکہ یہودیت اور عیسائیت تو بہت بعد کے مذاہب ہیں، اصل دین تو اسلام ہے، سب انبیاء مسلمان تھے — اور یہ بات ان کی کتابوں میں بھی ہے، مگر وہ اس کو چھپاتے ہیں، پس اس سے بڑا ظالم (ناانصاف) کون جو اللہ کی بات جو ان کے پاس ان کی کتابوں میں ہے اس کو چھپائے؟ ظالمو! سن لو! اللہ تعالیٰ تمہاری حرکتوں سے بے خبر نہیں!

﴿أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۚ قُلْ أَنْتُمْ أَقْلَمُ أَمِ اللَّهُ ۚ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَبَ شَهَادَةً عِنْدَ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِعَافٍ ۚ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۱﴾﴾

ترجمہ: کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کے نبیرے یہودی تھے یا نصرانی؟ پوچھو: تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟ اور اس سے بڑا ظالم کون جو اس شہادت کو چھپائے جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ہے؟ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں!

بزرگ زادگی کا نہیں آئے گی!

بنی اسرائیل کے دل میں بزرگ زادگی کا خیال جم گیا تھا، وہ سمجھتے تھے کہ ان کے اعمال کیسے ہی برے ہوں: ان کے باپ دادا ان کو ضرور بخشوا لیں گے، اس لئے سابقہ آیت کو مکرر لا کر گفتگو ختم فرماتے ہیں۔

﴿تِلْكَ أَمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُشْشَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲﴾﴾

ترجمہ: وہ (تمہارے اسلاف) ایک جماعت تھی جو بالتحقیق گزر گئی — اور تم علاحدہ جماعت ہو — اس (جماعت) کے لئے وہ ہے جو اس نے کیا، اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے کیا — یعنی ہر ایک کی نیکی اس کے لئے ہے — اور تم سے ان گناہوں کا سوال نہیں ہوگا جو وہ کیا کرتے تھے — اسی طرح تمہارے گناہ وہ نہیں اوڑھیں گے، تمہیں ہی ان کی جواب دہی کرنی ہوگی۔



سَيَقُولُ الشُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّهُمْ عَن قِبَلِهِمُ الَّذِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ
لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ
أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۚ وَمَا
جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ
عَلَى عَقْبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ
لِيُضِلَّ إِيْمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرُؤُوفٌ رَحِيمٌ ۝

سَيَقُولُ	اب کہیں گے	مُسْتَقِيمٌ	سیدمی	الَّتِي كُنْتَ	جو تھے آپ
الشُّفَهَاءُ	بے وقوف	وَكَذَلِكَ	اور اس طرح	عَلَيْهَا	اس پر
مِنَ النَّاسِ	لوگ	جَعَلْنَاكُمْ	بنایا ہم نے تم کو	إِلَّا لِنَعْلَمَ	مگر تاکہ جانیں ہم
مَا وَلَّهُمْ	کس چیز نے پھیر دیا ان کو	أُمَّةً	امت	مَنْ يَتَّبِعُ	کون پیروی کرتا ہے
عَن قِبَلِهِمْ	ان کے اس قبلے سے	وَسَطًا	معتدل (میان)	الرَّسُولَ	رسول کی
الَّتِي كَانُوا	جو تھے وہ	لِتَكُونُوا	تاکہ ہو تم	مِمَّنْ	اس سے (ہذا کر کے) جو
عَلَيْهَا	اس پر	شُهَدَاءَ	گواہ	يَنْقَلِبُ	پلٹ جاتا ہے
قُلْ	کہو	عَلَى النَّاسِ	لوگوں پر	عَلَى عَقْبَيْهِ	اپنی ایڑیوں پر
يَذُو	اللہ کے لئے ہیں	وَيَكُونُ	اور ہوں	وَإِنْ كَانَتْ (۲)	اور بیشک تھی (یہ بات)
الْمَشْرِقُ	مشرق	الرَّسُولَ	رسول	لِكَبِيرَةٍ	البتہ بھاری
وَالْمَغْرِبُ	اور مغرب	عَلَيْكُمْ (۱)	تمہارے لئے	إِلَّا عَلَى الَّذِينَ	مگر ان پر جن کو
يَهْدِي	دکھاتے ہیں	شَهِيدًا	گواہ	هَدَى اللَّهُ	راہ دکھائی اللہ نے
مَنْ يَشَاءُ	جسے چاہتے ہیں	وَمَا جَعَلْنَا	اور نہیں بنایا ہم نے	وَمَا كَانَ	اور نہیں تھے
إِلَى صِرَاطٍ	راہ	الْقِبْلَةَ	اس قبلہ کو	اللَّهُ	اللہ

(۱) علیکم: مشاکلہ فرمایا ہے، لکم کے معنی میں ہے (۲) اِنْ: مخفف ہے اس کا اسم ضمیر ہے جو محذوف ہے، اس کا مرجع الامر (بات) ہے۔

رَبُّضِعْفٍ اِيْمَانِكُمْ	کہ ضائع کرتے تمہارے ایمان کو	اِنَّ اللّٰهَ بِالْاِيْمَانِ	بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر	لَوْ وُفِّيَتْ رَحْمَتُهُ	یقیناً نہایت شفیق بڑے مہربان ہیں
------------------------------	---------------------------------	---------------------------------	-------------------------------	------------------------------	-------------------------------------

۶- بنی اسماعیل کا اصلی قبلہ کعبہ شریف ہے، بیت المقدس عارضی قبلہ تھا، اور تحویل کی حکمتیں

بیت اللہ اور بیت المقدس: دونوں ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کئے ہیں، اول کو بنی اسماعیل کے لئے اور دوم کو بنی اسرائیل کے لئے قبلہ بنایا ہے، اول: سارے عالم کے لئے قبلہ ہے اور دوم: صرف بنی اسرائیل کے لئے، سورۃ آل عمران (آیت ۹۶) میں بیت اللہ کے تعلق سے ہے: ﴿هٰذَا مَثَلٌ لِّلْعَالَمِیْنَ﴾ وہ سارے جہانوں کے لئے ہدایت ہے، مگر اس کا ظہور خاتم النبیین ﷺ کے دور میں ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے بیت اللہ تعمیر کیا، پھر چالیس سال کے بعد بیت المقدس، شفیق علیہ روایت میں ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کوئی مسجد زمین میں سب سے پہلے رکھی گئی؟ آپؐ نے فرمایا: مسجد حرام! انھوں نے پوچھا: پھر کوئی؟ فرمایا: مسجد اقصیٰ! انھوں نے پوچھا: دونوں کے درمیان کتنی مدت تھی؟ فرمایا: چالیس سال (بخاری حدیث ۳۳۶۶ تحفۃ القاری ۶: ۵۷۸)

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ میں لائے ہیں، اس میں اشارہ ہے کہ دونوں مسجدیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنائی ہیں، اور دونوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے، اور یہ جو مشہور ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر سلیمان علیہ السلام نے کی تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اس کو شاندار بنایا، جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو شاندار بنایا، مگر بیت المقدس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی ہے، اور اس کو اسحاق علیہ السلام اور ان کی اولاد کا قبلہ بنایا۔

شش جہات کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، جس جہت کو چاہیں قبلہ مقرر کریں

ہجرت سے پہلے قبلہ بیت اللہ تھا، پھر جب نبی ﷺ مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا (یہ حکم وحی غیر متلو سے دیا تھا) چنانچہ مسلمان سولہ سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، اس کے بعد کعبہ شریف کی طرف منہ کرنے کا حکم آیا (یہ حکم وحی متلو سے آیا تھا) پس یہود نے اعتراض کیا کہ اب بیت المقدس میں کیا خرابی آگئی جو اس سے منہ پھیر لیا؟ یہی محض مذہبی تعصب ہے، بیت المقدس انبیاء کا قبلہ ہے، اس کو چھوڑنا محض ہماری (یہودی) عداوت و حسد کی وجہ سے ہے، حالانکہ ایسا نہیں تھا، ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کا قبلہ بیت اللہ تھا، اور نبی ﷺ ملت ابراہیمی اسماعیلی پر مبعوث فرمائے گئے تھے، اس لئے آپؐ کی امت کا قبلہ بیت اللہ

ہے، اور بیت المقدس کو عارضی طور پر قبلہ بنایا تھا، اور اس میں ایک مصلحت تھی، مگر اعتراض کرنے والوں کو تو اعتراض سے مطلب تھا، چنانچہ وہ کیا گیا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کا حاکمانہ جواب دیا، فرمایا: ”ابھی بے وقوف لوگ کہیں گے کہ کس چیز نے مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ تھے؟ آپ کہیں: مشرق و مغرب یعنی ساری جہات اللہ کے لئے ہیں، وہ جس کو چاہتے ہیں سیدھی راہ دکھاتے ہیں“

یہ حاکمانہ جواب ہے کہ شش جہات اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں، اور ان کو مالکانہ اختیار ہے کہ جس سمت کو چاہیں قبلہ مقرر کریں، کسی کو اعتراض کا کیا حق ہے؟ اور وہ جس کو چاہتے ہیں سیدھی راہ دکھاتے ہیں اس میں بیت اللہ کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔

﴿سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلِ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝﴾

ترجمہ: (جاہلانہ اعتراض:) اب بے وقوف لوگ کہیں گے: کس چیز نے ان (مسلمانوں) کو پھیر دیا ان کے اس قبلہ سے جس پر وہ تھے؟ (یعنی بیت المقدس سے) (حاکمانہ جواب:) کہو: مشرق و مغرب اللہ ہی کے لئے ہیں، جسے چاہتے ہیں راہ راست دکھاتے ہیں!

تحویل قبلہ پر اعتراض کے حکیمانہ جوابات

پہلی حکمت: بیت المقدس کو عارضی قبلہ اس لئے بنایا تھا کہ اس امت کے مزاج میں اعتدال پیدا کرنا تھا اس امت کا اصل قبلہ بیت اللہ ہے، مگر ہجرت کے بعد عارضی طور پر بیت المقدس کو قبلہ بنایا، تاکہ اس امت کے مزاج میں اعتدال پیدا ہو، تعصب و دشمنی دلوں سے نکل جائے، تاکہ وہ قیامت کے دن انبیاء کے حق میں اور ان کی امتوں کے خلاف گواہی دے سکیں — اس کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء کی بڑی تعداد بنی اسرائیل میں سے ہے، جن کا قبلہ بیت المقدس تھا، پس جب اس امت کے لئے عارضی طور پر بیت المقدس کو قبلہ بنایا تو اس امت کو بائبلین بیت المقدس سے لگاؤ ہو گیا، اور اس کے واسطے سے بنی اسرائیل کے انبیاء کے ساتھ اور ان کی امتوں کے ساتھ بھی لگاؤ ہو گیا، ان کے ساتھ مذہبی تعصب اور دشمنی باقی نہیں رہی، جیسی دشمنی یہود و نصاریٰ کو نبی ﷺ سے ہے، کیونکہ آپ اسامعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں، یہ بات اس امت میں انبیاء بنی اسرائیل اور ان کی امتوں کے تعلق سے نہیں ہے۔

اور اس امت کے مزاج میں اعتدال پیدا کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے

در بار میں نبیوں کے اور ان کی امتوں کے مقدمات پیش ہو گئے، اور یہ امت انبیاء کے حق میں اور ان کی امت دعوت کے خلاف گواہی دے گی، اور گواہوں کے لئے شرط ہے کہ مدعی سے اس کا غایت درجہ محبت کا تعلق نہ ہو، چنانچہ باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی معتبر نہیں، اور یہ بھی شرط ہے کہ مدعی علیہ سے بغض و عداوت بھی نہ ہو، چنانچہ اگر گواہ کے بارے میں مدعی علیہ ثابت کر دے کہ اس کے اور گواہ کے درمیان بغض و عداوت چلی آ رہی ہے تو اس مدعی علیہ کے خلاف اس گواہ کی گواہی معتبر نہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اس امت کو غایت درجہ محبت تو اپنے نبی سے ہے، اور دیگر انبیاء سے محض محبت و تعلق ہے، اس لئے ان کے حق میں اس امت کی گواہی معتبر ہوگی، اور ان کی امتوں سے بھی عداوت اور دشمنی نہیں، کیونکہ ان کے انبیاء کے ساتھ تعلق ہے، اس لئے ان کے خلاف بھی اس امت کی گواہی معتبر ہوگی، چنانچہ میدانِ قیامت میں امتیں جو گواہوں پر جرح کریں گی تو یہ کریں گی کہ یہ لوگ ہمارے زمانہ کے نہیں، ان کو ہمارے احوال کی کیا خبر؟ یہ نہیں کہیں گی کہ یہ امت ہماری دشمن ہے، اس لئے ان کی گواہی معتبر نہیں — یہ وہ حکمت ہے جس کے پیش نظر بیت المقدس کو عارضی طور پر قبلہ بنایا گیا تھا۔

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾

ترجمہ: یوں ہم نے تم کو معتدل امت بنایا، تاکہ تم لوگوں کے خلاف گواہ بنو، اور رسول تمہارے لئے گواہ بنیں!

دوسری حکمت: بیت المقدس کو عارضی طور پر قبلہ بنانے سے مومنین کا امتحان مقصود تھا

اس امت کا اصل قبلہ کعبہ شریف تھا، اور ہجرت کے بعد چند روز کے لئے جو بیت المقدس کو قبلہ مقرر کیا گیا وہ امتحان کے لئے تھا کہ کون تابعداری پر قائم رہتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھرتا ہے؟ اور امتحان اس چیز کے ذریعہ ہوتا ہے جو نفس پر شاق ہو، روایات میں ہے کہ بعض لوگ مرتد ہو گئے، انھوں نے کہا: عربی نبی اور قبلہ یہود کا: یہ کیا بات ہوئی؟ اور یہود نے کہنا شروع کیا کہ محمد ہمارے دین کے قریب آ رہے ہیں، وہ جلد یہودیت قبول کر لیں گے، اس سے بھی مسلمان پریشان ہوئے، مگر ان کی اکثریت سمعاً و طاعت کہہ کر خوشی بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتی رہی!

﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعِ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ ۚ

وَلَا نَكِيدُ إِلَٰهًا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۚ﴾

ترجمہ: اور نہیں بنایا ہم نے اس قبلہ کو جس پر آپؐ تھے مگر اس لئے کہ ہم جانیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون

اپنی اڑیوں پر پلٹ جاتا ہے، اور بے شک یہ بات یقیناً ہماری تھی مگر ان لوگوں پر جن کو اللہ نے راہِ راست دکھائی!

فائدہ ﴿لَا يَنْفَعُكُمْ﴾ میں ایک مشہور اشکال ہے، اس سے علم باری کا حادث (نیا) ہونا سمجھ میں آتا ہے، جبکہ اللہ کا علم ازلی قدیم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ علم: اللہ کی صفت ہے، اور اللہ کی تمام صفات تشابہات ہیں، صفات ذاتیہ بھی تشابہات ہیں، شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں یہ بات بیان کی ہے (رحمۃ اللہ الولعہ ۱: ۶۳۳) پس صفت علم بھی صفت تشابہ ہے، اور تشابہات کو ایک حد تک ہی سمجھا جاسکتا ہے، پوری طرح ان کو نہیں سمجھا جاسکتا، کیونکہ یہ درحقیقت بندوں کی صفات ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کے بیان کے لئے اختیار فرمایا ہے، نیز بندوں کے محاورات کے مطابق استعمال کیا ہے، جیسے: ﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کائنات کو پیدا کرنے کے بعد تخت نشین ہوئے، یہ بندوں کا محاورہ ہے کہ فلاں بادشاہ گزر گیا اور اس کا بیٹا تخت نشین ہوا، یعنی اس نے ملک کا کنٹرول سنبالا، اسی طرح: ﴿لَنْفَعُكُمْ﴾ بھی بندوں کے محاورات کے مطابق فرمایا ہے، پس حدیث علم کا شبہ نہ کیا جائے۔

یہود کے پیدا کئے ہوئے ایک خلجان کا جواب

جب بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف تحویل ہوئی تو یہود نے کمزور مسلمانوں کے ذہنوں میں دوسرے والا کہہ کر جو لوگ بیت المقدس کے قبلہ مقرر ہونے کے بعد مسلمان ہوئے اور تحویل قبلہ سے پہلے وفات پا گئے یا شہید ہو گئے، اور انھوں نے ایک نماز بھی اصل قبلہ کی طرف نہیں پڑھی: ان کا کیا ہوگا؟ ان کی تو سب نمازیں ضائع ہو گئیں، پھر وہ جنت میں کیسے جائیں گے؟ آخر آیت میں اللہ پاک نے یہ خلجان دور کیا کہ جنت تو حقیقت میں ایمان کا صلہ ہے، نماز وغیرہ طاعات پر دخول جنت موقوف نہیں، پس:

اول: تو ان کی بیت المقدس کی طرف پڑھی ہوئی نمازیں محفوظ ہیں، کیونکہ اس وقت وہی قبلہ تھا، جیسے غزوہ احد میں بعض صحابہ شراب پی کر میدان میں اترے اور شہید ہو گئے تو کوئی بات نہیں، شراب اس وقت حلال تھی۔
ثانیاً: اگر یہودی بکواس مان لی جائے تو ان کے ایمان پر تو کوئی حرف نہیں آیا، ان کا ایمان تو محفوظ ہے، وہ کیسے ضائع ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ رؤف ورحیم ہیں، وہ ضرور ان کو جنت عطا فرمائیں گے۔

﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ عِبَادَهُ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دیں، بے شک وہ لوگوں پر بڑے شفیق بڑے رحیم ہیں!

قَدْ نَزَّاعَ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ

أَوْتُوا الْكِتَابَ لِيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿٦٠﴾
 وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَتَّبِعُوا قِبَلَتَكَ ۖ وَمَا أَنْتَ
 بِتَابِعٍ قِبَلَتِهِمْ ۖ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبَلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ
 بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٦١﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ
 كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٦٢﴾ الْحَقُّ
 مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٣﴾

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ (۱) وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ (۲) قِبَلَةً تَرْضَاهَا (۳) قَوْلِ وَجْهِكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ	تحقیق ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف پس ضرور پھیریں گے ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف جس کو آپ پسند کرتے ہیں پس پھیر لیں آپ اپنا چہرہ جانب المسجد الحرام اور جہاں بھی ہو و تم	قُولُوا وَجُوهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَتَّبِعُوا قِبَلَتَكَ ۖ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبَلَتِهِمْ ۖ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبَلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ	پس پھیر لو اپنے چہرے اس کی جانب اور بے شک جو لوگ دیئے گئے کتاب البتہ جانتے ہیں کہ وہ برحق ہیں ان کرب کی طرف سے اور نہیں ہیں اللہ پیغمبر ان کا مولیٰ جو تم کہتے ہو اور بخدا اگر آئیں آپ ان کے پاس جو دیئے گئے آسمانی کتاب	بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَتَّبِعُوا قِبَلَتَكَ ۖ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبَلَتِهِمْ ۖ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبَلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ	ہر نشانی (دلیل) کے ساتھ نہیں پیروی کریں گے وہ آپ کے قبلہ کی اور نہیں ہیں آپ پیروی کرنے والے ان کے قبلہ کی اور نہیں ہیں ان کے بعض پیروی کرنے والے بعض کے قبلہ کی اور بخدا اگر پیروی کریں آپ ان کی خواہشات کی بعد آپ کے پاس آنے
---	--	---	--	---	---

(۱) (تقلب باب فعمل): اٹھنا پٹھنا، بار بار پھرنا (۲) لنولین: مضارع، جمع حکم، لام تاکید بانون تاکید تفعیلہ، تولى مصدر ک: ضمیر مفعول: ہم ضرور پھیریں گے (۳) جملہ توضع: قبلہ کی صفت ہے۔

وَمِنَ الْجِبَالِ	علم کے	کَمَا يَخْرُفُونَ	جیسا پہچانتے ہیں وہ	يَعْلَمُونَ	جانتے ہیں
إِنَّكَ إِذَا	بے شک آپ تب تو	أَنْبَاءَهُمْ	اپنے بیٹوں کو	الْحَقُّ	حق بات
لَيَمَنَ الظَّالِمِينَ	نا انصافوں سے ہو گئے	وَلَا تَقْرِيضًا	اور بیٹک ایک جماعت	مِن رَّبِّكَ	تیرے رب کی طرف
الَّذِينَ	جن کو	فِيهِمْ	ان میں سے	فَلَا تَكُونُونَ	ہے
أَنْبِيَائِهِمْ	دی ہے ہم نے ان کو	لَيَكُنْتُمْ	البتہ چھپاتی ہے وہ	مِن	پس ہرگز نہ ہو تو
الْكِتَابِ	آسمانی کتاب	الْحَقُّ	حق بات کو	مِن	شک کرنے والوں
يَخْرُفُونَ ^(۱)	پہنچاتے ہیں وہ اس کو	وَهُمْ	در انحالیکہ وہ	الْمُتَّقِينَ	میں سے

تحويل قبلہ کا حکم

اب آپؐ اور مسلمان ہر جگہ مسجد حرام کی طرف نماز پڑھیں

اس امت کا اصل قبلہ کعبہ شریف ہے، بیت المقدس کو عارضی قبلہ بنایا تھا، اس لئے نبی ﷺ چاہتے تھے کہ اصل قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم آئے، یہ بات عربوں کے ایمان کے لئے مفید تھی، اس لئے آپؐ مشوق سے آسمان کی طرف دیکھتے تھے کہ شاید فرشتہ وحی لے کر آ رہا ہو، جیسے آدی کو کسی چیز کا انتظار ہوتا ہے تو بار بار اس کی راہ نکلتا ہے، چنانچہ بنو سلمہ کی مسجد میں آپؐ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے، دو رکعتیں بیت المقدس کی طرف پڑھا چکے تھے کہ تحويل قبلہ کا حکم نازل ہوا، اور آپؐ نمازیوں کے ساتھ کعبہ شریف کی طرف گھوم گئے، اور باقی دو رکعتیں بیت اللہ کی طرف ادا کیں۔ کعبہ شریف بیت المقدس سے مخالف جانب میں تھا، پس رخ کی تبدیلی کے لئے نماز میں جو چلنا پڑا وہ تشریع (قانون سازی) کے وقت کی ترجیح (سہولت) تھی۔

فائدہ: کعبہ ہی دراصل مسجد حرام ہے، حرام بمعنی محترم ہے، پہلے کعبہ کے اندر نماز پڑھی جاتی تھی، وہی مسجد تھی، پھر قریش نے اپنی اجارہ داری قائم کرنے کے لئے کعبہ کا ایک دروازہ کر دیا، پہلے کعبہ کے آنے سے سامنے دو دروازے تھے، اور اس ایک دروازہ کو بھی دو ڈھائی میٹر اونچا کر دیا، تاکہ جس کو چاہیں داخل ہونے دیں، پس لوگ باہر نماز پڑھنے لگے۔

﴿قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَتَكَ فَبَلَغْ لَدُنَّ حَتَّىٰ تَرْضَىٰ لَهَا ۖ قَوْلًا وَجْهَكَ مُطَوَّرًا مِّنَ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۚ﴾

(۱) یہی ہونہ: ضمیر غائب کا مرجع نبی ﷺ ہیں، اور آپؐ کے اوصاف میں تحويل قبلہ کا ذکر بھی یہود کی کتابوں میں موجود تھا (۲) لا تھوون: بھل نہی، صیغہ واحد کر حاضر، بانوں تا کید ثقلید۔

ترجمہ: بے شک ہم بار بار آپؐ کا آسمان کی طرف منہ پھیرنا دیکھ رہے ہیں، پس ہم ضرور آپؐ کو اس قبلہ کی طرف پھیریں گے جس کو آپؐ پسند کرتے ہیں، پس (لیجئے) آپؐ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں، اور آپؐ لوگ جہاں کہیں ہوں اپنے چہروں کو اس کی طرف پھیریں!

اہل کتاب تحویل قبلہ پر اعتراض کریں تو کرنے دیں، وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ برحق قبلہ ہے اہل کتاب کی کتابوں میں یہ بات موجود تھی کہ نبی اسماعیل کا قبلہ بیت اللہ ہے، ابراہیم علیہ السلام نے انہی کے لئے یہ گھر تعمیر کیا ہے، اور بیت المقدس بنی اسحاق کے لئے تعمیر کیا ہے، پھر بھی وہ تحویل کے حکم پر اعتراض کریں تو کرنے دیں، اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بے خبر نہیں!

اور آپؐ خواہ کتنے ہی دلائل سے کعبہ کی افضلیت ثابت کریں وہ تسلیم نہیں کریں گے، اور ایمان نہیں لائیں گے، پس آپؐ ان کے مفصول قبلہ کی پیروی کیوں کریں؟ یہود و نصاریٰ خود تو بیت المقدس کے قبلہ ہونے پر متفق نہیں، ایک اس سے مشرق کی طرف منہ کرتا ہے دوسرا مغرب کی طرف، پس اگر آپؐ ان کی خواہشات کی پیروی کریں اور بیت المقدس کی طرف نماز پڑھیں جبکہ آپؐ کے پاس وحی آپکی ہے تو اس سے بڑی ناانصافی کیا ہوگی؟

﴿وَلَا يَدْعُونَ إِلَيْكُمْ لِيُكَلِّمَكُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ﴾
 وَلَكِنَّ الَّذِينَ الَّذِينَ أَوْثَرُوا الْكِتَابَ يَكُلُّ آيَةً مَّا تَنْبَغُوا قَبْلَتَكَ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قَبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قَبْلَةَ بَعْضٍ وَلَكِنَّ الْتَّبَعَاتِ أَهْوَاءَهُمْ قَبْلَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذَا لَبِيتَ الظَّالِمِينَ ﴿١١٤﴾
 ترجمہ: اور جن لوگوں کو آسمانی کتاب دی گئی وہ باقیین جانتے ہیں کہ وہ (تحویل) برحق ہے ان کے پروردگار کی جانب سے، اور اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ان (حکمتوں) سے جو وہ کرتے ہیں!

اور بخدا! اگر لے آئیں آپؐ ان لوگوں کے سامنے جو آسمانی کتاب دیئے گئے ہیں سارے ہی دلائل (کعبہ کی افضلیت کے) پھر بھی وہ آپؐ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے — یعنی اسلام قبول نہیں کریں گے — اور نہ آپؐ ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں — یہ ان کو مایوس کیا کہ اب پھر بیت المقدس کی طرف نماز میں رخ کرنے کا سوال ہی نہیں — اور نہ ان کے بعض بعض کے قبلہ کی پیروی کرتے ہیں — یعنی وہ اپنے گھر کی خبر لیں، وہ دونوں بیت المقدس کے قبلہ ہونے پر متفق نہیں!

اور بخدا! اگر آپؐ ان کی خواہشات کی پیروی کریں — اور بیت المقدس کی طرف رخ کریں — آپؐ کے پاس علم کے پہنچ جانے کے بعد — یعنی تحویل قبلہ کا حکم آنے کے بعد — تو یقیناً آپؐ ناانصافوں میں سے ہونگے

— جس کی آپؐ سے قطعاً توقع نہیں!

اہل کتاب نبی ﷺ کو بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں

یہود و نصاریٰ نبی ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح آدمی بہت سے لڑکوں میں اپنے لڑکے کو دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے، آپؐ کے اوصاف، جائے ولادت، مقام ہجرت اور آپؐ کے قبلہ کا ان کو بخوبی علم تھا، تورات و انجیل میں باوجود تحریفات کے اب تک یہ باتیں بکثرت موجود ہیں، کوئی انصاف پسند یہودی یا عیسائی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

مگر اس امر حق کو بعض تو ظاہر کرتے ہیں، اور مسلمان ہو جاتے ہیں، اور بعض چھپاتے ہیں گویا وہ جانتے ہی نہیں! مگر ان کے انشاء سے کیا ہوتا ہے؟ حق بات اللہ کی طرف سے آگئی ہے، قبلہ کا معاملہ کلیہ کر دیا ہے، پس مسلمانوں کو قبلہ کے معاملہ میں ذرا تردد نہیں ہونا چاہیے۔

﴿الَّذِينَ آمَنُوا بِالْكِتَابِ يَرَوْنَهُ كَمَا يَبْرَوْنَ أَبْنَاءَهُمْ ۚ إِنَّ قَرِيبًا مِنْهُمْ لَيُكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝
الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۚ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُسْتَعِزِّينَ ۝﴾

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے آسمانی کتاب دی ہے وہ ان کو پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچان لیتے ہیں، اور ان کی ایک جماعت حق بات کو چھپاتی ہے درحالیکہ وہ جانتے ہیں (بیت اللہ کا قبلہ ہونا) برحق بات ہے، آپؐ کے پروردگار کی طرف سے ہے، پس آپؐ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں! — یہ امت کو سنایا ہے۔

وَلِكُلِّ وُجْهَةٌ هُوَ مَوْلًى بِهَا ۚ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ إِنَّ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمْ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ
إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَمَنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ ۚ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۚ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَمِنْ حَيْثُ
خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ
شَطْرَهُ ۚ إِنَّهَا يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۚ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ ۚ فَلَا
تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي ۚ وَلَا تَمْنَعِي عَيْنِي عَلَيْكُمْ ۚ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ
رُسُلًا مِنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿١﴾ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿٢﴾

۱۷۸

وَلِكُلِّ رَّجُلَةٍ مِّمَّا هُوَ مُؤْتِنٌ	اور ہر ایک کے لئے ہے ایک جہت وہ اس کی طرف منہ کرنے والا ہے	شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَرِائَهُ لَكَحِمْيَرٍ مِنْ دَرِيكَ وَمَا اللَّهُ بِعَاقِلٍ	طرف المسجد الحرام کے اور بے شک وہ البتہ برحق ہے آپ کے رب کی طرف سے اور نہیں ہیں اللہ بے خبر	لَقَدْ يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ كَامُوقٍ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاحْشَوْنِي وَلَا تَمَ نِعْبَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رُسُلًا مِنْكُمْ	تا کہ نہ ہو لوگوں کے لئے تم پر کوئی جہت (جھگڑے کا موقع) مگر جن لوگوں نے نا انصافی کی ان میں سے پس مت ڈرو ان سے اور ڈرو مجھ سے اور تا کہ پوری کروں میں اپنی نعمت تم پر اور تا کہ تم راہ راست پاؤ جس طرح بھیجا ہم نے تم میں عظیم رسول تم ہی میں سے
فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا كَانُوا يَأْتِيَكُمُ اللَّهُ بِجُمُعَةٍ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ	پس سبقت لے جاؤ نیکیوں میں جہاں بھی ہوؤ گے تم لائیں گے تم کو اللہ تعالیٰ اکٹھا بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت والے ہیں اور جہاں سے نکلے پس پھیریں اپنے چہرے اس کی طرف	عَمَّا تَعْمَلُونَ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ	ان کاموں جو تم کرتے ہو اور جہاں سے نکلے آپ پس پھیریں اپنا رخ طرف المسجد الحرام کے اور جہاں بھی ہوؤ تم پس پھیرو اپنے چہرے اس کی طرف	إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاحْشَوْنِي وَلَا تَمَ نِعْبَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رُسُلًا مِنْكُمْ	ان میں سے پس مت ڈرو ان سے اور ڈرو مجھ سے اور تا کہ پوری کروں میں اپنی نعمت تم پر اور تا کہ تم راہ راست پاؤ جس طرح بھیجا ہم نے تم میں عظیم رسول تم ہی میں سے

یَسْأَلُوا عَلَيْكُمْ أَيُّنَا وَيُذَكِّرْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمْ	پڑھتا ہے وہ تمہارے سامنے ہماری آیتیں اور ستر کرتا ہے تم کو اور سکھاتا ہے تم کو	الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ	اللہ کی کتاب اور دانشمندی کی باتیں اور سکھاتا ہے تم کو وہ باتیں جو تم نہیں جانتے	فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَأَشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ	پس یاد کرو مجھے یاد کروں گا میں تم کو اور شکر بجالاؤ میرا اور ناشکری مت کرو میری
--	--	--	--	--	--

مستقل امت کے لئے مستقل قبلہ

بنی اسماعیل بنی اسرائیل کی طرح مستقل امت ہیں، اور ہر مستقل امت کا قبلہ الگ ہوتا ہے، بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس تھا، پس بنی اسماعیل کے لئے مستقل قبلہ متعین کیا گیا تو اس میں قابل اعتراض کیا بات ہے؟ قبلہ کا معاملہ قربانی کے معاملہ کی طرح ہے، مسلمانوں کے لئے قربانی کا طریقہ اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا ہے، اس میں ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ پیش نظر رکھا ہے، اور اہل کتاب کے یہاں سختی قربانی کا طریقہ تھا، غرض ہر قوم کا قربانی کا طریقہ الگ ہے، سورۃ الحج (آیت ۳۳) میں ہے: ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا﴾ اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی (کا طریقہ) تجویز کیا ہے، یہی معاملہ قبلہ کا ہے، بنی اسرائیل کا قبلہ الگ ہے، بنی اسماعیل کا الگ، پس مسلمان نیک کاموں میں لگا پڑیں، کعبہ کی طرف نماز پڑھنے میں خوب محنت کریں، یہود و نصاریٰ کو اعتراض کرنے دیں، اللہ تعالیٰ تم کو اور ان کو میدانِ حشر میں اکٹھا کریں گے، وہ ہر چیز پر قادر ہیں، اس دن فیصلہ ہوگا، ابھی جھگڑا فضول ہے۔

﴿وَلِكُلِّ وَجْهَةٌ هُوَ مَوْلَايَا فَاستَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

ترجمہ: اور ہر ایک (امت) کے لئے ایک جہت (قبلہ) ہے، وہ اس کی طرف منہ کرنے والی ہے، پس تم (اے مسلمانو!) نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، جہاں بھی ہو گے تم لائیں گے تم کو اللہ تعالیٰ اکٹھا کر کے میدانِ حشر میں، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں!

اسفار میں بھی بیت اللہ قبلہ ہے

تحويل قبلہ کی آیت حضر میں نماز ظہر میں نازل ہوئی تھی، پس کوئی خیال کر سکتا تھا کہ یہ حکم حضری کے لئے ہے، اس لئے فرماتے ہیں کہ اسفار کے لئے بھی یہی حکم ہے، ہر جگہ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم برحق ہے، یہ حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے، اس کی تعمیل کی جائے، اب تم کیا کرو گے اس سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں!

﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ قَوْلٌ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۚ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾

ترجمہ: اور جہاں سے بھی آپ (سفر میں) نکلیں اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیریں، اور بے شک وہ (بیت اللہ کا قبلہ ہونا) برحق ہے، آپ کے رب کی طرف سے، اور اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو تم کرو گے!

تحويل کے بعد یہود و مشرکین کے لئے اعتراض کرنے کا منہ نہیں رہا!

تورات میں مذکور ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا قبلہ بیت اللہ ہے، اور نبی آخر الزماں کا قبلہ بھی وہی ہے، پس اگر تحويل کا حکم نہ ہوتا تو یہود و مشرکین کو کھانا ملتا، اور مشرکین بھی کہتے کہ ملتِ ابراہیمی کا دعویٰ اور قبلہ میں خلاف! اب دونوں کو حجت کرنے کا حق نہ رہا، مگر خالصوں (ناانصافوں) کا منہ کوئی بند نہیں کر سکتا، یہود کہیں گے: ہمارے قبلہ کی حقانیت ظاہر ہونے کے بعد محض حسد سے ہمارا قبلہ چھوڑ دیا، اور مشرکین کہیں گے: ان کو ہمارے قبلہ کا حق ہونا اب معلوم ہوا، اسی طرح ہماری (مشرکین کی) اور باتیں بھی رفتہ رفتہ منظور کر لیں گے، فرمایا: ایسے بے انصافوں کے اعتراض کی کچھ پرواہ مت کرو، اور ہمارے حکم کے تابع رہو۔

﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ قَوْلٌ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۚ وَإِنَّا لَإِلَٰهٌ لِّلنَّاسِ عَٰلِمُ غُيُوبِهِمْ ۚ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ ۚ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي ۚ وَلَا تَمَٰنَٰي عَٰلَيْكُمْ ۖ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾

ترجمہ: اور جس جگہ سے بھی آپ (سفر میں) نکلیں تو (نماز میں) اپنا منہ مسجد حرام (کعبہ) کی طرف کریں، اور آپ لوگ جہاں کہیں ہوں اپنا چہرہ اس کی طرف کیا کریں — یہ بطور تمہید سابق کلام لوٹا یا ہے — تاکہ مخالف لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں گفتگو کی مجال نہ رہے، ہاں ان میں سے جو ناانصاف ہیں (وہ مرغ کی ایک ٹانگ گاتے رہیں گے) پس تم ان سے مت ڈرو، اور مجھ سے ڈرو (یعنی میرے حکم کی خلاف ورزی مت کرو) اور تاکہ میں تم پر اپنا انعام تام کر دوں، اور تاکہ تم راہِ راست پاؤ — یعنی یہ قبلہ اللہ کا تم پر ایک انعام ہے اور یہی راہِ راست ہے، لہذا اس کی پیروی کرو۔

سوال: تحويل کا حکم مکرر نہ کر کیوں بیان کیا ہے؟

جواب: مقاصد مختلف تھے، اس لئے ہر مقصد کے بیان کے وقت اس حکم کا اعادہ کیا گیا ﴿قَدْ نَرَىٰ تَوَلَّيْتَ وَجْهَكَ﴾ میں یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ تحويل قبلہ کا حکم رسول اللہ ﷺ کی رضا جوئی اور اطہارِ تکریم کے لئے ہے، اور ﴿لِكُلِّ وُجْهَةٍ هُوَ مُوَلِّيهَا﴾ سے یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ عادت اللہ یہ جاری ہے کہ ہر ایک ملت اور ہر ایک رسول صاحبِ شریعت

مستقل کے لئے اس کے مناسب ایک قبلہ مقرر ہونا چاہئے، اور ﴿لَا يَكُنْ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ﴾ سے یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ تحویل قبلہ پر مخالفین کا الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ اور یہ قرآن کریم کا اسلوب ہے، ہر مقصد کے بیان کے وقت تمہیدی مضمون کمر لایا جاتا ہے، جیسے سورۃ العنکبوت کی آیت ۵۳ ہے: ﴿وَلَا يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَا لَوْ كُنَّا أَجَلَ مُسْتَقَرٍّ لَجَاءَهُمُ الْعَذَابُ وَلَئِنَّ رَبَّكَ لَیَعْتَدُ لَهُمْ لَا یَشْعُرُونَ﴾ ۵۴: اور وہ لوگ آپؐ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں، اور اگر میعاد معین نہ ہوتی تو ان پر عذاب آچکا ہوتا، اور وہ عذاب ان پر دفعہ آچپنے کا اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔ پھر آیت ۵۴ میں دوسری بات کہی گئی تو تمہید کمر لائی گئی، ارشاد پاک ہے: ﴿وَلَا یَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَا لَوْ كُنَّا أَجَلَ مُسْتَقَرٍّ لَآ لَکُمْ مِنْهُ نَصِیْرَةٌ﴾ ۵۵: اور وہ لوگ آپؐ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں، اور بے شک جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے (الی آخرہ)۔ اسی طرح تحویل قبلہ کے تین مقاصد بیان کرنے تھے اس لئے تمہید میں تحویل کا حکم مکرر کر لایا گیا۔ اس کی نظیر: قرآن کریم ذیل استثناء نہیں کرتا، اس سے کلام میں تمہید پیدا ہو جاتی ہے اور کلام نصاحت سے گر جاتا ہے، جتہ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک جگہ ذیل استثناء کیا ہے تو عبارت پیچیدہ ہو گئی ہے، عرصہ تک اسے کوئی نہیں سمجھا، اسی طرح کافہ میں عدل کے بیان میں ابن حاجب رحمہ اللہ نے ذیل استثناء کیا ہے، وہ عبارت بھی پیچیدہ ہو گئی ہے، چنانچہ قرآن کریم کو جب ذیل استثناء کرنا ہوتا ہے تو مستثنیٰ منہ مکرر لاتا ہے جیسے سورۃ النور کی آیت (۳۱) میں ہے: ﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ﴾ ۳۲: عورت صرف اپنے وہ اعضاء ظاہر کرے جو عام طور پر کھلے رہتے ہیں یعنی چہرہ، ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں ٹخنوں سے نیچے، پھر دوسرا استثناء کیا ہے: ﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ﴾ ۳۳: الآیۃ: عورت مذکورہ اعضاء محارم کے سامنے اور محارم جیسوں کے سامنے کھلے رکھ سکتی ہے، پھر بارہ فضوں کا تذکرہ ہے جو معاشرہ میں عام طور پر ساتھ رہتے ہیں ان کے سامنے عورت چہرہ اور ہتھیلیاں کھول سکتی ہے، باقی بدن نہ کھولے، سینہ پر بھی اوڑھنی ڈالے رہے، پیر بھی زمین پر نہ پٹخے کہ کپڑے میں چھپا ہوا زیور بچے، اور اس کا پتہ چل جائے، پس اس آیت کا تعلق اصلاح معاشرہ سے ہے اگر عورت اپنے محارم وغیرہ کے درمیان اس طرح سلیقہ سے رہے گی تو معاشرہ میں فساد پیدا نہیں ہوگا۔ غرض یہ حجاب کی آیت نہیں ہے حجاب کی آیات سورۃ الاحزاب میں ہیں (آیات ۵۳-۶۰) اسی طرح جب ایک سلسلہ میں دو یا زیادہ باتیں بیان کرنی ہوں تو قرآن مسلسل بیان نہیں کرتا بلکہ تمہید میں اس چیز کو مکرر لاتا ہے، چنانچہ ﴿وَمَنْ حَبِطَتْ خُورُجَتُ﴾ تمہید میں مکرر لایا گیا، پس یہ نکرار نہیں۔

مستقل قبلہ کی نظیر: مستقل امت کے لئے مستقل نبی کا بھیجنا

مستقل امت کے لئے مستقل قبلہ کی نظیر: مستقل امت کے لئے مستقل نبی کا ہونا ہے، بنی اسرائیل ایک علاحدہ

امت تھے، اس لئے ان میں بہت سے انبیاء مبعوث کئے گئے، اور بنو اسماعیل مستقل امت تھے، اس لئے ان کو بنی اسرائیل کے انبیاء کے تابع نہیں کیا، بلکہ ان میں انہی میں سے ایک عظیم الشان نبی کو مبعوث کیا، جو ان کو اللہ کی آیتیں (قرآن کریم) پڑھ کر سنائے، اخلاقی رذیلہ سے پاک صاف کرے، اور قرآن سکھائے اور اس کے اسرار سمجھائے، اور دیگر بہت سی وہ باتیں بتائے جسے لوگ نہیں جانتے، لہذا امت مسلمہ اللہ کو یاد کرے، اللہ ان کو یاد کرے گی، وہ اللہ کا احسان مانے، ناشکری نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان کو وائیں گے۔ اس آیت پر تخیل قبلم کی بحث پوری ہوگئی، آگے متعلقات کا بیان ہے۔

﴿ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا يَنْذَرُكُمْ وَيُنَادِيكُمْ إِلَىٰ الذِّكْرِ ۚ وَلَئِنْ كُنْتُمْ إِلَّا شَاكِرِينَ ۚ لَا تَكْفُرُونَ ۝﴾

ترجمہ: (تمہارے لئے مستقل قبلہ بنایا) جس طرح ہم نے تم میں تمہیں میں سے عظیم رسول بھیجا، جو تمہارے سامنے ہماری آیتیں پڑھتے ہیں، اور تمہیں سنواتے ہیں، اور تمہیں کتاب اللہ اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں، اور وہ وہ باتیں بتاتے ہیں جو تم نہیں جانتے، پس مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا، اور میری نعمتوں کا شکر بجالاؤ، اور میری ناشکری مت کرو!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۚ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْتَخِرُونَ ۝ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے وہ لوگو جو ایمان لائے	بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ	مبر کے ذریعہ اور نماز کے ذریعہ	مَعَ الصَّابِرِينَ ^(۲)	مبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں
اسْتَعِينُوا ^(۱)	مدد طلب کرو	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَلَا تَقُولُوا	اور مت کہو

(۱) استعينوا: کے بعد من اللہ مقدر ہے (۲) معیت: مدد کی معیت ہے زمانی یا مکانی معیت نہیں۔

لَمَنْ	ان لوگوں کو جو	وَلَيَقْبِضَنَّ	اور خوش خبری دیں	إِنَّ الصَّفَا	بے شک صفا
يُقْتَلُ	مارے گئے	الضَّيْرَيْنِ	میر کرنے والوں کو	وَالْمَرْوَةَ	اور مردہ
فِي سَبِيلِ	راہ میں	الَّذِينَ إِذَا	وہ لوگ کہ جب	مِنْ شَعَابٍ ^(۲)	نشانوں میں سے ہیں
اللّٰهُ	اللہ کے	أَصَابَتْهُمْ	ان کو پہنچی ہے	اللّٰهُ	اللہ (کے دین) کی
أَمْوَاتٌ	مردے	مُصِيبَةٌ	کوئی مصیبت	فَمَنْ حَجَّ	پس جس نے حج کیا
بَلْ أَحْيَاؤُ	بلکہ (وہ) زندہ ہیں	قَالُوا	کہتے ہیں	الْبَيْتِ	بیت اللہ کا
وَلَكِنْ	لیکن	إِنَّا لِلّٰهِ	یہ شک ہم اللہ کیلئے ہیں	أَوْاعْتَمِرْ	یا عمرہ کیا
لَا تَشْعُرُونَ	تم سمجھتے نہیں	وَأِنَّا إِلَيْهِ	اور پیکار اس کی طرف	فَلَا جُنَاحَ	تو کوئی گناہ نہیں
وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ	اور ضرور آزمائیں گے	مُرْجِعُونَ	لوٹنے والے ہیں	عَلَيْهِ	اس پر
بِسُنَّةٍ	ہم تم کو	أُولَئِكَ	یہی لوگ	أَنْ يَكْتُوفَ	کہ سہی کرے
فَمِنْ الْخَوْفِ	تھوڑے سے	عَلَيْهِمْ	ان پر	يَهْمًا	دونوں کے درمیان
وَالْجُوعِ	خوف سے	صَلَوَاتٍ ^(۱)	بے پایاں رحمتیں ہیں	وَمَنْ تَطَوَّعَ	اور جو شخص خوشی سے کرے
وَلَقِصِّصَ	اور بھوک سے	مِنْ زَكَاةٍ	ان کرب کی طرف سے	خَيْرًا	کوئی نیک کام
مِنْ الْأَمْوَالِ	اور کی سے	وَرَحْمَةٍ	اور بڑی مہربانی	فَإِنَّ	پس بے شک
وَالْأَنْفُسِ	مالوں کی	وَأُولَئِكَ	اور یہی لوگ	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
وَالشَّعَرِ	اور جانوں کی	هُمْ	وہ	شَاكِرٌ	قدردان
	اور پھلوں کی	الْمُهْتَدُونَ	راہ یاب ہیں	عَلَيْهِمْ	سب کچھ جاننے والے ہیں

آیات تحویل کے متعلقات اور آگے کے مضامین

جب بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف قبلہ کی تبدیلی ہوئی تو اعتراضات کی بھرمار ہوئی، یہود الگ اعتراضات (۱) صلوات کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: غایتِ انعطاف یعنی آخری درجہ کا میلان، اسی کو درود کہتے ہیں، اور رحمة کی تعوین تنظیم کے لئے ہے، یعنی خصوصی رحمت، پس یہ صلاۃ کا مترادف ہے، اور اللہ کے لئے بندوں پر صلوٰۃ بھیجتا جائز ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کون اس کا مستحق ہے، اور بندوں کے لئے انبیاء کے علاوہ پر درود بھیجتا جائز نہیں (۲) شعائر: شعیرۃ کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: وہ خاص علامت جس سے کوئی چیز پہچانی جائے، جیسے مسجد کے مینارے، اور اسلام کے بڑے شعائر چار ہیں: قرآن، کعبہ، نبی، اور نماز (حجۃ اللہ)

کر رہے تھے اور مشرکین الگ، مسلمان پریشان تھے، اس لئے آگے ان کو ہمت دلاتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ وہ صبر (ہمت) سے کام لیں اور کعبہ کی طرف نماز میں لگیں، اس سے مصیبت ہلکی ہو جائے گی۔

پھر صبر کی دو مثالیں بیان فرمائی ہیں:

ایک: اعلیٰ درجہ کے صابرین شہداء ہیں، جو دین کی سر بلندی کے لئے خون کا آخری قطرہ بھی بہا دیتے ہیں۔

دوم: عام صابرین ہیں، جو چھوٹے چھوٹے مصائب سے دوچار ہوتے ہیں، اور صبر کرتے ہیں۔

پھر صبر کرنے کا فارمولہ ہے، اور صبر کرنے والوں کو مژدہ سنایا ہے، پھر صبر کا ثمرہ بیان کیا ہے کہ صفا و صرودہ جو شعار اللہ بنے ہیں وہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے صبر کا ثمرہ ہے۔

پھر ان یہود کو لتاڑا ہے جن کی کتابوں میں شہادت تھی، نبی ﷺ اور بنی اسماعیل کے قبلہ کا ذکر تھا، یہ باتیں ان کی کتابوں میں اس لئے نازل کی گئی تھیں کہ وہ وقت پر ان کو لوگوں کے سامنے بیان کریں مگر وہ ناہنجاران کو چھپاتے تھے، ان پر خدا کی پھٹکار!

یہاں سلسلہ بیان پورا ہوگا، آگے بنی اسماعیل کے لئے یعنی آخری امت کے لئے احکام ہیں، سب سے پہلے توحید کا بیان ہے، پھر آگے دوسرے احکام ہیں۔

بھاری مصیبت آئے تو سہارنے کا فارمولہ: ہمت سے کام لینا اور نماز میں لگنا!

بعض مرتبہ مصیبت بھاری ہوتی ہے، پھوٹ پھوٹ کر رونے کو جی چاہتا ہے، اس وقت نفس کو جزع فرع سے روکنا اولوالعزری کا کام ہے، پختہ ارادہ والا بنی یہ کام کر سکتا ہے، اس وقت صبر کے ساتھ ذکر خداوندی سے بھی مدد لینی چاہئے، اور اعلیٰ درجہ کا ذکر نماز ہے، نبی ﷺ کو جب کوئی اہم بات پیش آتی: آندھیاں چلتیں، کڑا کے پڑتے تو آپ نماز شروع کر دیتے، نماز سے دل کو اطمینان نصیب ہوتا ہے، ارشاد پاک ہے: ﴿اَلَا يَذْكُرُ اللّٰهُ تَطْلُبُ مِنَ الْقُلُوْبِ﴾ سنو! اللہ کے ذکر سے دلوں کو جین ملتا ہے، اور صبر سے بھی قلب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، حدیث شریف میں ہے: الصبر ضياء۔ صبر ایک روشنی ہے، صبر کرنے والا اللہ کے فیصلہ پر راضی ہو جاتا ہے، یہی وہ روشنی ہے جو صبر سے حاصل ہوتی ہے۔

بھاری مصیبت کو سہارنے کا یہ فارمولہ سورۃ البقرۃ (آیت ۴۵) میں بھی بیان ہوا ہے، اور یہاں اور وہاں صبر کو پہلے ذکر کیا ہے اور نماز کو بعد میں، اس سے صبر کی اہمیت واضح ہوتی ہے، نیز نماز وہی شخص پڑھے گا جو ہمت سے کام لے گا، اور جو صبر نہیں کر سکتا وہ نماز بھی نہیں پڑھے گا۔

آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں، یہ آدھا مضمون ہے، کیونکہ نماز پڑھنے والوں کے ساتھ اللہ

تعالیٰ بدرجہ اولیٰ ہیں، وہ صبر سے بڑی عبادت ہے، اور یہ معیت زمانی اور مکانی نہیں، اللہ تعالیٰ لازمان و لامکان ہیں، بلکہ یہ نصرت و مدد کی معیت ہے یعنی اللہ ایسے بندوں کی مدد کرتے ہیں، اور ان کی مشکل آسان کرتے ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ (اللہ سے) مدد طلب کرو، بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں!

شہیدوں کو مہر اہوا مت کہو، وہ زندہ ہیں، اور یہ صبر کا نتیجہ ہے

اعلیٰ درجہ کے صابر شہداء ہیں، جو لوگ اسلام کی سر بلندی کے لئے اعدائے اسلام سے لوبالیتے ہیں، اور بارگاہِ خداوندی میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں وہ شہید (گواہ) ہیں، وہ قیامت کو اللہ کی کورٹ میں گواہی دیں گے کہ وہ دعوت لے کر گئے تھے، مگر ان کے ساتھ خوئی معاملہ کیا گیا، ظاہر ہے جو میدان میں ڈٹ جاتا ہے وہی مقامِ شہادت سے سرفراز ہوتا ہے، یہی اعلیٰ درجہ کا صبر ہے، ان حضرات کو مہر اہوا خیال مت کرو، وہ زندہ جاوید ہیں، مگر تم لوگ ان کی حیات کو سمجھ نہیں سکتے کیونکہ وہ حیات برزخی ہے۔

غزوہ بدر میں چودہ صحابہ شہید ہوئے تھے، چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے، ان کے بارے میں منافقین اور بعض مشرکین کہنے لگے: ”ان لوگوں نے خواہ مخواہ محمد کی حمایت میں جان گنوائی! اور زندگی کے لطف و آرام سے محروم ہو گئے!“ اس آیت میں اس کا جواب ہے کہ وہ مرے نہیں، زندہ جاوید ہو گئے ہیں، ان کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں (کے پٹوں) میں ہوتی ہیں، اور وہ جنت کے پھلوں میں سے کھاتی ہیں (رواہ الترمذی حدیث ۱۶۳۲) یہ شہداء کی خصوصیت ہے، ان کو ابھی سے جنت میں جانے کا موقع دیا جاتا ہے، پھر ان کی روحیں عرش کے نیچے فانوسوں میں بسیرا کرتی ہیں، جنت میں مستقل داخلہ ان کا بھی قیامت کے دن ہوگا۔

فائدہ (۱): شہداء کی حیات برزخی ہے، دیگر اقوال بھی روح المعانی میں ہیں، اور حیات برزخی کچھ نہ کچھ ہر مرنے والے کو حاصل ہوتی ہے، اسی لئے وہ مرنے کے بعد (برزخ میں) ثواب و عقاب کو محسوس کرتا ہے، لیکن شہداء میں یہ حیات نسبت زیادہ قوی ہوتی ہے، حتیٰ کہ کبھی ان کا جسم بھی محفوظ رہتا ہے، اس سلسلہ میں کوئی صحیح روایت تو نہیں، البتہ واقعات ہیں، جو اذقیل کرامت ہیں۔

فائدہ (۲): اس آیت سے انبیاء علیہم السلام کی حیات دلالتِ احصا سے ثابت ہوتی ہے، جیسے ماں باپ کو فوت کہنے کی ممانعت سے ضرب و شتم کی حرمت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتی ہے، انبیاء کا مقام و مرتبہ چونکہ شہداء سے بلند و بالا ہے اس

لئے وہ بھی وفات کے بعد زندہ جاوید ہیں، اور یہ اجماعی مسئلہ ہے، اور ان کی حیات برزخی ہے یا دنیوی؟ یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے، تفصیل کے لئے دیکھیں تحفۃ القاری (۱۹۸:۷)

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں کو جو راہِ خدا میں مارے گئے مردے مت کہو، وہ زندہ ہیں، مگر تم سمجھتے نہیں!

مؤمن کو کچھ نہ کچھ مصائب و تکالیف سے آزمایا جاتا ہے اور صبر کا فارمولہ اور اس کا ثواب

اعلیٰ درجہ کے صابرین کے ذکر کے بعد دوسرے درجہ کے صابرین کا ذکر کرتے ہیں، یہ عام مؤمنین ہیں، ان کا تھوڑی تھوڑی تکلیف اور مصیبت کے ذریعہ وقتاً فوقتاً امتحان کیا جاتا ہے، اور ان کے صبر کو دیکھا جاتا ہے، اگر وہ کھرا سونا ثابت ہوتے ہیں تو ان کو انعامات سے نوازا جاتا ہے۔

حدیث میں ہے: ”مؤمن کا حال تروتازہ سمجھتی جیسا ہے، جس کو ہوائیں پہنچتی ہیں، کبھی اس کو پچھاڑتی ہیں، اور کبھی اس کو سیدھا کرتی ہیں، یہاں تک کہ اس کی موت آجاتی ہے، اور منافق کا حال سیدھے کھڑے ہوئے درختِ صنوبر جیسا ہے، جس کو کوئی چیز نہیں پہنچتی، یہاں تک کہ وہ یکبارگی اکھڑ جاتا ہے“، یعنی جب گرنا ہے تو جڑ سے اکھڑ کر گرنا ہے۔

(مشکوٰۃ حدیث ۱۵۴۱)

دوسری حدیث میں ہے: ”جس کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے، خواہ بیماری ہو یا اس کے علاوہ، تو اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو جھاڑتے ہیں، جیسے درخت (پت جھڑ کے موسم میں) اپنے پتے جھاڑتا ہے“ (مشکوٰۃ حدیث ۱۵۳۸) یہ منفی پہلو سے تکالیف و مصائب کا فائدہ ہے، اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور مثبت پہلو سے بشارت آگے آ رہی ہے۔

صبر کا فارمولہ: جب کوئی تکلیف یا مصیبت پہنچے تو دو باتیں پیش نظر رکھے: ایک: یہ کہ پوری کائنات اللہ کی ملک ہے، اور مالک کو اپنی ملکیت میں ہر تصرف کا حق ہے، دوسری: یہ کہ ہر کسی کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پس جدائی عارضی ہے اور تکلیف فانی ہے۔ مثلاً: کسی کا لاڈلا بچہ مر گیا یا دکان جل گئی تو یہ بات سوچے کہ بچہ اللہ کی ملک تھا اور دکان بھی اسی کی تھی، اگر اس نے اپنی چیز لے لی تو غم کیسا؟ پھر بچہ ہمیشہ کے لئے جدا نہیں ہوا، جہاں وہ گیا ہے کل ہمیں بھی وہاں جانا ہے، جدائی عارضی ہے، جیسے باپ بیٹے کو بھی کے لئے رخصت کرتا ہے اور باپ کو بھی ایک ہفتہ کے بعد می جانا ہے تو بوقت رخصت رونا کیسا؟ اور مال گیا ہے تو اس کا اس سے بہتر عوض ملے گا۔ پس جو اس عقیدہ کو ملحوظ رکھے اور کہے: ﴿إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ﴾ تو اس کا غم ہلکا پڑ جائے گا اور صبر کرنا آسان ہو جائے گا۔

صبر کا ثواب: ارشاد پاک ہے: ﴿أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾: ان صابرین پر ان کے پروردگار کی طرف سے بے پایاں رحمتیں اور خصوصی رحمت ہے اور یہی لوگ راہ یاب ہیں۔
تفسیر: صلوٰۃ اور رحمت دو عدل ہیں، اونٹ پر جب سامان باندھتے ہیں تو دونوں طرف بالکل برابر لادتے ہیں، اگر ایک طرف زیادہ ہوگا تو اس جانب کا پورا الٹک جائے گا، پس صلوٰۃ اور رحمت دو عدل ہیں یعنی دونوں تقریباً مترادف ہیں، اور صلوٰۃ کے معنی ہیں: غایتِ انعطاف، یعنی آخری درجہ کا میلان، اسی کو فارسی میں درود کہتے ہیں، اس کا ترجمہ: بے پایاں رحمت کیا ہے اور حمد کی تین تعظیم کے لئے ہے، یعنی خصوصی مہربانی، یہ بھی وہی درود ہے۔

پھر کہی ایسا ہوتا ہے کہ دونوں پورے بھر جاتے ہیں اور کچھ جنس بچ جاتی ہے تو اس کی پوٹلی باندھ کر یوروں کے بیچ میں رکھ دیتے ہیں، یہ علاوہ ہے، (اردو میں عین کے زبر کے ساتھ علاوہ کہتے ہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دو عدل کتنے شاندار ہیں اور علاوہ کتنا شاندار ہے۔ صابرین کے لئے تین فضیلتیں ہیں: صلوٰۃ، رحمت اور ہدایت، صلوٰۃ اور رحمت عدلان ہیں اور ہدایت علاوہ (مزید برآں) مگر یہ صدمہ اولیٰ پر صبر کرنے کا ثواب ہے جب مصیبت دل کے ساتھ ٹکرائے اسی وقت جو صبر کرے اس کے لئے فضیلت ہے۔

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِبَعْثٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِبَعْثٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ﴾: اُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿﴾

ترجمہ: اور ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے قدرے خوف، بھوک، مالوں، جانوں اور بچلوں کی کمی سے، اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنادیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ کی ملک ہیں، اور بے شک ہم ان کی طرف لوٹنے والے ہیں، انہی لوگوں پر ان کے پروردگار کی طرف سے بے پایاں رحمتیں اور خصوصی رحمت ہے، اور یہی لوگ راہ یاب ہیں!

صفا و مروہ مقامات حج میں سے ہیں، بے تکلف ان کی سعی کرو

اب صبر کا دنیوی ثمرہ بطور مثال بیان فرماتے ہیں، صفا: کعبہ شریف سے پانچ سو گز کے فاصلہ پر مشرق شمال میں ایک پہاڑی تھی، اب برائے نام ہے، اور مروہ: اس سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر کعبہ سے شمال مغرب میں ایک پہاڑی تھی، وہ بھی اب برائے نام رہ گئی ہے، ان کے درمیان سعی (سات چکر لگانا) حج اور عمرہ میں امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک فرض ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک سنت مستحبہ ہے، ان

دونوں پہاڑوں کو یہ اہمیت حضرت ہاجرۃ رضی اللہ عنہا کے صبر کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے، اور ان کو مناسک میں اس وقت سے شامل کیا ہے جب تعمیر کعبہ کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے پہلا حج کیا تھا، پھر زمانہ جاہلیت میں ان پر اساف و نائلہ نامی دو موریتیاں رکھ دی گئیں، شرکین جب حج کرتے تھے تو سعی میں ان بتوں کو ہاتھ لگاتے تھے، مگر مدینہ کے مشرکین ان کو معبود نہیں مانتے تھے، اس لئے وہ سعی بھی نہیں کرتے تھے، پھر جب اسلام کا زمانہ آیا، اور وہ موریتیاں وہاں سے ہٹا دی گئیں تو بھی انصار کو صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے میں تکلف محسوس ہوا، پس یہ آیت نازل ہوئی، اور ان کو بتایا کہ بے تکلف ان کے درمیان سعی کرو، یہ تو مناسک (مقامات حج) میں شامل ہیں، ان کی سعی ان صورتوں کی وجہ سے نہیں ہے۔

جب سعی واجب ہے تو ﴿لَا جُنَاحَ﴾ کی تعبیر کیوں ہے؟

﴿لَا جُنَاحَ﴾ کی تعبیر اباحت کی تعبیر ہے، اور سعی واجب ہے، پھر یہ تعبیر کیوں ہے؟ یہ سوال حضرت عروہ رحمہ اللہ نے جب وہ طالب علم تھے اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا تھا، انھوں نے وہی وجہ بیان کی جو اوپر ذکر کی کہ انصار زمانہ جاہلیت میں جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کرتے تھے (الی آخرہ) پھر جب اسلام کا زمانہ آیا، اور انصار کو سعی کرنے میں حرج محسوس ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی، اور ان کے دلوں کا بوجھ ہٹایا، پس یہ اباحت کی تعبیر نہیں، اباحت کی تعبیر ان لا یطوف بہما ہے، یعنی جو حج یا عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ دونوں کی سعی نہ کرے (یہ روایت بخاری شریف میں کئی جگہ آئی ہے، تفسیر القاری ۹: ۹۱)

اسی ہی تعبیر سورۃ النساء (آیت ۱۰۱) میں ہے: ﴿وَإِذَا صَلَّيْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ﴾ جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم (رباعی) نماز سے کم کرو، یعنی بے تکلف قصر پڑھو، اس میں کچھ حرج نہیں، یہ اباحت کی تعبیر نہیں، اباحت کی تعبیر ان اتموا ہے، چنانچہ سفر میں احتناف کے نزدیک قصر واجب ہے، اتمام جائز نہیں۔

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾

ترجمہ: بے شک صفا و مروہ اللہ کے دین کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ دونوں کے درمیان سعی کرے، اور جو اپنی خوشی سے کوئی نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ قدر دان سب کچھ جاننے والے ہیں — یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے، واجب اور غیر واجب سب عبادتوں کو شامل ہے، ہر نیکی کے کام کی اللہ تعالیٰ قدر فرماتے ہیں، مگر اغلاص شرط ہے، اور اس کو اللہ تعالیٰ بخوبی جانتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۖ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ ۖ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُّوا ۖ أُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۖ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۖ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ ۖ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۖ خُلِدُوا فِيهَا ۖ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۖ

إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ	اللَّعْنُونَ	لعنت بھیجنے والے	كَفَرُوا ^(۳)	انکار کیا
يَكْتُمُونَ	چھپاتے ہیں	إِلَّا الَّذِينَ	مگر جن لوگوں نے	وَمَا تَوَّابُوا	اور مردودہ
مَا أَنزَلْنَا ^(۱)	اس کو جو اتارا ہم نے	تَابُوا	توبہ کی	وَهُمْ كُفَّارٌ	در انحالیکہ وہ منکر تھے
مِنَ الْبَيِّنَاتِ	واضح دلائل سے	وَأَصْلَحُوا	اور اصلاح کی	أُولَٰئِكَ	یہی لوگ
وَالْهُدَىٰ	اور راہ نمائی سے	وَبَيَّنُّوا	اور بیان کیا	عَلَيْهِمْ	ان پر
مِنْ بَعْدِ ^(۲)	بعد	فَأُولَٰئِكَ	پس یہ لوگ	لَعْنَةُ اللَّهِ ^(۴)	اللہ کی پھٹکار ہے
مَا بَيَّنَّاهُ	اس کو بیان کرنے کے	أَتُوبُ	رحمت سے متوجہ ہوتا	وَالْمَلَائِكَةِ	اور فرشتوں کی
لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے	هَلْ هُمْ	ہوں میں	وَالنَّاسِ	اور انسانوں کی
فِي الْكِتَابِ	آسمانی کتاب میں	عَلَيْهِمْ	اس کی طرف	أَجْمَعِينَ	سبھی کی
أُولَٰئِكَ	یہی لوگ	وَأَنَا التَّوَّابُ	اور میں ہی بڑا توبہ	خُلِدُوا	وہ ہمیشہ رہنے والے
يَلْعَنُهُمُ	لعنت بھیجتے ہیں ان پر	قُولُ كُنْ	قبول کرنے والا	فِيهَا ^(۵)	ہیں اس میں
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	الرَّحِيمُ	بڑا رحم کرنے والا ہوں	لَا يُخَفَّفُ	نہیں ہلکا کیا جائے گا
وَيَلْعَنُهُمُ	اور لعنت بھیجتے ہیں ان پر	إِنَّ الَّذِينَ	بی شک جن لوگوں نے	عَنْهُمْ	ان سے

(۱) ما انزلنا: موصول صمد ل کر یکمذون کا مفعول بہ ہیں، اور من البینات میں من بیانہ ہے، ما کا بیان ہے (۲) من بعد: یکمذون سے متعلق ہے، اور ما بینا ہش ما: مصدر یہ ہے اور مضارع الیہ ہے۔ (۳) کفروا: کھموا سے عام ہے، پس آیت اہل کتاب کے ساتھ خاص نہیں (۴) لعنت کی نسبت جب اللہ کی طرف کی جاتی ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں: رحمت سے دور کرنا، اور غیر اللہ کی طرف کی جاتی ہے تو اس کے معنی ہیں: بددعا کرنا (۵) علیہا: کا مرجع لعنت ہے اور لعنت اور روزِ مبتلازم ہیں۔

عَذَابُ	وَلَا هُمْ	اور نہ وہ	يُنْظَرُونَ	ڈھیل دیئے جائیں گے
---------	------------	-----------	-------------	--------------------

تحویل قبلہ کے متعلقات کا بیان پورا ہوا

ان آیات پر تحویل قبلہ کے متعلقات کا بیان پورا ہوگا، پھر نیا مضمون شروع ہوگا، ان آیات میں سے پہلی آیت میں ان اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو لٹاڑا ہے جو ان کی کتابوں میں نبی ﷺ کی صفات اور ان کے قبلہ کے تعلق سے جو باتیں ہیں ان کو چھپاتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے، ان پر اللہ کی پھنکار ہے اور مومنین ان کے لئے بددعا کرتے ہیں۔

پھر دوسری آیت میں ارشاد فرمایا ہے کہ اگر وہ توبہ کر لیں یعنی مسلمان ہو جائیں، اور کتمان حق سے جو بگاڑ پیدا ہوا ہے اس کی اصلاح کریں، اور ان کی کتابوں میں جو باتیں ہیں ان کو لوگوں کے سامنے بیان کریں تو پھر وہ اللہ کے پیارے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو نظر رحمت سے دیکھیں گے، اور اللہ تعالیٰ تو توبہ قبول کرنے کے خوگر ہیں، اور بڑے رحم فرمانے والے ہیں، کوئی ان کے درپے آ کر تو دیکھے!

پھر آخری دو آیتیں گریز کی ہیں، اب موضوع بدلے گا، اسی لئے کھموکے بجائے کھڑو اعام لفظ آیا ہے، اہل کتاب اور مشرکین وغیرہ سب کو شامل ہے، جو بھی دین اسلام کا انکار کرتا ہے، اور انکار ہی پر مڑتا ہے تو وہ لوگ اللہ کے، فرشتوں کے اور لوگوں کے پھنکارے ہوئے ہیں، اس طرح اہل کتاب کے علاوہ کا ذکر شامل ہو گیا، اور آگے دوسرے کفار (مشرکین) سے گفتگو ہوگی، اور فرمایا: لعنت ان کی ابدی سزا ہے، جہنم میں نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی، نہ وقت آجانے پر مہلت ملے گی!

آیات پاک: — بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں اُن واضح دلائل اور ہدایت کو جن کو ہم نے نازل کیا ہے اس کے بعد کہ ہم نے ان کو لوگوں کے فائدے کے لئے آسمانی کتابوں میں بیان کر دیا: ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کریں گے، اور ان کے لئے بددعا نیک کرنے والے بھی بددعا کریں گے — مگر جو لوگ توبہ کریں اور اصلاح کریں اور بیان کریں تو ان لوگوں کی طرف میں توجہ کروں گا، اور میں بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا بڑا رحم کرنے والا ہوں،

بے شک جن لوگوں نے (قبول اسلام سے) انکار کیا، اور وہ انکار ہی پر مڑے تو انہی لوگوں پر اللہ کی پھنکار ہے اور فرشتوں کی اور انسانوں کی سبھی کی بددعا نیک ہیں! وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا، اور نہ وہ ڈھیل دیئے جائیں گے!

وَالْهَكْمُ إِلَهُ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۚ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ

وَ الْأَرْضِ وَ اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا
يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَ تَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ
وَ الْأَرْضِ لِآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

وَ اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ	اور تمہارا مجبود	وَ الْفُلْكِ ^(۳)	اور کشتیوں میں	بَعْدَ مَوْتِهَا	اس کے مرنے کے بعد
لِلَّهِ وَاحِدٌ	ایک مجبود ہے	الَّتِي	جو	وَبَثَّ ^(۷)	اور پھیلانے میں
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ	کوئی معبود نہیں	تَجْرِي	چلتی ہیں	فِيهَا	اس میں
الرَّحْمَنُ ^(۱)	مگر وہ	فِي الْبَحْرِ	سمندر میں	مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ	ہر قسم کے جانوروں کو
الرَّحِيمُ	(وہ) نہایت مہربان	بِمَا	اس چیز کے ساتھ جو	وَتَصْرِيفِ	اور ادا لے بدلنے میں
إِنَّ فِي خَلْقِ	بڑا رحم والا ہے	يَنْفَعُ	نفع پہنچاتی ہے	الرِّيْحِ	ہواؤں کو
السَّمَوَاتِ	پیشک پیدا کرنے میں	النَّاسِ ^(۴)	لوگوں کو	وَ السَّحَابِ	اور ہادل میں
وَ الْأَرْضِ	آسمانوں	وَمَا أَنْزَلَ	اور اتارنے میں	الْمُسَخَّرِ	بیگاڑ میں لگا ہوا
وَ اخْتِلَافِ ^(۲)	اور زمین کے	اللَّهُ	اللہ کے	بَيْنَ السَّمَاءِ	آسمان کے درمیان
الْبَيْتِ	اور یکے بعد دیگرے	مِنَ السَّمَاءِ ^(۵)	آسمان سے	وَ الْأَرْضِ	اور زمین کے
وَالنَّهَارِ	آنے میں	مِنْ مَّاءٍ ^(۶)	پانی	لِآيَاتٍ	یقیناً نشانیاں ہیں
	رات	فَأَحْيَا بِهِ	پس زندہ کیا اس کے ذریعہ	لِقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے
	اور دن کے	الْأَرْضِ	زمین کو	يَعْقِلُونَ	جو سمجھتے ہیں

(۱) الرحمن: مبتدا محذوف ہو کر خبر ہے اور موجود ہو کر خبر بن کر جملہ متعلق بنے: یہ بھی جائز ہے (۲) اختلاف: خلق پر معطوف ہے، اسی طرح آگے کے جملے بھی خلق پر معطوف ہیں (۳) الفلك: جمع ہے، التی: موصول صلہ الفلك کی صفت ہیں، اور بما: تجری سے متعلق ہے (۴) ما أنزل: ما: مصدر یہ ہے اور أنزل: بتاویل مصدر ہو کر خلق پر معطوف ہے (۵) من السماء: من: ابتدائیہ ہے (۶) من ماء: من: بیانا، ما کا بیان ہے (۷) بث کا أنزل پر عطف ہے، پھر بتاویل مصدر ہو کر خلق پر معطوف ہے (۸) بیگار: مفت میں کام لینا مراد: تابع فرمان۔

ملتِ ابراہیمی اسماعیلی پر مبعوث خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات

۱- توحید کا بیان

اب توحید کا مضمون شروع کرتے ہیں، توحید: اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے، اور رسالت کا عقیدہ اور ضمناً آگیا ہے، تحویل قبلہ کے ضمن میں عموماً، اور ﴿مَّا أُنْزِلْنَا مِنْ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ﴾ میں خصوصاً نبی ﷺ کا ذکر آگیا ہے، اس لئے آگے اس کا ذکر نہیں آئے گا۔

ایک اللہ کے معبود ہونے پر قدرت کے ساتھ کارناموں سے استدلال

مضمون کا سرنامہ ہے: ”تمہارا معبود ایک معبود ہے، اُس رحمان و رحیم کے سوا کوئی معبود نہیں!“ — اللہ تعالیٰ دنیا کے اعتبار سے رحمان ہیں، ہر ایک کی پرورش کرتے ہیں، مومن کی بھی اور کافر کی بھی، اور آخرت کے اعتبار سے رحیم ہیں، وہاں رحمت مومنین کے لئے خاص ہوگی، سورۃ الفاتحہ میں ﴿الْمُحْسِنِينَ﴾ کی تفسیر دیکھیں۔

اس مدعی پر اللہ پاک اپنے ساتھ کارناموں سے استدلال کرتے ہیں:

۱- یہ دنیا جو ہمیں نظر آ رہی ہے، جس میں ہم موجود ہیں: آسمانوں اور زمین کا مجموعہ ہے، اس کے نظامِ مثنوی میں ہم سانس لے رہے ہیں، یہ سارا جہاں اللہ نے پیدا کیا ہے، اس کی بناوٹ میں غور کرو، ہر ورق دفترے است از معرفتِ کردگار پختے پختے سے اس کی کارگیری عیاں ہے، عیاں را چہ بیان! عقل دنگ رہ جائے گی کہ اللہ نے کیسا کچھ یہ جہاں بنایا ہے؟ کیا ان کے سوا بھی کوئی معبود ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں!

۲- شب و روز وقفہ وقفہ سے آتے ہیں، جس سے ہم بچ رہے ہیں، اگر رات ہی رات ہوتی تو سوچو کیا حال ہوتا؟ ہر چیز ٹھہر جاتی! اور دن ہی دن ہوتا تو ہر چیز جھلس جاتی! رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے سے گرمی سردی کا توازن ہے، رات میں مخلوقات آرام کرتی ہیں اور دن میں مشغول ہو جاتی ہیں۔

۳- سمندر کی ٹھانیں مارتی موجوں میں لاکھوں ٹن کے جہاز رواں دواں ہیں، ایک ڈھیلا پانی پر نہیں رکتا مگر جہاز نہیں ڈوبتا، اور لوگوں کو اور ان کے مال و متاع کو لے کر ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچتا ہے اور لوگ نفع حاصل کرتے ہیں۔

اسی طرح ہزاروں ٹن کا ہوائی جہاز فضا کو چیرتا ہوا چلا جا رہا ہے اور گرنا نہیں، یہ کس کی قدرت کا کرشمہ ہے؟ اللہ کا! پس وہی معبود برحق ہے!

۴- بادل سمندر سے پانی اٹھاتے ہیں، اور جگہ جگہ برستے ہیں، جس سے ویران پڑی ہوئی زمین سرسبز و شاداب

ہو جاتی ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ مخلوقات کی معیشت کا انتظام کرتے ہیں، وہی مہربان اللہ معبود ہیں، ان کے سوا کون معبود ہے؟

۵۔ زمین میں بھانت بھانت کے حیوانات کھمڑے پڑے ہیں، ہر جگہ میں اس خطہ کے مناسب جانور پیدا کئے ہیں، اتنی بے شمار مخلوقات کے خالق ہی معبود ہیں، اور کون خالق ہے؟

۶۔ اللہ تعالیٰ ہواؤں کو رخ بدل کر چلاتے ہیں۔ کبھی پُر واکبھی پچھواکبھی شمالی کبھی جنوبی ہوا نہیں چلتی ہیں، اگر ایک رخ کی ہوا چلتی تو ہر چیز جھک جاتی، کوئی چیز سیدھی کھڑی نہ رہتی!

۷۔ فضاء میں اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو روک رکھا ہے، وہ پانی سے جو جھل اور تابع حکم ہیں، جہاں حکم ہوتا ہے برستے ہیں، بحال ہے کہ کوئی قطرہ دوسری جگہ گر جائے!

یہ سب کام جو ہستی کرتی ہے وہی معبود برحق ہے مشرکین بھی جواہر (بڑی چیزوں) کا خالق اللہ ہی کو مانتے ہیں، پھر وہ دوسروں کے در پے جبہ سائی کیوں کرتے ہیں!

آیات پاک: — اور تمہارا معبود ایک معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ نہایت مہربان بڑا رحم کرنے والا ہے۔ بے شک: (۱) آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں (۲) اور شب و روز کے یکے بعد دیگرے آنے جانے میں (۳) اور ان کشیوں میں جو سمندر میں چلتی ہیں لوگوں کے لئے مفید چیزیں لے کر (۴) اور آسمان سے اللہ کے پانی برسائے میں، پس سرسبز کیا اس کے ذریعہ زمین کو ویران ہو جانے کے بعد (۵) اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلانے میں (۶) اور ہواؤں کے اگلنے بدلنے میں (۷) اور آسمان و زمین کے درمیان مٹھ (تابع حکم) بادلوں میں — یقیناً عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں! — اگر وہ غور کریں تو جان لیں گے کہ جس نے یہ کام کئے ہیں وہی معبود برحق ہے، ان کے سوا کوئی معبود نہیں ہو سکتا!

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ۝ إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوْا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّا كُنَّا نَدْرَىٰ فَتَبَرَّأْنَا مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّأُوا مِنَّا ۚ كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ

يُخْرِجِينَ مِنَ النَّارِ

وَمِنَ النَّاسِ ^(۱) اَوْ رِجَالٍ لَّوْگ	تَمِجِّعًا	ساری	کَرَّةً	پلٹنا
مَنْ يَتَّخِذْ جُوہناتے ہیں	وَ اَنَّ اللّٰهَ	اور یہ کہ اللہ تعالیٰ	فَتَنْبَرَأْ	پس بے تعلقی ظاہر کرتے ہیں
مِنْ دُونِ	يَتَّخِذُ الْعَذَابَ	سخت سزا دینے والے ہیں	مِنْهُمْ	ان سے
اللّٰهُ	اِذْ	(یا دیکرو) جب	كَمَا	جس طرح
اَنْذَا	تَنْذَرًا	بے تعلقی ظاہر کریں گے	تَنْذَرًا	بے تعلقی ظاہر کی
يُجِئُوهُمْ	الَّذِينَ	وہ لوگ جو	مِنَا	انہوں نے
كُحِبَ اللّٰهُ	اَتَّبِعُوا	پیروی کئے گئے	مِنَا	ہم سے
وَالَّذِينَ اٰمَنُوا	مِنَ الَّذِينَ	ان لوگوں جنہوں نے	كَذٰلِكَ	اس طرح
اَسْلَحًا حَبًّا	اَتَّبِعُوا	پیروی کی	يُبَيِّنُهُمْ	دکھائیں گے ان کو
يَلْبَسُو	وَرَاوَا	اور دیکھا انہوں نے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
وَلَوْ يَرَى	الْعَذَابَ	عذاب	اَعْمَا لَهُمْ	ان کے اعمال (شرکیہ)
الَّذِينَ	وَقَطَّعَتْ	اور کٹے ٹکڑے ہو گئے	حَسْرَتٍ ^(۵)	چھٹتاوا
ظَلَمُوا	بِهِمْ	ان کے	عَلَيْهِمْ	ان پر
اِذْ يَبْرُونَ ^(۲)	اَلَا سَبَابٌ ^(۳)	تعلقات	وَمَا هُمْ	اور نہیں ہیں وہ
الْعَذَابَ	وَقَالَ الَّذِينَ	اور کہا جنہوں نے	يُخْرِجِينَ	ٹٹکے والے
اَنَّ الْقُوَّةَ ^(۴)	اَتَّبِعُوا	پیروی کی	مِنَ النَّارِ	دوزخ سے
يَلْبَسُو	لَوْ اَنَّ كُنَّا	کاش ہوتا ہمارے لئے		

(۱) من الناس: خبر مقدم ہے اور من یتخذ مبتدا مؤخر، اور من دون اللہ: یتخذ سے متعلق ہے، اور اَنْذَا: مفعول بہ، یلْبَسُو: ہم سر، برابرا کا مخالف (۲) اِذْ يَبْرُونَ: اِذْ ظَرْفِی، یروی کا ظرف ہے (۳) اَنَّ الْقُوَّةَ: معطوف کے ساتھ یروی کا مفعول بہ ہے، اور لو کا جواب محذوف ہے، اِی لَیْرَی اَمْرًا عَجِیْبًا، اور حذف کا قرینہ اِذْ تَبْرَا ہے (۴) الاسباب: السبب کی جمع: کسی چیز تک پہنچنے کا ذریعہ، مراد عابدین و معبود کے درمیان کے تعلقات اور روابط ہیں۔ (۵) حسرات: مفعول ثالث ہے اگر یروی سے رویت قلبی مراد ہے، اور اعمال کا حال ہے اگر رویت بصری مراد ہے۔

ردِ اشراک

مشرکین اعمالِ شرکیہ پر دوزخ میں پکچھتا ئیں گے

اشراک: کے معنی ہیں: شریک ٹھہرانا، اور رد کے معنی ہیں: ابطال، ابطالِ شرک بھی توحید کا مضمون ہے، مشرکین اللہ کے بندوں کو جن کو وہ بھی اللہ سے کم درجہ سمجھتے ہیں، اللہ کے برابر گردان کر ان کی عبادت کرتے ہیں، جو بہت بڑا ظلم (نا انصافی) ہے، کیونکہ عبادت اللہ ہی کا حق ہے، اس کو غیر محل میں رکھنا ظلم ہے۔

اور شرک کا سبب محبت میں غلو ہے: — غلو کے معنی ہیں: حد سے بڑھنا، اللہ کے بندوں میں جو قابلِ محبت ہیں ان سے محبت ضروری ہے، ملائکہ، اولیاء اور انبیاء سب قابلِ محبت ہیں، اور سب سے زیادہ محبت سرور کو نین محبوب رب العالمین ﷺ سے ضروری ہے، مگر اس کی بھی ایک حد ہے، اس پر رکنا ضروری ہے، اگر اس سے آگے بڑھے گا تو مخلوق کو خالق سے ملا دے گا، اور عبادت جو خالص اللہ کا حق ہے اس کی نذر کرے گا، اور اس سے مرادیں مانگے گا، جبکہ مخلوق کے اختیار میں کچھ نہیں، مشرکین اپنے معبودوں کی محبت میں حد سے بڑھ گئے ہیں، وہ ان سے اللہ جیسی محبت کرتے ہیں، اس لئے وہ ان کی پرستش کرتے ہیں۔

مؤمنین اللہ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں: — مؤمنین کو اللہ سے انتہائی محبت ہوتی ہے، اس لئے وہ شرک سے بچے رہتے ہیں، ان کے دلوں میں غیر اللہ کی آخری درجہ کی محبت کی گنجائش نہیں، اور مشرکین اگرچہ اللہ کو مانتے ہیں، مگر اللہ کی محبت غایت درجہ ان کے دلوں میں نہیں، اس لئے وہ شرک کی دلدل میں ٹھنسنے جاتے ہیں، ایک دل میں دو کی انتہائی محبت جمع نہیں ہو سکتی، مجنون: لیلیٰ سے بھی ٹوٹ کر محبت کرے اور اس کے علاوہ سے بھی: یہ ناممکن ہے، البتہ ایک کی قوی اور دوسرے کی ضعیف محبت جمع ہو سکتی ہے، مشرکین کی اللہ سے محبت ضعیف ہے اور مورتیوں سے محبت قوی ہے، اس لئے وہ اللہ کو چھوڑ کر مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں، اور مؤمنین چونکہ اللہ تعالیٰ سے بے حد محبت کرتے ہیں، اس لئے کسی اور کو اس کے برابر نہیں گردانتے:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے ﴿﴾ یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے! اور مشرکین جب دوزخ کے عذاب سے دوچار ہو گئے، اور وہ جان لیں گے کہ زور سارا اللہ کا ہے، ان کے معبودوں کی کچھ نہیں چل رہی، اور دوزخ کا عذاب بہت سخت ہے تو ان کا عجیب حال ہوگا!

ان کے معبودان سے بے تعلقی کا اظہار کریں گے، اور ان کے باہمی تعلقات پارہ پارہ ہو جائیں گے: اس وقت مشرکین تمنا کریں گے کہ اگر ان کا دنیا کی طرف پلٹنا ہو تو وہ بھی ان معبودوں سے بے تعلق ہو جائیں، یوں مشرکین کے

اعمال (پوجا) حسرتیں بنیں گے، مگر فائدہ کچھ نہیں کہ وہ اب ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، اب کفِ افسوس ملنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

آیاتِ پاک: — اور بعض لوگ اللہ سے کم مرتبہ کو اللہ کا ہم سر بناتے ہیں، وہ ان سے اللہ جیسی محبت کرتے ہیں، اور مؤمنین اللہ کی محبت میں بہت بڑھے ہوئے ہیں — اور اگر ظالم (شرکین) دیکھیں جب وہ عذاب کو دیکھیں کہ سارا زور اللہ کا ہے، اور یہ کہ اللہ سخت سزا دینے والے ہیں (تو ان کا عجیب حال ہوگا یاد کرو): جب وہ لوگ جو پیروی کے گئے (معبود) بے تعلقی ظاہر کریں گے ان لوگوں سے جنہوں نے پیروی کی (شرکین سے) اور وہ عذاب کو دیکھیں گے، اور ان کے تعلقات پارہ پارہ ہو جائیں گے، اور جنہوں نے پیروی کی ہے کہیں گے: کاش ہمارے لئے پلٹنا ہو تو ہم (بھی) ان سے بے تعلقی ظاہر کریں جیسی انہوں نے ہم سے بے تعلقی ظاہر کی، یوں اللہ تعالیٰ ان کے لئے ان کے اعمال (شرکیہ) حسرت در حسرت بنائیں گے، اور وہ دوزخ سے نکلنے والے نہیں!

کاف (حرف تشبیہ) اور مثل میں فرق

کاف کے ذریعہ تشبیہ میں من وجہ مشابہت ہوتی ہے، یعنی بعض اوصاف میں شرکت ہوتی ہے، جیسے زید کا اُمید: زید شیر کی طرح ہے یعنی بہادری اور قوت میں، یہ مطلب نہیں کہ اس کے بھی چار پیر اور دم ہے۔ اور مثل میں مشابہت من جمیع الوجوہ ہوتی ہے، اسی وجہ سے امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں ایمانی کلیمان جبریل کو کہتا ہوں، مگر ایمانی مثلِ کلیمان جبریل نہیں کہتا، کیونکہ کاف سے تشبیہ میں مومن بہ میں برابری کافی ہے، تمام اوصاف میں برابری ضروری نہیں۔ اور مثل میں ہر اعتبار سے مساوات ضروری ہے، اور مؤمنین ایمان میں کیفیت کے اعتبار سے متفاوت ہیں، اس لئے مثلِ کلیمان جبریل کہنا درست نہیں۔

اور سورۃ الشوریٰ (آیت ۱۱) میں ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ اس میں کاف اور مثل دونوں کو جمع کیا ہے، اور کوئی زائد نہیں، اور مطلب یہ ہے کہ کوئی مخلوق اللہ کے ساتھ نہ تمام صفات میں برابر ہے نہ بعض صفات میں، خالق اور مخلوق کی صفات میں کوئی جوڑ نہیں۔

اور یہاں آیت میں: ﴿كَحُبِّ اللَّهِ﴾ ہے، یعنی شرکین بعض اوصاف میں اپنے معبودوں کو اللہ کے برابر گردانتے تھے، اور وہ وصفِ معبودیت ہے، وہ اُن مورتیوں کو بھی معبود مانتے تھے، ہر اعتبار سے وہ ان کو اللہ کے برابر نہیں مانتے، وہ بھی جواہر (امورِ عظام) کا خالق اللہ ہی کو مانتے تھے، اس لئے حرف تشبیہ کاف آیا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ

إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَنْبِئُهُ مِمَّا آفَيْنَا عَلَيْهٗ آبَاءَنَا أَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝ وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَمْلِكُ إِلَّا دُعَاءٌ وَنِدَاءٌ ۚ صُمُّ بُكْمٌ عُمْى فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ رَآئِهِ تَعْبُدُونَ ۝

یَا أَيُّهَا النَّاسُ ^(۱) کُلُوا مِمَّا	اے لوگو کھاؤ اس سے جو	وَالْفَحْشَاءِ ^(۲) وَأَنْ تَقُولُوا ^(۳) عَلَى اللَّهِ	اور بے حیائی کا اور کہنے کا تمہیں اللہ پر	آيَاتِنَا اَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ	ہمارے باپ دادوں کو کیا اگرچہ ہوں ان کے باپ دادا
فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ^(۴) وَلَا تَتَّبِعُوا	زمین میں ہے حلال پاکیزہ اور مت پیروی کرو	مَا لَا تَعْلَمُونَ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ	جو نہیں جانتے تم اور جب کہا جاتا ہے ان سے	لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ	نہ سمجھتے ہوں کچھ اور نہ راہ یاب ہوں
خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ	قدموں کی شیطان کے	اسْبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ	پیروی کرو اس کی جو اتارا اللہ نے	وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا	اور حالت ان کی جنہوں نے اسلام قبول کیا
عَدُوٌّ مُّبِينٌ إِنَّمَا	بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اس کے سوا نہیں کہ	قَالُوا بَلْ نَنْبِئُهُ مِمَّا آفَيْنَا	کہتے ہیں وہ بلکہ پیروی کرتے ہیں ہم اس کی جو پایا ہم نے	يَنْعِقُ ^(۵) بِمَا لَا يَمْلِكُ إِلَّا دُعَاءٌ	جیسے حالت اس کی جو چیخ کر ڈالتا ہے اس جانور کو جو نہیں سنتا مگر پکارنا

(۱) یا ایہا الناس: خطاب عام ہے، مگر رو سے کفار کی طرف ہے (۲) حلالاً: مآ: کا حال ہے، اور طیباً: اس کی تاکید ہے، اور اس میں حلت کی علت کی طرف اشارہ ہے (۳) ان تقولوا: ان: مصدر یہ ہے، اور جملہ بتاویل مصدر ہو کر السوء پر معطوف ہے (۴) تَتَّبِعُوا (ض) تَتَّبَعُوا: چھٹا چلانا، تَتَّبَعُوا: بکریوں کو چیخ کر ڈالنا۔

وَدَّ كَاۤءٌ	اور بلانا	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ	اے لوگو جو	وَاشْكُرُوا	اور شکر بجالاؤ
صُمُّ بُكْمٌ	بہرے گوئے	أَمَنُوا	ایمان لائے	لِلّٰهِ	اللہ کا
عَنِّي	اندھے (ہیں)	كُلُوا	کھاؤ	إِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم
فَهُمْ	پس وہ	مِنْ طَيِّبَاتٍ	پاکیزہ چیزوں سے	لِإِقَاةِ	اسی کی
كَيَعْقِلُونَ	نہیں سمجھتے	مَا رَزَقْنَكُمْ	جو روزی دی ہم نعمت کو	تَعْبُدُونَ	عبادت کرتے

حلال کو حرام کرنا شرک ہے مگر مشرکین باز نہیں آئیں گے، البتہ مومنین ایسا نہ کریں

مشرکین بتوں کے نام پر جانور چھوڑتے تھے، اور ان سے فائدہ اٹھانا حرام سمجھتے تھے، یہ بھی ایک طرح کا شرک ہے، تحلیل و تحریم کا اختیار اللہ کا ہے، اس سلسلہ میں کسی کی بات ماننا اس کو اللہ کے برابر ٹھہرانا ہے، جو شرک ہے، ان آیات میں اس کی ممانعت ہے۔

فرماتے ہیں: زمین میں جو کچھ ہے، اس میں سے جو حلال پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ، شیطان کی پیروی میں اس کو حرام مت کرو، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے، وہ برائی، بے حیائی اور اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرنے ہی کا حکم دیتا ہے جس کا تمہیں کچھ علم نہیں، مگر مشرکین اللہ کے احکام کے مقابلہ میں باپ دادوں کی پیروی کرتے ہیں، قوم کی ریت اپنائے ہوئے ہیں، حالانکہ ان کے اسلاف نا سمجھ اور نادبایت یافتہ تھے، پس ان کی پیروی کا کیا جواز ہے؟ مگر کفار بات کہاں سنیں گے، ان کو ہدایت کی طرف بلانا ایسا ہے جیسے کوئی جانور کو ڈانٹ پکارے، جو آواز کے سوا کچھ نہیں سنے گا، اسی طرح کافر بھی بہرے ہیں، حق بات نہیں سنیں گے، گوئے ہیں، حق بات نہیں بولیں گے، اندھے ہیں، راہ ہدایت نہیں دیکھیں گے، یہی تین علم و فہم کے ذرائع ہیں، جو انھوں نے کھود دیے، پس وہ تو کچھ نہیں سمجھیں گے، البتہ مسلمان سمجھیں، اللہ کا حلال پاکیزہ رزق کھائیں اور اللہ کا شکر بجالائیں، اگر وہ موحد ہیں، کھرے ایماندار ہیں تو نبیوں و پیروں اور درگاہوں پر جانور چھوڑنے سے اور غیر اللہ کی نیاز مہرنے سے باز آئیں، یہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے، شرک کبھی نہیں بخشا جائے گا!

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَكَانَ تَدْبِعُوا خَطَايَا الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝﴾

ترجمہ: اے لوگو! زمین میں جو حلال پاکیزہ چیزیں ہیں ان میں سے کھاؤ، اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔ یعنی ان کو حرام مت کرو۔ وہ بالیقین تمہارا کھلا دشمن ہے!

فائدہ: ﴿حَلَالًا﴾ کے بعد ﴿طَيِّبًا﴾ آیا ہے، اس میں حلت کی علت کی طرف اشارہ ہے، کھانے پینے کی چیزوں

میں سے وہی چیزیں حلال ہیں جو تھری پاکیزہ ہیں، غیبت (گندی) چیزیں حرام ہیں۔ سورۃ الاعراف (آیت ۱۵۶) میں ہے: ﴿وَجُعِلَ لَهُمُ الطَّيِّبَاتُ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَاتُ﴾: وہ حلال کرتے ہیں لوگوں کے لئے پاکیزہ چیزیں اور حرام کرتے ہیں ان پر گندی چیزیں — یہی حلت و حرمت کی بنیادیں ہیں۔

پھر اس میں اختلاف ہوا ہے کہ اس سلسلہ میں کس کے ذوق کا اعتبار ہے: نبی ﷺ کے ذوق کا یا عربوں کے ذوق کا؟ احناف ذوق نبوی کا اعتبار کرتے ہیں، اسی لئے انھوں نے گوہ کو حرام کہا ہے، اور دوسرے سائے عربوں کے ذوق کا اعتبار کرتے ہیں، ابن قدامہ کی المعنی میں اس کی صراحت ہے، اس لئے انھوں نے گوہ کو حلال کہا ہے، حنفیہ کہتے ہیں: نبی ﷺ کی نبوت عام ہے، پس ایک خاص قوم کا ذوق تمام انسانوں کے حق میں مستبر نہیں، نبی ﷺ کا ذوق ہی سب لوگوں کے لئے قابل قبول ہے۔

﴿إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالشُّبُهَاتِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: وہ تمہیں برائی اور بے حیائی اور اللہ کے نام ایسی بات لگانے کی حکم دے گا جسے تم نہیں جانتے — یعنی دروغ بیانی کا حکم دے گا کہ ان جانوروں کو اللہ نے حرام کیا ہے، جس کا تمہیں کچھ علم نہیں!

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْبِعُوا مِمَّا أُنْزِلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَشْبِعُ مِمَّا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءُنَا وَآؤُلُوكَانَ إِبَاءُؤُهُمْ لَا يَفْقَهُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْتَدُونَ﴾

ترجمہ: اور جب ان (مشرکین) سے کہا جاتا ہے کہ تم اس (وحی) کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کی ہے — جس میں ان جانوروں کی حلت کا بیان ہے — تو وہ کہتے ہیں: ہم اس (طریقہ) کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے — یعنی ہم اپنی قومی ریت کو اپنائے رہیں گے — کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں نہ وہ راہ یاب ہوں — یعنی ایسوں کی پیروی کا کیا نفع ہے!

﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمُّ بُكْمٌ عُمْى فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں کا حال جنھوں نے اسلام قبول نہیں کیا اس شخص جیسا ہے جو اٹھا ہے اس جانور کو جو جیجی پکار کے سوا کچھ نہیں سنتا — یعنی مشرکین کا لا انعام ہیں — وہ بہرے کو لگے اندھے ہیں، اس لئے وہ سمجھتے نہیں!

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾

ترجمہ: اے مسلمانو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ، جو ہم نے تم کو بطور روزی دی ہیں — مراد سائبہ وغیرہ

حیوانات ہیں جن کو مشرکین نے حرام کیا ہے — اور اللہ کا شکر بجالاؤ، اگر تم اسی کی بندگی کرتے ہو — بندگی کے معنی ہیں: فرمان برداری، تعمیل حکم۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَيْزِرِ وَنَأْهِلٍ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ إِنَّا نَذِيرٌ لِّالَّذِينَ لَا يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ الْكِتَابِ وَيَشْتُرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلَاةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابُ بِالْمَغْفِرَةِ ۖ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ تَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۖ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝

إِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ	یہ	اس کے ذریعہ	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
حَرَّمَ	حرام کیا (اللہ نے)	لِغَيْرِ اللَّهِ	اللہ کے علاوہ کو	غَفُورٌ	بڑے بخشنے والے
عَلَيْكُمْ	تم پر	فَمَنِ	پس جو شخص	رَّحِيمٌ	بڑے رحم والے ہیں
الْمَيْتَةَ	مردار کو	اضْطُرَّ ^(۲)	مجبور ہو گیا	إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ
وَالدَّمَ	اور خون کو	غَيْرَ بَاغٍ ^(۳)	نہ چاہنے والا	يَكْتُمُونَ	چھپاتے ہیں
وَلَحْمَ	اور گوشت کو	وَلَا عَادٍ ^(۴)	اور نہ حد سے بڑھنے والا	مَا أَنْزَلَ	اس کو جو اتارا
الْخَيْزِرِ	سور کے	فَلَا لِشَرِّ	پس کوئی گناہ نہیں	اللَّهُ	اللہ نے
وَنَأْهِلٍ ^(۱)	اور اس کو جو پکارا گیا	عَلَيْهِ	اس پر	مِنَ الْكِتَابِ	کتاب (تورات) سے

(۱) ما اہل: ما: موصولہ: صلہ کے ساتھ المیۃ پر معطوف، اہل: ناشی مجہول، اہلال کے اصل معنی ہیں: چاند دیکھتے وقت آواز لگانا اور پکارنا، پھر ہر آواز لگانے کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا (۲) اضطر: ناشی مجہول: بے اختیار اور لاچار کیا گیا، کسی ضرر رساں چیز پر مجبور کیا گیا (۳) باغ: اسم فاعل: بغی (ض) الشیء بغیۃ: چاہنا، طلب کرنا، اور بغی (ض) بغیۃ: تجاوز کرنا، زیادتی کرنا، ظلم کرنا (۴) عاد: اسم فاعل: عادی علیہ: زیادتی کرنا۔

وَيُفَكِّرُونَ	اور خریدتے ہیں وہ	يُزَكِّهِمْ	پاک کریں گے ان کو	أَصْبَحَهُمْ	صبر کرنے والے ہیں وہ
يَهْ	اس کے بدل	وَأَلَهُمْ	اور ان کے لئے	عَلَى النَّارِ	دوزخ پر
تَمَنَّا قَلِيلًا	تھوڑی قیمت	عَذَابٌ	سزا ہے	ذَلِكَ	یہ بات
أُولَئِكَ	یہ لوگ	أَلَيْعُ	دروناک	يَاكَ اللَّهُ	ہاں وجہ ہے کہ اللہ نے
مَا يَأْكُلُونَ	نہیں کھاتے	أُولَئِكَ	یہی لوگ ہیں	نَزَلَ	اتاری
فِي بُطُونِهِمْ	اپنے پیٹوں میں	الَّذِينَ	جنہوں نے	الْكُتُبِ	کتاب (قرآن)
رَأَى النَّارَ	گمراہ	اشْتَرَوْا	خریدا	بِالْحَقِّ	دین حق پر مشتمل
وَلَا	اور نہیں	الضَّلَالَةَ	گمراہی کو	وَأَنَّ الَّذِينَ	اور بیشک جنہوں نے
يُكَلِّمُهُمُ	بات کریں گے ان سے	يَا هَٰؤُلَاءِ	ہدایت کے بدل	اِخْتَلَفُوا	اختلاف کیا
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	وَالْعَذَابِ	اور عذاب کو	فِي الْكِتَابِ	کتاب (قرآن) میں
يَوْمَ الْقِيَامَةِ	قیامت کے دن	يَا الْمَعْفُورَةَ	معفرت کے بدل	لَفِي شِقَاقِي	یقیناً مخالفت میں ہیں
وَلَا	اور نہیں	فَبَا	پس کس قدر	بَعِيدٍ	دور کے

اللہ نے چار چیزیں حرام کی ہیں، مشرکین ان کو حلال کرتے ہیں، یہ بھی شرک ہے

جس طرح حلال کو حرام کرنا شرک ہے، حرام کو حلال کرنا بھی شرک ہے، اس لئے کہ یہ بھی تحلیل و تحریم کا اختیار غیر اللہ کے لئے تسلیم کرنا ہے، مشرکوں نے بحیرہ، سائبہ، وکیلہ اور حام کو حرام کیا تھا، جو حلال جانور تھے، اور چار چیزوں کو جن کو اللہ نے قطعی حرام کیا ہے حلال کرتے تھے اور کھاتے تھے، اب اس شرک کا بیان ہے، وہ مردار کھاتے تھے، اب بھی چار اس کو کھاتے ہیں، وہ بہتانوں جو ذبح کے وقت نکلتا ہے استعمال کرتے تھے، وہ سور کا گوشت کھاتے تھے، اسی طرح استخوانوں پر جو جانور جھکا کئے جاتے ہیں ان کو بھی کھاتے تھے، جبکہ یہ چاروں چیزیں اللہ کی شریعتوں میں قطعاً حرام ہیں، تو رات میں بھی اس کا ذکر ہے، مگر یہ ہوداس کو چھپاتے ہیں۔

وہ چار حلال جانور جن کو مشرکین نے حرام کر رکھا تھا:

۱- بحیرہ: وہ جانور جس کے کان چیر کر اس کا دودھ بتوں کے نام پر وقف کرتے تھے۔

۲- سائبہ: وہ جانور جو بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا، اس سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا حرام سمجھا جاتا تھا۔

۳- وکیلہ: وہ اونٹنی جو لگاتار مادہ بچے جنے، درمیان میں نہ رچ نہ ہو، ایسی اونٹنی کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔

۴- حامی: وہ ذراوث جو ایک خاص تعداد میں جفتی کر چکا ہو، اسے بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ وہ چار چیزیں جو اللہ کی شریعتوں میں قطعی حرام ہیں:

۱- مردار: جو جانور خود بخود مر جائے، ذبح کی نوبت نہ آئے، یا غیر شرعی طریقہ پر ذبح یا شکار کیا جائے، مثلاً: گلا گھونٹا جائے یا زندہ جانور کا کوئی عضو کاٹ لیا جائے یا لکڑی اور پتھر اور غلیل اور ہندوق سے مارا جائے یا اوپر سے گر کر یا کسی جانور کے سینک مارنے سے مر جائے، یا زندہ پھاڑ ڈالے یا ذبح کے وقت قصداً تکبیر کو ترک کیا جائے: یہ سب مردار اور حرام ہیں، البتہ دو جانور بہ حکم حدیث شریف اس حرمت سے مستثنیٰ ہیں اور ہم کو حلال ہیں: مچھلی اور مڈی (فوائد شیعہ)۔

۲- خون: جو رگوں سے بہتا ہے اور ذبح کے وقت نکلتا ہے، البتہ جو خون گوشت پر لگا رہتا ہے وہ پاک ہے، اگر گوشت کو بغیر دھوئے پکا لیا جائے تو اس کا کھانا درست ہے، مگر نظافت کے خلاف ہے، اور بکچی اور تپتی جو منجمد خون ہیں بہ حکم حدیث شریف حلال ہیں۔

۳- خنزیر کا گوشت: اگرچہ اس کو باقاعدہ ذبح کیا گیا ہو، اسی طرح اس کے تمام اجزاء، پوست (چمڑا)، چربی، ناخن، بال، ہڈی، پٹھا: سب ناپاک ہیں، ان سے نفع اٹھانا اور کسی کام میں لانا حرام ہے۔

۴- غیر اللہ کے نامزد کیا ہوا جانور: اگرچہ اس کو تکبیر کے ساتھ ذبح کیا گیا ہو: مردار سے بھی انجبت ہے، البتہ ناظر (نامزد کرنے والا) توبہ کرے، پھر اللہ کے نام پر ذبح کرے تو حلال ہے، شریکین بتوں کے نام پر جانور چھوڑتے تھے یا کسی استھان پر جھکا کرتے تھے، پھر اس کو کھاتے تھے، اس کی حرمت کا ذکر ہے۔

لا چاری اور مجبوری کا حکم:

اگر بھوک مری کی نوبت آجائے یا اگر اہل محل ہو، یعنی جان جانے کا غالب گمان ہو تو مردار وغیرہ استعمال کر سکتا ہے، جبکہ لذت اندوز ہونا مقصود نہ ہو، نہ ضرورت سے زیادہ کھائے، بس جان، پچالے، سدرق کے بقدر کھائے۔

اور آخر آیت میں ایک غلجان کا جواب ہے کہ بھوک سے مرتے ہوئے آدمی کو اندازہ نہیں ہو سکتا کہ کتنا کھائے جو جان بچ جائے، اس لئے فرمایا: اللہ بڑے بخشنے والے، بڑے مہربان ہیں، یہ مہولت کر دی۔

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَيْزِ وَرَأَىٰ أَهْلَ يَمٍ يُغَيِّرُ اللَّهُ، فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

ترجمہ: اللہ نے تم پر مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جانور ہی حرام کیا ہے جس پر اللہ کے سوا کا نام پکارا گیا ہو، پس جو مجبور کیا گیا، چاہنے والا نہ ہو اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو، تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے

رحم کرنے والے ہیں!

فائدہ (۱): انعام: حکمہ حصر ہے، اور حصر اضافی ہے، مشرکین نے چار حلال جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑ کر حرام کیا تھا، اور دوسری چار حرام چیزوں کو حلال کیا تھا، بایں اعتبار حصر کیا ہے کہ وہ چار جانور حرام نہیں یہ چار چیزیں حرام ہیں، تمام حرام جانوروں کا بیان مقصود نہیں، حدیث سے کچل کر دار و ندے اور پنچے سے شکار کرنے والے پرندے بھی حرام ہیں، اور دیگر حشرات الارض (چوہا گود وغیرہ) بھی حرام ہیں۔

فائدہ (۲): خنزیر کا ہر جزء حرام ہے، مگر اس موقع پر چونکہ کھانے کی چیزوں کا ذکر تھا اس لئے گوشت کی تخصیص کی، خنزیر میں بے غیرتی، بے حیائی، حرص و آرز اور نجاست کی طرف میلان سب جانوروں سے زیادہ پایا جاتا ہے، اس لئے وہ رجس، خبیث اور نجس العین ہے، اس کے کسی جزء سے کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں۔

فائدہ (۳): ﴿عَبَّارٌ بَاغٍ وَلَا عَادٍ﴾ کی تفسیر میں اختلاف ہے:

۱- ابن عباس رضی اللہ عنہ، حسن بصری، اور مسروق رحمہما اللہ نے تفسیر کی ہے: غیو باغ: چاہنے والا نہ ہو، یعنی مردار سے لطف اندوز ہونا مقصود نہ ہو، ولا عاد: اور کھانے میں حد سے نہ بڑھے، یہ تفسیر احتاف اور مالکیہ نے لی ہے، ان کے نزدیک ہر لا چار کے لئے رخصت ہے، حکومت کے باغیوں کے لئے اور گناہ کا سفر کرنے والے کے لئے بھی ضرورت پڑ جانے پر مردار وغیرہ کھانا جائز ہے۔

۲- مجاہد اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ نے تفسیر کی ہے: غیو باغ: امام المسلمین سے بغاوت کرنے والا نہ ہو ولا عاد: اور اس کا سفر محصیت کا نہ ہو تو رخصت ہے، اور باغی اور محصیت کا سفر کرنے والے کے لئے رخصت نہیں، یہ تفسیر امام شافعی رحمہ اللہ نے لی ہے۔

ملحوظ: پہلی تفسیر کی ترجیح احکام القرآن بھاص میں ہے۔

مذکورہ چیزوں کی حرمت تورات میں بھی ہے، مگر یہود اور باتوں کی

طرح اس کو بھی چھپاتے ہیں، اس لئے وہ سخت سزا کے مستحق ہیں۔

مذکورہ امور اربعہ کی حرمت کا بیان تورات میں بھی ہے، مگر یہود نبی ﷺ کے اوصاف کی طرح اس مضمون کو بھی چھپاتے ہیں، تاکہ قرآن کی تائید نہ ہو، اور ان کی تو عادت ہے رشوت لے کر احکام تورات چھپانے کی، وہ لوگ جو رشوت کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں جہنم کے انگارے ہی بھر رہے ہیں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے ملاطفت کے ساتھ

بات نہیں کریں گے، نہ ان کو گناہوں سے پاک کر کے جنت میں داخل کریں گے، وہ ہمیشہ دردناک عذاب میں رہیں گے، انھوں نے ہدایت کے بدل گمراہی اور مغفرت کے بدل عذاب خریدا ہے، دیکھو وہ دوزخ کا عذاب سب سے پہلے کس قدر حوصلہ مند ہیں! دوزخ کے عذاب سے بچنے کی ان کو ذرا فکر نہیں، اور یہ سزا ان کو اس لئے ملے گی کہ اللہ پاک نے قرآن کریم اتارا، وہ اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے، اور ضد میں بہت دور نکل گئے!

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيُسْخَرُونَ بِهِ تُصْلَوْنَ أَقْلِيلًا ۖ وَأُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَاطَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْغَفْوَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب (تورات) کو چھپاتے ہیں — یہ ارشاد امورِ اربعہ کی تحریم کو چھپانے سے عام ہے، وہ تورات کی دیگر باتوں کو بھی چھپاتے تھے، مثلاً: نبی ﷺ کے اوصاف جو تورات میں ہیں ان کو ظاہر نہیں کرتے تھے — اور اس (احکام تورات) کے بدل تھوڑی پونجی وصول کرتے ہیں — یعنی رشوت لے کر احکام تورات چھپاتے یا بدلتے ہیں — وہ اپنے بیٹوں میں جہنم کے انگاروں کے سوا کچھ نہیں بھر رہے، اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے (ملاطفت کے ساتھ) بات نہیں کریں گے، اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک صاف کریں گے (جس طرح گنہگار مومنین کو پاک صاف کر کے جنت میں داخل کریں گے — اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے! یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدل گمراہی اور مغفرت کے بدل عذاب مول لیا، پس وہ دوزخ کا عذاب سب سے پہلے کس قدر با حوصلہ ہیں! — یہ سزا اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین حق پر مشتمل کتاب اتاری — قرآن کریم نازل کیا — اور جن لوگوں نے اس کتاب کی مخالفت کا رویہ اختیار کیا وہ ضد میں بہت دور جا پڑے! — اس لئے ان کی یہی سزا ہے۔

فائدہ: ﴿لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ﴾ کی دھمکی سے معلوم ہوا کہ ہر کسی کے دل میں اللہ کی محبت راسخ ہے، مگر چنگاری راکھ کے نیچے دبی ہوئی ہے، جب موانع مرتفع ہونگے تو محبت کا ظہور ہوگا، ورنہ یہ دھمکی بے سود ہے، جیسے کفار قیامت میں جمالِ خداوندی کے دیدار سے محروم رکھے جائیں گے: ﴿لَا تُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾، معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ہر سینہ اللہ کی محبت سے ایسا البریز ہوگا کہ ادنیٰ بے اتفاقی بھی ان کے لئے دوزخ کے عذاب سے زیادہ جاں کاہ ہوگی!

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ
 بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي
 الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ
 الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّادِقِينَ فِي الْبَأْسَاءِ
 وَالضَّرَاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿۱۱۰﴾

لَيْسَ الْبِرُّ	نہیں ہے کسی	وَالْكِتَابِ	اور تمام کتابوں پر	وَأَقَامَ	اور اہتمام کیا
أَنْ تُولُوا	کہ پھر تم	وَالنَّبِيِّينَ	اور تمام نبیوں پر	الصَّلَاةَ	نماز کا
وَجُوهَكُمْ	اپنے چہرے	وَآتَى	اور دیا اس نے	وَآتَى	اور دی اس نے
قِبَلَ	جانب	الْمَالَ	مال	الزَّكَاةَ	زکات
الْمَشْرِقِ	مشرق کے	عَلَى حُبِّهِ	اس کی محبت میں	وَالْمُوفُونَ	اور پورا کرنے والے
وَالْمَغْرِبِ	اور مغرب کے	ذَوِي الْقُرْبَىٰ	رشتہ داروں کو	بِعَهْدِهِمْ	اپنے قول و قرار کو
وَلَكِنَّ الْبِرَّ	بلکہ نیکی	وَالْيَتَامَىٰ	اور یتیموں کو	إِذَا عَاهَدُوا	جب بیان بانصاف ہوئی
مَنْ آمَنَ	جو ایمان لایا	وَالْمَسْكِينِ	اور غریبوں کو	وَالصَّادِقِينَ	اور برواشت کرنے والے
بِاللَّهِ	اللہ پر	وَابْنَ السَّبِيلِ	اور مسافر کو	فِي الْبَأْسَاءِ	محتاجی میں
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ	اور آخری دن پر	وَالسَّائِلِينَ	اور مانگنے والوں کو	وَالضَّرَاءِ	اور بیماری میں
وَالْمَلِكَةِ	اور فرشتوں پر	وَفِي الرِّقَابِ	اور گردنوں میں	وَحِينَ الْبَأْسِ	اور سخت جنگ کے وقت

(۱) البر: ال: جس کا یا عہد کا ہے، اور لیس کی خبر مقدم ہے اور ان تولوا: بتاویل مصدر ہو کر اسم مؤخر ہے (۲) قِبَلَ: تولوا کا
 ظرف ہے (۳) الکتب: ال: جس کا ہے، تمام آسمانی کتابیں مراد ہیں (۴) النبیین: ال: استغفری ہے، تمام انبیاء مراد ہیں
 (۵) آتی: آمن پر معطوف ہے (۶) علی حبہ: المال کا حال ہے (۷) لہی الرقاب: آتی سے متعلق ہے (۸) أقام کا آمن پر
 عطف ہے (۹) الموفون: اسم فاعل، من آمن پر معطوف ہے، مصدر إقضاء: پورا کرنا، اس کے مفعول پر باء آتی ہے
 (۱۰) الصابرين: منصوب علی المدح ہے، اخص یا مدح محذوف کا مفعول یہ ہے، یعنی خاص طور پر صابرين کا ذکر کرتا ہوں یا
 ان کی تعریف کرتا ہوں (۱۱) الباساء: اسم مؤنث ہے، بؤس سے مشتق ہے: محتاجی، غریبی، فقر (۱۲) الضراء: اسم مؤنث ہے،
 نعاء کی ضد: بیماری، تکلیف، پریشانی (۱۳) الباس: سخت جنگ، گھسان کارن۔

اُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا	یہی لوگ جنہوں نے سچ کہا	اُولَٰئِكَ هُم	اور یہ یہی لوگ	الْمُتَّقُونَ	پرہیزگار ہیں
----------------------------------	----------------------------	-------------------	-------------------	---------------	--------------

عقائد و اعمال اسلام

توحید کا بیان پورا ہوا، اس کے آخر میں یہ بات آئی ہے کہ اہل کتاب آسمانی کتابوں کی باتیں چھپاتے ہیں، جس کی ان کو سخت سزا ملے گی، اس پر وہ کہنے لگے: ہم میں بہت سے اسباب مغفرت موجود ہیں، ہم اپنے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں، نصاریٰ: بیت المقدس سے مشرق کی طرف (بیت لحم کی طرف) منہ کرتے ہیں، اور یہود مغرب کی طرف (مصرہ کی طرف) منہ کرتے ہیں، پھر ہم عذاب کے مستحق کیسے ہو سکتے ہیں؟ آیت کریمہ کے شروع میں ان پر رُذہ ہے کہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنا ہی ساری نیکی نہیں، جو ہدایت و مغفرت کے لئے کافی ہو، بلکہ اس کے لئے عقائد صحیحہ اور اعمال ضروریہ پر کاربند ہونا ضروری ہے۔

بنیادی عقائد: ۱- اللہ تعالیٰ پر ان کی تمام صفات و اسماء کے ساتھ ایمان لانا۔ ۲- دنیا کے آخری دن (قیامت) کو ماننا۔ ۳- فرشتوں کو ماننا۔ ۴- اللہ کی تمام کتابوں کو (مع قرآن کریم) ماننا۔ ۵- اللہ کے تمام پیغمبروں کو (مع خاتم النبیین ﷺ) ماننا۔ جبکہ یہود و نصاریٰ قرآن کریم اور آخری نبی ﷺ کو نہیں ماننے، پھر وہ ہدایت پر کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور ان کی مغفرت کا کیا سوال ہے؟

اعمال اسلام: اس آیت میں پانچ اعمال کا ذکر ہے، باقی کا تذکرہ آگے ہے:

۱- صدقہ خیرات کرنا، مال کی چاہت کے باوجود جوہ خیر میں خرچ کرنا، مثلاً: صلہ رحمی کرنا یعنی رشتہ داروں کو دینا، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا، یتیموں، غریبوں، مسافروں اور مانگنے والوں کو دینا، اور غلاموں کو آزاد کرنے میں مال خرچ کرنا۔

۲- نماز کا اہتمام کرنا، فرائض، واجبات اور مستحبات کا خیال رکھ کر اور ممنوعات و مکروہات سے بچ کر پابندی سے وقت میں نماز ادا کرنا، قصائد پڑھنا، دعا مانگنا، اور ہو جائے تو حلائی کرنا۔

۳- مال کی زکات نکالنا، اور اس کو محتاجوں تک پہنچانا۔

۴- جب کسی سے کوئی وعدہ کیا جائے تو قول و قرار کا پاس کرنا، وعدہ پورا کرنا۔

۵- اور خاص طور پر محتاجی، فقر و فاقہ اور بیماری اور تکالیف میں صبر کرنا، برداشت کرنا، اور جب گھمسان کا رن پڑے تو

ڈٹ کر مقابلہ کرنا، پیٹھ نہ پھیرنا۔

وہی لوگ جو ان عقائد کے حامل اور ان اعمال پر عامل ہیں دعویٰ ایمان میں سچے ہیں، وہی پرہیزگار ہیں، وہی ہدایت یافتہ اور مغفرت کی امید باندھ سکتے ہیں۔

آیت کریمہ: — تمہارا مشرق کی طرف اور مغرب کی طرف منہ پھیرنا ساری نیکی نہیں، بلکہ نیکی کا کام اللہ پر، آخری دن پر، فرشتوں پر، سب آسمانی کتابوں پر اور تمام پیغمبروں پر ایمان لانا ہے، اور اپنا محبوب مال رشتہ داروں کو، یتیموں کو، مسافروں کو، اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں دینا ہے، اور اس نے نماز کا اہتمام کیا اور زکات ادا کی، اور اپنے قول و قرار کو پورا کرنے والے جب انھوں نے کسی سے کوئی وعدہ کیا، اور (خاص طور پر) محتاجی اور بیماری میں صبر کرنے والے اور سخت معرکہ میں جسنے والے — یہی لوگ ایمان میں سچے ہیں، اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ ۚ وَالْحَرْبُ بِالْحِزِّ ۚ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ ۚ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ ۚ فَمَنْ عَفَىٰ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ ۚ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَأَدَاءٌ لِّالْيَدِ بِإِحْسَانٍ ۚ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ٥٠

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے لوگو جو ایمان لائے	فَمَنْ عَفَىٰ لَهُ	پس جو معاف کیا گیا اس کے لئے	تَخْفِيفٌ	آسان کرنا ہے
كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ	لکھا گیا تم پر جان کے بدل جان لینا	مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ	اس کے بھائی کی طرف کچھ	وَرَحْمَةٌ	اور بڑی مہربانی ہے
فِي الْقَتْلِ	مقتولوں میں	فَاتِّبَاعٌ	پس پیروی کرنا ہے	فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ	اس کے بعد (معاف کرنے کے بعد)
وَالْحَرْبُ بِالْحِزِّ	آزاد کے بدل آزاد	بِالْمَعْرُوفِ	دستور کے موافق	فَلَهُ	پس اس کے لئے
وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ	غلام کے بدل غلام	وَأَدَاءٌ لِّالْيَدِ	اور اس تک پہنچنا ہے	عَذَابٌ أَلِيمٌ	دردناک سزا ہے
وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ	عورت کے بدل عورت کے بدل	يَا إِحْسَانٍ	یہ (معافی کا حکم)	وَلَكُمْ	اور تمہارے لئے
		ذَلِكَ			

(۱) القصاص: اسم ہے: برابری کرنا، جان کے بدل جان لینا (۲) القتل: القتل کی جمع ہے: مقتول (۳) رحمة: تنوین تعلیم کے لئے ہے۔

فی الْقِصَاصِ	جان کے بدل جان	حَبِیوۃ	زندگانی ہے	لَعَلَّكُمْ	تا کہ تم
لینے میں		یَاۤأُولِی الْأَلْبَابِ	اے عقلمندو!	تَنْتَفِعُوْنَ	بچے رہو

۱۔ قتل عمد میں قصاص لازم ہے

رابطہ: گزشتہ آیت کا آخری حکم تھا: ﴿وَالضَّرْفُ وَالْبَنَاءُ وَحِیْنَ الْبَیِّنِ﴾ اور برداشت کرنے والے سختی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت، اب اسی قبیل کے چند احکام دیتے ہیں، مثلاً حکم ہے: قتل عمد میں قصاص کا، اور دونوں احکام میں مناسبت یہ ہے کہ جب کسی خاندان کا کوئی شخص قتل کیا جاتا ہے تو وارث آپے سے باہر ہو جاتا ہے، قاتل کے قبیلہ کا جو بھی آدمی مل جاتا ہے اس کو قتل کر دیتا ہے، بلکہ کبھی ایک کے بدلے ایک سے زیادہ کو قتل کر دیتا ہے، یہ جائز نہیں، ایسی صورت میں برداشت سے کام لینا چاہئے، اور قاتل ہی کو پکڑنا چاہئے، اسی کو کفر کر داری تک پہنچانا چاہئے، اس لئے اب قتل عمد میں قصاص کا حکم دیتے ہیں۔

شان نزول: زمانہ جاہلیت میں یہود اور اہل عرب نے یہ دستور کر رکھا تھا کہ شریف المنسب لوگوں کے غلام کے بدلے رذیل لوگوں کے آزاد کو، اور عورت کے بدلے مرد کو، اور ایک آزاد کے بدلے دو کو قصاص میں قتل کرتے تھے، اس لئے اس آیت میں بدلے میں برابری کرنے کا حکم دیا ہے۔

قصاص: کے لغوی معنی ہیں: برابری کرنا، مجرم سے برابر کا بدلہ لینا، زیادتی نہ کرنا، یعنی مقتول کے مخصوص اوصاف، جیسے عقل و فہم، حسن و جمال، چھوٹا بڑا ہونا، مقتول کا معزز یا مالدار ہونا وغیرہ امور کا لحاظ نہ کیا جائے، کیونکہ سب جائیں برابر ہیں، مرد، مرد برابر ہیں، غلام، غلام برابر ہیں، اور عورت، عورت برابر ہیں، اگرچہ اوصاف میں تفاوت ہو، پس قصاص کے معنی ہیں: برابری کرنا، وہ شخص کو ایک ہی حکم میں رکھنا، ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دینا۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ ۚ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ ۚ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر مقتولوں میں قصاص فرض کیا گیا (یعنی قصاص شریعت کا لازمی حکم ہے) آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، اور عورت کے بدلے عورت — قتل کی جائے، یہ برابری کرنے کا بیان ہے۔

تفسیر: یہاں تک آیت میں دو حکم ہیں: پہلا حکم یہ ہے کہ قتل عمد میں قصاص فرض اور لازم ہے، اس میں تسامح یا تغافل نہ برتا جائے، دوسرا حکم: قصاص میں برابری کرنے کا ہے، یہ بات ﴿الْحُرُّ بِالْحُرِّ﴾ الآية سے بیان کی گئی ہے، پس آیت کے دونوں کلموں میں دو الگ الگ باتیں ہیں، ایک: قصاص کی فرضیت اور لزوم، دوسری: قصاص میں برابری کرنا۔

قصاص حد نہیں، اسے معاف کیا جاسکتا ہے

حد: وہ سزائیں ہیں جو قرآن، حدیث یا اجماع سے ثابت ہیں، اور جو حق اللہ کے طور پر واجب ہوتی ہیں، اور حق اللہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ سزائیں مفاد عامہ کے طور پر مشروع کی گئی ہیں، یعنی لوگوں کے انساب، اموال، عقول اور اعراض کی حفاظت کے لئے مقرر کی گئی ہیں، یہ سزائیں گناہ کرنے سے پہلے گناہ سے روکنے والی اور گناہ کرنے کے بعد سرزنش ہوتی ہیں، ان میں سفارش کی گنجائش نہیں، ثبوت ہو جانے کے بعد معاف بھی نہیں کی جاسکتیں۔ ایسے سنگین جرائم پانچ ہیں: زنا، چوری، ڈکیتی، شراب نوشی اور زنا کی تہمت۔

اور قصاص حد نہیں، اس لئے اس کو مقتول کے ورثاء معاف کر سکتے ہیں، پورا قصاص بھی معاف کر سکتے ہیں اور بعض حصہ بھی، اور ورثاء چند ہوں تو بعض ورثاء بھی اپنا حصہ معاف کر سکتے ہیں، اور بغیر عوض کے بھی معاف کر سکتے ہیں اور دیت وغیرہ کے بدل بھی معاف کر سکتے ہیں، اب تمام صورتوں میں قاتل کو قصاصاً قتل کرنا جائز نہیں، کیونکہ قصاص میں تجزی نہیں۔

پھر اگر دیت وغیرہ کے بدل معاف کیا ہے تو ورثاء بدل کا مقتول طریقہ پر مطالبہ کریں، کیونکہ یہ بدل قاتل دے گا، عاقلہ شریک نہیں ہونگے، اس لئے وہ حسب گنجائش دے گا، اور قاتل کو بھی چاہئے کہ ٹال مٹول نہ کرے، ممنونیت کے ساتھ ادا کرے، اور یہ قصاص کو معاف کرنے کی گنجائش اللہ کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے، پھر اگر ورثاء قصاص معاف کرنے کے بعد قاتل کو قتل کریں تو یہ ان کی طرف سے تعدی (زیادتی) ہوگی، جس کی ان کو داریں میں سزا ملے گی، دنیا میں وہ وارث قصاصاً قتل کیا جائے گا، اور آخرت میں سزا الگ ملے گی۔

فائدہ: اس آیت میں وارث کو قاتل کا بھائی، کہہ کر رحم کی اپیل کی ہے کہ قاتل اگر چہ وقتی اشتعال اور غلبہ شیطان کی وجہ سے قتل کا ارتکاب کر بیٹھا ہے، لیکن بہر حال قاتل تمہارا بھائی ہے، اور تم اس کے بھائی ہو، اور بھائی بھائی پر مہربان ہوتا ہے، پس وارث کو درگزر سے کام لینا چاہئے۔

﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعُهُ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءُ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ، ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ، فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ عَدُوٌّ إِلَيْكُمْ ۖ﴾

ترجمہ: پس جس (قاتل) کو اس کے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ بھی معافی مل جائے تو (وارث کو) مقتول طریقہ پر (عوض کے) مطالبہ کا حق ہے، اور (قاتل کے ذمہ) خوش اسلوبی سے وارث کو (خون بہا) پہنچانا ہے، یہ (قصاص معاف کرنا) تمہارے پروردگار کی طرف سے آسانی اور بڑی مہربانی ہے، پھر جو اس کے بعد یعنی قصاص

معاف کرنے کے بعد زیادتی کرے یعنی قاتل کو قتل کر دے تو اس کے لئے وردناک سزا ہے!

قصاص قتل و قتل نہیں، بلکہ اس میں انسانی زندگی کا تحفظ ہے

بہ ظاہر ایسا لگتا ہے کہ قصاص ایک قتل کے بعد دوسرا قتل ہے، لیکن غور کیا جائے تو اپنے نتائج و اثرات کے اعتبار سے اس میں زندگی کا تحفظ ہے، اول تو قانون قصاص کے خوف سے کسی کو جلدی ارتکاب قتل کی ہمت ہی نہ ہوگی، اور کسی نے اس کا ارتکاب کر لیا، اور مقتول کے ورثاء کو بدلہ لینے کا موقع دیدیا گیا تو آتش انتقام بجھ جائے گی، اور ممکن ہے معاف کر دے، اور قصاص لے بھی لے تو اب یکے بعد دیگرے انتقام لینے کا سلسلہ قائم نہ ہوگا، اور بے قصوروں کی جان نہ جائے گی، معاملہ یہیں رفع دفع ہو جائے گا، اس طرح قانون قصاص میں حیات انسان کا تحفظ ہے (آسان تفسیر از مولانا خالد سیف اللہ زید مجیدہ)

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

ترجمہ: اور تمہارے لئے اسے غور کرو! قصاص (جان کے بدل جان لینے) میں زندگی ہے، تاکہ تم (قتل سے) بچو۔
فائدہ: سزا سے سزا کا ہوا (خوف) بہتر ہے، جب میں رائدر میں مدرس تھا تو ”سورت نو یوگ کالج“ کے ایک پروفیسر میرے پاس ایک انگریزی رسالہ لے کر آئے، اس میں کسی کا مضمون تھا کہ اسلام میں بھیانک سزائیں ہیں جو بربریت ہے، پروفیسر صاحب اس کا جواب لکھنا چاہتے تھے، ان کو معلومات درکار تھیں، میں نے ان سے کہا: آپ ایک سال کے امریکہ اور سعودیہ کے اعداد و شمار لائیں، زنا، چوری، قتل اور ڈکیتی کی واردات کتنی ہوئی ہیں؟ وہ دس سال کا چارٹ بنا کر لائے، امریکہ میں ہر دس منٹ میں ایک ناحق قتل ہوتا ہے، اور سعودیہ میں دس سال میں پندرہ آدمی قصاص قتل کئے گئے، یعنی پندرہ ناحق قتل ہوئے، اور زنا چوری کے واقعات تو بے حد و حساب تھے، میں نے ان سے کہا: اس مضمون کا یہ جواب ہے، سزا سے سزا کا خوف بہتر ہے، اور سنگساری کا تو دس سال میں ایک واقعہ ہی پیش آیا تھا، اور ہر عورت کی عزت محفوظ ہو گئی۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَٰلِدَيْنِ
وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۚ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ
فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوَصِّ
جَنَافًا أَوْ إِمْرَأَتًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمَا فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۚ

کَیِّبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْبًا ^(۱) إِلَىٰ صِیْئَةٍ ^(۲) لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ يَا مَعْزُوفٍ ^(۳) حَقًّا ^(۴)	لکھی گئی تم پر جب آمو جو ہو تم میں سے کسی کے پاس موت اگر چھوڑا ہو اس نے بہت مال وصیت مال باپ کے لئے اور رشتہ داروں کے لئے جانے بچانے طریقہ پر لازم ہے	عَلَى الْمُتَّقِينَ ^(۵) فَمَنْ بَدَّلَهُ ^(۶) بَعْدَ مَا سَمِعَهُ ^(۷) فَلَا تَبَأَ ^(۸) إِشْبَةً ^(۹) عَلَى الَّذِينَ يَبِيدُونَ ^(۱۰) إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ	ڈرنے والوں پر پس جو بدلے اس کو بعد اس کو سننے کے تو اس کے سوا نہیں کہ اس کا گناہ ان لوگوں پر ہے جو اس کو بدل لیتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والے سب کچھ جاننے والے ہیں	فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ بِجَنَافٍ ^(۱۱) أَوْ لِحْتَبَأَ فَاكْصَحَّ بَيْنَهُمْ فَلَا رَاسِمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَّحِيمٌ	پس جو شخص ڈرا وصیت کرنے والے کی طرف سے طرف داری سے یا گناہ سے پس اصلاح کی اس نے ان کے درمیان تو کوئی گناہ نہیں اس پر بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان ہیں
---	--	--	--	---	---

۲- آیت کریمہ منسوخ بھی اور غیر منسوخ بھی

قرآن کریم میں نسخ ہوا ہے، یعنی بعض احکام میں تبدیلی آئی ہے، شروع میں دو نمازیں تھیں، پھر شبِ معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں، پھر جو احکام بالکلیہ منسوخ کئے گئے ان کی آیتیں اٹھائیں یا بھلا دیں، اور جو احکام فی الجملہ منسوخ کئے گئے وہ آیتیں قرآن میں باقی ہیں، تا کہ بعض مواد میں ان پر عمل ہو سکے، جیسے ابتداء میں دس گنا دشمن سے مقابلہ ضروری تھا، پھر مسلمانوں کی تعداد بڑھی اور طبائع میں ضعف آیا تو دو گنا سے مقابلہ ضروری ہوا، مگر دس گنا کی آیت باقی ہے، کیونکہ آئندہ ایسی صورت پیش آسکتی ہے کہ مسلمان کم ہو جائیں تو دس گنا سے مقابلہ ضروری ہوگا، اسی طرح زیر تفسیر آیت منسوخ بھی

(۱) خبیرو: تنوین تعظیم کے لئے ہے ای مالا کثیراً (۲) الوصیۃ: تحبب کا نائب فاعل ہے اور ان تولک کے محذوف جواب پر وال ہے ای: فلیؤص (۳) بالمعروف: دستور کے موافق: یعنی حسب حصص شرعیہ (۴) حقاً: فعل مقدر کا مفعول مطلق ہے ای یجفی حقاً (۵) بمذللہ: ضمیر کا مرجع الإیضاء (وصیت کرنا) ہے، جو الوصیۃ سے مفہوم ہوتا ہے (۶) لما: مصدر یہ ہے (۷) إثمہ کی ضمیر کا مرجع تبدیلی ہے، جو بذللہ سے مفہوم ہوتا ہے (۸) یبیدونہ: ضمیر کا مرجع ایضاء ہے (۹) جنفاً: باب سجع کا مصدر ہے: مائل ہونا طرف داری کرنا۔

ہے اور بعض حالات میں اس پر عمل ہے، اس لئے آیت باقی ہے۔

جاہلیت میں دستور تھا کہ مردہ کا مال اس کی بیوی اور اولاد کو، بلکہ خاص بیٹوں کو ملتا تھا، ماں باپ اور دیگر اقارب محروم رہتے تھے، اس لئے مرنے والے پر ماں باپ وغیرہ اقرباء کے لئے وصیت فرض کی گئی، پھر میراث کی آیتیں اتریں، اور ماں باپ اور بعض اقرباء کے حصے متعین کر دیئے، اور حدیث میں حکم دیدیا کہ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں، مگر دو صورتیں اب بھی باقی ہیں:

۱- ذوی الارحام: جن کا ذوی الفروض اور عصباء کی طرح حصہ متعین نہیں، اور وہ حاجت مند ہیں، ان کو دینا ضروری ہے، جیسے بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم ہوتا ہے، مگر کبھی پوتے کو دینا مصلحت ہوتا ہے تو ان کے لئے تہائی ترکہ میں سے وصیت کی جاسکتی ہے۔

۲- کبھی میت کے پیچھے ترکہ کا بڑا جھمیلہ ہوتا ہے، اور اندیشہ ہوتا ہے کہ زبردست سب ترکہ دہائیں گے اور کمزور دیکھتے رہ جائیں گے، ایسی صورت میں ضروری ہے کہ املاک کی ایک لسٹ بنادی جائے، اور ورثاء کے لئے حسبِ حصص شرعیہ وصیت کی جائے، اور اس کو کورٹ میں رجسٹر بھی کرا دیا جائے، تاکہ پیچھے بدعنوانی نہ ہو۔ اور ضعیف ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کو ان کا حصہ ملے، اور غیر وارث اقرباء کو بھی حسبِ وصیت ملے۔

ان دو صورتوں میں زیر تفسیر آیت پر عمل ہوگا، اس لئے اس کو تلاوت میں باقی رکھا ہے، پس آیت فی الجملہ منسوخ ہے، اور بعض مواد میں اس پر عمل ہے۔

رابط: قتل عمد میں مقتول کا وارث پریشان ہوتا ہے، اس لئے اس کی اشک شوقی کے لئے قصاص مشروع کیا، اور جب کوئی بڑا مالدار مرتا ہے، اور بڑا ترکہ چھوڑتا ہے، اور زبردست ہر چیز پر قابض ہو جاتے ہیں، اور کمزور دیکھتے رہ جاتے ہیں تو ان کی پریشانی کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ اس لئے ان آیات میں ان کی پریشانی کا مدوا ہے۔

چند ضروری مسائل:

۱- وارث کے لئے وصیت جائز نہیں، یہ حکم حدیث حسن سے ثابت ہے (ترمذی حدیث ۲۱۲۰ کتب الوصایا) اس لئے کہ شریعت نے خود ان کے حصے مقرر کر دیئے ہیں، پہلے مرنے والا بے عنوانی کرتا تھا، کسی کے لئے کم اور کسی کے لئے زیادہ کی وصیت کرتا تھا، اس لئے شریعت نے خود ورثاء کے حصے متعین کر دیئے، تاکہ بے عنوانی کا سد باب ہو جائے، البتہ غیر وارث کے لئے تہائی ترکہ سے وصیت جائز ہے۔

۲- وصیت تہائی ترکہ تک ہی جائز ہے، زائد کی وصیت یا وارث کے لئے وصیت ورثاء کی رضامندی پر موقوف رہتی

ہے، اگر وراثۃ عاقل بالغ ہوں تو وہ وصیت کو نافذ کر سکتے ہیں، اور بعض وراثۃ نابالغ یا پاگل ہوں تو عاقل بالغ اپنے حصہ سے نافذ کر سکتے ہیں۔

۳- وصیت کرنا واجب نہیں، محتب ہے، البتہ کسی کے ذمہ حقوق واجبہ ہوں، کسی کا قرض ہو یا نماز، زکات، روزے اور حج فرض باقی ہو تو تہائی ترکہ سے وصیت کرنا واجب ہے، زائد کی وصیت عاقل بالغ وراثۃ کی اجازت پر موقوف رہے گی۔

۴- اگر اندیشہ ہو کہ مورث کی موت کے بعد زبردست کمزوریوں کا حق ماریں گے تو مناسب ہے کہ مورث تمام املاک کی لسٹ بنادے، اور وراثۃ کے لئے حسب حصص شرعیہ وصیت کرے اور غیر وارث کے لئے تہائی ترکہ سے وصیت کرے، پھر اس کو کورٹ سے رجسٹر ڈھکی کرادے، تاکہ بعد میں کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

۲- حسب حصص شرعیہ والدین اور رشتہ داروں کے لئے وصیت کرنا

اگر کوئی شخص بڑا ترکہ چھوڑ رہا ہو، اور اندیشہ ہو کہ والدین اور دیگر وراث یا غیر وارث اقرباء محروم رہ جائیں گے، بیوی بچے سب دبائیں گے تو اخلاقی فریضہ ہے کہ مورث معروف طریقہ پر والدین اور دیگر اقرباء کے لئے وصیت نامہ لکھے، اور معروف طریقہ کا مطلب یہ ہے کہ وراثۃ کے لئے حسب حصص شرعیہ اور غیر وارث رشتہ داروں کے لئے تہائی ترکہ سے وصیت کرے، جیسے پوتے وارث نہ ہوں اور ان کو دینا ضروری ہو تو تہائی ترکہ سے ان کے لئے وصیت کرے، اور وصیت نامہ پر گواہ بنالے، اور کورٹ سے رجسٹر ڈھکی کرادے تو اور بھی اچھی بات ہے، تاکہ بعد میں کوئی حق تلفی نہ ہو۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾

ترجمہ: فرض کی گئی تم پر، جب تم میں سے کسی کو موت آئے، اور اس نے بڑا مال چھوڑا ہو، وصیت کرنا حسب دستور والدین اور رشتہ داروں کے لئے (حق تلفی سے) بچنے والوں پر لازم ہے۔

وصیت میں تبدیلی کرنے کا گناہ تبدیلی کرنے والوں پر ہے

مرنے والا تو انصاف سے وصیت کر مراء بعد میں وارثوں / گواہوں نے اس میں تبدیلی کی اور حسب وصیت نہ دیا تو مورث پر کوئی گناہ نہیں، وہ تو اپنا فرض ادا کر گیا، اب سارا گناہ تبدیلی کرنے والوں پر ہوگا، وہی اس کے ذمہ دار ہو گئے، اللہ تعالیٰ سب کچھ سن رہے ہیں اور سب کچھ جان رہے ہیں۔

﴿فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ ۖ فَأَنَّهُ إِنَّمَا عَلَى الَّذِينَ يُبَيِّتُونَ لَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾

ترجمہ: پس جو وصیت کو سننے کے بعد بدل دے تو اس کا گناہ ان پر ہے جو اس کو بدلتے ہیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ

سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں۔

مورث کی حیات میں یا موت کے بعد وصیت نامہ میں مناسب تبدیلی کرنا ناجائز ہے کسی نے وصیت نامہ میں بے جا طرف داری کی، اور دانستہ یا نادانستہ حکم الہی کی خلاف ورزی کی، پھر کسی وارث/ ورثاء یا گواہ نے مورث سے شریعت کے حکم کے مطابق وصیت نامہ میں تبدیلی کرائی، اور وصیت نامہ ٹھیک کرادیا، یا عاقل بالغ ورثاء نے باہمی رضامندی سے آپس میں وصیت نامہ ٹھیک کر لیا، تو اس میں کچھ حرج نہیں، امید ہے اللہ تعالیٰ مورث کی غلطی معاف فرمائیں گے، اور اس پر مہربانی فرمائیں گے۔

﴿فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوَصَّيٍّ بَعْضُهُمْ فَلَائِقُهُمْ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

ترجمہ: پس جس کو وصیت کرنے والے کی طرف سے طرف داری کا یا گناہ کا اندیشہ ہو، پس اس نے ان کے درمیان اصلاح کرادی تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے رحم فرمانے والے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۚ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۚ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ شَهْرَ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۚ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے وہ لوگو جو ایمان لائے	کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ^(۱)	لکھا گیا تم پر روزے رکھنا	كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ	جس طرح لکھا گیا ان لوگوں پر جو
--------------------------------	--------------------------	---	---------------------------	------------------------------	--------------------------------

(۱) الصيام: الصوم کی طرح مصدر ہے اور ال چلتی ہے۔

مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ آيَاتَنَا ^(۱)	تم سے پہلے ہوئے تا کہ تم پر ہیز گار بنو دن	مُسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ	ایک غریب کے پس جو خوشی سے کرے کوئی نیک کام تو وہ بہتر ہے اس کے لئے	مِنْ الْهَلْهِلِ وَالْفُرْقَانِ ^(۵) فَمَنْ شَهِدَ ^(۶) مِنْكُمْ الشَّهْرَ فَلْيُصْبِهْهُ	ہدایت کی اور جدا کرنے والی پس جو پائے (دیکھے) تم میں سے مہینہ کو پس چاہئے کہ وہ اس کاروزہ رکھے اور جو ہو میرٹھا پیار یا سفر میں تو گنتی ہے دوں سے دوسرے اور ان لوگوں پر جو بدلتے ہیں بدلتے ہیں کھانے کا
فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ ^(۲)	پس جو ہو تم میں سے بیمار یا سفر میں تو گنتی ہے دوں سے دوسرے اور ان لوگوں پر جو بدلتے ہیں بدلتے ہیں کھانے کا	وَأَنْ تَصُومُوا ^(۳) خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ شَهْرَ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ ^(۴)	اور روزہ رکھنا بہتر ہے تمہارے لئے اگر ہو تم سمجھتے! مہینہ رمضان کا جو اتاری گی اس میں پڑھنے کی کتاب راہ نما لوگوں کے لئے اور واضح دلیلیں	فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ ^(۲)	پس چاہئے کہ وہ اس کاروزہ رکھے اور جو ہو میرٹھا پیار یا سفر میں تو گنتی ہے دوں سے دوسرے اور ان لوگوں پر جو بدلتے ہیں بدلتے ہیں کھانے کا

(۱) ایما: ٹھک کا مفعول ثانی ہے، اور اس ترکیب پر اشکال کا جواب روح المعانی میں ہے (۲) یطیقونہ: مفعول کی ضمیر کا مرجع الصیام ہے، اور علی الذین: خبر مقدم ہے، طاق (ن) طوقا: کسی چیز پر قادر ہونا، طاقت رکھنا، اور أطاق (باب افعال) کے معنی میں 'مشقت' کا مفہوم ہے، چنانچہ انی أطیق رفع هذا القلم نہیں کہتے، کیونکہ اس میں کوئی مشقت نہیں، اور ہماری پتھر کے لئے کہیں گے: انی أطیق رفع هذا الحجر (یہ فرق حضرت مولانا علی میاں ندوی قدس سرہ نے ارکان اربعہ (عربی) میں بیان کیا ہے) (۳) ان تصوموا: ان: مصدر یہ اور جملہ مبتدا ہے (۴) ہدی اور بینات: القرآن کے احوال ہیں (۵) الفرقان کا عطف القرآن پر ہے: جن کو باطل سے جدا کرنے والی کتاب، دودھ اور پانی کو جدا کرنے والی کتاب، حق اور باطل میں خط امتیاز کھینچنے والی کتاب۔ (۶) شہد کے معنی میں دیکھنے کا مفہوم ہے، اور اسی سے حدیث صوموا لرؤیتہ ہے۔

يَكُمُّ الْعَصْرَ وَلْيَكْلِبُوا	تمہارے ساتھ دشواری (بختی) اور تاکہ پورا کرو تم	الْجِدَّةُ وَلْيَكْلِبُوا اللَّهُ	گنتی اور تاکہ بڑائی بیان کرو تم اللہ کی	عَلَىٰ مَا هَدَىٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ	راہ دکھانے پر تم کو اور تاکہ تم شکر بجالاؤ
--	--	---	---	---	--

رابطہ بختی میں صبر کی صورتیں بیان ہو رہی ہیں، روزہ بھی ایک سخت عمل ہے، جس نے کبھی روزے نہیں رکھے اس کے لئے روزہ ہوا ہے، عام لوگ بھی جو نفل روزے نہیں رکھتے، جب رمضان آتا ہے، اور موسم سخت گرم ہوتا ہے، تو روزہ ان کو بھاری معلوم ہوتا ہے، پھر جب شروع کرتے ہیں تو صبر آ جاتا ہے، اور روزہ معمول بن جاتا ہے۔

۳- روزے بھاری عمل ہیں اس لئے پہلے ذہن سازی کی

جب اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کئے تو اولاً سات طرح سے ذہن سازی کی فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ اے وہ لوگو جو ایمان لائے! اس خطاب میں ذہن سازی ہے، خطاب کا طبعیتوں پر اثر پڑتا ہے، اگر طالب علم سے کہا جائے: پیارے! پانی لا تو وہ خوش خوش لائے گا، اور اگر کہا جائے: اونا لائق پانی لا! تو لائے گا مگر شوق سے نہیں لائے گا، اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے وہ لوگو! جو ایمان لائے!“ تو اب مومنین کو جو بھی حکم دیا جائے گا خوشی خوشی قبول کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان دار فرمایا ہے، پھر فرمایا: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ تم پر روزے لکھ دیئے گئے، یہ دوسری بار ذہن سازی ہے، اس طرح کہ حدیث میں ہے: جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لَاقٍ: قیامت تک جو کچھ پیش آتا ہے وہ لکھا جا چکا ہے اور قلم خشک ہو گیا ہے، یعنی اب اس میں تبدیلی ممکن نہیں، پس جب روزے لکھ دیئے گئے اور کوئی تبدیلی ممکن نہیں تو اب روزے رکھنے ہی پڑیں گے، اس طرح روزوں کے لئے ذہن تیار کیا گیا۔ پھر فرمایا: ﴿كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ یہ تیسری مرتبہ ذہن سازی ہے کہ روزے صرف تم پر فرض نہیں کئے گئے، پچھلی امتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے، مرگ انبواہ جتنے وارد! اوس بیس جنازے ایک ساتھ اٹھیں تو وہ جنازے معلوم نہیں ہونگے بلکہ جشن معلوم ہونگے۔ اس طرح روزوں کا بوجھ ہلکا کیا۔ پھر فرمایا: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ تاکہ تم پرہیزگار بنو، یہ چوتھی بار ذہن سازی ہے، کیونکہ پرہیزگار بننا ہر مومن کی آخری آرزو ہے، اور یہ مقصد روزوں سے حاصل ہوتا ہے، پس ہر شخص روزہ رکھنے کے لئے تیار ہو جائے گا، پھر فرمایا: ﴿إِنَّمَا مَا قَعَدَا ذُنُوبِكُمْ﴾ گنتی کے چند دن۔ یہ پانچویں مرتبہ ذہن سازی ہے، روزے اگر بہت زیادہ ہوتے تو مشکل ہوتے، گنتی کے چند روزے رکھنے میں کیا دشواری ہے؟ اور یاد رکھنا چاہئے کہ کتنے بھی دن ہوں چند ہی دن ہیں۔

پھر دو ظہان ہیں: ایک واقعی ہے اور ایک ہوا۔ جو واقعی ہے وہ یہ ہے کہ عرب گرم ملک ہے اور لوگوں کی معیشت سفر سے وابستہ ہے، جزیرۃ العرب میں کوئی معیشت نہیں، لوگ شام وغیرہ جاتے تھے اور وہاں سے اشیاء خرید کر لاتے تھے اور بیچتے تھے، یہی ان کی معیشت تھی، اس لئے ذہن پر بوجھ پڑ سکتا تھا کہ اس گرم ملک میں سفر میں روزے کیسے رکھیں گے، پس فرمایا: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ یعنی سفر میں اور بیماری میں روزے نہ رکھنے کی اجازت ہے، یہ روزے بعد میں رکھ لئے جائیں اور جتنے رہ گئے ہیں اتنے ہی رکھنے ہو گئے زائد نہیں پس یہ چھٹی مرتبہ ذہن سازی ہے۔

اور ہوا یہ ہے کہ چونکہ روزے کبھی نہیں رکھے، پس کیسے رکھیں گے، نہ حانا نہ پینا دن کیسے گزرے گا! یہ صرف ہوا ہے واقعی بات نہیں ہے، پس فرمایا: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِدْيَةَ طَعَامٍ مَسْكِينٍ﴾ یعنی جس کو روزے نہایت بھاری معلوم ہوں وہ بجائے روزہ کے فدیہ دے سکتا ہے، یہ ساتویں اور آخری مرتبہ ذہن سازی کی گئی ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ روزے کا فدیہ (بدلہ) صرف ایک غریب کا کھانا ہے، البتہ اگر کوئی رضا کارانہ خیر کا کام کرے اور ایک سے زیادہ مساکین کو کھلائے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور اس سے بھی بہتر ہمت کر کے روزہ رکھنا ہے، اگر تم صدقہ اور روزہ کے عواقب جان سکو تو یہ بات بوجھ سکتے ہو کہ فدیہ سے (جس سے کچل کا ازالہ ہوتا ہے) روزہ (جس سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے) بہتر ہے۔ تقویٰ کی عزیت ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔

مذکورہ سات طریقوں سے ذہن سازی کرنے کے بعد اس مہینے کی اہمیت بیان کی جس کا روزہ فرض کرنا ہے کہ وہ ایسا مہینہ ہے جس میں قرآن اتر ا ہے اور قرآن وہ کتاب ہے جو تمام لوگوں کے لئے راہنما ہے اور اس میں ہدایت کی واضح دلیل ہیں، اور وہ حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے والی کتاب ہے۔ ماہ رمضان کی اس طرح اہمیت بیان کر کے فرمایا: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ یعنی جو تم میں سے اس مہینے کو دیکھنا سے چاہئے کہ اس مہینے کے روزے رکھے، شہد کے معنی ہیں دیکھنا اور گواہ کو ”شاہد“ اسی لئے کہتے ہیں کہ اس نے واقعہ چشم خود دیکھا ہے، اور حدیث: صوموا لرؤیتہ وأفطروا لرؤیتہ یہاں سے مستحب کی گئی ہے۔ غرض اس آیت پاک کے ذریعہ ان دو باتوں میں سے اس بات کو منسوخ کر دیا جو محض ہوائی، حضرت سلمۃ بن الاکوع نے یہی بات بیان کی ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

اور جو واقعی عذر تھا اس کو باقی رکھا، چنانچہ مکرر فرمایا: ﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ تاکہ ایک کے نسخ سے دوسرے کے نسخ کا وہم پیدا نہ ہو، یعنی مریض اور مسافر کے لئے رخصت بدستور قائم ہے، یہ سہولت منسوخ نہیں کی گئی۔

جاننا چاہئے کہ قرآن کریم میں احکام کی آیات میں تکرار نہیں ہوتا، تذکیر کی، ترغیب و ترہیب کی اور خاصہ کی آیات میں تکرار ہوتا ہے، کیونکہ ان کا مقصد رنگ چڑھانا ہے اور احکام کی آیات کا مقصد مسائل بتلانا ہے۔ اس لئے صرف تین جگہ احکام کی آیات میں تکرار ہے اور اس کی مصلحت ہے جیسے یہاں کی مصلحت بیان کی گئی۔

غرض آیت: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ﴾ منسوخ ہے مگر بعض افراد میں منسوخ ہے، تمام افراد میں منسوخ نہیں، صرف وہ لوگ جن کے لئے روزہ ہوا تھا کہ ہائے اہائے روزہ کیسے رکھیں گے ان کے حق میں آیت منسوخ ہے، اور شیخ فانی جس کے لئے روزہ رکھنا واقعی دشوار ہے اس کے حق میں حکم باقی ہے، اس لئے آیت تلاوت میں باقی رکھی گئی ہے کہ حکم بعض افراد میں باقی ہے۔

حدیث: سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب آیت: ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ﴾ فِذِیۡہُ طَعَامُ مُسٰکِیۡنَ نازل ہوئی تو اختیار تھا کہ جو روزہ رکھنا چاہے روزہ رکھے اور جو نہ دینا چاہے نہ دے۔ یہاں تک کہ وہ آیت نازل ہوئی جو اس کے بعد ہے یعنی ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ پس اس نے سابقہ آیت کو منسوخ کر دیا (ناخ آیت ایک وقت کے بعد نازل ہوئی تھی)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اٰخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِذِیۡہُ طَعَامُ مُسٰکِیۡنَ ۚ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّہٗ ۚ وَاَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّکُمْ اِن کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ شَہْرَ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِيْہِ الْقُرْاٰنُ ھٰذَا مِّنَ الْھُدٰی وَ الْبَیِّنٰتِ مِّنَ الْھُدٰی ۚ وَ الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَہَدَ مِنْکُمُ الشَّہْرَ فَلْيَصُمْهُ ۚ وَ مَن كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اٰخَرَ ۚ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے والوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم متقی بنو! گنتی کے چند دنوں کے، پس جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے وہ تعداد پوری کرے، اور جو لوگ بہ مشقت روزہ رکھ سکتے ہیں وہ ایک غریب کے کھانے کا فدیہ دیں — یعنی آدھا صاع گیہوں یا اس کی قیمت دیں — اور جو خوشی سے کوئی نیک کام کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے، اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تم سمجھو!

ماہ رمضان: جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لئے راہ نما ہے، اور ہدایت کی واضح لیلیں ہیں، اور حق و باطل کو جدا کرنے والی کتاب ہے، پس جو تم میں سے اس مہینہ کو پائے وہ اس کا روزہ رکھے، اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے — ایک ساتھ ہونے یا متفرق ہونے کی کوئی قید نہیں، اور ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔

اللہ تعالیٰ ہر شکر گزاری سنتے ہیں

عنوان میں ارتباط کی طرف اشارہ ہے، بعض صحابہ نے پوچھا: کیا ہمارے پروردگار درود ہیں کہ ہم ان کو زور سے پکاریں، یا نزدیک ہیں کہ ہم مناجات (سرگوشی) کریں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور بتلایا کہ وہ علم و قدرت کے اعتبار سے قریب ہیں، ہر بات سنتے ہیں، خواہ آہستہ ہو یا پکار کر — اور جن مواقع میں جہراً تکبیر کہنے کا حکم ہے اس کی دوسری وجہ ہے، یہ نہیں کہ وہ آہستہ بات نہیں سنتے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ لا زمان ولا مکان میں: لا یتمکن فی مکان ولا یجوز علیہ زمان [العقائد النسفیۃ] زمان و مکان: مخلوق ہیں، اور خالق مخلوق میں نہیں ہوتا، ورنہ احتیاج لازم آئے گی، اور سوال ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس مخلوق کے وجود سے پہلے کہاں تھے؟ یہی سوال عرش کے تعلق سے ہوگا، اس لئے مفسرین کرام نے قرب سے علم و قدرت کی نزدیکی مراد لی ہے یعنی اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں، وہ شرک سے بھی قریب ہیں، اور جو چاہیں کر سکتے ہیں، کوئی ان کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں — اور بعض حضرات نے جو حاضر و ناظر کہا ہے وہ مجازی تعبیر ہے۔

آیت کریمہ: — اور جب آپ سے میرے بندے (مؤمنین) میرے بارے میں پوچھیں — کہ میں نزدیک ہوں یا دور؟ — تو — آپ ان کو بتلادیں کہ — میں نزدیک ہوں — علم و قدرت کے اعتبار سے، نہ کہ مکان (جگہ) کے اعتبار سے — دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے — اس میں دعا کرنے کا حکم مضمر ہے — پس ان کو چاہئے کہ میرا حکم مانیں — اور مجھ سے دعا مانگیں — اور مجھ پر یقین رکھیں — میں ان کی دعائیں ضائع نہیں کروں گا — تاکہ وہ نیک راہ پائیں — نیک راہ یہی ہے کہ اللہ سے یقین کے ساتھ خوب مانگیں، دعا عبادت ہے اور عبادت اللہ کو بہت پسند ہے، اور جو عبادت سے اعراض کرتا ہے اللہ اس کو جہنم میں ڈالیں گے۔

فائدہ: قرآن وحدیث میں یہی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی ہر دعا قبول کرتے ہیں، کوئی دعا رد نہیں کرتے، یہ نہیں فرمایا کہ ہر بندے کو اس کی مانگی ہوئی چیز دیدیتے ہیں، یہ بات بندے کی مصلحت کے تابع ہے، جیسے کسی کا اکلوتا بیٹا بخار میں مبتلا ہوا، دوپہر میں قلعی (برف) بیچنے والا سرک پر آیا، اس نے ٹن ٹن گھنٹی بجائی، لڑکا بے تاب ہو گیا، وہ قلعی کھانے کا عادی ہے، اس نے باپ سے کہا: ابو! میں قلعی کھاؤں! پس باپ اس کا دل نہیں توڑے گا، تو کو کو آواز دے گا، جلدی جا، قلعی لا، تو کو ارشاد شناس ہے وہ غائب ہو جائے گا، لاری والا آگے بڑھ جائے گا، اور بچہ بھول جائے گا، باپ اس کو برف اس وقت دے گا جب ڈاکٹر اجازت دے، کیونکہ باپ کو بچے کی جان سے نہیں کھیلنا، اسی طرح اللہ تعالیٰ بندوں کی ہر دعا قبول فرمالتے ہیں اور مانگی ہوئی چیز اس وقت دیتے ہیں جب بندوں کی مصلحت ہوتی ہے، ورنہ دعا کو عبادت بنا کر اس کے نندے

اعمال میں لکھ دیتے ہیں۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ آتُوا الصِّيَامَ إِلَى الْبَيْلِ وَلَا تَبَاشَرُوهُنَّ وَانْتُمُ عَكْفُونَ ۚ فِي الْمَسْجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرُبُوهَا ۚ كَذَلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ لِنَاسٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝

أُحِلَّ لَكُمْ	حلال کی گئیں	أَنَّكُمْ كُنْتُمْ	کہ تھے تم	وَكُلُوا	اور کھاؤ
لَيْلَةَ	تمہارے لئے	تَخْتَانُونَ	خیانت کرتے	وَاشْرَبُوا	اور پیو
الصِّيَامِ	رات میں	أَنْفُسَكُمْ	اپنی ذاتوں سے	حَتَّى يَتَبَيَّنَ	یہاں تک کہ صاف
الرَّفَثُ ^(۱)	روزے کی	فَتَابَ	پس توجہ فرمائی	الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ	جد نظر آئے
إِلَى نِسَائِكُمْ	زن و شوئی کی باتیں	عَلَيْكُمْ	تم پر	لَكُمْ	تمہیں
هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ	تمہاری بیویوں سے	وَعَفَا عَنْكُمْ	اور درگزر کیا تم سے	الْخَيْطُ الْأَسْوَدُ	سفید دھاگے
وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ	وہ پہناوا ہیں	فَالْآنَ	پس اب	مِنَ الْخَيْطِ	دھاگے سے
وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ	تمہارا	بَاشِرُوهُنَّ	تم ہم خوابی کرو ان ساتھ	الْأَسْوَدِ	کالے
لَهُنَّ	اور تم پہناوا ہو	وَابْتَغُوا	اور طلب کرو	مِنَ الْفَجْرِ ^(۲)	فجر سے
عَلِمَ اللَّهُ	ان کا	مَا كَتَبَ	جو لکھ دیا ہے	ثُمَّ آتُوا	پھر پورا کرو تم
	جانا اللہ نے	اللَّهُ لَكُمْ	اللہ نے تمہارے لئے	الصِّيَامَ	روزہ

(۱) الوفت: باب نہر کا مصدر ہے: جنس باتیں کرنا، گندی باتیں کرنا، زُجاج (نام لغت) کہتے ہیں: یہ ایسا کلمہ ہے جو ہر اس چیز کو شامل ہے جس کی مرد: عورتوں سے خواہش کرتے ہیں (لغات القرآن) (۲) من الفجر: من بیان ہے، الخیط الابيض کا بیان ہے، اور الخیط الاسود کا بیان من اللیل چھوڑ دیا گیا، سامع خود نکال لے گا۔

رَٰلِیَ الْاَیْلِیْلِ	رات تک	فَیْ اَنْسَلَجِدْ	مجدوں میں	یُبَیِّنُ	کھول کر بیان کرتے ہیں
وَلَا تَبَايَسْ رُؤُوسَهُنَّ	اور شہوت سے اپنا بدن	تِلْكَ	یہ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
عورتوں کے بدن سے		حُدُودُ اللّٰهِ	اللہ کی سرحدیں ہیں	الْبَیِّنَاتِ	اپنے احکام
نہ لگاؤ		فَلَا	پس نہ	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے
در احاطہ کی تم		تَقْرُبُوْهَا	قریب جاؤ ان کے	لَعَلَّهُمْ	تاکہ وہ
احکاف کرنے والے ہوں		كُلَّ لَيْلٍ	اس طرح	يَتَّقُونَ	بچیں

رمضان کی راتوں میں بیوی سے زنا و شوئی کا معاملہ کرنے کی اجازت

شروع میں یہ حکم تھا کہ رات کو جب نیند آجائے تو آنکھ کھلنے کے بعد کھانا پینا اور بیوی سے مقاربت کرنا منوع تھا، اگر گلا روزہ شروع ہو جاتا تھا، یہ حکم وحی غیر متلو سے دیا گیا تھا، جیسے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم بھی وحی غیر متلو سے دیا گیا تھا، پھر بعض صحابہ سے اس حکم کے امتثال میں کوتاہی ہو گئی، انھوں نے نام ہو کر نبی ﷺ کو اپنے فعل کی اطلاع دی تو وحی متلو نازل ہوئی اور اس حکم کو اٹھادیا، اور رمضان کی راتوں میں بیوی سے زنا و شوئی کا معاملہ کرنا حلال کیا گیا، یہی حکم کھانے پینے کا بھی ہے، اور وجہ نسخ یہ بیان کی کہ لوگ رات میں بیوی سے لپٹ کر لیتے ہیں، پھر بیدار ہونے کے بعد مقاربت کر لیتے ہیں، یہ اپنے پیروں پر کھپاڑی مارتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بندوں پر مہربانی کی نظر فرمائی، سابقہ گناہ معاف کر دیا، اور دوسرا حکم بھی صحیح کر دیا کہ اب کپڑے نکال کر لیٹو، اور صحبت بھی کر سکتے ہیں، مگر مباشرت سے مطلوب اولاد ہونی چاہئے، محض شہوت رانی مقصود نہیں ہونی چاہئے، اس میں عزل کی کراہیت اور اغلام کی حرمت بھی آگئی۔

آیت پاک: تمہارے فائدے کے لئے روزے کی شب میں — یعنی رمضان کی راتوں میں — تمہاری عورتوں کے ساتھ زنا و شوئی کا معاملہ کرنا حلال کیا گیا، وہ تمہارا پہناوا ہیں اور تم ان کا پہناوا ہو — یعنی کپڑوں کی طرح لپٹ کر لیتے ہو — اللہ تعالیٰ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کرتے ہو — یعنی بیدار ہونے کے بعد مقاربت کر لیتے ہو، یہ حکم شریعت کی خلاف ورزی ہے، اور اپنے پیروں پر پیشہ زنی ہے — اس لئے اللہ تعالیٰ نے تم پر مہربانی کی نظر فرمائی، اور تمہارا گناہ معاف کر دیا، لہذا اب ان عورتوں کے ساتھ بے پردہ اپنا بدن لگاؤ، اور اللہ نے جو کچھ تمہارے لئے مقدر کیا ہے اس کو چاہو۔

(۱) المباشرۃ (باب مقللہ مبشرۃ) (کمال) سے ماخوذ ہے: کمال کا کمال سے لگنا، کھلے بدن کا کھلے بدن سے لگنا، مجامعت ضروری نہیں، پس مباشرت: مجامعت سے عام ہے مگر اردو میں مترادف ہیں، احکاف میں دوائی صحبت بھی جائز نہیں، ان سے بھی احکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

روزے کا وقت صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے

اور کھاؤ پیو۔ اور صحبت کرو۔ یہاں تک کہ صاف نظر آئے صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے پھر روزہ پورا کرو رات تک۔ یہی روزے کا وقت ہے۔

اعتکاف میں صحبت اور اس کے اسباب بھی جائز نہیں

اور عورتوں کے بدن سے شہوت کے ساتھ بدن مت لگاؤ، جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہوؤ۔ یعنی روزے میں تو رات میں مباشرت بھی جائز ہے، مگر اعتکاف میں رات میں بھی دوائی جماع جائز نہیں، پس جماع تو بدرجہ اولیٰ جائز نہیں، دونوں سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے۔ یہ یعنی اعتکاف میں صحبت اور اسباب صحبت کی ممانعت اللہ کی باندھی ہوئی حدیں (باؤ نظری) ہیں، پس تم ان کے نزدیک بھی مت جاؤ۔ اور صحبت کے دوائی اختیار کرنا قریب جانا ہے، اس لئے ان کی بھی ممانعت ہے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے اپنے احکام پوری وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں، تاکہ لوگ (خلاف ورزی سے) بچیں۔ اور پرہیز گار بنیں!

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتَذَلُّوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ٤٤

وَلَا تَأْكُلُوا	اور نہ کھاؤ	بِهَا	ان (اموال) کو	مِّنْ أَمْوَالِ	اموال کا
أَمْوَالَكُمْ	اپنے مال	لِإِلَى الْحُكَّامِ	فیصلہ کرنے والوں کی	النَّاسِ	لوگوں کے
بَيْنَكُمْ	باہم	طَرَفِ	طرف	بِالْإِثْمِ	گناہ (ظلم) کے ذریعہ
بِالْبَاطِلِ	ناحق طور پر	لِتَأْكُلُوا	تاکہ کھاؤ تم	وَأَنْتُمْ	در انحالیکہ تم
وَتَذَلُّوا ^(۱)	اور لٹکاتے ہو تم	فَرِيقًا	کچھ حصہ	تَعْلَمُونَ	جانتے ہو

۴- حرام مال کھانے کی اور حج کو رشوت دینے کی ممانعت

ابھی وہی سلسلہ بیان ہے: ﴿الضَّيِّقِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ﴾: سختی اور بیماری میں صبر کرنے والے (قابلِ تحمل)۔ مفہارح: صیغہ جمع مذکر حاضر، اذلی: ذول کو بھرنے کے لئے کنوئیں میں ڈالنا، بطور استعارہ: پہنچانا، دینا۔

تعریف ہیں) اس آیت میں اس سلسلہ کے دو حکم ہیں:

پہلا حکم: حرام مال کھانے کی ممانعت، غلط طریقہ پر مال ہتھیلانے سے بچنے کا حکم۔ اور اس کی بہت صورتیں ہیں: چوری، خیانت، دغا بازی، غصب (لوٹ) قمار (سٹہ) رشوت ستانی (لینا) اور ناجائز خرید و فروخت سے مال حاصل کرنا، ان سب صورتوں میں ایک فریق کو سخت تکلیف پہنچتی ہے، مثلاً: کوئی بڑا مال چرائے تو مال کا مالک کتنا پریشان ہوتا ہے؟ اس کی نیند حرام ہو جاتی ہے، مگر حاصل کیا؟ گیا ہو مال واپس تھوڑے آنے گا؟ صبر و برداشت سے کام لے، البتہ چور کو پکڑنے کی اور اس کو سبق سکھانے کی کوشش کرے، تاکہ دوسرے لوگ اس کی آفت سے بچیں، اور اسی پر دیگر معاملات کو قیاس کریں۔ دوسرا حکم: قاضی کو رشوت دینے کی ممانعت: مکان یا زمین کا جھوٹا مقدمہ دائر کیا، اور جج کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرایا، پس جس کا حق مارا ہے اس پر کیا بیتے گی؟ مگر صبر کے سوا چارہ کیا ہے؟

فائدہ: قاضی کا فیصلہ دنیا میں ظاہر او باطن نافذ ہوگا، پولس قابض سے مکان خالی کر کر مدعی کو سونپے گی، مگر آخرت کی سزا سے وہ کیسے بچے گا؟ مدعی نے مکان نہیں قبضہ کیا ہے، بلکہ جہنم کا ایک ٹکڑا خریدا ہے!

آیت کریمہ: (۱) ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق مت کھاؤ (۲) اور تم اموال کو فیصلہ کرنے والوں تک پہنچاتے ہو، تاکہ لوگوں کے اموال کا کچھ حصہ گناہ کے ذریعہ کھاو، جبکہ تم جانتے ہو — کہ مکان یا گھر تمہارا نہیں: ایسا مت کرو۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَهْلَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ بِانْ تَاَتُوا
الْبَيَّوَاتِ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مِنَ اتَّقَىٰ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

يَسْأَلُونَكَ	پوچھتے ہیں لوگ آپ سے	مَوَاقِيتُ ^(۲)	اوقات ہیں	الْبَيَّوَاتِ	گھروں میں
عَنِ الْاَهْلَةِ ^(۱)	مٹے چاندوں کے	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے	مِنْ ظُهُورِهَا	ان کی پیٹھوں سے
قُلْ	بارے میں	وَالْحَجِّ	اور حج کے لئے	وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ	بلکہ نیکی
هِيَ	بتائیں	وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ ^(۳)	اور نیکی نہیں ہے	مِنْ اتَّقَىٰ ^(۴)	جو ڈرا (اللہ سے)
	وہ	بِانْ تَاَتُوا	کہ آؤ تم	وَاتَّقُوا	اور آؤ تم

(۱) الْاَهْلَةُ: الہلال کی جمع: نیا چاند (۲) مواقیت: میقات کی جمع: وقت (۳) البر: نیس کا اسم اور بان تاتوا: خبر پر ہاء زائد آتی ہے (۴) من اتقى: لکن خبر۔

الْبَيُوتِ مِنْ أَمْوَالِهِمْ	گھروں میں ان کے دروازوں سے	وَأَتَقُوا اللّٰهَ	اور ڈرو اللہ سے	لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ	تاکہ تم کامیاب ہوؤ
----------------------------------	-------------------------------	-----------------------	--------------------	----------------------------	-----------------------

۵۔ حج: جان و مال سے مرکب عبادت ہے

ابھی سابقہ سلسلہ کلام چل رہا ہے: ﴿الَّذِينَ فِي الْبَنَاءِ وَالْعَزَاةِ﴾: سختی اور تکلیف میں برداشت کرنے والے (قابل تعریف ہیں) اس کے ذیل میں پانچ احکام بیان فرمائے ہیں، ان میں سے یہ آخری حکم ہے۔

وہ پانچ احکام یہ ہیں:

- ۱۔ قتلِ عمد میں قصاص (برابری کرنے) کا حکم پلٹش میں یہ بھاری حکم ہے۔
- ۲۔ پیچھے ترکے کا بڑا جھمیلا ہو تو حسبِ تعصص شرعیہ وصیت کرنا، تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔
- ۳۔ رمضان کے روزے رکھنا، ایک نہیں مسلسل تیس، نہ کھانا نہ پینا، یہ بھی بھاری حکم ہے۔
- ۴۔ حرام مال نہ کھانا اور رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ نہ کرنا۔

۵۔ حج کی فرضیت، حج اب تو آسان ہو گیا ہے، پہلے اتنا آسان نہیں تھا، حج میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا تھا، یہ جان و مال سے مرکب عبادت ہے، اس میں بڑا مال خرچ ہوتا ہے، آدمی زندگی بھر جوڑتا ہے تب حج کرتا ہے، اور چھ ماہ میں حج سے واپس آتا ہے، اور ”حاجی صاحب“ کہلاتا ہے، اب ہفتہ دس دن میں آجاتے ہیں، اس لئے کوئی اس معزز لقب سے نہیں نوازتا۔

صحابہ کا ایک سوال: عرب کا ملک بے آب و گیاہ ہے، معیشت کا فقدان ہے، زندگی کا مدار اسفار پر تھا، گرمیوں میں ملکِ شام جاتے تھے اور سردیوں میں یمن، اور ضرورت کی چیزیں خرید لاتے تھے، اور علاقہ پہاڑی تھا، اور ملک گرم تھا، دن میں سفر ممکن نہیں تھا، صبح و شام چلتے تھے، زیادہ سفر رات میں کرتے تھے، چاندنی راتوں میں سفر سہولت سے ہوتا ہے، اس لئے صحابہ نے پوچھا کہ چاند سورج کی طرح ایک حالت پر کیوں نہیں رہتا؟ رات بھر روشن رہے تو سفر میں مزہ آجائے، یہ گفتا بڑھتا کیوں ہے؟ اس میں کیا مصلحت ہے؟

جواب: چاند کی یہ صورت حال اس لئے ہے کہ لوگ آسانی سے قمری کلینڈر بنائیں، سورج سے بھی کلینڈر بنتا ہے، مگر وہ دقیق حساب پر مبنی ہے، ہر شخص نہیں بنا سکتا، اور چاند سے تاریخیں جال سے جال بھی متعین کر سکتا ہے۔

جواب کی تفصیل: چونکہ مطالع مختلف ہیں، اور اعتبار آنکھ سے دیکھنے کا ہے، اس لئے چاند کی تاریخیں ایک نہیں ہوتیں، جہاں سب سے پہلے چاند نظر آتا ہے ہمیدہ شروع ہو جاتا ہے، اور جہاں اگلی رات میں نظر آتا ہے وہاں قمری مہینہ ایک دن بعد

شروع ہوتا ہے، البتہ حج کا وقت مکہ مکرمہ کے افاق کا ہلال متعین کرتا ہے، مکہ کے افاق پر جب نیا چاند نظر آتا ہے تو ذی الحجہ کی پہلی تاریخ ہوتی ہے، پھر نوں تاریخ کو قوف عرفہ ہوتا ہے، یہی حج کا سب سے بڑا فرض ہے، دنیا بھر کے لوگوں کو اپنی قمری تاریخیں چھوڑ کر اس تاریخ میں حج کے لئے آنا ہوتا ہے، اس لئے ﴿لِلنَّاسِ﴾ کے بعد حج کا الگ ذکر کیا۔

فائدہ: توحید اہلہ یعنی ساری دنیا کا ایک چاند نہیں ہو سکتا، حج کے علاوہ دیگر دینی اور دنیوی معاملات میں چاند کی تاریخیں مختلف ہونگی، صرف حج میں توحید اہلہ ہو سکتا ہے، اگر یہ تعبیر مناسب ہو، اور نیومون (القمر الحیدر) پر مدد رکھ کر پوری دنیا میں قمری تاریخیں ایک کا تغیر شرعی نظر یہ ہے۔

بوجھ دو بوجھ: ایک تو حج کی عبادت ہی بھاری تھی، پھر جاہلیت نے اس کو اور بھاری کر رکھا تھا، ریت یہ کر رکھی تھی کہ جب حج کا احرام باندھتے تو گھر میں دوازے سے داخل نہیں ہوتے تھے، پشت سے سیزھی سے چڑھ کر آتے تھے، یہ خود ساختہ پابندی تھی، قرآن کریم اس کی تردید کرتا ہے کہ یہ کوئی نیکی کا کام نہیں، نیکی کے کام: حج کے احکام کی تعمیل ہے، پس احرام میں گھر میں آنا پڑے تو دروازے سے آؤ، اور حج میں ممنوعات شرعیہ سے بچو، تاکہ فلاح و کامیابی سے ہمکنار ہوؤ۔

آیت کریمہ: لوگ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں؟ — کبھی سوال کی تفصیل جواب سے معلوم ہوتی ہے، سال میں بارہ ہلال (نئے چاند) ہوتے ہیں، سوال یہ ہے کہ چاند کا یہ نظام کیوں ہے؟ سورج کی طرح وہ ایک حالت پر کیوں نہیں رہتا؟ — آپ بتائیں: وہ لوگوں کے لئے اور حج کے لئے اوقات (متعین کرتے) ہیں — اور نیکی کا کام یہ نہیں کہ تم گھروں میں ان کی پشت سے آؤ، بلکہ نیکی کا کام (حج میں) اللہ کے احکام کی خلاف ورزی سے بچنا ہے، اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ، اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہوؤ!

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُفَاكِهُنَّ ۚ يَتْلُونَ كُفْرَهُمْ وَلَا تَعْتَدُوا لِلَّهِ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝
وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ تَقْتُلُوهُمْ ۖ وَآخِرُ جَوْهَرِهِمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تَقْتُلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقْتَلُوا فِيهِ ۚ فَإِنْ قَتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۚ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ فَإِنْ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ ۚ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ۝ الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَتُ قِصَاصٌ ۚ فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝ وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَأَحْسِنُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

وَقَاتِلُوا	اور لڑو	مِنَ الْقَتْلِ	قتل سے	وَيَكُونُ	ہو جائے
فِي سَبِيلِ	راستے میں	وَلَا تُقْتَلُوا	اور نہ لڑوان سے	الدِّينِ	دین
اللَّهُ	اللہ کے	عِنْدَ الْمَسْجِدِ	پاس مسجد	لِللَّهِ	اللہ کے لئے
الَّذِينَ ^(۱)	ان لوگوں سے جو	الْحَرَامِ	حرام کے	فَإِنْ أَنْتَهُوَ	پھر اگر ہا آ جائیں وہ
يُقَاتِلُونَكُمْ	لڑتے ہیں تم سے	حَتَّى يُلَاقُوا	یہاں تک کہ لڑیں وہ تم سے	فَلَا عُدْوَانَ	تو نہیں ہے عد سے بڑھنا
وَلَا تَقْتُلُوا	اور نہ زیادتی (ابتدا)	فِيهِ	اس میں	إِلَّا	مگر
كُرْهُم	کرو تم	فَإِنْ قَتَلْتُمْ	پس اگر لڑیں وہ تم سے	عَلَى الظَّالِمِينَ	ظلم پیشہ لوگوں پر
إِنَّ اللَّهَ	بیشک اللہ تعالیٰ	قَاتِلْتُمُوهُمْ	تو قتل کرو ان کو	الشَّهْرُ	مہینہ
لَا يُحِبُّ	نہیں پسند کرتے	كَذَلِكَ	یہی	الْحَرَامُ	حرمت والا
الْمُتَعَدِّينَ	زیادتی کرنے والوں کو	جَزَاءُ	سزا ہے	بِالشَّهْرِ	ہل ہے مہینہ
وَأَقْتُلُوهُمْ	اور قتل کرو ان کو	الْكُفَّيرِينَ	دین نہ ملنے والوں کی	الْحَرَامِ	حرمت والے کا
حَيْثُ	جہاں بھی	فَإِنْ أَنْتَهُوَ	پھر اگر ہا آ جائیں وہ	وَالْحُرْمَتِ	اور ادب و احترام میں
تَقِفُ مُوَهُمُ ^(۲)	پاؤں کو	فَإِنَّ اللَّهَ	تو بے شک اللہ	قِصَاصُ	برابری ہے
وَأَخْرِجُوهُمْ	اور نکالو ان کو	عَقُورُ	بڑے بختے والے	فَتَيْنِ اعْتَدَى	پس جو زیادتی کرے
مِنْ حَيْثُ	جہاں سے	رَحِيمُ	بڑے رحم والے ہیں	عَلَيْكُمْ	تم پر
أَخْرِجُوهُمْ	نکال انھوں نے تم کو	وَقَاتِلُوهُمْ	اور لڑوان سے	فَاعْتَدُوا	تو زیادتی کرو تم
وَالْفِتْنَةُ	اور فتنہ (دین سے روکنا)	حَتَّى لَا تَكُونَ	یہاں تک کہ نہ رہے	عَلَيْهِ	اس پر
أَشَدُّ	زیادہ سخت ہے	فِتْنَةً	فساد (دین سے روکنا)	بِشَيْءٍ	مانند

(۱) الدین: صلہ کے عساتھ قاتلوں کا مفعول یہ ہے (۲) تَقِفُ (س) تَقَفَ الشَّيْءُ: کوشش کے بعد پالینا، قابو پانا، تَقِفُ العلم: ماہر ہونا، الشقاۃ: علم و ہنر، تہذیب، کچل۔

مَا اعْتَدَلْتُمْ ^(۱)	زیادتی کرنے کے	مَعَ الْمُتَّقِينَ	ڈرنے والوں کے ساتھ ہیں	بِأَيِّدِيكُمْ	اپنے ہاتھوں کو
عَلَيْكُمْ	تم پر	وَأَنْفِقُوا	اور خرچ کرو	إِلَى اللَّهِ لِكَيْ	ہلاکت میں
وَأَنْفِقُوا لِلَّهِ	اور اللہ سے	رَفِي سَبِيلِ	راتے میں	وَأَحْصُوا	اور نیکی کرو
وَأَعْلَمُوا	اور جان لو	اللَّهُ	اللہ کے	إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ	بیشک اللہ پسند کرتے ہیں
أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ	وَلَا تُلْقُوا	اور نہ ڈالو	الْمُحْسِنِينَ	نیکی کاروں کو

رابط: ﴿الضَّالِّينَ فِي الْبَاسَاءِ وَالضُّلَّاءِ﴾: سے تعلق رکھنے والے پانچ احکام پورے ہوئے، اب ﴿وَجَنِّبُوا الْبَاسِ﴾ کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، یعنی سخت جنگ میں صبر کرنے والے اور جم کر لڑنے والے بھی قابل تعریف ہیں۔

قرآن کریم کبھی واقعہ کے اجزاء کو مقدم و مؤخر کرتا ہے

پہلے (آیات ۶۷-۷۳) میں گائے ذبح کرنے کا واقعہ آیا ہے، اس کا ابتدائی حصہ: ﴿وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا﴾ مؤخر ہے، اور ایسا اس لئے کیا ہے کہ ابتدائی حصہ مستقل حیثیت حاصل کر لے، ورنہ سارا واقعہ ایک ہو کر رہ جائے گا، یہاں بھی آئندہ آیت جو صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی ہے: اس کو مؤخر کیا ہے، اور زیر تفسیر آیات کو جو ایک سال بعد عمرہ القضاء کے موقع پر نازل ہوئی ہیں: مقدم کیا ہے، تاکہ دونوں آیتوں کو مستقل حیثیت حاصل ہو جائے۔

آیات زیر تفسیر اور آئندہ آیت کا پس منظر (شان نزول)

جب غزوہ احزاب سے کفار کا لشکر نامراد واپس لوٹا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے، وہ ہم پر حملہ نہیں کر سکیں گے“ اس کے بعد نبی ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ صحابہ کے ساتھ مکہ مکرمہ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے، اور ہاتھیں ان عمرہ ادا کیا، اس سے شوق مجز کا، کعبہ شریف عربوں کی مشترک عبادت گاہ تھی، ہر ایک کوچ اور عمرہ کرنے کے لئے آنے کی اجازت تھی، اس لئے آپؐ نے اور صحابہ نے خیال کیا کہ اگر وہ عمرہ کرنے کے لئے جائیں گے تو مکہ والے نہیں روکیں گے، چنانچہ آپؐ سنہ ۶ ہجری میں چند روزہ سو صحابہ کے ساتھ ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر اور قربانیاں ساتھ لے کر مکہ کے لئے روانہ ہوئے، ادھر مکہ والوں کو بھی خبر ہو گئی کہ مسلمان عمرہ کرنے آرہے ہیں، انھوں نے طے کیا کہ مسلمانوں کو کسی قیمت پر مکہ میں داخل نہیں ہونے دینا۔

قصہ مختصر: نبی ﷺ صحابہ کے ساتھ حدیبیہ میں رک گئے اور سفارتوں کا سلسلہ شروع ہوا، اور اس بات پر صلح ہو گئی کہ

(۱) ما اعتدلی: ما: مصدر یہ ہے: ای مثل الاعتداء۔

مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس جائیں اور اگلے سال آئیں، مگر ہتھیار ساتھ نہ لائیں، صرف تلوار لائیں اور وہ بھی تھیلے میں ہو، اور مکہ میں صرف تین دن ٹھہریں، پس آئندہ آیت (نمبر ۱۹۶) نازل ہوئی، جس میں احصار کا حکم ہے، پس آپ اور صحابہ قرآنیاں کر کے احرام کھول کر لوٹ گئے۔

واپسی میں راستے میں سورۃ الفتح نازل ہوئی، اس کی (آیت ۲۷) میں فرمایا کہ خواب سچا ہے، اگلے سال یہ طہمین عمرہ کرو گے، مگر ﴿إِنْ شَاءَ اللَّهُ﴾ کی تعلیق بھی کی، یہ قید اس لئے بڑھائی کہ اگلے سال صحابہ بے خوف ہو کر نہ جائیں، پھر ایک سال کے بعد جب آپ نے عمرۃ القضاء کا ارادہ فرمایا تو زیر تفسیر آیات نازل ہوئیں، ان میں اشارہ تھا کہ مکہ والے وعدہ خلافی کر سکتے ہیں اور جنگ کی نوبت آ سکتی ہے، اگر ایسا ہو تو صحابہ ڈٹ کر مقابلہ کریں، اور کفار کو مکہ سے کھدیڑ دیں، چنانچہ فوج ہتھیار ساتھ لے کر چلی، اور مکہ سے آٹھ میل پر یاجج مقام میں ان کو رکھ دیا، اور دو سو آدمی ان کی حفاظت کے لئے رک گئے، باقی صحابہ صرف تلواریں خورجی میں رکھ کر مکہ میں داخل ہوئے، اور مکہ والوں نے حسب وعدہ تین دن کے لئے مکہ خالی کر دیا اور جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

۶۔ مسلمان مکہ پہنچ کر جنگ نہ چھیڑیں البتہ کفار جنگ چھیڑیں تو ان کو نہ بخشیں

جہاں دفاعی بھی ہوتا ہے اور اقدامی بھی، لیکن اس خاص موقع پر مسلمان مکہ پہنچ کر جنگ نہ چھیڑیں، کیونکہ یہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہوگی، البتہ کفار مکہ جنگ پر ٹل جائیں تو ترکی بہ ترکی جواب دیں، ان کو جہاں پائیں قتل کریں، خواہ حرم میں پائیں یا حرم سے باہر، اور ان کو مکہ سے کھدیڑ دیں، جس طرح انھوں نے تم کو مکہ سے نکال دیا ہے، کیونکہ فتنہ (دین اسلام سے روکنا) بھاری گناہ ہے، اس لئے بھاری گناہ کے مقابلہ میں ہلکا گناہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔

﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَفْقَهُوا زُكْرَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا لِلَّهِ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ ۱۰۰ ﴿وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ تَقْبَلُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾

ترجمہ: اور اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑیں، اور زیادتی (ابتدا) مت کرو، بالیقین اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے، اور ان کو قتل کرو جہاں بھی پاؤ، اور ان کو اس جگہ سے نکالو جہاں سے انھوں تم کو (مہاجرین کو) نکالا ہے، اور فتنہ (دین سے روکنا) قتل سے زیادہ سنگین ہے۔ ﴿لَا تَعْتَدُوا﴾: عام حکم ہے اور اس خاص موقع پر ابتدا کرنے کی ممانعت تھی جو صلح حدیبیہ۔

حرم شریف میں دفاعی جنگ جائز ہے

سوال: حرم شریف میں مسلمانوں کے لئے جنگ کیسے جائز ہوگی حرم تو محترم ہے، وہاں قتل و قاتل جائز نہیں!

جواب: حرم میں اقدامی جنگ جائز نہیں، دفاع کر سکتے ہیں، اور مسلمانوں کو اوپر کی آیت میں ابتدا کرنے سے منع کیا ہے، صرف دفاع کی اجازت دی ہے، اور نبی ﷺ نے فتح مکہ میں جو اہم کیا تھا وہ آپ کی خصوصیت تھی۔

﴿وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِۦ ۖ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۚ كَذَلِكَ جَزَاءُ

الْكٰفِرِيْنَ ۖ﴾

ترجمہ: اور تم ان سے مسجد حرام کے پاس (حرم شریف میں) مت لڑو جب تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں، پس اگر وہ تم سے لڑیں تو ان کو قتل کرو، کافروں کی یہی سزا ہے!

جنگ کے دوران دشمن ایمان لے آئے تو جنگ دوک دینا ضروری ہے

دشمن اگر جنگ کے دوران ایمان لے آئیں تو جنگ بند کر دینا ضروری ہے، خواہ انھوں نے مسلمانوں کو کتنا ہی نقصان پہنچایا ہو، اور جس طرح یہ حکم دشمن قوم کے لئے ہے، فرد کے لئے بھی ہے، اب اس کو قتل کرنا جائز نہیں، یہ بات متفق علیہ حدیث میں بھی آئی ہے:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں حکم دیا گیا ہوں کہ لوگوں سے جنگ کروں، یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں، پس جب انھوں نے یہ کام کئے تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال محفوظ کر لئے، مگر حق اسلام کی وجہ سے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے“

اس حدیث میں جنگ کرنے کا نہیں، بلکہ جنگ بندی کا بیان ہے، لیکن اگر آدمی حدیث پڑھی جائے تو غلط فہمی ہوگی کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے، لیکن اگر پوری حدیث پیش نظر رکھی جائے تو یہ غلط فہمی ہرگز نہیں ہوگی۔

﴿فَإِنْ اٰتٰتَهُمْوَا قَاتَلُوْهُمۡ فَقَاتِلۡ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ عَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝۱۱﴾

ترجمہ: پھر اگر وہ باز آجائیں — یعنی اسلام قبول کر لیں — تو اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے رحم والے ہیں!

جہاد اس لئے ہے کہ ظلم رکے اور اللہ کا دین پھیلے

جہاد: دفاعی بھی ہوتا ہے اور اقدامی بھی، اگر دشمن مسلمانوں پر چڑھا آئیں تو ان کو ہٹانا ضروری ہے، جیسے غزوہ احزاب تک کہ کے کافر مدینہ پر چڑھ چڑھ آتے تھے، اور ان کا مقابلہ کیا جاتا تھا، یہ دفاعی جہاد تھا، اور اگر دشمن اسلام کی گاڑی میں روڑا اٹکائیں، دعوت کا کام نہ کرنے دیں یا مسلمانوں پر مسلمان ہونے کی وجہ سے ظلم و ستم ڈھائیں تو بھی ان کا دماغ درست کرنا ضروری ہے، یہ اقدامی جہاد ہے، جیسے معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی کر کے قریش نے اپنے حلیف قبیلہ بنو مکہ

کی مدد کی، اور انھوں نے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ پر ظلم ڈھایا، ان کے بہت سے آدمی مار ڈالے تو نبی ﷺ نے اقدام کیا اور مکہ فتح کر لیا۔

غرض: جہاد فتنہ فرو کرنے کے لئے ہے، اگر کفار ایمان کی راہ نہ روکیں یا مسلمانوں کو ظلم و ستم کا نشانہ نہ بنائیں تو جہاد کی ضرورت نہیں، ملک گیری کے لئے جہاد نہیں، دعوت کا کام کافروں کے ملک میں بھی جاری رہے گا اور اہل سعادت ایمان سے بہرہ ور ہونگے، اور کوئی اکاؤنٹ کاشا رات کرے یا ظلم پر کمر باندھے اور کافر حکومت اس کی پشت پناہ نہ ہو تو اسی کا داغ درست کیا جائے گا، کافر ملک پر حملہ نہیں کیا جائے گا۔

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَالْعَظِيمِينَ﴾

ترجمہ: اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ فرو ہو جائے، اور دین اللہ کے لئے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آجائیں تو ظالموں ہی پر زیادتی ہے۔

اشہر حرام کا پاس و لحاظ دو طرفہ ہونا چاہئے

سوال: مسلمان عمرہ کی فضا کرنے کے لئے ذی قعدہ میں جا رہے تھے، یہ محترم مہینہ تھا، ملتِ ابراہیمی میں چار ماہ قابلِ احترام قرار دیئے گئے تھے: ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور ربیع، پس اگر مکہ والوں کے ساتھ جنگ کی نوبت آئی تو مسلمان کیسے جنگ کریں گے؟

جواب: محترم مہینوں کا ادب اور پاس و لحاظ دو طرفہ ہونا چاہئے، ایک طرف نہیں، مشرکین لحاظ کریں گے تو مسلمان بھی لحاظ کریں گے، اور وہ لحاظ نہیں کریں گے اور آمادہٴ پیکار ہو جائیں گے تو مسلمان جواب دیں گے، ہاتھ نہیں روکیں گے، اسلام میں تو ان مہینوں میں قتل و قتال جائز ہے، اس لئے فرمایا کہ اگر مشرکین زیادتی کریں تو مسلمان برابر کا جواب دیں، زیادتی نہ کریں، اللہ سے ڈریں، اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

﴿الشَّهْرَ الْحَرَامَ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُمُومُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَانْقُضُوا إِلَهُ وَاعْتَمُوا إِلَى اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ﴾

ترجمہ: ادب والا مہینہ ادب والے مہینہ کے عوض ہے، اور ادب و لحاظ میں برابری ہے، پس جو تم پر زیادتی کرے اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے، اور اللہ سے ڈرو، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

جہاد کے لئے دل کھول کر خرچ کرو، ہاتھ نہ روکو، ورنہ نقصان اٹھاؤ گے

دورِ اول میں زینون تھی نہ حکومت کے پاس فتنہ تھا، ہر شخص لڑنا جانتا تھا، اور ہتھیار بھی رکھتا تھا، پھر چھوٹے لشکر اپنی رسد

اور ہتھیار ساتھ لے کر چلتے تھے، اور بڑے لشکر کے خورد و نوش کا انتظام حکومت کرتی تھی، اور اس کے لئے چندہ کیا جاتا تھا، اسی طرح جس کے پاس سواری نہیں ہوتی اور سفر دور کا ہوتا یا غریب ہوتا اور ہتھیار بھی نہیں ہوتے تو اس کے لئے زکات سے خرچ کیا جاتا یا چندہ کیا جاتا۔

مدینہ سے مکہ وں دن کے فاصلہ پر ہے، اور عمرۃ القضاء میں ہتھیار بھی ساتھ لے جانے تھے اور پندرہ سو کے خورد و نوش کا انتظام بھی کرنا تھا، اس لئے لوگوں کو ترغیب دی کہ جہاد کے لئے دل کھول کر خرچ کرو، ہاتھ نہ روکو، ورنہ تمہارا نقصان ہوگا، کیونکہ مسلمانوں کی سرفرازی جہاد میں ہے، اور اس کے لئے خرچ کرنا ضروری ہے۔

فائدہ: جہاد میں خرچ کرنے کا ثواب کم از کم سات سو گنا ہے، اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، نیز جہاد میں خرچ کرنا اللہ کو قرض دینا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ غنیمت کی شکل میں کئی گنا بڑھا کر لوٹاتے ہیں۔

﴿وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

ترجمہ: اور اللہ کے راستہ میں — یعنی جہاد کے لئے — خرچ کرو، اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں مت پڑو — مسلمانوں کی سرخ روئی جہاد جاری رہنے میں ہے، اور ذلت و کبت جہاد رک جانے میں ہے، اور جب فتنہ نہیں ہوگا تو جہاد رک جائے گا، یہی خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے — اور نیک کام کرو — یعنی دل کھول کر خرچ کرو، اور دوسرے نیک کام بھی کرو، چندہ دیا اور نماز نہیں پڑھتا تو کیا فائدہ ہوا! احسان: باب افعال کے معنی ہیں: بنحو کردن: ہر کام عمدہ کرنا، اور عمدہ چندہ دینا یہ ہے کہ اس کے بعد احسان جتا کر دل آزاری نہ کرے — بے شک اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کے ساتھ ہیں — یعنی اگر مجاہدین نیک بندے ہوئے تو کامیابی ان کے قدم چومے گی!

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تُلْقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ، فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ ذَلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلَهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

وَأَتَيْنَا	اور پورا کرو	فَقَذَيْنَهُ	تو بدلوے	إِذَا تَجَمَّعْتُمْ	جب تم لوگو
الْحَجَّ	حج	وَمَنْ صِيَّاهُ	روزے سے	تِلْكَ	یہ
وَالْعُمْرَةَ	اور عمرہ	أَوْ صَدَقَةٍ	یا خیرات سے	عَشْرَةً	دس
لِلَّهِ	اللہ کے لئے	أَوْ سُكُي	یا قربانی سے	كَاعِلَةٍ ^(۳)	پورے ہیں
فَإِنْ أَحْصَيْتُمْ ^(۱)	پس اگر تم روکے جاؤ	فَإِذَا	پس جب	ذَلِكَ	یہ (حکم)
فَمَا اسْتَيسَّرَ	تو جو میسر ہو	أَمْنُهُم	مطمئن ہو جاؤ تم	لَيْسَ	اس شخص کے لئے ہے جو
مِنَ الْهَدْيِ	قربانی سے (پیش کرو)	فَمَنْ تَمَّعَ	تو جس نے فائدہ اٹھایا	لَمْ يَكُنْ	نہ ہوں
وَلَا تَخْطِئُوا	اور نہ منڈاؤ	بِالْعُمْرَةِ	عمرہ سے	أَهْلَهُ	اس کے گھر والے
زُءُوسَكُمْ	اپنے سر	إِلَى الْحَجِّ	حج کے ساتھ	حَاضِرِيهِ	موجود
حَتَّى يَبْلُغَ	یہاں تک کہ پہنچے	فَمَا اسْتَيسَّرَ	تو جو میسر ہو	الْمَسْجِدِ	مسجد
الْهَدْيِ	قربانی	مِنَ الْهَدْيِ	قربانی سے (پیش کرے)	الْحَدَاثِ	حرام کے پاس
مَجْلَةٍ ^(۲)	اس کی جگہ	فَمَنْ لَمْ	پس جو نہ	وَأَتَقُوا	اور ڈرو
فَمَنْ كَانَ	پھر جو کوئی ہو	يَجِدْ	پائے (قربانی)	اللَّهُ	اللہ سے
مِنْكُمْ	تم میں سے	فَوَيْلٌ لَهُ	تو روزے میں	وَأَعْلَمُوا	اور جانو
مَرِيضًا	بیمار	ثَلَاثَةً	تین	أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ
أَوْ يَكُ	یا اس کو	أَيَّامٍ	دن کے	شَدِيدٌ	سخت
أَذًى	تکلیف ہو	فِي الْحَجِّ	حج میں	الْعِقَابِ	سزا دینے والے ہیں
مَنْ زَالَسَهُ	اس کے سر میں	وَسَبْعَةً	اور سات دن کے		

رابطہ: آیات گذشتہ آیات سے ایک سال پہلے نازل ہوئی ہے، اور اس کو مؤخر اس لئے کیا ہے کہ اس کو مستقل حیثیت حاصل ہو جائے، نیز اس لئے بھی کہ اس میں حج کے دیگر مسائل بھی ہیں، اور آگے بھی حج کے مسائل ہیں، پس ان کے ساتھ اتصال ہو جائے گا۔

(۱) انحصار تم: ماضی مجہول، جمع مذکر حاضر، إحصاء: بیماری یا خوف کا روکنا (۲) مَحِلٌّ: ظرف مکان: قربانی (ہدی) کے ذبح کرنے کی جگہ، حرم شریف۔ (۳) کاملہ: عشرہ کی مفت ہے، خبر نہیں ہے۔

اور آیت میں تین مسائل ہیں، اور ان میں ربط ہے، سب سے پہلے احصار کا حکم بیان کیا ہے، احصار میں مجبوراً احرام کھولنا پڑتا ہے، پھر کسی مجبوری میں احرام میں ممنوعات کے ارتکاب کا حکم بیان کیا ہے، اس میں احرام کھلتا تو نہیں مگر احرام میں ممنوعات کے ارتکاب سے فدیہ واجب ہوتا ہے اور فدیہ تین چیزیں ہیں، ان میں قربانی بھی ہے، یہ قربانی حج تمتع اور قرآن میں بھی واجب ہے، اس طرح تیسرا مسئلہ تمتع اور قرآن کا بیان ہوا ہے۔

۷۔ احصار (حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد کوئی مانع پیش آنے) کا حکم

بات یہاں سے شروع کی ہے کہ دیگر عبادات کی طرح حج اور عمرہ بھی اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہونے چاہئیں، کوئی دوسری فاسدیت نہیں ہونی چاہئے، اور شروع کرنے سے دونوں واجب ہو جاتے ہیں، دونوں کو پورا کرنا ضروری ہے، درمیان میں چھوڑ نہیں سکتے، اگر ان کو توڑ دیا تو قضا واجب ہے، اگرچہ حج نفل ہی ہو، اور عمرہ تو احناف کے نزدیک سنت ہی ہوتا ہے، پھر بھی اس کی قضا واجب ہے، البتہ احصار واقع ہو تو قربانی کر کے احرام کھول سکتے ہیں، پھر احناف کے نزدیک جب عذر ختم ہو جائے تو اس کی بھی قضا واجب ہے، دوسرے ائمہ کے نزدیک قضا واجب نہیں۔

تفصیل: کسی شخص نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا (احرام باندھنے سے پہلے احصار تحقق نہیں ہوتا) پھر کوئی حادثہ پیش آیا، ایک یڈینٹ ہو گیا اور ہاسپٹل میں جانا پڑا، یا کسی شدید مرض میں مبتلا ہو گیا، یا کسی جرم کے ارتکاب کی وجہ سے جیل میں چلا گیا، یا سب مال و اسباب چھوڑ دیے ہو گیا، یا دشمن نے روک دیا: ان سب صورتوں میں احناف کے نزدیک احصار تحقق ہوگا، اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک احصار صرف دشمن کے روکنے سے تحقق ہوتا ہے، دیگر عذر اسے احصار تحقق نہیں ہوتا۔

اور احصار میں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک: جہاں احصار ہوا ہے محصر وہیں قربانی کر کے اور سر منڈا کر احرام کھول دے، اور اس پر اس حج یا عمرہ کی قضا واجب نہیں، اور چونکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دشمن کے علاوہ عذر کی صورت میں احصار تحقق نہیں ہوتا اس لئے ان عذر کی صورت میں اُسے بہر حال مکہ پہنچنا ہوگا، پھر عمرے کا احرام تو ارکان عمرہ ادا کرنے سے کھلتا ہے اور حج کا احرام ارکان حج ادا کرنے سے بھی کھلتا ہے اور حج کے دن گذر چکے ہوں تو عمرہ کے افعال کرنے سے بھی کھل جائے گا۔ اس کے علاوہ ان کے نزدیک احرام سے ٹکٹے کی دوسری کوئی صورت نہیں۔

اور احناف کے نزدیک: ہر عذر سے احصار تحقق ہوتا ہے اور احرام ختم کرنے کے لئے ہدی (قربانی) حرم میں بھیجی ضروری ہے، جب وہاں ہدی ذبح ہوگئی تو احرام کھل گیا، اور اس حج یا عمرہ کی قضا واجب ہوگی، اور احرام کھولنے کے لئے سر منڈا نا ضروری ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ائمہ ثلاثہ کی طرح باقاعدہ سر منڈا کر احرام کھولنا ضروری ہے، اور طرفین کے نزدیک جب حرم میں ہدی ذبح ہوگئی تو خود بخود احرام کھل گیا، سر منڈانے کی

ضرورت نہیں۔

﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُخْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِلُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ ۚ﴾

ترجمہ: اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو — یہ مسئلہ احصار کی تمہید ہے — پھر اگر تم روکے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو — وہ پیش کرو، کم سے کم بکری یا بڑے جانور کا سا تو ان حصہ — اور اپنے سروں کو نہ منڈاؤ جب تک ہدی قربان گاہ (حرم میں) نہ پہنچ جائے — یعنی وہاں تک احرام میں رہو، ممنوعات احرام کا ارتکاب نہ کرو، قربانی ہو جانے کے بعد احرام ختم ہو جائے گا۔

عذر کی وجہ سے احرام میں ممنوعات کے ارتکاب کا حکم

حدیبیہ کے میدان میں نبی ﷺ حضرت کعب بن عجرۃ کے پاس سے گذرے، وہ ہانڈی پکار رہے تھے، آپؐ نے دیکھا: ان کے سر سے جوئیں جھڑ رہی ہیں، آپؐ نے پوچھا: ”کیا تمہیں یہ کیڑے پریشان کرتے ہیں؟“ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! بہت پریشان کرتے ہیں! پس آیت نازل ہوئی: اور آپؐ نے ان سے فرمایا: سر منڈاؤ اور فدیہ دیدو، کیونکہ جب تک سر نہیں منڈائے گا بالوں کی جڑوں میں سے میل ختم نہیں ہوگا اور جوؤں کی پیدائش بند نہیں ہوگی — اور فدیہ تین چیزیں ہیں: تین روزے رکھے، یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا جانور ذبح کرے، تینوں میں سے جو چاہے کرے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص عذر کی وجہ سے کسی ممنوع چیز کا ارتکاب کرے تو اس پر فدیہ واجب ہے اور فدیہ یہی ہے: تین روزے، یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا قربانی کرنا۔ آدمی کو تینوں میں اختیار ہے جو چاہے کرے اور بغیر عذر کے ممنوعات احرام کا ارتکاب کرے تو دم واجب ہوگا۔ اب روزے رکھنے اور مسکینوں کو کھانا کھلانے سے کام نہیں چلے گا، قربانی ہی کرنی ہوگی۔ ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾

ترجمہ: پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو — وہ سر منڈا کر — اس کا فدیہ دے، روزوں سے یا خیرات سے یا قربانی سے۔

حج تمتع و قرآن میں قربانی واجب ہے، اور یہ دونوں حج آفاقی کر سکتا ہے

حج کی تین قسمیں ہیں: افراد تمتع اور قرآن، جو مکہ یا داخل میقات کا باشندہ ہے وہ تمتع اور قرآن نہیں کر سکتا، وہ صرف حج افراد کرے گا، اور اس پر قربانی اور طواف و اداع واجب نہیں۔ اور آفاقی تینوں قسم کا حج کر سکتے ہیں۔

حج تمتع کا طریقہ: آفاقی حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہنچے، اور اپنا عمرہ پورا کرے اور احرام کھول

دے، پھر حلال ہونے کی حالت میں مکہ میں رہے، یعنی وطن نہ لوٹے، پھر آٹھ ذی الحجہ کو مکہ ہی سے حج کا احرام باندھے، اور حج ادا کرے، متمتع پر قربانی واجب ہے۔

حج قرآن کا طریقہ: آفاقی میقات سے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھے، پھر احناف کے نزدیک: مکہ پہنچ کر پہلے طواف قدم کرے، یہ سنت ہے، پھر عمرہ کا طواف کرے، اور اس کے بعد عمرہ کی سعی کرے، یہ افعال عمرہ ہیں۔ پھر احرام کی حالت میں مکہ میں ٹھہرا رہے اور نقل طواف وغیرہ عبادتیں کرتا رہے، پھر حج کرے اوروقوف عرفہ کے بعد طواف زیارت کرے اور اس کے بعد حج کی سعی کرے، یہ حج کا طواف اور سعی ہیں، پس قارن پر احناف کے نزدیک دو طواف اور دو سعی لازم ہیں، ایک عمرہ کا طواف اور سعی دوسرا حج کا طواف اور سعی۔

اور ائمہ حلاشہ کے نزدیک قارن مکہ میں پہنچ کر صرف طواف قدم کرے، یہ سنت طواف ہے، پھر احرام کی حالت میں ٹھہرا رہے، یہاں تک کہ حج کرے اور ذی الحجہ کو طواف کرے اور اس کے بعد سعی کرے، یہ طواف وسعی حج اور عمرہ دونوں کے لئے ہیں۔ ائمہ حلاشہ کے نزدیک دونوں کے افعال میں تداخل ہو جاتا ہے اور قارن پر بالا جماع قربانی واجب ہے۔

تمتع اور قرآن آفاقی کا حق ہے، حرم اور حل کے رہنے والے تمتع اور قرآن نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ قریب ہیں جب چاہیں عمرہ کر سکتے ہیں، اس لئے ان کو حج الگ کرنا چاہئے اور عمرہ الگ۔ اور جو دور کے رہنے والے ہیں ان کے لئے حج اور عمرہ کے لئے الگ الگ سفر کرنے میں پریشانی ہے، اس لئے ان کے لئے ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ کرنے کی اجازت ہے، اللہ عز وجل فرماتے ہیں: یہ یعنی حج اور عمرہ ایک سفر میں کرنا اس شخص کے لئے ہے جس کی فیملی مسجد حرام میں نہیں رہتی، یعنی جو مکہ کا یا اس کے ارد گرد کا باشندہ نہیں ہے وہی تمتع اور قرآن کر سکتا ہے۔

اور اگر متمتع اور قارن کے پاس قربانی نہ ہو تو اس کو دس روزے رکھنے ہونگے، تین روزے حج میں اور سات روزے گھر لوٹ کر، اور جو تین روزے حج سے پہلے رکھنے ہیں وہ اشہر حج میں حج کا احرام باندھ کر رکھنے ہیں، مگر مستحب یہ ہے کہ سات تا نو ذی الحجہ کے روزے رکھے، اور باقی سات روزے حج کے بعد مکہ میں بھی رکھ سکتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ذَلِكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ﴾: یہ دس روزے کامل ہیں بملك مبتدا ہے اور عشرة کاملہ مرکب توصیفی خبر ہے، اور عشرة کا معدود صیام محذوف ہے (جمل حاشیہ جلالین) اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو تین روزے مکہ میں رکھے ہیں اور جو سات روزے وطن میں رکھے ہیں: سب کامل ہیں، ان میں ناقص کوئی نہیں، اور یہ بات اس لئے فرمائی کہ کوئی خیال کر سکتا تھا کہ جو تین روزے مکہ میں حج کا احرام باندھ کر رکھے ہیں وہ تو کامل ہیں اور جو سات روزے وطن آ کر رکھے ہیں وہ اس کے برابر نہیں، پس کیوں نہ سب روزے حج میں رکھے جائیں، اس لئے فرمایا کہ دسوں روزے

کامل ہیں، ان میں کوئی روزہ ناقص نہیں، پس یہ خیال ذہن سے نکال دو اور حکم شرعی کے مطابق عمل کرو۔
اور تمتع کے لئے ضروری ہے کہ اشہرج میں عمرہ کیا ہو، کسی نے رمضان میں عمرہ کیا پھر مکہ میں رہ گیا اور موسم حج میں حج کیا تو وہ حج تمتع نہیں، کیونکہ اس نے اشہرج میں عمرہ نہیں کیا، اس لئے اس پر نہ قربانی ہے نہ دس روزے۔

﴿فَإِذَا أَكْمَلْتُمْ فَرَاسَ الْغَنَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَنْ اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ، تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ، ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلَهُ حَاضِرًا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

ترجمہ: پھر جب تمہیں اطمینان نصیب ہو جائے — یعنی مانع ختم ہو جائے یا مانع نہ ہو — تو جو عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر فائدہ اٹھائے — دونوں کو ساتھ ملا کر کرے جیسے قرآن میں یادوں کو علاحدہ علاحدہ کرے جیسے تمتع میں — تو جو ہدی میسر ہو — پیش کرے، یہ دم شکر ہے، قربانی کرنے والا اس سے کھا سکتا ہے — پھر جو ہدی نہ پائے تو حج میں — یعنی حج کے احرام میں — تین روزے رکھے، اور سات جب تم لوٹ جاؤ، یہ دس روزے پورے ہیں — ان میں ناقص کوئی نہیں — یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے پاس نہ رہتے ہوں — یعنی آفاقی ہو، میقات سے باہر کا باشندہ ہو، حری یا غلی نہ ہو — اور اللہ سے ڈرو — یعنی احکام کی خلاف ورزی مت کرو — اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں!

الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَةٌ، فَمَنْ قَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ، وَمَا تَفَعَّلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمُهُ اللَّهُ، وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ، وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ، فَإِذَا أَقَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَيْتُمْ، وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الصَّالِّينَ ۚ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

الْحَجُّ أَشْهُرٌ	حج (کا وقت)	مَعْلُومَةٌ	جانے پہچانے	فِيهِنَّ	ان میں
میں ہیں	میں ہیں	فَمَنْ قَرَضَ	پس جس نے لازم کیا	الْحَجَّ	حج

فَلَا رَفْعَ	تو نذر و شوئی کی باتیں	وَاتَّقُوا	اور ڈرو مجھ سے	وَ اذْكُرُوا	اور یاد کرو اس کو
کرنے ہے	یَا اُولِی الْاَلْبَابِ اے عظمندو!	کَمَا هَدٰیْکُمْ	جس طرح تم کو ہدایت دیکھا	وَاِنْ کُنْتُمْ	اگر چہ تھے تم
اور نہ بے حکمی کرنا ہے	لَیْسَ عَلَیْکُمْ	جُنَاحٌ	کوئی گناہ	مِنْ قَبْلِهِ	قبل ازیں
اور نہ جھگڑنا ہے	اَنْ تَبْتَغُوا	کے چاہو تم	فَضْلًا	روزِ	اور جو کرتے ہو تم
جج میں (احرام میں)	مِنْ رِیْکُمْ	اپنے رب سے	فَاِذَا	پس جب	جانے ہیں اس کو
اور جو کرتے ہو تم	اَقْضٰتُمْ	لو تو تم (طواف کیلئے)	مِنْ عَرَفٰتٍ	عرفات سے	اور تو مشہور لو
کوئی اچھا کام	فَاذْكُرُوا اللّٰهَ	تو یاد کرو اللہ کو	عِنْدَ الْمَشْعَرِ	پاس مشعر	تو شہ کی
جانے ہیں اس کو	الْحَزَّارِ	حرام کے	السَّارِدِ	سوال سے چننا ہے	فَاِنْ حَضَرَ
اللہ تعالیٰ	وَتَزَوَّدُوا	اللہ سے	لَاِنَّ اللّٰهَ	غَفُورٌ رَّحِیْمٌ	غفور رحیم ہیں
اور تو مشہور لو	قَالَ كُذُّوا اللّٰهَ	تو یاد کرو اللہ کو	عِنْدَ الْمَشْعَرِ	پاس مشعر	تو شہ کی
پس بے شک بہتری	السَّارِدِ	سوال سے چننا ہے	فَاِنْ حَضَرَ	غَفُورٌ رَّحِیْمٌ	غفور رحیم ہیں

۸- حج کے احکام

رابطہ جمع اور قرآن میں قربانی کا ذکر آیا تھا، اس لئے اب حج کے احکام بیان فرماتے ہیں:

۱- حج کا وقت: حج کے لئے دو میقاتیں ہیں: زمانی اور مکانی: میقات کے معنی ہیں: احرام باندھنے کا مقررہ وقت، اور جبکہ میقات زمانی: شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے دس بارہ دن ہیں، حج کے پانچ دن ہیں، آٹھ ذی الحجہ سے بارہ ذی الحجہ تک حج ہوتا ہے، مگر حج کا احرام مقدم باندھ سکتے ہیں، البتہ شوال سے پہلے باندھنا مکروہ ہے، اور میقات مکانی: مکہ میں داخل ہونے والے راستوں پر پانچ جگہ ہیں متعین کی ہیں، وہاں سے حج اور عمرے کا احرام باندھتے ہیں، اور تقدیم جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔

﴿اَلْحَجُّ مَشْهُورٌ مَّعْلُومٌ﴾

ترجمہ: حج: چند جانے پہچانے میں ہے — یعنی حج کے مبینہ سب کو معلوم ہیں، ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، اور عمرہ کے لئے جو چھوٹا حج ہے کوئی وقت متعین نہیں، وہ حج کے ایام کے علاوہ سال بھر ہو سکتا ہے۔

۲۔ منوعاتِ احرام: جب حج کا یا عمرہ کا احرام باندھ لیا تو چند پابندیاں لگ جاتی ہیں، ان کا بیان احادیث و فقہ کی کتابوں میں ہے، البتہ تین کام خاص طور پر ممنوع ہیں: ایک: بیوی سے زن و شوئی کی باتیں کرنا، اشارہ کنایہ میں بھی کوئی بات نہ کرے، دوم: شرعی احکام کی خلاف ورزی نہ کرے، کوئی بھی گناہ کا کام نہ کرے، سوم: کسی سے جھگڑانہ کرے، حج میں بات بات میں جھگڑا ہو جاتا ہے، اس سے بچے، برداشت کرے۔

﴿فَمَنْ قَرَضَ فِيهِمْ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾

ترجمہ: جس جوان (مہینوں) میں حج کو لازم کرے — یعنی حج کا احرام باندھے — تو (بیوی سے) زن و شوئی کی باتیں نہ کرے، اور اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرے، اور جھگڑانہ کرے حج (کے احرام) میں۔

فائدہ: اب تو سواریاں تیز رفتار ہیں، مہینوں کا سفر دنوں میں اور دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے، پہلے یہ صورت نہیں تھی، ذوالخلیفہ سے احرام باندھتے تھے، اور دس دن میں مکہ پہنچتے تھے، پھر پانچ دن حج میں لگتے تھے، اس لئے اگر آدمی جوان ہو اور بیوی ساتھ ہو تو زن و شوئی کی باتیں ہو سکتی ہیں، اس لئے خاص طور پر اس کی ممانعت کی۔

اور فسوق: مصدر اور اسم فعل ہے، عموماً عملی گناہ کو فسق کہا جاتا ہے اور ضروریاتِ دین کے انکار کو کفر، جیسے ڈاڑھی منڈانا فسق ہے اور ختم نبوت کا انکار کفر، احرام میں ہر گناہ سے بچنا چاہئے، مسجد میں کوئی شخص بیڑی پہنے تو کتنی بری بات ہے، اسی طرح احرام میں بد نظری کرے تو کتنی بری بات ہے!

اور جدال کے معنی ہیں: جھگڑا کرنا، حج میں کسی سے جھگڑا ہو جاتا ہے تو اس کا اثر زندگی بھر رہتا ہے اور دوسری ہو جاتی ہے تو اس کا اثر بھی ہمیشہ رہتا ہے، اس لئے حج کے سفر میں ساتھیوں سے بنائے رکھے، بگاڑے نہیں۔

۳۔ احرام میں کرنے کے کام: احرام میں سب سے بہتر تبلیہ کی کثرت ہے، علاوہ ازیں ہر نیک کام کرے، نماز کا اہتمام کرے، نفل طواف کرے، نفل نماز پڑھے، قرآن کی تلاوت کرے اور دعا و استغفار میں لگا رہے، وقت ضائع نہ کرے، بندہ جو بھی نیک کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں، وہ اس کا بدلہ دیں گے۔

﴿وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ﴾

ترجمہ: اور تم جو بھی اچھا کام کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں۔

۴۔ حاجی خرج ساتھ لے کر چلے: زمانہ جاہلیت میں یمن کے لوگ خود کو متوکل کہتے تھے، اور خرچ لئے بغیر حج کے لئے آتے تھے، پھر لوگوں سے مانگتے پھرتے تھے، ان کا یہ طریقہ غلط تھا، توکل: ترک اسباب کا نام نہیں، اسباب اختیار کر کے اللہ پر بھروسہ کرنے کا نام ہے، اس لئے حکم دیا کہ حاجی خرج ہمراہ لے کر چلے، تاکہ مانگنے کی نوبت نہ آئے، پھر اس

حکم کی تاکید کے لئے فرمایا: ”اے عقلمندو! مجھ سے ڈرو“، یعنی اس حکم کی خلاف ورزی مت کرو، اگر عقل ہو تو اس کی اہمیت سمجھ میں آئے گی، اس کو معمولی حکم نہ سمجھو۔

﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ، وَاتَّقُونِ يَا أُولِی الْأَلْبَابِ﴾

ترجمہ: اور توشہ ساتھ لے لو، اس لئے کہ توشہ ساتھ لینے کا فائدہ سوال سے بچنا ہے، اور اے عقلمندو! مجھ سے ڈرو!
۵۔ نقد ساتھ نہ لے کر اسباب تجارت ساتھ لینا بھی کافی ہے۔ بعض حاجی وطن سے قابل فروخت سامان ساتھ لاتے ہیں، اور حجام استرہ لے کر آتا ہے، پھر سامان بیچ کر یا حجامت بنا کر خوب کماتے ہیں، یہ بھی توشہ ساتھ لینا ہے، حج کے سفر میں تجارت، کاریگری اور مزدوری ممنوع نہیں، لوگوں کو اس میں شبہ ہو تھا کہ شاید تجارت کرنے سے حج میں نقصان آئے، اس لئے اس کی اجازت دی کہ یہ کوئی گناہ نہیں، مقصود اصلی حج ہو، اور ضمانت تجارت کرے تو ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

﴿لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ﴾

ترجمہ: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے پروردگار سے روزی طلب کرو۔

۶۔ وقوف مزدلفہ واجب ہے، اور وقوف کا وقت فجر کے بعد طلوع سے کچھ پہلے تک ہے: حاجی آٹھ ذی الحجہ کو منیٰ میں جمع ہوتے ہیں، پھر وہاں سے نو ذی الحجہ کو عرفہ کے لئے روانہ ہوتے ہیں، وقوف عرفہ کا وقت نو ذی الحجہ کے زوال سے دس ذی الحجہ کی صبح صادق تک ہے، اور وقوف میں دن کے ساتھ رات کا ایک حصہ ملا ضروری ہے، پھر غروب کے بعد لوگ عرفہ سے لوٹتے ہیں، راستہ میں مزدلفہ پڑتا ہے، وہاں رات گزارتے ہیں، اور صبح صادق کے بعد فجر کی نماز اول وقت پڑھ کر دعاؤں میں مشغول ہوتے ہیں، یہ وقوف مزدلفہ ہے، اور غیر معذروں پر واجب ہے۔

مزدلفہ میں مشعر حرام نامی پہاڑ ہے، نبی ﷺ نے اس کے پاس وقوف فرمایا تھا، مگر وقوف مزدلفہ میں ہر جگہ کر سکتے ہیں، اور وقوف سورج نکلنے سے کچھ پہلے ختم کر کے منیٰ کے لئے روانہ ہوتے ہیں، زمانہ جاہلیت میں لوگ سورج نکلنے کے بعد روانہ ہوتے تھے، نبی ﷺ نے ان کی مخالفت کی، اور طلوع آفتاب سے کچھ پہلے وقوف ختم کر دیا اور منیٰ کے لئے روانہ ہو گئے، یہی اسلامی طریقہ اور ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، جاہلیت کے لوگ اس سے ناواقف تھے، ان کا طریقہ خود ساختہ تھا، اس کی پیروی نہ کی جائے، نیز وہ شرک کے ساتھ ملا کر اللہ کا ذکر کرتے تھے، اس سے بھی بچا جائے اور ایک اللہ کا ذکر کیا جائے۔

﴿فَإِذَا أَقَضْتُم مِّن عَرَفَاتٍ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَيْتُكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ

مِن قَبْلِهِمْ لَمِنَ الضَّالِّينَ﴾

ترجمہ: پھر جب تم عرفہ سے (طواف زیارت کے لئے) لوٹو تو مشعر حرام کے پاس اللہ کو یاد کرو، اور اللہ کو اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو راہ دکھائی، اگرچہ تم پہلے (صحیح طریقہ سے) ناواقف تھے!

۷۔ وقوف عرفہ ہر حاجی پر فرض ہے، اور وہ گناہ بخشوانے کی جگہ ہے: زمانہ جاہلیت میں حج میں جو خرابیاں در آئی تھیں ان میں سے ایک خرابی یہ تھی کہ قریش اور ان کے ہم مذہب حج میں عرفہ نہیں جاتے تھے، مزدلفہ میں رک جاتے تھے، مزدلفہ حرم میں ہے، باقی لوگ عرفات سے لوٹتے تھے، عرفات حرم سے باہر ہے، قریش کہتے تھے: ہم تم (دین میں مضبوط) ہیں، اور ہم قسین اللہ (اللہ کے گھر کے باسی) ہیں، ہم حرم سے نہیں نکلیں گے، حالانکہ وہ تجارت کے لئے شام اور یمن جاتے تھے، اس لئے حکم دیتے ہیں کہ جہاں سے (عرفات سے) سب لوگ طواف زیارت کے لئے لوٹتے ہیں تم بھی وہاں جا کر لوٹو، یہ خطاب خاص قریش سے ہے۔

پھر آخر آیت میں وقوف عرفہ کے فائدہ کا بیان ہے کہ وہ گناہ بخشوانے کی جگہ ہے، تم خود کو اس سے کیوں محروم کرتے ہو، مسلم شریف کی روایت ہے کہ عرفہ کے دن جتنے لوگ جہنم سے آزاد کئے جاتے ہیں اتنے کسی اور دن آزاد نہیں کئے جاتے، اللہ تعالیٰ اس دن قریب ہوتے ہیں، پھر حاجیوں کے ذریعہ ملائکہ پرتحر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: ”میرے یہ بندے کیا چاہتے ہیں؟“ (معفرت چاہتے ہیں) وقوف عرفہ حج کا سب سے اہم رکن ہے، وہاں خاص دعا مغفرت طلبی کی ہونی چاہئے۔

﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا لِلَّهِ لَمَّا لَانَ اللَّهُ عُقُورَ حُرِّ جَعِيمٍ﴾

ترجمہ: پھر لوٹو جہاں سے سب لوگ لوٹتے ہیں، اور (عرفہ میں) اللہ سے گناہ بخشو، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے گناہ بخشنے والے، بڑے رحم فرمانے والے ہیں۔

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۖ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ ۖ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ لِمَنِ التَّقِيُّ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنكُم مَّالِيهِ تَحْشُرُونَ ۝

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَنْاسِكَكُمْ ^(۱) فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لِه فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلْقٍ	پس جب پورے کر لو تم اپنے حج کے کام تو یاد کرو اللہ کو تمہارے یا کہنے کی طرح اپنے باپ و دادوں کو یا اس سے بھی زیادہ یاد کرنا پس بعض آدمی جو کہتا ہے اے ہمارے رب! دیجئے ہمیں دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچائیے ہمیں عذاب النار اور اولیٰک لہم نصیب مِمَّا كَسَبُوا ^(۲) وَاللّٰهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ	اور ان میں سے بعضا جو کہتا ہے اے ہمارے رب! دیجئے ہمیں دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچائیے ہمیں عذاب دوزخ سے انہی لوگوں کے لئے حصہ ہے ان کی کمائی سے اور اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والے ہیں	وَاذْكُرُوا اللّٰهَ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لِه فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلْقٍ	اور یاد کرو اللہ کو رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لِه فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلْقٍ
---	--	--	---	---

۸- حج کے باقی احکام

۸- منیٰ میں کرنے کے کام: دس ذی الحجہ کو مزدلفہ سے منیٰ آ کر پہلے حاجی، حجرہ عقبہ کی رمی کرتے ہیں، اس کا وقت دس کی صبح صادق سے گیارہ کی صبح صادق تک ہے، مگر سب لوگ اول وقت رمی کرنا چاہتے ہیں، اس لئے اڑدھام ہو جاتا ہے اور حادثات پیش آتے ہیں، پس جلدی نہیں کرنی چاہئے، جب چھیڑ ہو جائے تب رمی کرے۔

پھر قارن اور متمتع قربانی کرتے ہیں، ان پر قربانی واجب ہے، مفرد پر قربانی واجب نہیں، پھر سرمنڈوا کر یا زلفیں ہوا کر

(۱) مِمَّا كَسَبُوا: مَنَسِكَ كِی جَمْع: اَعْمَالِ حَج۔ (۲) مِمَّا كَسَبُوا: مَا: مَصْدَرِیہ ہے۔

احرام کھول لیتے ہیں، اور نہادھو کر سلعے ہوئے کپڑے پہن لیتے ہیں، اب احرام کھل گیا، احرام کی پابندیاں ختم، مگر بیوی ابھی حلال نہیں ہوئی، پھر دس ہی کو مکہ جاتے ہیں اور طواف زیارت کرتے ہیں، میرج کا دوسرا اہم رکن ہے، اس کے بعد حج کی سعی کرتے ہیں، اب بیوی بھی حلال ہوگئی، پھر منی لوٹ آتے ہیں اور رات منی میں گزارتے ہیں، طواف زیارت کا وقت بارہ کی شام تک ہے، اور منی کے ایام میں راتیں منی میں گزارنا سنت ہے، اب حج کے اہم کام پورے ہو گئے۔

پھر گیارہ، بارہ ذی الحجہ، اور چاہیں تو تیرہ بھی ایام منی ہیں، گیارہ بارہ میں زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرنی ہے، یہ رمی واجب ہے، اور کوئی تیرہ کو بھی منی میں رک جائے تو زوال سے پہلے بھی رمی کر سکتا ہے۔

اور منی کے دنوں میں تکبیریں کہنا، اللہ کا ذکر کرنا اور دعاؤں میں مشغول رہنا ہے، فرض نمازوں کے بعد ایک مرتبہ جہراً تکبیر تشریف کہنا واجب ہے، عورتیں آہستہ کہیں، اور ایک سے زیادہ مرتبہ تین تک تکبیریں کہنے کا ذکر بھی فقہی کتابوں میں ہے، اور رمی کرتے وقت ہر تکبیر کے ساتھ اللہ اکبر کہنا سنت ہے۔

علاوہ ازیں: شب و روز تکبیر کہنا بھی سلف سے مروی ہے، اور دیگر اذکار، نماز، تلاوت اور اوراد میں مشغول رہنا چاہئے، زمانہ جاہلیت میں منی میں بازار لگتا تھا، مشاعرے ہوتے تھے اور خوب فخریہ قصیدے پڑھے جاتے تھے، اس کی جگہ اسلام نے اللہ کا ذکر رکھا، اس کا غلظہ: فخریہ قصائد سے بھی بلند ہونا چاہئے۔

اور منی کے ایام کا ایک خاص کام دعا کرنا ہے، جاہلیت میں کفار اور آج کے دنیا پرست صرف دنیا مانگتے ہیں، ان کو جو دنیا مقدر ہوتی ہے ملتی ہے، مگر آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، اور مومن بندے دنیا کی خوبی بھی مانگتے ہیں اور آخرت کی خوبی (جنت) بھی، اور دوزخ کے عذاب سے پناہ چاہتے ہیں، ان کی دنیا کی مراد بھی پوری ہوتی ہے اور آخرت کا ثواب بھی جلد ملنے والا ہے، اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والے ہیں، قیامت بس آج ہی چاہتی ہے۔

ان کی جو دعا قرآن میں آئی ہے وہ ایک جامع دعا ہے، نبی ﷺ بھی یہ دعا مانگتے تھے، ہمیں بھی یہ دعا بکثرت مانگنی چاہئے: ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ﴿۱﴾ اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی خوبی عطا فرما اور آخرت میں بھی خوبی (جنت) عطا فرما، اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا (آمین)

﴿وَإِذَا قُضِيَتْ مَتَاتُكُمْ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَمِنْهُمْ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ

ترجمہ: پھر جب تم (وہ ذی الحجہ کو) اپنے حج کے کام پوری کر لو تو (منیٰ میں ایام منیٰ میں) اللہ کو یاد کرو، جیسے (جاہلیت میں) تم اپنے باپ دادوں کو یاد کرتے تھے (یعنی مشاعرہ میں فخریہ قصائد پڑھتے تھے) یا اس سے بھی زیادہ یاد کرو (اور دعا کرو) پس بعضا انسان (جاہلیت میں) کہتا تھا: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دیجئے! — اس نے حَسَنۃ نہیں کہا، اس کو دنیا میں خوبی نہیں چاہئے، بس دنیا ہی چاہئے — اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں — اور دنیا میں جو مقدر ہے وہ ملے گا۔

اور بعضا انسان (مؤمن) کہتا ہے: ”اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں (بھی) خوبی دیجئے، اور آخرت میں (بھی) خوبی، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیے!“ — انہی لوگوں کے لئے ان کی کمائی کا بڑا حصہ ہے — یعنی دنیا میں کئے ہوئے نیک کاموں کا دوچند بدلہ ملے گا — اور اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والے ہیں — یعنی آخرت کا صلہ ملنے میں کچھ بھی نہیں، بس قیامت آیا ہی چاہتی ہے، اس دن ان کے وارے نیارے ہو جائیں گے۔

۹۔ تیرہ ذی الحجہ کی رمی اختیاری ہے: گیارہ، بارہ ذی الحجہ کی رمی تو واجب ہے اور اس کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے، اور اگلی رات کی صبح صادق تک رہتا ہے، اور تیرہ ذی الحجہ کی رمی اختیاری ہے، جو شخص بارہ کو غروبِ شمس سے پہلے منیٰ سے نکل جائے اس پر تیرہ کی رمی نہیں، اور تیرہ کی رات شروع ہو جائے تو اب تیرہ کی رمی کر کے جائے، البتہ تیرہ کو زوال سے پہلے بھی رمی کر سکتا ہے۔

اور زمانہ جاہلیت میں دورائیں تھیں: ایک: تیرہ کی رمی ضروری ہے، بارہ کو چل دینا گناہ ہے، دوسری: رمی صرف بارہ تک ہے، تیرہ کی رمی گناہ ہے — قرآن نے فیصلہ کیا کہ بارہ تک ہی رمی ضروری ہے، البتہ کوئی تیرہ کو رکے اور رمی کرے تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں، بشرطے کہ اللہ سے ڈرے اور گناہ سے بچے، کیونکہ تیرہ کو منیٰ خالی ہو جاتا ہے، اس لئے بدعنوانی کا اندیشہ ہے، مثلاً: معلمین کے ملازمین خیمے اکھاڑ لیتے ہیں، اس لئے ان سے لڑنے لگے، یہ ٹھیک نہیں، ان سے بہتر بارہ کو روانہ ہو جانا ہے۔

﴿وَإِذْ كُرُوا لِلَّهِ فِيْ اٰیٰتِهٖ مَّعْلُوْذُوْنَ ۚ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَئِذٍ فَلَا لِاٰتِمِّ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اٰتِمُّ عَلَيْهِ ۚ لِمَنِ الشَّقٰۤی ۙ﴾

ترجمہ: اور اللہ کو یاد کرو گنتی کے چند دنوں میں — یعنی ایام منیٰ میں جہرات کی رمی کرو، اور ہر تکبری کے ساتھ اللہ اکبر کہو، اور دیگر اذکار بھی کرو — پس جو دونوں میں جلدی لوٹ گیا — یعنی بارہ کی شام کو سورج غروب ہونے سے پہلے منیٰ سے نکل گیا — تو اس پر کوئی گناہ نہیں — کیونکہ تیرہ کی رمی ضروری نہیں — اور جس نے تاخیر کی —

وَالنَّسْلُ ^(۱)	اور اولاد کو	أَحَدُهُ	(تو) پکڑی ہے اس کو	مَنْ يَشْرِي ^(۲)	(وہ ہے) جو خریدتا ہے
وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	الْعِزَّةُ ^(۲)	نخوت (غور)	نَفْسُهُ	اپنی جان
لَا يُحِبُّ	نہیں پسند کرتے	بِالْإِثْمِ	گناہ کے ساتھ	ابْتِغَاءً ^(۳)	چاہتے ہوئے
الْفَسَادَ	فساد (بگاڑ) کو	فَحَصْبُهُ	پس کافی ہے اس کو	مَرْضَاتٍ ^(۵)	خوشنودی
وَلَا ذَارِقِينَ	اور جب کہا جاتا ہے	يَجْهَنَّمُ	دوزخ	اللَّهُ	اللہ کیا
لَهُ	اس سے	وَلَيْسَ	اور البتہ برا ہے (وہ)	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
اَتَّقِ	خوف کر	الْيَهُادُ	گھوڑا	رُؤُوفٌ	نہایت مہربان ہیں
اللَّهُ	اللہ کا	وَمِنَ النَّاسِ	اور بعض انسان	بِالْوَجَادِ	(اپنے) بندوں پر

منیٰ کی دعائیں اور ان کے مختلف اثرات

منیٰ میں کفار اور منافقین نے دعا کی تھی: ”اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں دے“، یعنی دنیا میں مالا مال کر دے، اور مؤمنین دعا کرتے ہیں: ”اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں خوبی عطا فرما اور آخرت میں بھی خوبی عطا فرما“ اب دو مثالیں ذکر فرماتے ہیں، اور دونوں دعاؤں کے زندگی پر مرتب ہونے والے مختلف اثرات دکھاتے ہیں:

۱۔ جس نے دنیا مانگی اور مقدر کی ملی اس کا حال: اخضر بن شریق ایک منافق تھا، مادر عزت دار اور فصیح و بلیغ، خدمت نبوی میں آتا تو قسمیں کھا کر اسلام کا دعویٰ کرتا، آپ اس کی چکنی پھڑی باتوں سے متاثر ہو کر قریب بٹھاتے، پھر جب وہ مجلس نبوی سے اٹھ کر جاتا تو فساد، شرارت اور لوگوں کو ستانے میں لگ جاتا، کسی کی بھتی اجاڑتا، کسی کے گدھے مار دیتا، اور جب اس سے لوگ کہتے کہ خدا کا خوف کرو تو پارہ چڑھ جاتا، اور ضد میں بھر جاتا، یہ صرف دنیا مانگنے والوں کا حال ہے، ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور وہ بہت برا پالتا ہے!

۲۔ دارین کی خوبیاں مانگنے والے کا حال: حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے، راستہ میں کفار قریش کی ایک جماعت نے راستہ روکا، حضرت صہیبؓ سواری سے اتر کر کھڑے ہو گئے، اور ان کے ترکش میں جتنے حیرت سے سب نکال لئے، اور کہا: تم جانتے ہو میں تیر اندازی میں ماہر ہوں، تم میرے پاس اس وقت

(۱) النّسل کے معنی ہیں: اولاد، اور آیت میں شان نزول کے قرینہ سے موسیٰ (گدھے) مراد ہیں (۲) العزّة: عَزَّ يَعُزُّ کا مصدر ہے: غلبہ، زور، بزرگی، غور، بڑائی (۳) شَرِيٌّ: بچپنا، خریدنا، اضداد میں سے ہے۔ (۴) ابتغاء: مفعول لہ (۵) مَرْضَات: اُسم مصدر: خوشنودی، رضامندی۔

تک نہ پہنچ سکو گے جب تک میرے ترکش میں ایک تیر بھی باقی ہے، اور تیروں کے بعد تلوار سے کام لوں گا، اور اگر تم نفع کا سودا چاہتے ہو تو میں تمہیں اپنے مال کا پتہ بتا دیتا ہوں، جو مکہ میں رکھا ہے تم وہ مال لے لو اور میرا راستہ چھوڑ دو، وہ راضی ہو گئے اور حضرت صہیبؓ صحیح سلامت مدینہ پہنچ گئے، جب انھوں نے نبی ﷺ کو یہ واقعہ سنایا تو آپؐ نے دوسرے فرمایا: ”تمہارا سودا نفع بخش رہا! تمہارا سودا نفع بخش رہا!“

اور یہ تو ایک واقعہ ہے، مفسرین نے دیگر صحابہ کے ایسے کئی واقعات لکھے ہیں، یہ دنیا دے کر دین بچاتا ہے، یہی دنیا کی خوبی ہے، جو اللہ تعالیٰ مؤمنین کو عطا فرماتے ہیں۔

آیاتِ کریمہ: ۱- اور بعضا انسان ایسا ہوتا ہے کہ آپؐ کو اس کی بات پسند آتی ہے دنیا کی زندگی کے بارے میں — یعنی بیٹھی بیٹھی باتیں کرتا ہے — اور اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ بناتا ہے — یعنی قسم کھا کر ایمان کا اور اسلام سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے — حالانکہ وہ سخت جھگڑا ہو — جھگڑنے پر آتا ہے تو کسر نہیں چھوڑتا — اور جب (مجلسِ نبوی سے) اٹھ کر جاتا ہے تو زمین میں دوڑتا ہے تاکہ فساد چمکائے اور کبھی اور مویشی کو تلف کرے، اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے، اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کا خوف کراؤ اس کو نگوشت (گھمنڈ) گناہ پر اور بھی ابھارتی ہے — یعنی منع کرنے سے اس کو اور زیادہ ضد چڑھتی ہے — سواس کے لئے دوزخ کافی ہے، اور وہ بہت بری آرام گاہ ہے! — ۲- اور بعضا انسان ایسا ہوتا ہے جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (مال دے کر) اپنی جان خریدتا ہے —

یعنی بچاتا ہے — اور اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں پر نہایت مہربان ہیں!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ فَإِنْ رَكِبْتُمْ مِنَ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاغْلِبُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلُلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۚ سَلَّ بَنِي إِسْرَءِيلَ كَمَ اسْتَيْنَهُمْ مِّنَ آيَةِ بَيِّنَةٍ ۚ وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

۵۰

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ	اے وہ لوگو جو	آمَنُوا	ایمان لائے	ادْخُلُوا	آجاء
------------------------	---------------	---------	------------	-----------	------

پوچھ	سئل	زبردست	عَزِيزٌ	اسلام میں	فِي السِّلْعِ
بنی اسرائیل سے	بَنِي إِسْرَءِيلَ	بڑی حکمت والے ہیں	حَكِيْمٌ	پورے پورے	كَافَّةً ^(۲)
کتی دیں ہم نے ان کو	كَمْ اَتَيْنَهُمْ	نہیں راہ دیکھتے وہ	هَلْ يَنْظُرُوْنَ ^(۳)	اور نہ پیروی کرو	وَلَا تَنْظُرُوْا
نشانیاں	مِّنْ اٰيٰتِهِ	نکمراس بات کی کہ	اِلَّا اَنْ	پیروں کی	خُطُوْبِ
کملی	بَيِّنَةٍ	آئیں ان کے پاس	يَاْتِيَهُمْ	شیطان کے	الشَّيْطٰنِ
اور جو بدل دے	وَمَنْ يُبَدِّلْ	اللہ تعالیٰ	اللّٰهُ	پیشک وہ تمہارے لئے	اِنَّهٗ لَكُمْ
نعمت	نِعْمَةً	ساتبانوں میں	فِي ظُلُمٍ ^(۴)	کھلا دشمن ہے	عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ
اللہ کی	اللّٰهُ	پادل کے	مِّنَ الْغَمَامِ	پھر اگر	فَاَنْ
بعد	مِنْۢ بَعْدِ	اور فرشتے	وَالْمَلٰٓئِكَةُ	پھر پھسل جائیں تمہارے	وَلَكُنْمْ
اس کے آنے کے	مَا جَاۤءَتْهُ	اور طے کرو یا جائے	وَقُضِيَ	بعد	مِنْۢ بَعْدِ
تو اللہ تعالیٰ یقیناً	فَاِنَّ اللّٰهَ	معاملہ	الْاَمْرُ	تمہارے پاس آنے	مَا جَاۤءَتْكُمْ
سخت	شَدِيْدٌ	اور اللہ کی طرف	وَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ	واضح دلائل کے	الْبَيِّنٰتِ
مزا والے ہیں	الْعَقَابِ	لوٹیں گے	تَرْجِعُ	پس جان لو	فَاعْلَمُوْا
❁	❁	تمام معاملات	الْاُمُوْر	کہ اللہ تعالیٰ	اَنَّ اللّٰهَ

سچے پکے مسلمان خوبی سے ہم کنار ہوتے ہیں

جو مومنین منیٰ میں یا دوسرے مواقع میں حَسَنۃ کی دعائیں کرتے ہیں ان کو خوبی اُس وقت حاصل ہوگی جب وہ جو قصد مسلمان بنیں، نام کے مسلمان ہونے سے اور محض دعائیں مانگنے سے خوبی حاصل نہیں ہوتی، اس لئے اللہ تعالیٰ مومنین سے فرماتے ہیں: ”اسلام میں پورے پورے آجاؤ“ یعنی احکام اسلام کی پوری طرح پیروی کرو، اسلام محض ایک مذہب نہیں، بلکہ پورا نظام حیات ہے، اعتقادات، عبادات، معاشرت، شخصی زندگی، معاشی اور اقتصادی نظام، سیاست اور طریق حکومت، بین ملکی تعلقات اور اخلاقی تعلیمات، غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ نہیں، جس میں اسلام نے راہ نمائی نہ کی ہو، ان سب امور میں اسلامی احکام پر عمل کرنا اسلام میں پورا پورا داخل ہونا ہے، اور بعض احکام پر عمل کرنا اور بعض پر عمل نہ کرنا شیطان کی

(۱) سَلَمٌ (سین کا زبر اور زیر) بمعنی مصالحت بھی آتا ہے اور بمعنی اسلام بھی، یہاں اسلام کا مترادف ہے (۲) کافۃ: ادخلوا کے قائل سے حال ہے۔ (۳) ہل: استفہام انکاری ہے (۴) ظلم: غلۃ کی جمع: سائبان۔

بیروی ہے، اور وہ انسان کا کھلا دشمن ہے، خواہشات کے پیچھے لگا دیتا ہے، اور احکام اسلام سے غافل کر دیتا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً، وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ، إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے آ جاؤ — ایمان: تصدیق (دل سے ماننے) کا نام ہے، اور اسلام: اعمال کا نام ہے، ایمان سچ ہے اور اسلام اس سے نکلنے والا درخت، سچ سے اگر درخت نہ نکلے تو پھل کہاں سے کھائے گا — اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو — شیطان نے قہیل حکم سے انکار کیا اور راندہ درگاہ ہوا، مومن بھی احکام اسلام کا انکار کرے گا تو اللہ کا پیارا کیسے ہوگا — بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے — اس کی دشمنی ڈھکی چھپی نہیں، پھر مومن اس کے حکم میں کیوں آئے!

بے عمل مسلمانوں کو اغتباہ

شریعت کے احکام صاف صاف قرآن وحدیث میں بیان کر دیئے گئے ہیں، اب بھی جو مسلمان ان پر عمل نہیں کرتے وہ خوب سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں، کوئی بھی سزا دے سکتے ہیں، مگر بڑے حکمت والے بھی ہیں، مصلحت کے موافق سزا دیتے ہیں، مسلمانوں سے وعدہ ہے: ﴿أَنْتُمْ الْآعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾: تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہوئے [آل عمران ۱۳۹] مگر آج صورت حال بدل گئی ہے، رسوائی ان کا مقدر بن گئی ہے، یہ ان کی بے عملی کی سزا ہے، آج مسلمان ذلت کا رونا تو رہتا ہے، مگر ملٹ کی بے عملی پر نظر نہیں ڈالتا۔

﴿وَإِنْ زُلْزِلْتُمْ فَصَبْرٌ مِمَّا جَاءَ ثَكُمْ الْبَيِّنَاتُ فَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

ترجمہ: پھر اگر تم پھسل جاؤ تمہارے پاس واضح دلائل آنے کے بعد تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ زبردست بڑے حکمت والے ہیں!

فائدہ: مسلمانوں کی بے عملی کی کتنی خوبصورت تعبیر ہے: ”تم پھسل جاؤ“، یعنی بے خبری میں دین سے دور جا پڑو!

بدمعمل مسلمانوں کو سخت اغتباہ

جو لوگ اسلام کے صاف صاف احکام کے بعد بھی اپنی کج روی سے باز نہیں آتے: ان کو سخت دھمکی دیتے ہیں کہ کیا صرف اس کی کسر ہے کہ اللہ پاک خود ابر کے سائبان میں اور جلو میں فرشتے اتر آئیں، اور ان کی سزا کا فیصلہ کر دیا جائے! اگر ان کو ایسا کا انتظار ہے تو وہ بھی ہو کر رہے گا!

﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلُلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَتُؤْتِيَ الْأَمْرَ وَإِلَى

اللَّهُ تُرْجَعُ الْأُمُورُ﴾

ترجمہ: وہ لوگ (بدین مسلمان) صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ابر کے سائبان میں اور (ان کے جلو میں) فرشتے ان پر اتریں، اور معاملہ (سزا کا) نمٹا دیا جائے، اور اللہ ہی کی طرف سارے کام لوٹیں گے — یعنی کوئی بھاگ کر کہاں جائے گا؟ اور سزا سے کیسے بچے گا؟ سب کو اللہ کے پاس پہنچنا ہے، اس وقت ان بد عملوں کو ان کی بد عملی کی قرار واقعی سزا ملے گی!

فائدہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اولین و آخرین کو جمع فرمائیں گے اور سب حساب و کتاب کے منتظر ہونگے کہ اللہ تعالیٰ ابر کے سائبان میں عرش سے کرسی کی طرف اتریں گے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ان سائبان کے گرد اگرد ملائکہ ہونگے — اللہ تعالیٰ کا آنا تشاہدات میں سے ہے، اور صفات تشاہدات کے بارے میں سلف کا مذہب تنزیہ مع التوفیض ہے، پس بالا جمال اس صفت کا اعتقاد رکھنا چاہئے، کیفیت جاننے کی کوشش نہ کرے کہ وہ عقل سے بالاتر ہے۔

کسی نعمت سے محرومی بھی ایک طرح کی سزا ہے

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتوں سے نوازا، جلیل القدر پیغمبر (موسیٰ علیہ السلام) کو ان کی طرف مبعوث کیا، اپنی عظیم کتاب تورات ان کو عنایت فرمائی، اور دنیا جہاں کے لوگوں پر ان کو برتری بخشی، مگر انھوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کو سخت سزا دی، ان کی اقوام عالم پر برتری ختم ہو گئی، اور وہ ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے — آج کے مسلمان اس سے سبق لیں، اللہ نے اس امت کو بھی سر بلندی عطا فرمائی تھی، مگر وہ بے عملی بلکہ بد عملی میں مبتلا ہو گئے تو ان کی عظمت قصہ پارینہ بن گئی، پس کیا اس سزا سے ان کی آنکھ کھلے گی؟

ایک واقعہ: بھائی پاڑیا رحمہ اللہ (ساتھ افریقہ کے تبلیغی جماعت کے امیر) نے مجھے واقعہ سنایا کہ وہ فلسطین میں قریہ خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گاؤں) میں جماعت لے کر گئے، گاؤں کی مسجد بند تھی، کوڑے سے بھری ہوئی تھی، جماعت والوں نے اس کو کھولا اور صاف کیا، پھر گاؤں میں گشت کیا، لوگوں سے مسجد میں آنے کے لئے کہا، انھوں نے جواب دیا: ”اللہ نے ہمارا قبلہ (بیت المقدس) ہمارے دشمنوں (یہود) کو دیدیا ہے، پہلے اللہ ہمارا قبلہ والہاں کریں تب ہم مسجد میں آئیں گے“ — حالانکہ مسلمانوں کا وہ قبلہ ان کے دشمنوں کو اس لئے دیا تھا کہ وہ اس کے اہل نہیں رہے تھے، اور یہ ان کے لئے ایک سزا تھی، مگر انھوں نے اس کو دوسرے معنی پہنا دیئے، علیہا للعجب!

﴿سَلِّ بَنِي إِسْرَآئِيلَ كَذٰلِكَ اَتَيْنٰهُمْ مِنْ اٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ ؕ وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا

جَآءَتْهُۥ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾

ترجمہ: بنی اسرائیل سے پوچھو: ہم نے ان کو کتنی کھلی کھلی نشانیاں دیں؟ اور جو اللہ کی نعمت کو اس کے آنے کے بعد بدل دے تو اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والے ہیں!

زَيْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۱ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ فَبَعَثْنَا فِيْهِمْ رُسُلًا يَّبَشِّرُوْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اُخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۚ وَمَا اُخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدٰى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اُخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاٰذِنِهِ ۚ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۱۲

زَيْنَ	دل کش بنائی گئی	اتَّقَوْا	پرہیزگار ہوئے	فَبَعَثَ ^(۱)	پس بھیجے
لِلَّذِيْنَ	ان لوگوں کیلئے جنہوں نے	فَوْقَهُمْ	ان سے بالاتر ہو گئے	اللّٰهُ	اللہ نے
كَفَرُوا	اسلام قبول نہیں کیا	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	قیامت کے دن	الَّتِيْنَ	انہیاء
الْحَيٰوةَ	زندگی	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	مُبَشِّرِيْنَ ^(۲)	خوش خبری سنانے والے
الدُّنْيَا	دنیا کی	يَرْزُقُ	روزی دیتے ہیں	وَمُنْذِرِيْنَ	اور ڈرانے والے
وَيَسْخَرُوْنَ	اور ہلکی اڑاتے ہیں وہ	مَنْ يَّشَاءُ	جسے چاہتے ہیں	وَاَنْزَلْنَا	اور اتاری
مِنَ الَّذِيْنَ	ان لوگوں کی جو	بِغَيْرِ حِسَابٍ	بے گنے (بے شمار)	مَعَهُمْ	ان کے ساتھ
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	كَانَ النَّاسُ	تھے لوگ	الْكِتٰبِ ^(۳)	آسمانی کتابیں
وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	اُمَّةً وَّاحِدَةً	ایک جماعت	بِالْحَقِّ ^(۴)	دین حق پر مشتمل

(۱) فبعث سے پہلے فاختلو امخدوف ہے، اور حذف کا قرینہ مبشرین و منذرین ہے، اور یونس (آیت ۱۹) میں یہ مخدوف
 مصرع ہے (۲) مبشرین اور منذرین: النبیین کے احوال ہیں (۳) الکتاب میں الف لام جنسی ہیں، سب کتابیں مراد ہیں
 (۴) بالحق: الکتاب کا حال ہے۔

لِيُحْكَمَ ^(۱)	تاکہ فیصلہ کرے وہ	مِنْ بَعْدِ ^(۲)	بعد	لِمَا اُخْتَلَفُوا ^(۳)	اس بات کی جو اختلاف
بَيْنَ النَّاسِ	لوگوں کے درمیان	مَا جَاءَهُمْ ^(۴)	ان کے پاس آنے	فِيهَا	کیا انھوں نے
اُخْتَلَفُوا	اختلاف کرتے ہیں وہ	الْبَيِّنَاتِ ^(۵)	واضح دلائل کے	فِيهِ	اس میں
فِيهِ	اس میں	بَغْيًا ^(۶)	بڑائی جتاتے ہوئے	مِنَ الْحَقِّ ^(۷)	یعنی حق بات کی
وَمَا اُخْتَلَفَ	اور نہیں اختلاف کیا	بَيْنَهُمْ	آپس میں	يَاذُنًا ^(۸)	اپنے حکم سے
فِيهِ	اس میں	قَهْدًا	پس راہ دکھائی	وَاللَّهُ يَهْدِي	اور اللہ تعالیٰ دکھاتے ہیں
اِلَّا الَّذِينَ	مگر ان لوگوں نے جو	اللَّهُ	اللہ نے	مَنْ يَشَاءُ	جسے چاہتے ہیں
اَوْثَرُوا	دیے گئے وہ کتاب	الَّذِينَ	ان لوگوں کو جو	اِلَى صِرَاطٍ	راہ
		اٰمَنُوا	ایمان لائے	مُسْتَقِيمٍ	سیدھی

۹۔ مسلمانوں کی پستی کا سبب مال کی کمی یا عمل کی کمی؟

مکہ کے مشرکین اور مدینہ کے یہود اقتصادیات میں مسلمانوں سے بڑھے ہوئے تھے، اور شروع میں اسلام قبول کرنے والے کمزور تھے، اس لئے کفار نادار مسلمانوں کی ہنسی اڑاتے تھے، کہتے تھے: تم نے نیا مذہب اختیار کر کے کیا پایا؟ آج بھی دانشور اور سیاسی مسلمان: مسلمانوں کی پستی کا سبب ان کی اقتصادی کمزوری کو قرار دیتے ہیں، بے عملی اور بد عملی کی طرف ان کی نظر نہیں جاتی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: دین اسلام قبول نہ کرنے والوں کے نزدیک چونکہ مال ہی بڑا کمال ہے اس لئے وہ غریب مسلمانوں کا ٹھٹھول کرتے ہیں، مگر وہ نہیں جانتے کہ اصل زندگی آگے ہے، آخرت میں یہ کھوٹے سکتے ان سے برتر دہالا ہو سکتے، پس اگر دنیا میں چند روز یہ کم تر ہوئے تو کیا حرج ہے؟ — اور دنیا میں روزی صرف کافروں کو نہیں ملتی، اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں بے گنہ دیتے ہیں، آج عام مسلمانوں اور حکومتوں کے پاس دولت کی کیا کمی ہے؟ مگر پستی گہری ہو رہی ہے!

﴿زَيْنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الدِّينِ اٰمِنُوْا وَالَّذِيْنَ اٰتَقَوْا قَوْعَهُمْ يَوْمَ

(۱) لیحکم کا فاعل: اللہ، کتاب اور نبی تینوں ہو سکتے ہیں۔ (۲) ما: مصدر یہ ہے اور جملہ مضاف الیہ ہے (۳) بغیاً: مفعول لایا حال ہے اور بغی: باب ضرب کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: ضد، سرکشی، زیادتی، میانہ روی سے تجاوز کرنا اور بینہم: بغیاً کی صفت یا حال ہے (۴) لما اختلفوا: ہدی سے متعلق ہے اور ما: مصدر یہ ہے (۵) من الحق: من بیان یہ ہے، اور یہ لما کے ما کے حال کی جگہ میں ہے اور محذوف سے متعلق ہے (۶) یا ذنہ: ہدی سے متعلق ہے۔

الْقِيَامَةِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: کافروں کے لئے دنیا کی زندگی دل کش بنائی گئی، اور وہ ایمان لانے والوں کی جیسی اڑاتے ہیں، اور مقلی مسلمان قیامت کے دن ان سے بالاتر ہونگے، اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہیں بے شمار روزی دیتے ہیں — قرآن کریم نیک مسلمانوں کو خوش خبری سناتا ہے، عام مسلمانوں کو بشارت نہیں سناتا، لہذا مسلمان نیک بننے کی کوشش کریں تاکہ بشارت کے حقدار بنیں!

پستی کا ایک سبب گمراہ فرقے ہیں

شروع میں سب لوگ دین حق پر تھے

جاننا چاہئے کہ پہلا انسان پہلا نبی ہے، پھر آدم علیہ السلام کی نسل ایک عرصہ تک اللہ کے دین پر قائم رہی، پھر شیطان کے ورغلانے سے اور طہائع کے اختلاف سے اختلافات شروع ہوئے، کچھ لوگ دین پر قائم رہے اور کچھ لوگ دین سے نکل گئے، پس اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ قائم فرمایا، انبیاء نے دین داروں کو خوش خبری سنائی اور بے دینوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا، اور اللہ نے نبیوں پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں، جو دین کی تعلیمات پر مشتمل تھیں، ان کے ذریعہ حق و باطل کا فیصلہ کیا جاتا تھا۔

﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ سَوَّاهُ لَمْ يَخْلُقْهُمْ إِلَّا عَلَىٰ فِطْرَةٍ وَاحِدَةٍ لِّعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

ترجمہ: لوگ ایک جماعت تھے — یعنی سب لوگ دین حق پر قائم تھے، پھر ان میں پھوٹ پڑی — پس اللہ نے نبیوں کو مبعوث فرمایا، خوش خبری دینے کے لئے اور ڈرانے کے لئے، اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں، جو دین حق پر مشتمل تھیں، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں وہ مختلف ہو رہے تھے۔

پھر ملتی اختلافات شروع ہوئے اور حقیقت گم ہو گئی!

پھر ملتی اختلافات شروع ہوئے، یعنی ایک ملت کے ماننے والوں میں اختلافات شروع ہوئے، یہود و نصاریٰ میں اختلافات ہوئے، اور مختلف فرقے وجود میں آئے، فرماتے ہیں: پھر جن لوگوں کو آسمانی کتاب دی گئی، ان میں اختلافات شروع ہوئے، ان کے پاس صریح دلائل آنے کے بعد، اور اختلاف بڑائی جتانے کی وجہ سے ہوا، کچھ لوگوں نے اپنی چلائی چاہی، اور انھوں نے نئی راہ نکالی، اس طرح یہود و نصاریٰ میں گمراہ فرقے وجود میں آئے اور حقیقت گم ہو گئی، کوئی فرقہ حق پر

باقی نہ رہا، سب جہنم میں گئے۔

﴿وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ اِلَّا الَّذِينَ اَوْثَقُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ بَعْبًا بِلَهُمْ﴾

ترجمہ: اور دین میں انہی لوگوں نے اختلاف کیا جو وہ (دین) دیئے گئے تھے، ان کے پاس واضح دلائل آ جانے کے بعد، ایک دوسرے پر بڑائی جتاتے ہوئے — ملت میں اختلاف کا یہی سبب ہوتا ہے، طالع آزمائی چلانا چاہتے ہیں اور نئی راہ نکالتے ہیں اور چونکہ ان ملتوں کے لئے ہجاءِ مقدس نہیں تھا، اس لئے کوئی فرقہ حق کا حامل نہ رہا۔

اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ایک جماعت ہمیشہ حق پر برقرار رہے گی

یہودیت اور نصرانیت کے اختلافات اس حد تک پہنچ گئے کہ مذہب کی حقیقت گم ہو گئی، کوئی فرقہ صحیح دین پر باقی نہ رہا، حدیث میں ہے کہ یہود کے اکثر فرقے ہوئے اور نصاریٰ کے بہتر، اور سب دوزخ میں گئے، یعنی ملتی اختلاف میں عیسائی، یہود سے ایک ہاتھ آگے نکل گئے، اور ان میں سے کوئی حق پر نہ رہا، اس لئے سب دوزخ میں گئے۔

پھر اسلام کا زمانہ آیا، مسلمانوں میں بھی ملتی اختلافات شروع ہوئے، اور وہ پیش رو فرقوں سے آگے نکل گئے، ان کے ہتھ فرقے ہوئے، مگر حقیقت گم نہیں ہوئی، ایک جماعت ہمیشہ دین حق پر ثابت رہے گی، کیونکہ یہ آخری دین ہے، اور قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے، اس کی روشنی قیامت تک باقی رہنی ضروری ہے، اس لئے اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی ہے، اور قرآن کی دعوت کا ماڈل (نمونہ) بھی باقی رہنا ضروری ہے، تاکہ بے پڑے پڑے ماڈل دیکھ کر اسلام کو سمجھیں، یہی حق پر باقی رہنے والی جماعت اہل السنۃ والجماعہ ہیں، مخالفت کی آندھیاں چلیں گی مگر اس کا چراغ نہیں بجھے گا۔

﴿فَهَدَىٰ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اٰخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاٰذْنِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے مؤمنین کو دین کے مختلف فیہ مسائل میں حق کی راہ دکھائی، اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں سیدھی راہ دکھاتے ہیں — اس طرح ملت کے ریوڑ میں سے بھیڑیا (شیطان) بڑی تعداد چک لے گیا، یہ بھی پستی کا ایک سبب بنا، آج اہل حق کی مخالفت سب سے زیادہ یہی گمراہ فرقے کرتے ہیں۔

اَمْرٍ حَسْبُكُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ وَلٰكِنَّا يٰۤاَيُّكُمْ مِّثْلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۚ مَسَّتْهُمْ الْبَاسَآءُ وَ الصَّرَآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَضُرُّ اللّٰهَ ۚ اَلَا اِنَّ نَضُرُّ اللّٰهَ قَرِيْبٌ ۝

اور جو لوگ	وَالَّذِينَ	تم سے پہلے	مِنْ قَبْلِهِمْ	کیا خیال کیا تم نے	أَمْ حَسِبْتُمْ
ایمان لائے ان کے ساتھ	أَمْؤُوا مَعَهُ	چھو یا ان کو	مَتَّبِعْتُمْ	کہ پہنچ جاؤ گے تم	أَنْ تَذْهَبُوا
کب مدد (آئے گی)	مَتَّى نَصُرُ	خفی	الْبَاسَاءِ	جنت میں	الْجَنَّةِ
اللہ کی!	اللَّهُ	اور تکلیف نے	وَالضَّرَّاءِ	حالانکہ اب تک نہیں	وَلَقَدْ يَاسِرُونَ
سنو! بھگ	أَلَا إِنَّ	اور ہلائے گئے وہ	وَزُلْزِلُوا	آئے تم پر	أَمْ كُنْزِ الْوَالِدِينَ
اللہ کی مدد	نَصَرَ اللَّهُ	یہاں تک کہ کہنے لگے	هَلْ يَقُولُونَ	ان لوگوں جیسے حالات جو	خَلَوْا
نزدیک ہے	قَرِيبٌ	اللہ کے رسول	الرُّسُولُ	گزر چکے	

اہل حق پیش آنے والی مشکلات سے نہ گھبرائیں

اوپر کی آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں بھی ملحق اختلاف ہو گئے، مگر اہل فرقے وجود میں آئیں گے، مگر ہمیشہ سوادِ اعظم (بڑی جماعت) حق پر قائم رہے گی، نہ اسلام کی تعلیمات نابود ہوگی نہ اس کا ماڈل (نمونہ) ختم ہوگا، البتہ ابتدا اور انتہا میں مسلمانوں کی حالت کمزور ہوگی، حدیث میں ہے: **بَنَیَ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا، وَسَيَعُودُ غَرِيبًا، فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ! إِسْلَامُ كَسْ مِرْسَى كِي حَالَتٍ مِیْن شُرُوعِ هَوَا، اَوْر آگے چل کر پھر یہی صورت ہوگی، پس خوش نصیب ہیں بے چارے مسلمان!** ابتدائے اسلام میں دشمنوں کے ہاتھ سے نبی ﷺ اور مسلمانوں کو بہت ایذائیں پہنچی ہیں، مکی دور کے احوال پڑھتے ہیں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور ہجرت کے بعد بھی مکہ والے بار بار مدینہ پر چڑھائی کرتے تھے، مسلمانوں کو غیبت و نابود کرنے کی ٹھان کرتے تھے، سکون سے سونا حرام تھا، پھر اللہ کی مدد آئی، مکہ مکرمہ فتح ہوا اور عین نصیب ہوا۔

ایسے ہی حالات اہل حق پر آخر زمانہ میں بھی آئیں گے، مسلمان ان حالات سے نہ گھبرائیں، یہ تو ان کو گنہگار (خالص سونا) بنانے کے لئے ہیں، کیا مسلمان یہ سوچتا ہے کہ وہ محض کلمہ پڑھ کر جنت میں پہنچ جائے گا! نہیں! گذشتہ اہل حق کو بھی سخت حالات سے گذرنا پڑا ہے، حدیث میں ہے کہ ایک شخص کو آڑے سے چیر دیا جاتا، ایک کی لوہے کی کنگیوں سے کھال کھینچ لی جاتی، مگر یہ چیز اس کو ایمان سے نہیں پھیرتی تھی، اور حالات اتنے سنگین ہو جاتے تھے کہ اس زمانہ کے رسول اور مومنین بہ مقتضائے بشریت پریشان ہو کر پکاراٹھتے تھے کہ الہی! مدد کب آئے گی! تب دریائے رحمت جوش میں آتا اور وحی آتی کہ گھبراؤ نہیں، اللہ کی مدد آیا جا رہی ہے۔

اسی طرح ہر زمانہ کے مسلمانوں کو دشمنوں کے غلبہ اور ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں سے گھبرانا نہیں چاہئے، برداشت کریں، اور ہمت نہ ہاریں:

تیزی باو مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب ﴿﴾ یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے!

آیت پاک: کیا تم یہ سمجھے ہوئے ہو کہ جنت میں پہنچ جاؤ گے، حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم پہلو لوگوں پر آچکے ہیں، ان کو سختی اور تکلیف پیش آئی اور وہ ہلا کر رکھ دیئے گئے، یہاں تک کہ اللہ کے رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے کہنے لگے: ”اللہ کی مدد کب آئے گی؟“ سنو! اللہ کی مدد آچکا ہے!

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلْ مَا أَنْفَقْتُ مِنْ خَيْرٍ فَلِلَّهِ الْكَفَالُ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ٥

يَسْأَلُونَكَ	لوگ آپ سے پوچھتے ہیں	مِنْ خَيْرٍ ^(۱)	مال فراواں سے	وَابْنِ السَّبِيلِ	اور مسافروں کیلئے ہے
مَاذَا	کیا	فَلِلَّهِ الْكَفَالُ	پس مال باپ کے لئے	وَالْمَسْكِينِ	اور جو خرچ کرو گے تم
يُنْفِقُونَ	خرچ کریں؟	وَالْأَقْرَبِينَ	اور رشتہ داروں	مِنْ خَيْرٍ ^(۱)	بہت مال سے
قُلْ	کہیں	وَالْيَتَامَىٰ	اور یتیموں	فَإِنَّ اللَّهَ	تو بے شک اللہ تعالیٰ
مَا أَنْفَقْتُ	جو خرچ کیا تم نے	وَالْمَسْكِينِ	اور محتاجوں	بِهِ عَلِيمٌ	اس کو خوب جانتے ہیں

۱۰۔ مال فراواں سے خرچ کرنے کی جگہیں (مالی قربانی)

جب مسلمانوں کے حالات کمزور ہوں یا اسلام کا کوئی سرپرست نہ ہو تو مصائب سہنے کے علاوہ مال کثیر سے اتفاق بھی ضروری ہے، سوال کیا گیا کہ کیا خرچ کریں؟ جواب دیا کہ جس کے پاس مال فراواں ہو، اس کی ضروریات سے زیادہ ہوتو وہ مال باپ پر، رشتہ داروں پر، یتیموں پر، غریبوں پر اور مسافروں پر خرچ کرے، اور دیگر وجوہ خیر میں خرچ کرے گا تو اس سے بھی اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں اس کا ثواب بھی ضرور عطا فرمائیں گے۔

فائدہ (۱): یہ اتفاق: زکات سے عام ہے، مال باپ کو زکات دینا جائز نہیں۔

فائدہ (۲): غیر اسلامی ملک میں، بلکہ اب تو مسلمانوں کے ملک میں بھی ملتی کاموں میں خرچ کرنا ضروری ہے، ملت کی گاڑی اسی سے چلے گی، البتہ لوگ مال خوروں سے ہوشیار رہیں۔

آیت کریمہ: لوگ آپ سے پوچھتے ہیں: کیا خرچ کریں؟ بتادیں: جو بھی مال فراواں خرچ کرو تو وہ مال باپ،

(۱) خصوصاً: بھائی، ہر اچھا کام، جو چیز سب کو پسند ہو، شر اس کی ضد ہے، اور جب مال کے لئے خیر استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ مال ہوتا ہے جو کثیر ہو اور حلال طریقہ پر حاصل کیا گیا ہو۔

رشتہ داروں، قیموں، غریبوں اور مسافروں پر خرچ کرو، اور تم جو بھی حلال بہت مال (وجوہ خیر میں) خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہیں!

کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهُ لَكُمْ وَعَلَيْكَ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ
وَعَلَيْكَ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ٢٥٧

کُتِبَ	لکھا گیا	اَنْ تَكْرَهُوا	کہنا پسند کرو تم	وَهُوَ	اور وہ
عَلَيْكُمْ	تم پر	شَيْئًا	کسی چیز کو	مَنْزُ لَكُمْ	بری ہو تمہارے لئے
الْقِتَالُ	لڑنا	وَهُوَ	اور وہ	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
وَهُوَ	در انحالیکہ وہ	خَيْرٌ لَّكُمْ	بہتر ہو تمہارے لئے	يَعْلَمُ	جانتے ہیں
كُرْهُ	ناگوار ہے	وَعَلَيْكَ	اور ہو سکتا ہے	وَأَنْتُمْ	اور تم
لَكُمْ	تمہیں	اَنْ تُحِبُّوا	کہنا پسند کرو تم	لَا تَعْلَمُونَ	نہیں جانتے
وَعَلَيْكَ	اور ہو سکتا ہے	شَيْئًا	کسی چیز کو		

جہاد میں فوائد ہیں، اگرچہ یہ حکم لوگوں کو بھاری معلوم ہوا (جانی قربانی)

مال کی قربانی کی طرح جان کی قربانی بھی ضروری ہے، ملت کی سر بلندی اسی میں ہے، یہ حکم اگرچہ لوگوں کو ناگوار ہوگا، مگر ان کے لئے مفید ہے، کیونکہ آدمی کی پسند یا ناپسند کا اعتبار نہیں، بیمار کا جی ایک چیز کو چاہتا ہے مگر حکیم منع کرتا ہے تو حکیم کی بات ماننا ضروری ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ جہاد میں فوائد ہیں، لوگ اس کو نہیں جانتے، پس وہ اللہ کے حکم کو قبول کریں، اور جان کی بازی لگانے کے لئے تیار رہیں۔

فائدہ: شرعی جہاد کے لئے اجتماعیت اور امارت ضروری ہے، کئی دور میں امارت تھی مگر اجتماعیت نہیں تھی، اس لئے جہاد کا حکم نہیں آیا، پھر جب مدنی دور میں دونوں باتیں حاصل ہوئیں تو جہاد کی اجازت ملی، پہلے دفاعی جہاد کی اجازت ملی، پھر اقتداری جہاد کی نوبت آئی۔

آیت کریمہ: تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے، جبکہ وہ تمہیں ناگوار ہے، اور ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو، اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو، اور وہ تمہارے حق میں بری ہو، اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے — اس سے یہ اصولی بات معلوم ہوئی کہ احکام کی مصلحتوں اور حکمتوں کا جاننا ضروری نہیں، بے چوں و چرا

احکام پر عمل کرنا ضروری ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۚ وَصَدٌّ عَن
سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ
وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَن
دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَن دِينِهِ فَمَا لِهَيْبَتِهِ ۚ وَهُوَ كَافِرٌ
فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ
فِيهَا خَالِدُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجْهَهُمْ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ يُرْجَوْنَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

يَسْأَلُونَكَ	پوچھتے ہیں وہ آپ سے	وَكُفْرٌ بِهِ	اور اس کو نہ ماننا	أَكْبَرُ	زیادہ بڑا ہے
عَنِ الشَّهْرِ	محترم مہینہ کے	وَالْمَسْجِدِ ^(۳)	اور (روکنا) مسجد	مِنَ الْقَتْلِ	مار ڈالنے سے
الْحَرَامِ	بارے میں	الْحَرَامِ	حرام سے	وَلَا يَزَالُونَ	اور برابر وہ
قِتَالٍ فِيهِ ^(۱)	اس میں لڑنے کے بارے میں	وَإِخْرَاجُهُ ^(۴)	اور نکالنا	يُقَاتِلُونَكُمْ	لڑیں گے تم سے
قُلْ	کہو	أَهْلِهِ مِنْهُ ^(۵)	اس کے باشندوں کو	حَتَّى يَرُدُّوكُمْ	یہاں تک کہ پھر دیں تم کو
قِتَالٍ فِيهِ	اس میں لڑنا	عَنِ دِينِكُمْ	اس سے	عَنِ دِينِكُمْ	تمہارے دین سے
كَبِيرٌ	بڑا ہے	أَكْبَرُ ^(۶)	زیادہ بڑا ہے	وَمَنْ يَرْتَدِدْ	اگر طاعت رکھیں وہ
وَصَدٌّ ^(۲)	اور روکنا	عِنْدَ اللَّهِ	اللہ کے نزدیک	وَمَنْ يَرْتَدِدْ	اور جو شخص پھر جائے گا
عَنِ سَبِيلِ	راہ	وَالْفِتْنَةُ	اور فتنہ (اللہ کے دین	مِنْكُمْ	تم میں سے
اللَّهُ	خدا سے		سے روکنا)	عَنِ دِينِهِ	اپنے دین سے

(۱) قتال فیہ: الشہر الحرام سے بدل اشمال ہے (۲) صدہ: مبتدا اور اکبر خبر ہے (۳) المسجد کا عطف سبیل پر ہے
(۴) اخراج کا عطف صدہ پر ہے (۵) منہ کا مرجع المسجد ہے (۶) اکبر: بڑا، بہت بڑا، اس کا مفہوم کبیرہ گناہ نہیں، البتہ
اس کے مفہوم میں برائی ہے، اور یہ مماشات مع الخصم ہے۔

فَقِمْتْ	پس سرے گا	أَصْحَبُ النَّارِ	دوزخ والے ہیں	فِي سَبِيلِ اللَّهِ	راہِ خدا میں
وَهُوَ كَافِرٌ	دراں حالیکہ وہ منکر ہے	هُمْ فِيهَا	وہ اس میں	أُولَئِكَ	وہی لوگ
فَأُولَئِكَ	تو وہی لوگ	خَالِدُونَ	ہمیشہ رہنے والے ہیں	يَرْجُونَ	امید رکھتے ہیں
حَبِطَتْ	اکارت گئے	إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ	رَحِمَتْ	رحمت
أَعْمَأْنُهُمْ	ان کے کام	آمَنُوا	ایمان لائے	اللَّهُ	خداوند کی
فِي الدُّنْيَا	دنیا میں	وَالَّذِينَ	اور جو لوگ	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
وَالْآخِرَةِ	اور آخرت میں	هَاجَرُوا	انہوں نے ہجرت کی	عَفُوًّا	بڑے بخشنے والے
وَأُولَئِكَ	اور وہی لوگ	وَجَهَنَّمَ	اور لڑے	تَحِيمًا	بڑے رحم والے ہیں

رجب میں قتل کو کیا روتے ہو، اپنے کړوت تودیکھو!

رابطہ: گذشتہ آیت میں قاتل کی فریضت کا بیان تھا، اب ماہِ رجب میں بے خبری میں ہونے والے ایک قاتل کو لے کر مشرکین مکہ نے جو آسمان سر پہ اٹھا لیا تھا، اس کا جواب ہے۔ جاننا چاہئے کہ جہاد بارہ مہینے جائز ہے، دفاعی بھی اور اقامتی بھی، سورۃ التوبہ (آیت ۳۶) کی تفسیر میں بہت سے غزوات و سرایا کا ذکر ہے جو اشہر حرام میں پیش آئے۔

شانِ نزول: غزوہ بدر سے پہلے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک دس نفری سر یہ روانہ کیا گیا، اس کو مکہ اور طائف کے درمیان ٹخنہ مقام میں قیام کرنا تھا، اور مکہ والوں کی نقل و حرکت سے مدینہ والوں کو مطلع کرنا تھا، اس سر یہ کی ایک تجارتی قافلہ سے ٹکھیر ہو گئی، اس میں عمرو بن الحضرمی مارا گیا، اور دو شخص گرفتار ہوئے، یہ واقعہ اتفاق سے رجب کی پہلی تاریخ میں پیش آیا، پھر جب مشرکین قیدیوں کو چھڑانے کے لئے مدینہ آئے تو انہوں نے شور مچایا کہ مسلمانوں نے حرام مہینوں کا خیال نہیں کیا، رجب میں ہمارے آدمی کو مار ڈالا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت میں دو باتیں کہی گئی ہیں:

پہلی بات: رجب میں قتل کو کیا روتے ہو تم اپنی حرکتوں پر تو غور کرو، وہ قتل سے سنگین ہیں، ان کی بہ نسبت قتلِ ہلکی بات ہے۔ مشرکین کی چار حرکتیں: (۱) وہ لوگوں کو دینِ اسلام سے روکتے تھے (۲) خود بھی دینِ اسلام کو قبول نہیں کرتے تھے (۳) لوگوں کو مسجدِ حرام سے روکتے تھے، ہجرت سے پہلے مسلمانوں کو کعبہ شریف کے پاس نماز نہیں پڑھتے دیتے تھے (۴) مہاجرین کو پہلے ہجرت حبشہ پر مجبور کیا، پھر ہجرت مدینہ پر۔

اللہ کے نزدیک مشرکین کے یہ کام قتل سے زیادہ سنگین ہیں، فقہ (اللہ کے دین سے روکنا، اور اللہ کا دین قبول کرنے

والوں پر ظلم کرنا) قتل سے بھاری گناہ ہے، کیونکہ قتل سے تو دنیا کی زندگی ختم ہوتی ہے، اور اللہ کے دین سے روکنے سے آخرت برباد ہوتی ہے، اور اشد کے مقابلہ میں اخف کو اختیار کیا جاتا ہے، پس تم اپنی حرکتوں سے رجب میں پیش آنے والے واقعہ کا موازنہ کرو تمہاری سمجھ میں اس کا جواز آ جائے گا۔

دوسری بات: مشرکین مکہ اشہر حرام کا پاس دلچاظ نہیں کریں گے، وہ برابر تمہارے ساتھ لڑیں گے یہاں تک کہ ان کا مقصد حاصل ہو جائے، ان کا مقصد تمہیں دین اسلام سے پھیر دینا ہے، مگر یہ بات ان کے بس میں کہاں ہے؟ یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے، اور اللہ تعالیٰ ایمان کی برکت سے کلمہ طیبہ پر مومنین کو دنیا و آخرت میں ثابت قدم رکھتے ہیں، ان کے نہ دنیا میں ایمان سے قدم ڈگمگاتے ہیں، نہ محشر میں وہ حواس باختہ ہونگے، نہ آگے ان کو کوئی گھبراہٹ پیش آئے گی۔

پھر بات آگے بڑھائی ہے:

فرماتے ہیں: فرض کرو تم میں سے کوئی دین اسلام سے پھر جائے، پھر اس کی موت کفر کی حالت میں آئے تو اس کی دنیا بھی برباد ہوگی اور آخرت بھی، دنیا میں اس کی بیوی نکاح سے نکل جائے گی، مسلمان مورث کا وارث نہیں ہوگا، حالت اسلام کی نمازیں اور روزے کا اہتمام ہو جائیں گے، نہ اس کا جنازہ پڑھا جائے گا اور نہ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، اور آخرت میں ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جائے گا۔

فائدہ: اگر وہ شخص پھر مسلمان ہو جائے، اور وہ فرض حج کر چکا ہو تو بشرط وسعت دوبارہ حج کرنا امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ضروری ہے، اور گزشتہ نماز روزوں کا ثواب نہیں ملے گا (فائدہ ختم ہوا)

پھر جہنمیوں کے بالمقابل مومنین کا ذکر ہے، یہ قرآن کریم کا اسلوب ہے، وہ ایک فریق کے بعد دوسرے فریق کا ذکر کرتا ہے، فرماتے ہیں: اور جنھوں نے دین اسلام قبول کیا، اور اس کی خاطر وطن چھوڑ دیا اور راہِ خدا میں دشمنوں سے لوبالیا وہی لوگ رحمتِ خداوندی کے سزاوار ہیں، اور اللہ بڑے بخشنے والے ہیں، وہ ان کی کوتاہیوں سے درگزر کریں گے، اور وہ بڑے مہربان ہیں، آخرت میں نعمتوں سے مالا مال کر دیں گے۔

آیاتِ کریمہ: لوگ آپؐ سے محترم مہینہ (رجب) میں لڑنے کے بارے میں پوچھتے ہیں — کہ مسلمانوں نے اس کا لحاظ کیوں نہیں کیا؟ اور ہمارے آدمی کو قتل کیوں کیا؟ — آپؐ کہیں: اس میں لڑنا بڑا (گناہ) ہے — کیونکہ جہاد فیجہاد لذات اور حسن الغیر ہے، جہاد میں لوگوں کو مارا جاتا ہے اس لئے برا ہے، لیکن اس میں اللہ کے دین کی سر بلندی ہے، اس لئے اچھا ہے، پس قتل فی نفسہ برا ہے، یہ مماشات مع الخصم ہے — اور اللہ کے راستے سے (دین اسلام سے) روکنا، اور اس دین کو نہ ماننا، اور مسجدِ حرام (میں نماز پڑھنے) سے روکنا، اور وہاں کے باشندوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے

نزدیک سنگین ہے، اور قنہ (اللہ کے دین سے بچانا) قتل سے بھی سنگین ہے — پیٹھ پر مارا کہ تمہارے ان کرتوتوں کے جواب میں رجب میں قتل برائیں!

(دوسری بات:) اور مشرکین تم سے برابر لڑیں گے — یعنی وہ محترم مہینوں کا لحاظ نہیں کریں گے — یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں، اگر ان کا بس چلے! — یعنی اشہر حرم کا لحاظ و طرفہ ہونا چاہئے، کافر تو ہر وقت لڑیں اور مسلمان اشہر حرم میں ہاتھ روک لیں تو نقصان کس کا ہوگا؟

اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے، پھر بحالت کفر اس کی موت آئے تو ان کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو جائیں گے، اور وہی لوگ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں!

بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی اور اللہ کے دین کے لئے دشمنوں سے لڑا یا وہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں، اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے مہربانے والے ہیں!

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۚ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ۚ وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۗ قُلِ الْعَفْوَ ۚ كَذَلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ۝ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ ۖ قُلِ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ ۚ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَآخِذُوا لَهُمْ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

يَسْأَلُونَكَ	لوگ آپ سے پوچھتے ہیں	فِيهِمَا	دونوں میں	أَكْبَرُ	بڑا ہے
عَنِ الْخَمْرِ	شراب کے بارے میں	وَالْمَيْسِرِ	بڑا گناہ ہے	مِن نَّفْعِهِمَا	دونوں کے فوائد سے
وَالْمَيْسِرِ	اور سب سے (جوے) کے	وَمَنَافِعُ	اور فائدے ہیں	وَيَسْأَلُونَكَ	اور لوگ آپ سے پوچھتے ہیں
	بارے میں	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے	مَاذَا	کیا
قُلْ	کہو	وَأَنِتَّهُمَا	اور دونوں کا گناہ	يُنْفِقُونَ	خرچ کریں

(۱) خمر: اصل میں انگور کے کچے پانی کا نام ہے جبکہ نشہ آور ہو جائے، پھر بجاز اہریشلی شراب کو فرما دیتے ہیں (۲) المیسر: اسم مصدر: مجوا، مجوا، کھیلنا، ہر وہ کھیل جس میں جوے کی طرح بازی لگائی جائے، میسر (ض، س، ک، میسر): آسان ہونا، سٹے میں آسانی سے مال لیا جاتا ہے اس لئے اس کو میسر کہتے ہیں۔

قُلْ	کہو	وَ الْاِخِرَةُ	اور آخرت میں	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
الْعَفْوُ ^(۱)	جو اپنے خرمج سے بچے	وَيَسْأَلُوْكَ	اور لوگ آپ سے	يَعْلَمُ	جانتے ہیں
كَذٰلِكَ	اس طرح	عَيْنِ الْيَسْخٰى	پوچھتے ہیں	الْمُفْسِدِ	بگاڑنے والے کو
يُؤَيِّدُ	کھول کر بیان کرتے ہیں	قُلْ	کہو	مِنَ الْمُصْلِحِ	سنوارنے والے سے
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	اِصْلَاحُ لَهُمْ	سنوارنا ان کے لئے	وَلَوْ شَاءَ	اگر چاہے
لَكُمْ	تمہارے لئے	حٰزِئٌ	بہتر ہے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
الْاٰثِيْنَ	احکامات	وَ اِنْ	اور اگر	لَا عَنَتَكُمْ ^(۲)	تو دشواری میں ڈالے تم کو
لَعَلَّكُمْ	تا کہ تم	تَخَاطَطُوْهُمْ ^(۳)	ملا لوقم ان کو	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
تَتَفَكَّرُوْنَ	سوچو	فَاِخْوَانَكُمْ	پس وہ تمہارے بھائی ہیں	عَزِيزٌ	زبردست
فِي الدُّنْيَا	دنیا میں			حَكِيْمٌ	بڑی حکمت والے ہیں

احکام میں مصالح و مفاسد کی رعایت کی جاتی ہے

رابطہ: ابھی (آیت ۲۱۶) میں جہاد کی فرضیت کا بیان تھا، اس میں فرمایا تھا کہ یہ حکم لوگوں کو ہماری معلوم ہوگا، مگر وہ ان کے لئے مفید ہے، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور وہ نہیں جانتے، پھر (آیت ۲۱۷) میں رجب میں قتال کا جواز بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿الْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾۔ لوگوں کو دین سے ہٹانا رجب میں قتل سے ہماری گناہ ہے، اور اشد کے مقابلہ میں اخف کو برداشت کیا جاتا ہے، اب دور تک ایسے احکام بیان فرماتے ہیں جن میں مصالح و مفاسد کی رعایت ہے، زیر تفسیر آیات میں ایسے تین احکام ہیں۔

۱۔ شراب اور سہ اس لئے حرام ہیں کہ ان کی خرابی ان کے فوائد سے بڑھی ہوئی ہے

شراب اور سہ میں اگرچہ لوگوں کے لئے فوائد ہیں، اسی لئے لوگ شراب پیتے ہیں، عقلمند بھی پیتے ہیں، اور سہ کھیتے ہیں، حکومٹیں بھی کھیتی ہیں، مگر دونوں کی خرابی ان کے فوائد سے بڑھی ہوئی ہے، سنار کی سوا اور لوہار کی ایک ہے، اس لئے اللہ کی شریعت میں دونوں حرام ہیں۔

(۱) العفو: اسم مصدر: حاجت سے زیادہ، بقدر طاقت جو بن پڑے عفاً یعفو: معاف کرنا۔ (۲) تَخَاطَطَ مُخَالَطَةُ: دو چیزوں کو باہم ملانا۔ (۳) إِفْعَاتٌ: مشقت میں ڈالنا۔ اَلْعَنَتُ: مشقت۔

زیر تفسیر آیت ذہن سازی کے دوسرے مرحلہ کی ہے

شراب: عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، ہر شخص اس کا رسیا تھا، اسی طرح سہ اور زنا بھی، اس لئے شراب کی حرمت نازل کرنے سے پہلے ذہن تیار کیا گیا، پہلے سورۃ النحل کی (آیت ۶۷) میں ایک لطیف اشارہ کیا، موضع امتنان میں خمر کا ذکر چھوڑ دیا، چنانچہ لوگوں نے خمر کے بارے میں سوال کیا تو زیر تفسیر آیت نازل ہوئی، اس میں لوگوں کو بتایا کہ شراب اور سٹے میں کچھ فوائد ہیں، مگر ان میں ایک بہت بڑا ضرر ہے، اس سے سمجھدار لوگ سمجھ گئے کہ دیر سویر دونوں کی حرمت نازل ہوگی، پھر سورۃ النساء کی (آیت ۴۳) نازل ہوئی، اور نماز کے اوقات میں پینے کی ممانعت کر دی، اس طرح لوگ کم پینے کے عادی ہو گئے پھر سورۃ المائدہ کی (آیات ۹۰ و ۹۱) نازل ہوئیں، اور دونوں کو قطعی حرام کر دیا، پس لوگ فوراً رک گئے (تفصیل تحفۃ المصنف ۵: ۲۰۳ میں ہے)

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾

ترجمہ: لوگ آپ سے خمر (انگوری شراب) اور جوئے (سٹے) کے بارے میں پوچھتے ہیں؟ آپ بتادیں کہ دونوں میں بڑا گناہ (خرابی) ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فوائد ہیں، اور دونوں کا گناہ: دونوں کے فائدے سے بڑھا ہوا ہے۔ لہذا اس کا لحاظ کر کے آئندہ دونوں کی حرمت نازل ہوگی۔

۲۔ چھوٹے چندہ میں برکت ہے

پہلے (آیت ۲۱۵) میں مال فراواں سے خرچ کرنے کا حکم دیا تھا، یہ بڑا چندہ تھا، اب غلو (خرچ سے بچے ہوئے) سے خرچ کرنے کا حکم ہے، یہ چھوٹا چندہ ہے، یہ بھی ضروری ہے، بلکہ اس میں برکت ہے، جب برصغیر پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا، اور اس نے اسلامی حکومت ختم کر دی تو لکھنؤ فکر یہ پیدا ہوا کہ اب دین کیسے باقی رہے گا؟ سر پرست تو کوئی رہا نہیں! اس وقت اللہ تعالیٰ نے وقت کے اکابر کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ چندہ کے مدارس قائم کئے جائیں، اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ نے دارالعلوم دیوبند کے ”اصول ہشت گانہ“ میں لکھا کہ عوامی چندہ کیا جائے، اور کسی امیر کبیر کے وعدہ محکم پر بھروسہ نہ کیا جائے، نہ حکومت سے ایڈ (مدد) لی جائے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے برصغیر میں دین کی بقاء کا سامان کیا۔

﴿وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ قَبْلَ الْعَفْوَ﴾

ترجمہ: اور لوگ آپ سے پوچھتے ہیں: کیا خرچ کریں؟ آپ بتائیں: اپنے خرچ سے جو بچے — اس کو خرچ کرو۔

یہ تہجد المثل (نادار کی کوشش) ہے، لوگوں کو یہ حکم بھاری معلوم ہوگا، مگر اس میں ملت کا فائدہ ہے، قطرے قطرے سے تالاب بھرتا ہے، اور کنکر کنکر مل کر پہاڑ بنتا ہے۔

دونوں حکموں کے مصالح اور مضرتیں

اوپر جو دو باتیں بیان کی ہیں وہ واضح ہیں، ان کے مصالح اور مفاسد غور کرنے سے سمجھ میں آسکتے ہیں، دنیا کے فوائد اور مضرتیں اور آخرت کے فوائد اور مضرتیں واضح ہوگی:

شراب پینے سے سرور حاصل ہوتا ہے، آدمی دوسری دنیا میں پہنچ جاتا ہے، اور ہر نشا آور چیز کا یہی حال ہے، بلکہ متناثر تو یہ ہوتا ہے زیادہ مگن ہو جاتا ہے، جیسے بھنگ، حشیش اور ہیروئن میں چارطبق روشن ہو جاتے ہیں، یہ دنیا کے فوائد ہیں۔ اور شراب سے عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے، آدمی کو دنی ناکردنی کرنے لگتا ہے، کبھی لڑائی جھگڑا بھی ہو جاتا ہے، اور بے خبری میں بیوی کو طلاق بھی دیدیتا ہے، اور مختلف قسم کے روحانی اور جسمانی امراض الگ پیدا ہوتے ہیں، یہ دنیوی نقصانات ہیں۔

اور بخوا کھیلنے میں اکثر بونچی ہاتھ سے جاتی ہے، اور کبھی حرام مال ہاتھ آ جاتا ہے، اور سٹے بازوں میں دشمنی بھی ہو جاتی ہے، اور کبھی قتل کی بھی نوبت آتی ہے، یہ دنیوی نقصانات ہیں، اور آخرت میں کبیرہ گناہوں کا وبال بھگتنا ہوگا۔ اور خرچ سے تھوڑا تھوڑا بچا تار ہے تو دنیا میں ایک دن مالدار ہو جائے گا، اور خرچ کرتا رہے تو آخرت میں مالداروں سے آگے نکل جائے گا، اور دنیا فانی ہے اور آخرت باقی ہے۔

﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ الْآيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ۙ فِی الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۝﴾

ترجمہ: اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے احکام بیان فرماتے ہیں، تاکہ تم دنیا و آخرت (کے منافع اور مضرتوں) کو سوچو! — اس کا تعلق دونوں باتوں سے ہے۔

۳۔ یتیموں کا کھانا ساتھ رکھنے کی اجازت ان کی مصلحت سے ہے

احکام میں مصالح و مفاسد کے رعایت کی یہ تیسری مثال ہے، جن لوگوں کی پرورش میں یتیم بچے ہوتے تھے وہ احتیاط نہیں برتتے تھے، چنانچہ سورۃ النساء (آیت ۱۰) میں سخت وعید آئی کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں، اس پر صحابہ محتاط ہو گئے، اور ان کا کھانا پینا الگ کر دیا، اس سے یتیموں کا نقصان ہونے لگا، کبھی کھانا بچ جاتا، کبھی کم پڑ جاتا، پس سوال ہوا، اس کا جواب دیا کہ مقصود یتیم کے مال کی اصلاح ہے، اگر ان کی چیزیں الگ

رکنے میں مصلحت ہو تو ایسا کیا جائے، اور ساتھ ملانے میں ان کا فائدہ ہو تو ملا سکتے ہیں، کیونکہ وہ تمہارے نسی یا دینی بھائی ہیں، اور بھائیوں کا کھانا پینا ساتھ ہوتا ہے، البتہ یتیموں کی اصلاح کا پورا خیال رکھا جائے، اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں کہ کس کا مقصد فساد ہے اور کس کا اصلاح، اگر نفع رسانی منظور ہے تو ملانا جائز ہے، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہماری حکم دے سکتے تھے کہ ان کا کھانا پینا الگ رکھو، مگر وہ حکیم بھی ہیں اس لئے یتیموں کی مصلحت پیش نظر رکھ کر جواز کا حکم دیا۔

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ ۖ قُلْ بِإِصْلَاحٍ لَهُمْ خَيْرٌ ۚ وَإِنْ تُخَافُوا مِنْهُمْ فَاتَّخِذُوا لَهُم مِّمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ دَوْلَةً ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْتَبْتُمْ إِنْ اللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: اور لوگ آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں؟ — سوال کی تفصیل جواب سے معلوم ہوگی — کہیں: ان کے کام کا سنوارنا، بہتر ہے، اور اگر (ان کا کھانا پینا) اپنے ساتھ ملا دو تو وہ تمہارے بھائی ہیں، اور اللہ تعالیٰ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے جانتے ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم کو مشقت میں ڈالتے — یعنی کھانے پکانے کا الگ انتظام ضروری قرار دیتے اور تمہیں دو بار پکانا پڑتا — بیشک اللہ تعالیٰ زبردست بڑے حکمت والے ہیں۔

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَا مَآءَةً مُّؤْمِنَةً خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ ۚ وَلَا تُعْجَبْ بَكُمْ ۚ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۚ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۚ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝

وَلَا تُنْكِحُوا ^(۱)	اور نکاح مت کرو	خَيْرٌ	بہتر ہے	يُؤْمِنُوا	ایمان لائیں وہ
الْمُشْرِكِينَ	مشرک عورتوں سے	مِّنْ مُّشْرِكَةٍ	مشرک عورت سے	وَلَعَبْدٌ	اور البتہ غلام
حَتَّىٰ	یہاں تک کہ	وَلَوْ أَنعَجَبْتُمْ	اگرچہ بھلی لگے وہ تم کو	مُؤْمِنٌ	مسلمان
يُؤْمِنُونَ	ایمان لائیں وہ	وَلَا تُنْكِحُوا ^(۲)	اور نکاح نہ کرو	خَيْرٌ	بہتر ہے
وَلَا مَآءَةً	اور البتہ باعدی	الْمُشْرِكِينَ	مشرکوں سے	مِّنْ مُّشْرِكٍ	مشرک مرد سے
مُؤْمِنَةً	مسلمان	حَتَّىٰ	یہاں تک کہ	وَلَوْ أَنعَجَبْتُمْ	اگرچہ پند آئے وہ تم کو

(۱) نکاح لگانا: سے فعل نمی، صیغہ جمع مذکر حاضر: نکاح مت کرو (۲) اَنْعَجَبْتُمْ اِنْكَاحًا (افعال) سے فعل نمی، صیغہ جمع مذکر حاضر: نکاح مت کرو، عقد مت کرو۔

اُوْلٰئِكَ يَذْعَبُونَ لِآلِ النَّارِ وَاللّٰهُ يَذْعُوْا	وہ لوگ بلا تے ہیں دوزخ کی طرح اور اللہ تعالیٰ بلا تے ہیں	اِلٰى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ يَكْذِبُ ^(۱) وَيُبَيِّنُ	جنت کی طرف اور بخشش کی طرف اپنی اجازت سے اور کھول کر بیان کرتے ہیں	اٰیٰتِہ لِلنَّاسِ لَعَلَّہُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ	اپنے احکامات لوگوں کے لئے تاکہ وہ صیحت پذیر ہوں
--	---	---	---	--	--

۴۔ مشرکوں کے نہ مردوں سے نکاح جائز ہے نہ عورتوں سے

احکام میں مصالح و مفاسد کے رعایت کی یہ چوتھی مثال ہے، مسلمان مرد کا نکاح کافر عورت سے درست نہیں۔ البتہ اگر کافر عورت کتابی (یہودی یا نصرانی) ہو تو درست ہے۔ اور مسلمان عورت کا نکاح کسی بھی کافر سے، خواہ وہ کتابی ہو، درست نہیں۔ اور یہ احکام دو اصول پر مبنی ہیں: اول: عورت مرد کے تابع اور زیر اثر ہوتی ہے۔ دوم: اہل کتاب کا کفر (دین اسلام کا انکار) مشرکین و مجوس وغیرہ کے کفر سے اخف ہے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ دینِ سادی کے قائل ہیں۔ اور شریعت کے اصول و کلیات سے واقف ہیں۔ اس لئے وہ دین اسلام سے اقرب ہیں۔ پس مسلمان مرد کا نکاح کتابیہ سے درست ہے۔ وہ شوہر کا اثر قبول کر کے مسلمان ہو جائے گی۔ دوسری کافر عورتوں سے نکاح درست نہیں کہ ان کے ایمان کی امید کم ہے۔ اور مسلمان عورت کا نکاح کتابی مرد سے بھی درست نہیں۔ کیونکہ مرد کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے اس کے دین کے بگڑنے کا اندیشہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ حجۃ اللہ الباقیہ میں نکاح و طلاق کے بیان میں فرماتے ہیں:

سورة البقرة آیت ۲۲۱ میں ارشاد پاک ہے: ”اور مسلمان عورتوں کو مشرکین کے نکاح میں مت دو، یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں۔ اور مسلمان غلام مشرک سے بہتر ہے، اگرچہ وہ (مشرک) تمہیں اچھا معلوم ہو۔ یہ لوگ دوزخ کی طرف بلا تے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلا تے ہیں۔“ اس آیت میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اس حکم میں ملحوظ مصلحت یہ ہے کہ مسلمانوں کی کفار کے ساتھ معیت و صحبت، اور مسلمانوں اور کافروں میں ہمدردی اور غمگساری کا رواج، خاص طور پر ازدواجی معاملات میں: دین کو خراب کرنے والا ہے۔ اور اس بات کا سبب ہے کہ مسلمان کے دل میں دانستہ یا نادانستہ کفر سرایت کر جائے۔ اس لئے مسلمان عورت کا نکاح کسی بھی کافر مرد سے حرام کیا گیا۔ اور مسلمان مرد کا نکاح بھی کافر عورت سے حرام کیا گیا۔ البتہ کتابیہ سے جائز رکھا گیا۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ دینِ سادی کے پابند ہیں۔ اور شریعت کے اصول و کلیات کے بھی قائل ہیں۔ دیگر کفار میں یہ بات نہیں۔ اس لئے اہل کتاب (۱) یا ذلہ: اٰی بتوفیقہ تعالیٰ۔

کی محبت و معیت ان کے علاوہ کی بہ نسبت ہلکی ہے۔ اور شوہر بیوی پر غالب اور حاکم ہوتا ہے۔ اور عورتیں شوہروں کے ہاتھوں میں محض قیدی ہوتی ہیں۔ اس لئے ایک مسلمان کتابی عورت سے نکاح کرے گا تو فساد ہلکا ہوگا۔ پس اس ہلکے ضرر کا حق یہ ہے کہ اس کی اجازت دی جائے۔ اور دوسری صورتوں کی طرح اس صورت میں سختی نہ برتی جائے۔ چنانچہ سورۃ المائدہ آیت ۵ میں اس کی صراحۃً اجازت دی گئی۔

فائدہ: کتابی عورتوں سے نکاح کے سلسلہ میں اب صورت حال بدل گئی ہے۔ خاص طور پر غیر مسلم ممالک (یورپ و امریکہ) میں عورتیں مردوں کے زیر اثر نہیں رہیں۔ اور کتابی عورتوں سے جو مسلمان نکاح کرتے ہیں وہ بھی عام طور پر دین آتش نہیں ہوتے۔ اس لئے ان عورتوں کے اسلام قبول کرنے کے واقعات بہت ہی کم ہیں۔ عام طور پر مرد ہی عورت کا اثر قبول کر لیتا ہے۔ اور بچے تو ماں کے زیر اثر ہی پروان چڑھتے ہیں۔ اس لئے اب یہ نکاح باعث فتنہ ہے۔ پس اس سے احتراز ضروری ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے ہلکے فتنہ کی وجہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو جب انھوں نے مدائن میں ایک یہودی عورت سے نکاح کیا: تاکید کے ساتھ حکم دیا کہ اس کو فوراً چھوڑ دو۔ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یہ نکاح حرام ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ میں حرام نہیں کہتا بلکنی أخاف أن يَغَاظُوا الْمُؤْمِنَاتِ مِنْهُنَّ: لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ ان کی وجہ سے مسلمان عورتوں کو سخت غصہ آئے گا۔ اور ایک روایت میں ہے: لِيُغَاظِيَ أَخَافُ أَنْ يَقْتَدِيَ بِكَ الْمُسْلِمُونَ، فَيُخْتَارُوا نِسَاءَ أَهْلِ الذَّمَّةِ لِحِمَالِهِنَّ، وَكُفَى بِذَلِكَ فِتْنَةً لِنِسَاءِ الْمُسْلِمَاتِ: مجھے اندیشہ ہے کہ مسلمان آپ کی پیروی کریں گے۔ اور ذمیوں کی عورتوں کو ان کی خوبصورتی کی وجہ سے ترجیح دیں گے۔ اور یہ بات مسلمان عورتوں کے فتنہ کے لئے کافی ہے یعنی لوگوں کی وجہ سے مسلمان عورتوں سے ہٹ جائے گی۔

(ازلۃ الخفاء ۲: ۱۱۱، رسالہ مذہب عشر)

آیت پاک: **مُشْرِكٌ** عورتوں سے نکاح مت کرو، یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں، اور مسلمان باندی یقیناً مشرک (آزاد) عورت سے بہتر ہے، اگرچہ وہ تم کو پسند ہو، اور مشرک مرد سے (مسلمان عورت کا) نکاح مت کرو، یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں، اور مسلمان غلام یقیناً مشرک مرد سے بہتر ہے، اگرچہ وہ تم کو پسند آئے، وہ لوگ دوزخ کی طرف جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے جنت اور مغفرت کی طرف بلائے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے احکام لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرتے ہیں، تاکہ وہ نصیحت پذیر ہوں۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحْضِيِّ قُلْ هُوَ أَدْنَىٰ ۖ قَاعَتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحْضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَظْهَرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ

اللَّهُ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝ نِسَاءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۖ فَأَتُوا حَرْثَكُمْ
 أَنْتُمْ شِئْتُمْ ۚ وَقَدْ مَوْلَا أَنْفُسَكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ قُلُوبُهُ دُوْبَشِيرِ
 الْمُؤْمِنِينَ ۝

وَيَسْأَلُونَكَ	اور لوگ آپ سے	تَطَهَّرِينَ ^(۴)	وہ خوب پاک ہو جائیں	فَاتُوا	پس آؤ تم
عَنِ الْمَحْجُضِ ^(۱)	پوچھتے ہیں	فَاتُوا هُنَّ	تو آؤ ان کے پاس	حَرْثَكُمْ ^(۲)	اپنے کھیت میں
قُلْ	جیض کے تعلق	مِنْ حَيْثُ	جہاں سے	أَنْتُمْ شِئْتُمْ ^(۱)	آپ نے شئیتم
هُوَ أَذْنَى ^(۲)	کہیں	أَهْرَكُمْ ^(۵)	علم دیا تم کو	وَقَدْ مَوْلَا	اور آگے بھیجو
فَاعْزِلُوا	وہ گندگی ہے	اللَّهُ	اللہ نے	لَا أَنْفُسَكُمْ	اپنے لئے
النِّسَاءَ	پس جدا رہو	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَاتَّقُوا	اور ڈرو
فِي الْمَحْجُضِ ^(۱)	عورتوں سے	يُحِبُّ	محبت کرتے ہیں	اللَّهُ	اللہ سے
وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ	جیض میں	التَّوَّابِينَ	تو یہ کرنے والوں سے	وَاعْلَمُوا	اور جان لو
حَتَّى	اور نہ نزدیک ہوؤ ان کے	وَيُحِبُّ	اور محبت کرتے ہیں	أَنْتُمْ	کہ تم
يُطَهَّرُونَ ^(۳)	یہاں تک کہ	الْمُتَطَهِّرِينَ	خوب پاک رہنے والوں کے	قُلُوبُهُ	اس سے ملنے والے ہو
فَإِذَا	پاک ہو جائیں وہ	نِسَاءُكُمْ	تمہاری عورتیں	وَبَشِيرِ	اور خوش خبری دیں
	پس جب	حَرْثٌ لَّكُمْ	تمہاری کھیتی ہیں	الْمُؤْمِنِينَ	ماننے والوں کو

۵- حالت جیض میں جماع کی ممانعت مضرت اور گندگی کی وجہ سے ہے

شان نزول: حالت جیض میں بیوی سے معاملہ کرنے میں امتیں مختلف تھیں، یہود اور مجوس حالت جیض میں عورت کے ساتھ کھانے اور ایک گھر میں رہنے کو بھی جائز نہ سمجھتے تھے، اور نصاریٰ اور مشرکین جماعت سے بھی پرہیز نہ کرتے تھے، (۱) مَحْجُض: اسم معنی جیض ہے، اس میں دیگر احتمالات بھی ہیں (دیکھیں تحفۃ القاری ۲: ۷۷) (۲) اَذْنَى کے اصل معنی ہیں: تکلیف دہ، ضرر رساں، گندگی تکلیف دہ ہوتی ہے، اس لئے گندگی ترجمہ کرتے ہیں (۳) طَهْر: پاک صاف ہونا (۴) تَطَهَّر: میں مبالغہ ہے: خوب پاک صاف ہونا (۵) یہ علم اگلی آیت میں ہے (۶) اُنّی: بمعنی کیف ہے بمعنی این نہیں۔

چنانچہ نبی ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور بتایا کہ جماعت تو اس حالت میں حرام ہے، اور اس کے ساتھ کھانا پینا، رہنا سہنا درست ہے، یہود و نصاریٰ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں، دونوں کا طریقہ غلط ہے۔

اور حالت حیض میں صحبت کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ اس وقت بیوی سے ملنا ضرور رساں اور گندگی میں ات پت ہونا ہے، اس کی معصرت پر اطباء کا اتفاق ہے اور نجاست سے تلطُّخ (لت پت ہونا) شیاطین سے قریب کرتا ہے۔ اور حرمت کی ان وجہوں کی طرف لفظ اذی میں اشارہ ہے، اذی: کے دو معنی ہیں: اصلی اور کنائی، اصلی معنی ہیں: ضرر رساں، اور کنائی معنی ہیں: گندگی (قرطبی)

اور حیض میں بیوی سے دور رہنے اور نزدیک نہ ہونے کا مطلب ہے جماعت نہ کرنا، دیگر امور جائز ہیں، اور کہاں تک نزدیک جاسکتے ہیں؟ اس میں اختلاف ہے، امام احمد اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک صرف فرج سے بچنا ضروری ہے، باقی بدن کو ہاتھ وغیرہ لگا سکتے ہیں، کپڑے کے اوپر سے بھی اور بغیر کپڑے کے بھی، اور جمہور کے نزدیک ناف اور گھٹنے کے درمیانی بدن سے بچنا ضروری ہے، اس حصہ کو کپڑے کی آڑ کے بغیر ہاتھ وغیرہ لگانا جائز نہیں، باقی بدن سے بدن لگا سکتے ہیں (تحفۃ القاری: ۲: ۸۶)

اور پاک ہونے کا مطلب ہے: حیض کا ختم ہو جانا، اور اس کی دو صورتیں ہیں:

۱- مدت حیض (دس دن) سے کم میں عادت پر پاک ہو تو جب تک وہ نہا نہ لےوے صحبت جائز نہیں، اگر غسل نہ کرے تو جب تک ایک نماز کا وقت نہ گزر جائے یعنی جب تک ایک نماز کی قضا اس پر واجب نہ ہو جائے: صحبت کرنا درست نہیں، اس کے بعد جائز ہے (ہشتی زیور)

۲- حیض کی پوری مدت پر پاک ہو تو اسی وقت صحبت کرنا درست ہے، چاہے نہائی ہو یا نہ نہائی ہو۔

اور جہاں سے اللہ نے حکم دیا: کا بیان اگلے عنوان کے تحت آ رہا ہے، اور آخر میں فرمایا کہ اگر کسی سے گناہ ہو جائے، حالت حیض میں صحبت کر بیٹھے تو توبہ کرے، اللہ کو توبہ کرنے والے بندے بہت پسند ہیں، اور دوسری صورت میں بھی جبکہ خون مدت حیض پر بند ہوا ہو صحبت کرنے میں جلدی نہ کرے، جب عورت نہالے تب صحبت کرے، اللہ تعالیٰ کو وہ بندے پسند ہیں جو خوب پاک رہتے ہیں، اسی لئے ہمیشہ با وضوء رہنا مستحب ہے۔

آیت پاک: اور لوگ آپؐ سے حیض کا حکم دریافت کرتے ہیں؟ آپؐ بتلائیں: وہ (حیض) گندگی ہے، پس تم حیض میں عورتوں سے علاحدہ رہو، اور ان کے نزدیک نہ جاؤ، جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں، پس جب وہ خوب پاک ہو جائیں یعنی نہالیں — تو ان کے پاس آؤ جہاں سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں

سے محبت رکھتے ہیں، اور پاک صاف رہنے والوں سے (بھی) محبت رکھتے ہیں۔

عورتیں کھیتی ہیں، پس کھیت میں جہاں سے چاہے آئے

یہود عورت کی پشت کی طرف سے اگلی راہ میں دلی کرنے کو ممنوع کہتے تھے، وہ کہتے تھے کہ اس سے بچ بھینگا پیدا ہوتا ہے، ان کا یہ خیال غلط تھا مگر آن نے بتایا: عورتیں بہ منزلہ کھیتی ہیں، نطفہ بیج ہے اور اولاد پیدا ہوا ہے، پس آدمی کو اختیار ہے: آگے سے یا کروٹ سے یا پشت پر پڑ کر یا پیٹھ کر جس طرح چاہے جماعت کرے، مگر یہ ضروری ہے کہ صحبت ختم ریزی کی جگہ میں ہو، جہاں سے پیداوار کی امید ہے، اغلام حرام ہے۔

اور بیوی کو کھیتی کہنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ صحبت صرف لذت کے لئے نہیں ہونی چاہئے، طلبِ اولاد مقصود ہونی چاہئے، کاشتکار: کھیت میں بیج پیداوار کے لئے ڈالتا ہے۔

﴿نَسَاؤُكُمْ حَرْثُ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنْتُمْ شَتْتُمْ ۖ وَقَدْ ضَلَّ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُنْفِقُونَ ۚ وَيَبْقَى الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾

ترجمہ: تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں، پس جدھر سے چاہو اپنے کھیت میں آؤ، اور اپنے لئے (اعمال) آگے بھیجو — یعنی رات بھر اس میں مشغول مت رہو — اور اللہ سے ڈرو، اور جان لو کہ تمہارا اللہ سے پالا پڑنے والا ہے، اور ماننے والوں کو خوش خبری سنادیں — یعنی ناچاز طریقہ پر بیوی سے فائدہ مت اٹھاؤ، کل حساب دینا ہوگا، اور جو تعمیلِ حکم کرے گا وہ حُرے میں رہے گا۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِإِيمَانِكُمْ أَنْ تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ لَا يُؤْخَذُ كُمْ بِاللَّعْوْفِ فِي إِيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤْخَذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ ۚ فَإِنْ فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

وَلَا تَجْعَلُوا	اور مت بناؤ تم	اللہ	اللہ (کے نام) کو	عُرْضَةٌ ^(۱)	نشانہ (بہانہ)
------------------	----------------	------	------------------	-------------------------	---------------

(۱) عُرْضۃ: حیران دہانی کا نشانہ، مراد ی معنی: بہانہ، حیلہ، ٹال مٹول

اپنی قوموں کے لئے	وَلٰكِنْ	لیکن	مِنْ نِّسَابِهِمْ	اپنی بیویوں سے
یعنی جن سہلوں کرنے کیلئے	يُؤْخَذُكُمْ	دارو گیر کریں گے	تَرَبُّصٌ	انتظار کرنا ہے
اور اللہ سے ڈرنے کیلئے		تمہاری	اَزْبَعْتُمْ اَشْهُرَ	چار ماہ
اور اصلاح کرنے کیلئے	بِمَا	ان قوموں کی وجہ سے جو	قَالُوا فَاَوْ	پھر اگر لوٹ جائیں وہ
لوگوں کے درمیان	كَسَبَتْ	کھائی ہیں	فَاِنَّ اللّٰهَ	تو اللہ تعالیٰ یقیناً
اور اللہ تعالیٰ	فَلَوْ بَكُمُ	تمہارے دلوں نے	عَقُورًا رَّحِيمًا	غفور و رحیم ہیں
ہر بات سننے والے	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	وَاِنْ عَزَمُوا	اور اگر پختہ ارادہ کر لیا
سب کچھ جاننے والے ہیں	عَقُورٌ	بڑے بخشنے والے		انھوں نے
نہیں دارو گیر کریں گے تمہاری	حَلِيْمًا	بڑے بردبار ہیں	الطَّلَاقِ	طلاق کا
اللہ تعالیٰ	لَلَّذِيْنَ	ان لوگوں کے لئے جو	قَالَ اللّٰهُ	تو اللہ تعالیٰ یقیناً
تمہاری بیہودہ قوموں	يُؤْلُوْنَ	محبت نہ کرنے کی	سَمِيعٌ	سب سننے والے
میں		قسمیں کھائیں	عَلِيْمٌ	سب جاننے والے ہیں

رابطہ: ابھی گذشتہ سلسلہ بیان چل رہا ہے کہ احکام: مصلحت پر مبنی ہیں، ان آیتوں میں تین باتیں ہیں:

۶۔ اللہ کی قسم کو نیک کام نہ کرنے کا بہانہ مت بناؤ

بعض لوگ کوئی اچھا کام نہ کرنے کی قسم کھالیتے ہیں، مثلاً: ماں باپ یا بھائی بہن سے نہیں بولے گا، یا مطلق غریب کو یا کسی خاص غریب کو نہیں دے گا، یا لوگوں کے کسی نزاع میں مصالحت نہیں کرائے گا، ایسی قسموں سے اللہ کے نام کو نیک کام نہ کرنے کا بہانہ بناتا ہے، کہتا ہے: چونکہ میں نے قسم کھائی ہے اس لئے میں یہ کام نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاِيْمَانِكُمْ اَنْ تَبُوْا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيْمٌ ۝۹﴾

(۱) ان تہروا: ان مصدر یہ، تینوں فعلوں کو بتاویل مصدر کرے گا، اور ایمانکم پر معطوف ہے، اور یہ عطف بیان ہے، جو متبوع کی وضاحت کرتا ہے، اس میں حرف عطف نہیں ہوتا، جیسے قال ابو حفص: عطف بیان اعلام میں بہت ہوتا ہے، اور غیر اعلام میں بھی ہوتا ہے (روح) (۲) للذین: خبر مقدم ہے اور قرین: مبتدا مؤخر (۳) فاء یقیناً: یقیناً، جیسے فاء القی: سایہ لوٹا۔

ترجمہ: اور تم اللہ کے نام سے کھائی ہوئی اپنی قسموں کو بہانہ مت بناؤ، حسن سلوک کرنے، اور اللہ سے ڈرنے، اور لوگوں میں اصلاح کرنے کے لئے، اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں — یعنی اگر کوئی ایسی قسم کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سنتے ہیں اور اس کی نیت کو جانتے ہیں کہ اس کا مقصد نیک کام نہ کرنے کا بہانہ بنانا ہے، انسان کی کوئی بات اور نیت اللہ سے مخفی نہیں، لہذا ایسی قسم سے ہٹ جاؤ اور کفارہ دیدو۔

۷۔ یحییٰ لغو میں کوئی پکڑ نہیں، مگر یحییٰ غموس میں پکڑ ہے

یحییٰ کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ یحییٰ لغو (بیہودہ قسم) اس کی دو صورتیں ہیں: (الف) بول چال میں قسم کے ارادے کے بغیر: ہاں بخدا! اور نہیں بخدا! کہنا (ب) کسی گزشتہ بات پر اپنی معلومات کے مطابق قسم کھانا، جبکہ واقع میں ایسا نہ ہو، جیسے کسی ذریعہ سے معلوم ہوا کہ مہتمم صاحب آگئے، اس پر اعتقاد کر کے قسم کھالی، پھر ظاہر ہوا کہ نہیں آئے تو یہ بھی یحییٰ لغو ہے، اس میں نہ کفارہ ہے نہ گناہ، مگر لغو (بیہودہ) ہے، اس لئے ایسی قسموں سے بھی بچنا چاہئے — سورۃ المائدہ (آیت ۸۹) میں اس کے بالمقابل یحییٰ منعقدہ آئی ہے: ﴿وَلَكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ﴾: لیکن پکڑیں گے اس قسم پر جس کو تم نے مضبوط باندھا ہے، پھر کفارہ یحییٰ کا ذکر ہے۔

۲۔ یحییٰ منعقدہ: قسم کھا کر آئندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا، جیسے بخدا! اکل وہ روزہ رکھے گا یا نہیں رکھے گا، اس میں کفارہ ہے، اگر قسم توڑ دے گا تو کفارہ واجب ہوگا، اس کا ذکر سورۃ المائدہ (آیت ۸۹) میں ہے۔

۳۔ یحییٰ غموس: گزشتہ بات پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا، یہ کبیرہ گناہ ہے، اس کا ذکر یہاں ہے، یہ بھی یحییٰ لغو کی مقابل قسم ہے، احناف کے نزدیک اس میں کفارہ نہیں، اس لئے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے کفارہ کا ذکر نہیں کیا، یہ سخت گناہ ہے، تو بلازم ہے۔

﴿لَا يَأْخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبْتُمْ قُلُوبُكُمْ ۖ وَاللَّهُ عَفُورٌ

حَلِيمٌ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری بیہودہ قسموں میں تمہاری (آخرت میں) دارو گیر نہیں کریں گے، لیکن ان قسموں پر دارو گیر کریں گے جو تمہارے دلوں نے کمائی ہیں — یعنی جان بوجھ کر تم نے جھوٹی قسم کھائی ہے — اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے ہیں، بڑے بردبار ہیں — یعنی تو بہ کر لو گے تو آخرت میں بخش دیں گے، اور بردبار ہیں اس لئے دنیا میں کوئی سزا نہیں دیں گے۔

۸۔ بیوی سے چار ماہ یا زیادہ صحبت نہ کرنے کی قسم کھانا

ایلاء: باب افعال کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: قسم کھانا۔ اور ایلاء کی دو قسمیں ہیں: ایلاء لغوی اور ایلاء شرعی۔ چار مہینے یا اس سے زیادہ بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانا ایلاء شرعی ہے اور چار مہینے سے کم کسی بھی مدت تک بیوی سے علاحدہ رہنے کی قسم کھانا ایلاء لغوی ہے۔

اور ایلاء لغوی کا حکم یہ ہے کہ بیوی سے علحدہ رہنے کی جتنی مدت مقرر کی ہے وہ مدت پوری ہونے سے پہلے اگر بیوی سے صحبت کر لی تو قسم کا کفارہ واجب ہوگا، اور اگر وہ مدت پوری کر لی پھر صحبت کی تو کچھ واجب نہیں۔ اور ایلاء شرعی میں چار مہینے سے پہلے قسم توڑنا اور بیوی سے صحبت کرنا ضروری ہے اور اس صورت میں قسم کا کفارہ واجب ہوگا۔ اور اگر چار مہینے تک بیوی سے علحدہ رہا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ایک طلاق بائنہ خود بخود واقع ہو جائے گی۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عورت قاضی کے پاس جائے گی، قاضی شوہر کو بلائے گا اور حکم دے گا کہ یا تو قسم توڑ دو یعنی بیوی سے صحبت کرو اور کفارہ ادا کرو، ورنہ اپنی بیوی کو طلاق دو، یعنی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک طلاق خود بخود واقع نہیں ہوگی بلکہ قاضی طلاق دلاوے گا۔

﴿يَذْكُرُونَ مِنْ أَنْبَاءِ رَسُولِهِمْ أَنْ بَعَثَهُ أَشْهُرٌ ۖ فَإِنْ طَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: ان لوگوں کے لئے جو اپنی بیویوں سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھاتے ہیں: چار ماہ انتظار کرنا ہے، پھر اگر وہ (بیوی کی طرف) لوٹیں تو اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے رحم فرمانے والے ہیں، اور اگر انھوں نے طلاق کا پختہ ارادہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ یقیناً سب باتیں سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں۔

وَالْمُطَلَّاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ۖ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

عَنْ

وَالْمُطَلَّاتُ	اور مطلقہ عورتیں	يَتَرَبَّصْنَ	انتظار میں رکھیں	بِأَنْفُسِهِنَّ ^(۱)	خود کو
-----------------	------------------	---------------	------------------	--------------------------------	--------

(۱) بانفہن: میں باءِ اُندہ ہے، اور انفہن: يتربصن کی ضمیر کی تاکید ہے (جمل)

ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكُنْتُمْ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَنَّ	تین حیض اور نہیں جائز ہے ان کے لئے کہ چھپائیں جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ نے ان کی بچہ دانوں میں اگر وہ ایمان رکھتیں	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَبُعُو كُنَّ أَحَقُّ بِرَبِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا وَلَهُنَّ ^(۱)	اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور ان کے خاوند زیادہ حقدار ہیں ان کو پھیر لینے کے اُس (عدت) میں اگر چاہیں وہ اصلاح (سنوارنا) اور ان عورتوں کے لئے	وَمِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّزِجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ	اس کے مانند ہے جو ان کے ذمہ ہے دستور کے موافق اور مردوں کو ان پر ایک فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں
--	--	--	---	---	--

۹- طلاق کے بعد عورت فوراً دوسرا نکاح نہیں کر سکتی، عدت ضروری ہے

رابطہ: گذشتہ آیت میں ایلاء شرعی کا حکم تھا، اگر شوہر نے ایلاء کر کے طلاق کا پختہ ارادہ کر لیا، اور چار ماہ تک بیوی سے صحبت نہ کی تو چار ماہ گزرتے ہی ایک طلاق بائعہ پڑ جائے گی، اب رجوع تو نہیں کر سکتا، مگر نئے مہر سے نیا نکاح کر سکتا ہے، اور طلاق کے بعد فوراً عورت دوسرا نکاح نہیں کر سکتی، عدت لازم ہے، اس عرصہ میں شوہر کے لئے سوچنے کا موقع ہوگا، اگر رکھنے کی رائے ہے تو عدت میں یا عدت کے بعد نیا نکاح کر لے، اس طرح طلاق کے تذکرہ کے بعد عدت کا بیان شروع ہو گیا، اس آیت میں عدت کے دو فائدے بیان کئے ہیں، پھر طلاق رجعی کی عدت میں شوہر کو جو ایک طرف رجوع کا حق ہے اس پر ایک اشکال کا جواب ہے۔

عدت دو مقصد سے ہے: استبراء رحم کے لئے اور اس لئے کہ شوہر رجوع کر سکے

جب عورت کو طلاق ہو جائے تو وہ فوراً دوسرا نکاح نہیں کر سکتی، عدت ضروری ہے، تین ماہ واریوں تک عورت دوسرے نکاح سے رکی رہے، عام طور پر تین ماہ واریاں تین ماہ میں آتی ہے، اتنی مدت دو مصلحتوں سے رکھی گئی ہے:

پہلی مصلحت: عدت یہ بات جاننے کے لئے ہے کہ عورت حاملہ ہے یا نہیں؟ اور یہ جاننا اس لئے ضروری ہے کہ (۱) لام: انتفاع کے لئے اور علی ضرر کے لئے آتا ہے یعنی عورتوں کے لئے بھی حقوق ہیں اور ان پر ذمہ داریاں بھی ہیں، اور یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا ہے: مردوں کے لئے بھی حقوق ہیں اور ان پر بھی ذمہ داریاں ہیں اور حذف کا قرینہ: وَلِلزَّجَالِ عَلَيْنَهُنَّ دَرَجَةٌ ﴿۱﴾ ہے یعنی مردوں کا عورتوں سے ایک درجہ بڑھا ہوا ہے۔

انساب میں اختلاط نہ ہو، کسی کا بچہ کسی کی طرف منسوب نہ ہو جائے، نسب ذریعہ انسانی کی خصوصیت ہے، اسی سے انسان دوسرے حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے، اور اسی لئے عورت پر لازم ہے کہ اپنی بچہ دانی کا حال بیان کرے، وہ حاملہ ہے یا حاملہ (غیر حاملہ) — اور استبراء کے لئے ایک حیض بھی کافی تھا، مگر دوسری مصلحت سے لمبی مدت ضروری تھی، تاکہ شوہر سوچ کر نقصان کی تلافی کر سکے — اور تین حیض سے زیادہ مدت لازم کرنے میں عورت کا ضرر ہے۔

دوسری مصلحت: اگر شوہر طلاق پر پشیمان ہو تو طلاق رجعی کی عدت میں ایک طرفہ رجوع کر سکتا ہے، عورت راضی ہو یا نہ ہو شوہر کو رجوع کا حق ہے۔

سوال: نکاح دو طرفہ رضامندی سے منعقد ہوتا ہے، اور رجوع بھی ایک طرح کا نکاح ہے، پھر اس میں عورت کی رضامندی کا لحاظ کیوں نہیں کیا گیا؟ تنہا شوہر کو رجوع کا حق کیوں دیا؟

جواب: پہلے دو باتیں سمجھ لیں:

۱- اسلام میں بھی مرد و زن میں مساوات ہے، مگر اسلامی مساوات دوسروں کی مساوات سے مختلف ہے، دوسروں کی مساوات صرف 'حقوق' کا نام ہے، اور اسلامی مساوات حقوق اور ذمہ داریوں کے تبادلہ کا نام ہے، مثلاً: سربراہ مملکت کے رعیت پر کچھ حقوق ہیں تو اس کی کچھ ذمہ داریاں بھی ہیں، پھر حقوق میں اس کا ایک درجہ بڑھا ہوا ہے، اسی طرح ماں باپ اور اولاد، استاذ و تلامذہ، ہر ایک کے حقوق بھی ہیں اور ذمہ داریاں بھی، اور ماں باپ اور استاذ و تلامذہ کا ایک درجہ بڑھا ہوا ہے۔

اسی طرح عورتوں کے لئے کچھ حقوق ہیں اور ان کی کچھ ذمہ داریاں ہیں، اور مردوں کے لئے بھی کچھ حقوق ہیں اور کچھ ذمہ داریاں ہیں، اور مردوں کا ایک درجہ بڑھا ہوا ہے، یہ زبردست اللہ کی حکمت کی تقسیم ہے، اور جو عورتوں کے حقوق ہیں وہ مردوں کی ذمہ داریاں ہیں، اور جو عورتوں کی ذمہ داریاں ہیں وہ مردوں کے حقوق ہیں، مثلاً: نان و نفقہ اور اخلاقی برتاؤ عورتوں کا حق ہے، پس یہ شوہروں کی ذمہ داری ہے، اور تعظیم شوہروں کا حق ہے پس یہ عورتوں کی ذمہ داری ہے۔

۲- خاندانی زندگی کو پروان چڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ مرد و زن میں سے کوئی ایک بالادست اور دوسرا زیر دست ہو، بالادست کہے اور زیر دست مانے تو گھر جنت کا نمونہ بنے گا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے مرد کو بالادست بنایا ہے اور عورتوں کو زیر دست، اس پر اعتراض کرنا اللہ کی حکمت پر اعتراض کرنا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حق صرف مرد کو دیا، کیونکہ یہ حق (رائٹ) نہیں ہے، بلکہ ایہ جنسی ایگریٹ (الباب الطوری) ہے، اور آگ لگنے پر بھاگنے کا راستہ اُدھر ہی بنایا جاتا ہے جدھر ہمارا جگہ ہوتی ہے، عورت کو طلاق کا اختیار دیا

جائے گا تو وہ جذباتی ہوتی ہے، روز گھر ٹوٹیں گے، ہاں اس کی بھی ضرورت ہوتی ہے، پس اس کا اختیار قاضی کے ہاتھ میں دیا ہے، وہ گھر نہ بیاہ سکتی ہو تو قاضی کے پاس جائے، وہ اس کا مسئلہ حل کرے گا۔

اسی طرح رجعت کا اختیار بھی صرف شوہر کو دیا ہے، کیونکہ یہ نیا نکاح نہیں ہے، سابقہ نکاح کی بحالی ہے، اور سابقہ نکاح میں عورت کی رضامندی شامل تھی۔

آیت کریمہ: اور مطلقہ عورتیں خود کو انتظار میں رکھیں تین ماہ واریوں تک، اور ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ چھپائیں جو کچھ اللہ نے ان کی بچہ دانیوں میں پیدا کیا ہے (حمل اور حیض سے) اگر وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتی ہیں (یہ عدت کی پہلی مصلحت کا بیان ہے) اور ان کے شوہران کو لوٹا لینے کا زیادہ حق رکھتے ہیں اس (عدت) میں، اگر وہ اصلاح کا قصد رکھتے ہوں (یہ عدت کی دوسری مصلحت کا بیان ہے) اور ان عورتوں کے لئے حقوق ہیں جیسے ان پر ذمہ داریاں ہیں (اسی طرح مردوں کے لئے بھی حقوق ہیں اور ان پر بھی ذمہ داریاں ہیں) مستور کے موافق (اس کی تفصیل احادیث میں ہے) اور مردوں کا ان کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے، اور اللہ تعالیٰ زبردست بڑے حکمت والے ہیں (یہ اعتراض کا جواب ہے)

الطَّلَاقُ مَرْثَنٌ ۖ فَأَمْسَاكِ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِبِي بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمُ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۚ إِنَّكَ حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ٥٠ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۚ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ٥١

الطَّلَاقُ مَرْثَنٌ	طلاق	فَأَمْسَاكِ بِمَعْرُوفٍ	پھر روکنا ہے	أَوْ تَسْرِبِي بِإِحْسَانٍ	یا چھوڑنا ہے
(۱)	دوبارہ	بِمَعْرُوفٍ	بھلے طریقے سے	بِإِحْسَانٍ	حسن سلوک کے ساتھ

(۱) مرتنان: ای مرتبہ بعد مرتبہ: دوبار یعنی ایک ساتھ نہیں۔

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا بِمَنْ أَسْرَأْتُمْ مِنْكُمْ مِنْكُمْ	اور جائز نہیں تمہارے لئے	عَلَيْهِمْ مَا فِيكُمْ	دوئوں پر	حَتَّى تَنْكِحَ	یہاں تک کہ نکاح کر دے
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَأْتِ بِخَبَرٍ إِلَى اللَّهِ	کہ لو تم اس میں سے جو	فِيكُمْ	اس میں جو	زَوْجًا	کسی شوہر پر
أَنْتُمْ مُنْكَرُونَ	دیا ہے تم نے ان کو	أَفْتَدَتْ	جان چھڑائے عورت	غَيْرَهُ	پہلے شوہر کے علاوہ
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَأْتِ بِخَبَرٍ إِلَى اللَّهِ	کچھ بھی	يَوْمَ	اس کے ذریعہ	فَإِنْ طَلَّقَهَا	پھر اگر طلاق کر دے اس کے
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَأْتِ بِخَبَرٍ إِلَى اللَّهِ	مگر یہ کہ	تِلْكَ	یہ	فَلَا جُنَاحَ	تو کوئی گناہ نہیں
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَأْتِ بِخَبَرٍ إِلَى اللَّهِ	ڈریں دونوں	حُدُودُ اللَّهِ	اللہ کے احکام ہیں	عَلَيْهِمْ مَا فِيكُمْ	دوئوں پر
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَأْتِ بِخَبَرٍ إِلَى اللَّهِ	کہ نہیں	فَلَا تَعْتَدُوا	پس نہ آگے بڑھو ان سے	أَنْ يَتَرَاجَعَا	کہ باہم مل جائیں
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَأْتِ بِخَبَرٍ إِلَى اللَّهِ	قائم رکھیں گے وہ	وَمَنْ يَتَعَدَّ	اور چو آگے بڑھے گا	(نکاح کر لیں)	
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَأْتِ بِخَبَرٍ إِلَى اللَّهِ	اللہ کے حکموں کو	حُدُودُ اللَّهِ	اللہ کے ضابطوں سے	إِنْ خَلَا	اگر خیال ہو دونوں کا
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَأْتِ بِخَبَرٍ إِلَى اللَّهِ	پس اگر رو تم (لے حکموں)	فَأُولَئِكَ	تو وہی لوگ	أَنْ يَقْبِضَا	کہ قائم کریں گے
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَأْتِ بِخَبَرٍ إِلَى اللَّهِ	کہ نہیں قائم رکھیں گے	هُمْ الظَّالِمُونَ	اپنا نقصان کرنے والے ہیں	حُدُودُ اللَّهِ	اللہ کے ضابطوں کو
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَأْتِ بِخَبَرٍ إِلَى اللَّهِ	دونوں	فَإِنْ طَلَّقَهَا	پھر اگر (تیسری طلاق)	وَتِلْكَ	اور یہ
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَأْتِ بِخَبَرٍ إِلَى اللَّهِ	اللہ کے ضابطوں کو	فَلَا يَحِلُّ	دی شوہر نے عورت کو	حُدُودُ اللَّهِ	اللہ کے احکام ہیں
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَأْتِ بِخَبَرٍ إِلَى اللَّهِ	تو کوئی گناہ نہیں	لَهُ	اس شوہر کے لئے	يُكْتَبُ عَلَيْهَا	واضح کرتے ہیں ان کو
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَأْتِ بِخَبَرٍ إِلَى اللَّهِ	اس کے بعد	مِنْ بَعْدِ	اس کے بعد	لِقَوِّهِ	ان لوگوں کے لئے
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَأْتِ بِخَبَرٍ إِلَى اللَّهِ				يُعْلَمُونَ	جو جانتے ہیں

ربط اور خلاصہ: گذشتہ آیت میں شوہر کو عدت میں رجعت کا اختیار دیا تھا، اب یہ بیان ہے کہ رجعت کرنے کا اختیار صرف ایک صورت میں ہے اور دو صورتوں میں رجعت نہیں ہو سکتی، جب ایک یا دو رجعتی طلاقیں دی ہوں تو عدت میں رجعت جائز ہے، اور اگر مال کے عوض طلاق دی ہے یا تین طلاقیں دی ہیں تو رجعت جائز نہیں، البتہ خلع (طلاق علی المال) میں جدید نکاح ہو سکتا ہے، اور تین طلاقوں میں حلالہ ضروری ہے۔

اور ان آیات میں پاٹھ باتیں ہیں:

(۱) یخافا: یعنی زوجین، اور خفتہ: یعنی حکمین (۲) من بعد: مضاف الیہ محذوف منوی ہے، اس لئے منی ہے ای: بعد الطالفة۔ (۳) تراجع (تقابل): ایک دوسرے کی طرف لوٹنا، دوبارہ نکاح کر لینا۔

۱- رجعت کا حق دورِ جنسی طلاقوں تک ہے، بابتہ طلاق میں رجعت نہیں ہو سکتی، البتہ نیا نکاح ہو سکتا ہے۔

۲- اگر شوہر: عورت کو چھوڑنا چاہتا ہے، عورت نہیں چاہتی، وہ نباہ کرنا چاہتی ہے تو بوقتِ طلاق سارا مہر یا اس کا کوئی جزء واپس لینا جائز نہیں۔

۳- اگر کشاکشی دنوں جانب سے ہے، نباہ دونوں کے لئے مشکل ہے تو طلاق کا عوض لے سکتے ہیں، مگر مہر سے زیادہ کا مطالبہ درست نہیں۔

۴- تیسری طلاق ہرگز نہیں دینی چاہئے، اس سے معاملہ تنگ ہو جائے گا، عورت مغالطہ ہو جائے گی اور حلالہ ضروری ہوگا۔

۵- حلالہ کے بعد پہلے شوہر سے نکاح درست ہے۔

۱۰- رجعت کا حق دورِ جنسی طلاقوں تک ہے

گذشتہ آیت میں شوہر کو رجعت کا حق دیا ہے، یہ حق دورِ جنسی طلاقوں تک ہے، طلاق دینے کا وقت: ایسا طہر ہے جس میں صحبت نہ کی ہو، اور بہتر یہ ہے کہ صریح (واضح) لفظ سے ایک طلاق دے، پھر عدت گزارنے دے، عدت کے بعد عورت نکاح سے نکل جائے گی، اور دوسرا نکاح کر سکے گی۔ اور اگر چاہے تو اگلے طہر میں دوسری صریح طلاق دے، تیسری طلاق ہرگز نہ دے، ورنہ معاملہ تنگ ہو جائے گا۔

غرض: شوہر کا رجعت کا حق دورِ جنسی طلاقوں تک ہی ہے، پھر اگر رجعت کرے تو نباہ کرنے کی نیت سے کرے عورت کو پریشان کرنا یا عدت کو لمبا کرنا مقصود نہ ہو، بھلے طریقہ کا یہی مطلب ہے، اور اگر نہ رکھتی ہو تو عدت پوری ہونے دے، پھر حسن سلوک کر کے رخصت کرے، آگے (آیت ۲۳۱) میں آرہا ہے کہ طلاق والیوں کو جوڑا دینا مستحب ہے، اور مطلقہ عورت پر لازم ہے کہ وہ شوہر کے گھر میں عدت گزارے، وہاں سے شوہر خوش کر کے رخصت کرے۔

﴿الطَّلَاقُ مَرْثُونٌ ۖ فَاَمْسَاكُ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيْهِمْ يٰۤاَحْسَنُ﴾

ترجمہ: طلاق دوبارہ ہے، پھر بھلے طریقہ سے روک لینا ہے — یعنی رجعت کرنا ہے — یا حسن سلوک کر کے رخصت کرنا ہے۔

۱۱- طلاق کے وقت مہر واپس لینا جائز نہیں

اگر شوہر چھوڑنا چاہتا ہے، عورت کی طرف سے طلاق کی کوئی چاہت نہیں تو بوقتِ طلاق سارا مہر یا اس کا کوئی حصہ واپس لینا جائز نہیں، کیونکہ شوہر: عورت سے استفادہ کر چکا ہے، مہر: اس کا عوض بن گیا ہے، اور عورت کا کوئی قصور نہیں، شوہر کی نظر پھر گئی ہے، اس لئے سارا مہر یا اس کا کوئی حصہ واپس لینا جائز نہیں۔

﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْنَاكُمْ مِنْ شَيْءٍ﴾

ترجمہ: اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم اس (مہر) میں سے کچھ بھی (واپس) لو جو تم نے ان کو دیا ہے — اس میں اشارہ ہے کہ مہر نکاح میں کیش (نقد) ہونا چاہئے، اور ادھار ہو تو بوقت طلاق پورا مہر ادا کیا جائے، کچھ روکا نہ جائے۔

۱۲- طلاق علی المال (خلع) کی صورت میں سارا مہر یا کچھ مہر واپس لینا جائز ہے

اگر عدم موافقت جائنہن سے ہو، نہ شوہر بیوی کو چاہتا ہے، نہ بیوی شوہر کو، تو سورۃ النساء (آیات ۳۴ و ۳۵) میں ترتیب وار چار حل آئے ہیں، فہمائش کرنا، خواب گاہ میں الگ کرنا، تادیب کرنا اور پختایہ، ٹھانا، اگر ان سے معاملہ قابو میں نہ آئے، اور میاں بیوی کو اندیشہ ہو کہ وہ ساتھ رہ کر ایک دوسرے کے حقوق ادا نہیں کر سکیں گے، اور جو رشتہ دار حکم (ثالث) بن کر بیچ میں پڑے ہیں ان کو بھی ڈر ہو کہ اب دونوں کا نباہ مشکل ہے، تو ایسی صورت میں شوہر سارا مہر یا اس کا کچھ حصہ واپس لے سکتا ہے، کیونکہ اس صورت میں قصور عورت کا بھی ہے۔

پھر آیت کے آخر میں نصیحت کی ہے کہ یہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے احکام ہیں، ان کو بجالانا چاہئے، اگر کوئی خلاف ورزی کرے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا، اللہ کا کچھ نہیں بگڑے گا۔

ملاحظہ: طلاق علی المال اور خلع ایک ہیں، اگر معاملہ نمٹاتے وقت لفظ طلاق استعمال کیا ہے تو وہ طلاق علی المال ہے، اور لفظ خلع استعمال کیا ہے تو وہ خلع ہے، اگر یوں کہا کہ میں تجھے مہر کے عوض طلاق دیتا ہوں اور عورت نے قبول کیا تو ایک طلاق بائنہ پڑے گی، اور اگر کہا کہ میں مہر کے عوض خلع دیتا ہوں اور عورت نے قبول کیا تو بھی ایک طلاق بائنہ پڑے گی، اب رجعت تو نہیں ہو سکتی، مگر عدت میں یا عدت کے بعد نیا نکاح ہو سکتا ہے۔

﴿إِنَّمَا أَنْ يَخْتَفَا آتَا يُقِيمَا حَدُّهُمَا اللَّهُ، فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حَدُّهُمَا اللَّهُ، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ، إِنَّ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا، وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

ترجمہ: (مہر میں سے کچھ بھی لینا جائز نہیں) لیکن اگر دونوں کو خوف ہو کہ وہ اللہ کے حکموں کی پابندی نہیں کر سکیں گے — یعنی ایک دوسرے کے حقوق ادا نہیں کر سکیں گے، نہ ذمہ داریاں نباہ سکیں گے — تو اگر تمہیں — اے پیچوراو رشتہ دارو — خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ کے احکام کی پابندی نہیں کریں گے، تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں، اس (مال کے لینے دینے) میں جس کے ذریعہ عورت اپنی جان چھڑائے!

(نصیحت: یہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے احکام ہیں، پس ان کی خلاف ورزی مت کرو، اور جو اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرے گا وہ اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی مارے گا!

۱۳- تیسری طلاق ہرگز نہ دے، ورنہ معاملہ تنگ ہو جائے گا

شوہر کو تین طلاقیں دینے کا حق ہے، مگر شوہر کو چاہئے کہ وہ اپنا سارا حق استعمال نہ کرے، ایک یا دو طلاقیں پر اکتفا کرے، اگر تیسری طلاق دے گا تو عورت مغفلہ ہو جائے گی، اب نہ رجوع ہو سکے گا نہ نکاح، عورت کو دوسرے شخص سے نکاح کرنا پڑے گا، جس کو شوہر کی غیرت کیسے گوارہ کرے گی!

﴿ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرًا ۚ ﴾

ترجمہ: پھر اگر شوہر نے اس کو (تیسری) طلاق دی تو وہ عورت اس کے لئے تیسری کے بعد حلال نہیں، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ شوہر سے نکاح کرے!

۱۴- حلالہ کے بعد پہلے شوہر کا اس عورت سے نکاح درست ہے

جو عورت تین طلاقیں دینے کی وجہ سے مغفلہ ہوگئی وہ عدت کے بعد کسی اور شوہر سے نکاح کرے، پھر اگر دوسرا شوہر صحبت کرنے کے بعد مر جائے یا طلاق دیدے تو اس کی عدت کے بعد پہلا شوہر اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

حلالہ اگرچہ شرعاً ناپسندیدہ عمل ہے، مگر اس کا اثر مرتب ہوگا، جیسے حیض میں طلاق دینا ناپسندیدہ ہے، مگر طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح ایک ساتھ تین طلاقیں دینا برا ہے، مگر وہ واقع ہو جاتی ہیں، جیسے نہ رکھنا حرام ہے اور کسی کو ناحق قتل کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے، مگر جو نہ رکھائے گا وہ مر جائے گا، اور ناحق گولی مارے گا تو بھی مر جائے گا۔

فائدہ (۱): اکسیم ہا کر حلالہ کرنا کرنا نہایت برا ہے، حدیث میں دوسرے شوہر کو التیس المستعار (بکری کا بھن کرنے کے لئے مانگا ہوا بکرا) کہا ہے، اور حدیث میں دونوں شوہروں پر لعنت بھیجی ہے، تاہم اگر ایجاب و قبول میں حلالہ کا ذکر نہیں، اور دوسرا شوہر صحبت کرنے کے بعد طلاق دے تو اس کی عدت کے بعد عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی، جس حدیث میں لعنت بھیجی گئی ہے اس میں دوسرے شوہر کو مُعْلِلٌ اور پہلے شوہر کو مُحْلِلٌ لہٰ کہا ہے یعنی حلال کرنے والا اور جس کے لئے حلال کیا، معلوم ہوا کہ حلالہ برا فعل ہے، مگر عورت حلال ہو جائے گی۔

اور حلالہ میں دوسرے شوہر کی صحبت کی شرط حدیث غَسِيلَةٍ سے لگی ہے، اور ﴿حَتَّىٰ تَنْكِحَ﴾ میں نکاح کے لغوی معنی بھی ناپ کے ہیں۔ پس آیت کے اشارے سے بھی صحبت کی شرط نکلتی ہے۔

فائدہ (۲): اور اگر پہلا شوہر اور مطلقہ بے خبر ہوں، اور کوئی بھلا مانس اس نیت سے اس سے نکاح کرے کہ صحبت کر کے طلاق دیدے گا، تا کہ وہ پہلے شوہر سے نکاح کر کے اپنے بچوں میں مل جائے تو ایسا کرنا مستحب ہے اور سلف سے ثابت ہے۔

﴿ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ كُنَّا أَنْ يُقْبِلَا حُدُودَ اللَّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴾ ﴿۲﴾

ترجمہ: پھر اگر وہ (دوسرا شوہر) اس کو طلاق دیدے تو دونوں پر (پہلے شوہر اور اس کی مطلقہ پر) کوئی گناہ نہیں کہ دونوں (نکاح کر کے) باہم مل جائیں، اگر دونوں کا خیال ہو کہ وہ اللہ کے ضابطوں کی پابندی کریں گے اور یہ اللہ کے احکام ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ان لوگوں کے لئے واضح کرتے ہیں جو جانتے ہیں! — یعنی جاننا چاہتے ہیں، بالقوۃ جاننا مراد ہے۔

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَبَسْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِنَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَةَ اللَّهِ هُزُوًا وَادْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۳﴾

۲۸۱

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَبَسْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِنَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَةَ اللَّهِ هُزُوًا وَادْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ	اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پس پھینیں وہ اپنی مدت کو پس رو کو ان کو حسب دستور یا چھوڑو ان کو حسب دستور	وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا ^(۱) لِنَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ^(۲) فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَةَ اللَّهِ	اور نہ رو کو ان کو نقصان پہنچانے کیلئے تاکہ زیادتی کرو تم اور جو کرے گا ایسا تو اس نے نقصان کیا اپنا اور نہ بناؤ اللہ کے احکام کو	هُزُوًا وَادْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ	غصھا (کھلونا) اور یاد کرو اللہ کے احسانات تم پر اور جو اتارا اس نے تم پر قرآن سے اور احادیث سے نصیحت کرتے ہیں وہ تم کو
---	---	--	---	---	--

(۱) ضِرَارًا: مفعول لہ ہے (۲) ذَلِكَ: کا مشار الیہ ضِرَارًا ہے (۳) مَا أَنْزَلَ کا عطف نعمت اللہ پر ہے۔

پہلے ^(۱) وَ اتَّقُوا اللَّهَ	اس کے ڈریجہ اور ڈرو اللہ سے	وَ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ	اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ	بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ	ہر چیز سے خوب واقف ہیں
--	-----------------------------	--	---------------------------	--------------------------------------	------------------------

۱۵- عورت کو پریشان کرنے کے لئے رجعت کرنا شریعت کے ساتھ کھلوڑ ہے!

طلاق رجعتی کے بعد دو صورتیں ہیں، یا تو رجعت کرے اور بیوی کو نکاح میں لوٹالے، یا عدت پوری ہونے دے، عدت کے بعد وہ نکاح سے نکل جائے گی اور دوسرا نکاح کر سکے گی، اس دوسری صورت میں تو کوئی مسئلہ نہیں، البتہ رجعت کی صورت میں بعض لوگوں کا مقصد عورت کو پریشان کرنا ہوتا ہے، وہ اس نکاح میں لوٹا کر سیدھا کرنا چاہتے ہیں، اس آیت میں اس کی سخت ممانعت ہے، یہ اللہ کے احکام کے ساتھ یعنی رجعت کی اجازت کے ساتھ کھلوڑ ہے، پس ایسا ہرگز نہ کیا جائے، سلیقہ سے رکھنا مقصود ہو تو رجعت کرے، ورنہ حکم شریعت کے مطابق چھوڑ دے۔

آیت پاک: اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دیدی، پھر ان کی عدت پوری ہونے کو آئی، پس یا تو ان کو حسب دستور روک لویا حسب دستور چھوڑ دو — یہ نئی بات بیان کرنے کے لئے تمہید لوٹائی ہے، نگرانی نہیں ہے، یہ قرآن کریم کا اسلوب ہے — اور ان کو نقصان پہنچانے کے لئے مت روکو کہ تم زیادتی کرو — یہ مقصود کلام ہے — اور جو یہ کام کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، اور تم اللہ کے احکام کو کھلونا مت بناؤ — یعنی جواز رجعت کی رخصت سے غلط فائدہ مت اٹھاؤ — اور تم اپنے اوپر اللہ کے احسانات کو اور قرآن وحدیث کو یاد کرو — عطف تفسیری ہے، قرآن وحدیث اللہ کی نعمتیں ہیں، ان کو پڑھو اور ان کے احکام کی کماحقہ تعمیل کرو — اللہ تعالیٰ تم کو ہر ایک کے ذریعہ نصیحت کرتے ہیں — یعنی قرآن وحدیث تمہارے فائدے کے لئے نازل کی گئی ہیں — اور اللہ سے ڈرو، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہیں!

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَا تَعْصُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَمْ آزْكِي لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۵﴾

وَإِذَا	اور جب	طَلَقْتُمُ	طلاق دی تم نے	النِّسَاءَ	عورتوں کو
---------	--------	------------	---------------	------------	-----------

(۱) بہ: کامر جمع کل واحد من الکعب والحکمۃ ہے، اور مفرد کی ضمیر اس لئے ہے کہ کتاب وسنت ایک ہیں، دونوں وحی ہیں۔

قَبْلَكَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ ^(۱) أَنْ يَتَّكِفْنَ ^(۲) أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَآضَوْنَ بَيْنَهُنَّ	پس پہنچ گئیں وہ اپنی مدت کو پس نہ روکوان کو کہ شادی کریں وہ اپنے شوہروں سے جب بخش مل ہو جائیں وہ ہاں	بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعِظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ يَا اللَّهُ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ	دستور کے موافق یہ (حکم) صحت کی جاتی ہے اس اس کو جو تم میں سے ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت پر	ذَلِكُمْ ^(۳) أَذْكُرْ لَكُمْ وَإِظْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ	یہ (حکم) ستھرائی ہے تمہارے لئے اور زیادہ پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے
---	--	--	--	--	--

۱۶۔ اگر عورت پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو اولیا عنہ روکیں

طلاق رجعی کی عدت میں شوہر کو رجعت کرنے کا حق ہے، لیکن ختم عدت کے بعد یہ حق نہیں، البتہ نیا نکاح ہو سکتا ہے، اور طلاق بانسہ میں عدت میں اور عدت کے بعد نکاح کی تجدید ہو سکتی ہے، پس اگر مطلقہ عورت پہلے شوہر ہی سے نکاح کرنا چاہے تو اولیا اس کو نہ روکیں، اس میں مصلحت ہے، اور شان نزول کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کا ایک شخص سے نکاح کر دیا، اس نے رجعی طلاق دیدی، اور عدت میں رجوع نہیں کیا، عدت ختم ہونے کے بعد دوسرے لوگوں کے ساتھ زوج اول نے بھی نکاح کا پیغام دیا، عورت بھی اس پر راضی تھی، مگر عورت کے بھائی حضرت معقلؓ کو غصہ آ گیا، انھوں نے بہن کو نکاح سے روک دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، بھائی فوراً تیار ہو گئے، اور بہن کا اس سے نکاح کر دیا۔

آیت کریمہ: اور جب تم عورتوں کو طلاق دو، پھر ان کی عدت پوری ہو جائے، پس ان کو ان کے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، جب وہ باہم خوش دل ہو جائیں، جائز طریقہ پر — یعنی ان سے نکاح جائز ہو، عورت مغلطہ نہ ہوگی ہو — یہ ناصحانہ حکم ہے ان کے لئے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں — ناصحانہ: یعنی خیر خواہانہ، قربان چاہیے رب کریم کی عانتوں کے! کیسا پیار بھرا انداز ہے! — اس حکم میں تمہارے لئے ستھرائی اور پاکیزگی ہے! — کیونکہ عورت کی پہلے خاوند کی طرف رغبت ہے، پس اگر اس کے ساتھ نکاح نہیں کرنے دو گے تو راہ ورسم پیدا ہوگی، اور برائی کا اندیشہ ہے، پس اس کے ساتھ نکاح ہونے میں ستھرائی اور پاکیزگی ہے، دونوں گناہ سے بچیں گے —

(۱) عَضَلُ (باب نصر) سختی کے ساتھ روکنا، عَضَلَتْهٖ ما خُوذُہٗ، پس عَضَلُ کے معنی ہوئے: ہازو پکڑ کر ہاندھ دینا (۲) ان ینکحن: هن سے بدل ایشمال ہے یا اس سے پہلے من محذوف ہے اور محضلن لامعضلوہن ہے (۳) ذلکم: میں کم ضمیر خطاب ہے۔

اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے — یہ دوسری مرتبہ پیار و محبت سے قہر حکم کی ترغیب دی ہے۔

وَالْوَالِدَتُ يُرَضِعَنَّ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ
الرِّضَاعَةَ. وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ
إِلَّا وُسْعَهَا. لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ. وَعَلَى الْوَارِثِ
مِثْلُ ذَلِكَ. فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا.
وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَأَلْتُمْ مِمَّا آتَيْتُمْ
بِالْمَعْرُوفِ. وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۵۷﴾

وَالْوَالِدَتُ	اور خنہ والیاں (مائیں)	رِزْقُهُنَّ	ان کی روزی	لَهُ	اس کے لئے
يُرَضِعَنَّ	دودھ پلائیں	وَكِسْوَتُهُنَّ	اور ان کا کپڑا ہے	بِوَلَدِهِ	اس کے بچے کی وجہ سے
أَوْلَادَهُنَّ	اپنے بچوں کو	بِالْمَعْرُوفِ	عرف کے مطابق	وَعَلَى الْوَارِثِ	اور (بچے کے) وارث پر
حَوْلَيْنِ	دو سال	لَا تُكَلَّفُ	نہیں حکم دیا جاتا	مِثْلُ ذَلِكَ	اس کے مانند ہے
كَامِلَيْنِ	پورے	نَفْسٌ	کوئی شخص	فَإِنْ أَرَادَا	پھر اگر چاہیں دونوں
لِمَنْ أَرَادَ	اس کے لئے جو چاہتا ہے	إِلَّا وُسْعَهَا	مگر اس کی گنجائش کے بقدر	فِصَالًا	دودھ چھڑانا
أَنْ يُتِمَّ	کہ پورا کرے	لَا تُضَارَّ	نہ نقصان پہنچائی جائے	عَنْ تَرَاضٍ	رضا مندی سے
الرِّضَاعَةَ	دودھ پینا	وَالِدَةٌ	بخنے والی	مِنْهُمَا	باہمی
وَعَلَى الْمَوْلُودِ	اور اس پر جو جنما گیا ہے	بِوَلَدِهَا	اس کے بچے کی وجہ سے	وَتَشَاوُرٍ	اور باہمی مشورہ سے
لَهُ	اس کے لئے	وَلَا مَوْلُودٌ	اور نہ جو جنما گیا	فَلَا جُنَاحَ	تو کوئی گناہ نہیں

(۱) الرِّضَاعَةُ: باب ضرب، سبب اور فتح کا مصدر ہے: پستان سے دودھ پینا (۲) مولود لہ: جس کے لئے بچہ جنما گیا ہے یعنی باپ، اس میں اشارہ ہے کہ نسب باپ سے ثابت ہوتا ہے (۳) مُضَارٌّ: مُضَارَّةٌ سے مضارع مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب: تک کرنا، نقصان پہنچانا (۴) تراض: مصدر باب تقاض: باہمی رضا مندی، ایک کا دوسرے سے راضی ہونا، اصل میں تراضیٰ تھا (۵) تشاور: مصدر باب تقاض: آپس میں مشورہ کرنا

عَلَيْهِمْ	وَدُونِ	عَلَيْكُمْ	تَمَّ	اللَّهُ	اللَّهُ
وَأَنْ أَرَدَ نَسْمُ	اور اگر چاہو تم	إِذَا سَلَكْتُمْ	جب پر د کرو	وَاعْلَمُوا	اور جان لو
أَنْ تَسْرُضُوا ^(۱)	کہ دودھ پلواؤ	مَّا أَتَيْتُمْ	جو دینا طے کیا ہے تم نے	أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ
أَوْلَادَكُمْ	اپنے بچوں کو	بِالْمَعْرُوفِ	عرف کے مطابق	بِمَا تَعْمَلُونَ	ان کاموں کو جو تم کرتے ہو
فَلَا جُنَاحَ	تو کوئی گناہ نہیں	وَأَتَّقُوا	اور ڈرو	بَصِيرَةٍ	خوب دیکھ رہے ہیں

۱- عدت کے بعد رضاعت کے احکام

عدت کا بیان ابھی باقی ہے، درمیان میں رضاعت کا بیان ہے، اس لئے کہ عدت کے بعد کبھی بچوں کی پرورش کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے، اور اس آیت میں چھ باتیں ہیں:

۱- رضاعت (دودھ پلانے) کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے، اس مدت تک دودھ پلانا جائز ہے، اس کے بعد دودھ پلانا حرام ہے، احتاف کے یہاں بھی فتویٰ اسی پر ہے، اور یہ صاحبین کا قول ہے، امام صاحب کے نزدیک مدت رضاعت ڈھائی سال ہے، اتنی عمر میں دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی، فتویٰ اسی پر ہے، اس میں احتیاط ہے۔

۲- عدت کے بعد ماں دودھ پلانے تو بچہ کے خرچ کے علاوہ ماں کا خرچ بھی باپ پر واجب ہے۔

۳- خرچ ماں باپ کی حیثیت کے لحاظ سے دیا جائے گا، شریعت کا ضابطہ ہے کہ حکم بقدر وسعت دیا جاتا ہے، پس نہ خرچ کم دے کر ماں کو نقصان پہنچایا جائے، نہ زیادہ کا مطالبہ کر کے باپ کو الجھن میں ڈالا جائے۔

۴- اگر باپ کی وفات ہوگئی ہو تو بچہ کے وارث پر دونوں کا خرچ واجب ہے، اور چند وارث ہوں تو بقدر حصص خرچہ اٹھائیں۔

۵- ماں باپ باہم مشورہ کر کے دو سال سے پہلے بھی دودھ چھڑا سکتے ہیں اور ڈاکٹر کا مشورہ بھی شامل کر لیں تو واہ وا!

۶- ماں کے علاوہ دوسری اقا سے دودھ پلوانا بھی جائز ہے، اور اس کو بھی طے شدہ نفقہ دینا ضروری ہے۔

پھر آخر میں نصیحت ہے کہ اللہ سے ڈرو، اس کے احکام کی خلاف ورزی مت کرو، وہ تمہارے سب کاموں سے خوب واقف ہیں۔

۱- رضاعت کی مدت دو سال ہے: ارشاد فرماتے ہیں: اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں،

یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو دودھ پینے کی مدت پوری کرنا چاہتا ہے۔ — یعنی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے، اس

(۱) اَلْمَعْرُوفُ: اَمْتَرُ ضَاع سے مضارع، جمع مذکر حاضر: دودھ پلوانا۔

کے بعد دودھ پلانا حرام ہے، البتہ کسی مصلحت سے پہلے دودھ چھڑا سکتے ہیں، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

۲- عدت کے بعد ماں دودھ پلانے تو خرق باپ کے ذمہ ہے: — اگر بچہ کی ماں نکاح میں ہو تو دودھ پلانے کا خرق نہیں دیا جائے گا، کیونکہ بیوی کا خرچہ شوہر پر ہے ہی، اسی طرح ماں طلاق کی عدت میں ہو تو بھی خرچہ نہیں دیا جائے گا، کیونکہ معتدہ کا خرچہ بھی شوہر پر ہے، البتہ عدت کے بعد ماں دودھ پلانے، اور بچہ کی پرورش کرے تو بچہ کے خرق کے علاوہ ماں کا خرق بھی دینا ہوگا، ارشاد فرماتے ہیں: — اور باپ پر (جس کے لئے بچہ جتنا گیا ہے) ماؤں کا کھانا کپڑا ہے۔

۳- خرق ماں اور باپ کی حیثیت کے لحاظ سے دیا جائے گا: ارشاد فرماتے ہیں: عرف کے لحاظ سے — یعنی ماں اور باپ کی حیثیت کا لحاظ کر کے، اس لئے کہ شریعت کا ضابطہ ہے کہ — کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا حکم نہیں دیا جاتا (پس) نہ ماں نقصان پہنچائی جائے اس کے بچہ کی وجہ سے، اور نہ باپ نقصان پہنچایا جائے، اس کے بچہ کی وجہ سے — یعنی باپ کے ساتھ ماں کی حیثیت کا بھی لحاظ کیا جائے۔

۴- باپ نہ ہو تو وارث خرچہ دیں: ارشاد فرماتے ہیں: اور (بچہ کے) وارث پر اسی کے بقدر وجوب ہے — اگر باپ کا انتقال ہو گیا، اور بچہ والد راہے تو اس کے مال سے دودھ پلانے کی اجرت دی جائے گی، ورنہ جو حرم رشتہ دار اس کی میراث کے حقدار ہیں ان پر اجرت واجب ہوگی اور اگر متعدد درجہ ہوں تو اپنے حصہ میراث کے تناسب سے خرچ دیں۔

۵- دو سال سے پہلے بھی دودھ چھڑا سکتے ہیں: ارشاد فرماتے ہیں: — پھر اگر دونوں (ماں باپ) باہمی رضامندی اور مشورہ سے (دو سال سے پہلے) دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں — بچہ عام طور پر ایک سال کے بعد روٹی پکڑ لیتا ہے یا باہر کا دودھ لینے لگتا ہے، اور ماں کا دودھ بھی کم ہو جاتا ہے، پس اگر مصلحت ہو تو پہلے بھی دودھ چھڑایا جاسکتا ہے، البتہ جب تک ماں کو پرورش کا حق ہے بچہ ماں کے پاس رہے گا، اور اس کا خرچہ دیا جائے گا، اور دودھ چھڑانے کے بعد ماں کا نفقہ نہیں دیا جائے گا۔

۶- دوسری لقا سے دودھ پلوانا بھی جائز ہے: ارشاد فرماتے ہیں: اور اگر تم — اس میں باپ کے ساتھ وراثت کو بھی ملحوظ رکھا ہے — اپنے بچوں کو (کسی لقا سے) دودھ پلوانا چاہو تو (بھی) تم پر کوئی گناہ نہیں، جب تم ان کے حوالے کرو جو اجرت عرف کے لحاظ سے طے پائی ہے — یعنی ان سے بھی اجرت پر دودھ پلوا سکتے ہو۔

نصیحت: اور اللہ سے ڈرو — یعنی احکام خداوندی کی خلاف ورزی مت کرو — اور جان لو کہ تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب دیکھ رہے ہیں!

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٠٦﴾

وَالَّذِينَ	اور جو لوگ	أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ	چار ماہ	فِيمَا فَعَلْنَ	اس میں جو کیا انھوں نے
يُتَوَفَّوْنَ ^(۱)	مر جائیں	وَعَشْرًا	اور دس دن	فِي أَنْفُسِهِنَّ	اپنے حق میں
مِنْكُمْ	تم میں سے	فَإِذَا	پس جب	بِالْمَعْرُوفِ	شریعت کے موافق
وَيَذَرُونَ ^(۲)	اور چھوڑ جائیں	بَلَغْنَ	پہنچ جائیں وہ	وَاللَّهُ	اور اللہ
أَزْوَاجًا	بیویاں	أَجَلَهُنَّ	اپنی مدت کو	بِمَا تَعْمَلُونَ	ان کاموں سے جو تم
يَتَرَبَّصْنَ	انتظار میں رکھیں وہ	فَلَا جُنَاحَ	تو کوئی گناہ نہیں	کرتے ہو	
بِأَنْفُسِهِنَّ	اپنے آپ کو	عَلَيْكُمْ	تم پر	خَبِيرٌ	پورے باخبر ہیں

۱۸- حاملہ (غیر حاملہ) کی عدت وفات چار ماہ دس دن ہے

اگر عورت حاملہ نہ ہو تو شوہر کی موت کی عدت چار ماہ دس دن ہیں، اور حاملہ ہو تو وضع حمل ہے، پھر وہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے، مرحوم کے ورثاء کا اس پر کوئی حق نہیں، جاہلیتِ قدیمہ اور جدیدہ میں عورت بھی میراث سمجھی جاتی ہے، ورثاء جہاں چاہتے ہیں اس کا نکاح کرتے ہیں یا وہ ایک دو بچوں کو لے کر بیٹھی رہتی ہے یہ دونوں باتیں غلط ہیں، عدت تک نکاح سے رکنا ضروری ہے، پھر اگر نکاح کے قابل ہے تو نکاح کرے، اور اولاد کی پرورش کی ذمہ داری اولیاء کی ہے، ماں کی نہیں۔

آیتِ کریمہ: اور تم میں سے جو لوگ انتقال کر جائیں، اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ خود کو چار ماہ دس دن تک انتظار میں رکھیں، پھر جب وہ اپنی مقررہ مدت کو پہنچ جائیں تو تم پر (ورثاء پر) کچھ گناہ نہیں اس میں جو انھوں نے اپنے حق میں کیا، حکم شریعت کے مطابق، اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے پورے باخبر ہیں جو تم کرتے ہو!

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خُطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ

(۱) يُتَوَفَّوْنَ: مضارع مجہول، جمع مذکر غائب، تَوَلَّى: مصدر باب فَعَّلَ: مر جانا، وفات پانا (۲) يَذَرُونَ: مضارع، جمع مذکر غائب، يَزِرُ يَزِرُ وَزَرًا: چھوڑنا۔

اللَّهُ أَنْكُمْ سَتَذَكَّرُوهُمْ وَلَكِنْ لَا تَوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا عَقْدَةَ الزَّكَاءِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۳﴾

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيهَا عَزَضْتُمْ ^(۱) بِهِ مِنْ خُطْبَةِ الرِّسَالَةِ أَوْ أَكُنْتُمْ ^(۲) فِي أَنْفُسِكُمْ عِلْمَ اللَّهِ أَنْكُمْ سَتَذَكَّرُوهُمْ	اور کچھ گناہ نہیں تم پر اس میں جو اشارہ کنایہ میں کہو تم وہ بات پیام سے عورتوں کے یا چھپائی تم نے تمہارے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے جانا کہ تم اب ذکر کرو گے ان کا	وَلَكِنْ لَا تَوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا عَقْدَةَ الزَّكَاءِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ	لیکن ان سے وعدہ مت ٹھہراؤ پوشیدگی میں مگر یہ کہ کہو تم بات بھلی (جائز) اور نہ بکلی کرلو سستی نکاح کی یہاں تک کہ پہنچے نوشتہ	أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۳﴾	اس کی مقررہ مدت کو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو تمہارے دلوں میں ہے پس ڈرو ان سے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے بردبار ہیں
--	---	--	---	---	---

۱۹- عدت میں نہ نکاح جائز نہ پیام نکاح، ہاں دل میں ارادہ رکھ سکتے ہیں اور اشارہ بھی کر سکتے ہیں

جب عورت نکاح سے جدا ہوگئی، خواہ شوہر کی وفات ہوگئی یا طلاق یا سنہ پڑ گئی، اور عورت عدت میں بیٹھ گئی، تو اب جب تک وہ عدت میں ہے نہ نکاح جائز نہ پیام نکاح اور نہ صاف وعدہ لینا، ہاں دل میں نیت رکھ سکتے ہیں، اور اشارہ کنایہ میں مطلب بھی ظاہر کر سکتے ہیں، تا کہ کوئی اور پہل نہ کر بیٹھے۔ اور اشارہ کنایہ کو لوگ سمجھتے ہیں، اور قوموں کے محاورات بھی مختلف ہیں، اردو میں 'گوری اور عربی میں حیاتی اور انگریزی میں ڈارلنگ سے خطاب میں ایک اشارہ ہے۔

(۱) تعریض: بغیر کھولے بات کہنا (۲) اِکْثَان: دل میں رکھنا (۳) مُوَاعِدَةُ: ایک دوسرے سے وعدہ کرنا (۴) عَزَمَ (ض) حکم کرنا، پکا کرنا۔

آیت کریمہ: اور تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ اشارہ کنایہ میں عورتوں کو نکاح کا پیام دو، یا اپنے دلوں میں (نکاح کا ارادہ) چھپاؤ۔ اور وجہ اجازت یہ ہے کہ۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ تم ان عورتوں کا ذکر کرو گے۔ کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے کہ کسی عورت سے نکاح کا خواہش مند ہو تو ذکر کئے بغیر نہیں رہتا۔ مگر چونکہ سے ان سے وعدہ مت ٹھہراؤ، ہاں بھلی بات کہہ سکتے ہو۔ وہی اشارہ کنایہ میں بات کہنا مراد ہے۔ اور نکاح کی گہرہ مضبوط مت باندھو جب تک نوشتہ اس کی مدت کو نہ پہنچ جائے۔ یعنی عدت میں نکاح جائز نہیں۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتوں کو جانتے ہیں، لہذا ان سے ڈرو۔ یعنی ناجائز بات کا دل میں ارادہ بھی مت کرو۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے بردبار ہیں۔ یعنی اگر کسی ناجائز بات کا ارادہ کیا، پھر توبہ کر لی تو وہ معاف کر دیں گے، اور توبہ نہیں کی اور فوراً سزا نہیں ملی تو وہ ان کی بردباری ہے، دھوکہ مت کھاؤ، آخرت میں سزا ملے گی۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۖ وَ مَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرَهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ٥ وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَوَضُّفْ مَا قَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوا الَّذِي بَيْنَهُمَا عَقْدًا ذَا نِكَاحٍ ۖ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَلَا تَنْسُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ٦

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ	کچھ گناہ نہیں	مَا (۱)	جب تک	فَرِيضَةٌ	کچھ مقرر کرنا
وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرَهُ	تم پر	لَمْ تَمْسُوهُنَّ	نہ چھو یا ہونے ان کو	وَمَتَّعُوهُنَّ	اور کچھ مال وغیرہ دو ان کو
وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ٥	اگر طلاق دو تم	أَوْ تَفْرِضُوا (۲)	یا (نہ) مقرر کیا ہو	عَلَى الْمَوْسِعِ	مقدور پر
وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَوَضُّفْ مَا قَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوا الَّذِي بَيْنَهُمَا عَقْدًا ذَا نِكَاحٍ ۖ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَلَا تَنْسُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ٦	عورتوں کو	لَهُنَّ	ان کے لئے	قَدَرُهُ	اس کی حیثیت سے

(۱) ما: مصدر یہ ظرفیہ ہے، جیسے مَا دُمْتُ حَيًّا: ای مدۃ دوامی حیا: جب تک میں زندہ ہوں (۲) تفرضوا کا عطف مسموہن پر ہے، پس لہم یہاں بھی آئے گا اور او: مانعہ اخلو کا ہے۔ مانعہ اخلو میں دو باتیں جمع ہو سکتی ہیں، مرتفع نہیں ہو سکتیں۔

وَعَلَى الْمُقْتِرِ	اور نیک دست پر	قَرَضْتُمْ	مقرر کیا ہے تم نے	عُقْدَةً	گرہ
قَدَاةً	اس کی حیثیت سے	لَهُنَّ	ان کے لئے	الْيَكَّارِ	نکاح کی
مَتَاعًا ^(۱)	فائدہ پہنچانا	قَرِيبَةً	کچھ مقرر کرنا	وَأَنْ تَعْقُوا ^(۲)	اور (مرد کا) معاف کرنا
بِالْمَعْرُوفِ	حسب دستور	قَوْنُصَفْ	تو آدھا ہے	أَقْرَبُ	زیادہ قریب ہے
حَقًّا ^(۲)	لازم ہے	مَا	اس کا جو	لِلتَّقْوَى	پر تیز گاری سے
عَلَى الْمُحْسِنِينَ	نیکیوں پر	قَرَضْتُمْ	تم نے مقرر کیا ہے	وَلَا تَنسُوا	اور مت بھولو
وَمَنْ	اور اگر	إِلَّا أَنْ	مگر یہ کہ	الْقَضَلِ	احسان کرنا
طَلَقْتُمْوهُنَّ	طلاق دو تم ان کو	يَعْفُونَ	معاف کریں عورتیں	بَيْنَكُمْ	آپس میں
مِنْ قَبْلِ	پہلے	أَوْ يَعْفُوا	یا معاف کرے	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
أَنْ تَمْسُوهُنَّ	ان کو ہاتھ لگانے کے	الَّذِي	وہ شخص جو	بِمَا تَعْمَلُونَ	ان کاموں کو جو تم کرتے ہو
وَقَدْ	در انحالیکہ تحقیق	يَسِيدُ	اس کے ہاتھ میں ہے	بِصَبْرٍ	خوب دیکھنے والے ہیں

۲۰۔ خلوت صحیحہ اور مقرر کرنے سے پہلے طلاق دینا جائز ہے، اور اس صورت میں متعہ واجب ہے

خلوت صحیحہ: کسی ایسی جگہ میاں بیوی کا جمع ہونا جہاں محبت سے کوئی چیز مانع نہ ہو، اور مجامعت کے لئے تنہائی شرط نہیں، اور نکاح کی صحت کے لئے مہر کا مقرر ہونا یا اس کا تذکرہ ہونا ضروری نہیں، بعد میں بھی مقرر کیا جاسکتا ہے، البتہ نکاح میں مہر ضروری ہے۔

اور متعہ کے معنی ہیں: فائدہ پہنچانا، برتنے کے لئے مال سامان دینا، اور متعہ کی کم سے کم مقدار چار کپڑے ہیں، کرتا، پاجامہ، اوڑھنی اور بڑی چادر جس میں سر سے پیر تک لپٹ سکے (برقعہ) (بہشتی زیور) اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مطلقہ کو دس ہزار درہم دیئے ہیں۔

اگر نکاح ہو گیا اور کوئی مہر مقرر نہیں ہوا، پھر مجامعت یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دینا چاہے تو جائز ہے، اور اس صورت میں شوہر پر متعہ واجب ہے، اور یہ شوہر اپنی حیثیت کے لحاظ سے دے گا، بیوی کی حیثیت کا اس میں لحاظ نہیں ہوگا، اور جوڑے کی قیمت مہر مثل کے آدھے سے نہ بڑھے، یعنی ایسا قیمتی جوڑا مرد پر واجب نہیں، یوں خوشی سے بڑھیا کپڑے

(۱) متاعاً: متعہ کا مفعول مطلق ہے، اور بالمعروف: متاعاً (مصدر) سے متعلق ہے (۲) حقاً: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے: ای حَقًّا حَقًّا: کئی بات ہے (۳) أَنْ تَعْفُوا: مبتدا اور آخر خبر ہے، اور ان مصدر یہ ہے۔

دے تو اس کی مرضی۔

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمْ النِّسَاءَ مَا لَكُمْ بِمَسُوهُنَّ أَوْ تَفَرَّضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمُؤَسَّسَةِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتَرَرَةِ مَتْنَعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ﴾

ترجمہ: تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو، جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو، یا ان کے لئے کوئی مہر مقرر نہ کیا ہو۔ یہ ایک وہم دفع کیا ہے، کوئی کہہ سکتا ہے کہ جب نکاح ہوا تو مہر بھی ہوگا اور عورت سے استفادہ بھی ہوگا، ان امور سے پہلے طلاق تو ایک کھیل ہوا۔ جواب یہ ہے کہ ایسی ضرورت پیش آتی ہے، اس لئے طلاق دینا جائز ہے، رہا مہر کا معاملہ تو اس کی جگہ متعہ دے گا، کیونکہ استفادہ نہیں کیا، فرماتے ہیں: اور ان کو متعہ (برتنے کی چیز) دو، مقدور والا اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق، یہ عرف کے مطابق فائدہ پہنچانا ہے، یہ نیکوکاروں پر لازم ہے! یعنی واجب ہے، اور دلیل وجوب ساتھ ہے کہ جوشو ہر متعہ دے گا وہ نیک مسلمان ہے اور جو نہیں دے گا وہ گنہگار ہے۔

۲۱۔ غلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دی، اور مہر مقرر ہوا تھا تو آدھا مہر واجب ہے

گذشتہ آیت میں مائعہ اخلو کا ﴿اَوْ﴾ آیا تھا، اور اس میں دونوں باتیں جمع تھیں، غلوت صحیحہ بھی نہیں ہوئی تھی اور مہر بھی مقرر نہیں ہوا تھا، اب اس آیت میں دوسری صورت ہے، اس میں ایک بات ہے، غلوت صحیحہ نہیں ہوئی، مگر مہر مقرر ہوا ہے، اور طلاق کی نوبت آگئی تو آدھا مہر واجب ہے، یاد رہے کہ مائعہ اخلو میں دونوں باتیں جمع ہو سکتی ہیں، دونوں مرتفع نہیں ہو سکتیں، ایک کا باقی رہنا ضروری ہے، اور وہ یہی دوسری صورت ہے۔

﴿وَإِنْ طَلَقْتُمْوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَرِصَافٌ مَّا قَرَضْتُمْ﴾

ترجمہ: اور اگر تم ان کو طلاق دو، ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے، اور تم نے ان کے لئے بطور مہر کچھ مقرر کیا ہے، تو مقرر کئے ہوئے کا آدھا دو۔

۲۲۔ بیوی اور شوہر آدھا مہر چھوڑ سکتے ہیں، اور شوہر کا چھوڑنا بہتر ہے

غلوت سے پہلے طلاق ہو جانے کی صورت میں چونکہ شوہر نے بیوی سے فائدہ نہیں اٹھایا اس لئے اگر عورت آدھا مہر چھوڑ دے تو ایسا کرنا چاہئے، اور اگر شوہر دی دالی کا مظاہرہ کرے اور پورا مہر دے یا آدھا مہر واپس نہ لے تو ایسا بھی ہو سکتا ہے، اور یہ دوسری صورت بہتر ہے، اس سے شوہر کا بڑا کمین ظاہر ہوگا، اور تعلقات مزید ہموار ہو گئے، اور لوگوں کو باہم

احسان کرنا نہیں بھولنا چاہئے، اس سے معاشرہ پروان چڑھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں کے سب کاموں کو دیکھ رہے ہیں، جو بھی آدھا چھوڑے گا اس کو جزائے خیر دیں گے۔

﴿لَاَ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَّعْفُوْا الَّذِيْ يَبْدِيْهِ عُقْدَةُ الْبَيْكَةِ ۚ وَاَنْ تَعْفُوْا اَكْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۶﴾

ترجمہ: (آدھا مہر واجب ہے) مگر یہ کہ عورتیں معاف کریں، یا وہ شخص معاف کرے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے — یعنی شوہر معاف کرے، وہی نکاح کی گرہ کھولنے کا یعنی طلاق دینے کا اختیار رکھتا ہے — اور شوہر کا معاف کرنا پرہیزگاری سے قریب تر ہے، اور تم باہم احسان کرنا مت بھولو، بے شک اللہ تعالیٰ ان کاموں کو جو تم کرتے ہو خوب دیکھ رہے ہیں!

حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَنِتِينَ ۚ ۝۶ اِنْ خِفْتُمْ فِرْجَآلًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَا اَمْسَنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝۷

حَفِظُوا	پابندی کرو	قَنِتِينَ ^(۱)	بادب	فَاذْكُرُوا	تو یاد کرو
عَلَى الصَّلَوَاتِ	نمازوں کی	اِنْ خِفْتُمْ	پھر اگر ڈرو تم	اللّٰهُ	اللہ کو
وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ	اور درمیانی نماز کی	فِرْجَآلًا ^(۲)	تو پیادہ	كَمَا عَلَّمَكُم	جس طرح سکھایا تم کو
وَقُومُوا	اور کھڑے ہوؤ	اَوْ رُكْبَانًا	یا سواری پر (پرہیز)	مَّا لَمْ تَكُونُوْا	جو نہیں تھے تم
اللّٰهُ	اللہ کے لئے	فَاِذَا اَمْسَنْتُمْ	پھر جب مطمئن ہو جاؤ تم	تَعْلَمُوْنَ	جانتے

رابط: طلاق، رجعت، عدت اور مہر کے مسائل پورے ہوئے، یہ سب احکام مصاحح پر مبنی تھے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْغَنَمِ وَالْمَيْسِرِ﴾ سے ایسے ہی احکام کا بیان شروع ہوا ہے جن میں مصاحح اور مفاسد کی رعایت ہے، اب احکام آگے بڑھاتے ہیں، اب یہ مسئلہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر خطرہ شدید ہو تو پیدل یا سواری پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے، اور یہ جواز بھی برہنہ صحت ہے۔ اور ان آیتوں میں نماز کے تعلق سے چار باتیں ہیں، مقصود تیسری بات ہے، پہلی دو باتیں تمہید ہیں اور آخری بات تمبیہ ہے۔

(۱) قَنِتٌ: اسم قائل، قَنَتَ (ن) قَنَتًا کے متعذر معانی کئے گئے ہیں، فرمان برداری کرنا، اظہار عاجزی کرنا، حضرت شاہ عبد القادر صاحب نے 'بادب' ترجمہ کیا ہے (۲) رُكْبَانًا: رُكْبَانٌ کی جمع ہے: پیادہ، رُكْبَلٌ کی جمع نہیں۔

۲۳۔ نماز کی پابندی کا حکم

نماز کے اوقات مقرر ہیں، انہی اوقات میں نماز پڑھنا ضروری ہے، سورۃ النساء (آیت ۱۰۳) میں ہے: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَيْكَ الْمُؤَيِّنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾۔ بے شک نماز مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے اوقات کا لحاظ کر کے، یعنی نماز کے اوقات مقرر ہیں، انہی اوقات میں نماز پڑھنا ضروری ہے، اور حدیث میں ہے: إِنَّ لِلصَّلَاةِ أَوَّلًا وَآخِرًا: نماز کے اوقات کی ابتدا اور انتہا ہے (ترمذی) اور یہاں حکم دیا ہے کہ سبھی نمازوں کی پابندی کرو، یعنی نمازیں ان کے اوقات میں پڑھو، قضا مت کرو، خاص طور پر درمیانی نماز جو مشغولیت کے دوران آتی ہے اس کا خاص خیال رکھو، پس یہ تیسری بات کی تمہید ہے کہ شدید خطرہ میں بھی نماز بروقت پڑھنا ضروری ہے، بیت و حالت میں تبدیلی ہوگی مگر وقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

﴿حُفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى﴾

ترجمہ: سب نمازوں کی (عام طور پر) اور درمیانی نماز کی (خاص طور پر) پابندی کرو۔

درمیانی نماز کونسی ہے؟

متحد صحیح احادیث میں صلوٰۃ وسطیٰ کی تفسیر نماز عصر سے آئی ہے، کیونکہ اس کے ایک طرف میں دن کی دو نمازیں فجر اور ظہر ہیں، اور دوسری طرف میں رات کی دو نمازیں مغرب اور عشاء ہیں، اور حضرت عائشہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ درمیانی نماز ظہر کی نماز ہے، اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ درمیانی نماز صبح کی نماز ہے۔

سوال: مرفوع احادیث کی موجودگی میں ان حضرات نے دوسری تفسیر کیوں کی؟

جواب: نبی ﷺ نے نماز عصر کو صلوٰۃ وسطیٰ کا مصداق اس لئے نہیں قرار دیا تھا کہ وہ عصر کی نماز ہے، بلکہ اس نماز میں لوگوں کے غفلت برتنے کا امکان تھا اس لئے اس کو مصداق بنایا تھا، بعد میں جب لوگ ظہر اور فجر میں غفلت برتنے لگے تو مذکور صحابہ نے ان کو مصداق بنایا، جیسے مدارس میں طالب علم فجر اور ظہر میں سوتے رہتے ہیں، جب ان کے سامنے آیت کی تفسیر کی جائے گی تو انہیں نمازوں کو صلوٰۃ وسطیٰ کا مصداق قرار دیا جائے گا۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ کبھی آیت میں امر کئی مذکور ہوتا ہے، جس کے مصداق متعدد ہو سکتے ہیں، ایسی صورت میں آیت کی متعدد تفسیریں ہو سکتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب نمازیں پانچ ہیں تو ہر نماز درمیانی نماز ہو سکتی ہے اور خصوصیت سے اس کے اہتمام کا حکم برہنائے غفلت دیا گیا ہے، پس مختلف زمانوں میں لوگ جس نماز میں غفلت برتنے لگے صحابہ نے اسی کو آیت کا مصداق قرار دیا، تاکہ لوگوں کی غفلت دور ہو۔

آیت سے پانچ نمازوں کا ثبوت:

یہ آیت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ نمازیں پانچ ہیں، کیونکہ ”صلوٰۃ وسطیٰ“ کا عطف ”صلوات“ ہے، عربی قواعد کی رو سے یہ بات ضروری ہے کہ ”صلوٰۃ وسطیٰ“ صلوات میں شامل نہ ہو، کیونکہ عطف مغایرت یعنی دونوں کے الگ الگ ہونے کو ظاہر کرتا ہے، ”صلوات“ کا اطلاق جمع ہونے کی وجہ سے کم سے کم تین پر ہوگا، لیکن اگر اس سے تین نمازیں مراد ہوں تو ”صلوٰۃ وسطیٰ“ چوتھی نماز ہوگی اور چار نمازوں میں کوئی نماز بیچ کی نماز نہیں ہو سکتی، بیچ کی نماز اسی وقت ہو سکتی ہے جب طاق عدد ہو، اس لئے ماننا پڑے گا کہ ”صلوات“ سے چار نمازیں اور ”صلوٰۃ وسطیٰ“ سے پانچویں نماز مراد ہے، لہذا پانچ نمازوں کا ثبوت خود قرآن مجید سے ہے، منکرین حدیث — جو اپنے کو ”اہل قرآن“ کہتے ہیں — پانچ نمازوں کے قائل نہیں، تین کے قائل ہیں، وہ دراصل حدیث ہی کے نہیں، قرآن کے بھی منکر ہیں۔ واللہ هو المہادی۔

(آسان تفسیر: ۱۲۸۳ مولانا خالد سیف اللہ صاحب ید مجہد)

دوسری بات: — نماز میں بادب کھڑے رہو — نماز کے لئے فرائض، واجبات، سنن اور آداب ہیں، اسی طرح نواقض اور مکروہات ہیں، نماز میں سب کی رعایت ضروری ہے، لفظ ادب عام استعمال کیا ہے، فرض نہیں رہے گا تو نماز باطل ہو جائے گی، واجب چھوٹ جائے گا تو سجدہ سو کرنا پڑے گا، سنت چھوڑ دے گا تو نماز میں کمی آئے گی، اور ادب کی رعایت نہیں کرے گا تو نماز بے روق ہو جائے گی، اسی طرح نواقض سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، نماز میں کھانے پینے اور بات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، اور مکروہ کے ارتکاب سے نماز ناقص ہوتی ہے، غرض یہ بھی اگلے حکم کی تمہید ہے، نماز باقاعدہ پڑھنا ضروری ہے، مگر شدید خوف میں بعض چیزوں میں چھوٹ دی گئی ہے، مگر بروقت نماز پڑھنا ضروری ہے۔

﴿وَقَوْمًا يَلْتَمِسُونَ فَلْيَتَيْنِ﴾

ترجمہ: اور اللہ کے سامنے بادب کھڑے ہو! — یعنی ما مورات و منہیات کی رعایت کر کے بروقت نماز ادا کرو۔ نماز میں کلام کی ممانعت: پہلے نماز میں ضروری بات چیت کرتے تھے، سلام کا جواب بھی دیتے تھے، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں کو نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا، اب نماز میں کلام کی مطلق گنجائش نہیں، اس مسئلہ میں تین حدیثیں ہیں جو تحتہ القاری (۵۲۱:۳) میں ہیں۔

تیسری بات: — خوف شدید ہو اور صلوٰۃ الخوف پڑھنے کی کوئی صورت نہ ہو تو نماز کیسے پڑھیں؟ — اگر دشمن کا یا درندہ وغیرہ کا ڈر ہو، اور زمین پر اتر کر جماعت کرنا اور صلوٰۃ الخوف پڑھنا مشکل ہو تو پھر ہر شخص تنہا تنہا نماز پڑھے، سوار سوار پر اور پیادہ زمین پر، حنفیہ اسی کے قائل ہیں کہ اگر جنگ ہو رہی ہو یا جنگ تو نہیں ہو رہی مگر خطرہ شدید ہے تو ہر

غُفَس تہا نماز پڑھے، لیکن نماز رک کر پڑھنا ضروری ہے، چل بھی رہا ہو اور نماز بھی پڑھ رہا ہو یا سواری چل رہی ہو اور نماز پڑھ رہا ہو یہ صحیح نہیں، نماز نہیں ہوگی۔

﴿فَإِنْ خُفِضَتْ فِرْجَاكَ أَوْ رُكْبَتَاكَ﴾

ترجمہ: پھر اگر تم کو اندیشہ ہو تو پیدل یا سواری پر چڑھے ہوئے نماز پڑھ لیا کرو۔ مگر وقت میں پڑھو، اور اس کی بھی صورت نہ ہو تو نماز قضا پڑھیں گے، غزوۂ احزاب میں نبی ﷺ نے نمازیں قضا پڑھی ہیں، اور یہی حکم بیان کرنا اس آیت میں مقصود ہے۔

چوتھی بات: جب اسن ہو جائے تو باقاعدہ نماز پڑھی جائے۔ یہ تنبیہ ہے کہ جب اسن ہو جائے تو نیچے اتر کر رکوع سجدہ کے ساتھ قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کی جائے، اوپر خوف و خطرہ کی حالت کا حکم تھا کہ جس طرح ممکن ہو نماز ادا کرے، زمین پر کھڑے یا سواری پر بیٹھے، رکوع سجدہ کے ساتھ یا اشارہ سے، قبلہ کی طرف رخ کر کے یا جدھر رخ کر سکے: نماز پڑھے، پھر جب خوف جاتا رہے تو معمول کے مطابق نماز ادا کی جائے۔

﴿فَإِذَا أَمْسَنْتُمْ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَيْكُمْ فَإِنَّهُمْ لَكَاظِمُونَ تَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: پھر جب تم کو اطمینان ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کو اس طرح یاد کرو۔ یعنی نماز پڑھو۔ جس طرح تم کو سکھایا ہے وہ طریقہ جو تم نہیں جانتے تھے۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا ۖ وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا
لِّالْحَيَاةِ غَيْرِ إِخْرَاجٍ ۚ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي
أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوفٍ ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۳۰﴾

وَالَّذِينَ	اور جو لوگ	أَزْوَاجًا	بیویاں	لِّالْحَيَاةِ	ایک سال تک
يُتَوَفَّوْنَ	مر جائیں	وَصِيَّةً ^(۱)	وصیت کرنا ہے	غَيْرِ إِخْرَاجٍ ^(۲)	نکالے بغیر
مِنْكُمْ	تم میں سے	لِّأَزْوَاجِهِمْ	اپنی بیویوں کے لئے	فَإِنْ خَرَجْنَ	پھر اگر وہ نکل جائیں
وَيَذَرُونَ	اور چھوڑیں	مَّتَاعًا	فائدہ اٹھانا	فَلَا جُنَاحَ	تو کوئی گناہ نہیں

(۱) وصیۃ: فعل محذوف فُلْيُوْضُوا کا مفعول مطلق ہے (۲) مَتَاعًا: فعل محذوف يُعْطَوْنَ کا مفعول بہ ہے (۳) غیر اخراج: ازواج کا حال ہے۔

عَلَيْكُمْ فَوْمًا فَعَلْنٰ	تم پر اس کام میں جو کیا انھوں نے	فِيْ اَنْفُسِهِمْ اپنے حق میں مِنْ مَّعْرُوْفٍ جائز طریقہ سے	وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ زبردست حکمت والے ہیں
--------------------------------	-------------------------------------	---	--

۲۳- بیوی کے لئے ایک سال کے سکنی کی وصیت کرنا

یہ بھی مصلحت پر مبنی حکم ہے، عدت طلاق میں تو مطلقہ کا نفقہ اور سکنی شوہر پر واجب ہے، کیونکہ عورت اس کے حق میں محبوس ہے، اور عدت وفات میں معتدہ کے لئے نہ نفقہ ہے نہ سکنی، کیونکہ اس کو کس پر واجب کریں گے؟ شوہر کا ذمہ تو موت کے بعد وجوب کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور اس کا ترک میراث بن گیا ہے، اور میت کے ورثاء پر بھی نفقہ اور سکنی واجب نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ نکاح سے اجنبی ہیں، ہاں میراث میں بیوی کا حصہ ہے، پس وہ اپنے حصہ میراث میں سے خرچ کرے، مگر کبھی صورت نازک ہوتی ہے، شوہر نادار ہوتا ہے اور عورت کے لئے کوئی گھرانہ (میکہ وغیرہ) نہیں ہوتا، ایسی صورت میں شوہر کو وصیت کرنی چاہئے کہ ورثاء بیوی کو سال بھر مکان میں رہنے دیں، وہ وہاں عدت گزارے گی، پھر دوسرا نکاح کر کے چلی جائے گی، مگر وہ ایک سال تک اس مکان میں رہنے کی پابند نہیں، عدت کے بعد جلدی نکاح ہو جائے تو جلدی چلی جائے گی، اور وصیت اموال کی طرح منافع کی بھی ہو سکتی ہے۔

فائدہ: قرآن کریم نے لفظ سکنی استعمال نہیں کیا، لفظ معاف استعمال کیا ہے، معاف کے معنی ہیں: اسباب زندگی، پس اس کے مفہوم میں نفقہ بھی ہے، میت کے ورثاء ایک سال تک رضا کارانہ بیوی کا نفقہ بھی دیں اور اگر وہ نہ دیں تو معتدہ اپنے جیب سے خرچ کرے اور غریب ہو تو دن میں کام کاج کے لئے نکلے اور کما کر گزارہ کرے یا مسلمانوں کا صالح معاشرہ اس کا تعاون کرے۔

ضمنی مسئلہ: شوہر کے انتقال کے بعد عورت کو چاہئے کہ وہ اسی گھر میں عدت گزارے جس میں وہ شوہر کے ساتھ رہا کرتی تھی، شدید ضرورت کے بغیر کسی اور جگہ (میکہ وغیرہ میں) جا کر عدت گزارنا درست نہیں البتہ حضرت عطاء اور حضرت مجاہد رحمہما اللہ کے نزدیک جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔

آیت کریمہ: اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں، اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کے حق میں یہ وصیت کر جائیں کہ ان کو ایک سال تک مکان سے فائدہ اٹھانے دیا جائے، ان کو وہاں سے نکالا نہ جائے، پس اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اُس میں جو انھوں نے اپنے حق میں قاعدہ کے مطابق کیا، اور اللہ تعالیٰ زبردست صاحب حکمت ہیں — وہ عورت کا دوسرا انتظام کر سکتے ہیں، مگر اسی میں مصلحت ہے۔

وَالْمُطَلَّقَاتُ مَتَّاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ

اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

وَالْمُطَلَّاتِ	اور طلاق والیوں کو	عَلَى الْمُنْقِذِينَ	پر ہیزگاروں پر	لَعَلَّکُمْ	تہمارے لئے
مَتَّامٌ	فائدہ پہنچانا ہے	كَذٰلِكَ	اس طرح	اٰیٰتِہٖ	اپنے احکامات
يَا الْمَعْرُوفِ	معروف طریقہ پر	يَبَيِّنُ	کھول کر بیان کرتے ہیں	لَعَلَّکُمْ	تا کہ تم
حَقًّا	برحق ہے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	تَعْقِلُوْنَ	سمجھو

۲۵- طلاق والیوں کو تھخہ تحائف دے کر رخصت کرنا

ایک مطلقہ کو تھخہ دینا واجب ہے، اس کا ذکر (آیت ۲۳۶) میں آیا ہے، باقی مطلقات کو چونکہ مہر ملتا ہے اس لئے تھخہ واجب نہیں، البتہ ان کو بھی تھخہ تحائف دے کر رخصت کرنا مستحب ہے، ترک تعلقات بھی ہوں تو خوشی کے ساتھ! مطلقہ عورت شوہر کے گھر میں عدت گزارتی ہے، اس لئے جب وہ عدت پوری کر کے رخصت ہو تو اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے، اور یہ حکم بھی برہانائے مصلحت ہے۔

ایک واقعہ: ایک مولانا صاحب پر دیسی تھے، ان کا نکاح ہوا، بیوی سے موافقت نہیں ہوئی، انھوں نے خسر کو بلایا اور صورت حال ان کے سامنے رکھی، انھوں نے کہا: آپ میری بیٹی کو طلاق دیدیں، چنانچہ وہ ایک رجعی طلاق دے کر بستر اٹھا کر مسجد میں چلے گئے، جس میں وہ نماز پڑھاتے تھے، خسر اپنی لڑکی کے ساتھ رہے، جب عدت پوری ہوئی تو مولانا صاحب گھر آئے، اور بیوی سے کہا: آپ گھر میں سے جو لے جانا چاہیں لے جائیں، اس نے ما جس بھی نہیں چھوڑی، چلنے وقت خسر نے کہا: آپ ہفتہ دس دن کے بعد تشریف لائیں، مولانا صاحب گئے تو انھوں نے چھوٹی لڑکی ان کے نکاح میں دیدی، وہ بیوی لے کر گھر آئے اور وہ ہمیشہ ان کے نکاح میں رہی، یہ حسن سلوک کا فائدہ ہے۔

آیات پاک: اور طلاق دی ہوئی عورتوں کو فائدہ پہنچانا ہے ریت رواج کے مطابق، پرہیزگاروں پر لازم ہے، یوں اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ تم سمجھو! — اس میں اشارہ ہے کہ آگے نبی بدلے گا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الدِّیْنِ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِہِمۡ وَہُمُ الْوَفَّ حَدَرَ الْمَوْتِ ۙ
فَقَالَ لَہُمُ اللّٰهُ مُوتُوْا ثُمَّ اَحْیَاہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنۡ
اَکْثَرُ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ ۝ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ

عَلِيمٌ مَّنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعَّهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً
وَاللَّهُ يَقْضِي وَيَبْضِطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۴۰﴾

اَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھتا تو	عَلَى النَّاسِ	لوگوں پر	يُقْرِضُ	قرض دے
اِلَى الْيَوْمِ	ان لوگوں کو جو	وَلَكِنْ	لیکن	اللَّهُ	اللہ کو
خَرَجُوا	نکلے	اَكْثَرُ النَّاسِ	اکثر لوگ	قَرْضًا	قرض
مِنْ دِيَارِهِمْ	اپنے گھروں سے	لَا يَشْكُرُونَ	شکر نہیں بجالاتے	حَسَنًا	اچھا
وَهُمْ	در اٹھالیہ وہ	وَقَاتِلُوا	اور لڑو	فَيُضِعُّهُ	پس بڑھائیں وہ اس کو
اَنْفُسَ	ہزاروں تھے	فِي سَبِيلِ	راتے میں	لَهُ	اس کے لئے
حَذَرَ الْمَوْتِ ^(۱)	موت کے ڈر سے	اللَّهُ	اللہ کے	اَضْعَافًا	گنا
فَقَالَ لَهُمْ	پس کہا ان سے	وَاعْلَمُوا	اور جان لو تم	كَثِيرَةً	بہت
اللَّهُ	اللہ نے	اَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
مُوتُوا	مرو تم	سَمِيعٌ	خوب سننے والے	يَقْضِي	سیکڑتے ہیں
ثُمَّ اَحْيَاهُمْ	پھر زندہ کیا ان کو	عَلِيمٌ	خوب جاننے والے ہیں	وَيَبْضِطُ	اور کشادہ کرتے ہیں
اِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	مَنْ ذَا	یہ کون ہے	وَإِلَيْهِ	اور اسی کی طرف
لَنُوقِصِلَ	فضل والے ہیں	الَّذِي	جو	تُرْجَعُونَ	لوٹائے جاؤ گے تم

جہاد کا بیان

اب جہاد کا بیان شروع فرماتے ہیں، یہ حکم بھی مصالح پر مبنی ہے، لوگوں کو جہاد میں موت نظر آتی ہے، مگر موت سے تو بچا نہیں جاسکتا، وہ تو مضبوط قلعوں میں بھی آئے گی، ایک قوم جو ہزاروں کی تعداد میں تھی موت سے بچنے کے لئے گھروں سے نکلی، حالانکہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں تھی، وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے، تھوڑے تو دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتے، ہزاروں کو کوئی کیا زیر کرے گا؟ مگر موت نے ان کو دبوچ لیا، اللہ کا حکم مرگ مناجات ثابت ہوا، پھر اللہ نے ان کو زندہ کیا، اللہ بڑے مہربان ہیں، مگر شکر گزار کون ہوتا ہے! — یہ کون لوگ تھے؟ جہاد سے بھاگے تھے یا طاعون سے؟ اس کی تعین کی کیا

(۱) حَذَرَ الْمَوْتِ: خوجوا کا مفعول لڑ ہے۔

ضرورت ہے؟ بس موت سے بھاگے تھے، قرآن کریم تاریخ کی کتاب نہیں، وہ عبرتوں کی کتاب ہے اور مرنا جیتنا حقیقی تھا، رمزی نہیں تھا، رمزی موت: یعنی بزدلی اور زندہ ہونا یعنی بہادر ہو جانا، یہ مرنا نہیں بلکہ واقعہ وہ مر گئے تھے، پھر اللہ نے ان کو زندہ کیا۔ آگے (آیات ۲۵۹ و ۲۶۰) میں اس کے نمونے آرہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے اس عالم میں ایسے کسے کسے دکھانا کچھ مشکل نہیں۔

﴿الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الدِّينِ حَزَبُوا مِنْ دِينِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۖ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ۖ ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَر النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ﴾
ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا نہیں جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے، در انحالیکہ وہ ہزاروں تھے، پس اللہ نے ان سے فرمایا: ”مر جاؤ“ پھر ان کو زندہ کیا، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر مہربانی فرمانے والے ہیں مگر اکثر لوگ شکر جانا نہیں لاتے!

جہاد کے لئے جانی مالی قربانی ضروری ہے

جہاد کے لئے جانی مالی قربانی ضروری ہے، جہاد فوج کے بل بوتے پر نہیں ہوتا، جب مجاہد اللہ سے کو لگا کر میدان میں اترتا ہے تو کامیابی اس کے قدم چومتی ہے، بدر میں مجاہد ۳۱۳ تھے، اور ان کے پاس ڈھنگ کے ہتھیار بھی نہیں تھے، اور سامنے ایک ہزار دشمن ہتھیاروں سے لیس تھے، مگر پلک جھپکتے مجاہدین نے پالا مار لیا، بارہا ایسا ہوتا ہے کہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آتی ہے، مجاہدین کی دعائیں اللہ نے سنیں اور ان کے جذبات کی قدر کی۔

اور اگر جہاد کے لئے فتنہ نہ ہو تو مجاہدین ہی چندہ دیں، یہ اللہ کو قرض دینا ہے، اور قرض حسنہ دیں، امیر پر احسان نہ رکھیں، اور جان لیں کہ اللہ تعالیٰ یہ قرض بصورت غنیمت کئی گنا بڑھا کر لوٹائیں گے، اور اگر مسلمان نادار ہوں تو جان لیں کہ کشادگی کرنے والے بھی اللہ ہیں، اور تنگی کرنے والے بھی وہی ہیں، جیسے انھوں نے انسانوں کو زمین میں پھیلایا ہے اپنے پاس بیٹھیں گے بھی۔

﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ مَن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَمَّا أَصْبَحًا كَثِيرًا ۖ وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ ۚ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾

ترجمہ: اور اللہ کے راستہ میں لڑو، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں، وہ کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے؟ پس وہ اس کو کئی گنا اس کے لئے بڑھائیں، اور اللہ تعالیٰ روزی سکیڑتے ہیں اور کشادہ کرتے ہیں، اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے — وہاں اپنے خرچ کا صلہ لگ پاؤ گے!

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَكِ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُوا لِنَبِيِّهِمْ لَهُمْ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَاءِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ٥

أَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا تو نے	هَلْ عَسَيْتُمْ	ہو سکتا ہے تم	وَأَبْنَاءِنَا	اور ہمارے بیٹیوں سے
إِلَى الْمَلَكِ	ایک جماعت کو	إِنْ كُتِبَ	اگر فرض کیا جائے	فَلَمَّا كُتِبَ	پس جب فرض کیا گیا
مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ	بنی اسرائیل کی	عَلَيْكُمْ	تم پر	عَلَيْهِمْ	ان پر
مِنْ بَعْدِ مُوسَى	موسیٰ کے بعد	الْقِتَالُ	جہاد	الْقِتَالُ	جہاد
إِذْ قَالُوا	جب کہا انھوں نے	أَلَّا تُقَاتِلُوا	کہ نہ لڑو تم؟	تَوَلَّوْا	(تو) پیٹھ پھری انھوں نے
لِنَبِيِّهِمْ	اپنے پیغمبر سے	قَالُوا	کہا انھوں نے	إِلَّا قَلِيلًا	مگر تھوڑوں نے
ابْعَثْ لَنَا	مقرر کیجئے ہمارے لئے	وَمَا لَنَا	ہمیں کیا ہوا	وَمِنْهُمْ	ان میں سے
مَلِكًا	کوئی بادشاہ	أَلَّا نُقَاتِلَ	کہ نہیں لڑیں گے ہم	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
نُقَاتِلُ	جہاد کریں ہم	فِي سَبِيلِ اللَّهِ	راہِ خدا میں	عَلَيْهِمْ	خوب جانتے ہیں
فِي سَبِيلِ اللَّهِ	راہِ خدا میں	وَقَدْ أُخْرِجْنَا	حالانکہ نکالے گئے ہیں ہم	بِالظَّالِمِينَ	اپنا نقصان کرنے
قَالَ	کہا اس نے	مِنْ دِيَارِنَا	ہمارے گھروں سے		والوں کو

بنی اسرائیل نے جب جہاد کا حکم ملا تو کتنی کاٹی!

اب پارہ کے ختم تک ایک ہی سلسلہ بیان ہے۔ سورۃ القف کے شروع میں ہے کہ آدمی کو کردار کا غازی بننا چاہئے، گفتار کا نہیں، اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ آدمی ایک بات کہے اور کرے نہیں، بنی اسرائیل گفتار کے غازی تھے، جب عمل کا موقع آیا تو پیچھے ہٹ گئے۔

سورۃ مائدہ (۵: ۲۳) میں ہے کہ فرعون سے نجات پانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو ان علاقہ

سے جہاد کرنے کی دعوت دی جو بنی اسرائیل کے وطن فلسطین پر قابض ہو گئے تھے، مگر بنی اسرائیل نے انکار کیا، جس کی سزا میں ان کو صحرائے سینا میں محصور کر دیا، اور اسی حالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو گئی، بعد میں بنی اسرائیل نے اپنے نبی کی قیادت میں فلسطین کو فتح کیا، اور وہاں جا بسے، مگر آس پاس کی قومیں ان پر حملہ آور ہوتی رہتی تھیں، آخر میں فلسطین کی بت پرست قوم نے ان پر حملہ کر کے انہیں سخت شکست دی، اور وہ حبرک صندوق بھی اٹھالے گئے جس میں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے متروکات تھے، بنی اسرائیل جنگ کے موقع پر اس کو آگے رکھا کرتے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ایک عرصہ بعد بنی اسرائیل نے اپنے زمانہ کے پیغمبر سے درخواست کی کہ ان پر کوئی بادشاہ مقرر کیا جائے جس کے جھنڈے تلخوہ مشرک اقوام سے جہاد کریں اور اپنا کھویا ہوا علاقہ واپس لیں، اور اپنے لڑکوں کو غلامی سے چھڑائیں، پیغمبر نے فرمایا: اگر اللہ نے کوئی بادشاہ مقرر کیا اور جہاد کا حکم دیا تو تم پیٹھ تو نہیں پھیرو گے؟ انھوں نے جواب دیا: ہرگز نہیں! ہم گریہ کیوں کریں گے، ہمارا علاقہ چھین لیا گیا ہے اور ہمارے لڑکے غلام بنائے گئے ہیں، ہم ضرور اللہ کے راستہ میں لڑیں گے اور اپنا کھویا ہوا علاقہ واپس لیں گے اور اپنے لڑکوں کو غلامی سے چھڑائیں گے! مگر جب ان پر طالت کو بادشاہ مقرر کیا گیا تو اولاً تو انھوں نے اس کی سربراہی ماننے ہی سے انکار کر دیا، پھر جب ان کو دلائل سے اور کرشمہ دکھا کر قائل کیا گیا تو جہاد کے لئے نکلے۔ مگر جب طالت نے ایک نہر پر کھرے کھوٹے کا امتحان کیا تو سب کھوٹے ثابت ہوئے، صرف ۳۱۳ کھرے نکلے، جنھوں نے جہاد کیا اور جالت کو مار گرایا اور اپنا علاقہ دوبارہ حاصل کیا اور اپنے لوگوں کو غلامی سے چھڑایا۔

اللہ پاک اسی کا ذکر فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل ڈینگیں تو بہت مارتے تھے مگر جب وقت آیا تو سب نے پیٹھ پھیری! ایسے مجاہدین سے کیا امید کی جاسکتی ہے کہ وہ میدان سر کریں گے! جہاد کے لئے کردار کی ضرورت ہے، محض باتیں بنانے سے قلعہ فتح نہیں ہوتا۔

آیات پاک: کیا آپ موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد — تقریباً چار سو سال کے بعد — بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے احوال نہیں جانتے: جب انھوں نے اپنے پیغمبر سے کہا — بنی اسرائیل میں چار ہزار انبیاء مبعوث ہوئے ہیں، یہ پیغمبر کون ہیں؟ ان کا نام قرآن میں نہیں آیا — کہ ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کیجئے کہ ہم راو خدا میں جہاد کریں — شرعی جہاد کے لئے اجتماعیت اور امارت ضروری ہے — پیغمبر نے کہا: اگر تم پر جہاد فرض کیا گیا تو ہو سکتا ہے تم جہاد نہ کرو! — پھر بادشاہ مقرر کرنے سے کیا فائدہ ہوگا؟ — انھوں نے کہا: ہم راو خدا میں کیوں جہاد نہیں کریں گے، جبکہ ہم اپنے گھر بار اور بیٹوں سے نکال دیئے گئے ہیں؟ — یعنی ہمارے علاقے پر دشمن نے قبضہ کر لیا ہے،

اور ہمارے افراتو غلام بنالیا گیا ہے، ہم ان کی واگداری کے لئے کیوں تن کی بازی نہیں لگائیں گے؟

پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا — اور ان پر طاوت کو بادشاہ مقرر کیا گیا — تو انھوں نے چند کے سوا — ۳۱۳ کے سوا — سب نے پیٹھ پھیری، اور اللہ تعالیٰ اپنا نقصان کرنے والوں کو خوب جانتے ہیں — یعنی انھوں نے جہاد سے کتنی کافی تو نقصان کس کا ہوا؟ وہی ثواب سے محروم رہے!

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُم مِّن مُّؤْمِنِينَ ٥٤

۳۱۴

وَقَالَ لَهُمْ	اور ان سے کہا	وَنَحْنُ	اور ہم	وَزَادَهُ	اور بڑھایا ہے اس کو
نَبِيُّهُمْ	ان کے پیغمبر نے	أَحَقُّ	زیادہ حقدار ہیں	بَسْطَةً	پھیلاؤ
إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ نے	بِالْمُلْكِ	حکومت کے	فِي الْعِلْمِ	علم میں
قَدْ بَعَثَ	بالتحقیق بھیجا ہے	مِنْهُ	اس سے	وَالْجِسْمِ	اور جسم میں
لَكُمْ	تمہارے لئے	وَلَمْ يُؤْتَ	اور نہیں دیا گیا وہ	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
طَالُوتَ	طاوت کو	سَعَةً	محتاجش	يُؤْتِي	دیتے ہیں
مَلِكًا	بادشاہ	مِّن الْمَالِ	مالی	مُلْكَهُ	اپنا ملک
قَالُوا	کہا انھوں نے	قَالَ	کہا (پیغمبر نے)	مَنْ يَشَاءُ	جس کو چاہتے ہیں
أَنَّى يَكُونُ	کیسے ہوگی	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ نے	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
لَهُ الْمُلْكُ	اس کے لئے حکومت	اصْطَفَاهُ	چنا ہے اس کو	وَأَسَمَّ	وسعت والے
عَلَيْنَا	ہم پر	عَلَيْكُمْ	تم پر	عَلِيمٌ	خوب جاننے والے ہیں

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ مَوْصِيَةٌ مِنَ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آدَمُ وَنُوحٌ وَ إِبْرَاهِيمُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ	اور کہا ان سے ان کے پیغمبر نے بے شک نشانی اس کی حکومت کی (یہ ہے) کہ آئے تمہارے پاس (وہ صندوق)	فِيهِ مَوْصِيَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آدَمُ وَنُوحٌ وَ إِبْرَاهِيمُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ	جس میں تسلی ہے تمہارے رب کی طرف سے اور یہی ہوئی چیزیں ہیں ان میں سے جو چھوڑی ہیں خاندانِ موسیٰ نے اور ہارون نے اٹھالائیں گے اس کو	الْمَلِكُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ	فرشتے بے شک اس میں البتہ بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ہو تم یقین کرنے والے
---	---	---	---	---	---

بنی اسرائیل نے طالوت کو بادشاہ ماننے سے انکار کیا

وقت کے پیغمبر نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا﴾: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے، یہ بات انھوں نے نبی سے براہِ راست سنی، کوئی سند نہیں تھی جس کی تحقیق ضروری ہو، پھر کیا کی رہی؟ مومن کا اعتماد عقل پر نہیں ہوتا، اللہ و رسول کے حکم پر ہوتا ہے، عقل تو قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتی ہے، اور اللہ کے رسول: اللہ کے رسول ہیں، مومن کو حکم رسول کے بعد کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی، مگر بنی اسرائیل نے نبی کے حکم کو کل اعتراض قرار دیا، انھوں نے کہا: طالوت ہم پر کیسے حکومت کر سکتا ہے، وہ کوئی بڑا مالدار تو ہے نہیں! گویا ان کے نزدیک بادشاہ کے لئے بڑا مالدار ہونا ضروری تھا، نبی نے ان کو سمجھایا کہ یہ چیز بادشاہ کے لئے ضروری نہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہاں بڑے مالدار تھے؟ ان کے یہاں تو کھانے کے بھی لالے تھے، مگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے خلافت ان کے حوالے کی تھی۔

ہاں بادشاہ کے لئے علم سیاست اور قدرتِ جسمانی ضروری ہے، علم: تدبیر و انتظام کے لئے اور جسامت: رعب و قار کے لئے، اور یہ دونوں باتیں طالوت کو حاصل ہیں، پھر تم اللہ کا انتخاب کیوں نہیں مانتے؟ ملک درحقیقت اللہ کا ہے، وہ جسے چاہیں اپنا ملک بخشیں، ان کی بخشش میں کوئی تخصیص نہیں، وہ خوب جانتے ہیں کہ حکومت کا اہل کون ہے؟ انھوں نے طالوت کو بادشاہ نامزد کیا ہے، پھر تم کیوں چوں چرا کرتے ہو!

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا. قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ. قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ. وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ. وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

ترجمہ: اور ان سے ان کے پیغمبر نے کہا: بالتحقیق اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے، انھوں نے کہا: وہ

ہم پر کیسے حکومت کر سکتا ہے، جبکہ ہم اس سے حکومت کے زیادہ حقدار ہیں۔ بنی اسرائیل میں عرصہ سے لاوی کی نسل میں نبوت اور یہود کی نسل میں بادشاہت چلی آرہی تھی، طاقت: دونوں خاندانوں میں سے کسی سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ اور اس کے پاس مالی وسعت تو ہے نہیں!۔ یعنی وہ معاشی اعتبار سے اہل ثروت میں شمار نہیں ہوتا، پس ہم اس کی فرماں روائی کیسے قبول کریں؟

پیغمبر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بالیقین اس کو تم میں سے چھانا ہے، اور علم و جسم میں اس کو برتری بخشی ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنا ملک جسے چاہتے ہیں عنایت فرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے سب کچھ جاننے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کرشمہ دکھایا تب بنی اسرائیل نے مانا

بنی اسرائیل کے پاس ایک صندوق تھا، اس میں موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے، بنی اسرائیل کے نزدیک وہ صندوق بڑا تبرک سمجھا جاتا تھا، جہاد میں اس کو آگے رکھتے تھے، جب بنی اسرائیل نے علاقہ سے شکست کھائی تھی تو انھوں نے اس صندوق پر بھی قبضہ کر لیا تھا، پیغمبر نے فرمایا: طاقت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق تمہارے پاس پہنچ جائے، اس سے تم کو سکون خاطر نصیب ہوگا، اس کو دشمن قوم کے پاس سے فرشتے اٹھالائیں گے، یہ تمہارے لئے ایک نشانی ہے اگر تم ماننے والے ہو، جب انھوں نے یہ معجزہ دیکھا تب کتنے کی ذمہ داری ہوئی!

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُم مِّنْكُمْ مُّؤْمِنِينَ﴾

ترجمہ: اور پیغمبر نے ان سے کہا: اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے جس میں تمہاری تسلی خاطر ہے تمہارے رب کی طرف سے اور اس میں موسیٰ اور ہارون کے تبرکات ہیں:۔۔۔ آل کا لفظ مقم (زائد) ہے۔۔۔ اٹھالائیں گے اس کو فرشتے۔۔۔ یعنی بطور معجزہ آئے گا۔۔۔ اس میں بالیقین بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر تم ماننے والے ہو!۔۔۔ فرشتے اس کو کیسے اٹھالائے؟ اس کی وضاحت قرآن کریم میں نہیں، مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کو اس کی واپسی منظور ہوئی تو ایسا ہوا کہ جہاں وہ تابوت رکھتے تھے وہاں پھوٹ پڑی تھی، اس لئے انھوں نے اس صندوق کو تیل گاڑی پر رکھ کر بنی اسرائیل کی طرف ہکا دیا فرشتے اس کو ہاک کر طاقت کے گھر پہنچا گئے۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ

عُرْفَةً بِيَدِهِمْ، فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۚ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْقُوا بِاللَّهِ كَمَ مِنْ فِتْنَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَتُهُ كَثِيرَةً يُأْذِنُ اللَّهُ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٢٥﴾

فَلَمَّا أَفْصَلَ	پس جب جدا ہوئے	مِنْ اَغْرَقَ	جس نے چلو ہوا	وَجُنُودِهِ	اور اس کے لشکر سے
طَالُوتَ	طالوت	عُرْفَةً	ایک چلو		(لڑنے کی)
بِالْجُنُودِ	لشکر کے ساتھ	بِيَدِهِمْ	اپنے ہاتھ سے	قَالَ الَّذِينَ	کہا ان لوگوں نے جو
قَالَ	کہا انھوں نے	فَشَرِبُوا	پس پیا انھوں نے	يَظُنُّونَ	خیال کرتے ہیں
إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	مِنْهُ	اس سے	أَنَّهُمْ مُلْقُوا	کہ وہ ملنے والے ہیں
مُبْتَلِينَكُمْ	چاچھنے والے ہیں تم کو	إِلَّا قَلِيلًا	مگر تھوڑوں نے	اللَّهُ	اللہ سے
يَنْهِي	ایک ندی سے	فِئَتُهُمْ	ان میں سے	كَمَ	بارہا
فَمَنْ شَرِبَ	پس جس نے پیا	فَلَمَّا جَاوَزَهُ	پس جب بڑھا وہ اس	مِنْ فِتْنَةٍ	جماعت
مِنْهُ	اس سے	هُوَ وَالَّذِينَ	وہ اور جو لوگ	قَلِيلَةٍ	تھوڑی
فَكَيْسَ صَبَّيْ	تو وہ میرا نہیں	آمَنُوا مَعَهُ	ایمان لائے اسکے ساتھ	غَلَبَتْ	غالب آتی ہے
وَمَنْ	اور جس نے	قَالُوا	کہا انھوں نے	فِئَتُهُ كَثِيرَةٌ	زیادہ جماعت پر
لَمْ يَطْعَمَهُ	نہیں چکھا اس کو	لَا طَاقَةَ	نہیں طاقت	يُأْذِنُ اللَّهُ	بہ حکم الہی
فَإِنَّهُ مَوِي	تو یکجہ وہ میرا ہے	لَنَا الْيَوْمَ	ہمارے اندر آج	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
إِلَّا	مگر	بِجَالُوتَ	جالوت	مَعَ الصَّابِرِينَ	مہر کرنے والوں کے ساتھ ہیں

طالوت نے فوج کا امتحان کیا تو تین سو تیرہ ہی کھرے نکلے

جب جالوت لشکر کے ساتھ دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلے تو راستہ میں انھوں نے فوج کا امتحان کیا، تاکہ کم حوصلہ لوگ پہلے ہی چھٹ جائیں، ان کی جنگ میں شرکت نقصان رساں ہوتی ہے۔ چنانچہ راستہ میں ایک ندی آئی، طالوت نے حکم دیا: نہر سے کوئی پانی نہ پیئے، ہاں ایک چلو بھر سکتا ہے، جو نہر سے پیئے گا وہ میرا نہیں، جب لوگ اس ندی پر پہنچے تو سخت

پیاسے تھے، بے تحاشا اس پر ٹوٹ پڑے اور پیٹ بھر کر پیا، صرف ۳۱۳ فرمان بردار نکلے، جب فوج اس ندی سے آگے بڑھی تو پانی پینے والوں نے ہتھیار ڈال دیئے، اور کہا: آج ہم جالوت اور اس کے لشکر سے لوہا نہیں لے سکتے، یہ کہہ کر وہ خود ہی لوٹ گئے، صرف کھرے مؤمنین ہی ساتھ رہ گئے، یہ نہر کئی تھی؟ معلوم نہیں! تعین کر کے کیا کرو گے؟ بس اتنی بات کافی ہے کہ ایک نہر پر امتحان کیا۔

آیات کریمہ: پھر جب طالوت لشکر کے ساتھ (وطن سے) جدا ہوئے تو انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان کرنے والے ہیں ایک نہر کے ذریعہ، پس جو اس سے پیئے گا وہ میرا نہیں، اور جو اس کو نہیں چمکے گا وہ میرا ہے، البتہ اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھرنے کی اجازت ہے — منی اور لیس منی مجاورہ ہے، یعنی میرا ہم مزاج نہیں۔

پس ان (سب نے) نہر سے پیا، تھوڑے لوگوں کے علاوہ، پھر جب طالوت اور وہ لوگ جنھوں نے ان کی بات مانی تھی اس نہر سے آگے بڑھے تو ان لوگوں نے کہا: آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ کی طاقت نہیں — یہ کہہ کر وہ راستہ سے لوٹ گئے۔

اور ان لوگوں نے کہا جن کا خیال تھا کہ وہ اللہ سے ملنے والے ہیں: بارہا چھوٹی جماعت بہ حکم الہی بڑی جماعت پر غالب آتی ہے، اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں — یہ کہہ کر انھوں نے قدم آگے بڑھاۓ!

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفِرِّغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبَّتْ أَقْدَامَنَا
وَأَصْرَبْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۖ فَهَزَمُوهُمْ بِأَذْنِ اللَّهِ ۖ وَقَتَلَ دَاوُدُ
جَالُوتَ وَانْشَأَ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلَا دَفْعُ
اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى
الْعَالَمِينَ ۚ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝

وَلَمَّا بَرَزُوا	اور جب ظاہر ہوئے وہ	رَبَّنَا	اے ہمارے پروردگار!	أَقْدَامَنَا	ہمارے پیر
لِجَالُوتَ	جالوت کے لئے	أَفِرِّغْ عَلَيْنَا	ریڑھ ہم پر	وَأَصْرَبْنَا	اور مدد ہماری
وَجُنُودِهِ	اور اس کے لشکر کے لئے	صَبْرًا	صبر	عَلَى الْقَوْمِ	لوگوں پر
قَالُوا	دعا کی انھوں نے	وَوَثَّبَتْ	اور چلا	الْكَافِرِينَ	انکار کرنے والے

فَهَزَمُوهُمْ	پس شکست دی انھوں نے ان کو	صَبَأًا	اس میں سے جو	ذُو قَسْطٍ	مہربانی والے ہیں
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اللہ کی اجازت سے	يَشَاءُ	چاہا اس نے	عَلَى الْعَالَمِينَ	جہانوں پر
وَقَتَلَ	اور مار ڈالا	وَلَوْ لَا	اور اگر نہ	تِلْكَ	یہ
دَاوُدَ	داؤد نے	دَفَعُ اللَّهُ	ہٹائے اللہ	أَيُّهُمُ اللَّهُ	اللہ کی آیتیں ہیں
جَالُوتَ	جالوت کو	النَّاسِ	لوگوں کو	كُنْتُمْ هَٰذَا	پڑھتے ہیں ہم ان کو
وَأَنشَأَ اللَّهُ	اور دی ان کو اللہ نے	بَعْضَهُمْ	ان کے بعض کو	عَلَيْكَ	آپ کے سامنے
الْمُلْكَ	حکومت	بِبَعْضٍ	بعض کے ذریعہ	بِالْحَقِّ	ٹھیک ٹھیک
وَالْحِكْمَةَ	اور حکمت	لَفَسَدَتِ	البتہ خراب ہو جاتی	وَأَنكَ	اور بے شک آپ
وَعَلَّمَهُ	اور سکھایا ان کو	الْأَرْضَ	زمین	لَيَسَّ الْمُرْسَلِينَ	البتہ رسولوں میں سے
		وَلَكِنَّ اللَّهَ	اور لیکن اللہ تعالیٰ		ہیں

طاہوت کے ساتھیوں نے دعا کر کے جنگ شروع کی اور جالوت کو مار گرایا

طاہوت کے تین سوتیرہ ساتھیوں نے جب دونوں طرف کی صفیں درست ہو گئیں دعا کی: ”اے ہمارے پروردگار! ہم پر صبر اٹھیل دے، اور ہمارے قدم جمادے، اور ہمیں اسلام کا انکار کرنے والوں پر فتح نصیب فرما!“ پھر جنگ شروع ہوئی، سب سے پہلے بادشاہ جالوت خود میدان میں آیا، اور مبارز (آگے بڑھ کر لڑنے والا) طلب کیا، ادھر سے حضرت داؤد علیہ السلام نکلے (اس وقت وہ نبی نہیں تھے) اور انھوں نے جالوت کو مار گرایا، پھر کیا تھا؟ جالوت کی فوج شکست کھا گئی، اور مجاہدین نے پالا مار لیا!

جیسے بدر میں ۳۱۳ مجاہد تھے، سامنے ایک ہزار کا لشکر جراگتھا، اور بخاری شریف میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ طاہوت کے ساتھی بھی ۳۱۳ تھے، جب دونوں طرف صفیں درست ہو گئیں تو نبی ﷺ چھپر میں تشریف لے گئے، اور دعا میں مشغول ہو گئے، اس لئے کہ دعا: دواء سے زیادہ کارگر ہوتی ہے، پھر جنگ شروع ہوئی اور ابو جہل (امیر لشکر) کا دو نوجوانوں نے کام تمام کر دیا، پھر کیا تھا؟ فوج سرسیمہ ہو گئی، ستر مارے گئے اور ستر قیدیں آئے، اور اسلام کا بول بالا ہوا۔

﴿وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا آفِرْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ٥٠ فَهَزَمُوهُمْ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ ٥١﴾

ترجمہ: اور جب ان کا جالوت اور اس کے لشکر سے آمناسامنا ہوا تو انھوں نے دعا کی: ”اے ہمارے رب! ہم پر صبر

انقریل دے، اور ہمارے پیر مجاہدے، اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما!“ پس انھوں نے ان کو بہانہ الٰہی شکست دی، اور داؤد نے جالوت کو مار گرایا۔

طالوت کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ بنے، اور وہ نبوت سے بھی سرفراز کئے گئے

کہتے ہیں: اس کا رنامہ کی وجہ سے طالوت نے اپنی بیٹی حضرت داؤد علیہ السلام کے نکاح میں دیدی، اس طرح آئندہ حضرت داؤد علیہ السلام حکمران ہوئے، اور نبوت سے بھی سرفراز کئے گئے، ملک سے بادشاہت اور حکمت سے نبوت کی طرف اشارہ ہے، اور علوم نبوت بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام میں حکومت اور نبوت دونوں کو جمع فرمادیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد ہمیشہ سے انبیاء کی سنت ہے، پس یہ کہنا صحیح نہیں کہ جہاد انبیاء و رسل کا کام نہیں۔

﴿وَإِنَّهُ لَإِنَّهُ اللَّهُ الْمَلِكُ وَالْحَكِيمَةُ وَعَلِمَةُ مِمَّا يَشَاءُ﴾

ترجمہ: اور اللہ نے اس کو (داؤد علیہ السلام کو) حکومت اور حکمت دی، اور اس کو جو چاہا سکھایا۔

جب کوئی ملت نئی ابھرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاوا دیتے ہیں

اس کے بعد ایک سوال کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ طالوت نے چٹ پٹ جنگ کیسے جیت لی؟ جالوت: جو میدان میں اس دعویٰ کے ساتھ اتر اٹھا کہ میں تمہا سب کے لئے کافی ہوں: اس کو حضرت داؤد علیہ السلام نے اکیلے کیسے مار گرایا؟ جبکہ مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام سب بھائیوں میں ناتواں تھے!

اس کے ساتھ اگر ہمدردی مثالیں تو بات اور واضح ہوگی، ۳۱۳ ہجرت کس طرح دن بھر میں ہزار کے لشکر سے منٹ لئے؟ اور دو انصاری لڑکوں نے امیر لشکر ابو جہل کو کیسے مار گرایا؟ یہ عجوبے کیسے پیش آئے؟ کہیں یہ افسانے تو نہیں!

جواب: نہیں، یہ حقائق ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب زمین شرفساد اور کفر و شرک سے بھر جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کسی نئی قوم کو مبعوث فرماتے ہیں، شروع میں ان کے ماننے والے تھوڑے ہوتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ ان کو بڑھاوا دیتے ہیں، جب ان کی دشمنوں سے آویزش ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتے ہیں، اور ان کے ذریعہ دشمنوں کو دفع کرتے ہیں، تاکہ حق کا یوں بالا ہو، اور زمین میں رشد و ہدایت پھیلے، اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں تو زمین کا حال برا ہو جائے، کفر و شرک اور شرفساد کا راج ہو جائے، اور کبھی صورت حال میں تبدیلی نہ آئے، اس لئے یہ اللہ کی سنت ہے، اسی کے مطابق طالوت نے جنگ جیت لی، اور اسی سنت کا ہدیر میں ظہور ہوا، فرشتے اترے اور میدان مجاہدین نے مار لیا!

اس کی ایک مثال: سورۃ الصف کی آخری آیت میں ہے، علی علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کئے گئے، مگر شروع میں ان کی دعوت قبول نہیں کی گئی، بنی اسرائیل سخت مخالف ہو گئے، قتل کے درپے ہوئے، اللہ نے ان کو تور سوائی سے بچالیا، اپنی طرف اٹھالیا، مگر ان کے بعد ان کا دین غالب ہو کر رہا، یا رابن مسیح (حواری) تھوڑے تھے، وہ حسب و نسب کے اعتبار سے بھی کچھ معزز نہیں تھے، مسیح علیہ السلام نے ان کو پکارا، انھوں نے لبیک کہا، رفع عیسیٰ کے بعد انھوں نے بڑی قربانیاں دے کر بنی اسرائیل میں دعوت پھیلائی، ایک جماعت تیار ہوئی، پھر کش مکش شروع ہوئی، اور جہاد کی نوبت آئی، پس اللہ نے اہل حق کی مدد کی تو ان کا ہاتھ اوپر ہو گیا۔

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ذریعہ نہ ہٹایا کرتے تو زمین خراب ہو جاتی، لیکن اللہ تعالیٰ جہانوں پر مہربانی فرمانے والے ہیں! — یعنی جہاد انسانیت کی جابجائی کے لئے نہیں، بلکہ انسانوں کے تحفظ اور زمین والوں کی اصلاح کے لئے ہے، اگر ظالموں کی سرکوبی نہ ہو، اور ان کے مقابلہ میں کوئی طاقت نہ ابھرے تو انسانوں کے لئے جینا دو بھر ہو جائے!

نبی ﷺ گذشتہ رسولوں سے افضل ہیں

رابط: اب گریز کی آیت ہے، موضوع بدلے گا، اب تک ان احکام کا بیان تھا جو نبی بر مصلحت تھے، اب رسالت، آخرت اور توحید کا بیان شروع ہوگا، یہاں ترتیب برعکس ہے، یہ سلسلہ بیان کا تقاضا ہے۔
فرماتے ہیں: بنی اسرائیل کا یہ واقعہ جو نبی ﷺ بیان فرما رہے ہیں: آپ کے سچے رسول ہونے کی پکی دلیل ہے، یہ اللہ کی آیتیں ہیں، جو آپ پر نازل کی جا رہی ہیں، ان میں واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کیا گیا ہے، جبکہ نبی ﷺ اس زمانہ میں موجود نہیں تھے، پھر آپ وہ واقعہ کیسے بیان کر رہے ہیں؟ آپ نہیں بیان کر رہے، اللہ تعالیٰ بیان فرما رہے ہیں، پس یہ آیات دلیل ہیں کہ آپ بھی گذشتہ پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں، بلکہ آپ گذشتہ رسولوں سے بھی افضل رسول ہیں، جس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

﴿تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ تَنْتَلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾

ترجمہ: یہ اللہ کی آیتیں ہیں، ہم ان کو آپ کے سامنے ٹھیک ٹھیک پڑھتے ہیں اور (یہ دلیل ہیں کہ) آپ یقیناً رسولوں

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ
 دَرَجَاتٍ ۚ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۖ وَلَوْ شَاءَ
 اللَّهُ مَا أَفْتَنَّا الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ تَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلَكِنْ
 اخْتَلَفُوا فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَفْتَنَّا وَلَكِنْ اللَّهُ
 يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ

تِلْكَ الرُّسُلُ	وپیغامبر	ابنِ مَرْيَمَ	بیٹے مریم کے	وَلَكِنْ	لیکن
فَضَّلْنَا	برتری بخشی ہم نے	الْبَيِّنَاتِ	واضح معجزات	اِخْتَلَفُوا	اختلاف کیا انھوں نے
بَعْضَهُمْ	ان کے بعض کو	وَأَيَّدْنَاهُ	اور قوی کیا ہم نے اس کو	فَمِنْهُمْ	پس ان میں سے بعض
عَلَىٰ بَعْضٍ	بعض پر	بِرُوحِ الْقُدُسِ	پاکیزہ روح سے	مَنْ آمَنَ	جو ایمان لائے
وَمِنْهُمْ	ان میں سے بعض	وَلَوْ شَاءَ	اور اگر چاہے	وَمِنْهُمْ	اور ان میں سے بعض
مَنْ كَلَّمَ	جن سے گفتگو فرمائی	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	مَنْ كَفَرَ	جو ایمان نہیں لائے
اللَّهُ	اللہ نے	مَا أَفْتَنَّا	(تو) نہ لڑتے	وَلَوْ شَاءَ	اور اگر چاہے
وَرَفَعَ	اور بلند کیا	الَّذِينَ	جو لوگ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
بَعْضَهُمْ	ان کے بعض کے	مِنْ بَعْدِهِمْ	ان کے بعد ہوئے	مَا أَفْتَنَّا	(تو) نہ لڑتے وہ
دَرَجَاتٍ	درجات	مَنْ بَعْدَ	بعد	وَلَكِنْ اللَّهُ	مگر اللہ تعالیٰ
وَآتَيْنَا	اور دیئے ہم نے	مَا جَاءَ تَهُمُ	ان کے پاس آنے	يَفْعَلُ	کرتے ہیں
عِيسَى	عیسیٰ کو	الْبَيِّنَاتِ	واضح دلائل کے	مَا يُرِيدُ	جو چاہتے ہیں

رسالت کا بیان

رسولوں کے مراتب متفاوت ہیں اور نبی ﷺ کے درجات سب سے بلند ہیں

سبھی انبیاء و رسل برگزیدہ اور اللہ کے مقبول بندے ہیں، سب کا احترام ہر مومن پر واجب ہے کسی کی ادنیٰ لہانت
 ایمان سے محرومی کا باعث ہے، پھر رسولوں کا مرتبہ انبیاء سے بلند ہے، رسول: صاحب شریعت ہوتا ہے اور نبی تابع

شریعت، موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت رسول ہیں اور ان کے بعد چار ہزار انبیاء تابع شریعت ہوئے ہیں، پھر رسولوں میں بھی تفاضل (مراتب کا فرق) ہے، پانچ اولوالعزم رسول (نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہم اجمعین) دیگر رسولوں سے بلند مرتبہ ہیں، پھر ان میں بھی تفاوت مراتب ہے، اور سب سے افضل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، آپ پر نبوت کا سلسلہ پورا ہوا گیا، اور آپ کی بعثت دو ہری ہے، آپ کی امت بھی مبعوث ہے اور وہ خیر امت ہے۔

(رحمۃ اللہ الواسعہ ۵۰:۲)

فضیلتِ کلی اور فضیلتِ جزئی:

فضیلت کی دو قسمیں ہیں: کلی اور جزئی، فضیلتِ کلی: یعنی ہمہ وجوہ فضیلت، اور فضیلتِ جزئی: یعنی کسی خاص بات میں فضیلت، مثلاً: ایک طالب علم دورہ میں اول آیا اور دوسرے کے بخاری شریف میں زیادہ نمبر ہیں، پس اول کو فضیلتِ کلی حاصل ہے، اور ثانی کو فضیلتِ جزئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جزئی فضیلتیں حاصل ہیں، اور نبی ﷺ کو کلی فضیلت، موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں، اللہ نے ان سے زمین میں فرشتہ کے توسط کے بغیر کلام فرمایا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی جزئی فضیلتیں حاصل ہیں، اللہ نے ان کو کوئی معجزات دیئے تھے، وہ مادرِ زاد اندھے کو بینا کرتے تھے، کوڑھی کو چنگا کرتے تھے، مردے کو زندہ کرتے تھے، مٹی کی چڑیا بنا کر اس میں پھونک مارتے تو وہ زندہ ہو جاتی تھی۔ اور حضرت جبریل علیہ السلام یا کوئی اور فرشتہ ہر وقت ان کی اردلی میں رہتا تھا، یہ سب جزئی فضیلتیں ہیں، اور ہمارے نبی ﷺ کے درجات اللہ نے سب سے بلند کئے، یہ کلی فضیلت ہے، آپ آخری پیغمبر ہیں، آپ کی بعثت دو ہری ہے، آپ کی امت بھی مبعوث ہے، آپ پر اللہ نے اپنا کلام نازل فرمایا، جو آپ کا سب سے بڑا معجزہ ہے، سابقہ کتابیں: اللہ کی کتابیں تھیں، اللہ کا کلام نہیں تھیں، کلام یا تو فرشتہ کا ہوتا تھا یا نبی کا، اور قرآن سارا اللہ کا کلام ہے (تفصیل تحفۃ القاری ۹: ۳۵ میں ہے)

اب یہاں دو سوال ہیں:

پہلا سوال: جب انبیاء و رسل میں تفاضل ہے، اور نبی ﷺ سب سے افضل رسول ہیں: تو آپ نے اپنی برتری بیان کرنے سے کیوں منع کیا؟ ایک حدیث میں ہے: ”مجھے موسیٰ علیہ السلام پر ترجیح مت دو“ (بخاری) اور دوسری حدیث میں ہے کہ مت کہو کہ میں یونس علیہ السلام سے بہتر ہوں (بخاری) اس ممانعت کی کیا وجہ ہے؟

جواب: کسی نبی یا رسول کی اس طرح فضیلت بیان کرنا کہ دوسرے نبی یا رسول کی تنقیص (توہین) لازم آئے جائز

نہیں، مذکورہ دونوں حدیثوں میں اسی طرح کی تفصیل کی ممانعت ہے (تفصیل تحفۃ القاری ۷: ۲۷۰ میں ہے) ورنہ فی نفسہ فضیلت بیان کرنا جائز ہے، اور مقابل کے بغیر فضیلت بیان کرنا بھی جائز ہے۔

ملاحظہ: جزئی فضیلت میں خاص فضیلت کا ذکر کیا جاتا ہے، اور کلی فضیلت میں تفصیل نہیں کی جاتی، مثلاً: کہا جائے گا کہ فلاں طالب علم کے بخاری شریف میں سب سے زیادہ نمبر ہیں، اور جو اول نمبر آیا ہے اس کے حق میں صرف یہ کہا جاتا ہے کہ وہ پوزیشن لایا ہے، اس کے نمبرات ذکر نہیں کئے جاتے، چنانچہ موسیٰ وعلی علیہ السلام کے جزئی فضائل بیان کئے، اور نبی ﷺ کے حق میں فرمایا: ﴿وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَتٍ﴾ یعنی بعض رسولوں کو سب سے اونچا درجہ دیا۔

سوال دوم: جب ﴿رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَتٍ﴾ میں نبی ﷺ کی فضیلت کلی کا بیان ہے تو اس کو مؤثر کیوں نہیں لائے؟ پہلے موسیٰ وعلی علیہ السلام کے جزئی فضائل بیان کئے جاتے، پھر آپ کی فضیلت کلی بیان کی جاتی، آپ کا تذکرہ درمیان میں کیوں آیا؟

جواب: موسیٰ علیہ السلام کی جزئی فضیلت کے بعد آپ کی فضیلت کلی کا تذکرہ بطور استدراک آیا ہے۔ استدراک کے معنی ہیں: کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنا، موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ کے کلام فرمانے سے ان کی فضیلت کلی کا خیال پیدا ہو سکتا تھا، اس لئے بات آگے بڑھائی کہ فضیلت کلی تو کسی اور کو حاصل ہے، پھر باقی کلام پورا کیا یعنی موسیٰ علیہ السلام کے جزئی فضائل بیان کئے ہیں۔

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ مِنْ كَلَمِ اللَّهِ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَتٍ ۚ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۝﴾

ترجمہ: ہم نے ان پیغمبروں کو بعض کو بعض پر برتری بخشی — یہ قاعدہ کلیہ کا بیان ہے کہ انبیاء و رسل میں تفاضل ہے — ان میں سے بعض سے بعض سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا — یہ موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت جزئی کا بیان ہیں۔ — اور ان میں سے بعض کے مراتب بلند کئے — یہ نبی ﷺ کی فضیلت کلی کا بیان ہے، اور معایہ بات استدراک کے طور پر آئی ہے — اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو — یعنی وہ مریم کے بیٹے تھے، اللہ کے بیٹے نہیں تھے — کھلے معجزات دیئے — ان معجزات کا ذکر اوپر آگیا — اور ہم نے ان کو پاک روح کے ذریعہ توحی کیا — پاک روح سے جبرئیل علیہ السلام مراد لئے گئے ہیں، مگر عام ملا اعلیٰ بھی مراد لے سکتے ہیں، جو کبھی کبھی اترتے ہیں اور انسانوں کو تعلیم دیتے ہیں اور ان سے باتیں کرتے ہیں، حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے نبی ﷺ نے دعا کی تھی: ”اللہ! پاکیزہ روح کے ذریعہ حسان کو تقویت پہنچا!“ (بخاری) (رحمۃ اللہ ۲: ۴۷۰)

نبی ﷺ کو دلاسا (تسلی)

آگے ایک سوال کا جواب ہے، اور اس میں نبی ﷺ کی دلداری اور تسلی بھی ہے، سوال یہ ہے کہ جب آپ ﷺ سب سے بڑے رسول ہیں تو آپ کی مخالفت کیوں ہو رہی ہے؟ کوئی ایمان لاتا ہے کوئی نہیں لاتا، چاہتے تھا کہ سب لوگ آپ کی بات مان لیتے اور ایمان لے آتے؟

اس کے جواب: میں دو باتیں فرمائی ہیں، اور قرآن کریم کا اسلوب ہے کہ جب وہ کسی تمہید پر دو باتیں متفرع کرتا ہے تو تمہید لوٹا کر دوسری بات کہتا ہے، پس یہ تکرار نہیں۔

پہلی بات: گذشتہ رسولوں کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ پیش آتا رہا ہے، کوئی ایمان لاتا تھا کوئی نہیں لاتا تھا، پھر فریقین میں آویزش ہوتی تھی، اور مخالفت اس حد تک بڑھتی کہ جنگ و پیکاری نوٹ آتی، جبکہ رسول واضح معجزات کے ساتھ مبعوث کئے جاتے تھے، پھر بھی سب لوگ ایمان نہیں لاتے تھے، پس آج یہ کوئی نئی بات نہیں، آپ اس سے دل گیر نہ ہوں۔

دوسری بات: دنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے، یہاں نیکی اور برائی کی آزادی ہے، اور اسی کی بنیاد پر آخرت میں جزا و سزا قائم ہوگی، اور اس اختلاف کے پیچھے مشیت الہی کا فرما ہے، اللہ تعالیٰ چاہتے تو غیب کو شہود کر دیتے، اور جو باتیں غیب کے پردے میں چھپی ہیں ان کو انسان مرکی آنکھوں سے دیکھ لیتا، اور کوئی انکاری نہ رہتا، سب ایمان لے آتے، نہ کفر رہتا نہ رسولوں کی مخالفت، مگر اللہ نے جیسا چاہا ویسا ہو رہا ہے۔

﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا افْتَنَّاكَ الْدِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ قَبْلَ مَا جَاءَ نَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلَكِنْ اخْتَلَفُوا قَوْلَهُمْ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَن كَفَرَ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اتَّخَذُوا آلَكَ الْكَافِرِينَ وَلَكِنْ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ﴾

ترجمہ: اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ نہ لڑتے جو ان (رسولوں) کے بعد ہوئے، ان کے پاس واضح دلائل آجانے کے بعد، لیکن انھوں نے (لوگوں نے رسولوں سے) اختلاف کیا، پس ان میں سے کوئی ایمان لایا اور کسی نے انکار کیا۔ پھر فریقین میں آویزش شروع ہوئی، پھر جنگ کی نوٹ آئی، یہ پہلی بات ہے۔

اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو وہ باہم نہ لڑتے — یہ تمہید لوٹائی — لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں — یہ دوسری بات ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِّن قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۹۰﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے وہ لوگو جو ایمان لائے	مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ	پہلے اس سے کہ آئے وہ دن	وَلَا تَحْطَئُوا	اور نہ دوڑتی اور نہ سفاشار
أَنْفُسَكُمْ	خروج کرو اس میں سے کچھ جو بطور روزی دیا، تم کو	لَا يَبِيعُ فِينَا	نہیں سودا ہے اس میں	وَالْكَافِرُونَ هُمْ	اور حکم نہ ماننے والے ہی
رَزَقْنَكُمْ				الظَّالِمُونَ	اپنا نقصان کرنے والے ہیں

آخرت کا بیان

رسالت کے بعد اب آخرت کا بیان ہے، گذشتہ آیت کے آخر میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے ہیں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایسا چاہا ہے کہ عالم (دنیا) دو ہوں: عالم مشاہد اور عالم غیب، پہلے انسانوں کو عالم مشاہد (نظر آنے والی دنیا) میں پیدا کیا جائے، اور وہاں اس کو عمل و اعتقاد کی آزادی دی جائے، اور دونوں عالموں کے درمیان گاڑھا پردہ ڈال دیا جائے، پھر اس دنیا کا آخری دن آئے، جو قیامت کا دن ہو، اس میں انسان کے بھلے برے کا حساب ہو، پھر اس کو آخرت میں منتقل کیا جائے، جہاں اس کو جزا و سزا سے سابقہ پڑے، اس لئے اس دنیا کو آخرت سے مختلف بنایا ہے، پس ضروری ہے کہ انسان اس دنیا میں آنے والی دنیا کے لئے تیار کرے۔

اور عبادتیں دو ہیں: بدنی اور مالی، دونوں ضروری ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جان و مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے، مگر مالی عبادت نفس پر زیادہ شاق (بھاری) ہے، انسان چھڑی دے سکتا ہے دھڑی نہیں دیتا، اس لئے ایمان لانے والوں کو حکم دیتے ہیں کہ تمہارے پاس جو کچھ مال و منال ہے وہ تمہارا نہیں، ہم نے تم کو بطور روزی (بھٹکا) دیا ہے، اس میں سے کچھ خرچ کرو، زکات دو، اگر ایسا نہیں کرو گے تو حساب کا دن آ رہا ہے، اس دن نہ کوئی سودا بازی چلے گی، نہ دوڑتی کام آئے گی، نہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش کر سکے گا، پس حکم مانو اور زکات ادا کرو، جو حکم نہیں مانیں گے وہ بچھڑائیں گے۔

آیت کریمہ: اے ایمان والو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو بطور روزی دیا ہے — مالک نہیں بنایا — اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ سودا ہوگا، نہ دوڑتی اور نہ سفارش کام آئے گی، اور جو لوگ حکم نہیں مانیں گے وہی اپنا نقصان کریں گے!

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ

مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ،
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا، وَهُوَ الْعَلِيُّ
الْعَظِيمُ ﴿٣١٥﴾

اللہ	اللہ پاک	فِی الْأَرْضِ	زمین میں ہے	مِنْ عِلْمِهِ	اس کے علم سے
لَا إِلَهَ	کوئی معبود نہیں	مَنْ ذَا	کون ہے یہ	إِلَّا بِمَا شَاءَ	مگر جتنا چاہے وہ
لَا هُوَ	مگروہی	الَّذِي	جو	وَسِعَ	کشاہد ہے
الْحَيُّ	زندہ	يَشْفَعُ	سفارش کرے	كُرْسِيِّهِ ^(۲)	اس کی کرسی
الْقَيُّومُ ^(۱)	تھامنے والا	عِنْدَهُ	اس کے پاس	السَّمَوَاتِ	آسمانوں کو
لَا يَأْخُذُ	نہیں پکڑتی اس کو	إِلَّا بِذُنُوبِهِ	مگر اس کی اجازت سے	وَالْأَرْضَ	اور زمین کو
يَسْتَعِذُّ	اُوگھ	يَعْلَمُ	جانتا ہے	وَلَا يَئُودُهُ ^(۳)	اور نہیں تھکا تا اس کو
وَلَا تَوَمَّرُ	اور نہ ٹیند	مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ	جوان کے سامنے ہے	حِفْظُهُمَا	ان دونوں کی حفاظت کے ت
لَهُ مَا	اس کی ملک ہے جو	وَمَا خَلْفَهُمْ	اور جوان کے پیچھے ہے	وَهُوَ	اور وہ
فِي السَّمَوَاتِ	آسمانوں میں ہے	وَلَا يُحِيطُونَ	اور نہیں گھیرتے وہ	الْعَلِيُّ	برتر
وَمَا	اور جو کچھ	بِشَيْءٍ	کسی چیز کو	الْعَظِيمُ	عظمت والا ہے

توحید کا بیان

اب ایک آیت میں توحید کا بیان ہے، اور اللہ تعالیٰ کی شُؤن و صفات کا ذکر ہے، اس آیت کا نام آیت انکری ہے۔ احادیث میں اس کے بڑے فضائل آئے ہیں، ایک حدیث میں اس کو افضل آیات فرمایا ہے، اور نسائی کی حدیث میں ہے کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد اس کو پڑھے گا اس کے جنت میں داخل ہونے کے لئے موت کے سوا کوئی مانع نہیں ہوگا (معارف القرآن) اور بخاری شریف کی روایت ہے کہ جو شخص رات میں سوتے وقت اس آیت کو پڑھے تو صبح تک

(۱) القیوم: قائم سے صیغہ مبالغہ: وہ ذات جو خود رہنے والی اور دوسری کو رکھنے والی ہے (۲) كان الحسن يقول: الكرسي هو العرش (درمنثور: ۳۲۸) اصحاب ظاہر کے نزدیک: بیٹھنے کی کرسی مراد ہے (لغات القرآن) (۳) يؤذ: مضارع، واحد مذکر غائب: آذ (ن) اَوْ ذَا الشَّيْءِ حَامِلُهُ: تھکا دینا، بوجھ سے جھکا دینا، بوجھل بنا دینا، مفعول بہ، حفظہما: فاعل ہے۔

شیطان سے اس کی حفاظت ہوگی۔ اس آیت کے پہلے جملہ میں توحید کا بیان ہے یعنی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، باقی نو جملوں میں صفات کا بیان ہے:

۱۔ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں — یعنی قابلِ عبادت اللہ کی ذات کے سوا کوئی چیز نہیں۔

۲۔ ﴿الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾: وہ زندہ جاوید، کائنات کو تھامنے والے ہیں — یعنی وہ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ وہ عدم اور موت سے بالاتر ہیں، اور قیوم: اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے، کائنات اللہ نے پیدا کی ہے اور وہی اس کو سنبھالے ہوئے ہیں، کوئی دوسرا ان کا شریک و کسیم نہیں۔

ملاحظہ: ﴿الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾: یہ دو صفیں بہت سے حضرات کے نزدیک اسمِ اعظم ہیں، پس ان کا ورد رکھنا چاہئے۔
۳۔ ﴿لَا تَأْخُذُكَ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ﴾: ان کو نہ اونگھ دباتی ہے نہ نیند — اگر اللہ تعالیٰ کو اونگھ آجائے یا نیند تو کائنات کو کون سنبھالے گا؟ بلکہ جھپٹنے کا علم بر باد ہو جائے گا! اور قرآن میں دوسری جگہ ہے کہ تھکان ان کو چھو کر بھی نہیں گئی، وہ ان عوارض سے بالاتر ہیں، مخلوقات پر ان کو قیاس نہ کیا جائے۔

۴۔ ﴿لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾: ان کی ملک ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں — بندوں کی ملکیت مجازی ہے، ہر چیز کے حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہیں، اس لئے کہ سب چیزیں انھوں نے پیدا کی ہیں، پس وہی مالک ہیں، دوسرا جو بھی مالک بنا ہوا ہے وہ برائے نام، مالک ہے۔

۵۔ ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾: ایسا کون ہے جو سفارش کرے ان کے سامنے ان کی اجازت کے بغیر؟ — ایسا کوئی نہیں! کیونکہ جب وہ مالکِ حقیقی ہیں تو اپنی ملکیت میں جو چاہیں تصرف کریں، ان سے باز پرس کا کسی کو کیا حق ہے؟ کوئی دخل در معقولات نہیں کر سکتا، البتہ مقبولانِ بارگاہِ بہ اذنِ الہی لب کشائی کر سکتے ہیں، قیامت کے دن نبی ﷺ تمام امتوں کے لئے سفارش فرمائیں گے۔

۶۔ ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾: جانتے ہیں وہ جو کچھ مخلوقات کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے — ﴿مَا بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾: محاورہ ہے یعنی مخلوقات کے تمام احوال جانتے ہیں، ان کا علم سب چیزوں کو محیط ہے، کیونکہ اس کے بغیر نہ سب چیزوں کو سنبھال سکتے ہیں نہ ان کے حق میں مناسب فیصلہ کر سکتے ہیں۔

۷۔ ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَاءَ﴾: اور مخلوقات احاطہ نہیں کر سکتی ان کے علم میں سے کسی بھی حصہ کا، مگر جتنا وہ چاہیں — یعنی تمام مخلوقات (انسان اور ان کے علاوہ) اللہ کے علم کے کسی بھی حصہ کا احاطہ

نہیں کر سکتی، مگر خود اللہ تعالیٰ جس کو اپنے علم کا جتنا حصہ عطا فرمائیں وہ جان سکتی ہے، اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے، کوئی انسان یا کوئی مخلوق اس میں اللہ کی شریک نہیں۔

۸۔ ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ﴾: ان کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے — یعنی اپنے اندر لئے ہوئے ہے، اور کرسی کے معنی ہیں تخت، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک: عرش اور کرسی ایک ہیں، تخت نشینی اور چیر مٹی کا ایک مطلب ہے — دوسرے حضرات کہتے ہیں: کرسی ایک مخلوق ہے، عرش سے چھوٹی اور آسمانوں سے بڑی — پھر اصحابِ ظواہر (سلفی) کہتے ہیں: کرسی کے حقیقی معنی مراد ہیں، یعنی بیٹھنے کی کرسی، مگر اس کی نوعیت مجہول (انجانی) ہے — اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ (تابعی) نے اس کی تاویل ”علم الہی“ سے کی ہے، اور وہ یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بھی کرتے ہیں۔

۹۔ ﴿وَلَا يُوَدُّهُ حَافِظُهَا﴾: اور ان کے لئے دونوں کی حفاظت کچھ مشکل نہیں — یعنی اس قادر مطلق کے لئے آسمانوں اور زمین کی نگہبانی نہایت آسان ہے۔

۱۰۔ ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾: اور وہ برتر اور عظیم المرتبت ہیں — یعنی وہ عالی شان اور عظیم المرتبہ ہیں! ان دس جملوں میں توحید کا مضمون اور صفاتِ کمالیہ کا بیان پوری وضاحت کے ساتھ آ گیا ہے، ان کو سمجھ لینے کے بعد ہر شخص یقین کر لے گا کہ ہر عزت و عظمت اور بلندی و برتری کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، دوسرا کوئی ان کا ہم سر نہیں۔

لَا اَكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدَ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ، فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا، وَاللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

لَا اَكْرَاهَ	نہیں زبردستی	مِنَ الْغَيِّ	گمراہی سے	بِالله	اللہ کا
فِي الدِّينِ	دین میں	فَمَنْ يَكْفُرْ	پس جو انکار کرے	فَقَدْ	تو یا حقیقت
قَدْ تَبَيَّنَ	بے شک واضح ہو گئی	بِالطَّاغُوتِ	گمراہ کرنے والے کا	اسْتَمْسَكَ	تھام لیا اس نے
الرُّشْدُ	ہدایت	وَيُؤْمِنْ	اور یقین کرے	بِالْعُرْوَةِ	کڑا (حلقہ)

(۱) الدین: سے مراد دین اسلام ہے، جس کی بنیادی تعلیم توحید ہے۔ (۲) الطاغوت: اسم مفرد، جمع طاغوت، مذکر مؤنث، اور مفرد جمع یکساں: گمراہ کرنے والا، خواہ معبود باطل ہو، خواہ گمراہ کرنے والا انسان، جن یا بت ہو۔ فعل: طغی (ف) طغیاناً و طغیاناً: حد سے بڑھ جانا، سرکشی کرنا۔

الْوُثْقَىٰ لَا انْقِصَامَ	مضبوط نہیں ٹوٹتا	لَہَا وَاللّٰهُ	اس کے لئے اور اللہ تعالیٰ	سَمِيعٌ عَلِيمٌ	خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں
-------------------------------	---------------------	--------------------	------------------------------	--------------------	-------------------------------------

لوگ دین اسلام کو خوشی سے قبول کریں، وہی مضبوط دین ہے

آیت الکرسی سے توحید کا مضمون اچھی طرح واضح ہو گیا، معبود برحق اللہ تعالیٰ ہی ہیں، اسلام اسی توحید کی دعوت دیتا ہے، اب لوگوں کو چاہئے کہ اس کو اپنی مرضی سے قبول کریں، زور زبردستی نہیں، عقیدہ: دل سے ماننے کا نام ہے، اس میں زبردستی نہیں ہو سکتی، البتہ حق بات واضح کرنی ضروری ہے جو کر دی گئی، اب جو اللہ کے دین کو اختیار کرے گا، اور دوسرے ادیان باطلہ سے کنارہ کشی اختیار کرے گا وہ مزے میں رہے گا، داریں میں کامیاب ہوگا، یہ ایسا مضبوط کڑا ہے جو کبھی دھوکہ نہیں دے گا، دوسرے تعلقات آخرت میں ٹوٹ جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کی بات سن رہے ہیں اور اس کا حال جان رہے ہیں کہ کون صرف اللہ کی عبادت کرتا ہے اور کون طاغوت کے چکر میں پھنسا ہوا ہے۔

آیت کریمہ: دین (قبول کرنے) میں کوئی زبردستی نہیں، بے شک ہدایت: گمراہی سے جدا ہو چکی ہے، پس جو شخص گمراہ کرنے والوں سے کنارہ کشی اختیار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے بالیقین مضبوط کڑا تھام لیا، جو کبھی ٹوٹے گا نہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں۔

فائدہ: اس سے اسلام کا ایک اہم اصول معلوم ہوا کہ کسی کو مجبور کر کے اس کا مذہب تبدیل کرنا درست نہیں، کیونکہ مذہب کا تعلق دل کے اعتقاد و یقین سے ہے، جبر کے ذریعہ زبان سے تو قرار کرایا جاسکتا ہے، دل کی دنیا نہیں بدلی جاسکتی، اس سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ اسلام کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ تلوار کے زور سے پھیلا ہے، محض پروپیگنڈہ ہے، اسلام جب دنیا میں آیا تو ایک ہی شخص تھا، جو مسلمان تھا، وہی اسلام کا داعی اور خدا کا پیغمبر تھا، مکہ کا چپہ چپہ اس کا مخالف تھا، پھر تیرہ سال تک اسلام ان چند کمزور، نسبتے اور مظلوم لوگوں کا مذہب تھا، جن پر کوئی ظلم و ستم نہیں تھا جو روانہ رکھا گیا ہو، اُس وقت اسلام کے پاس نہ تلوار تھی، نہ فوج، نہ سپاہ، آخر کوئی طاقت تھی جس کے ذریعہ اسلام نے چند ہی سال میں پورے جزیرہ عرب کو محض کر لیا؟ یہ یقیناً اس کی عدل و انصاف پر مبنی، فطرتِ انسانی سے ہم آہنگ اور عقل و دانش سے مطابقت رکھنے والی تعلیمات تھیں نہ کہ تلوار! (آسان تفسیر: ۲۱۲)

اللَّهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النَّوْرِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا
اَوَّلَیْئِهِمُ الطَّاغُوتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النَّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٠﴾

اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	إِلَى النَّارِ	روشنی کی طرف	مِنَ النَّارِ	روشنی سے
وَسَلُّوا	کارساز ہیں	وَالَّذِينَ	اور جن لوگوں نے	إِلَى الظُّلُمَاتِ	اندھیریوں کی طرف
الَّذِينَ	ان لوگوں کے حصوں نے	كَفَرُوا	نہیں مانا	أُولَٰئِكَ	یہی لوگ
أَمَّنُوا	مان لیا	أَوَلَيْسَ لَهُمُ	ان کی کارساز	أَصْحَابُ النَّارِ	دوزخ والے ہیں
يُخْرِجُهُمُ	نکالتے ہیں وہ ان کو	الطَّاغُوتُ ﴿٢١﴾	گمراہ کن طاقتیں ہیں	هُم فِيهَا	وہ اس میں
مِنَ الظُّلُمَاتِ ﴿٢٠﴾	اندھیریوں سے	يُخْرِجُوهُمْ	نکالتی ہیں وہ ان کو	خَالِدُونَ	ہمیشہ رہنے والے ہیں

کار سازی اور کار سازی میں فرق

گذشتہ آیت میں فرمایا تھا کہ اللہ کو پکڑو، یہ وہ مضبوط کڑا ہے جو کبھی ٹوٹے گا نہیں، اس پر مکررین اسلام کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے بھی اولیاء ہیں، معبود ہیں، ان کی طرف دعوت دینے والے گورو ہیں، وہ ہمارے کارساز ہیں، وہ ہماری بگڑی بناائیں گے، اس کا جواب دیتے ہیں کہ کار سازی اور کار سازی میں فرق ہے، اللہ تعالیٰ تو مؤمنین کو تاریکیوں سے اجالے میں لاتے ہیں، ان کی زندگیوں کو سنوارتے ہیں، اور آخرت میں ان کو جنت میں داخل کریں گے، اور مکررین اسلام کے کارساز (بت اور گرو) ان کو روشنی سے تاریکی میں پہنچا رہے ہیں، ان کی زندگیاں بگاڑ رہے ہیں اور آخرت میں ان کو جہنم کے دائمی عذاب میں پہنچائیں گے۔ لہذا ان کو چھوڑو اور اسلام کے حلقہ بگوش بنو۔

آیت کریمہ: اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے کارساز ہیں، وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی میں لاتے ہیں، اور جن لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا ان کے کارساز گمراہ کرنے والی قوتیں ہیں، وہ ان کو روشنی سے تاریکیوں میں لے جاتے ہیں، یہی لوگ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ رَاذٍ قَالَ إِبْرَاهِيمُ
رَبِّيَ الَّذِي يُعَيِّدُ وَيُمْيْتُ ۖ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي
بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ۗ وَاللَّهُ لَا

(۱) ہدایت کا نور ایک ہے، اس لئے النور: مفرد لائے، اور گمراہیاں طرح طرح کی ہیں، اس لئے الظلمات جمع لائے
(۲) الطاغوت: میں مفرد جمع یکساں ہیں، یہاں جمع مراد ہے۔

يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

اَلَمْ تَرَ	کیا تو نے دیکھا نہیں	رَبِّیْ	میرا رب	يَا سَاسِیْنَ	سورج کو
اِلٰی الَّذِیْ	اس کو جس نے	الَّذِیْ	(وہ ہے) جو	مِّنَ الْمَشْرِیْقِ	مشرق سے
حَاسِبٌ ۙ	کٹ چھٹی کی	یُنْجِیْ	جلا تا ہے	قَآئِبًا	پس لا تو اس کو
لَا يُؤْهِمُ	ابراہیم سے	وَنُیْبِذْتُ	اور مارتا ہے	مِّنَ الْمَغْرِبِ	مغرب سے
فِیْ رَیْبٍ ۚ	اس کے رب میں	قَالَ	کہا اس نے	قَبِيْهَتٌ ۙ	پس ہکا بکار ہو گیا
اَنْ اَشْهَدَ ۚ	(اس وجہ) کہ وہی اس کے	اَنَا اُنْجِیْ	میں (بھی) جلا تا ہوں	الَّذِیْ كَفَرَ	جس نے انکار کیا
اللّٰهُ	اللہ نے	وَ اُعِیْذُ	اور مارتا ہوں	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
الْمَلٰٓئِکَ	حکومت	قَالَ اِبْرٰہِیْمُ	کہا ابراہیم نے	لَا یَهْدِیْ	راہ نہیں دیتے
اِذْ قَالَ	جب کہا	فَاَنَّ اللّٰهَ	پس بے شک اللہ	الْقَوْمَ	لوگوں کو
اِبْرٰہِیْمُ	ابراہیم نے	یٰۤاٰیُّ	لاتے ہیں	الظَّالِمِیْنَ	نا انصاف

نمرود نے توحید کی دلیل پر اعتراض کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے اس کو دوسری دلیل سے چپکا کیا

نمرود (بروزن امروہ) ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کا خود سر بادشاہ تھا، خدائی کا دعوے دار بھی تھا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے خداؤں (مورتیوں) کی گت بنائی تو قوم نے ان کو نذر آتش کرنے کا فیصلہ کیا (سورۃ الانبیاء آیات ۵۷-۶۸) مگر چونکہ یہ قانون کو ہاتھ میں لینا تھا، اس لئے قوم یہ مقدمہ بادشاہ کے پاس لے گئی، تاکہ حکومت ابراہیم کو یہ سزا دے، بادشاہ نے ابراہیم علیہ السلام کو طلب کیا اور سوال کیا کہ اگر تو ان مورتیوں کو خدا نہیں مانتا تو حیران خدا کون ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: میرا خدا وہ ہے جو جلا تا اور مارتا ہے یعنی وجود بخشتا ہے، پھر ایک وقت کے بعد وجود واپس لے لیتا ہے، یہ توحید کی پکی دلیل تھی، کیونکہ یہ کام اللہ کے سوانہ کوئی کرتا ہے نہ کر سکتا ہے، مگر نمرود نے کہا: یہ کام تو میں بھی کرتا ہوں، اور ایک پھانسی کے مجرم کو آزد کر دیا اور بے گناہ کو قتل کر دیا، اور کہا: دیکھ! میں نے پہلے کو زندہ کر دیا اور دوسرے کو ختم کر دیا۔ یہ اس نے توحید کی پکی دلیل میں فیر نکالی، وہ غمی تھا، جلانے اور مارنے کی حقیقت ہی نہیں سمجھا۔ ابراہیم علیہ السلام

(۱) حَاجٌ مُّحَاجَّةً: بے جا بحث کرنا (۲) اَنْ: سے پہلے لام جارہ یا باء جارہ محذوف ہے (۳) لَمْ یُہْدِ: ناشی مجھول، باب سحر و کرم: شش در ہونا، حیران رہ جانا، مجھول، معروف کے معنی میں ہے۔

نے سوچا: اس خردماغ کے ساتھ کون مغرپیگی کرے، کھٹ سے تو حید کی دوسری دلیل پیش کی کہ میرا پروردگار روز سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اگر تو خدا ہے تو اس کو مغرب سے نکال؟ اس پر وہ مبہوت ہو گیا اور چنی کنم میں پڑ گیا، مگر ایمان نہیں لایا، اللہ تعالیٰ ناانصافوں کو ہدایت سے نہیں نوازتے!

پھر کیا ہوا؟ — ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے کہا ہوگا کہ اگر ایمان لائے گا تو جنت (باغ) میں جائے گا، ورنہ دوزخ (آگ) میں ڈالا جائے گا۔ اس نے کہا: میں آگ میں ڈالا جاؤں گا؟ تجھے آگ میں ڈالوں گا! اور قوم کو حکم دیا: سوختہ (جلانے کی لکڑیاں) جمع کرو، قوم نے چھ ماہ تک سوختہ ڈھویا اور لکڑیوں کا ڈھیر لگا دیا، دوسری طرف حکومت کے کرچاریوں کو حکم دیا کہ میرے لئے جنت (باغ) تیار کرو، میں اپنی جنت میں جاؤں گا، مگر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کو باغ بنادیا، اور نمرود کے دماغ میں چمچر گھس گیا، اس نے دماغ چاٹ لیا، اور وہ اسی میں مر گیا، اور اس کو اپنے باغ میں جانا نصیب نہ ہوا۔

آیت پاک: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا نہیں جس نے ابراہیمؑ سے اس کے رب کے بارے میں کٹختی کی، اس وجہ سے کہ اللہ نے اس کو حکومت دی تھی؟ جب ابراہیمؑ نے کہا: میرا رب وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے (پس) اس نے کہا: میں (بھی) جلاتا اور مارتا ہوں! ابراہیمؑ نے کہا: پس اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے نکالتے ہیں، تو اس کو مغرب سے نکال؟ پس اللہ کا منکر بکا بکا رہ گیا، اور اللہ تعالیٰ ناانصافوں کو ہدایت نہیں دیتے!

فائدہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طرزِ عمل سے ایک سبق ملا کہ مناظرہ کو طول نہیں دینا چاہئے، چٹ پٹ قصہ نمٹانا چاہئے، اگر مخاطب کوئی بات نہ سمجھے تو دلیل بدل دے، پہلے پہ دہلہ رکھے اور چت کر دے۔

سوال: اگر کوئی جھک کرے اور کہے کہ نمرودیہ بھی تو کہہ سکتا تھا کہ مشرق سے روزانہ میں سورج نکالتا ہوں، ابراہیمؑ تو اپنے خدا سے کہہ کہ آئندہ کل وہ سورج مغرب سے نکالے؟ تو ابراہیمؑ علیہ السلام کیا کرتے؟

جواب: ابراہیمؑ علیہ السلام ہاتھ اٹھاتے اور اللہ سے عرض کرتے اور اگلے دن سورج مغرب سے نکلتا اور قیامت قائم ہو جاتی، پھر نمرود کیا کرتا؟ دراصل وہ جانتا تھا کہ ابراہیمؑ ٹھیک کہتا ہے، خدا وہ نہیں، خدا کوئی اور ہے، مگر اس کو ماننا نہیں تھا، فرعونوں کے حق میں سورۃ النمل (آیت ۱۳) میں ہے: ﴿وَيَحْذَرُهَا وَيَسْتَفْتِيهَا أَنْفُسُهُمْ﴾: ان لوگوں نے معجزات کا انکار کیا، دراصل ایک ان کے دلوں نے ان کا یقین کر لیا تھا، اس لئے وہ یہ استفتاء بات نہیں کہہ سکتا تھا۔

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْبَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا، قَالَ أَنَّى يُغِي هَٰذَا اللَّهُ
بَعْدَ مَوْتِهَا، فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ، قَالَ كَمْ لَبِثْتُ، قَالَ لَبِثْتُ

يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَيْسَتْ بِمِائَةِ عَامٍ فَاَنْظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ
لَمْ يَسْتَنْهٖ ۚ وَانْظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَىٰ الْعُظَامِ
كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۖ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ ۖ قَالَ أَعْلَمَ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اَوْ ^(۱)	(جلانا مارنا یہ ہے) یا	اللہ	اللہ نے	فَانْظُرْ	پس دیکھ تو
كَالَّذِي	جیسے وہ شخص جو	مِائَةِ عَامٍ	سوسال	إِلَىٰ طَعَامِكَ	تیرے کھانے کو
مَرَّ	گذرا	ثُمَّ بَعَثْنَا	پھر اٹھایا اس کو	وَشَرَابِكَ	اور تیرے پینے کو
عَلَىٰ قَرْيَةٍ	ایک بستی پر	قَالَ	پوچھا	لَمْ يَسْتَنْهٖ ^(۲)	نہیں بدلا ہے
فَوَهِيَ	دراںحالیکہ وہ	كَمْ لَيْسَتْ	کتنا ٹھہرا تو؟	وَانْظُرْ	اور دیکھ تو
خَالِيَةً ^(۲)	ڈھکی پڑی تھی	قَالَ	جواب دیا	إِلَىٰ حِمَارِكَ	تیرے گدھے کو
عَلَىٰ غُرُوشِهَا ^(۳)	اُٹھائیوں پر	لَيْسَتْ	ٹھہرا میں	وَلِنَجْعَلَكَ	اور تاکہ بتائیں ہم تجھے
قَالَ أَكُنَّ	کہا اس نے کیسے	يَوْمًا	ایک دن	آيَةً لِّلنَّاسِ	لوگوں کے لئے نشانی
يُنْجَى	زندہ کریں گے	أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ	یا ایک دن سے کچھ کم	وَانْظُرْ	اور دیکھ تو
هَٰذِهِ اللَّهُ	اس کو اللہ تعالیٰ	قَالَ	فرمایا	إِلَىٰ الْعُظَامِ	ہڈیوں کو
بَعْدَ مَوْتِهَا	اس کے مرنے کے بعد	بَلْ لَيْسَتْ	بلکہ ٹھہرا تو	كَيْفَ نُنْشِزُهَا ^(۵)	بھارتے ہیں ہم ان کو
فَأَمَّا نَحْنُ	پس مارے رکھا اس کو	مِائَةِ عَامٍ	سوسال	ثُمَّ نَكْسُوهَا	پھر پہناتے ہیں ان کو

(۱) او: حرف عطف، احد الامرین کے لئے ہے، معطوف علیہ محذوف ہے، اُی هذا او هذا؟ اُی الاحیاء والاماتۃ كذلك او کالذی مر الآیۃ، یعنی جلانا اور مارنا وہ ہے جو مرنے کے بعد کھایا یا جیسا اس مثال میں ہے؟ (۲) خالوۃ، غری ہوئی، خواء سے جس کے معنی ہیں: گھر کا خالی ہونا، گر پڑنا، ڈھچکانا (۳) غروش: عروش کی جمع: چھت، اس کا اکثر استعمال پانس کے چھپر کے لئے ہوتا ہے۔ ٹہنی: پانس یا سرکنڈوں کا بنا ہوا چھپر جس پر ٹیکیں چڑھاتے ہیں۔ (۴) لم یستنه: برسوں گزرنے پر بھی خراب نہیں ہوا، بعض کے نزدیک ہائے سکتہ ہے، اور فضل تَسَنُّ یَسْنُ ہے، جس کی اصل یَسْنُ ہے، جازم کی وجہ سے یاد گری ہے، اور بعض کے نزدیک ہا اصلی ہے، اس صورت میں ماخوذ من سنۃ ہوگا، جس کی اصل سنہۃ ہے، کیونکہ تفسیر سنہۃ آتی ہے (۵) انشاز (افعال) جوڑنا، حرکت دینا، اٹھانا، بھارتا، مجازی معنی: زندہ کرنا۔

لَحْمًا	گوشت	لَهُ	اس کے لئے	أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ
فَلَنَأْكُلًا	پس جب	قَالَ	کہا اس نے	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر
تَكْنِينَ	واضح ہو گیا	أَعْلَمُ	جان لیا میں نے	قَدِيرٌ	قادر ہیں

جلانا اور مارنا کیا ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے سامنے توحید کی جو دلیل پیش کی تھی کہ میرا رب وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے، یعنی جس نے ہر چیز کو جو بدبشا ہے، پھر ایک وقت کے بعد وہ وجود وہاں لے لیتا ہے، یہ توحید کی نہایت مضبوط دلیل تھی، یہ کام اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا، اس لئے وہی مجبور ہے — مگر نمرود نے اس دلیل پر اعتراض کیا کہ یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں، اور اس نے کر دکھایا، ایک پھانسی کے مجرم کو آڑا کر دیا، اور ایک بے گناہ کو قتل کر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے اس بوجس اعتراض کا جواب نہیں دیا، بلکہ دلیل بدل دی، جس سے وہ ہکا بکارہ گیا، یہاں کوئی خیال کر سکتا ہے کہ شاید پہلی دلیل کمزور ہوگی، اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے دلیل بدل دی، اس لئے اللہ پاک کلام آگے بڑھاتے ہیں، اور ایک مثال بیان فرماتے ہیں، اس سے معلوم ہوگا کہ مارنا جلانا وہ نہیں جو نمرود نے کر دکھایا، بلکہ مارنا جلانا وہ ہے جو اس واقعہ میں ہے۔

واقعہ: اللہ کا ایک نیک بندہ ایسی ہستی سے گذر جو ویران پڑی تھی، مکانات چھتوں سمیت مٹی کا ڈھیر ہو گئے تھے، اس نے دل میں سوچا کہ یہ ویران ہستی کس طرح دوبارہ آباد ہوگی! بظاہر آباد ہونے کے آثار نظر نہیں آ رہے، وہ یہ سوچتے سوچتے آگے بڑھے، آگے ایک جگہ سستانے کے لئے گدھے سے اترے اور سو گئے، اللہ نے ان کی روح قبض کر لی، نشن پاس رکھا رہا اور گدھا بھوکا پیاسا مریا گیا، سو سال بعد اللہ نے ان کو زندہ کیا، اس عرصہ میں وہ شہر آباد ہو گیا تھا۔

اللہ نے ان سے پوچھا: تم کتنی دیر یہاں ٹھہرے؟ وہ دن چڑھے لیٹے تھے اور دن ڈھلے اٹھے، اس لئے جواب دیا: دن بھر یا اس سے بھی کم! اللہ نے فرمایا: تم یہاں سو سال ٹھہرے ہو، اور دیکھو: تمہارا نشن ویسا ہی ہے، اور گدھا مری چکا ہے، کھانا جلدی بگڑ جاتا ہے وہ ویسا ہی ہے، اور گدھا بیس سال زندہ رہتا ہے وہ مری چکا ہے، اب دیکھو، ہم اس کو تمہارے سامنے زندہ کرتے ہیں، تاکہ تم احیائے موتی کے چشم دید گواہ بنو، دیکھتے رہو: ہڈیاں کس طرح ترکیب پاتی ہیں، پھر ان پر کس طرح گوشت چڑھتا ہے، دیکھتے دیکھتے گدھا زندہ ہو گیا اور اپنی بولی بولا، تب اس بندے نے کہا: مجھے علم الحقین تو حاصل تھا، اب عین الحقین حاصل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں یعنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ مارتے جلاتے ہیں — یہ ہے مارنا جلانا، نہ وہ جو نمرود نے کر دکھایا۔

سوال: یہ حضرت کون تھے؟ اور وہ بستی کونسی تھی؟ اور یہ کس زمانہ کا واقعہ ہے؟

جواب: یہ باتیں قرآن کریم نے بیان نہیں کیں، اور کوئی مستند روایت بھی ایسی نہیں جس کے ذریعہ یقینی طور پر ان باتوں کا تعین کیا جاسکے، قرآن کوئی تاریخی کتاب نہیں، وہ چند مواقع علی کتاب ہے، اور نصیحت پذیری کے لئے ان چیزوں کی تعین کی ضرورت نہیں، مگر قرآن کریم کا مقصد اس کے بغیر بھی حاصل ہے۔

آیت پاک: (جلانا مارنا وہ ہے) یا جیسے ایک شخص ایک بستی پر گذرے، جو اپنی چھتوں پر ڈھلی پڑی تھی، اس نے سوچا: اللہ تعالیٰ اس کو یران ہو جانے کے بعد کس طرح آباد کریں گے! پس اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک مارے رکھا، پھر اس کو اٹھایا، پوچھا: کتنا ٹھہرے؟ جواب دیا: ایک دن یا اس سے بھی کم، فرمایا: (نہیں) بلکہ تم سو سال تک ٹھہرے ہو، اب دیکھو: اپنے کھان پان کو وہ نہیں بدلا، اور اپنے گدھے کو دیکھو (وہ مر گیا ہے، ہم اس کو تمہاری آنکھوں کے سامنے زندہ کرتے ہیں) اور تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے ایک (چشم دید) نشانی بنائیں، اور ہڈیوں کو دیکھو ہم ان کو کیسے جوڑتے ہیں، پھر ہم ان کو گوشت پہناتے ہیں — پس جب (مردے کا زندہ ہونا) واضح ہو گیا تو اس نے کہا: میں نے (مشاہدہ سے) جان لیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں!

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۖ قَالَ أَوْ لَمْ تُؤْمِنْ ۖ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيُبَيِّنَ لِقَلْبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الظَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعِظْمُ ۖ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

وَإِذْ قَالَ	اور (یا دیکرو) جب کہا	قَالَ أَوْ	پوچھا: کیا اور	قَالَ	فرمایا
إِبْرَاهِيمُ	ابراہیم نے	لَمْ تُؤْمِنْ	نہیں یقین آیا تجھے؟	فَخُذْ أَرْبَعَةً	پس لے چار
رَبِّ	اے میرے رب!	قَالَ بَلَىٰ	جواب دیا: کیوں نہیں	مِّنَ الظَّيْرِ	پرندے
أَرِنِي	دکھلا مجھے	وَلَٰكِن	لیکن	فَصُرْهُنَّ ^(۱)	پھر ہلائے (مانوس کرے) ان کچ
كَيْفَ تُحْيِي	کیسے زندہ کریں گے آپ	لِيُبَيِّنَ	تسکین پائے	إِلَيْكَ	اپنے سے
الْمَوْتَىٰ	مردوں کو؟	لِقَلْبِي	میرادل	ثُمَّ اجْعَلْ	پھر گردن (رکھ)

(۱) صُور: امر حاضر، صَادَ (ن) ض: حضورُ الشَّيْءِ إِلَيْكَ: جھکاؤ، نزدیک کرنا، ہلانا، مِّنْ: ضمیر جمع مَوْتِ غائب۔

خَلَّ كَلَّ جَبَلٍ ہر پہاڑ پر	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ أَنْتَ اللَّهُ	آئیں گے تیرے پاس	کہ اللہ تعالیٰ
مِنْهُمْ جُزْءًا ان میں سے ایک حصہ	عَزِيزٌ	دوڑتے ہوئے	زبردست
ثُمَّ ادْخُلْنَا ان کو	حَكِيمٌ	اور جان لے	حکمت والے ہیں

ابراہیم علیہ السلام نے مردوسے جو بات کہی تھی وہ ان کی آنکھوں دیکھی حقیقت تھی

جاننا چاہئے کہ یہ دنیا چونکہ امتحان کی جگہ ہے، اس لئے یہاں اصل قیمت ایمان بالغیب کی ہے، انسان سے مطلوب یہ ہے کہ وہ پس پردہ جو حقیقتیں ہیں ان کو آنکھوں سے دیکھے بغیر دلائل کی بنیاد پر مان لے، البتہ انبیائے کرام علیہم السلام کا معاملہ عام لوگوں سے مختلف ہے، اللہ تعالیٰ ان کو غیب کی بعض چیزیں دکھا دیتے ہیں، تاکہ وہ علی وجہ البصیرت لوگوں کو ان چیزوں کی دعوت دیں، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلائی کا معاملہ، ایک پیغمبر کو گدھا زندہ کر کے دکھانا، اور نبی ﷺ کو معراج میں عجائب قدرت دکھانا، سورۃ الاسراء کی پہلی آیت میں ہے: ﴿لِنُرِيكَ مِنْ آيَاتِنَا﴾ تاکہ ہم ان کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں، عاکم بالاک سیر کرائی، آسمانوں کے احوال سے واقف کیا، جنت و جہنم کا مشاہدہ کرایا، اور ان گنت عجائب قدرت دکھائے، تاکہ آپ اپنی امت کو دوسری دنیا کا آنکھوں دیکھا حال بتلائیں، اور آپ کا بیان صرف شنیدہ نہ ہو بلکہ دیدہ ہو۔

اسی حضرت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت دکھلا دی تاکہ وہ اہل یقین میں سے ہوں، سورۃ الانعام کی (آیت ۷۵) ہے: ﴿وَكَذَلِكَ نُرِيكَ لِبُؤْهِيمٍ مَلَائِكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِيَكُوْنَتْ مِنَ الْمُوقِنِيْنَ ۝﴾ یعنی آسمانوں اور زمین کی یہ وسیع حکومت جو ہر شخص ہر وقت دیکھتا ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رموز و اسرار بتا دیئے، تاکہ کائنات ارضی و سماوی سے وہ توحید اور اللہ کی ربوبیت پر استدلال کریں۔ اسی سلسلہ کا یہ واقعہ بھی ہے کہ آپ نے درخواست کی: پروردگار! مجھے دکھائیے کہ آپ مردوں کو کس طرح زندہ کریں گے؟ پوچھا: کیا تمہیں یقین نہیں؟ عرض کیا: یقین کیوں نہیں! میرا مقصد تسکینِ قلب حاصل کرنا ہے۔ کیونکہ آنکھوں سے دیکھنے کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے، اس سے نہ صرف طمانیتِ قلبی حاصل ہوتی ہے، بلکہ میں دوسروں سے بھی کہہ سکتا ہوں کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں آنکھوں سے دیکھ کر کہہ رہا ہوں!

خیر! اللہ نے فرمایا: کوئی بھی چار پرندے لو، اور ان کو اپنے سے مانوس کر لو، تاکہ آواز دینے پر دوڑے آئیں، پھر ان کو ذبح کر کے قیمہ بنا لو، اور چار پہاڑوں پر چار حصے رکھاؤ، پھر درمیان میں کھڑے ہو کر ایک ایک کو آواز دو، چاروں تمہارے پاس دوڑے آئیں گے، اور جان لو کہ اللہ کی قدرت کامل ہے، وہ ہر ایک کو مردہ زندہ کر کے مشاہدہ کرا سکتے ہیں، مگر ان کی

حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ایک کو یہ مشاہدہ نہ کرایا جائے۔

آیت کریمہ: اور (یاد کرو) جب ابراہیمؑ نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! مجھے دکھلائیں: آپ مردوں کو کس طرح زندہ کریں گے؟ پوچھا: کیا آپ کو یقین نہیں؟ جواب دیا: کیوں نہیں! لیکن تا کہ میرا دل تسکین پائے! فرمایا: تو میں آپ چار پرندے، پھر ان کو اپنے سے مانوس کر لیں، پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک حصہ رکھ دیں، پھر ان کو بلائیں، وہ آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے، اور جان لیں کہ اللہ تعالیٰ زبردست بڑے حکمت والے ہیں!

فائدہ (۱): یہ مشاہدہ غالباً ہر دوسرے سامنے بات رکھنے سے پہلے کا ہے، پس دلیل دیدہ تھی، اس میں کوئی کمزوری نہیں تھی، مگر کوئی مغز کے ساتھ جھک کون کرے؟ اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے دلیل بدل دی۔

فائدہ (۲): بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ ہم ابراہیم علیہ السلام سے شک کے زیادہ حقدار ہیں، یعنی علم احقین کو حق احقین بنانے کی خواہش ہر مومن کی ہوتی ہے، پس ایسی درخواست کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَتَتْكَ سَنَابِلٌ سَبْعٌ سَنَابِلٌ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ ۚ وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝
الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى ۖ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى ۚ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ۝

مَثَلُ الَّذِينَ	ان لوگوں کی حالت جو	فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ	ہر ہال میں	عَلِيمٌ	خوب جاننے والے ہیں
يُنْفِقُونَ	خرچ کرتے ہیں	مِائَةٌ حَبَّةٌ	سودانے ہیں	الَّذِينَ	جولوگ
أَمْوَالَهُمْ	اپنے مال	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	يُنْفِقُونَ	خرچ کرتے ہیں
فِي سَبِيلِ اللَّهِ	اللہ کے راستے میں	يُضْعِفُ	دو چند کریں گے	أَمْوَالَهُمْ	اپنے مال
كَمَثَلِ حَبَّةٍ	جیسے حالت ایک دانے کی	لِمَنْ يَشَاءُ	جس کیلئے چاہیں گے	فِي سَبِيلِ اللَّهِ	اللہ کے راستے میں
أَتَتْكَ	اگائی اس نے	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ	پھر نہیں پیچھے لاتے
سَبْعٌ سَنَابِلٌ	سات ہالیں	وَأَسِعٌ	محتاج کش والے	مَا أَنْفَقُوا	اپنے خرچ کرنے کے

مَنْ لَّا اِذْنٌ	اِحْسَانُ كُو	وَلَا هُمْ	اور نہ	يَكْتُمُهَا	جس کے چھپے آئے
لَهُمْ اَجْرُهُمْ	اور نہ تکلیف دی کو	يَخْزُونُ	غم گیں ہو گئے	اَذْنٌ	تکلیف دہی
عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کیلئے ان کا ثواب	قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ	مناسب بات کہنا	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
وَلَا خَوْفٌ	ان کے پروردگار کے پاس	وَمَغْفِرَةٌ	اور معذرت چاہنا	عَفِیٌّ	بے نیاز
عَلَيْهِمْ	اور نہیں ہے کوئی ڈر	حَذِیْرٌ	بہتر ہے	حَلِیْمٌ	بردبار ہیں
	ان پر	وَمِنْ صِدْقَةٍ	ایسی خیرات سے		

جہاد میں خرچ کرنے کا تفصیلی تذکرہ

رابطہ: آیت ۲۳۳ سے جہاد کا بیان شروع ہوا ہے، اور بات یہاں سے شروع کی تھی کہ موت سے بچا نہیں جاسکتا، وہ تو مضبوط قلعوں میں بھی آئے گی، پھر اس کے بعد کی دو آیتوں میں جہاد میں جان اور مال خرچ کرنے کا اجمالی تذکرہ تھا، پھر آیت ۲۳۶ سے بنی اسرائیل کے واقعہ کے ضمن میں جہاد کا تفصیلی تذکرہ شروع ہوا ہے، پھر آیت ۲۵۲ سے کلام کا رخ رسالت، قیامت اور توحید کی طرف مڑ گیا ہے، یہ بیان آیت ۲۶۰ پر پورا ہو گیا، اب ان آیات میں جہاد کے لئے خرچ کرنے کا تفصیلی بیان ہے، پھر اتفاق خاص کے بعد اتفاق عام (صدقہ خیرات) کا بیان آئے گا۔

جہاد کے لئے جو خرچ کیا جاتا ہے اس کا کم از کم ثواب سات سو گنا ہے، اور زیادہ کی کوئی حد نہیں

اعمال کے ثواب کا ضابطہ: یہ ہے کہ ہر نیک عمل کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ملتا ہے، مگر دو عمل اس سے مستثنیٰ ہیں: ایک: اتفاق فی سبیل اللہ، یعنی جہاد کے کاموں میں خرچ کرنا، اس کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔ اتفاق فی سبیل اللہ کا ثواب سات سو گنا سے شروع ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں، اور اللہ تعالیٰ نے یہ بات ایک مثال کے ذریعہ بیان کی ہے: گندم کا ایک دانہ زمین میں بویا اس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہیں، پس ایک دانے کے سات سو دانے ہو گئے (یہ محض تمثیل ہے، ایک دانے سے سات سو دانے پیدا ہونے ضروری نہیں) اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا بھی ایسا ہی ہے جو کچھ خرچ کیا جائے گا اس کا سات سو گنا ثواب ملے گا ﴿وَاللّٰهُ يَضْعَفُ لِمَنِ يُشَاكِرْ﴾ اور اللہ جس کے لئے چاہتے ہیں بڑھاتے ہیں یعنی اخلاص کی برکت سے اور موقعہ کے لحاظ سے یہ ثواب بڑھتا ہے اور زیادتی کی کوئی حد نہیں۔

دوسرا عمل: روزہ ہے اس کا کم از کم ثواب عام ضابطہ کے مطابق ہے یعنی دس گنا ثواب ملتا ہے۔ یہاں استثناء نہیں ہے

میں جب وہ تناور درخت بن گیا تو اس کی ضرورت نہ رہی، اب کوئی پانی پلاتا ہے تو وہ درخت کا پھل کھانے کے لئے پلاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ گنجائش والے خوب جاننے والے ہیں۔ یعنی ان کے یہاں کمی کس چیز کی ہے؟ اور وہ اخلاص اور حاجت کو خوب جانتے ہیں، ان کے لحاظ سے ثواب عنایت فرمائیں گے۔

انفاق فی سبیل اللہ کا حادثات سے بچا ہوا ہونا ضروری ہے

حادثات: یعنی زخمی کرنے والی چیزیں، جہاد کے لئے خرچ کرنے کا مذکورہ ثواب جب ہے کہ انفاق حادثات سے محفوظ ہو، حادثات دو ہیں: احسان جتنا نا اور تکلیف پہنچانا، جہاد کے لئے چندہ دیا پھر اس کو امیر کے منہ پر مارا کہ میں نے اتنا دیا، یا مسلمانوں پر احسان رکھا کہ میرا یہ کارنامہ ہے تو ثواب برباد ہو گیا، دیا تھا تو کس کے لئے دیا تھا؟ اپنے دارین کے نفع کے لئے دیا تھا، پھر کسی پر کیا احسان!

﴿الَّذِينَ يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَتًّا وَلَا أَذًى، لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ، وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

ترجمہ: جو لوگ اپنے اموال اللہ کے راستے میں — یعنی جہاد کے لئے — خرچ کرتے ہیں، پھر وہ اپنے خرچ کئے پیچھے احسان اور تکلیف دہی نہیں لاتے، ان کے لئے ان کا ثواب ہے ان کے رب کے پاس، نہ ان کو کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے!

خیرات دے کر ستانے سے بہتر مناسب بات کہنا اور معذرت کرنا ہے

یہ گریز کی آیت ہے، اب موضوع بدلے گا، انفاق خاص سے کلام انفاق عام کی طرف منتقل ہوگا، ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتے ہیں: جہاد کے لئے چندہ دے کر یا خیرات کر کے تکلیف پہنچانے سے بہتر یہ ہے کہ مناسب بات کہہ دی جائے، اپنا کوئی عذر بیان کرے، یا کہہ دے کہ بابا! معاف کرو! اصرار کے جواب میں بھی بد خوئی سے پیش نہ آئے، اور یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں، کسی کے مال کی ان کو حاجت نہیں، جو چندہ دیتا ہے یا خیر خیرات کرتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ عظیم و برباد ہیں، ایذا رسانی پر فوراً گرفت نہیں کرتے۔

﴿قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى، وَاللَّهُ غَفِيرٌ حَلِيمٌ﴾

ترجمہ: مناسب بات کہنا اور معذرت چاہنا ایسی خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے ایذا رسانی آئے، اور اللہ تعالیٰ

بے نیاز و برباد ہیں!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتَكُمْ يَا الَّذِينَ وَالَّذِينَ مَالَهُ رِظَاءُ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ ثَرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۖ لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ وَمِمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ٥ وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَغْيِيَتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضَعْفَيْنِ ۚ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطُلَّ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ٦ أَيَوَّدُ أَحَدُكُمْ أَنَّ كُؤُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّتٌ ضَعُفَاءٌ ۚ فَاصْبَاهَا لِعِصَارٍ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ٧

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے وہ لوگو جو ایمان لائے	مَالَهُ رِظَاءُ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ	اپنا مال دکھانے کو لوگوں کے اور نہیں یقین رکھتا اللہ پر اور آخری دن پر	فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا	پس بچھی اس کو موسلا دھار بارش پس کر چھوڑ اس کو سپات نہیں قادر وہ کسی چیز پر اس سے جو کیا یا انھوں نے
كَاتَبَطُلُوا صَدَقَتَكُمْ يَا الَّذِينَ وَالَّذِينَ كَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ	نہ ضائع کرو اپنی خیراتوں کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر جیسے وہ شخص جو خرچ کرتا ہے	كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ ثَرَابٌ	جیسا حال چکنی چٹان کا جس پر کچھ مٹی ہو	وَاللَّهُ لَا يَهْدِي	اور اللہ تعالیٰ نہیں راہ دیتے

(۱) کالذی: ای ابطالاً کا ابطال الذی: یعنی کالذی: مصدر محذوف کی صفت ہے۔

الْقَوْمَ	لوگوں کو	فَإِنْ لَّمْ	پس اگر نہ	لَهُ فَبِئْسَ	اس کے لئے اس میں
الْكَاذِبِينَ	نہ ماننے والے	يُجِبْنَهَا	پہنچے اس کو	مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ	ہر طرح کا پھل ہو
وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ	اور حال ان کا جو	وَإِبِلٌ	موسلا دھار بارش	وَاصَابُهُ	اور پہنچا ہوا اس کو
خَرَجَ كَرْتِهِمْ	خرچ کرتے ہیں	قَطَلٌ	تو ہلکی پھوار	الْكِبَرُ	بڑھاپا
أَمْوَالَهُمْ	اپنے اموال	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	وَكُلُّهُ ذُرِّيَّةٌ	اور اس کی اولاد ہو
إِيَّاهُ	چاہنے کے لئے	بِمَا تَعْمَلُونَ	ان کاموں کو جو تم کرتے ہو	ضَعْفَاءُ	کمزور
مَصْنَعَاتِ اللَّهِ	اللہ کی خوشنودی	بَصِيرَةٍ	خوب دیکھنے والے ہیں	فَاصَابَهَا	پس پہنچا اس کو
وَتَفْنِيَّتَا ^(۱)	اور جمانے کے لئے	أَيُّودُ	کیا پسند کرتا ہے	أَعْصَادُ	گیولا
مِنْ أَنْفُسِهِمْ	اپنے دلوں میں	أَحَدُكُمْ	تم میں سے کوئی	فَبِئْسَ تَارٌ	جس میں آگ ہے
كَمَثَلِ	جیسے حال	أَنْ تَكُونَ	کہ ہو	فَاتَّخَذَتْ	پس جل گیا وہ
جَنَّةٍ	ایک باغ کا	لَهُ جَنَّةٌ	اس کے لئے ایک باغ	كَذَلِكَ	اس طرح
يَرْبُوتُ	کسی اونچائی پر	مِنْ تَخْنِيلِ	بھجور کا	يَبِينَ	واضح کرتے ہیں
أَصَابَهَا	پہنچی اس کو	وَأَعْتَابُ	اور آگور کا	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
وَإِبِلٌ	موسلا دھار بارش	تَجَرِي	بہتی ہوں	لَكُمْ الْذَلِيلُ	تمہارے لئے اپنی باتیں
فَاتَتْ أَمْكَلَهَا ^(۲)	پس لایا وہ اپنا پھل	مِنْ تَحْتِهَا	اس کے نیچے سے	لَعَلَّكُمْ	تا کہ تم
ضَعْفَيْنِ	دو چند	الْأَنْهَرُ	نہریں	تَتَفَكَّرُونَ	غور و فکر کرو

عام اتفاق کا بیان

صدقہ کر کے احسان جتلا نا اور آزار پہنچانا صدقہ کو باطل کر دیتا ہے

عام نفاق: یعنی وجوہ خیر میں خرچ کرنا، جہاد کے لئے خرچ کرنا بھی اس میں شامل ہے، پہلے خاص اتفاق کا ذکر تھا، یعنی جہاد میں خرچ کرنا، دونوں اتفاقوں کا من وافی سے پاک ہونا ضروری ہے، دونوں سے اتفاق باطل ہو جاتا ہے۔ اور من وافی میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، من عام ہے اور اذی خاص، احسان کر کے منہ پر مارنے سے کبھی تکلیف پہنچتی ہے کبھی نہیں پہنچتی، بات سرسری ہو تو تکلیف نہیں پہنچتی، پس وہ صرف من (احسان جتلا نا) ہے اور اگر بات سنجیدگی (۱) کَبَتْ تَبِيئَتَا: جماعت، پختہ کرنا، شوگر بنانا (۲) آتَى فَلَانَا الشَّيْءُ: کسی کے پاس کوئی چیز لانا۔

سے ہوتو تکلیف پہنچتی ہے، پس من کے ساتھ اذی بھی ہوگا، اور دونوں سے حسن سلوک کا ثواب باطل ہو جاتا ہے، اس لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

تشبیہ اور محسوس مثال سے قباحت کی وضاحت

تشبیہ: احسان جنگلہ نا اور تکلیف پہنچانا کس درجہ برا ہے؟ اس کو ریاضۃ کومعہ (دکھلانے سنانے) کے لئے خرچ کرنے کی برائی کے ساتھ تشبیہ دے کر سمجھاتے ہیں، اور تشبیہ میں مشہد بہ اقوی ہوتا ہے، اس لئے من و اذی سے صدقہ کو باطل کرنے کی ممانعت کا مخاطب مومن کو بنایا، اور دکھلانے سنانے کے لئے خرچ کرنے کا ذکر منافق کے تعلق سے بیان کیا، اعتقادی منافق درپردہ کافر ہوتا ہے، مومن کی یہ شان نہیں کہ دکھلانے کے لئے صدقہ کرے، یہ کام تو منافق کرے گا، چونکہ اللہ کو مانتا ہے نہ قیامت کے دن کو، اسی طرح احسان جنگلہ نا اور آزار پہنچانا اگرچہ مومن سے صادر ہو سکتا ہے، مگر ان سے بھی ثواب باطل ہو جاتا ہے، پس یہ بھی ریاضۃ کومعہ کی طرح ہیں، دونوں سے ثواب ضائع ہو جاتا ہے، بس فرق اتنا ہے کہ من و اذی سے ملا ہوا ثواب ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور ریاضۃ کومعہ میں ثواب ملتا ہی نہیں۔

محسوس مثال: احسان جنگلہ نا اور ایذا پہنچانے سے ثواب کس طرح باطل ہوتا ہے اس کو محسوس مثال سے سمجھاتے ہیں۔ ایک چمکا پتھر ہے، اس پر کچھ مٹی آگئی، اس سے امید بندھی کہ اس پر کچھ کاشت ہو سکتی ہے، پھر اس پر زرد کی بارش پڑ جائے جو مٹی کو بالکل صاف کر دے، اسی طرح احسان جنگلہ نا والوں کو اور ایذا پہنچانے والوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہیں آئے گی، مگر جو حکم مانے گا وہی راہ یاب ہوگا، اور جو حکم نہیں مانے گا اس کو اللہ تعالیٰ توفیق نہیں دیں گے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتَكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ ۚ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَكَرَّهَ صُلًّا ۚ لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ فَمَا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ٥٥﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی خیراتوں کو احسان جنگلہ نا اور تکلیف پہنچا کر ضائع مت کرو، (تشبیہ) جیسے وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے، اور اللہ کا اور آخری دن کا یقین نہیں رکھتا — یعنی اعتقادی منافق ہے۔

محسوس مثال: پس اس کا حال اس چمکی چٹان جیسا ہے جس پر کچھ مٹی ہو، پھر اس پر موسلا دھار بارش پڑی، پس اس کو سپاٹ کر کے رکھ دیا، وہ لوگ اپنی کمائی میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکیں گے — یعنی من و اذی سے سارا ثواب ختم ہو جائے گا — اور اللہ تعالیٰ مگرین کو راہ ہدایت نہیں دیتے!

خیرات اللہ کی رضا جوئی اور نفس میں چٹنگی پیدا کرنے کے لئے ہونی چاہئے

(محسوس مثال سے افادیت کی وضاحت)

اسلام کا قطب المرحی (پہلی کا کیلا) رضائے الہی ہے، سورۃ التوبہ (آیت ۷۲) میں ہے: ﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بڑی غرض ہے، پس ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پیش نظر ہونی چاہئے، وہ حاصل ہو جائے تو سب کچھ حاصل ہو جائے گا، پس صدقہ خیرات میں بھی یہی جذبہ ہونا چاہئے۔ دوسرا فائدہ: نفس کو رذیلہ بخل سے پاک کرنا ہے، جب انسان بار بار خیرات کرے گا تو نفس عالی طرف ہوگا، سخاوت کا خوگر ہوگا، جس کا اثر دوسرے اعمال پر بھی پڑے گا۔

محسوس مثال: اور اللہ کی رضا جوئی اور نفس میں سخاوت پیدا کرنے کے لئے خرچ کرنے کی مثال یہ ہے کہ کسی بلندی پر کوئی باغ ہو، اس پر زور کی بارش برے تو باغ دونا چھل دے گا، اور اگر زور کا مینہ نہ برے تو ہلکی پھوار بھی کافی ہو جائے گی (سطح مرتفع پر بارش بھی زیادہ ہوتی ہے اور شبنم بھی زیادہ گرتی ہے) یعنی بہت خرچ کرے گا تو بہت ثواب ملے گا، اور تھوڑی خیرات بھی سودمند ہوگی، محروم نہیں رہے گا، اور بندوں کے کاموں کو اللہ پاک خوب دیکھ رہے ہیں، کس نے کتنا خرچ کیا اور نیت کیا تھی؟ اس سے اللہ تعالیٰ واقف ہیں، اس کے مطابق صلہ عنایت فرمائیں گے۔

﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَنْبِيئًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَاتَتْ أَكْثُهَا ضَعْفَيْنِ ۚ فَإِن لَّمْ يُصِيبْهَا وَابِلٌ فَطُلَّ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں کا حال جو اپنے اموال اللہ کی خوشنودی اور اپنے دل میں چٹنگی پیدا کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں: اس باغ جیسا ہے جو سطح مرتفع پر ہو، اس پر موسلا دھار بارش برسی، پس وہ اپنا پھل دو چند لایا، اور اگر اس پر موسلا دھار بارش نہ برے تو ہلکی پھوار — کافی ہو جائے گی، باغ چھل دے گا — اور اللہ تعالیٰ ان کا سون کو جو تم کرتے ہو خوب دیکھ رہے ہیں!

شیطان: انسان کے اعمال کو ناکارہ کر دیتا ہے

(مثال سے وضاحت)

مالدار آدمی صدقہ خیرات کرتا ہے یا کوئی اور فرمان برداری والا کام کرتا ہے تو شیطان آتا ہے اور اس کے اعمال پر ڈاکہ ڈالتا ہے اور گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے، وہ احسان جتلا کر یا آزار پہنچا کر اپنا صدقہ باطل کر دیتا ہے، یا اعمال صالحہ میں ریاء

سمعہ کا جذبہ شامل کر کے ان کو ناکارہ بنا دیتا ہے، اس کی ایک محسوس مثال بیان فرماتے ہیں:

محسوس مثال: ایک شخص کا کھجور اور انگور کا باغ ہے، اس میں نہریں رداں ہیں، جو اس کی سرسبزی کی ضامن ہیں، اور اس کے لئے اس باغ میں اور بھی ہر طرح کے میوے ہیں، آم اور امرود کے بھی درخت ہیں، اور اس کا بڑھا پالا گیا ہے، وہ دوسرا باغ لگانے کی پوزیشن میں نہیں، اور اس کے کمزور بچے ہیں یعنی اس پر خرچ کا دو ہر ابو جہ ہے کہ اچانک بگولہ آیا، جس میں آگ (گری) تھی، اس سے وہ باغ خاکستر ہو گیا، کیا کوئی اس بات کو پسند کرے گا؟ نہیں! پھر وہ من اذی کے ذریعہ یا ریا و سمعہ کے ذریعہ اپنے اعمال کو باطل کرنا کیسے گوارہ کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال بیان کی ہے تاکہ لوگ سوچیں اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کریں۔

آیت کا یہ مطلب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، بخاری شریف میں حدیث (نمبر ۳۸۸۵) ہے، آپ نے صحابہ سے پوچھا: آیت کریمہ: ﴿يُودُّ﴾ کا کیا مطلب ہے؟ یعنی مقصد کلام کیا ہے؟ کسی نے نہیں بتایا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کچھ بتایا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: لرجل غني، يعمل بطاعة الله عز وجل، ثم بعث الله له الشيطان، فعمل بالمعاصي حتى أغرق أعماله: یعنی ایک مالدار آدمی کے عمل کی مثال بیان کی ہے، جس نے اللہ کی فرمان برداری والا کام کیا، یعنی صدقہ خیرات کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے شیطان کو بھیجا (اس نے درغلا یا) پس اس نے گناہ کا کام کیا، یعنی احسان جتلا یا یا آزار پہنچا یا یا ریا و سمعہ کا جذبہ شامل کر لیا، یہاں تک کہ اس کے اعمال صالحہ کو ڈبا دیا یعنی ناکارہ کر دیا۔

﴿يُودُّ أَحَدَكُمُ أَنْ كَلُوفَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ تَحْيِيلِ وَأَعْتَابٌ مُّجْرَىٰ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّتٌ ضَعُفَاءٌ ۖ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ اللَّهِ ۚ إِنَّكَ أَتَيْنَا بِكَ الْكِبَرَ وَالْغَلَا ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّهُمْ لَكُمْ أَلْيَتٌ لِّعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ۝﴾

ترجمہ: کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجور کا اور انگور کا باغ ہو، جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں، اس کے لئے اس باغ میں اور بھی میوے ہوں، اور اس کا بڑھا پالا گیا ہو، اور اس کی کمزور اولاد ہو، پس اس پر بگولہ آئے، جس میں آگ (گری) ہو، اور وہ خاکستر ہو جائے؟ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی باتیں وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ تم سوچو!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَسُّوا الْخَبِيثَاتِ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْنِصُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَمِيدٌ ۝ الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طِبْعَتِكُمْ مِمَّا كَسَبْتُمْ وَمِنْ ذِكْرِ اللَّهِ يَوْمَ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ٥٥

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو	إِذَا	مگر	وَقَضَلَا	اور مہربانی کا
أَنْفِقُوا	خرچ کرو	أَنْ تَغِيضُوا	یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
مِنْ طِبْعَتِكُمْ	عمدہ چیزوں سے	فِيهِ	اس (لینے) میں	وَاسِعٌ	کشاویگی والے
مَا كَسَبْتُمْ	جو تم نے کمائی ہے	وَاغْلُوا	اور جان لو	عَلَيْكُمْ	خوب جاننے والے ہیں
وَمِمَّا	اور ان میں سے جو	أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ	يُؤْتِي	دیتے ہیں
أَخْرَجَنَا	ٹکالی ہیں ہم نے	غَوِي حَمِيدٌ	بے نیاز خوبیوں والے ہیں	الْحِكْمَةَ	سمجھ بوجھ
لَكُمْ	تمہارے لئے	الشَّيْطَانُ	شیطان	مَنْ يَشَاءُ	جسے چاہتے ہیں
مِنَ الْأَرْضِ	زمین سے	يَعُدُّكُمْ	وعدہ کرتا ہے تم سے	وَمَنْ	اور جو شخص
وَلَا تَكْفُرُوا	اور نہ قصد کرو	الْفَقْرَ	نگلی دینا کا	يُؤْتِ	دیا گیا
الْحَيٰثِثِ	ناکارہ چیز کا	وَيَا مُرْكُم	اور حکم دیتا ہے وہ تم کو	الْحِكْمَةَ	سمجھ بوجھ
مِنْهُ	اس میں سے	يَا لَفَحْشَاءِ	بے حیائی کا	فَقَدْ أُوتِيَ	تو یقیناً دیا گیا وہ
تُنْفِقُونَ	خرچ کرتے ہو تم	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	خَيْرًا كَثِيرًا	بہت خوبی
وَأَنْتُمْ	حالانکہ نہیں ہو تم	يَعُدُّكُمْ	وعدہ کرتے ہیں تم سے	وَمَا يَذَّكَّرُ	اور جسے نصیحت قبول کرتے
يَا خِيَانِي	اس کو لینے والے	مَغْفِرَةً	بخشش کا	إِلَّا	مگر
		مِنْهُ	اپنی طرف سے	أُولُو الْأَلْبَابِ	خالص عقل والے

راہِ خدا میں عمدہ چیز خرچ کی جائے

انفاق (خرچ کرنے) کی دو صورتیں ہیں:

ایک: — اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے خرچ کرنا — یعنی غریب کی حاجت روائی پیش نظر نہ ہو، اس صورت میں اچھی چیز خرچ کرنے کا حکم ہے، اس آیت میں یہی خرچ کرنا مراد ہے، اور سورۃ آل عمران (آیت ۷۲) میں بھی

بھی خرچ کرنا مراد ہے۔ فرمایا: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ﴾: تم خیر کامل کبھی حاصل نہ کر سکو گے جب تک تم اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔

دوسری:۔ کسی غریب کا تعاون کرنا — یعنی اس کی حاجت روائی کرنا، مثلاً: کوئی حاجت مند سردی کے زمانہ میں لحاف یا چادر مانگتا ہے تو ضروری نہیں کہ گھر میں جو عمدہ لحاف یا چادر ہو وہ دے، جو ضرورت سے زائد ہو وہ بھی دے سکتا ہے، اس کا بھی اجر و ثواب ہے، ابھی (آیت ۲۱۹) گزری ہے ﴿وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۖ قُلِ الْعَفْوَ﴾: لوگ آپ سے پوچھتے ہیں: کیا خرچ کریں؟ کہیں: جو ضرورت سے زائد ہو، جلالین میں العفو کا ترجمہ الفاضل عن الحاجة کیا ہے، پھر جلالین ہی میں یہ بھی ہے: لَا تُنْفِقُوا مِمَّا تَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ، تَضَيُّعُوا أَنْفُسَكُمْ: اپنی ضرورت کی چیزیں خرچ مت کرو، ورنہ خود کو برباد کر لو گے۔

آیت کا شان نزول: ترمذی میں حدیث (نمبر ۳۸۱۰) ہے۔ حضرت براہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی ہے، انصار حسب استطاعت کھجور کے خوشے لا کر مسجد نبوی میں اصحابِ صفہ کے لئے لٹکاتے تھے، بعض لوگ خیر کے کاموں میں رغبت نہیں رکھتے تھے، وہ ایسا خوشہ لاتے جس میں ردی اور سوکھی کھجوریں ہوتی تھیں، پس یہ آیت نازل ہوئی، اس میں فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو ہدیہ میں ایسی کھجی چیز دی جائے تو وہ اس کو نہیں لے گا، ہاں چشم پوشی کر جائے یا شرم کر لے لے تو اور بات ہے، چنانچہ لوگ اس کے بعد کارآمد خوشہ لانے لگے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَكْبِهُوا الْحَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغِيثُوا فِيهِ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے عمدہ چیز خرچ کیا کرو، اور اس میں سے (بھی) جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہے، اور اس (کمائی اور پیداوار) میں سے کھجی چیز کا قصد مت کیا کرو، تم (وہ کھجی چیز) خرچ کرتے ہو جبکہ تم اس کو لینے کے روادار نہیں ہوتے، مگر یہ کہ تم چشم پوشی کر جاؤ (تو اور بات ہے) اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ستودہ صفات ہیں — یعنی وہ تمہارے انفاق کے محتاج نہیں، اور وہ خوبیوں والے ہیں، جو بہتر چیز پیش کرتا ہے اسی کو پسند فرماتے ہیں۔

شیطانی خیال اور اللہ کا الہام

جب کوئی خرچ کرنے کا موقع آتا ہے تو شیطان تنگ دستی کا ہوا کھڑا کرتا ہے دل میں خیال آتا ہے کہ خرچ کرے گا تو تنگ دست رہ جائے گا، ہاں گناہ کے کاموں میں، ریت رواج اور فحاشی و عیاشی میں خوب خرچ کرواتا ہے، اس وقت تنگ

دستی کا خیال نہیں آتا، پس جان لے کر دل میں یہ خیال شیطان کی طرف سے آیا ہے۔

اور اللہ کا یہ پکا وعدہ ہے کہ خیرات کرو تمہارے گناہ معاف ہو گئے، حدیث میں ہے: **الصدقة تطفي غضب الرب**: خیرات: اللہ کی ناراضگی کو دور کرتی ہے، اور اللہ راضی ہو گئے تو بیڑا پار ہوگا، اور خیرات کرنے سے مال میں ترقی اور برکت ہوتی ہے، حدیث میں ہے: **روز دو فرشتے اترتے ہیں، ایک دعا کرتا ہے: اللھم اعط منفقاً خلفاً: الہی! خراج کرنے والے کو عوض دے! دوسرا فرشتہ آمین کہتا ہے، پھر دوسرا کہتا ہے: اللھم اعط ممسكاً تلفاً: الہی! روکنے والے کا مال تباہ کر! دوسرا آمین کہتا ہے، پھر دونوں فرشتے آسمان میں چڑھ جاتے ہیں، پس اگر جوہ خیر میں خرچ کرنے کا خیال آئے تو اس کو اللہ کی طرف سے الھام سمجھے، اور اللہ کا شکر بجالائے، اللہ کے خزانے میں کی نہیں، وہ گنجائش والے ہیں، بندوں کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں، نیت کے مطابق ثواب عنایت فرمائیں گے۔**

اور اس آیت کی تفسیر میں ترمذی میں درج ذیل حدیث (نمبر ۳۰۱۱) آئی ہے:

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: شیطان انسان کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے، اور فرشتہ الھام کرتا ہے، رہا شیطان کا وسوسہ تو وہ برائی (بد حالی) سے ڈراتا ہے، اور دین حق (اجر کے وعدے) کو جھٹلاتا ہے، اور رہا فرشتہ کا الھام تو وہ بھلائی کا وعدہ کرتا ہے اور دین حق کی تصدیق کرتا ہے..... پس جو شخص یہ باتیں (اپنے دل میں) پائے: وہ جان لے کہ وہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، پس وہ اللہ کا شکر بجالائے، اور جو شخص دوسرا خیال پائے وہ شیطان سے اللہ کی پناہ چاہے، پھر نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

﴿الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ ۗ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً قِنْدَهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

ترجمہ: شیطان تم سے محتاجی کا وعدہ کرتا ہے، اور وہ تمہیں بری بات کا حکم دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی طرف سے گناہ معاف کرنے کا اور زیادہ دینے کا وعدہ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ وسعت والے خوب جاننے والے ہیں!

دین کی سمجھ ہر کسی کو نہیں ملتی، اور جسے مل گئی اس کے وارے نیارے!

وارے نیارے: یعنی خوب نفع، خیرات کرنے کی اور دوسرے نیک کاموں کی سمجھ جو ہر کسی کو نہیں ملتی، یہ خوبی اللہ جس کو چاہے ہیں عنایت فرماتے ہیں۔ اگر کسی کو یہ خوبی مل گئی تو اس کی پانچوں انگلیاں گھٹی میں! دنیا کی کوئی نعمت اس کے برابر نہیں، مگر نصیحت وہی قبول کرتا ہے جس کی عقل خالص ہے، اس پر چھلکے چڑھے ہوئے نہیں، ایسے شخص کے عقائد درست ہو جاتے ہیں، اس کو اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے، اور آخرت میں اجر و ثواب سے اس کا دامن بھر جاتا ہے، دنیا کی

کوئی نعمت: اجر و ثواب اور نجات کی برابری نہیں کر سکتی۔

﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ٥٤﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہیں سمجھ بوجھ عطا فرماتے ہیں، اور جسے سمجھ بوجھ مل گئی اس کو یقیناً بڑی خوبی مل گئی، اور نصیحت خالص عقل والے ہی قبول کرتے ہیں!

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ۚ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ٥٥ إِنَّ شُبُهَةَ الصَّدَقَاتِ قَبِيحَةٌ ۚ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّئَاتِكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ٥٦ لَيْسَ عَلَيْكُمْ هُدُومٌ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا يُفْسِدْهُمُ ۚ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُّؤْتِ الْيَتَامَىٰ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ٥٧ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعْقُفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ ۚ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ٥٨ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِالْأَيْدِي وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ٥٩

وَمَا أَنْفَقْتُمْ	اور جو خرچ کیا تم نے	فَإِنَّ اللَّهَ	پس بیشک اللہ تعالیٰ	مِنْ أَنْصَارٍ	میں انصاری	کوئی مددگار
مِّنْ نَّفَقَةٍ	کوئی سا خرچ	يَعْلَمُهُ	اس کو جانتے ہیں	إِنَّ شُبُهَةَ	اگر ظاہر کرو تم	خیراتیں
أَوْ نَذَرْتُمْ	یا منت مانی تم نے	وَمَا لِلظَّالِمِينَ	اور نہیں ہے اپنا نقصان	الصَّدَقَاتِ	(r)	پس بہت اچھی ہیں
مِّنْ نَّذْرٍ	کوئی سی منت		کرنے والوں کے لئے	قَبِيحَةٌ		

(۱) ما: موصولہ، من نفقة: اس کا پیمان ہے (۲) نفعاً: نفع مآ ہے، میم کا میم میں ادغام ہوا ہے اور ما: بمعنی شئی ہے۔

وَمَا تَنْفِقُونَ	اور تم نہیں خرچ کرتے تم	تَعْرِفُهُمْ	پہچانیں گے آپ ان کو
إِلَّا	مگر	يَسْمِعُهُمْ	ان کے چہروں کی
ابْتِغَاءَ	چاہنے کے لئے		علامتوں سے
وَجْهَ اللَّهِ	اللہ کا چہرہ (خوشنودی)	لَا يَسْأَلُونَ	نہیں مانگتے وہ
وَمَا تَنْفِقُوا	اور جو خرچ کرتے ہو تم	النَّاسِ	لوگوں سے
مِنْ حَيْرٍ	کوئی بھی بھلائی	إِلْحَافًا	پٹ کر
يُؤَفِّ	پورا پورا دیا جائے گا	وَمَا تَنْفِقُوا	اور جو خرچ کرو گے تم
إِلَيْكُم	تمہیں	مِنْ حَيْرٍ	کوئی بھی بھلائی
وَأَنْتُمْ	اور تم	قَالَ اللَّهُ	پس بیشک اللہ تعالیٰ
لَا تَظْلَمُونَ	حق نہیں مانے جاؤ گے	بِهِ عَلَيْهِمُ	اس کو خوب جانتے ہیں
لِلْفُقَرَاءِ ^(۳)	محتاجوں کے لئے	الَّذِينَ	جو لوگ
الَّذِينَ	جو	يُفْهِقُونَ	خرچ کرتے ہیں
أُحْصِرُوا	روکے گئے ہیں	أَمْوَالَهُمْ	اپنے اموال
فِي سَبِيلِ اللَّهِ ^(۴)	راہِ خدا میں (جہاد کیلئے)	بِالْبَيْلِ	رات میں
لَا يَسْتَطِيعُونَ	نہیں طاقت رکھتے وہ	وَالنَّهَارِ	اور دن میں
صَبْرًا	(حیر) مارنے کی	سِرًّا	چھپا کر
فِي الْأَرْضِ	زمین میں	وَعَلَا نَبَئًا	اور علانیہ
يَحْسَبُهُمْ	خیال کرتا ہے ان کو	فَأَهُمُّ	پس ان کے لئے ہے
الْجَاهِلِ	ناواقف	أَجْزَهُمْ	ان کا بدلہ ہے
أَغْنِيَاءَ	مالدار (بے نیاز)	عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے رب کے پاس
مِنَ التَّعَفُّفِ	سوال سے بچنے کی وجہ سے	وَلَا خَوْفَ	اور نہیں ہے ڈر
وَمَا تَنْفِقُونَ	اور اگر چھپاؤ تم ان کو		
وَتُؤْتُوهُمَا	اور وہ تم ان کو		
الْفُقَرَاءَ	غریبوں کو		
فَهُوَ	تو وہ		
حَيْرٌ لَّكُمْ	بہتر ہے تمہارے لئے		
وَيُكَفِّرُ	اور مٹائیں گے وہ		
عَنْكُمْ	تم سے		
مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ ^(۲)	تمہاری برائیوں میں سے		
وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ		
يَمَّا تَعْمَلُونَ	ان کاموں کو جو تم کرتے ہو		
خَيْرٌ	خوب جانتے ہیں		
لَيْسَ عَلَيْكَ	نہیں ہے آپ پر		
هَذَا سُبُحًا	ان کو راہ پر لانا		
وَلَكِنَّ اللَّهَ	اور لیکن اللہ تعالیٰ		
يَهْدِي	راہ پر لاتے ہیں		
مَنْ يَشَاءُ	جس کو چاہتے ہیں		
وَمَا تَنْفِقُوا	اور جو خرچ کرتے ہو تم		
مِنْ حَيْرٍ	کوئی بھلائی		
فَلَا تُفْسِدُكُمْ	تو وہ تمہاری ذاتوں		
	کے لئے ہے		

(۱) اسی مخصوص بالدرج ہے، اور مرجع الصدقات ہے (۲) من: جمع فیہ ہے، حدیث سے صفاً معاف ہوتے ہیں (۳) للفقراء: مبتداً محذوف کی خبر ہے جو الصدقات ہے (۴) اصحابِ حقہ (چوتھے والے) علم حاصل کرتے تھے اور جب ضرورت پڑتی تو جہاد کے لئے بھیجے جاتے، جلالین میں ہے: حَبَسُوا أَنْفُسَهُمْ عَلَى الْجِهَادِ اِبِخ -

عَلَيْهِمْ	ان پر	وَلَا هُمْ	اور نہ وہ	يَخْذُلُونَ	غم گین ہو گئے
------------	-------	------------	-----------	-------------	---------------

انفاقات کی تفصیل

ان آیات میں انفاق کے تعلق سے پانچ باتیں بیان کی ہیں:

۱- واجب انفاق (زکات، صدقہ، فطر اور منت) کا پورا کرنا ضروری ہے

غریبوں پر خرچ کرنے کی دو قسمیں ہیں: واجب اور نفل، پھر واجب کی دو قسمیں ہیں: ایک: وہ جس کو شریعت نے واجب کیا ہے، وہ زکات اور صدقہ فطر ہیں۔ دوم: وہ جس کو بندے نے خواہ اپنے اوپر واجب کیا ہے، وہ منت ہے، اور نفل انفاق: وہ ہے جو بندہ اپنی مرضی سے کرتا ہے، وہ لمدان، اللہ اور صدقہ نافلہ کہلاتا ہے، پہلی آیت میں واجب انفاق کا ذکر ہے، اور آخری آیت میں نفل انفاق کا، ارشاد فرماتے ہیں: واجب انفاق کی دونوں قسموں کو پورا کرنا ضروری ہے، دونوں کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، پورا کرو گے تو ثواب پاؤ گے، نہیں کرو گے تو سزا پاؤ گے، اور کوئی سزا سے بچا نہیں سکے گا۔

﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ أَوْ تَكَرَّرْتُمْ مِّنْ تَكَرَّرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُكُمْ﴾ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: اور تم نے جو کچھ بھی خرچ کیا — زکات یا صدقہ فطر ادا کیا — یا تم نے جو بھی منت مانی — تھوڑی مانی یا زیادہ، مانی یا غیر مانی — تو اللہ تعالیٰ اس کو جاننے ہیں — اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں، ان کی تعمیل کرو گے تو ثواب عنایت فرمائیں گے — اور اپنا نقصان کرنے والوں کے لئے — یعنی ان واجبات کی ادائیگی نہ کرنے والوں کے لئے — کوئی مددگار نہیں — جو سزا سے بچا سکے۔

۲- بر ملا خرچ کرے تو واہ وا، اور غریب کو چھپا کر دے تو بہتر ہے

ملی کاموں میں دونوں طرح خرچ کرنا جائز ہے، کبھی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے کہ بر ملا خرچ کیا جائے، تاکہ دوسروں کو شوق اور رغبت ہو یا اپنی ذات سے الزام نہ پڑے، پس اگر لوگوں کو دکھانے کی نیت نہ ہو تو ایسا کرنا بھی خوب ہے، مگر غریب کو چھپا کر دینا بہتر ہے، تاکہ وہ شرمندہ نہ ہو، اور غریب کو دینے سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، حدیث میں ہے: صدقۃ السرّ تطفی غضب الرب: پوشیدہ خیرات اللہ کی ناراضگی کو ختم کرتی ہے، اور بندے جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتے ہیں، لہذا نیت کی حفاظت کرو۔

﴿إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾

وَيُكَفِّرُ عَنْكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٠﴾

ترجمہ: اگر تم خیراتیں ظاہر کرو تو وہاں! اور اگر ان کو چھپاؤ اور غریبوں کو دو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے، اور وہ تمہارے کچھ گناہ مٹائیں گے، اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو باخبر ہیں۔

۳۔ غیر مسلم رعایا پر بھی خرچ کرو، اس میں بھی فائدہ ہے

اگر کوئی غیر مسلم ضرورت مند ہو تو اس کو بھی خیرات دو، کافر ہونے کی وجہ سے اس کو صاف جواب مت دو، کیونکہ ہدایت کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، مؤمنین کو تو چاہئے کہ اگر مسائل ضرورت مند ہو تو اس کی امداد کریں، اس کے تین فائدے ہیں: (۱) مؤمن جو کچھ خرچ کرے گا اس کا فائدہ اس کو حاصل ہوگا (۲) مؤمن جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ اللہ کو خوش کرنے کے لئے کرتا ہے (۳) مؤمن کو اس کے خرچ کا بے کم و کاست بدلہ مل جائے گا۔ پھر وہ کیوں سوچے کہ مسائل غیر مسلم ہے؟ اس حکم سے اسلام کی وسعت اور رواداری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کس حد تک انسانوں سے محبت اور احسان کا معاملہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔

مسئلہ: خیرات سے نقلی خیرات مراد ہے، وہ ذمی غیر مسلم کو دینا بھی جائز ہے، صدقہ واجبہ (زکات) مراد نہیں، کہ وہ سوائے مسلمان کے کسی دوسرے غریب کو دینا جائز نہیں (معارف القرآن)

تنبیہ: اس موقع پر یہ تنبیہ ضروری ہے کہ ضرورت مند مسائل کی امداد ایک الگ چیز ہے اور اس کا مسلمانوں کو حکم ہے اور کفر کی براہ راست اعانت ایک الگ چیز ہے جس سے مسلمانوں کو سختی سے روک دیا گیا ہے خصوصاً جب اس کا مقصد کافروں کو خوش کرنا ہو، مثلاً ایک غیر مسلم سائل آپ کے دروازے پر آواز دے رہا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ وہ ضرورت مند ہے یا آپ کے محلہ میں ایک بے کس غیر مسلم بستا ہے یا غیر مسلم یتیم خانے کی جانب سے آپ سے اہل کی جارہی ہے، یا کسی غیر مسلم علاقہ پر کوئی آفت ناگہانی آپڑی ہے، ان صورتوں میں یا اس بھی دوسری صورتوں میں آپ امداد کریں، لیکن مندروں کی تعمیر کے لئے، میلوں اور کھیلوں کے لئے، یا تہواروں مثلاً ہولی، دیوالی کے لئے ایک پائی خرچ کرنے کی آپ کو اجازت نہیں۔ (ہدایت القرآن کا شفی پارہ ۳ ص ۲۲)

لَيْسَ عَلَيْكَ هٰذَا مِنْهُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا يُفْسِدْهُ ۚ وَمَا تُنْفِقُونَ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُّؤْتِ الْيَتٰمٰى وَانْتُمْ لَا تَظْلُمُوْنَ ﴿٢١﴾

ترجمہ: آپ کے ذمہ ان کو راہ پر لا نا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہی راہ پر لاتے ہیں — انصار میں سے کچھ

لوگ اپنے مشرک رشتہ داروں کی مدد سے گریز کرتے تھے، تاکہ وہ ان کے ایمان کا باعث بنے، اس پر تنبیہ کی کہ ہدایت تمہارے ہاتھ میں نہیں، اللہ کے ہاتھ میں ہے، تم اس غرض سے مدد مت روکو، ان پر بھی خرچ کرو، جہیں تین فائدے حاصل ہونگے — (۱) اور جو بھی بھلائی تم خرچ کرتے ہو وہ تمہارے فائدے کے لئے ہے (۲) اور تم صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرتے ہو (۳) اور جو بھی بھلائی تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تم کو دیا جائے گا، اور تمہارا حق نہیں مارا جائے گا — یہ قرآن کا اسلوب ہے: وہ متعدد باتیں تمہیں لوٹا کر کہتا ہے، پس ﴿مَا تَنْفِقُوا﴾ پھر مکر نہیں۔

۴- جہاد وغیرہ دینی کاموں میں مشغول حاجت مندوں پر خرچ کرنا

ایسے لوگوں کو دینے میں بڑا ثواب ہے جو اللہ کی راہ اور اس کے دین کے کام میں مقید ہو کر چلے پھرنے، کھانے کمانے سے رک رہے ہیں، اور کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے، جیسے اہل صفہ نے گھربار چھوڑ کر نبی ﷺ کی صحبت اختیار کی تھی، علم دین سیکھنے کے لئے، اور مفسدین فتنہ پھیلانے والوں سے جہاد کرنے کے لئے، اسی طرح اب بھی جو کوئی قرآن کو حفظ کرے یا علم دین میں مشغول ہو تو لوگوں پر لازم ہے کہ ان کی مدد کریں (ماخوذ از فوائد شیخ الہند)

اور آیت کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ راہ خدا میں لڑنے کے لئے وقف ہو گئے ہیں یا دینی کاموں میں مشغول ہیں، اس لئے کما نہیں سکتے، اور ان کی خودداری کا حال یہ ہے کہ ضرورت مند ہونے کے باوجود کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے، اس لئے ناواقف لوگ ان کو مالدار سمجھتے ہیں مگر ان کے چہرے بشرے سے ان کی محتاجگی اور حاجت کا اندازہ ہو جاتا ہے، یہی لوگ واقعی اعانت کے مستحق ہیں، ان پر خرچ کرنا بڑا کار ثواب ہے، پس لوگوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کو تلاش کریں اور ان کی امداد و اعانت کریں۔

﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَوُّفِ يَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَاقًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾

ترجمہ: (صدقات دراصل) اُن حاجت مندوں کے لئے ہیں جو راہ خدا میں (جہاد اور تحصیل علم کے لئے) روکے گئے ہیں، ان کو زمین میں سفر کرنے کی فرصت نہیں، کسی سے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ناواقف ان کو مالدار خیال کرتا ہے، آپ ان کا حال ان کے چہروں کی علامتوں سے جان لیں گے — فاقہ کے اثرات چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں — وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے — ہاں اشارہ کنایہ سے مانگتے تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فاقہ سے ہوتے اور بھوک برداشت سے باہر ہو جاتی تو اکابر صحابہ سے کسی آیت کی تفسیر پوچھتے، تاکہ وہ ان کے فاقہ کا اندازہ کریں، اور کھانے

کے لئے گھر لے جائیں۔ اور تم جو بھی بھلائی خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتے ہیں۔ یعنی واجب انفاق کے علاوہ بھی جو خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کا بھی اجر جزیل عنایت فرمائیں گے، اس طرح کلام کار خ واجب انفاق سے عام انفاق کی طرف ہو جائے گا۔

۵۔ ہر وقت اور ہر طرح خرچ کرنے والوں کے لئے مودہ

جو لوگ اللہ کے لئے خرچ کرنے کے عادی ہیں، رات ہو یا دن، خفیہ ہو یا علانیہ، ہر طرح خرچ کرتے رہتے ہیں: ان کو خوش خبری سناتے ہیں کہ ان کا معاوضہ ان کے پروردگار کے پاس محفوظ ہے، وہاں ان کو نہ آگے کا کوئی ڈر ہوگا، اور نہ وہ مافات پر غم گین ہو گئے۔ اس آیت پر انفاق (غریبوں پر خرچ کرنے) کا بیان پورا ہوا، آگے انفاق کی ضد سود (غریبوں کا خون چوسنے) کا بیان شروع ہوگا، ضد سے ضد بھی طرح پہنچانی جاتی ہے۔

﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِالْإِثْلِ وَالْإِثْمَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

ترجمہ: جو لوگ اپنے اموال شب و روز چھپا کر اور علانیہ خرچ کرتے ہیں، ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا ثواب ہے، اور ان پر نہ کوئی ڈر ہے، اور نہ وہ غم گین ہو گئے۔

﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَا شَأْنُ الْبَيْعِ مِثْلَ الرِّبَا ۚ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ ۚ وَحَرَّمَ الرِّبَا ۚ فَمَنْ جَاءَكَ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّهِ فَانْتَهَىٰ فَلَهُ مَا سَلَفَ ۚ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ۚ يَتَحَقُّ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيلُ الصَّدَقَاتِ ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ۚ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۚ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۚ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ

وَأَنْ تُبَشِّرُ فَلَکُمْ دُؤُوسٌ أَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ۝ وَإِنْ کَانَ
 دُؤُوسَکُمْ فَنَظَرٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۖ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّکُمْ إِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝
 وَاتَّقُوا یَوْمًا تُرْجَعُونَ فِیهِ إِلَى اللَّهِ یُتِمُّ تَوَفِّیَ کُلِّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ
 وَهُمْ لَا یُظْلَمُونَ ۝

۴۶۲

وَالَّذِينَ	جو لوگ	وَأَحَلَّ	اور حلال کی ہے	هُمْ فِيهَا	وہ اس میں
يَاكُلُونَ	کھاتے ہیں	اللَّهُ	اللہ نے	خَالِدُونَ	بیشمار رہنے والے ہیں
الزُّبُلَا	سود	الْبَيْعِ	بیع	يَتَّبَعُونَ	مٹاتے ہیں
لَا يَقُومُونَ	نہیں کھڑے ہو گئے	وَحَرَّمَ	اور حرام کیا ہے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
إِلَّا كَمَا	مگر جس طرح	الزُّبُلَا	سود	الزُّبُلَا	سود کو
يَقُومُ	کھڑا ہوتا ہے	فَمَنْ جَاءَهُ	پس جسے پہنچی	وَيُزَيِّنُ	اور بڑھاتے ہیں
الَّذِينَ	وہ شخص	مَوْعِظَةً	نصیحت (حکم)	الصَّدَقَاتِ	خیراتوں کو
يَتَخَبَّطُهُ ^(۱)	جسے پاگل بنا دیا ہو	مَنْ رَزَقَهُ	اس کے رب کی طرف سے	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
الشَّيْطَانُ	شیطان نے	قَائِمًا	پس وہ (سور لینے سے)	لَا يُحِبُّ	پسند نہیں کرتے
مِنَ الْمَنِيِّ	چھو کر (پٹ کر)	رَكَعًا	رک گیا	كُلِّ كُفَّارٍ	ہر کفر مخالف
ذَلِكِ	یہ بات (سزا)	فَلِكُلِّ مَا	تو اس کے لئے ہے جو	أَشْرَجٍ	گنہگار کو
يَأْتِيهِمْ	بائیں وچہ پہ کہ انھوں نے	سَلَفٍ	پہلے لے چکا	إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ
قَالُوا	کہا	وَأَمْرًا	اور اس کا معاملہ	أَمَنُوا	ایمان لائے
إِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ	لِأَنَّ اللَّهَ	اللہ کی طرف سے	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے
الْبَيْعِ	بیع	وَمَنْ عَادَ	اور جو لوٹا	الضَّلِيلِ	نیک کام
مِثْلَ	مانند	قَالَ لِيَكْ	پس وہی لوگ	وَأَقَامُوا	اور اہتمام کیا انھوں نے
الزُّبُلَا	سود کے ہے	أَصْحَابُ النَّارِ	دوزخ والے ہیں	الضَّلُولَةَ	نماز کا

(۱) تَخَبَّطَ الشَّيْطَانُ فَلَانَا: شیطان کا دیوانہ اور خبطی بنا دینا۔

وَآتُوا ^(۱)	اور دی انھوں نے	مُؤْمِنِينَ	ایمان لانے والے	إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ^(۲)	آسانی تک
الزَّكَاةَ	زکات	فَإِنْ لَّمْ	پس اگر	وَ أَنْ تَصَدَّقُوا ^(۳)	اور خیرات کرنا (معاف
لَهُمْ	(تو) ان کے لئے	تَفْعَلُوا	نہیں کیا تم نے	کرتا)	
أَجْرُهُمْ	ان کا بدلہ ہے	فَإِذْ نُنَاجِ	جو جان لو	خَيْرٌ لَّكُمْ	تمہارے لئے بہتر ہے
عِنْدَ رَبِّكُمْ	ان کے رب کے پاس	يَحْذَرُ	بجگ	إِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم
وَلَا خَوْفٌ	اور نہیں ہے کوئی ڈر	عَنِ اللَّهِ	اللہ کی طرف سے	تَعْلَمُونَ	جانتے
عَلَيْهِمْ	ان پر	وَرَسُولِهِ	اور اس کے رسول کی	وَأَتَقُوا	اور ڈرو
وَلَا هُمْ	اور نہ وہ		طرف سے	يَوْمًا	اس دن سے
يَخْذَرُونَ	شکستیں ہوں گے	وَلَنْ تُبْخِتُوا	اور اگر تو بہ کی تم نے	شُرْجَعُونَ	(کہ) لوٹے جاؤ گے تم
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ	اے وہ لوگو جو	فَلَكُمْ رُءُوسٌ	تو تمہارے لئے سر ہیں	فِيهِ	اس میں
آمَنُوا	ایمان لانے	أَمْوَالِكُمْ	تمہارے مالوں کے	إِلَى اللَّهِ	اللہ کی طرف
اتَّقُوا اللَّهَ	اللہ سے ڈرو	لَا تَظْلِمُونَ	نہ ظلم کرو تم	ثُمَّ تَوَفَّى	پھر پورا پورا چکا چکانا
وَذُكِّرُوا	اور چھوڑو	وَلَا تَظْلِمُونَ	اور نہ ظلم کئے جاؤ تم	كُلِّ نَفْسٍ	ہر شخص
مَا بَقِيَ	جو باقی رہ گیا ہے	وَلَنْ كَانَتْ	اور اگر ہو وہ (مقرر ہوں)	فَمَا كَسَبَتْ	جو کمایا اس نے
مِنَ الزُّبَى	سود سے	ذُو عُسْرَةٍ	تنگ دست	وَهُمْ	اور وہ
إِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	فَنَظَرَةٌ	تو دھیل دینا ہے	لَا يُظْلَمُونَ	ظلم نہیں کئے جائیں گے

سودی حرمت کا بیان

رابطہ: دور سے وہ احکام بیان ہو رہے ہیں جو بتی بر مصلحت ہیں، ان میں سود کی حرمت بھی ہے، اور انفاق کے بعد سود کی حرمت کا بیان تقابل تضاد کے طور پر آیا ہے، انفاق کے ذریعہ غریب کو خون سپلائی کیا جاتا ہے اور لون (سودی قرض) سے غریب کا خون چوسا جاتا ہے، پس دونوں میں نسبت تضاد ہے، اور ضد سے ضد اچھی طرح پہچانی جاتی ہے، اس لئے

(۱) آتُوا: ایفاء سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے، اس لئے واو پر پیش ہے اور ﴿وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾: زکات دو، ایفاء سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ (۲) اِذْ نُنَاجِ: جانا (۳) مَيْسَرَةٍ: آسانی، کشادگی اور نظریۃ: مصدر: مہلت دینا۔ (۴) اِنْ: مصدر یہ ہے، اور اِنْ تَصَدَّقُوا: مبتدا ہے۔

یہ لبت کون چھڑائے گا! معلوم ہوا کہ مفت خوری کی عادت بہت بری ہے، اس لئے قرآن کریم نے سخت لہجہ اپنایا ہے کہ اگر سوڈ نہیں چھوڑو گے تو تم سے بزور شمشیر نمٹا جائے گا۔

سوڈ خوروں کی سزا

سوڈ خور قیامت کے دن قبروں سے اس طرح اٹھیں گے جس طرح آسیب زدہ پاگل ڈولتا بھٹکتا پھرتا ہے، اور یہ سزا سوڈ خوروں کو اس لئے ملے گی کہ انھوں نے سوڈ کو حلال بنا رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ خرید و فروخت، تجارت، لین دین اور سوڈ میں کیا فرق ہے؟ دونوں ایک ہیں، اس سے نفع حاصل ہوتا ہے اس سے بھی ہوتا ہے، اس میں بھی روپیہ لگانا پڑتا ہے، اس میں بھی روپیہ لگتا ہے، اس میں بھی دونوں طرف سے معاملہ ہوتا ہے، اس میں بھی ہوتا ہے، اس میں بھی خریدنے والا اور بیچنے والا ضرورت مند ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے متلاشی ہوتے ہیں، سوڈی کاروبار میں بھی رقم لینے والا اور رقم دینے والا ایک دوسرے کو تلاش کرتے ہیں، خرید و فروخت میں دونوں کی ضرورت اور مرضی پر معاملہ کی بنیاد ہوتی ہے، سوڈی معاملہ میں بھی یہی ہوتا ہے۔ سوڈ کھانے والے چاہے کسی شکل میں بھی رہے ہوں وہ قیامت تک بھی اپنی دلیل میں اس سے زیادہ ایک لفظ نہیں کہہ سکتے جو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے نقل فرمادیا ہے۔ آج سوڈ کے نام بدل بدل کر لوگ جو کچھ اس کے فائدے گناتے ہیں ان کا خلاصہ بھی اس کے سوا کچھ نہیں کہ سوڈ اور تجارت میں کوئی فرق نہیں۔

﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقْوَمُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِينَ يَكْتَبُونَ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَيْمَنِ﴾
ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا ۚ ﴿﴾

ترجمہ: جو لوگ سوڈ کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) نہیں اٹھیں گے مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جس کو آسیب نے لپٹ کر پاگل بنا دیا ہو، یہ سزا بایں وجہ ہے کہ انھوں نے کہا: ”بیع سوڈ ہی کی طرح تو ہے!“

فائدہ: ﴿مِنَ الْمَيْمَنِ﴾ کے لغوی معنی ہیں: چھوکر، اس سے معلوم ہوا کہ آسیب بدن میں نہیں گھستا، لگتا ہے، چڑھتا ہے، باہر سے اثر انداز ہوتا ہے، سوار ہو جاتا ہے، اور حدیث میں ہے: إِنْ الشَّيْطَانُ يَجْرِي مِنْ أَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ: بے شک شیطان چلتا ہے تم میں سے ہر ایک کی خون کی رگوں میں: یہ سرت عت تا شیر کی تمثیل ہے، حقیقت کا بیان نہیں، یعنی شیطان چمکی بجا کر انسان کو فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے، شیطان کوئی سیال مادہ نہیں جو انجکشن کی دوا کی طرح خون کی رگوں میں چلے (العرف لہذی، تہذیب اللہ ۳: ۶۱۱)

اللہ نے بیع (خرید و فروخت) کو حلال کیا اور سوڈ کو حرام کیا

کافر اور ان سے متاثر نام نہاد مسلمان کہتے ہیں: ”بیع سوڈ کے مانند ہی تو ہے!“ قرآن نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے

’بیع کو حلال کیا ہے اور زہا کو حرام کیا ہے اور دونوں کا فرق وصف و عنوانی میں رکھ دیا ہے، بیع کے اصطلاحی معنی ہیں: مبادلۃ المال بالمال: مال متقوم کا مال متقوم سے تبادلہ کرنا یعنی مالک بننا اور بنانا۔ اور زہا کے اصطلاحی معنی ہیں: فضل خالی عن عوض: ایسی زیادتی جس کے مقابل کوئی عوض نہ ہو، ہزار روپے قرض دیئے، جو ایک ماہ کے بعد گیارہ سو روپے بن گئے، تو یہ سو روپے ایسی زیادتی ہے جس کے مقابل کوئی عوض نہیں، یہ ڈائریکٹ زر سے زر پیدا کرتا ہے، یہی زہا ہے، اور بیع میں بھی زر سے زر (نفع) پیدا کیا جاتا ہے، مگر درمیان میں عمل کا واسطہ آتا ہے، جیسے ہزار روپے کی گھڑی لایا اور گیارہ سو میں بیچ دی تو سو روپے نفع حاصل ہوا، مگر یہ ڈائریکٹ نفع حاصل نہیں ہوا، بلکہ درمیان میں عمل کا واسطہ آیا، یہ بیع اور زہا میں فرق ہے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور زہا کو حرام کیا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ راست زر سے زر پیدا کرنے کی شریعت حوصلہ افزائی نہیں کرتی، شریعت چاہتی ہے کہ اگر زر سے زر پیدا کیا جائے تو درمیان میں عمل کا واسطہ آئے۔ کیونکہ زر سے بلا واسطہ عمل زر پیدا کرنے کی صورت میں دو بڑی خرابیاں لازم آتی ہیں:

ایک: دولت کا اکتناز ہو جاتا ہے یعنی دولت چند ہاتھوں میں سمٹ جاتی ہے، جو شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں، سورۃ الحشر (آیت ۷) میں مالی فی کے مصارف بیان کرنے کے بعد ارشاد پاک ہے: ﴿لَا يَكُونُ ذَٰلِكَ، بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ وَنَحْنُ﴾۔ تاکہ مالی فی تمہارے تو نگروں کے قبضہ میں نہ آجائے، مجھے یاد ہے: میرے بچپن میں میری قوم بیویوں کے سود میں پھنسی ہوئی تھی، اور پورے گاؤں میں کسی کے پاس کوئی چیز نہیں تھی، کھیت میں جب فصل تیار ہوتی، تو کھلیان سے ہی بنیا سارا غلہ لے جاتا، پھر کھانے کے لئے غلہ بنے سے سود پر لانا پڑتا، اب بینکس چونکہ حکومتوں کی نگرانی میں ہیں، اس لئے شرح سود بھی کم ہوتا ہے اور حکومت وقتاً فوقتاً غریبوں کے قرضے معاف بھی کرتی رہتی ہے، اس لئے اکتناز دولت کی مضرت واضح طور پر محسوس نہیں ہوتی۔

اور جب پیسے سے پیسہ پیدا کرنے کے لئے درمیان میں عمل کا واسطہ لایا جائے گا تو دولت پھیلے گی، جیسے ایک شخص کے پاس دس کروڑ روپے ہیں، اس نے ایک کارخانہ لگایا، اور مصنوعات تیار کیں، تو جو نفع ہوگا وہ اوٹلازموں میں تقسیم ہوگا، پھر دسری بیوٹر (تقسیم کار) اس سے منقطع ہوئے، پھر دس کروڑ فروش ان مصنوعات سے کمائیں گے، اور کارخانے کے مالک کو بھی اس کے نصیب کا مل جائے گا، سارا نفع اس کے جیب میں نہیں جائے گا، اور اگر وہ دس کروڑ کا بینک کھول کر بیٹھ جائے اور سود پر قرضے دینے لگے تو زر سے پیدا ہونے والے زر کا وہ تہا مالک ہوگا، اس طرح رفتہ رفتہ پبلک کی دولت سمٹ کر مہاجن کے جیب میں چلی جائے گی۔

اس لئے کوئی بینک اسلامی نہیں ہو سکتا، کیونکہ بینک نام ہی زر سے زر پیدا کرنے کا ہے، بینک درمیان میں عمل کا واسطہ نہیں لاسکتا، ہاں مراہی کا حیلہ کر سکتا ہے، مگر وہ ہمیشہ اسی حیلے میں پھنسا رہے گا، اس سے آگے عملاً مضاربیت تک نہیں پہنچ سکتا۔

دوسری خرابی: بے روزگاری پھیلے گی، جب لوگ چھوٹی بڑی بینکیں اور بیڑھیاں کھول کر بیٹھ جائیں گے، اور زر سے بلا واسطہ عمل زر پیدا کرنے لگیں گے تو عوام کے لئے کوئی کام نہیں رہے گا، اور وہ بے روزگار ہو کر حکومت کے لئے بوجھ بن جائیں گے، اور جب لوگ عمل کے توسط سے پیسہ کمائیں گے، کارخانے قائم کریں گے تو لوگوں کو روزگار ملے گا اور حکومتوں کا بوجھ ہلکا ہوگا۔

غرض: ان دو خرابیوں کی وجہ سے شریعت نے ربا کو حرام کیا ہے، اور بیع (معاملات) ان خرابیوں سے پاک ہے، اس لئے اس کو حلال کیا ہے۔

بہ الفاظ دیگر: اس مسئلہ کو اس طرح بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ بیع میں اصل حلت ہے، اور جہاں خرابی در آتی ہے تو جس درجہ کی خرابی ہوتی ہے اس کے اعتبار سے بیع ناجائز ہوتی ہے، اگر خرابی ہلکی ہوتی ہے تو بیع فاسد ہوتی ہے، اور خرابی زیادہ ہوتی ہے تو بیع باطل ہوتی ہے، اور ربا بھی اگرچہ ایک طرح سے بیع ہے، مگر اس میں خرابی آخری درجہ کی ہے، جس کی تفصیل اوپر آچکی کہ اس سے دولت کا اکتناز ہو جاتا ہے اور ملک میں بے روزگاری پھیل جاتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا ہے۔

﴿وَاحْلِلْ لِلَّهِ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾

ترجمہ: اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے، اور سود کو حرام کیا ہے۔

جاہلیت میں جو سود لیا جا چکا اس کا پھیرنا ضروری نہیں، اب لے گا تو سزا پائے گا

زمانہ جاہلیت میں کفر کی حالت میں جو کسی نے سود لیا اس کو مالک کی طرف پھیرنا ضروری نہیں، اس لئے کہ کفار (غیر مسلم) دنیا میں فروع کے مکلف نہیں، البتہ جو سود باقی رہ گیا ہے اس کا اب مسلمان ہونے کے بعد لینے کا حق نہیں، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے جو چاہیں معاملہ کریں، اپنی رحمت سے بخش دیں یا سزا دیں، کیونکہ کفار آخرت میں فروع کے مکلف ہیں (سورۃ المدثر آیات ۴۰-۴۸) اور اسلام قبول کرنے کے بعد جو کوئی باز نہیں آیا، سود لیا یا باقی ماندہ وصول کیا تو وہ دوزخی ہے، اور یہ غایت بیان کئے بغیر سزا کا بیان ہے، جیسے سورۃ النساء (آیت ۹۳) میں مؤمن کو محمد اُقتل کرنے کی سزا غایت متعین کئے بغیر بیان کی گئی ہے۔

مسئلہ: کسی مسلمان نے سود لیا تو وہ مال حرام ہے، وہ اس کا مالک نہیں، مالک کو واپس کرنا ضروری ہے، اور مالک معلوم نہ ہو تو کسی غریب کو ثواب کی نیت کے بغیر دیدے، بنک سے ملنے والے سود کا بھی یہی حکم ہے۔ سرکاری ٹیکسوں میں بھرنا جائز نہیں، یہ ذاتی استعمال ہے۔

﴿فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانْتَبِهْ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

ترجمہ: پس جسے اس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچی — حرمت کے حکم کو نصیحت سے تعبیر کیا ہے یہ مولیٰ کا کرم ہے — اور وہ باز آگیا تو اس کے لئے وہ ہے جو پہلے لے چکا، اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، اور جو لوگ توبہ ہی دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں!

سود خور اللہ تعالیٰ کو کسی طرح نہیں بھاتا!

سود خور اللہ تعالیٰ کو ایک آنکھ نہیں بھاتا، وہ بڑا گنہگار ہے، اس کی سود کی کمائی ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گی، تیسری پشت تک ضرور تباہی آتی ہے، سود سے بظاہر مال میں زیادتی ہوتی ہے، مگر دیر سویر اللہ تعالیٰ اس کو ملیا میٹ کر دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خیراتوں کو بڑھاتے ہیں، حدیث میں ہے: آدمی سحرے مال میں سے جو بھی خیرات کرتا ہے اس کو مہربان اللہ اپنے دائیں ہاتھ میں لیتے ہیں، پھر اگر وہ خیرات ایک چھوہارا ہوتی ہے تو دو رحمان کی آغوش میں بڑھتی ہے، یہاں تک کہ وہ پہاڑ سے بڑی ہو جاتی ہے، جس طرح تم اپنے گھوڑے اور اونٹ کے بچہ کی پرورش کرتے ہو (ترمذی حدیث ۶۵۴) اور غریبوں پر خرچ کرنے سے مال میں برکت بھی ہوتی ہے اور دارین میں نیک نامی بھی نصیب ہوتی ہے۔

﴿يَنْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ يُرِيدُوا وَبِرَّي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور خیراتوں کو بڑھاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کسی کفر مخالف گنہگار کو پسند نہیں کرتے۔

مبغوض لوگوں کے بالمقابل محبوب بندوں کا تذکرہ

قرآن کریم کا اسلوب ہے کہ وہ جنتیوں اور جہنمیوں کا تذکرہ یکے بعد دیگرے کرتا ہے، تاکہ ترغیب و ترہیب ساتھ ہو جائیں، اسی طرح وہ نیک و بد لوگوں کا تذکرہ بھی یکے بعد دیگرے کرتا ہے، اوپر جب اللہ کے کفر مخالف گنہگار بندوں کا تذکرہ آیا تو اب ایک آیت میں — سلسلہ کلام کے درمیان — ایماندار صالح بندوں کا تذکرہ فرماتے ہیں، یہ بندے غریبوں کا خون نہیں چوستے، بلکہ زکات و خیرات کے ذریعہ مشکل حالات میں غریبوں کی مدد کرتے ہیں، ان کے لئے

آخرت میں سدا بہار زندگی ہے۔

﴿لَإِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآتَوْا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے، اور انھوں نے نماز کا اہتمام کیا، اور زکات ادا کی: ان کا بدلہ ان کے پروردگار کے پاس ہے، اور ان کے لئے نہ کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

سود خوروں کو جنگ کا الٹی میٹم!

نیک بندوں کا تذکرہ تو ماضی آیا تھا، اب سابقہ سلسلہ بیان شروع ہوتا ہے، فتح مکہ کے موقع پر جو لوگ مسلمان ہوئے تھے، ان سے خطاب ہے کہ اگر تم واقعی ایمان لائے ہو تو تمہارا جو سود لوگوں پر باقی ہے اس کو چھوڑ دو، صرف اس المال لے سکتے ہو، اور اگر نہیں چھوڑو گے تو اللہ و رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو، تم سے بزرگ شمشیر سود خوری چھڑائی جائے گی، اور اصل سرمایہ بھی اس طرح لو کہ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے، یعنی پہلے تم جو سود لے چکے ہو اس کو اگر تمہارے اصل سرمایہ سے کاٹا جائے تو تم پر ظلم ہوگا، اور چڑھا ہوا سود تمہارا ظلم ہے، دونوں درست نہیں، اصل سرمایہ بے کم و کاست لے سکتے ہو۔

فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی گروہ سود لینے پر مصر ہو تو اس پر فوج کشی بھی کی جاسکتی ہے، کیونکہ اگر وہ سود کو حرام ہی نہیں سمجھتا تو مرتد ہے، اور حرام سمجھ کر عمل سے انکار کرتا ہے تو ایسے لوگوں سے جہاد کا حکم ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَإِن تُبْتِغُوا فَلََكُمْ أَمْوَالِكُمْ ۖ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ۝﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور باقی ماندہ سود چھوڑ دو، اگر تم ایماندار ہو، پس اگر تم (ایسا) نہیں کرو گے — یعنی باقی رہا ہوا سود نہیں چھوڑو گے — تو جنگ کا اعلان سن لو اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے، اور اگر تم نے توبہ کر لی — یعنی باقی رہا ہوا سود چھوڑنے کے لئے تیار ہو گئے — تو تمہارے لئے تمہارا اصل سرمایہ ہے — جو تم نے قرض دیا ہے — نہ تم ظلم کرو، اور نہ تم ظلم کئے جاؤ۔

مقرض تنگ دست ہو تو مہلت دینا واجب ہے، اور قرضہ معاف کر دے تو اور بھی بہتر ہے اگر مقرض اصل قرض بھی فوری طور پر واپس نہ کر سکتا ہو تو گنجائش ہونے تک مہلت دینا واجب ہے، اور اگر قرضہ ہی

معاف کر دے تو اور بھی بہتر ہے، کاش لوگ اس کے ثواب کو جانیں، مہلت دینے کا یا قرضہ معاف کرنے کا قیامت کے دن پورا پورا اصل ملے گا، سود کے سلسلہ کی یہ آخری آیت ہے، اس پر سود کا بیان پورا ہوا۔

﴿وَإِنْ كَانَ دُؤُسِرَةٌ فَظَهَرَتْ إِلَىٰ مَيْسِرَةٍ، وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ٥٠ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ٥١﴾

ترجمہ: اور اگر (مقروض) تنگ دست ہو تو آسانی تک مہلت دینا ہے، اور قرضہ معاف کرنا تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تم جانو، اور اس دن کا خوف کھاؤ جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ چکایا جائے گا، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اب ہر کوئی اپنی فکر کرے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ
وَلْيَكْتُبَ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ
فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسَ مِنْهُ شَيْئًا
فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ
فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ ۖ فَإِنْ لَمْ
يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَيْنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا
فَتُذَكَّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا وَلَا تَسْمَعُوا أَنْ
تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلٍ ۚ مِثْلَ مِثْلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ
وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ
فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا ۚ وَأَشْهَدُوا إِذَا بَيَّعْتُمْ ۚ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ
وَلَا شَهِيدٌ ۚ وَإِنْ تَفَعَّلُوا فَإِنَّهُ فَسُوقٌ بِكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ يُوَعِّدُكُمُ اللَّهُ
وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ٥٢

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	ايمان لائے	الحَقُّ وَلَيَتَنَبَّ	قرض ہے اور چاہئے کہ ڈرے	فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا	پس اگر نہ ہوں وہ
إِذَا تَدَايَنُتُمْ	جب آپس میں معاملہ کرو	اللَّهُ رَبُّهُ	اللہ سے جو اس کا رب ہے	رَجُلَيْنِ قَرَجُلْ	دو مرد تو ایک مرد
يَدَّيْنِ لَآجِلٍ	ادھار کا کسی وقت تک	وَلَا يَنْهَضَنَّ مِنْهُ شَيْئًا	اور نہ کم کرے اس سے کچھ بھی	مِمَّنْ تَرْضَوْنَ	ان میں سے جن کو پسند کرتے ہو تم
مُسْتَقًى فَاكْتَنُبُوا	مقررہ تو لکھ لو اس کو	فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ	پس اگر ہے وہ جو اس پر	مِنَ الشُّهَدَاءِ	گواہوں سے
وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ	اور چاہئے کہ لکھے باہم	الْحَقُّ سَوِيًّا	قرض ہے بے وقوف	أَنْ تَضِلَّ	اس وجہ سے کہ پھل جائے
كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ	لکھنے والا انصاف کے ساتھ	أَوْ ضَعِيفًا	یا کمزور	أَحْذَرُمَا	ان میں سے ایک تو یاد دلانے
وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ	اور نہ انکار کرے لکھنے والا	أَوْ لَا يَسْتَطِيعَ	یا نہیں طاقت رکھتا کہ لکھوائے	أَحْذَرُمَا	ان کی ایک دوسری کو
أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ	جیسا سکھایا اس کو اللہ نے	هُوَ قَلِيلٌ	وہ تو کھوائے	وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ	اور نہ انکار کریں گواہ
فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ	پس چاہئے کہ لکھو وہ اور چاہئے کہ لکھائے	وَلْيُتْلِ بِالْعَدْلِ	اس کا کار گزار انصاف کے ساتھ	إِذَا مَدَّعُوا	جب وہ بلائے جائیں
وَلْيُمْلِلِ	اور چاہئے کہ لکھو وہ اور چاہئے کہ لکھائے	وَأَسْتَشْهَدُوا	اور گواہ بناؤ تم	وَلَا تَسْمَعُوا	اور نہ ان کا دعوہ
الَّذِي عَلَيْهِ	وہ جس پر	شَهِيدًا	دو گواہ	أَنْ تَكْتُمُوا	اس کے لکھنے سے چھوٹا ہو
مِنْ رِجَالِكُمْ		مِنْ رِجَالِكُمْ	تمہارے مردوں سے	صَغِيرًا	

(۱) کُذِلْنَا بِنْتُمْ: قَدْ اُئْتِیْنَا (باب تفاعل) سے ماضی جمع مذکر حاضر: تم نے ایک دوسرے کو قرض دیا، ادا کر دیا۔ (۲) لَا یَا ب: منفی پہلو سے لکھنے کا حکم ہے اور فلیکس: مثبت پہلو سے۔ (۳) یُحْمِلُ: امر واحد مذکر عاقب، اِمْلَأ: لکھو انا (۴) اَنْ: پہلے یا عا میں محذوف ہے (۵) اَلْاَسْتِمَا سے الفاظ بدل کر تم یہ لوثنا ہے، اور آگے دست و پا لکھنے کے تین فوائد بیان کئے ہیں۔

اَوْ كَيْفًا لَا اَجْلِهِ ذَلِكَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ	یا بڑا اس کی مدت تک یہ بات زیادہ انصاف کی ہے اللہ کے نزدیک اور زیادہ درست رکھنے	تَجَارَةً حَاضِرَةً ثُلَاثُ يَوْمٍ بَيْنَكُمْ فَكَيْفَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا وَأَشْهَدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ	سودا دست بدست لینے دیتے ہوں اس کو باہم پس نہیں تم پر کوئی گناہ کہ نہ لکھو تم اس کو اور گواہ بناؤ جب سودا کرو اور نہ نقصان پہنچایا جائے لکھنے والا	وَلَا تَشْهَدُوا وَأَن تَفْعَلُوا فَأَنَّهُ مُسَوِّقٌ بِكُمْ ^(۳) وَاتَّقُوا اللَّهُ وَيَعْلَمُكُمْ اللَّهُ وَاللَّهُ يَكِلُ شَيْءٌ عَلَيْكُمْ	اور نہ گواہ اور اگر کرو گے تم تو بے شک وہ بے درہاروی ہے تمہاری اور ڈرو اللہ سے اور سکھاتے ہیں تم اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں
--	--	---	---	--	---

دستاویز لکھنے کا بیان

دستاویز: وہ تحریری ثبوت جس سے اپنا حق ثابت کر سکیں۔ زمانہ جاہلیت میں لون (سودی قرض) دینے والے دستاویز لکھا کرتے تھے، اس لئے اب وثیقہ لکھنے کا بیان شروع کرتے ہیں، اور یہ قرض آج کی کریم کی سب سے لمبی آیت ہے، مگر ہر لمبی آیت میں وقفہ ہوتے ہیں، اس لئے پوری آیت ایک سانس میں پڑھنا ضروری نہیں، وقفے وقفے سے پڑھ سکتے ہیں۔ اور اس آیت میں تین مضمون ہیں: دستاویز لکھنے کا حکم، اس کے فوائد اور متعلقہ مسائل و نصائح۔ اور دستاویز لکھنے کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں: دستاویز لکھنے والا، دستاویز لکھوانے والا اور دستاویز پر گواہیاں، پھر دستاویز لکھنے کے تین فائدے بیان کئے ہیں، پھر تین مسائل اور تین نصیحتیں ہیں۔ یہ آیت کریمہ کا خلاصہ ہے۔

دستاویز لکھنے کا حکم: جب کوئی بڑا قرض لیا دیا جائے، اور آئندہ کسی مدت میں واپسی کا وعدہ ہو، یا کوئی ادھار سودا کیا جائے، اور شمن کی ادائیگی کے لئے کوئی مدت مقرر ہو تو ایسا کرنا جائز ہے، اور چونکہ معاملہ آئندہ مدت کے لئے ہوا ہے، اور بھول چوک اور نزاع کا احتمال ہے اس لئے اس کی لکھت پڑھت ہو جانی چاہئے، تاکہ وہ تحریر بوقت ضرورت کام آئے، اور (۱) بلا: استثناء منقطع، معنی لیکن ہے اور استثناء متصل (تکبیروہ سے بھی) ہو سکتا ہے (۲) یضار: ضیّر (مصدر باب مفعله) سے فعل نمی واحد نہ کر قاعبت: نہ تکلیف دی جائے، نہ دکھ پہنچایا جائے۔ (۳) خسوق (مصدر): عدا طاعت سے نکلنا۔

اس کی صورت یہ ہے کہ باقاعدہ اسٹامپ پر دستاویز لکھ لی جائے، جس میں مقررہ مدت کا ذکر، فریقین کے واضح نام اور معاملہ کی تفصیل ہو، اور اس پر گواہیاں ثبت کی جائیں، تاکہ بات چکی ہو جائے۔

دستاویز کون لکھے؟ — کاتب (دستاویز لکھنے کا ماہر) لکھے، دستاویز ہر شخص نہیں لکھ سکتا، اس کی خاص اصطلاحات اور خاص اسلوب ہوتا ہے، اس لئے دستاویز کسی ماہر سے لکھوائی جائے، جیسے اہم درخواست (میمورنڈم) ہر کوئی نہیں لکھ سکتا، سپاس نامہ ہر آدمی نہیں لکھ سکتا، اس کا ماہر ہی لکھ سکتا ہے، پس جو دستاویز لکھنا جانتا ہے وہ لکھنے سے انکار نہ کرے، اللہ نے اس کو یہ نفع سکھایا ہے اس کا شکر بجالائے، البتہ اس کو اجرت طلب کرنے کا حق ہے، کیونکہ یہ ایک عمل ہے اور ہر منفعت پر اجارہ درست ہے، پھر صحیح صحیح انصاف کے ساتھ لکھے، کچھ گڑبڑ نہ کرے، الفاظ کے معمولی فرق سے بات کہیں سے کہیں چلی جاتی ہے۔

دستاویز کون لکھوائے؟ یعنی کون املاء کرائے؟ — وہ شخص لکھوائے جس کے ذمہ حق واجب ہے، تاکہ وہ گواہوں کے سامنے اس کا اقرار بھی بن جائے، اور وہ اللہ سے ڈر کر لکھوائے، صاحب حق کا حق بے کم و کاست لکھوائے — اور اگر وہ شخص جس پر حق واجب ہے کم سمجھ ہو، یا کمزور ہو، یا کسی وجہ سے نہ لکھوا سکتا ہو، مثلاً: زبان نہ جانتا ہو، یا گونگا ہو اور کاتب اس کے اشارے نہ سمجھتا ہو تو پھر اس کا کارندہ انصاف سے لکھوائے۔

دستاویز پر گواہیاں: معاملات میں دو آزاد عاقل بالغ مردوں کی گواہی ضروری ہے، دوسرے نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے، اور گواہوں کا مسلمان عادل (دیندار) ہونا ضروری ہے۔ اور ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کی گواہی اس لئے ضروری ہے کہ عورتوں کی یادداشت اکثر کمزور ہو جاتی ہے، ان کا ماحول (اورد گرد) حافظہ کو متاثر کرتا ہے، ان کا چھوٹے چھوٹے بچوں کا ساتھ ہوتا ہے، وہ ہر وقت چیں چیں کرتے ہیں، اس سے ان کی یادداشت کمزور ہو جاتی ہے، اس لئے اگر گواہی دیتے وقت ایک عورت کچھ بھولے تو دوسری اس کو یاد دلا دے، اسی لئے دونوں عورتیں ساتھ گواہی دیں گی، دوسرا لگ الگ گواہی دیتے ہیں۔

پھر اگر کبھی نزاع ہو، اور معاملہ کورٹ میں جائے، اور دستاویز میں جن گواہوں کی گواہی ثبت ہے ان کو کورٹ میں طلب کیا جائے تو وہ انکار نہ کریں، حاضر ہو کر گواہی دیں، ہاں وہ ہر جانہ (کراہی) لے سکتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكُنْ بِتَيْنِكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّبِعِ اللَّهُ رَهْبَهُ وَلَا يَبْخَسَ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ

سُفِيهَا أَوْ صَحِيْفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَبْلُغَ فَلَْيُمْلِلْ وَلِيْنُهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رَجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتْنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشَّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ أَحَدُهُمَا فَتَكُونَا إِحْدَاهُمَا الْآخَرَةُ وَلَا يَأْبُ الشَّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم باہم مقررہ وقت تک کے لئے کوئی ادھار معاملہ کرو تو اسے لکھ لو۔ یہ دستاویز لکھنے کا حکم ہے۔ اور چاہئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھے، اور لکھنے والا جیسا اس کو اللہ نے سکھلایا ہے لکھنے سے انکار نہ کرے، بلکہ لکھے۔ پہلے ﴿لَا يَأْبُ﴾ میں منفی پہلو سے لکھنے کا حکم تھا، پھر ﴿فَلْيَكْتُبْ﴾ میں مثبت پہلو سے، پس تکرار نہیں، اور یہ کون لکھے؟ کا بیان ہے۔ اور چاہئے کہ وہ شخص لکھوائے جس پر حق (قرضہ) ہے، اور چاہئے کہ وہ اپنے پروردگار سے ڈرے، اور حق میں سے کچھ بھی کم نہ کرے۔ یہ کون لکھوائے کا بیان ہے۔ پس اگر وہ شخص جس پر حق ہے کم عقل یا کمزور ہو یا لکھوانہ سکنا ہو تو اس کا کارندہ انصاف کے ساتھ لکھوائے۔ یہ کون لکھوائے کا تہم ہے۔ اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنا لو، پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔ گواہ بناؤ۔ ان گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو۔ یعنی گواہ مسلمان عاقل بالغ دیندار ہوں، یہ وثیقہ پر گواہی ثبت کرنے کا بیان ہے۔ بایں وجہ کہ اگر ان میں سے ایک پل جائے۔ بھول جائے یا غلطی کرے۔ تو دوسری اس کو یاد دلادے۔ یہ ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کی گواہی کی ضرورت کی وجہ ہے۔ اور گواہ انکار نہ کریں جب وہ (کورٹ میں) بلائے جائیں۔

دستاویز لکھنے کے تین فائدے

پہلے الفاظ بدل کر تمہید لوٹائی ہے کہ اگر کسی مدت تک ادھار کا معاملہ ہو تو اس کے لکھنے میں سستی مت کرو، خواہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ پہلے یہ تعین نہیں تھی، مگر مراد تھی، اس لئے پہلے حکم میں بھی اس کو ملحوظ رکھا جائے، البتہ معاملہ ادھار کا ہو تو اس کو لکھ لینا چاہئے، اس میں تین فائدے ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت العَدْل ہے، یعنی انصاف کرنے والے، وہ بندوں میں بھی یہ بات پسند کرتے ہیں، اور دستاویز لکھ لینے سے زیادہ سے زیادہ انصاف ہوگا۔

۲- گواہ جب دستاویز دیکھیں گے تو ان کو پورا معاملہ یاد آجائے گا، پس وہ زیادہ درست طریقہ پر گواہی دے سکیں گے۔

۳- معاملہ کے فریقین کو بھی ایک وقت کے بعد کچھ شک لاحق ہو سکتا ہے، پس جب وہ دستاویز دیکھیں گے تو ان کا

شک دور ہو جائے گا۔

﴿وَلَا تَسْمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَعْيُنِهِمْ ذَٰلِكُمْ أَمْسَظُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا﴾

ترجمہ: اور کسی مدت تک ادھار معاملہ کو لکھنے سے مت اکٹاؤ، خواہ چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا۔ یہ الفاظ بدل کر تمہید لوٹائی ہے، تاکہ آگے بیان کردہ فوائد اس پر مقرر ہوں۔ (۱) یہ بات اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی ہے (۲) اور گواہی کو زیادہ درست رکھنے والی ہے (۳) اور اس سے زیادہ نزدیک ہے کہ تم کسی شک میں مبتلا نہ ہوؤ۔

تین مسائل:

۱- اگر کوئی معاملہ دست بدست ہو، محض دیا اور بیع لی، تو اس کو نہ لکھنے میں کچھ حرج نہیں۔

۲- جو سودا انہم ہو، چاہے نقد ہو، اس میں بھی گواہ بنا لینا اچھا ہے۔

۳- کاتب (دستاویز لکھنے والے) کو اور گواہوں کو نقصان مت پہنچاؤ، لکھنے والا اجرت مانگے تو دو، گواہ کو رٹ میں آنے کا کرایہ یا اپنے وقت کا ہر جانہ طلب کریں تو دو، اگر ایسا نہیں کرو گے تو یہ تمہارا فسق (بے راہ روی) ہوگی، اس سے بچو۔

﴿إِنَّمَا أَنْتَ مُنَادٍ ۚ تَبَايَعْتُمْ حَاضِرَةً ۖ تَلَذُّونَهَا بَيْنَكُمْ ۖ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا ۚ وَاللَّهُ يَدْرَأُ إِذَا تَبَايَعْتُمْ ۖ وَلَا يُضَارُّكُمْ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ ۖ﴾

ترجمہ: (۱) ہاں اگر سودا دست بدست ہو، جس کو تم باہم لو اور دو، تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم اس کو نہ لکھو (۲) اور گواہ بنا لو جب تم کوئی (انہم نقد) سودا کرو (۳) اور نہ لکھنے والا ضرر پہنچایا جائے اور نہ گواہ، اور اگر تم ضرر پہنچاؤ گے تو وہ تمہاری بے راہ روی ہوگی۔

تین نصائح:

۱- اللہ کا خوف کھاؤ، قرآن کریم تمام معاملات کے احکام میں تقویٰ کا ذکر ضرور کرتا ہے، تقویٰ ہی قانون کی پابندی کراتا ہے، محض قانون کارگر نہیں، لوگ چور دروازے نکال لیتے ہیں۔

۲- احکام شرعیہ اللہ کے نازل کردہ ہیں، یہ وضعی (پارلیمنٹ) کے قوانین نہیں کہ جی چاہا تو عمل کیا، نہیں چاہا تو نہیں کیا، احکام الہی کی پابندی ہر حال میں ضروری ہے۔

۳- اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے، کس نے احکام پر عمل کیا، کس نے نہیں کیا، اور کس نے کس جذبہ سے کیا، اس کو اللہ تعالیٰ بخوبی جانتے ہیں، آخرت میں وہ اپنے علم کے مطابق معاملہ کریں گے، اس لئے چوکنا ہو جاؤ۔

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو، اور اللہ تعالیٰ تمہیں سکھاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

وَأَن كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهْنَ مَقْبُوضَةً فَإِنِ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي فِي أَمَانَتِهِ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ أُمِرَ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿۳۹﴾

۳۹

وَأَن كُنْتُمْ	اور اگر تم ہو	فَلْيُؤَدِّ	تو چاہئے کہ ادا کرے	وَمَن	اور جو
عَلَىٰ سَفَرٍ	سفر پر	الَّذِي	جو	يَكْتُمْهَا	چھپائے گا اس کو
وَلَمْ تَجِدُوا	اور تم نہ پاؤ	أَوْثِينَ ^(۲)	اعتبار کیا گیا	فَإِنَّ ^(۳)	تو بے شک وہ
كَاتِبًا	کوئی لکھنے والا	أَمَانَتَهُ ^(۳)	اس کی امانت	أُمِرَ	نہجہ گار ہے
فَرِهْنَ ^(۱)	تو گروی	وَلْيَتَّقِ	اور چاہئے کہ ڈرے	قَلْبُهُ	اس کا دل
مَقْبُوضَةً	بقعرہ میں ہوئی	اللَّهُ	اللہ سے	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
فَإِنِ أَمِنَ	پس اگر طمینان کرے	رَبَّهُ	جو اس کا پروردگار ہے	يَتَا	ان کاموں کو جو
بَعْضُكُم	تمہارا ایک	وَلَا تَكْتُمُوا	اور نہ چھپاؤ تم	تَعْمَلُونَ	تم کرتے ہو
بَعْضًا	دوسرے پر	الشَّهَادَةَ	گواہی	عَلَيْكُمْ	خوب جاننے والے ہیں

گذشتہ آیت کے باقی تین مسائل

گذشتہ آیت قرآن کی سب سے لمبی آیت تھی، اس میں جو بات مذکور تھی اس کے سلسلہ کے ابھی تین مسائل باقی ہیں، جو اس آیت میں ہیں، پس اس آیت کو گذشتہ آیت کا ضمیر یا تہمتہ سمجھنا چاہئے۔

پہلا مسئلہ: — اگر دستاویز لکھنے کی صورت نہ ہو تو ضمانت کے طور پر گروی لے سکتے ہیں — اگر سفر کی حالت میں قرض دیا یا ادھار کا معاملہ کیا، اور دستاویز لکھنے والا میسر نہیں تو قرض کی ادائیگی کی ضمانت کے طور پر رہن

(۱) فوہان: جملہ جرائیہ ہے، اور ہی مبتدا محذوف ہے، ای الوثیقة: یعنی گارنٹی (۲) اؤثمن: ائتمان (اعتبار کرنا) سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب (۳) امانتہ کی ضمیر کا مرجع رب الدین اور مدینوں دونوں ہو سکتے ہیں (۴) لمانہ کی ضمیر کا مرجع من موصولہ بھی ہو سکتا ہے اور ضمیر شان بھی ہو سکتی ہے۔

(گروی) لے لیا جائے، تو شق کے لئے وہ بھی کافی ہے، اور رہن اس وقت تام ہوتا ہے جب مرتہن گروی کی چیز پر قبضہ کر لے، مقبوضہ کی قید اسی لئے ہے، رہن: مرتہن کی حفاظت میں رہتا ہے، اور سفر کی قید اتفاقی ہے، حضر میں بھی رہن دینا لینا جائز ہے، نبی ﷺ نے مدینہ میں زہ (لوہے کا کرتا) گروی رکھ کر ادھار بخو خریدے ہیں۔

دوسرا مسئلہ: — اگر مدیون پر اعتقاد ہو تو دستاویز ضروری ہے نہ گروی — اور مدیون پر لازم ہے کہ صاحب دین کا حق پورا پورا چکائے، اس کے اعتقاد کو ٹھیس نہ پہنچائے، اور اپنے پروردگار سے ڈرتا رہے، اور صاحب حق کی امانت پہنچانے میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کرے۔

تیسرا مسئلہ: — گواہی چھپانا جائز نہیں — جن گواہوں کے دستخط دستاویز پر ثبت ہیں، اگر وہ کورٹ میں جا کر گواہی نہیں دیں گے، گواہی چھپائیں گے تو صاحب حق کا نقصان ہوگا، اس لئے گواہی دینا واجب ہے، اور گواہی دینے سے انکار کرنا حرام ہے، ایسا کرے گا تو اس کا دل اس کو ملامت کرے گا اور یہ کاٹنا ہمیشہ اس کے دل میں چھبتا رہے گا، اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو خوب جانتے ہیں جو بندے کرتے ہیں، لہذا حکم الہی کی خلاف روزی مت کرو۔

آیت کریمہ: (۱) اور اگر تم سفر میں ہو، اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو (ضمانت کے طور پر) گروی اپنے قبضہ میں رکھ لو (۲) پس اگر ایک دوسرے پر بھروسہ کرے تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے — یعنی مدیون — وہ اس کی امانت ٹھیک ٹھیک ادا کرے، اور اللہ سے ڈرے، جو اس کا پروردگار ہے (۳) اور تم گواہی مت چھپاؤ، اور جو شخص گواہی چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بخوبی واقف ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاَنْ تَبْذُرُوْا مَا فِىْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تَخْفَوْا۟ يُّحٰسِبُكُمْ بِهٖ اللّٰهُۚ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵﴾

يٰۤاَيُّهَا	اللہ کی ملک ہیں	وَاَنْ تَبْذُرُوْا	اور اگر غطا کر دو تم	يٰۤاَيُّهَا اللّٰهُ	اس کا اللہ تعالیٰ
مَا	جو چیزیں	مَا	جو بات	فَيَغْفِرُ	پس بخشیں گے
فِى السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں ہیں	فِى اَنْفُسِكُمْ	تمہارے دلوں میں ہے	لِمَنْ يَّشَآءُ	جس کو چاہیں گے
وَمَا	اور جو چیزیں	اَوْ تَخْفَوْا۟	یا چھپاؤ اس کو	وَيُعَذِّبُ	اور سزا دیں گے
فِى الْاَرْضِ	زمین میں ہیں	يُّحٰسِبُكُمْ	حساب لیں گے تم سے	مَنْ يَّشَآءُ	جس کو چاہیں گے

وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	عَلَّمَ كَلِمَاتٍ مَّعْنٰی ہر چیز پر	قَلْبًا یَزِدُّ	پوری قدرت والے ہیں
-----------	-----------------	--------------------------------------	-----------------	--------------------

دل کی کن باتوں پر مواخذہ ہوگا، اور کن باتوں پر مواخذہ نہیں ہوگا؟

گذشتہ آیت کے آخر میں فرمایا تھا کہ اگر گواہ گواہی چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ آدمی جو بات دل میں ٹھانتا ہے، اور اس کا پختہ ارادہ رکھتا ہے: اس پر اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائیں گے، اس لئے جاننا چاہئے کہ جو باتیں دل میں آتی ہیں وہ تین طرح کی ہوتی ہیں:

اول: وہ خیالات جن کا دل ہی سے تعلق ہوتا ہے، قول و فعل سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہوتا، جیسے عقائد صحیحہ اور فاسدہ — یہ باتیں اگر وسوسہ کے درجہ میں ہیں یعنی وہ خیالات دل میں جنمے نہیں ہیں تو ان پر کوئی مواخذہ نہیں، ہاں جب وہ عزم کے درجہ میں پہنچ جائیں تو ان پر جزا و سزا مرتب ہوگی (تفصیل کے لئے دیکھیں معارف الہدیہ ص: ۱۶۰)

دوم: وہ خیالات جن کا تعلق اقوال سے ہے، جیسے دل میں بیوی کو طلاق دینے کا خیال آیا، یا قسم کھانے کا، یا غلام آزاد کرنے کا، یا مطلقہ بیوی کو نکاح میں واپس لینے کا ارادہ ہوا تو جب تک زبان سے ان باتوں کا تکلم نہیں کرے گا: احکام مرتب نہیں ہوں گے۔

سوم: وہ خیالات جن کا تعلق عمل سے ہے، جیسے زنا کرنا، قتل کرنا، چوری کرنا وغیرہ۔ ان پر مواخذہ اس وقت ہوگا جب ان افعال کا صدور ہو جائے، پس اگر کسی نے دل میں ٹھانتا کہ زنا کرنا ہے یا قتل کرنا ہے تو جب تک یہ افعال صادر نہ ہوں دنیا و آخرت میں اس پر کوئی مواخذہ نہیں — البتہ گناہ کا صدور نہایت صحیح ہونے کے باوجود کسی مانع کی وجہ سے نہ ہو تو اس پر آخرت میں مواخذہ ہوگا، جیسے دو شخص تلواریں لے کر بھڑے، پھر ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا تو دونوں جہنم میں جائیں گے، آخرت میں دونوں ہی قاتل ٹھہریں گے، کیونکہ جو مارا گیا وہ مرنے کے لئے نہیں آیا تھا، بلکہ وہ اپنے بھائی کو مارنے کے لئے آیا تھا، مگر اتفاق کہ وہ مار نہ سکا، مر گیا، اس لئے اللہ کے یہاں وہ بھی قاتل کھسا جائے گا (تختہ اللمی ص: ۱۳۶)

آیت کریمہ: اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہے اور وہ سب کچھ جو زمین میں ہے، اور جو باتیں تمہارے دلوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو: اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لیں گے، پھر جس کے لئے منظور ہوگا بخش دیں گے اور جس کے لئے منظور ہوگا سزا دیں گے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

فائدہ: بعض گناہ دنیا ہی میں ٹھاندیے جاتے ہیں:

حدیث: لعینۃ بنت عبد اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۳ ہے: ﴿وَالَّذِينَ تَبَذَّلُوا مَنَاقِبَهُمْ اَوْ تَخْفَوْهُمُ لِيُحْسِنَبَكَمْ بِحَمْدِ اللّٰهِ﴾: اگر تم ظاہر کرو ان باتوں کو جو تمہارے دلوں میں ہیں یا ان کو

پوشیدہ رکھو: اللہ تعالیٰ تم سے ان کے بارے میں دارو گیر کریں گے، اور سورۃ النساء کی آیت ۱۲۳ ہے: ﴿مَنْ يُعْمَلْ سُوًّا بِإِيجَازٍ﴾ جو بھی شخص کوئی برا کام کرے گا وہ اس کی سزا دیا جائے گا، بعینہ نے ان دونوں آیتوں کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے پوچھا: حضرت عائشہؓ نے فرمایا: جب سے میں نے یہ بات نبی ﷺ سے پوچھی ہے آج تک کسی نے ان کے بارے میں مجھ سے نہیں پوچھا، نبی ﷺ نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا تھا: یہ (محاسبہ اور جزاء) اللہ کا بندے پر عتاب ہے، اس بخار اور حادثہ کے ذریعہ جو اس کو پہنچتا ہے، یعنی دنیا ہی میں یہ محاسبہ ہوتا ہے اور سزا ملتی ہے، یہاں تک کہ پونجی: جس کو وہ کرتے کی جیب میں رکھتا ہے، پس وہ اس کو کم کرتا ہے، پس وہ اس کی وجہ سے گھبرا جاتا ہے (تو اس کی وجہ سے بھی اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں) یہاں تک کہ بندہ گناہوں سے نکل جاتا ہے جس طرح سرخ سونا بھٹی سے (صاف ہو کر) نکلتا ہے۔

تشریح: مجازات کا سلسلہ دنیوی زندگی سے شروع ہو جاتا ہے، بعض اعمال کی جزا و سزا دنیا ہی میں دیدی جاتی ہے، مثلاً والدین کے ساتھ حسن سلوک کا بدلہ دنیا میں ضرور ملتا ہے، اور ماں باپ کی نافرمانی کی، ناپ تول میں کمی کرنے کی اور سود کھانے کی سزا بھی دنیا میں ضرور ملتی ہے، اور یہ سزا گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے، چنانچہ آگے معاملہ صاف ہو جاتا ہے، بلکہ جن لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو خیر منظور ہوتی ہے ان کو دنیا ہی میں طرح طرح کی تکلیفوں سے دوچار کیا جاتا ہے اور گناہوں سے پاک صاف کر کے ان کو اٹھایا جاتا ہے۔

پس حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ دل میں آنے والے خیالات پر جو دارو گیر ہوتی ہے، اور برائی کا جو بدلہ دیا جاتا ہے وہ ضروری نہیں کہ آخرت میں دیا جائے، بہت سے گناہوں پر پکڑ اور بہت سی برائیوں کی سزا اسی دنیا میں نمٹا دی جاتی ہے۔

أَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ
وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نَقَرُّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا
وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ

أَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ	ماں لیا رسول نے	إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ	اس کی طرف اسکے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے (بھی)	كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ	سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو
--	--------------------	--	---	---	--

وَكُنْتُمْ بِهِ وَرُسُلًا لَا تَفْقَرُونَ	اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو (کہا انھوں نے) نہیں جدائی کرتے ہم	بَيْنَ أَحَدٍ قَيْنَ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا	کسی کے درمیان اس کے رسولوں میں سے اور کہا انھوں نے ہم نے سنا	وَاطْعَنَا (۱) غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَالْيَاكَ الْمَصِيرُ	اور ہم نے قبول کیا آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ کی طرف لوٹنا ہے
---	--	--	---	--	---

بلا تفریق تمام نبیوں پر ایمان لانا ضروری ہے

شانِ نزول: جب آیت کریمہ: ﴿وَلَنْ تَجِدُوا مَآفٍ أَنْفُسَكُمْ أَوْ تُخْفَوُا يُخَاسِبُكُمْ بِهِ اللَّهُ﴾ نازل ہوئی تو چونکہ الفاظ عام تھے، اس لئے صحابہ نے سمجھا کہ غیر اختیاری خیالات کا بھی حساب ہوگا، انھوں نے اپنی یہ الجھن خدمتِ نبوی میں پیش کی، آپؐ نے فرمایا: اللہ کی طرف سے جو حکم آئے بے تامل مان لو، اور کہو: سمعنا و اطعنا: ہم نے حکم سنا، اور ہم اس پر عمل کریں گے، چنانچہ صحابہ نے یہ کہا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت کریمہ: اللہ کے رسول ایمان لائے اس چیز پر جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی، اور مومنین بھی، سب یقین رکھتے ہیں اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر (اور وہ کہتے ہیں: ہم اس کے پیغمبروں میں تفریق نہیں کرتے) (کہ کسی کو مائیں اور کسی کو نہ مائیں ایسا نہیں کرتے) انھوں نے کہا: ہم نے آپؐ کا ارشاد سنا اور اس کو بخوشی مانا، ہم آپؐ کی بخشش چاہتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! اور آپؐ ہی کی طرف ہم سب کو لوٹنا ہے۔

فائدہ: سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتوں کے احادیث میں بڑے فضائل آئے ہیں، جو شخص رات میں یہ دو آیتیں پڑھ لے تو یہ اس کے لئے کافی ہیں، حسب ارشادِ نبوی: یہ دو آیتیں جنت کے خزانے میں سے نازل فرمائی گئی ہیں۔

لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ، وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا إِنَّكَ أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۱۰۰﴾

(۱) غفران: مغفرت کی طرح ممدرد ہے، اس کا عامل وجوباً محذوف ہے ای نطلب غفرانک: ہمارے گناہ بخش دے۔

لَا يُكَلِّفُ	نہیں حکم دیتے	إِنْ نَسِيتُمْ	اگر بھول جائیں ہم	وَلَا تُحْمِلُنَا	اور نہ اٹھوائیں آپ ہم
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	أَوْ أَخْطَاْنَا	یا چوک جائیں ہم	مَا لَا طَاغَةَ	جو نہیں طاقت
نَفْسًا	کسی شخص کو	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	لَتَنَابِهْ	ہمارے اندر اس کی
إِلَّا وَدَّعَهَا	مگر اس کی گنجائش کا	وَلَا تُحْمِلْ	اور نہ لاؤ	وَإِغْفِرْ عَنَّا	اور درگزر فرمائیں ہم
لَهَا	اس کے لئے ہے	عَلَيْنَا	ہم پر	وَإِغْفِرْ لَنَا	اور معاف فرمائیں ہمیں
مَا كَسَبَتْ	جو کیا یا اس نے	إِصْرًا	بھاری بوجھ	وَأَزْهِمْنَا	اور مہربانی فرمائیں ہم پر
وَعَلَيْهَا	اور اس پر ہے	كَمَا حَمَلْتَهُ	جیسا لاوا آپ نے اس کو	أَنْتَ مَوْلَانَا	آپ مالکے کا راز ہیں
مَا اكْتَسَبَتْ	جو کیا اس نے	عَلَى الَّذِينَ	ان لوگوں پر جو	فَانْصُرْنَا	پس مدد فرمائیں ہماری
رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	مِنْ قَبْلِنَا	ہم سے پہلے ہوئے	عَلَى الْقَوْمِ	لوگوں پر
لَا تُؤَاخِذْنَا	نہ پکڑ ہمیں	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	الْكُفْرِ بَيْنَ	اسلام قبول نہ کرنے والے

تکلیف شرعی کن امور کی دی جاتی ہے؟

تکلیف مالا یطاق جائز نہیں، یعنی شریعت ایسے امور کا حکم نہیں دیتی جو انسان کے بس میں نہیں، پھر مالا یطاق کی دو قسمیں ہیں:

اول: وہ کام جو سرے سے بندے کی قدرت میں نہیں، جیسے اندھے دو دیکھنے کا حکم دینا، یا ایاچ کو دوڑنے کا حکم دینا، ایسے مالا یطاق امور کی تکلیف شرعاً ممتنع ہے۔

دوم: وہ امور جو بندے کی قدرت میں ہیں، مگر شاق اور دشوار ہیں، جیسے شروع اسلام میں تہجد کی نماز فرض کی گئی تھی، جو ایک مشکل امر تھا، ایسے مالا یطاق امور کا حکم دیا جاسکتا ہے، چنانچہ شروع اسلام میں یہ حکم دیا گیا تھا، اور صحابہ نے سال بھر تہجد پڑھا تھا، پھر یہ حکم ختم کر دیا گیا، کیونکہ ایسے امور میں بھی شریعت بندوں کی سہولت کا خیال رکھتی ہے، مثلاً حائضہ کی نمازیں معاف کر دیں، اور سفر میں نمازیں قصر کرنے کی، اور رمضان کا روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی، یہ سب سہولت کے پیش نظر ہوا ہے۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب آیت پاک: ﴿إِنْ تَبَدَّلْنَا مَتَاعًا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تَغْفُوكُمْ يَحْصِبْكُمْ﴾ نازل ہوئی تو صحابہ کے دلوں میں اس آیت کی وجہ سے ایک ایسی چیز داخل ہوئی جو کسی

اور چیز کی وجہ سے داخل نہیں ہوئی تھی، پس انھوں نے نبی ﷺ سے یہ بات عرض کی (کہ جب تمام قلمی واردات پر دارو گیر ہوگی تو معاملہ بڑا سنگین ہو جائے گا!) پس نبی ﷺ نے فرمایا: کہو: ﴿سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا﴾: ہم نے سنا اور ہم نے فرمانبرداری کی، پس اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے دلوں میں اطمینان ڈالا، اور آیت پاک ﴿أَمِنَ الرَّسُولُ يَمَنَّا أَنْزَلَ إِلَيْنَا مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلِكِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نَفَرَقَ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ نازل فرمائی۔

ترجمہ: اللہ کے رسول (ﷺ) ایمان لائے اس چیز پر جو ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی۔ سب یقین رکھتے ہیں اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر (اور وہ کہتے ہیں:) ہم اس کے پیغمبروں میں تفریق نہیں کرتے، انھوں نے کہا: ہم نے آپ کا ارشاد سنا اور خوشی سے مانا، ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! اور آپ ہی کی طرف ہم سب کو لوٹنا ہے!..... اور اس کے بعد کی آیت بھی نازل فرمائی، جو یہ ہے:

﴿لَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ نَفْسًا إِلَّا سَعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَاْنَا﴾ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی کو مکلف نہیں بناتے مگر اس کا جو اس کے اختیار میں ہے، اس کو ثواب بھی اسی کا ملتا ہے جو وہ ارادہ سے کرتا ہے، اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوتا ہے جس کا وہ ارادہ کرے، اے ہمارے پروردگار! ہماری دارو گیر نہ فرما، اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَدْ فَعَلْتُ: یعنی میں ان امور پر تمہاری دارو گیر نہیں کروں گا ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اَصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا﴾: اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجیں، جس طرح ہم سے پہلے والوں پر آپ نے احکام بھیجے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَدْ فَعَلْتُ: یعنی میں ایسے ہماری احکام بھی تم پر نازل نہیں کروں گا ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اَصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا﴾: اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالیں جس کو ہم سہار نہ سکیں، اور ہم سے درگزر فرمائیں، اور ہماری بخشش فرمائیں، اور ہم پر مہربانی فرمائیں، آپ ہمارے کارساز ہیں، پس آپ ہم کو کافروں پر غالب کر دیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَدْ فَعَلْتُ: یعنی میں تمہاری یہ سب خواہشیں پوری کروں گا، امت کی یہ سب دعائیں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ہیں، اور موقع بہ موقع اس کا ظہور ہوتا رہتا ہے، چنانچہ دین آسان کر کے نازل فرمایا۔ حدیث میں ہے: الدِّينُ يُسْرُو: اللہ نے دین نہایت آسان بھیجا ہے، پس ہمت کر کے اس پر عمل کرو اور دوسری دعائیں بھی مقبول ہوئی ہیں۔

آیت کریمہ: اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کی ذمہ داری نہیں سونپتے، ہر شخص کو اسی کا ثواب ملے گا جو اس نے کیا، اور اس کے ذمہ وہی بڑے گا جو اس نے کیا۔

مؤمنین کی وعائیں: (۱) اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو ہماری پکڑ نہ فرما! (۲) اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر (احکام کا) بھاری بوجھ نہ لا دجیسا آپ نے ہم سے پہلی امتوں پر لا دیا تھا (۳) اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسا بار نہ ڈال جس کی ہم میں طاقت نہیں (۴) اور ہم سے درگزر فرما (۵) اور ہمیں بخش دے (۶) اور ہم پر رحم فرما (۷) آپ ہی ہمارے کارساز ہیں، پس کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرمائیں (آمین)

جس نے کسی رات میں سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتیں پڑھیں وہ اس کے لئے کافی ہوگی (حدیث)

آگے سے ربط: سورۃ آل عمران کی شروع کی توے آیتیں نصاریٰ کے وفد کی آمد کے موقع پر نازل ہوئی ہیں، ان میں عیسائیوں پر علمی تفوق کا بیان ہے، پھر باقی سورت میں غزوہ احد میں کفار مکہ کے مقابلہ میں اللہ کی نصرت اور ان پر علمی تفوق کا بیان ہے، پس آئندہ سورت اس آخری دعا کا ظہور اتم ہے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ آل عمران

(ذریعہ عمران کی سورت)

سورت کا نام اور اس کی معنویت:

اس سورت میں اولادِ عمران کا ذکر ہے، اس لئے سورت کا یہ نام رکھا گیا ہے، اور اس نام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اہلیت والوہیت کا رد ہے، وہ عمران کی اولاد ہیں، پھر وہ اللہ کے بیٹے کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور اسی مقصد سے عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ ابن مریم کا اضافہ آتا ہے، دیگر انبیاء کے ساتھ باپ کا ذکر نہیں آتا، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مریمؑ کے بیٹے ہیں تو وہ اللہ کے بیٹے کیسے ہو سکتے ہیں؟

اس کی تفصیل یہ ہے کہ عمران: بنی اسرائیل میں ایک نیک بندے تھے، جب ان کی اہلیہ پُر امید ہوئی تو اس نے منت مانی کہ جو لڑکا پیدا ہو گا وہ بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف ہوگا، ایسی منت ان کی شریعت میں جائز تھی، مگر لڑکے کے بجائے لڑکی حضرت مریم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، وہ پریشان ہوئیں، کیونکہ لڑکی خدمت کے لئے وقف نہیں کی جاتی تھی، لڑکا وقف کیا جاتا تھا، مگر اللہ نے اس لڑکی کو قبول فرمایا، جب وہ خود قلیل ہو گئیں تو بیت المقدس کے حوالے کی گئیں، وہاں ان کی پرورش کے بارے میں اختلاف ہوا، ہر شخص ان کی پرورش کرنا چاہتا تھا، مگر قال ان کے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکلا، اس لئے انھوں نے حضرت مریم کو اپنی پرورش میں لے لیا، یہ ساری بات آگے اسی سورت میں آ رہی ہیں، پھر کنواری مریم رضی اللہ عنہا کے بطن سے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، پس وہ عمران کی اولاد ہوئے، اس طرح ان کی اہلیت اور الوہیت کی تردید ہو گئی۔

سورت کی فضیلت: صحیح حدیث میں سورۃ البقرۃ اور آل عمران کو الزُّهُرُ اَوْنِیْنِ: دو روشن، چمکدار اور خوبصورت سورتیں کہا گیا ہے، معلوم ہوا کہ دونوں سورتوں کا موضوع مشترک ہے، اور دونوں کو پڑھنے کا حکم ہے، اور مسلم شریف کی حدیث میں اس کی درج ذیل فضیلت بھی آئی ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) قرآن کریم آئے گا، اور اس کے وہ پڑھنے والے (بھی)

آئیں گے جو دنیا میں اس پر عمل کرتے تھے، اس (قرآن یا قرآن پڑھنے والوں) کے آگے سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران ہوگی، حدیث کے راوی حضرت نو اس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اور نبی ﷺ نے ان دونوں سورتوں کے لئے تین مثالیں یعنی پیکر محسوس بیان فرمائے جن کو میں اب تک نہیں بھولا، فرمایا: یٰٰتِیِّانِ کَاٰتِھُمَا غِیَابَتَانِ، وَبَیْنھُمَا شَرْقٌ: وہ دونوں سورتیں آئیں گی گویا وہ دونوں دوساں بان ہیں، اور ان دونوں کے درمیان روشنی ہوگی (جوان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرے گی) اَو کَاٰتِھُمَا عِصْمَتَانِ مَوْدَاوَانِ: یا گویا وہ دونوں دوسیاہ بادل ہونگے، اَو کَاٰتِھُمَا ظِلَّةٌ مِّنْ ظِلْمٍ: یا گویا وہ دونوں ظلم میں اڑنے والے پرندوں کا ساں بان ہونگے، تَجَادِلَانِ عَنِ صَاحِبھِمَا: وہ جھگڑیں گی اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے۔

تشریح: اس جھگڑے کی حقیقت یہ ہے کہ قاری کی نجات و عذاب کے اسباب میں تعارض سامنے آئے گا، اس کے گناہ اس کی بربادی کو چاہیں گے، اور زہراۃ الدین کی تلاوت نجات کو، اور بالآخر سبب نجات یعنی تلاوت زہراوین کو دیگر اسباب ہلاکت پر ترجیح حاصل ہوگی، اور وہ بندہ ناجی ہوگا۔

ربی یہ بات کہ قرآن کے اور زہرا وین کے قیامت کے دن آنے کا کیا مطلب ہے؟ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پڑھنے کا ثواب قیامت کے دن آئے گا، بعض اہل علم نے اس حدیث کی اور اس سے ملتی جلتی حدیثوں کی بھی شرح کی ہے کہ قیامت کے دن قرآن پڑھنے کا ثواب آئے گا، کیونکہ پڑھنا ایک معنوی چیز ہے، اس کے آنے کی کوئی صورت نہیں، اور اسی حدیث میں اس تفسیر کا قرینہ موجود ہے، فرمایا: **وَأَهْلَهُ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ بِهِ فِي الدُّنْيَا**: اور اس کے وہ پڑھنے والے بھی آئیں گے جو دنیا میں اس پر عمل کرتے تھے، ظاہر ہے پڑھنے والے الگ ہیں اور یہ آنے والے الگ ہیں، اس لئے لاحالہ ان کے عمل کا ثواب مراد لیا جائے گا۔

مگر اشکال پھر بھی باقی رہتا ہے، اگر قرآن اور زہرا وین معنوی چیزیں ہیں تو ثواب بھی معنوی چیز ہے، وہ کیسے آئے گا؟ اس لئے صحیح بات وہ ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمائی ہے کہ یہ عالم مثال کے احوال ہیں اس عالم میں تمام معنویات متمثل ہوگئی، ان کو وہاں پیکر محسوس ملے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے باب عالم المثال میں اپنے اس دعویٰ پر بے شمار دلیلیں پیش کی ہیں، ان کو دیکھنا چاہئے۔

سورة بقرہ اور سورة آل عمران میں ہم آہنگی

سورۃ الفاتحہ میں ہدایت طلبی کی درخواست تھی، سورۃ البقرۃ اس کے جواب سے شروع ہوئی ہے، قرآن کریم سبھی انسانوں کو خاص طور پر متقیوں کو سیدھی راہ دکھاتا ہے، پھر متقیوں کے بالمقابل کافروں کا، پھر بیچ کے منافقوں کا تذکرہ کیا

ہے، اس کے بعد ایک رکوع میں توحید، رسالت اور آخرت کا ذکر ہے، جو اسلام کے بنیادی عقائد ہیں، پھر جہاں سے انسانیت کی ابتدا ہوئی ہے، یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور ان کی خلافت ارضی کا بیان ہے، پھر ان کی نسل میں سے بنی اسرائیل کا ذکر شروع ہوا ہے، ایک رکوع میں ان کو ایمان کی دعوت دی ہے، پھر بنی اسرائیل کے پہلے گروہ یہود پر اللہ کے گیارہ انعامات کا ذکر ہے، پھر ان کی پانچ گستاخیوں کا، پھر ان کی قساوتِ قلبی کے پانچ نتائج کا، پھر ان کی دوسری گیارہ برائیوں کا تذکرہ ہے، پھر آخر میں مسلمانوں کے ساتھ ان کے سولہ بد معاملات کا ذکر کر کے آیت ۱۳۳ پر ان کا تذکرہ ختم کر دیا ہے۔ اور بنی اسرائیل کے آخری گروہ عیسائیوں کا تذکرہ نہیں کیا، ان کا تذکرہ سورۃ آل عمران کی شروع کی توے آیات میں ہے۔

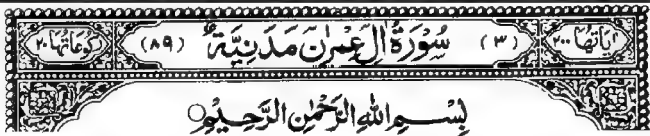
پھر آیت ۱۳۳ سے بنی اسماعیل کا تذکرہ شروع ہوا ہے، جو آیت ۱۶۲ تک چلا گیا ہے، پھر آیت ۱۶۳ سے ملتِ ابراہیمی اسماعیلی پر مبعوث خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کا تذکرہ شروع کیا ہے، جو آخر سورت تک چلا گیا ہے، اور سورۃ بقرۃ مسلمانوں کی اس دعا پر پوری ہوئی ہے کہ الہی! ہماری اسلام کا انکار کرنے والوں کے مقابلہ میں مدد فرما!

جاننا چاہئے کہ بنی اسرائیل (اولادِ یعقوب) کے دو گروہ ہیں: یہود اور نصاریٰ۔ عیسائی بھی بنی اسرائیل ہی تھے، سورۃ الفرقان میں اس کی صراحت ہے، پھر پولوس نے عیسائیت کو عالمی مذہب بنایا ہے، سورۃ آل عمران اس دوسرے گروہ کے تذکرے سے شروع ہوئی ہے، جزیرۃ العرب کے جنوب مشرق میں یمن ہے، اس کے شمالی حصہ میں نجران ہے، عہد نبوت میں یہاں عیسائیوں کی آبادی تھی، سندس ہجری میں ان کا ایک مقرر وفد مدینہ منورہ آیا، اس میں ان کے چودہ اکابر تھے، انھوں نے نبی ﷺ سے عیسیٰ علیہ السلام کی اہمیت پر گفتگو کی، ان کے سامنے پیش کرنے کے لئے اس سورت کی توے آیتیں نازل ہوئیں، جن میں عقیدہ تثلیث اور اہمیت کی مدلل تردید ہے، غرض جس طرح سورۃ بقرۃ میں خطابِ یہود سے تھا اس سورت میں نصاریٰ سے ہے۔

پھر آخر سورت تک غزوہ بدر واحد کا تذکرہ ہے، اور اس کا تعلق: ﴿وَإِنْصَرْنَا عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ سے ہے، مسلمانوں نے دعا کی تھی: اے اللہ! ہماری اسلام کا انکار کرنے والوں کے مقابلہ میں مدد فرما! ان کو بتلایا کہ غزوہ بدر میں اللہ نے مسلمانوں کی مدد کی، ان کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی، یہ مسلمانوں کا کافروں سے پہلا مقابلہ تھا، مسلمان ہتھ سے لیس تھے، پھر بھی مسلمانوں کو معجزاتی کامیابی حاصل ہوئی، اس کے ایک سال بعد کفار نے پھر مدینہ پر چڑھائی کی، اور احد پہاڑ کے دامن میں مقابلہ ہوا، شروع میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا، پھر پانسوا پلٹا، جو منافقین کی حرکت کا اور پچاس تیر اندازوں کی نافرمانی کا نتیجہ تھا، پھر میدان مسلمانوں کے ہاتھ آیا، دشمن دم بابر بھاگا۔ ان دونوں غزوات

کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ اور دونوں کی مختلف حالتوں کی مصلحتیں بیان کی ہیں۔

سورت کی ابتدائی آیات کا شانِ نزول: بن نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا، اس وفد میں ساٹھ اشخاص تھے، جن میں چودہ معززین تھے، عبدالمسیح، اہم اور ابو حارثہ اس وفد کے امیر، مگر اس اور عالم و ترجمان تھے، اس وفد نے کئی دنوں تک رسول اللہ ﷺ کے پاس قیام کیا، تو حیدر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اہمیت کے مسئلہ پر کئی دنوں تک یہ لوگ آپ سے بحث کرتے رہے، آپ دلائل کے ذریعہ ان کی تردید فرماتے، لیکن یہ کسی طرح اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے، بالآخر آپ ﷺ نے ان کو مہلبہ کی دعوت دی — جس کا ذکر آگے آئے گا — اس سورۃ کی ابتدائی آیتیں اسی واقعہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۴: ۳)



الْعَمَّ ۝ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ ۝ إِنَّ الدِّينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ۝ إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۝ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

الْعَمَّ	الف، لام، میم	الْقَيُّومُ ^(۱)	تھانے والا	مُصَدِّقًا	سچا ہونے والی
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	نَزَّلَ ^(۲)	اتاری (اس نے)	لِّمَا	ان کتابوں کو جو
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ	کوئی معبود نہیں	عَلَيْكَ	آپ پر	بَيْنَ يَدَيْهِ	اس سے پہلے ہیں
الْفُرْقَانُ	مکروبی	الْكِتَابِ ^(۳)	(خاص) کتاب	وَأَنزَلَ	اتاری
الْحَيُّ	زندہ	بِالْحَقِّ	دین حق کے ساتھ	التَّوْرَةَ	تورات

(۱) القیوم: صیغہ مبالغہ، از قاتم: وہ ذات جو خود قاتم اور دوسروں کو قاتم رکھے والی ہے (۲) نَزَّلَ تَنْزِيلًا: رفتہ رفتہ تھوڑا تھوڑا اتارنا، اور انزل انزالًا: یکبارگی اتارنا (۳) الْكِتَاب: ال عہدی ہے، مرقرآن کریم ہے۔

وَالْأَنْجِيلَ	اور انجیل	لَهُمْ	ان کے لئے	وَلَا فِي السَّمَكِ	اور نہ آسمان میں
مِنْ قَبْلُ	اس سے پہلے	عَذَابٌ شَدِيدٌ	درناک سزا ہے	هُوَ الَّذِي	وہی ہیں جو
هَدَىٰ	راہ نما	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	يُصَوِّرُكُمْ	ناک نقشہ بناتے ہیں تمہارا
لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے	عَزِيزٌ	زبردست	فِي الْأَرْحَامِ	بچہ دانیوں میں
وَأَنْزَلَ	اور اتاری	ذُؤَاتِهَا	بدلہ لینے والے ہیں	كَيْفَ يَشَاءُ	جس طرح چاہے ہیں
الْفُرْقَانَ ^(۱)	فیصلہ گن کتاب	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	لَا إِلَهَ	نہیں کوئی معبود
إِنَّ الَّذِي	پیشک جن لوگوں نے	لَا يَخْفَىٰ	نہیں پوشیدہ	إِلَّا هُوَ	مگر وہی
كَفَرُوا	نہیں مانا	عَلَيْهِ شَيْءٌ	ان پر کوئی چیز	الْعَزِيزُ	زبردست
بِآيَاتِ اللَّهِ	اللہ کی باتوں کو	فِي الْأَرْضِ	زمین میں	الْحَكِيمُ	ہدی حکمت والے ہیں

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی راہ نمائی کے لئے قرآن کریم نازل کیا

یہ سورت توحید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، کیونکہ اس کے شروع میں عیسیٰ علیہ السلام کی ہیبت کی نفی ہے، فرماتے ہیں: کائنات کے خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہیں، وہی زندہ جاوید ہیں، وہی کائنات کو سنبھالنے والے ہیں، پس وہی معبود برحق ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کوئی اور ہمیشہ زندہ نہیں، ہر کسی پر موت آنے والی ہے، عیسیٰ علیہ السلام پر بھی موت آئے گی، نہ کوئی کائنات کو سنبھالنے والا ہے، عیسیٰ علیہ السلام یہود کی چیرہ دستیوں (زبردستیوں) سے خود کو نہیں بچا سکے، اللہ نے ان کو بچایا، اور آسمان میں اٹھالیا، پس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں!

اور قیوم (کائنات کو سنبھالنے والے) کی ذمہ داری ہے کہ وہ کائنات کی چارہ سازی (یاری) کرے، اس کی مادی اور روحانی ضروریات پوری کرے، مادی ضروریات کا انتظام تو اظہر من الشمس ہے، اور روحانی ضرورت کی تکمیل کے لئے اب قرآن کریم نازل کیا ہے، جو دین کی تعلیمات پر مشتمل ہے، جن پر عمل کر کے انسان دارين میں سرخ زد ہو سکتا ہے، جیسے پہلے اسی مقصد سے تورات و انجیل کو نازل کیا تھا، وہ بھی لوگوں کی دینی راہ نمائی کے لئے نازل کی گئی تھیں، قرآن کریم ان کتابوں کو سچا بناتا ہے، ان کی تکذیب نہیں کرتا، کیونکہ سب ایک چشمہ سے نکلنے والی نہریں ہیں۔

البتہ قرآن کریم کی ایک خاص صفت فرقان (فیصلہ کن) ہے، وہ حق اور باطل کو صحیح اور غیر صحیح کو جدا کرتی ہے، یہود و نصاریٰ میں جن باتوں میں اختلاف ہے ان کا دو ٹوک فیصلہ کرتی ہے، مثلاً: یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح ضلالت (۱) الفرقان: صیغہ صفت اور مصدر: حق کو باطل سے جدا کرنے والی چیز (۲) صَوَّرَ تصویر: صورت گری۔

(دجال) قرار دیتے ہیں، اور جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو کفر کر دیا۔ اور نصاریٰ ان کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، اور بیٹا باپ کے حکم میں ہوتا ہے، پس وہ بھی معبود ہیں۔

یہ ایک شخصیت کے بارے میں دو متضاد رائیں ہیں، قرآن نے اس اختلاف میں فیصلہ کیا کہ وہ دجال نہیں تھے، بلکہ مسیح ہدایت اور اللہ کے رسول تھے، اللہ کے بیٹے نہیں تھے، عمران کی ذریت اور مریم کے بیٹے تھے، پس وہ ہرگز معبود نہیں، معبود کی طرف دعوت دینے والے بندے ہیں۔ اس طرح قرآن: فرقان (فیصلہ کن کتاب) ہے۔

اب جو لوگ اللہ کی آیتوں (قرآن) کا انکار کریں گے: ان کے لئے دردناک عذاب ہے، اللہ تعالیٰ زبردست اور مخالفوں سے انتقام لینے والے ہیں، انتقام لینے سے ان کو کوئی روک نہیں سکتا۔

دلیل توحید: پھر ایک اللہ کے معبود ہونے کی دلیل میں دو باتیں بیان کی ہیں: ایک: ان کا علم کائنات کے ذرہ ذرہ کو محیط ہے، دوسرا ایسا کوئی نہیں۔ دوسری بات: اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، دوسرا کوئی وجود بخشے والا نہیں، پھر ان کے سوا کوئی اور معبود کیسے ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہتے ہیں صورت گری کرتے ہیں، ناک نقشہ بناتے ہیں، آج تک کوئی دو انسان ہم شکل نہیں ہوئے، ہر ایک کی شکل و صورت جدا ہے، بلکہ منکر پرنس (افلیوں کے نشانات) بھی مختلف ہیں، ایسی قدرت والا اور کون ہے؟ وہی زبردست حکمت والی ہستی ہی معبود ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ !

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت (ناک نقشہ) بھی اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الف، لام، میم — یہ حروف بجا ہیں، ان کی حقیقی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، یہی آخری درجہ کے مشابہات ہیں — اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ جاوید، ہر چیز کو سنبھالنے والے ہیں، آہستہ آہستہ آپ پر اپنی کتاب اتاری، جو دین حق کی تعلیمات پر مشتمل ہے، وہ ان کتابوں کو چاہتا ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں، اور قرآن سے پہلے اللہ نے تورات و انجیل اتاری ہیں، جو لوگوں کے لئے راہ نمائیں، اور فیصلہ کن کتاب نازل کی، بے شک جن لوگوں نے اللہ کی باتوں کا انکار کیا ان کے لئے دردناک سزا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست انتقام لینے والے ہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں، وہی ہیں جو بچہ دانتوں میں جس طرح چاہتے ہیں تمہارا ناک نقشہ بناتے ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زبردست بڑے حکمت والے ہیں۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ ۖ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذْكُرُ إِلَّا أَهْلُ الْكِتَابِ ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْبِعَادَ ۝

ہُوَ الَّذِي	وہ جنہوں نے	فَيَتَّبِعُونَ	پس پیچھے پڑتے ہیں وہ	كُلٌّ	سب
أَنْزَلَ	اتاری	مَا تَشَابَهَ	اس کے جو تشابہ ہیں	مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا	ہمارے رب کے پاس
عَلَيْكَ	آپ پر	مِنْهُ	اس سے	سے ہے	
الْكِتَابَ	خاص کتاب	ابْتِغَاءَ	چاہتے ہوئے	وَمَا يَذْكُرُ	اور نہیں صحت پزیر ہوتے
مِنْهُ	اس کی بعض	الْفِتْنَةِ	فتنہ	إِلَّا	مگر
آيَاتٌ	آیتیں	وَابْتِغَاءَ	اور چاہتے ہوئے	أَهْلُ الْكِتَابِ	خالص عقل والے
مُحْكَمَاتٌ	محکم (مضبوط) ہیں	تَأْوِيلِهِ	اس کا مطلب	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!
هُنَّ	وہ	وَمَا يَعْلَمُ ^(۱)	حالانکہ نہیں جانتے	لَا تَزِرُ	نہ بڑھا کر
أُمُّ الْكِتَابِ	اصل کتاب ہیں	تَأْوِيلَهُ	اس کا مطلب	قُلُوبَنَا	ہمارے دلوں کو
وَأُخَرُ	اور دیگر	إِلَّا اللَّهُ	مگر اللہ تعالیٰ	بَعْدَ	بعد
مُتَشَابِهَاتٌ	تشابہ ہیں	وَالرَّاسِخُونَ ^(۲)	اور مضبوط لوگ	إِذْ هَدَيْتَنَا	ہمیں راہ دکھانے کے
فَأَمَّا الَّذِينَ	پس رہے وہ جو	فِي الْعِلْمِ	علم میں	وَهَبْ لَنَا	اور بخش ہمیں
فِي قُلُوبِهِمْ	ان کے دلوں میں	يَقُولُونَ	کہتے ہیں	مِنْ لَدُنْكَ	اپنے پاس سے
زَيْغٌ	کجی ہے	آمَنَّا بِهِ	مانتے ہیں اس کو	رَحْمَةً	مہربانی

(۱) جملہ وما يعلم: محل حال میں ہے (۲) الراسخون: مبتدا اور يقولون خبر ہے (۳) بعد: لاترغ کا ظرف ہے، اور إذ:

تعلیمیہ معنی: ان: مصدر یہ ہے، جیسے ۛ وَلَنْ يَنْفَعَكُمْ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ ۚ اِیٰی لَظْلَمَکُمْ۔

— اضافت تشریف کے لئے ہے، یعنی ان کی روح معزز تھی، جیسے آدم علیہ السلام کی روح (سورۃ الحجر آیت ۲۹) —
 لہذا اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور یہ مت کہو کہ خدا تین ہیں، ایسا کہنے سے باز آ جاؤ، اسی میں تمہاری بہتری ہے،
 اللہ تو ایک ہی معبود ہیں، وہ اس بات سے بالکل پاک ہیں کہ ان کا کوئی بیٹا ہو، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا
 ہے، اور سب کی دیکھ بھال کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہیں — اتنی واضح آیت میں سے دو لفظ غیر واضح الدلالہ کو پکڑ کر بیٹھ
 جانا کوئی عقلمندی کی بات ہے، یہ تو ناچنا نہیں آگن نیڑ ہاوالی بات ہے!

محکم و متشابہ:

محکم: (اسم مفعول) از احکام (باب افعال)، اس کے لغوی معنی ہیں: پختہ اور درست کرنا، اور محکم: وہ کلام ہے جس
 سے زبان کا جاننے والا ایک ہی معنی سمجھے، اس کی مراد بالکل واضح ہو، جیسے: ﴿إِنشَاءُ اللَّهِ إِلَهُ وَاحِدٌ، سُبْحَنَهُ أَنْ يَكُونَ
 لَهُ وَلَدٌ﴾: اللہ تو ایک ہی معبود ہیں، وہ اس بات سے بالکل پاک ہیں کہ ان کا کوئی بیٹا ہو، ایہ بالکل بے غبار بات ہے، یہی
 محکم آیت ہے۔ مگر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے الفوز الکبیر میں لکھا ہے کہ اعتبار پہلے زمانہ کے
 عربوں کا ہے، ہمارے زمانہ کے محققین کا جو بال کی کھال نکالتے ہیں، اور ہندی کی چندی کرتے ہیں: ان کی سمجھ کا اعتبار
 نہیں، کیونکہ فضول تحقیق و تدقیق ایسی لاعلاج بیماری ہے جو محکم کو نہم اور معلوم کو نامعلوم بنا دیتی ہے (الخیر الکثیر ص: ۳۵۳)
 متشابہ: (اسم فاعل) از باب تفاعل، تشابہ الشیئان کے لغوی معنی ہیں: یکساں اور ہم شکل ہونا، فرق نہ رہنا، اور
 اصطلاح میں متشابہ وہ کلام ہے جو غیر مفہوم، غیر واضح یا مختلف معانی کا احتمال رکھتا ہو جیسے: ﴿کَلِمَتُهُ﴾ اور ﴿رُؤُوسُهُ﴾
 ان کا ایک مطلب وہ ہے جو اوپر بیان کیا، اور دوسرا مطلب نجران کے عیسائی وفد نے لیا، پس یہ تشابہ الفاظ ہیں۔

متشابہات کے مراتب:

پھر متشابہات کے مختلف درجات و احکام ہیں:

(الف) وہ کلام جس کی مراد بالکل ہی واضح نہ ہو، کچھ پتے نہ پڑے، جیسے مختلف سورتوں کے شروع میں حروف
 مقطعات (حروف ہجا) آئے ہیں، یہ اعلیٰ درجہ کے متشابہات ہیں، ان کے معانی ایک راز ہیں، جن کا کرنے اس کو کھولنے
 کی کوشش کی ہے وہ پوری طرح کامیاب نہیں ہوئے۔

(ب) ذات و صفات باری تعالیٰ کی کیفیات اوسط درجہ کے متشابہات ہیں، وہ انسان کی محدود عقل سے ماوراء ہیں،
 مثلاً: اللہ تعالیٰ کا عرش (تخت شاہی) پر متمکن ہونا، اس کی مراد واضح ہے کہ کائنات پر کنٹرول اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، مگر اس کی

حقیقت کا علم انسان کی عقل سے بالاتر ہے، اس لئے کہ یہ ماورائے طبعی حقیقت ہے، یعنی دوسری دنیا کی بات ہے، اور انسان محسوسات کے دائرہ میں سمجھنے کا عادی ہے، اس لئے اس کی کھود کرید کرنے کے بجائے اجمالی طور پر ایمان رکھ کر کیفیت کو اللہ کے حوالے کرنا چاہئے۔

(ج) کبھی کلام کے پیچیدہ وجوہ مختلف معانی ہو سکتے ہیں، یا تو اس وجہ سے کہ ضمیر کے مراجع مختلف ہو سکتے ہیں، یا لفظ دو معنی میں مشترک ہے، یا قریب پر بھی عطف ہو سکتا ہے، اور بعید پر بھی، یا بملہ میں عطف کا بھی احتمال ہے اور استیفاء کا بھی، مثالیں الخیر الکثیر شرح الفوز الکبیر میں ہیں، ایسی جگہوں میں مراد مبہم ہو جاتی ہے، اور یہ صورتیں اذ کیا کی جو لان گاہ ہیں، اور ان کی مراد کی تعیین میں کبھی اختلاف بھی ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں تقلید کے سوا چارہ نہیں۔

تشابہات کے بارے میں پختہ کار لوگوں کا موقف:

نادان لوگ پہلی اور دوسری قسم کے تشابہات کو لے دوڑتے ہیں، جیسا نجران کے عیسائیوں نے کیا، وہ آیات کے وہ معانی جو محکمات کے موافق ہوتے ہیں چھوڑتے ہیں، اور ان کے سطحی معانی لیتے ہیں جو قرآن کی تصریحات اور متواتر بیانات کے خلاف ہوتے ہیں، یہ ان کی کج روی اور ہٹ دھرمی ہے۔

بلکہ بعض فتنہ پسند لوگ تو ان آیات سے لوگوں کو مغالطہ دے کر گمراہی میں پھنساتے ہیں، اور کمزور عقیدہ والے تشابہات کو توڑ مروڑ کر اپنا مطلب نکالتے ہیں، حالانکہ ان کا صحیح مطلب اور حقیقی مراد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور جو لوگ مضبوط علم رکھتے ہیں وہ محکمات و تشابہات: دونوں کو حق جانتے ہیں، انہیں یقین ہے کہ دونوں قسم کی آیات ایک ہی سرچشمہ سے آئی ہیں، جن میں تناقض و تخالف کا احتمال نہیں، پھر وہ تشابہات کو محکمات کی طرف لوٹا کر صحیح مطلب نکال لیتے ہیں، اور جو حصہ ان کے دائرہ فہم سے بالاتر ہوتا ہے اس کو اللہ پر چھوڑتے ہیں کہ وہی بہتر جانتے ہیں، ہمیں ایمان سے مطلب!

نیز علم میں پختہ کار لوگ اپنے کمال علمی اور قوت ایمانی پر مغرور و مطمئن بھی نہیں ہوتے، بلکہ استقامت اور فضل و عنایت کے طلب گار رہتے ہیں، تاکہ کمائی ہوئی پونجی ضائع نہ ہو جائے، وہ دعا کرتے ہیں کہ الہی! دل سیدھے ہونے کے بعد حج نہ کر دیئے جائیں، کیونکہ ایک دن ضرور آکر رہے گا جس میں کج رجحان مسائل میں جھگڑتے ہیں ان کا دلوں کو فیصلہ کر دیا جائے گا، اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا (ما غوذا زواہد شیخ الہند)

آیات پاک: — اللہ وہ ہیں جنہوں نے آپؐ پر اپنی کتاب اتاری، اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں، وہی قرآن کی اصل آیتیں ہیں، اور دوسری تشابہ ہیں — اب رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ قرآن کی ان آیات کے پیچھے

پڑتے ہیں جو ان میں سے متشابہ ہیں، فتنہ پیدا کرنے کی غرض سے اور ان کا مطلب جاننے کے مقصد سے — عطف
تفسیری ہے، دونوں باتوں کا مطلب ایک ہے — حالانکہ ان کا مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور جو علم میں پختہ
کار لوگ ہیں وہ کہتے ہیں: ”ہمارا ان پر ایمان ہے، سب آیات ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں“ — اور نصیحت وہی
لوگ قبول کرتے ہیں جو خالص عقل والے ہیں — وہی متشابہات میں غور و خوض سے بچتے ہیں۔

اور راسخین دعا کرتے ہیں: — اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کریں اس کے بعد کہ آپ نے ہمیں
راہ دکھائی، اور ہمیں خاص اپنے پاس سے مہربانی سے نوازیں، بے شک آپ ہی بڑے بخشنے والے ہیں، اے ہمارے رب!
بے شک آپ لوگوں کو ایک ایسے دن میں جمع کرنے والے ہیں جس میں ذرا شک نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کا
خلاف نہیں کریں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ
وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ۖ كَذَابٍ ۚ إِلَٰهٍ فِرْعَوْنُ ۖ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ كَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا ۖ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۖ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۖ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا
سَعْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْبِهَادُ ۖ

اور اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ	جیسے حالت	کذاب	بے شک جنہوں نے	إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
سخت سزا دینے والے ہیں	شَدِيدُ الْعِقَابِ	فرعون والوں کی	إِلَٰهٍ فِرْعَوْنُ	اسلام قبول نہیں کیا	كَفَرُوا
کہہ دو	قُلْ	اور ان کی جو	وَالَّذِينَ	ہرگز نہ نہیں آئیں گے	لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ
ان لوگوں سے جنہوں نے	لِلَّذِينَ كَفَرُوا	ان سے پہلے ہوئے	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان کے	أَمْوَالُهُمْ
اسلام قبول نہیں کیا	سَعْلَبُونَ	جھٹلایا انہوں نے	كَذَّبُوا	ان کے اموال	وَلَا أَوْلَادُهُمْ
عقربے مغلوب ہو گئے تم	وَتُحْشَرُونَ	ہماری آجوں کو	بِآيَاتِنَا	اور نہ ان کی اولاد	مِنَ اللَّهِ شَيْئًا
اور جمع کئے جاؤ گے تم	إِلَىٰ جَهَنَّمَ	پس پکڑا ان کو	فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ	اللہ سے کچھ بھی	وَأُولَٰئِكَ هُمْ
دوزخ کی طرف	وَبِئْسَ الْبِهَادُ	اللہ نے	يَذُنُوبِهِمْ	اور وہی لوگ	وَقُودُ النَّارِ
اور برا سہوہ بھڑونا		ان کے گناہوں کی وجہ سے		دوزخ کا ایندھن ہیں	

وفد نجران کو ایمان کی دعوت، اگر ایمان نہیں لائیں گے تو ہاریں گے اور برا حشر ہوگا

جب قیامت کا ذکر آ گیا تو اب وفد نجران کو ایمان کی دعوت دیتے ہیں تاکہ وہ دارین میں سرخ رو ہوں، کیونکہ اگر وہ ایمان نہیں لائیں گے تو کوئی چیز ان کو دنیا و آخرت کے عذاب سے بچا نہیں سکے گی، جو حال فرعونوں کا اور ان سے پہلے والوں کا ہوا وہی حال ان کا بھی ہوگا، انھوں نے بھی اللہ کی باتوں کو جھٹلایا تو وہ اپنے گناہوں کی پاداش میں پکڑے گئے، یمن والے بھی اسلام کے مقابلہ میں ہاریں گے، اور آخرت میں ان کو دوزخ کے عذاب سے سابقہ پڑے گا، اور دوزخ ان کا برا ٹھکانہ ہوگا۔

آیات کریمہ: جن لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا ان کے ہرگز کام نہیں آئیں گے ان کے اموال اور نہ ان کی اولاد اللہ کے مقابلہ میں کچھ بھی! اور وہی لوگ دوزخ کا ایذا من ہو گئے، جیسے فرون والوں کا اور ان سے پہلے والوں کا حال، انھوں نے ہماری باتوں کو جھٹلایا، تو اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑا، اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔ ان لوگوں سے کہہ دو جنھوں نے اسلام قبول نہیں کیا کہ غفریب تم ہارو گے، اور جہنم کی طرف جمع کئے جاؤ گے، اور وہ برا بھونٹا ہے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأَى الْعَيْنِ ۗ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصَرِهِ مَن يَشَاءُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ۝ زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْأَحْرَبِ ۚ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۗ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ۝

قَدْ كَانَ	تحقیق تھی	التَّقَاتَا	ملی دونوں	اللہ	اللہ کے
لَكُمْ	تمہارے لئے	فِئَةٌ	ایک جماعت	وَأُخْرَىٰ	اور دوسری
آيَةٌ	بڑی نشانی	تُقَاتِلُ	لڑ رہی ہے	كَافِرَةٌ	منکر ہے
فِي فِئَتَيْنِ	دو جماعتوں میں	فِي سَبِيلِ	راستے میں	يُرَوْنَهُمْ ^(۱)	دیکھتے ہیں وہ خود کو

(۱) فعل رویت میں ضمیر فاعل وفعول کا مصداق ایک ہو سکتا ہے، جیسے رأیتنی: دیکھا میں نے مجھ کو (خواب میں)

مَثَلِهِمْ ^(۱)	مسلمانوں سے دو چند	رُئِينَ	خوشنمائی گئی	وَالْحَيْلِ	اور گھوڑوں سے
رَأَى الْعَيْنِ	آنکھ سے دیکھنا	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے	الْمُسَوِّمَةِ	نشان لگائے ہوئے
وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	حُبُّ الشَّهَوَاتِ	خواہشات کی چاہت	وَالْأَعْلَامِ	اور موسیٰ سے
يُؤَيِّدُ	قوی کرتے ہیں	مِنَ النِّسَاءِ ^(۲)	عورتوں سے	وَالْحَرْثِ	اور کھیتی سے
يَنْصُرُهُ	اپنی مدد سے	وَالْبَيْنِ	اور بیٹوں سے	ذَلِكَ مَتَاعُ	یہ ہرے کا سامان ہے
مَنْ يَشَاءُ	جس کو چاہے ہیں	وَالْفَتَاظِيرِ	اور خزانوں سے	الْحَيَاةِ الدُّنْيَا	دنیا کی زندگی میں
إِنَّ فِي ذَلِكََ	بے شک اس میں	الْمُقْتَضَرَةِ	ڈھیر کئے ہوئے	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
لَعِبْرَةً	البتہ سبق ہے	مِنَ الذَّهَبِ	سونے سے	عِنْدَهُ	ان کے پاس
لِأُولِي الْأَبْصَارِ	آنکھوں والوں کیلئے	وَالْفِضَّةِ	اور چاندی سے	حُسْنُ الْمَأْثَبِ	اچھا ٹھکانہ ہے

بدر میں کفار تین گنا تھے، مگر بری طرح ہارے

گذشتہ آیت میں وفد نجران سے کہا ہے: ﴿سَتُغْلِبُونَ﴾: ابھی ہارو گے، ایمان لاؤ، مقابلہ پر آؤ گے تو پسپا ہوؤ گے، اس پر وہ خیال کر سکتے ہیں کہ دنیا میں جیسا بیوں کی تعداد زیادہ ہے، پھر ہم کیسے ہاریں گے؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہار جیت کا مدار فوج کی کمی بیشی پر نہیں، اللہ کی مدد پر ہے، بدر میں مشرکین مکہ سہ چہند (تنگنے) تھے، پھر بھی بری طرح ہارے، اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی مدد کی تو انھوں نے پالا مار لیا، اس میں وفد نجران کے لئے سامان عبرت ہے، کاش وہ تعصب کا چشمہ اتار کر دیکھیں!

﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَى كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِثْلَهُمْ رَأَى الْعَيْنِ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصَرِهِ مَنْ يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَلِكََ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ۝﴾

ترجمہ: بالتحقیق تمہارے لئے بڑی نشانی ہے ان دو جماعتوں میں جو باہم بھڑیں، ایک جماعت راہِ خدا میں لڑ رہی تھی، اور دوسری کافر تھی، وہ سر کی آنکھوں سے خود کو (مسلمانوں سے) دو چہند دیکھ رہے تھے — کفار تقریباً ایک ہزار تھے، جن کے پاس سات سواونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے، دوسری طرف مسلمان مجاہدین تین سو سے کچھ اوپر تھے، جن کے (۱) مہملین: حشیش کی اضافت کی ہے، اس لئے نون گرا ہے، اور مطلق زیادتی مراد ہے، اس لئے دو چہند ترجمہ کرتے ہیں، دو گنا ترجمہ نہیں کرتے، پس یہ تین گنا کو بھی شامل ہے، بدر میں کفار تین گنا تھے (۲) یمن: بیانیہ، الشہوات کا بیان ہے، آگے چھ چیزیں مذکور ہیں، جو درجہ بدر چھ ہیں۔

پاس کل ستر اونٹ، دو گھوڑے، چھڑ ہیں اور آٹھ تلواریں تھیں (فوائد شیعہ الہند) اور دشمن نے عمیر بن وہبؓ کی کوسلمانوں کی جماعت کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجا، وہ گھوڑے پر سوار ہو کر دور دور چکر لگا کر واپس گیا اور کہا: کوئی کمین اور مدد تو نہیں ہے مگر اے گروہ قریش! میں دیکھتا ہوں کہ مدینہ کے اونٹ موت احمر (قتل) کو اپنے اوپر لادے ہوئے ہیں، خدا کی قسم! میں دیکھتا ہوں کہ جب تک وہ لوگ اپنے مقابل کو مار نہیں لیں گے میدان سے نہیں گے نہیں! پس اگر ہمارے آدمی مارے گئے تو پھر زندگی کا لطف کیا؟ پس سوچ کر کوئی رائے قائم کرو — اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے جسے چاہے جس قوی کرتے ہیں، بے شک اس میں یقیناً آنکھوں والوں کے لئے سامانِ عبرت ہے!

نجران کا وفد بات سمجھے ہوئے تھا، مگر مال و منال کی محبت ایمان کا روڑا بنی ہوئی تھی

رازی رحمہ اللہ نے ابن اسحاق کی سیرت سے نقل کیا ہے کہ جب وفدِ نجران بہ قصد مدینہ روانہ ہوا تو ان کا بڑا پاروی ابو حارثہ بن علقمہؓ پر سوار تھا، خچر نے ٹھوکر کھائی تو اس کے بھائی گرز کی زبان سے نکلا: ”برا آدمی برباد ہوا“ تَعَسَّ الْأَعْدَا! (خاکم بدہن! اس کی مراد نبی ﷺ تھے) ابو حارثہ نے کہا: تَعَسَّتْ أُمَّك! تیری ماں برباد ہو! یعنی تو برباد ہو! گرز نے حیران ہو کر اس کلمہ کا سبب پوچھا، ابو حارثہ نے کہا: ”ہم بخدا خوب جانتے ہیں کہ یہ (نبی ﷺ) وہی نبی مقرر ہیں جن کی بشارت ہماری کتابوں میں دی گئی ہے“ گرز نے کہا: پھر ماننے کیوں نہیں؟ ابو حارثہ نے جواب دیا: ”اگر ہم ان پر ایمان لے آئیں تو یہ بادشاہ جو بے شمار دولت ہم کو دے رہے ہیں، اور اعراز و اکرام کر رہے ہیں سب واپس لے لیں گے“

اس وفد میں تین بڑے آدمی تھے: (۱) عبد المسیح عاقب، یہ قافلہ کا امیر اور سردار تھا (۲) ابیہم الشید، رائے اور تدبیر تانا تھا (۳) ابو حارثہ بن علقمہ، سب سے بڑا مذہبی عالم اور لاٹ پادری تھا، یہ شخص عرب کے مشہور قبیلہ بنی کمر بن وائل سے تعلق رکھتا تھا، پھر پکا نصرانی بن گیا، سلاطینِ روم نے اس کی مذہبی چٹنگی اور مجاہد و شرف کو دیکھتے ہوئے اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی، اور علاوہ پیش قدمی قرار مالی امداد کے، اس کے لئے گرجے تعمیر کئے، اور مذہبی امور کے اعلیٰ منصب پر مقرر کیا (فوائد شیعہ الہند)

گرز نے بھائی کی بات دل میں رکھ لی، اور بالآخر وہی بات ان کے ایمان کا سبب بنی، اب ایک آیت میں اسی کی بات کا جواب ہے کہ وہ لوگ حق واضح ہونے کے بعد محض دنیوی مفادات کی خاطر ایمان نہیں لائے، حالانکہ وہ خوب سمجھتے تھے کہ مال و دولت اور جماعت کی کثرتِ خدائی سزا سے نہیں بچا سکتی، نہ آخرت میں عذابِ الیم سے چھٹکارا مل سکتا ہے، دنیا کی بہار چند روزہ ہے، آخرت میں اچھا انجام مومنین ہی کے لئے ہے۔

هُزِّيْنَ لِلنَّاسِ حُبَّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِطَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْخَرْبِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ

عِنْدَكَ حُسْنُ الْكَأَبِ ﴿۷۰﴾

ترجمہ: لوگوں کے لئے مرغوب چیزوں کی محبت خوش نما بنادی گئی، یعنی عورتیں، لڑکے، سونے چاندی کے لگے ڈھیر، نشان زدہ گھوڑے، مویشی اور کھیتی، یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں برتنے کا سامان ہیں، اور اچھا ٹھکانہ اللہ کے پاس ہے! تفسیر: آیت میں چھ مرغوب چیزوں کا ذکر ہے، وہ درجہ بدرجہ اہم ہیں:

۱- مرد کے لئے سب سے زیادہ مرغوب عورت ہے، وہ دل زبا ہے، اس میں پھنس کر آدمی آخرت سے غافل ہو جاتا ہے، البتہ دنیا کا بہترین سامان بھی نیک بیوی ہے، جس کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو جائے، اس کو حکم دیا جائے تو فرمان بردار پائے شوہر کی غیر حاضری میں اس کے مال کی اور اپنی عصمت کی حفاظت کرے، اس سے بہتر کیا چیز چاہئے!

۲- جاہلیت قدیمہ اور جدیدہ میں لڑکے محبوب ہیں، بیوی کے بعد ان کا نمبر ہے، لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے، لڑکے بڑھاپے کی لالچی ہیں اور لڑکیاں پریاسر مایہ ہیں، مگر اسلام میں دونوں اولاد ہیں، اور دونوں یکساں پسندیدہ ہیں، بلکہ لڑکیاں دنیا میں نیک نامی اور آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہیں، ہمارے نبی ﷺ کا نام صاحبزادی کی اولاد سے روشن ہے۔

۳- القناطر: القنطار کی جمع ہے: مال کثیر، المقنطرة: اسم مفعول، ڈھیر کیا ہوا، مصدر قنطرة: (باب فعللة) یہ القناطر کی صفت ہے، مبالغہ کے لئے عربی میں تالخ: مہمل نہیں ہوتا، معنی دار ہوتا ہے، اور وہ موصوف میں معنی کی زیادتی کرتا ہے، جیسے ظلاً ظليلاً: گھنا سا۔

۴- الْمُسَوَّمَة: اسم مفعول: نشان لگایا ہوا یعنی شاندار، ممتاز، مصدر تَسَوَّم (باب تفعیل) اسی سے سِمْماء ہے: چہرے کا نشان۔ عرب اپنے بہترین گھوڑے پر مخصوص نشان لگاتے تھے۔

۵- متاع: چند روز برتنے کا سامان، جیسے صافی (چو لہے کا کپڑا) جب وہ مٹی ہو جاتی ہے تو پھینک دیتے ہیں، اور دوسرا پرانا کپڑا اس کی جگہ کھدیتے ہیں، یہی حال دنیا کے مال سامان کا ہے، ایک دن اس کو چھوڑ کر چل دینا ہے!

قُلْ أَوْ نَسِيتُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذَلِكَُمُ الَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّتْ تَجْرِي مِّنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿۷۱﴾ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا أَمَتٌ فَأَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَفِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۷۲﴾ الصَّابِرِينَ وَ الصَّادِقِينَ وَ الْقَنَاتِينَ وَ الْمُنْفِقِينَ وَ الْمُسْتَغْفِرِينَ ﴿۷۳﴾ بِالْأَسْحَارِ ﴿۷۴﴾

قُلْ	آپ پوچھیں	خَلِيلَيْنَ فِيهَا	سدا رہنے والے ان میں	لَا تَنفَا أَمَنَّا	بی شک ہم ایمان لائے
أَوْ نَذِيبُكُمْ	کیا میں تم کو تباؤں	وَأَزْوَاجٍ	اور بیویاں	فَاغْفِرْ لَنَا	پس بخش دیں ہمارے لئے
بِخَيْرٍ	بہتر چیز	مُطَهَّرَةً	ستھری	ذُنُوبَنَا	ہمارے گناہ
مَنْ ذَا لِكُمْ ^(۱)	ان سے؟	وَرِضْوَانٍ	اور خوشنودی	وَقِنَا	اور بچائیں ہمیں
لِلَّذِينَ	ان لوگوں کے لئے جو	مِنَ اللَّهِ	اللہ کی	عَذَابِ النَّارِ	دوزخ کے عذاب سے
اتَّقُوا ^(۲)	ڈرتے ہیں	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	الضَّالِّينَ ^(۵)	مصرعہ
عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے رب کے پاس	بَصِيرٌ	خوب دیکھنے والے ہیں	وَالضَّالِّينَ	اور راست گفتار
جَنَّتْ	باعث ہیں	بِالْعِبَادِ	بندوں کو	وَالضَّالِّينَ	اور فرمان بردار
تَجْرِي	بہتی ہیں	الَّذِينَ ^(۳)	جو لوگ	وَالْمُتَّقِينَ	اور خراج کرنے والے
مِنْ تَحْتِهَا ^(۴)	ان میں	يَقُولُونَ	کہتے ہیں	وَالْمُسْتَغْفِرِينَ	اور گناہ بخشوانے والے
الَّذِينَ	نہیں	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	بِالْأَسْحَارِ	سحری کے وقت میں

مؤمنین کے لئے دنیا کے مال و منال سے بہتر نعمتیں ہیں

ابدی فلاح اُن چیزوں سے حاصل نہیں ہوتی جو نجران والوں کے پیش نظر ہیں، ان سے تو دنیا میں محض چند روز فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، اور جو لوگ کفر و شرک سے بچ جائیں ان کے لئے آخرت میں تین نعمتیں ہیں، جو اُن نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔

ایک: ان کو ایسے باعث ملیں گے جن میں نہریں رواں دواں ہیں، جن کی وجہ سے وہ باغ سدا بہار ہیں، اور وہ باغ ان کو ہمیشہ کے لئے ملیں گے، وہ ان میں سدا رہیں گے۔

دوم: ان کو وہاں پاکیزہ بیویاں ملیں گی، جو میل کچیل اور حیض و نفاس وغیرہ سے پاک صاف ہوگی، کیونکہ جنت میں اولاد نہیں ہوگی، اس لئے حیض کی ضرورت نہیں رہے گی۔

سوم: اللہ تعالیٰ جنتیوں سے ہمیشہ خوش رہیں گے، وہاں کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوگی جس سے اللہ ناراض

(۱) ذلکم: کا مشار الیہ وہ چھ چیزیں ہیں جن کا ذکر اوپر کی آیت میں آیا ہے (۲) تقوی: سے مراد یہاں شرک و کفر سے بچنا ہے۔ (۳) من تحتہا: اسی فیہا، یہ قرآنی محاورہ ہے (۴) اللذین: العباد کی صفت ہے (۵) تمام اسماء الف لام بمعنی الذی ہے۔

ہو جائیں، کیونکہ آخرت دار تکلیف نہیں، دار جزا ہے، اور یہ اللہ کی خوشنودی آخرت میں سب سے بڑی نعمت ہوگی۔

﴿ قُلْ أَوْفُوا بِعَهْدِكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذَٰلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ ﴾

ہمیں اپنی نوازشوں سے نواز دے، ہمیں اپنی رحمت میں ڈھانپ لے، ہمیں بخش دے، وہ جانتے ہیں کہ ذات پاک ہر چیز سے بے نیاز ہے، ضرورت اگر ہے تو خود انسان کو ہے، وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ سب کچھ کرنے کے باوجود کچھ نہیں کیا، لہذا مغفرت طلبی کے سوا چارہ کیا ہے، اور وہ جانتے ہیں کہ بھیک مانگنے کے لئے موزوں وقت رات کا پچھلا پہر ہے، وہ قبولیت کا وقت ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ”ہر دن جب تہائی رات رہ جاتی ہے تو حق تعالیٰ سائے دنیا پر اترتے ہیں، اور اعلان فرماتے ہیں: میں دونوں جہاں کا بادشاہ ہوں، کوئی ہے جو اس وقت مجھ سے مانگے: میں قبول کروں، کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے: میں اس کو بخشوں، پوچھنے تک یہی اعلان ہوتا رہتا ہے“

﴿وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ﴾ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اِنَّا اَمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ
الْصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْمُؤْتِقِينَ وَالْمُؤْتَفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۷۰﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو خوب دیکھ رہے ہیں جو کہتے ہیں: ”اے ہمارے پروردگار! بے شک ہم ایمان لائے، لہذا آپ ہمارے گناہوں کو بخش دیں، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالیں، جو صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، حکم بجالانے والے، خیرات کرنے والے، اور رات کے آخری پہر میں گناہوں کی معافی مانگنے والے ہیں۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُو الْعِلْمِ قَاۡبِلًا بِاَلْقُسْطِ ۚ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ ﴿۷۱﴾

شَهِدَ ^(۱)	گواہی دی	وَالْمَلٰٓئِكَةُ	اور فرشتوں نے	لَا اِلٰهَ ^(۳)	نہیں کوئی معبود
اللّٰهُ	اللہ نے	وَاُولُو	اور والوں نے	اِلَّا هُوَ	مگر وہ
اَنَّهُ	کہ شان یہ ہے	الْعِلْمِ	علم کے	الْعَزِيزُ	زبرست
لَا اِلٰهَ	نہیں کوئی معبود	قَاۡبِلًا ^(۲)	کھڑے ہونے والے	الْحَكِيْمُ	بڑی حکمت والے
اِلَّا هُوَ	مگر وہ	بِاَلْقُسْطِ	انصاف کے ساتھ		

(۱) شہادت (گواہی) کے مفہوم میں اقرار، قسم اور یحیٰی ہوتی ہے، اور اس کے صلہ میں باء یا علی آتا ہے، جو اسے پہلے مقدر ہے، اور بغیر صلہ کے دیکھنے کے معنی ہیں، جیسے: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾: پس جو ماہ رمضان کو دیکھے یعنی اس کا چاند دیکھے وہ اس کے روزے رکھے۔ (۲) قاتما: اللہ کا یا ہو کا حال ہے، اور اولو العلم کا حال بھی ہو سکتا ہے، اولو: مشابہ جمع ہے، لفظاً مفرد ہے، اس لئے قاتما اس کا حال ہو سکتا ہے، اور اہل علم عام ہے، خواہ انسان ہوں یا جنات۔ (۳) لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: تمہید لوٹا کر دو صفتیں ذکر کی ہیں، پس تکرار نہیں۔

توحید: شریعتوں کا متفقہ عقیدہ ہے، فرشتے اور انصاف پسند علماء اس کے گواہ ہیں

یہ سورت توحید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، پھر متعلقہ مسائل بیان کئے ہیں، اب پھر اصل مضمون (توحید) کی طرف روئے سخن ہے، فرماتے ہیں: توحید کے ماننے میں تردد کیوں ہے؟ یہ تو تمام شرائع کا متفقہ عقیدہ ہے، تمام آسمانی کتابوں میں مدلل و مؤکد طور پر اللہ تعالیٰ نے یہی مضمون نازل کیا ہے، یہی اللہ کی شہادت ہے، سورۃ الانبیاء کی (آیت ۲۵) ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِيْٓ اِلَيْهِ اَنْهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۝﴾ اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا، اس کی طرف ہم نے یہ وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری عبادت کرو۔

اور فرشتے جو اللہ کے مقرب بندے اور تکوینی امور کے اہلکار ہیں: سب کچھ جان کر اور دیکھ کر گواہی دیتے ہیں کہ عبادت کے لائق اللہ کے سوا کوئی نہیں، اور جن و انس جو مکلف مخلوق ہیں ان میں جو انصاف پسند ذی علم ہیں وہ بھی توحید کو تسلیم کرتے ہیں، حضرت شیخ الہند قدس سرہ حواشی میں لکھتے ہیں:

”علم والے ہر زمانہ میں توحید کی شہادت دیتے رہے ہیں، اور آج تو عام طور پر توحید کے خلاف ایک لفظ کہنا جہل محض کا مرادف سمجھا جاتا ہے، مشرکین بھی دل میں مانتے ہیں کہ علمی اصول کبھی مشرک نہ عقائد کی تائید نہیں کر سکتے“ — بیان القرآن میں بھی یہ احتمال ذکر کیا ہے۔

فائدہ (۱): یہود و توحید میں یکے ہیں، میری لندن میں یورپ کے بڑے ربائی (پادری) سے ملاقات ہوئی، میں نے ان کے عقائد معلوم کئے، اس نے اپنے تیرہ مطبوعہ عقائد مجھے دیئے، ان میں جو سات عقیدے اللہ کے تعلق سے ہیں وہ بالکل اسلامی عقائد کے مطابق ہیں، ہمارا ان کا اختلاف باقی چھ عقائد میں ہے، وہ عیسیٰ رسول اللہ اور محمد رسول اللہ کو نہیں مانتے۔

اور عیسائیوں نے ہر ڈالر پر لکھ رکھا ہے جو کلنا علی اللہ: ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں، وہ بھی بڑا خدا اللہ ہی کو مانتے ہیں، پھر روز پلے خدا بھی مانتے ہیں، مگر گول پتا بھی کرتے ہیں، تین خداؤں کا لٹو بھی بناتے ہیں، اور وہ بھی محمد رسول اللہ کو نہیں مانتے، اس لئے کافر (مکسر) ہیں، مگر توحید کو کسی درجہ میں مانتے ہیں۔

اور ہندو اللہ ہی کو الہیہ (خالق) پریشور (ودود) اور بھگوان (معبود) مانتے ہیں، مگر عبادت غیروں کی کرتے ہیں، جیسے جاہل مسلمان اولیاء کی قبروں کا طواف کرتے ہیں، ان سے منتیں اور مرادیں مانگتے ہیں، مگر کرتا ہر تا اللہ کو مانتے ہیں، اور جو مذاہب انسانوں میں ہیں وہی جنات میں بھی ہیں، رہے کیونست جو خدا کا انکار کرتے ہیں، اور ذہر (زمانہ) کو موثر مانتے ہیں، آڑے وقت وہ بھی اللہ کو پکارتے ہیں، غرض تمام انصاف پسند اہل علم توحید کی گواہی دیتے ہیں۔

فائدہ (۲): قاتما بالقسط کو عام طور پر اللہ کا یا ہو کا حال بناتے ہیں، اس صورت میں ترجمہ ہوگا: (اللہ نے گواہی دی) دراصل ایک وہ انصاف کے ساتھ (کائنات کو) سنبھالنے والے ہیں، وہی معبود ہیں، جن کا اقتدار کامل ہے اور حکمت بھی عاب آگے سے جوڑ ہو جائے گا، مگر حال ذوالحال میں فصل ہو جائے گا، اگرچہ اجنبی کا فصل نہیں ہوگا۔

سوال: بشرکین کا پرانا غلطیان ہے کہ ایک خدا پوری کائنات کو کیسے سنبھال سکتا ہے، لامحالہ اس کے مددگار ہونگے، جن کی عبادت ضروری ہے۔

جواب: تمہید لوٹا کر دیا ہے کہ اللہ عزیز و حکیم ہیں، زبردست ایسے کہ ان کے فیصلہ سے کوئی سرتابی نہیں کر سکتا، اور حکمت و دانائی سے ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرتے ہیں، اس لئے ان کے لئے تھا کائنات کو سنبھالنا کچھ مشکل نہیں، پس وہ اکیلے ہی معبود برحق ہیں، دوسرا کوئی معبود نہیں۔

آیت پاک: اللہ نے (تمام آسمانی کتابوں میں) اس بات کی گواہی دی ہے (یعنی مضبوط دلائل کے ساتھ یہ بات بیان کی ہے) کہ ان کے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتوں نے اور انصاف پسند اہل علم نے (بھی گواہی دی ہے کہ) ان کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زبردست حکمت والے ہیں۔

لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۚ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَيْنَهُمْ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعٌ
الْحِسَابِ ۝

لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ①	بے شک دین	أُوتُوا الْكِتَابَ	آسمانی کتاب دیئے گئے	وَمَنْ يَكْفُرْ	اور جو انکار کرے
عِنْدَ اللَّهِ	اللہ کے نزدیک	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	مگر بعد	بِآيَاتِ اللَّهِ	اللہ کی آیتوں کا
الْإِسْلَامُ	اسلام ہی ہے	مَا جَاءَهُمُ	آنے ان کے پاس	فَإِنَّ اللَّهَ	پس بیشک اللہ تعالیٰ
وَمَا اخْتَلَفَ	اور اختلاف نہیں کیا	الْعِلْمُ	علم کے	سَرِيعٌ	جلدی
الَّذِينَ	ان لوگوں نے جو	بَيْنَهُمْ ②	آپس ضد کی وجہ سے	الْحِسَابِ	حساب لینے والے ہیں

(۱) الدین اور الإسلام: دونوں معرّفہ ہیں اس لئے حصر ہوا ہے (۲) بَيْنَهُمْ: اختلف کا مفعول لاء ہے، اور بَنَغی مصدر کے معنی ہیں: تجاوز کرنا، زیادتی کرنا۔

توحید کا علمبردار اسلام ہی سچا دین ہے، اسی سے نجات ہوگی

توحید کا داعی اسلام ہی اللہ کا دین ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں سے تمام انبیاء علیہم السلام پر ہمیشہ یہی دین نازل ہوا ہے، آج بھی نبی ﷺ پر دین اسلام ہی نازل کیا جا رہا ہے، یہی دین اللہ کے یہاں مقبول ہوگا، دوسرا کوئی دھرم اللہ قبول نہیں کریں گے، اور یہود و نصاریٰ اس سے خوب واقف ہیں کہ آپ ﷺ دین اسلام ہی پیش کر رہے ہیں، ان کی کتابوں میں اس کی وضاحت ہے، مگر جاننے بوجھنے محض ضد کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کر رہے، وہ اپنے مذاہب کی برتری چاہتے ہیں، وہ سوچتے ہیں کہ اگر ہم نے نبی ﷺ کا لایا ہوا دین قبول کر لیا تو ہمیں عربوں کا ماتحت ہونا پڑے گا، اور ہماری ہڈی (بے عزتی) ہوگی، پس دوسرے لوگ ان کو سوئی (معیار) نہ بنائیں، یہ نہ سمجھیں کہ اگر اسلام سچا دین ہوتا تو اہل کتاب اس کو کیوں قبول نہیں کر رہے؟ ان کا زمانہ تو علوم نبوت سے قریب ہے! لوگ یہ خیال نہ کریں، بڑھیں اور اس کو قبول کریں، ورنہ حساب کا دن جلدی آرہا ہے، چانچا جائے گا کہ کونسا دین لے کر آخرت میں آیا ہے، جو دین اسلام لے کر جائے گا وہی کامیاب ہوگا، دوسرے کسی بھی دھرم کے ماننے والے کامیاب نہیں ہوں گے۔

فائدہ (۱): قبر میں جو آخرت کی پہلی منزل ہے داخلہ امتحان ہوتا ہے، تین سوال ہوں گے: (۱) تیرا پروردگار کون ہے؟ یعنی کیا تو صرف اللہ کی عبادت کرتا تھا، یا اوروں کو بھی عبادت میں شریک کرتا تھا؟ (۲) تیرا دین کیا ہے؟ یعنی تو اللہ کے دین اسلام کو ماننا تھا یا کوئی اور دھرم مانتا تھا؟ (۳) نبی ﷺ کی زیارت کر کر دریافت کیا جائے گا کہ ان کو کیا مانتا ہے؟ یعنی تو نے ان کے پیش کئے ہوئے اسلام کی پیروی کی ہے یا کسی اور پیغمبر کی؟ یہ اس بات کا امتحان ہے کہ اللہ نے جو دین اسلام نبی ﷺ پر نازل کیا ہے اس کو لے کر آخرت میں آیا ہے یا کوئی دوسرا دھرم لے کر آیا ہے؟ جو اللہ کا دین لے کر لوٹے گا وہ کامیاب ہوگا، دوسروں پر بے رحمی!

فائدہ (۲): کچھ لوگ وحدتِ ادیان کے قائل ہیں، وہ برخود غلط ہیں، وہ کہتے ہیں: سب مذاہب برحق ہیں، راستے الگ الگ ہیں، مگر منزل سب کی ایک ہے، سب اللہ تک پہنچنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، البتہ کسی کا راستہ سیدھا ہے کسی کا ٹیڑھا، اس لئے سب اللہ تک پہنچیں گے، کوئی جلدی کوئی دیر سے۔

یہ خیال محض غلط ہے، یہ بات تو اس وقت ممکن ہے جب سب کا قبلہ توجہ (DIRECTION) ایک ہو، اگر رخ مختلف ہوں تو سب ایک منزل پر کیسے پہنچیں گے؟ ایک شخص اونٹ پر جا رہا ہے، پوچھا: کہاں جا رہا ہے؟ کہا: مکہ جا رہا ہوں، جبکہ رخ اس کا چائنا کی طرف ہے، اس سے کہا گیا کہ تو کبھی مکہ نہیں پہنچے گا تو جس راستہ پر جا رہا ہے وہ چائنا کا راستہ ہے، جتنا چلے گا اتنا مکہ سے دور ہوگا، پس جو لوگ دو خدا مانتے ہیں (مجوسی) یا تین خدا مانتے ہیں (عیسائی) یا ہزاروں خدا مانتے

ہیں (ہندو) وہ ایک اللہ تک کیسے پہنچیں گے؟ ان کا ڈائریکشن ہی مختلف ہے، اللہ تک تو وہی پہنچے گا جو اللہ ہی کی عبادت کرتا ہے، دوسرے تو کسی دوسری منزل (دوزخ) میں پہنچیں گے۔

آیت کریمہ: بے شک مذہب اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے، اور اہل کتاب نے (اس سے) اختلاف کیا ہے، ان کے پاس علم آجائے کے بعد، محض ان کے باہم جلنے کی وجہ سے، اور جو اللہ کی باتوں کا انکار کرے گا تو اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والے ہیں۔

فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اشْتَبَعْنِي فَقَدْ أَهْتَكَدُوا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاءُ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝

فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ	پس اگر وہ آپ سے ٹھہریں	لِّلَّذِينَ	ان لوگوں سے جو	فَقَدْ أَهْتَكَدُوا	تو یقیناً انھوں نے راہ پالی
أَسْلَمْتُ	تو آپ کہہ دیں	أَتَوَلَّوْا	دیئے گئے	وَإِنْ	اور اگر
وَجْهِيَ	میں نے سپرد کیا	الْكِتَابِ	آسمانی کتاب	تَوَلَّوْا	روگردانی کریں وہ
لِلَّهِ	اپنا چہرہ	وَالْأَقْبِينَ	اور ان پر دھوں سے	فَإِنَّمَا	تو اس کے سوا نہیں کہ
وَمَنِ	اللہ کو	ءَاسْلَمْتُمْ	کیا تم اسلام قبول	عَلَيْكَ الْبَلَاءُ	آپ کے ذمہ پہنچانا ہے
اشْتَبَعْنِي	اور ان لوگوں نے جنھوں نے	وَاللَّهُ	کرتے ہو؟	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
وَقُلْ	پیروی کی میری	بَصِيرٌ	پس اگر	بَصِيرٌ	خوب دیکھنے والے ہیں
	اور پوچھیں	بِالْعِبَادِ	وہ مسلمان ہو جائیں	بِالْعِبَادِ	اپنے بندوں کو

اپنے اسلام کا اعلان کرو اور دوسروں کو اس کی دعوت دو، اگر نہ مانیں تو وہ جانیں

جب ثابت ہو گیا کہ دین اسلام ہی برحق دین ہے، وہی ہمیشہ انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہوتا رہا ہے، اب خاتم النبیین ﷺ پر نازل ہو رہا ہے، جو اسلام کا آخری ایڈیشن ہے، اس کو قبول کرو، اور مسلمان ہو جاؤ، مگر لوگ کٹ جھتی کریں (۱) حَاجُّهُ مُحَاجَّةً: بحث و مباحثہ کرنا، حجت بازی کرنا، کٹ جھتی کرنا، جھگڑنا (۲) أَسْلَمْتُ امرہ لہ والیہ: اپنا معاملہ کسی کو سپرد کرنا (۳) مَعطوف ہے، اَسْلَمْتُ کی ضمیر فاعل پر، فصل کی وجہ سے عطف درست ہوا ہے۔ (۴) ءَاسْلَمْتُمْ: صورتہ استفہام ہے، معنایا امر ہے اِیْ اَسْلِمُوا۔

گئے، کہیں گے: ہم تو اپنے ہی سلسلہ کے انبیاء کو ماننے ہیں، اور اپنی ہی کتاب پر عمل کرتے ہیں، جیسا کہ آگے آ رہا ہے تو چھوڑوان کو، تم اپنا اور اپنے متبعین کے اسلام کا اعلان کرو، اسلام کے معنی ہیں: سرا گلندی، یعنی تسلیم و انقیاد، بندہ خود کو اللہ کے حوالے کر دے، ہر باطل سے رخ پھیر لے، اور صرف اللہ کا ہو کر رہ جائے۔

اور اہل کتاب اور مشرکین کو اسلام کی دعوت دے، اگر وہ مان لیں تو راہِ راست پر آ جائیں گے، اور نہ مانیں تو آپ اپنا فریضہ ادا کر چکے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہے ہیں، وہ جب بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہونگے تو انکار کی واقعی سزا چکھائیں گے۔

آیتِ پاک: پس اگر وہ لوگ (نجران والے) آپ سے بحث و مباحثہ کریں، تو آپ اعلان کر دیں کہ میں نے اپنا چہرہ اللہ کی طرف کر لیا، اور جنھوں نے میری پیروی کی — یعنی مسلمانوں نے بھی — اور آپ اہل کتاب اور ان پڑھوں سے — عرب کے مشرکوں سے — پوچھیں: کیا تم اسلام قبول کرتے ہو؟ پس اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو یقیناً وہ راہِ راست پر آ گئے، اور اگر وہ چہرہ پھیریں تو آپ کے ذمہ بس دین پہنچانا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہے ہیں۔

لَاَ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِآیَاتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیْنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۚ وَیَقْتُلُوْنَ
الَّذِیْنَ یَأْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ ۚ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝۱۵ اُولَٰئِكَ
الَّذِیْنَ حَقَّتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّصِیْرٍ ۝۱۶

لَاَ الَّذِیْنَ	بے جھک جو لوگ	الَّذِیْنَ	ان لوگوں کو جو	اُولَٰئِكَ الَّذِیْنَ	یہی لوگ جو
یَکْفُرُوْنَ	نہیں مانتے	یَأْمُرُوْنَ	حکم دیتے ہیں	حَقَّتْ	ضائع ہو گئے
بِآیَاتِ اللّٰهِ	اللہ کی باتوں کو	بِالْقِسْطِ	انصاف کرنے کا	اَعْمَالُهُمْ	ان کے کام
وَقَتُلُوْنَ	اور قتل کرتے ہیں	مِنَ النَّاسِ	عام لوگوں میں سے	فِی الدُّنْیَا	دنیا میں
النَّبِیْنَ	نبیوں کو	فَبَشِّرْهُمْ	پس خوشخبری سنانا کو	وَالْاٰخِرَةِ	اور آخرت میں
بِغَیْرِ حَقٍّ	ناحق	بِعَذَابٍ	عذاب کی	وَمَا لَهُمْ	اور نہیں ہے ان کیلئے
وَقَتُلُوْنَ	اور قتل کرتے ہیں	اَلِیْمٍ	دردناک	مِّنْ نَّصِیْرٍ	کوئی بھی مددگار

اہل کتاب کی جھک کہ ہم تو اپنے انبیاء کی اور اپنے مصلحین ہی کی سنتے ہیں
اوپر آیا ہے: ﴿فَاِنَّ حَآجَّكَ﴾: اگر نجران والے آپ سے جھک کریں، اس کی پہلی مثال: وہ کہیں گے: آپ

اسرائیلی نہیں، اس لئے ہم آپ کا دین قبول نہیں کر سکتے، ہم تو اپنے انبیاء اور اپنے مصلحین ہی کی سنتے مانتے ہیں، اس کا جواب دیتے ہیں کہ تم تو اپنے انبیاء اور مصلحین کی بھی نہیں سنتے، وہ تمہیں جو اللہ کی باتیں بتاتے تھے تم ان کا انکار کرتے تھے، اور مصلحین تم کو ظلم سے روکتے تھے، اور انصاف کرنے کا حکم دیتے تھے، مگر تم ان کی بھی ایک نہیں سنتے تھے، تم نے کتنے ہی انبیاء اور مصلحین کو ناحق قتل کیا ہے، حدیث میں ہے: ”نبی اسرائیل نے ایک دن میں ۴۳ انبیاء کو، اور ۷۱ اصحابین کو شہید کیا ہے (فواہش الہند) پس آپ ان لوگوں کو دردناک عذاب کی خبر دیدیں، اور ان کو بتادیں کہ ان کی لٹیا دنیا و آخرت میں ڈوبے گی، اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا جو ان کو عذاب سے بچالے۔

آیت پاک: بے شک جو لوگ اللہ کی باتوں کا انکار کرتے ہیں — جو ان کو انبیاء بتاتے تھے — اور وہ ناحق انبیاء کو قتل کرتے ہیں، اور ان عام لوگوں کو (مصلحین امت کو) قتل کرتے ہیں جو انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں، پس آپ ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں، انہیں لوگوں کے اعمال دنیا میں بھی ضائع ہوئے اور آخرت میں بھی، اور ان کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا۔

الَّذِينَ الَّذِينَ أَوْتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّوْا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿۱۰﴾

الَّذِينَ الَّذِينَ	کیا نہیں دیکھا آپ نے	يُدْعَوْنَ	بلائے جاتے ہیں وہ	ثُمَّ يَتَوَلَّوْا	پھر منہ پھرتے ہیں
لِأَنَّ الَّذِينَ	ان لوگوں کو جو	لِأَنَّ كِتَابِ	کتاب کی طرف	فَرِيقٌ	ایک جماعت
أَوْتُوا	دیئے گئے ہیں	اللَّهُ	اللہ کی	مِنْهُمْ	ان میں سے
نَصِيبًا	ایک حصہ	لِيَحْكُمَ	تاکہ فیصلہ کرے وہ	وَهُمْ	اور وہ
مِّنَ الْكِتَابِ	آسانی کتاب کا	بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان	مُعْرِضُونَ	تخلف برتنے والے ہیں

اہل کتاب کی کٹ جتنی کہ ہم تو اپنی کتاب ہی پر عمل کرتے ہیں

یہود و نصاریٰ یہ بھی کہیں گے کہ ہم قرآن کو اس لئے نہیں مانتے کہ وہ ہمارے انبیاء پر نازل نہیں ہوا، ہم تو اپنی کتاب ہی پر عمل کرتے ہیں، ان کو جواب دیتے ہیں کہ تم اپنی کتاب پر بھی کہاں عمل کرتے ہو؟ تمہاری کتاب (تورات) کا اکثر حصہ تو تم نے ضائع کر دیا ہے، اس میں ہیر پھیر کر دیا ہے، اور جو حصہ باقی رہ گیا ہے اس پر عمل کرنے کی تم کو نبی ﷺ نے دعوت دی تو تم نے کئی کائی، ہر جم کی آیت چھپائی، پھر تم کس منہ سے دعویٰ کرتے ہو کہ ہم اپنی کتاب پر عمل کرتے ہیں؟

سنگساری کا وہ واقعہ جس میں یہود نے آیت رجم چھپائی تھی، حالانکہ وہ تورات میں باقی ماندہ اللہ کا حکم تھا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ خبیر کے ایک یہودی اور یہودیہ نے زنا کیا پھر ان میں سزا دینے کے بارے میں اختلاف ہوا، کیونکہ وہ لوگ شریف کو کچھ سزا دیتے تھے اور ضعیف کو کچھ، یہ زانی اور زانیہ بڑے لوگ تھے یا معمولی؟ اس میں اختلاف ہوا تو وہ یہ خیال کر کے کہ نبی ﷺ کی شریعت میں سہولت ہے: مقدمہ لے کر آپ کے پاس آئے، آپ نے پوچھا: تمہاری شریعت میں زنا کی کیا سزا ہے؟ انھوں نے کہا: ہماری شریعت میں زانی اور زانیہ کا منہ کالا کر کے ان کی تشہیر کی جاتی ہے، آپ نے فرمایا: تورات لاؤ، چنانچہ تورات لائی گئی اور عبد اللہ بن صوریانے پڑھنا شروع کیا وہ آیت رجم کو چھوڑ گیا۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے چوری پکڑی کہ آیت رجم کیوں چھوڑی؟ اس نے کہا: ہم نے اس حکم میں تبدیلی کر دی ہے پس آپ نے دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: ”میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے اس حکم کو زندہ کیا جس کو تم نے مار دیا تھا“ اس واقعہ سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو ان کی شریعت کے مطابق رجم کیا تھا، اسلامی شریعت کے مطابق رجم نہیں کیا تھا۔

آیت پاک: کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا نہیں جو آسمانی کتاب کا ایک حصہ دیتے گئے ہیں — یعنی تھوڑا بہت حصہ تورات و انجیل وغیرہ کا جو ان کی تحریقات لفظی و معنوی سے فہم بجا کر رہ گیا ہے (فوائد شریعت) — وہ اللہ کی کتاب کی طرف بلائے جاتے ہیں، تاکہ وہ — یعنی نبی ﷺ — ان کے درمیان فیصلہ کریں، تو ان کا ایک گروہ روگردانی کرتے ہوئے کئی کاٹتا ہے!

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمْسَنَا النَّارُ ۚ اِلَّا آيٰتًا مَّا مَعْدُوْدٰتٍ ۚ وَ عَزَّهٖمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتُرُوْنَ ۝ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۚ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمْسَنَا النَّارُ ۚ	یہ بات (کٹ جتی)	اِلَّا آيٰتًا مَّا مَعْدُوْدٰتٍ ۚ	نکروں	وَ عَزَّهٗمْ فِيْ دِيْنِهِمْ	مکڑے	وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝	کھڑے
انھوں نے کہا	بائیں وجہ ہے کہ	اور وہ جو کہ	گنتی کے	اور وہ جو کہ	پس کیا حال ہوگا	اور وہ جو کہ	پس کیا حال ہوگا
ہرگز نہیں چھوئے گی میں	انھوں نے کہا	اور وہ جو کہ	ان کے دین میں	اور وہ جو کہ	جب جمع کریں گے ان کو	اور وہ جو کہ	جب جمع کریں گے ان کو
دوزخ کی آگ	انھوں نے کہا	اور وہ جو کہ	اس چیز نے جو تمہ	اور وہ جو کہ	ایک ایسے دن میں	اور وہ جو کہ	ایک ایسے دن میں
					کوئی شک نہیں		کوئی شک نہیں

فَیْنِیْهِ وَوُفِیَتْ	اس میں اور پورا چکا یا جائے گا	کُلُّ نَفْسٍ مَا کَسَبَتْ	ہر شخص جو کیا یا اس نے	وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ	اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے
--------------------------	-----------------------------------	------------------------------	---------------------------	----------------------------	---------------------------------

یہود و نصاریٰ کی جسارت کی وجہ اور اس کی سزا

اہل کتاب کی مذکورہ جسارت کی وجہ: ان کا سزا کی طرف سے بے خوف ہو جانا ہے، ان کے بڑے ایک جمہور بات کہہ گئے کہ ہمیں گنتی کے چند روز سے زیادہ عذاب نہ ہوگا، اس طرح کی اور بھی بہت سی باتیں انھوں نے گھڑ رکھی ہیں کہ ہم تو اللہ کی اولاد اور چہیتے ہیں، ہم انبیاء کی اولاد ہیں، اور اللہ نے یعقوب علیہ السلام سے عہد کیا ہے کہ ان کی اولاد کو سزا نہیں دیں گے، بلکہ یونہی برائے نام قسم کھولنے کو سزا دیں گے، اور نصاریٰ نے تو کفارہ کا عقیدہ چلا کر گناہوں کا سارا حساب ہی بے باق کر دیا ہے!

یہ لوگ گمراہیوں میں ٹانک ٹوئیاں مار رہے ہیں، محشر میں وہ لپٹنے بزرگوں کے سامنے رسوا ہونگے، اور ان کو ان کے ہر عمل کا پورا پورا بدلہ ملے گا، نہ کفارہ کا مسئلہ کام آئے گا نہ یہی تعلقات، نہ من گھڑت عقیدے اور سزا بقدر ارتحاق ملے گی، ذرہ بھراں پر ظلم نہ ہوگا۔

آیات کریمہ: یہ بات (جسارت) اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں: ہمیں (دوزخ کی) آگ ہرگز نہیں چھوئے گی، مگر گنتی کے چند دن! اور ان کی من گھڑت باتوں نے ان کو اپنے دین کے معاملہ میں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ پس ان کا کیا حال ہوگا جب ہم ان کو جمع کریں گے ایک ایسے دن میں جو بے شک آنے والا ہے، اور اس دن ہر شخص کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ چکا یا جائے گا، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تُؤْتِي الْمَلِكَ مِنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكَ مِنْ تَشَاءُ
وَتُعْزِزُ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ يُبْدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۵۹﴾

قُلِ اللّٰهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تُؤْتِي	آپ کہیں: اے اللہ! اے ملک کے مالک! آپ دیتے ہیں	الْمَلِكُ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكُ	حکومت جسے چاہتے ہیں اور لے لیتے ہیں حکومت	وَمَنْ تَشَاءُ وَتُعْزِزُ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ	جس سے چاہتے ہیں اور عزت بخشتے ہیں جسے چاہتے ہیں اور رسوا کرتے ہیں
---	--	--	--	---	--

وَتَزِدُّهُ اور روزی دیتے ہیں آپ مَنْ نَشَاءُ جس کو چاہتے ہیں بَعْدَ حَسَابٍ بے شمار (بے گنے)

پانسہ پلٹے گا، اللہ تعالیٰ حالات بدلتے ہیں

اب ایک سوال کا جواب ہے، اور مناجات ہی کی صورت میں ہے، سوال یہ ہے کہ جب ہزاروں سال سے نبوت بنی اسرائیل میں چلی آرہی ہے، وہ علوم الہی سے واقف ہیں، پھر آخری رسول ان میں کیوں مبعوث نہیں گئے؟ عرب کے ان پڑھ جن کو علوم الہی سے کوئی واسطہ نہیں، ان کو اس اعزاز سے کیوں سرفراز کیا گیا؟

اس کا جواب بھی مناجات کی صورت میں دیا ہے کہ پانسہ پلٹتا ہے، اللہ تعالیٰ حالات بدلتے ہیں، کیا تم غور نہیں کرتے: اللہ تعالیٰ رات کو گھٹنا کر دن کو بڑھا دیتے ہیں، اور اس کے برعکس بھی کرتے ہیں، اور آدمی سے نطفہ اور نطفہ سے آدمی اور بیضہ سے مرغی اور مرغی سے بیضہ نکالتے ہیں، جاہل کو عالم اور عالم کو جاہل، کامل کو ناقص اور ناقص کو کامل کرنا اللہ کی قدرت میں ہے، پس اہل کتاب کا یہ خیال کہ جو بزرگی ہم میں تھی وہ ہمیشہ ہم میں رہے گی، یہ غلط خیال ہے، وہ اللہ کی قدرت سے غافل ہیں، سلطنت، عزت اور نبوت اللہ کے اختیار میں ہے، وہ جس کو چاہتے ہیں حتیٰ اور معنوی رزق بے حساب دیتے ہیں، ایک وقت تھا کہ یہ فضیلت بنی اسرائیل کو حاصل تھی، اب یہ فضیلت بنی اسماعیل کے حوالے کی جارہی ہے، اور جاہلوں کو عالم کر دینا ان کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں، وہ امیوں کو بنی اسرائیل سے بھی زیادہ علوم عطا فرمائیں گے۔ آیت پاک: (الہی! آپ رات کو دن میں داخل کرتے ہیں، اور دن کو رات میں داخل کرتے ہیں، اور جاندار کو بے جان سے نکالتے ہیں، اور بے جان کو جاندار سے نکالتے ہیں، اور آپ جسے چاہتے ہیں بے حساب روزی عنایت فرماتے ہیں!)

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاتُ وَيُحْذِرْكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ ط
وَمَا لِلَّهِ الْمَصِيرُ ۝

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ	نہ بنائیں مومنین مکفرین کو	أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ	دوست دورے مومنین کے	وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ	اور جو کرے یہ تو نہیں وہ
--	----------------------------------	---	---------------------------	---------------------------------------	--------------------------------

(۱) لا يتخذ: بھل نہیں ہے، ملانے کے لئے ذال کو کسرہ دیا ہے۔

وَمِنَ اللَّهِ شَيْءٌ (۱) لَا أَنْ تَنْتَقُوا	اللہ سے کسی چیز میں گمریہ کہ ڈرو تم	وَمِنْهُمْ نَفْسٌ وَيُعَلِّدُكُمْ اللہ	ان سے کچھ ڈرنا اور چوکنا کرتے ہیں تم کو اللہ تعالیٰ	نَفْسُهُ وَلَا إِلَهَ إِلَّا الْحَيُّ	اپنی ذات سے اور اللہ کی طرف لوٹنا ہے
---	---	--	---	---	--

جب وہ ہم سے قریب نہیں آتے تو ہم ان کے قریب کیوں جائیں؟

وہ نہجِ ان تصب (بے جا طر فداری) کا شکار تھا، وہ بنی اسماعیل کے رسول کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھا، بنی اسرائیل! بنی اسرائیل! گائے جار ہا تھا، اس لئے ضروری ہوا کہ ان کو ترکی بہ ترکی جواب دیا جائے، چنانچہ حکم دیتے ہیں کہ مسلمان مسلمان ہی سے مودت (قلبی دوستی) کا تعلق رکھیں، دوسروں سے ایسا تعلق نہ رکھیں، ورنہ سخت سزا پائیں گے، ان کا اللہ سے کچھ تعلق باقی نہیں رہے گا، البتہ ضرر سے بچنے کے لئے مدارات (رکھ رکھاؤ) کا تعلق رکھ سکتے ہیں، مگر موالات کا تعلق ہرگز جائز نہیں، جو ایسا تعلق رکھے گا اس کو سخت سزا ملے گی، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنی ذات سے ڈراتے ہیں، بلوٹ کر سب کو جانا اللہ ہی کے پاس ہے!

غیر مسلموں سے چار طرح کے تعلقات:

۱- موالات (مودت) یعنی دلی دوستی کا تعلق، یہ کسی حال میں کسی مقصد سے بھی جائز نہیں، کیونکہ دلی دوستی رنگ لاتی ہے، اور نتیجہ ہمیشہ ارذل کے نتائج ہوتا ہے، اس لئے دینی ضرر کا اندیشہ ہے، اور دین کی حفاظت ضروری ہے، اس لئے اس قسم کا تعلق ممنوع ہے۔

۲- مدارات: یعنی رکھ رکھاؤ کا تعلق، ظاہری خوش خلقی کا تعلق، یہ تعلق تین حالتوں میں جائز ہے: دفع ضرر کے واسطے، کافر کی دینی مصلحت کے واسطے، یعنی اس کی ہدایت کے توقع سے، اور اکرام ضیف کے واسطے، کوئی غیر مسلم مہمان آئے تو اس کی خاطر داری کی جائے۔ اپنی مصلحت اور منفعت جان و مال کے لئے یہ تعلق جائز نہیں۔

۳- مواسات (غم خواری) کا تعلق یعنی حسن سلوک کرنا، یہ تعلق برسرِ پیکار کے ساتھ جائز نہیں، دوسروں کے ساتھ نہ صرف جائز ہے، بلکہ مامور بہ ہے، ہر مخلوق کے ساتھ حسن سلوک میں ثواب ہے۔

۴- معاملات کرنا، غیر مسلموں کے ساتھ جائز معاملات جائز ہیں، اور ناجائز معاملات ناجائز ہیں، جیسے ان سے سودی معاملات کرنا جائز نہیں۔

آیت پاک: ایمان والے! ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں (غیر مسلموں) کو دوست نہ بنائیں، اور جو ایسا کرے گا (انتقوا! انتقاء سے مضارع، جمع مذکر حاضر ہے، نون اعرابی ان کی وجہ سے محذوف ہو گیا ہے: بچنا، ڈرنا، پرہیز کرنا، تقہ: وقعی بقی کا مصدر ہے، اصل میں وقاۃ تھا، واو کو تا سے بدلا ہے، اس کے معنی بھی ہیں: بچنا، ڈرنا، پرہیز کرنا۔

تو اللہ سے اس کا کچھ تعلق باقی نہیں رہے گا، البتہ اگر ان کے ضرر سے بچاؤ مقصود ہو (تو اور بات ہے) اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتے ہیں، اور لوٹنا اللہ ہی طرف ہے!

قُلْ إِنْ تَخْشَوْنَ مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ بُدُّوهُ يَعْلَمُهُ اللَّهُ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا ۖ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا ۖ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ۖ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝

قُلْ	کہو	عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر	تَوَدُّ	آرزو کرے گا
إِنْ تَخْشَوْنَ	اگر چھپاؤ تم	قَدِيرٌ	پوری قدرت رکھنے والے ہیں	لَوْ أَنَّ	کاش کہ
مَا	جو	یَوْمَ	حسن دن	بَيْنَهَا (۳)	اس نفس کے درمیان
فِي صُدُورِكُمْ	تمہارے سینوں میں	تَجِدُ	ہر شخص	وَبَيْنَهُ	اور اس دن کے درمیان
أَوْ بُدُّوهُ	یا ظاہر کرو اس کو	كُلُّ نَفْسٍ	جو کیا اس نے	أَمَدًا بَعِيدًا	بڑی دوری ہوتی
يَعْلَمُهُ	جانتے ہیں اس کو	مَا عَمِلَتْ	نیک کام سے	وَيُحَذِّرُكُمُ	اور چوکنا کرتے ہیں تم کو
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	مِنْ خَيْرٍ	موجود (سامنے)	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
وَيَعْلَمُ	اور جانتے ہیں وہ	مُحْضَرًا (۲)	اور جو کیا اس نے	نَفْسَهُ	اپنی ذات سے
مَا فِي السَّمَوَاتِ	جو آسمانوں میں ہے	وَمَا عَمِلَتْ	کسی برائی سے	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
وَمَا فِي الْأَرْضِ	اور جو زمین میں ہے	مِنْ سُوءٍ		رَءُوفٌ	نہایت شفیق ہیں
وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ			بِالْعِبَادِ	اپنے بندوں پر

وہ نجران کے دلوں کی باتیں اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں

نجران کا وفد حق کی تلاش میں نہیں آیا تھا، وہ خوب جانتے تھے کہ نبی ﷺ برحق پیغمبر ہیں، وہ وہ رسول ہیں جن کا ان کو (۱) تَجِدُ: بمعنی تصادف ہے، یعنی اچانک سامنے آجائے گا، اور مَا عَمِلَتْ: مفعول بہ ہے، من حیث: ما کا بیان ہے، اور مُحْضَرًا: مفعول بہ حال ہے۔ (۲) مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ: مبتدا ہے، اور جملہ تَوَدُّ خبر ہے (۳) بَيْنَهَا کی مؤنث ضمیر نفس کی طرف عائد ہے، اور بینه کی مذکر ضمیر برے عمل کی طرف عائد ہے، یعنی مابین طرف یا سوء کی طرف۔

انتظار تھا، چنانچہ جب ان کو مہلبہ کی دعوت دی گئی تو وہ پیچھے ہٹ گئے، اور جزیہ پر صلح کر کے واپس لوٹ گئے، اور وفد کے لاٹ پادری ابو حارثہ بن علقمہ نے اپنے بھائی کُرز بن علقمہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اس کا اعتراف بھی کیا تھا، یہ بات دوسرے لوگ بھی جانتے تھے، بلکہ وفد مناظرہ کرنے آیا تھا، اپنے مذہب کی برتری ثابت کرنا مقصود تھا، حضرت علی علیہ السلام کی اہمیت اور الوہیت پر گفتگو کرنے آیا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ان سے کہہ دو: تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کو معلوم ہے، اس سے آسمانوں اور زمین کی کوئی بات پوشیدہ نہیں، اور وہ قادر مطلق ہیں، تمہاری گرفت کر سکتے ہیں، تم کس خیال خام میں ہو!

﴿قُلْ إِنْ تَحْفَظُوا مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوتُنَبَّئُوهُ يُعَلِّمُهُ اللَّهُ وَيُعَلِّمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾

ترجمہ: کہہ دو: جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، خواہ تم اس کو چھپا دیا ظاہر کرو، اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ جانتے ہیں جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں!

وفد نجران کے دلوں میں جو اچھی بری باتیں ہیں وہ قیامت کے دن ظاہر ہوں گی

وفد کے دلوں میں بھلی بات یہ تھی کہ وہ جانتے تھے کہ نبی ﷺ برحق نبی ہیں، اور بری بات یہ تھی کہ ان پر ایمان نہیں لانا، اپنی بات ان سے منوانا ہے، یہ دونوں باتیں کل قیامت کے دن، جو بے شک آکر رہے گا، ظاہر ہو کر رہیں گی، دونوں باتیں پیکر محسوس اختیار کریں گی، اس دن بات بنائے نہیں بنے گی، اور آدمی آرزو کرے گا: کاش میرے درمیان اور اس بری بات کے درمیان یونہی بعید ہوتا، یہ بات کبھی میرے سامنے نہ آتی، مگر چونکہ ہو جاوے! اللہ تعالیٰ سب کچھ تمہارے سامنے کر دیں گے، وہ اپنے بندوں پر بڑے شفیق بڑے مہربان ہیں، یہ ان کو ایمان کی دعوت دی کہ تمہارے دلوں میں جو خیر کی بات ہے اس کو ظاہر کرو اور ایمان لاؤ، تاکہ اللہ کی شفقت و مہربانی سے حصہ پاؤ!

﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ ۖ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَكَ أَمْدًا بُعِيدًا ۚ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ۖ وَاللَّهُ زَوْفٌ بِالْعِبَادِ ۝﴾

ترجمہ: جس دن ہر شخص اُس نیک عمل کو جو اس نے کیا ہے اپنے سامنے موجود پائے گا، اور اس نے جو برا عمل کیا ہے اس کے بارے میں وہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے درمیان اور اس برے عمل کے درمیان بڑا فاصلہ ہوتا، اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتے ہیں — یعنی وہ اس بری بات کی سخت سزا دیں گے — اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑے شفیق ہیں! — پس ایمان لاؤ اور ان کی مہربانی سے حصہ پاؤ! — یہ ﴿يُحَذِّرُكُمُ﴾ کا محادل ہے یعنی

دوسری برابری صفت ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ٦٠ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ٦١

قُلْ	کہیں	وَيَغْفِرْ	اور بخشیں گے	أَطِيعُوا	حکم مانو
إِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	لَكُمْ	تمہارے لئے	اللَّهُ	اللہ کا
تُحِبُّونَ	محبت کرتے	ذُنُوبَكُمْ	تمہارے گناہ	وَالرَّسُولَ	اور (اس کے) رسول کا
اللَّهُ	اللہ سے	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	فَإِنْ تَوَلَّوْا	پس اگر منہ پھیرو تم
فَاتَّبِعُونِي	تو میری پیروی کرو	غَفُورٌ	بڑے بخشنے والے	فَإِنَّ اللَّهَ	تو بے شک اللہ
يُحِبُّكُمْ	محبت کریں گے تم سے	رَحِيمٌ	بڑے مہربان ہیں	لَا يُحِبُّ	نہیں محبت کرتے
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	قُلْ	کہو	الْكَافِرِينَ	منکروں سے

نجران کے وفد کو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت

ہر شخص کو اللہ سے فطری محبت ہے، اس لئے کہ وہ خالق ہیں، انھوں نے انسان کو وجود بخشا ہے، اور موجد سے ہر کسی کو محبت ہوتی ہے، کیا دیکھتے نہیں موجد کو اپنی مصنوعات سے، کاتب کو اپنی نگارشات سے، شاعر کو اپنے کلام سے، خطیب کو اپنی تقریر سے، مصنف کو اپنی تصنیفات سے اور اولاد کو ماں باپ سے محبت ہوتی ہے، بندوں کو اللہ سے محبت اس سے کہیں زیادہ ہے، اور محبت کا تقاضا محبوب کے اشاروں پر چلنا ہے۔ مگر ہر شخص راست اللہ تعالیٰ سے رابطہ نہیں کر سکتا، وہ ذات متعالیٰ (برتر) ہے، ان کا دنیا میں نہ دیدار ممکن ہے نہ کلام سننا، بن دیکھے ان پر ایمان لانا ضروری ہے، اور ان کی باتیں بالواسطہ بندوں تک پہنچتی ہیں، فرشتہ احکام لاتا ہے اور منتخب بندے کو پہنچاتا ہے، پھر وہ بندہ ان احکام کو دوسروں تک پہنچاتا ہے، یہی سلسلہ از آدم تا ایں دم چل رہا ہے۔ اب آخری نبی تشریف لائے ہیں، دوسرے رسولوں اور نبیوں کا پر یہ ختم ہو گیا ہے، ان کی تعلیمات مندرس ہو گئی ہیں، اب اللہ کی آخری کتاب کا نزول شروع ہوا ہے، پس جس کو اللہ سے محبت ہے، اور وہ اللہ کے احکام پر عمل کرنا چاہتا ہے وہ نبی ﷺ پر ایمان لائے، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کریں گے، اور اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیں گے، کیونکہ اسلام قبول کرنے سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے رحم

فرمانے والے ہیں۔

اور اگر نجران کا وفد اللہ کا حکم نہیں مانے گا، اور اللہ کے اس آخری رسول پر ایمان نہیں لائے گا تو وہ کان کھول کر سن لے کہ اللہ کو بھی ان بندوں سے محبت نہیں، اللہ تعالیٰ ان کو پسند نہیں کرتے، پس محبت یکطرفہ ہوگی، اس میں کیا حزرہ! حزرہ جب ہے کہ محبت دوطرفہ ہو، اور وہ نبی ﷺ کی پیروی پر موقوف ہے۔

نبی ﷺ کی پیروی سے منہ موڑنا اور اللہ کی محبت کا دم بھرنا فریبِ نفس ہے

آیات کریمہ: کہیں: اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو: اللہ تم سے محبت کریں گے، اور تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دیں گے، اور اللہ بڑے بخشنے والے، بڑے مہربانی فرمانے والے ہیں، بتادو: کہا نا تو اللہ کا اور اس کے رسول کا، پس اگر تم نے منہ پھیرا تو اللہ تعالیٰ اسلام کا انکار کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے!

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَ نُوحًا وَ آلَ إِبْرَاهِيمَ وَ آلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٥﴾
ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَ اللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٦﴾

بعض کی	مِنْ بَعْضٍ	اور خاندانِ عمران کو	وَ آلَ عِمْرَانَ	بے شک اللہ نے	إِنَّ اللَّهَ
اور اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ	جہانوں پر	عَلَى الْعَالَمِينَ	چن لیا	اصْطَفَىٰ
خوب سننے والے	سَمِيعٌ	در احوالیکہ وہ اولاد ہیں	ذُرِّيَّةً ﴿٢﴾	آدم اور نوح کو	آدَمَ وَ نُوحًا
سب جاننے والے ہیں	عَلِيمٌ	ان کے بعض	بَعْضُهَا ﴿٣﴾	اور خاندانِ ابراہیم کو	وَ آلَ إِبْرَاهِيمَ ﴿٥﴾

عیسائیوں کے اس خیال کی تردید کہ ہم تو اللہ کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں

پھر ہمیں کسی دوسرے پیغمبر کو ماننے کی کیا ضرورت ہے؟

جب وفد نجران کو نبی ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی تو وہ یہ خیال کر سکتے ہیں کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں، ہم تو اللہ کے بیٹے کی امت ہیں، اور وہ ہمارے سارے گناہوں کا کفارہ بن گئے ہیں، پس ہمیں کسی دوسرے شخص پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں — ان دوا آیتوں میں اس کا رد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے نہیں تھے، وہ تو ایک نہیں چار (۱) بعض کے نزدیک دونوں جگہ آل زائد ہے اور اگر زائد نہیں تو آلِ ابراہیم سے مراد بنی اسرائیل اور آلِ عمران سے مراد حضرت مریم ہیں۔ (۲) ذریعہ: اصطافی کے مفعولوں کا حال ہے (۳) بعضہا کی ضمیر ذریعہ کی طرف لوٹی ہے۔

بڑوں کی اولاد تھے، ابوالبشر آدم علیہ السلام کی، اول الرسل نوح علیہ السلام کی، ابوالانبیاء ابراہیم علیہ السلام کی، اور بیت المقدس کے امام اور بنی اسرائیل کے حاکم عمران بن مامان کی نسل سے تھے، پھر وہ اللہ کے بیٹے کیسے ہونگے؟

جاننا چاہئے کہ حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر اول ہیں، اور نوح علیہ السلام ابوالبشر ثانی ہیں، اب سب انسان ان کی اولاد ہیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دونوں کی اولاد ہیں، پھر عمران بن مامان ان کی اولاد میں ہیں، جو نیک بندے اور قوم کے امام اور سربراہ بھی تھے، ان کی صاحب زادی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لطن سے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، پس ان کا نسب ناناکے ساتھ جوڑے گا، جیسے سادات کا نسب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے توسط سے نبی ﷺ کے ساتھ جوڑا ہے۔

آیات کریمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے برتری بخشی ہے آدم و نوح کو اور اولاد ابراہیم کو اور اولاد عمران کو ساری دنیا پر، یہ ایک دوسرے کی نسل ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں — پس ان کی بات سونی صبر و استقامت ہے۔

اِذْ قَالَتْ اٰمْرَاَتُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی ۚ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ ۚ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ کَالْاُنْثٰی ۚ وَ اِنِّیْ سَتِیْنَهَا مَرْیَمَ وَ اِیَّتِیْ اَعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنِ وَ اَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ۙ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَ جَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ لِمَرْیَمُ اَنْتَ لَكَ هٰذَا ۙ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝

اِذْ قَالَتْ	(یا کرو) جب کہا	اِنِّیْ	بے شک میں نے	فِیْ بَطْنِیْ	میرے پیٹ میں ہے
اٰمْرَاَتُ	بیوی نے	نَذَرْتُ	مت مانی ہے	مُحَرَّرًا ^(۱)	آزاد کردہ
عِمْرَانَ	عمران کی	لَكَ	آپ کے لئے	فَتَقَبَّلْ	پس قبول فرما
رَبِّ	اے میرے پروردگار!	مَا	اس بچہ کی جو	عِیْنِیْ	میری طرف سے

(۱) مُحَرَّرًا: ماکا حال ہے جو نذرت کا مفعول ہے

لَا تَكُنْ أَتَى	بے شک آپ ہی	مَدِينَةٍ	مریم	عَلَيْهَا	اس کے پاس
النَّبِيِّ	خوب سننے والے	وَلَا تَحْزَنْ	اور بے شک میں	ذَكَرْتَنَا	زکریا
الْعَالَمِينَ	سب کچھ جاننے والے ہیں	أُعِيدُوا	اس کو پہلے میں دیتی ہوں	الْمُحْرَابَ	(عبادت کے کمرے میں
فَلَمَّا وَضَعَتْهَا ^(۱)	پس جب جتا اس نے اس کو	بَكَ	آپ کے	وَجَدَ	پائی
قَالَتْ	کہا اس نے	وَذُرِّيَّتَهَا	اور اس کی اولاد کو	عِنْدَهَا	اس کے پاس
رَبِّ	اے میرے پروردگار	مِنَ الشَّيْطَانِ	شیطان سے	رِزْقًا	روزی
إِنِّي	بے شک میں نے	الزَّحِيمِ	مردود	قَالَ	پوچھا
وَضَعْتُهَا ^(۲)	جتا اس کو	فَتَقَبَّلَهَا	پس قبول کیا اس کو	يُسْرَيْنِ	اے مریم
إِنَّمَا	لڑکی	رَبِّهَا	اس کے پروردگار نے	آتَاكَ	کہا اس آئی تیرے پاس
وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	بِقَبُولِ	قبول کرتا	هَذَا	یہ روزی
أَعْلَمُ	خوب جانتے ہیں	حَسَنٍ	اچھی طرح	قَالَتْ هُوَ	کہا اس نے: وہ
بِمَا وَضَعْتُ	جو اس نے جتا	وَأَنْبَتَهَا	اور بڑھایا اس کو	مِنْ عِنْدِ اللَّهِ	اللہ کے پاس سے ہے
وَلَيْسَ الذَّكَرُ	اور نہیں وہ لڑکا	نَبَاتًا حَسَنًا	اچھا بڑھاتا	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
كَالْأُنْثَى	مانند اس لڑکی کے	وَكُفَّهَا	اور ملایا اس کو	يَزِدُّنِي	روزی دیتے ہیں
وَأَنِّي	اور بے شک میں نے	ذَكَرْتَنَا	زکریا نے	مَنْ يَشَاءُ	جس کو چاہتے ہیں
سَنِيَّتَهَا	اس کا نام رکھا	كَلِمًا دَخَلَ	جب بھی گئے	يَغْتَابُ حِسَابَ	بے حساب (بے گنے)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام عمران کی نسل سے تھے

جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا ماں کے پیٹ میں تھیں، ان کے ابا حضرت عمران گذر گئے، ان کی ماں نے منت مانی: جو لڑکا پیدا ہوگا وہ بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف ہوگا، ایسا وقف ان کی شریعت میں جائز تھا، پھر جب حضرت مریم پیدا ہوئیں تو ان کی ماں حیران ہوئیں، کیونکہ لڑکی خدمت کے لئے وقف نہیں کی جاتی تھی، لڑکا وقف کیا جاتا تھا، انھوں نے عرض کیا: الہی! میں نے تو لڑکی جنی، اب میری منت کا کیا ہوگا؟

(۱) کو وضع تھا کی ضمیر حمل کی طرف لڑتی ہے، چونکہ پیٹ میں لڑکی تھی، اس کی رعایت سے مؤنث ضمیر استعمال کی ہے (۲) الذکر اور الانثیٰ میں الف لام عہدی ہیں، وہ لڑکا یعنی مطلوبہ لڑکا، یہ لڑکی یعنی جنی ہوئی لڑکی۔

درمیان میں دو جملے مترضہ ہیں: ایک: اللہ کو سب کچھ معلوم ہے کہ اس نے کیا جتنا ہے؟ دوسرا: مطلوبہ لڑکے سے یہ لڑکی بہتر ہے، چنانچہ اللہ نے اس لڑکی کو قبول فرمایا، حضرت زکریا علیہ السلام کے ذریعہ اس کی اطلاع دی گئی، پھر جب مریمؑ خود کھیل ہوئیں تو بیت المقدس کے حوالے کی گئیں، وہاں ان کی پرورش کے سلسلہ میں اختلاف ہوا، ہر چاروں ان کی پرورش کرنا چاہتا تھا، مگر قرعہ قال بنام زکریا علیہ السلام نکلا، اس کی تفصیل آگے (آیت ۴۴ میں) آ رہی ہے، زکریا علیہ السلام حضرت مریمؑ کے خالوتھے، اور وہ بیت المقدس کے ذمہ دار بھی تھے، انھوں نے حضرت مریمؑ کے لئے بیت المقدس میں ایک کمرہ خاص کر دیا، مریمؑ اس میں رہتی تھیں اور اللہ کی عبادت کرتی تھیں، حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی ان کے کمرے میں جاتے تو بے موسم کے پھل پاتے، وہ تعجب سے پوچھتے: مریم! یہ پھل تیرے پاس کہاں سے آتا ہے؟ وہ جواب دیتیں: اللہ کے یہاں سے آتا ہے، اللہ جسے چاہتے ہیں بے حساب روزی عنایت فرماتے ہیں۔

کیسے عنایت فرماتے ہیں؟ — اس کو سمجھنا مشکل ہے، جس کے ساتھ معاملہ پیش آتا ہے وہی سمجھتا ہے، حدیث میں ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ مکہ میں قید تھے، ان کے پاس غیب سے انگور آتے تھے، جبکہ انگور کا موسم نہیں تھا، نہ مکہ میں انگور تھے، کوئی فرشتہ لا کر رکھ جاتا ہوگا۔ انبیاء کے ہاتھوں ایسی کوئی خرق عادت بات ظاہر ہوتی ہے تو اس کو ”معجزہ“ کہتے ہیں اور ولی کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہے تو اس کو ”کرامت“ کہتے ہیں، اور کرامات اولیاء برحق ہیں، اور ولی مردی نہیں ہوتا عورت بھی ولیہ ہوتی ہے، جیسے صدیق مردی نہیں ہوتا عورت بھی صدیقہ ہوتی ہے۔

فائدہ: حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا کہ اللہ نے ان کی اچھی نشوونما کی، یعنی بچوں میں پلنے بڑھنے کی جو عام رفتار ہوتی ہے اس سے حضرت مریمؑ کی نشوونما کی رفتار تیز تھی، وہ جلدی سن بلوغ کو پہنچیں، جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نشوونما کی رفتار بھی تیز تھی، وہ نو سال میں رخصتی کے قابل ہو گئی تھیں۔

آیات کریمہ: (یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے کہا: اے میرے پروردگار! میں نے آپ کے لئے اس بچہ کی منت مانی جو میرے پیٹ میں ہے، وہ فارغ کیا ہوا ہوگا، پس آپ میری یہ اولاد قبول فرمائیں، بے شک آپ خوب جاننے والے سب کچھ سننے والے ہیں۔

پس جب اس نے حمل جنا تو کہا: ”اے میرے پروردگار! میں نے تو لڑکی جنی؟“ — اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو اس نے جنا، اور وہ لڑکا! اس لڑکی کے مانند نہیں — اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے، اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتی ہوں!

پس اس لڑکی کو اس کے پروردگار نے بہتر طور پر قبول کیا، اور اس کو عمدہ طریقہ پر پروان چڑھایا، اور زکریا اس کے

ذمہ دار بنے، جب بھی ذکر یا مریم کے پاس کمرے میں آتے تو اس کے پاس روزی پاتے، پوچھا: اے مریم! تیرے پاس یہ کہاں سے آتا ہے؟ جواب دیا اس نے: وہ اللہ کے پاس سے آتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں بے حساب روزی عطا فرماتے ہیں۔

هٰذَا لَكَ دَعَا زَكْرِيَّا رَبَّهُ، قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً، إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ فَنَادَتْهُ الْمَلَكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ، أَنْ اللَّهُ يُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝ قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ ۖ قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّي آيَةً ۚ قَالَ آيَتُكَ إِلَّا تَكَلَّمَ النَّاسُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمَزًا وَادْكُرُّ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسِمِّ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝

۱۳۵

هٰذَا لَكَ دَعَا	وہیں دعا کی	الدُّعَاءُ	دعا کو	بِغُلَامٍ طَيِّبٍ (۳)	بہیچنی کی
زَكْرِيَّا رَبَّهُ	ذکر یا نے اپنے رب سے	فَنَادَتْهُ	پس پکارا اس کو	مُصَدِّقًا (۴)	سچا پانے والا
قَالَ رَبِّ	کہا: اے میرے رب!	الْمَلَكَةُ	فرشتوں نے	بِكَلِمَةٍ	ایک بول کو
هَبْ لِي	عطا فرما مجھے	وَهُوَ قَائِمٌ	در احوالیکہ وہ کھڑے	مِّنَ اللَّهِ	اللہ کی طرف سے
مِّنْ لَّدُنْكَ	خاص اپنے پاس سے	يُصَلِّي	نماز پڑھ رہے تھے	وَسَيِّدًا	اور سردار
ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً	پاکیزہ اولاد	فِي الْمِحْرَابِ (۲)	عبادت کے کمرے میں	وَحَصُورًا (۵)	اور عورتوں کے بے رغبت
إِنَّكَ	بے شک آپ	أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ	وَنَبِيًّا	اور پیغمبر
سَمِيعٌ	خوب سننے والے ہیں	يُبَشِّرُكَ	آپ کو خوشخبری دیتے ہیں	مِّنَ الصَّالِحِينَ	تیکوں میں سے

(۱) ہذا لك: اسم ظرف: زمان و مکان: اس جگہ، اس وقت (۲) مِعْرَاب: نفس اور شیطان سے لڑنے کی جگہ، یعنی عبادت کا کمرہ (۳) بَحِي: فعل مضارع، جیوا، جیتا رہے، اسم علم ہے (۴) مُصَدِّقًا: اور اگے کے چار معطوفات: بَحِي کے احوال ہیں (۵) حَصُور: حَصْر (رکنے) سے مبالغہ کا صیغہ، بروزن فَعُول: عورتوں سے بالکل بے رغبت، پاکیزہ و بلند کردار۔

قَالَ	عرض کیا اس نے	كَذَلِكَ اللَّهُ	اللہ تعالیٰ اسی طرح	النَّاسُ	لوگوں سے
سَرَّيْتُ	اے میرے پروردگار!	يَفْعَلُ	کرتے ہیں	ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ	تین دن
أَفَنِي يَكُونُ	کیسے ہوگا	مَا يَشَاءُ	جو چاہتے ہیں	إِلَّا رَعْمًا	مگر اشارے سے
لِيُغْلِمَ	میرے لئے لڑکا	قَالَ سَرَّيْتُ	کہا: اے میرے رب!	وَأَذْكُرُ	اور یاد کریں
وَقَدْ بَلَغَنِي	حالانکہ پہنچ گیا ہے مجھے	اجْعَلْ لِي	مقرر فرما میرے لئے	رَبِّكَ	اپنے پروردگار کو
الْكِبَرُ	بڑھاپا	آيَةً	کوئی نشانی	كَثِيرًا	بہت
وَأَمْرًا لِّي	اور میری بیوی	قَالَ	فرمایا	وَسَيِّئًا	اور پاکی بیان کریں
عَاقِرًا	بائٹھ ہے	أَيُّنْكَ	آپ کی نشانی	بِالْعَشِيِّ	شام کے وقت
قَالَ	کہا	أَلَا تُكَلِّمُ	یہ کہنے بات کریں آپ	وَالْإِبْكَارِ	اور صبح کے وقت

حضرت یحییٰ علیہ السلام صدق (منادی) تھے، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مہر تھے

حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنے خالہ زاد بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منادی (اعلان کرنے والے) تھے، ان کی بعثت کا خاص مقصد یہی تھا، وہ اپنے بھائی سے چھ ماہ بڑے تھے، اسی لئے عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ کی تمہید میں ان کا تذکرہ آتا ہے، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی ﷺ کے لئے مہر (خوش خبری سنانے والے) تھے، ان کی بعثت کا بھی یہ خاص مقصد تھا (سورۃ القف)

جب خالو حضرت زکریا علیہ السلام نے بھانجی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی مذکورہ کرامت بار بار دیکھی کہ ان کے پاس بے موسم کے پھل آتے ہیں تو دل میں اس آرزو نے انگڑائی لی کہ جو اللہ بے موسم پھل دیتا ہے وہ بڑھاپے میں اولاد بھی دے سکتا ہے، حضرت زکریا علیہ السلام لا ولد تھے، بوڑھے ہو گئے تھے اور بیوی بانجھ تھی، یہ ظاہر اولاد کی کوئی توقع نہیں رہی تھی، مگر مریم کی کرامت دیکھ کر دل میں دیرینہ آرزو جوان ہوئی، اور اللہ تعالیٰ سے اولاد کے طلب گار ہوئے، یہ امید باندھ کر کہ جب مریم کو بے موسم پھل ملتا ہے تو زکریا کو بے موسم میوہ (لڑکا) کیوں نہیں مل سکتا، آپ کی دعا قبول ہوئی، اور لڑکے کی بشارت ملی، اور نام بھی یحییٰ (جیوا) تجویز کر دیا، جو پانچ صفات کا مالک ہوگا:

۱- وہ کلمۃ اللہ کی — جو اللہ کے کلمہ سخن سے پیدا ہوگا — لوگوں کو پہلے سے خبر دے گا کہ وہ مبعوث ہونے والے ہیں، جب وہ مبعوث ہوں تو لوگ ان کی پیروی کریں، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پانچ سو سال پہلے لوگوں کو نبی ﷺ کی بشارت سنائی تھی، تاکہ جب وہ ظاہر ہوں تو نبی اسرائیل ان کی پیروی کریں۔

۲۔ حضرت زکریا علیہ السلام بیت المقدس کے ذمہ دار مقتدی (سربراہ) تھے، ان کی ذمہ داری ان کے بعد یحییٰ علیہ السلام سنبھالیں گے، وہ قوم کے سردار ہونگے۔

۳۔ آپ پاکیزہ بلند کردار اور عورتوں میں بالکل بے رغبت ہونگے، حضور کے یہ سب معنی ہیں، بنی اسرائیل کی عورتیں مسجد میں آتی تھیں، پھر جب ان میں فیشن شروع ہوا تو ان کو روک دیا گیا، جیسے نبی ﷺ کے زمانہ میں عورتیں مسجد نبوی میں آتی تھیں، پھر صحابہ نے ان کو روک دیا، پس سردار کو ایسا ہی ہونا چاہئے، لأن الناس علی دین ملوکھم، لوگ بڑوں کا طریقہ اپناتے ہیں۔ پس یہ خصوصی وصف ہے، اور خاص وجہ سے ہے۔

۴۔ آپ خود بھی نبی ہوئے، صرف منادی نہیں ہونگے، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام: خام البینین ﷺ کے لئے مبشر تھے تو خود بھی خاتم انبیاء بنی اسرائیل تھے۔

۵۔ وہ صلاح و رشد کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہونگے، سبھی انبیاء کا یہی حال ہوتا ہے ﴿وَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ کا کتا سے متعلق ہو کر مستقل حال (صفت) ہے۔

جب زکریا علیہ السلام کو صاحبزادے کی خوش خبری ملی تو مخلوط (ملا جلا) رد عمل ہوا، ابھی تو لڑکے کے لئے دعا کر رہے تھے، اب کہنے لگے کہ پروردگار! میرے لڑکا کیسے ہوگا؟ میں نے بڑھاپے کی حدود کو چھو لیا ہے اور بیوی مانجھ ہے، یعنی ظاہری اسباب موجود نہیں، جواب ملا: اسی حال میں لڑکا ہوگا، اللہ کی قدرت سلسلہ اسباب کی پابندی نہیں، گوسلسلہ اسباب و مسببات ہے، مگر خرقی عادت بھی ہے۔

جب حوصلہ ملا تو عرض کیا: مجھے کوئی ایسی علامت بتا دیں کہ حمل ٹھہر گیا ہے، تاکہ خوشی دو بالا ہو، اب شکر نعمت میں قدم آگے بڑھاؤں۔ جواب دیا: جب تمہیں یہ حالت پیش آئے کہ تین رات دن تک لوگوں سے بات کرنے کو جی نہ چاہے، اشارہ ہی سے بات کہہ سکو تو سمجھ لو کہ حمل قرار پا گیا، پس اللہ کو کثرت یاد کرو اور صبح و شام تسبیح میں لگے رہو۔

فائدہ: سالک (ذاکر) کو کبھی ایسی حالت پیش آتی ہے، کسی سے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا، جی چاہتا ہے کہ بس ذکر و عبادت میں لگے رہیں، اور یہ حالت انقباض نہیں ہے، حالت انقباض میں تو ذکر و عبادت کرنے کو جی نہیں چاہتا، اس کو حالت انبساط کہہ سکتے ہیں، اس میں ہر وقت ذکر و عبادت میں لگے رہنے کو جی چاہتا ہے، کوئی بات کہنی ہوتی ہے تو آدمی اشارہ کر دیتا ہے۔

فائدہ: تامل (گہر بار) کی زندگی افضل ہے، یا تجرد (یار نہ بار) کی زندگی بہتر ہے؟ امت کا فیصلہ ہے کہ عام حالات میں تامل کی زندگی افضل ہے، اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خصوصی حال تھا، لأن الفضل هذه الامة اکثرها نساء: نبی ﷺ کے نکاح میں نوازا و ناج جمع ہوئی ہیں، پس یہ فعلاً نکیر (عدم رضا) ہے۔

آیاتِ کریمہ: وہیں — یعنی مریمؑ کے پاس یا اسی زمانہ میں ﴿هُنَالِكَ﴾ پھر فرما کہ ان بھی ہے اور زمانہ بھی —
 زکریاؑ نے اپنے رب سے دعا کی، عرض کیا: اے میرے پروردگار! مجھے خاص اپنے پاس سے نیک اولاد عطا فرما! بے شک
 آپ بہت دعا سننے والے ہیں، پس فرشتوں نے ان کو پکارا (دور سے بتایا) جبکہ وہ عبادت کے کمرے میں نماز پڑھ رہے
 تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰؑ کی خوش خبری دیتے ہیں، جو اللہ کے ایک بول کی تصدیق کرنے والا، اور سردار، اور بہت زیادہ
 ضبط نفس کرنے والا، اور تغیر، نیکو کاروں میں سے ہوگا، عرض کیا: میرے پروردگار! میرے کس طرح لڑکا ہوگا، مجھے بڑھا پا
 آگیا ہے، اور میری بیوی بانجھ ہے؟ کہا: اسی طرح! کرتے ہیں اللہ جو چاہتے ہیں، عرض کیا: میرے پروردگار! میرے لئے
 کوئی نشانی مقرر کر دیجئے! فرمایا: آپ کے لئے نشانی یہ ہے کہ آپ تین دن تک لوگوں سے بات نہ کریں، مگر اشارے
 سے، اور اپنے پروردگار کو خوب یاد کریں، اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کریں۔

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلِكَةُ يَمْرُؤُهُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلَىٰ نِسَاءِ
 الْعَالَمِينَ ۝ يَمْرُؤُهُ أَقْبَلْتُ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝
 ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۖ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَقُولُ
 أَفَلَا مَهْمُ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۖ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ۝ إِذْ قَالَتِ
 الْمَلِكَةُ يَمْرُؤُهُ إِنَّ اللَّهَ يَكْفُلُ بِكِ مَرْيَمَ ۖ وَكَلِمَةٍ مِنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ
 مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۖ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي
 الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصّٰلِحِينَ ۝ قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ
 يَمْسَسْنِي بَشَرٌ ۚ قَالَ كَذٰلِكَ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۖ وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ
 لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

وَإِذْ قَالَتِ	اور (یا ذکر) جب	الْمَلِكَةُ ^(۱)	فرشتوں نے	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ نے
قَالَتْ	کہا	يَمْرُؤُهُ	اے مریم	اصْطَفٰكِ	چن لیا تم کو

وَهَكَذَا	اور پاک کیا تم کو	أَيُّهُمْ	ان میں سے کون	النَّاسِ	لوگوں سے
وَاصْطَفَاكِ	اور جن لیا تم کو	يَكْفُلُ	پرورش کرے	فِي التَّهْدِي	پالنے میں
عَلَى نِسَاءِ	عورتوں پر	مَرْيَمَ	مریم کی	وَكَهْلًا ^(۳)	اور بڑی عمر میں
الْعَالَمِينَ	جہانوں کی	وَمَا كُنْتَ	اور نہیں تھے آپ	وَمِنَ الصَّالِحِينَ	اور نیکو کاروں سے
لِيُزَيِّنَهُمُ	اے مریم	لَدَيْهِمْ	ان کے پاس	فَأَلَّكَ	کہا مریم نے
أَقْلَبِي ^(۱)	اطاعت کرو تم	إِذْ يَخْتَصِمُونَ	جب وہ جھگڑ رہے ہیں	رَبِّ	اے میرے پروردگار
لِرَبِّكِ	اپنے رب کی	إِذْ قَالَتْ	(یاد کرو) جب کہا	أَنْتِ يَكُونُ	کیسے ہوگا
وَالْجُدِي	اور سجدہ کرو تم	الْمَلَكُ	فرشتوں نے	لِي وَلَكُ	میرے لئے بچہ
وَأَرْكَبِي	اور رکوع کرو تم	لِيُزَيِّنَهُمُ	اے مریم	وَلَمْ يَمَسْسَنِي	اور نہیں ہاتھ لگا یا مجھے
مَعَ الزَّكَوَيْنِ	رکوع کرنے والوں	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	بَسَرٌ	کسی آدمی نے
كَسَاهُ	کے ساتھ	يُبَيِّنُ	خوشخبری دیتے ہیں تم کو	قَالَ كَذَلِكَ	فرمایا: اسی طرح
ذَلِكَ	یہ (باتیں)	بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ^(۲)	اپنے ایک بول کی	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
مِنَ أَنْبَاءِ	خبروں سے ہیں	اسْمُهُ	اس کا نام	يَخْلُقُ	پیدا کرتے ہیں
الْغَيْبِ	غیب کی (بن دیکھی)	النَّبِيِّ عِيسَى	(مسح مبارک) عیسیٰ	مَا يَشَاءُ	جو چاہتے ہیں
نُوحِيهِ	وحی کرتے ہیں ہم اس کو	ابن مَرْيَمَ	بیٹا مریم کا	إِذَا قَضَىٰ	جب طے کرتے ہیں
إِلَيْكَ	آپ کی طرف	وَجَنَّتَا	بڑے مرتبہ والا	أَمْرًا	کوئی کام
وَمَا كُنْتَ	اور نہیں تھے آپ	فِي الدُّنْيَا	دنیا میں	فَانْتَبَا	تو اس کے سوا نہیں کہ
لَدَيْهِمْ	ان کے پاس	وَالْآخِرَةِ	اور آخرت میں	يَقُولُ لَهُ	کہتے ہیں اس سے
إِذْ يُقَوَّنُ	جب ڈال رہے ہیں وہ	وَمِنَ الْمُقَدَّرِينَ	اور مقرب لوگوں میں سے	كُنْ	ہو جا
أَقْلَامَهُمْ	اپنے قلم	وَيُكَلِّمُ	اور بات کرے گا	فَيَكُونُ	پس وہ ہو جاتا ہے

(۱) اقصیٰ: فعل امر، صیغہ واحد مؤنث حاضر، قَتَّتْ (ن) قَتُّوْنَا: خدا کا فرمانبردار ہونا، کمال انکساری کے ساتھ اظہار بندگی کرنا۔

(۲) کلمۃ منہ: اضافت بواسطہ من ہے، اور سورۃ النساء (آیت ۱۷۱) میں ﴿كَلِمَةً﴾ بلا واسطہ اضافت ہے (۳) الکھل:

ادھیر عمر کا، تیس سال سے پچاس سال کی عمر کا آدمی۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی ذہن سازی

حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کا تذکرہ تو عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی تمہید میں آتا ہی ہے، اب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی نقل از وقت ذہن سازی کرتے ہیں، فرشتوں نے حضرت مریم سے کہا: ”اللہ نے آپ کو بچن لیا ہے“ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ اپنی قدرت ظاہر کریں گے، آپ باپ کے بغیر بیٹا جنم لیں گی، اور اس مقصد سے آپ کو پاک صاف رکھا ہے، تاکہ کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملے، اور آپ کو دنیا جہاں کی عورتوں میں سے بچن لیا ہے، یعنی اللہ نے اپنی قدرت ظاہر کرنے کے لئے آپ کا انتخاب کیا ہے، پس اے مریم! آپ کو چاہئے کہ ہر وقت اپنے پروردگار کی اطاعت میں لگی رہیں، عبادت کرتی رہیں، اور اطاعت کا اکل فرد یہ ہے کہ آپ باجماعت نماز کی پابندی رکھیں۔

فائدہ: عورتوں کے لئے مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کے لئے آٹانی نفسہ ممنوع نہیں، خوف فتنہ کی وجہ سے ممنوع ہے، پس جو عورت مسجد میں رہتی ہے وہ باجماعت نماز پڑھے گی، اسی طرح اگر کسی عورت کے لئے نماز پڑھنے کی کوئی جگہ نہ ہو تو وہ بھی مسجد میں جا کر باجماعت پائے جماعت نماز پڑھ سکتی ہے، اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے لئے چونکہ ان کے خالو حضرت زکریا علیہ السلام نے بیت المقدس میں ایک کمرہ خاص کر دیا تھا، جس میں وہ رہتی تھیں اور اللہ کی عبادت کرتی تھیں، اس لئے فرشتوں نے ان سے کہا کہ وہ باجماعت نماز پڑھا کریں۔

﴿وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰٓى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنتِى رَٰبِطَةُ رَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ نے تم کو بچن لیا ہے، اور تم کو پاک صاف رکھا ہے، اور تم کو دنیا جہاں کی عورتوں کے مقابلہ میں منتخب کیا ہے، اے مریم! اپنے رب کی فرمان برداری کریں، اور سجدہ کریں — یعنی عبادتیں کریں — اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کریں — یعنی باجماعت نماز پڑھیں — اور رکوع پانے والا رکعت پاتا ہے اس لئے ارکان نماز میں سے رکوع کو خاص کیا ہے۔

سوال: کہتے ہیں: اہل کتاب کی نماز میں رکوع و سجود نہیں تھے، آج بھی وہ اپنی نمازوں میں رکوع و سجدہ نہیں کرتے، پھر ﴿وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ کیسے درست ہوگا؟

جواب: قرآن وحدیث کے کلام میں مخاطبین کے محاورات کی رعایت ہوتی ہے ﴿الرّٰكِعٰتُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی﴾: اللہ تعالیٰ تختِ شامی پر متمکن ہوئے، اور یا جوج و ماجوج آسمان کی طرف تیر پھٹکیں گے، یہ موجودین کے محاورات میں کلام ہے، اسی طرح اس آیت میں بھی اس امت کے تعلق سے کلام ہے، اور ﴿وَاسْجُدِىْ﴾ مستقل ہے کہ کمال انکساری

کے ساتھ اظہار عاجزی کریں، تنہا بھی عبادت کریں اور ﴿وَ اذْكُرْ مَعَ التَّوْحِيدِ﴾ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کریں، یعنی باجماعت نماز پڑھیں، تاکہ نماز کی پابندی رہے۔ حدیث میں ہے کہ جہاں تین آدمی بستے ہوں اگر وہ باجماعت نماز نہیں پڑھیں گے تو شیطان ان پر غالب آجائے گا، یعنی وہ پابندی سے نماز نہیں پڑھ سکیں گے۔

حضرت مریمؑ کی بلند کرداری نبی کے گھر میں پرورش پانے کی وجہ سے تھی

حضرت مریمؑ سے فرشتوں نے تین باتیں کہی ہیں۔ اللہ نے آپ کو چن لیا ہے، اللہ نے آپ کو سب عورتوں میں سے منتخب کیا ہے، یہ دونوں باتیں ایک ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اپنی قدرت کاملہ ظاہر فرمائیں گے، باپ کے بغیر آپ بچہ جنیں گی، اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں تھی، یہ تو اللہ کا انتخاب ہے۔ اور تیسری بات یہ کہی تھی کہ اللہ نے آپ کو پاک صاف رکھا ہے، عالم اسباب میں آپ کی بلند کرداری کی وجہ کیا تھی؟ اس کو بیان فرماتے ہیں کہ اللہ نے آپ کی پرورش نبی وقت کے گھر میں کرائی، اور گھر کے ماحول کا گھر کے افراد پر اثر پڑتا ہے، اس لئے حضرت مریمؑ نزاہت و طہارت میں بلند کردار پروان چڑھیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بیت المقدس کے حوالے کیا گیا تو ان کی پرورش کے معاملہ میں اختلاف ہوا، ہر محاور پرورش کرنے کا خواہش مند تھا، کیونکہ ان کی مقبولیت کی اطلاع دی جا چکی تھی، پس فیصلہ کراماتی قرعہ اندازی پر ٹھہرا، طے پایا کہ سب بچتے پانی میں اپنے قلم ڈالیں، جس کا قلم پانی میں بہہ جائے وہ ہارا، اور جس کا قلم پانی پر چڑھے وہ جیتا، حضرت ذکریا علیہ السلام کا میاب ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: عَلَی قَلَمُ ذُكْرِيَا (بخاری شریف، کتاب الشہادات، باب ۳۷) اس طرح حضرت مریم رضی اللہ عنہا اپنی خالہ اور خالو کی پرورش میں آگئیں۔

اس واقعہ کو قرآن نے دو حصوں میں تقسیم کر کے بیان کیا ہے، اور واقعہ کے اجزاء کو مقدم و مؤخر کیا ہے، تاکہ دونوں حصے نبی ﷺ کی صداقت کی مستقل دلیل بنیں، فرماتے ہیں: جب وہ لوگ پانی میں قلم ڈال رہے تھے تو آپ وہاں موجود نہیں تھے، نیز جب وہ باہم جھگڑ رہے تھے اس وقت بھی آپ وہاں موجود نہیں تھے، اور آپ امی تھے، اہل کتاب کی کتابوں کا مطالعہ آپ نے نہیں کیا تھا، نہ ان کے ساتھ میل جول رہا تھا، پھر اتنی محنت کے ساتھ آپ واقعات کیسے بیان کر رہے ہیں؟ جواب: آپ بیان نہیں کر رہے، بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں، پس یہ بیان آپ کے نبی ہر حق ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ وحی انبیاء ہی پر آتی ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ عالم الغیب نہیں، جو باتیں آپ کو وحی سے بتائی جاتی تھیں وہی آپ ﷺ بتاتے تھے۔

﴿ذَٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُتْلَوْنَ أَوَّلَ مَا هُمْ
أَتَاهُمْ يَكْفُلُ مَرْثِيَهُمْ ۖ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ﴾

ترجمہ: یہ (بیان) بن دیکھی باتوں میں سے ہے، ہم اس سے آپؐ کو باخبر کر رہے ہیں، اور آپؐ ان لوگوں کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریمؑ کی پرورش کرے؟ — یہ واقعہ کا آخری حصہ ہے۔ اور آپؐ اس وقت (بھی) ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے — یہ واقعہ کا ابتدائی حصہ ہے۔

وقت پرفرشتوں نے حضرت مریمؑ کو صاف صاف لڑکے کے پیدا ہونے کی خوش خبری سنائی

پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کا وقت آیا تو فرشتوں نے دوبارہ حضرت مریمؑ رضی اللہ عنہا کو صاف صاف بتایا کہ آپؑ ”اللہ کے حکم“ سے لڑکا جنم لے گی، اور اس لڑکے کے تعلق سے پانچ باتیں بھی بتائیں:

۱۔ اس لڑکے کا لقب مسیح (مبارک) ہوگا، اس کا نام عیسیٰ ہوگا، اور مریمؑ کا یعنی آپؑ کا بیٹا ہوگا، اس کا کوئی باپ نہیں ہوگا جس کی طرف وہ منسوب ہو، اور وہ اللہ کا بیٹا نہیں ہوگا، بلکہ کلمہ کن سے پیدا ہوگا۔

۲۔ وہ لڑکا دنیا و آخرت میں باوقار ہوگا، دنیا میں اس کو حرامی کہہ کر کوئی بنام نہیں کر سکے گا، اور آخرت میں تو چونکہ وہ نبی ہے، اس لئے باعزت ہوگا ہی!

۳۔ وہ اللہ کا مقرب بندہ ہوگا، دوسرے مقرب بندوں کی طرح وہ بھی اللہ کا پسندیدہ بندہ ہوگا۔

۴۔ وہ پیدا ہوتے ہی لوگوں سے بات کرے گا، اور اپنا بندہ ہونا اور خدا کی قدرت سے پیدا ہونا بیان کرے گا، پھر بڑی عمر میں بھی وہ لوگوں سے بات کرے گا، یعنی اس کو زندہ آسمان پر اٹھالیا جائے گا، پھر بڑی عمر میں اس کو زمین پر اتارا جائے گا، اس وقت بھی وہ لوگوں سے باتیں کرے گا۔

۵۔ وہ اللہ کا نیک بندہ ہوگا، یہ مکر و صدف ہے، تاکہ ان کا بندہ ہونا واضح ہو، اور ان کے خدا ہونے کی یا خدا کا بیٹا ہونے کی نفی ہو۔

جب فرشتوں نے حضرت مریمؑ کو یہ خوش خبری سنائی، تو اگرچہ پہلے ان کی ذہن سازی کی جا چکی تھی، مگر ان کو اس خبر سے اچنبھا ہوا — اور بات تھی ہی اچنبھے کی! — انھوں نے عرض کیا: اہلہی! میرے بچہ کیسے ہوگا، مجھے کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا یعنی میری شادی نہیں ہوئی، اس سے عیسائیوں کے عقیدے کی تردید ہوگئی، انھوں نے یوسف نامی فرضی آدمی کو باپ تجویز کیا ہے — اللہ کی طرف سے جواب آیا: اسی طرح ہوگا، یعنی بغیر باپ کے بچہ ہوگا، اللہ کی قدرت میں سب کچھ ہے، وہ جو چاہتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں، کیا انھوں نے آدم و حوا علیہما السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا

نہیں کیا؟ اور کیا آج بھی ہزاروں جاندار مٹی سے پیدا نہیں ہوتے؟ پس ان کے لئے صرف ماں سے بچہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ وہ جب کسی کام کا فیصلہ کرتے ہیں تو اس سے کہتے ہیں: ہو، پس وہ ہو جاتا ہے۔ اور ہو کہنا بھی ارادہ کی تعبیر ہے، ہو کہنے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی، اللہ کا ارادہ ہی چیزوں کے وجود کی علت ہے۔

﴿إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ لِعِزْمِ بْنِ مَرْيَمَ وَجِّهِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۖ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ ۚ قَالَتْ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَنْسَسْنِي بِشَرٍّ قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝﴾

ترجمہ: (یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا: ”اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں خوش خبری دیتے ہیں اپنے ایک کلمہ (بول) کی۔ یعنی اللہ کے محض حکم سے تم بچہ جنوگی۔ جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا، وہ باوقار ہوگا دنیا و آخرت میں، اور مقرب بندوں میں سے ہوگا، وہ لوگوں سے بات کرے گا پالنے میں اور بڑی عمر میں، اور نیکوں میں سے ہوگا۔“ مریم نے عرض کیا: ”اے میرے پروردگار! میرے بچہ کیسے ہوگا، دراصل مجھے کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا؟“ فرمایا: ”اسی حالت میں ہوگا!“ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں، جب وہ کوئی کام کرنا طے کرتے ہیں تو بس اس سے کہتے ہیں: ہو، پس وہ ہو جاتا ہے۔

سوال: تو اللہ و قائل کا جو سلسلہ آدم و حوا علیہما السلام کے بعد سے مردوزن کے ذریعہ چل رہا تھا، اس کو عیسیٰ علیہ السلام میں ایک فرد (ماں میں) کیوں جمع کیا، کسی اور میں اللہ نے یہ قدرت کیوں ظاہر نہیں کی؟ یعنی اس قدرت کے اظہار کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص کی وجہ کیا ہے؟

جواب: عیسیٰ علیہ السلام میں اللہ نے اپنی یہ قدرت اس لئے ظاہر کی کہ وہ نبی ﷺ کی ختم نبوت کی دلیل (نشانی) بنے، نبی ﷺ عیسیٰ علیہ السلام سے متصل آئے ہیں، درمیان میں کوئی نبی نہیں، آپ عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو ستر سال بعد آئے ہیں، اور حسی سلسلہ ایک فرد میں جمع کرنا زیادہ مستبعد ہے معنوی سلسلہ جمع کرنے سے، پس عیسیٰ علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ نے یہ کرشمہ دکھایا تاکہ لوگ، خاص طور پر بنی اسرائیل، اس سے ختم نبوت کامل پر استدلال کریں، مگر نفوس! خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا!

﴿وَعِلَّمَهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۚ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۚ إِنِّي أَخْلَقْتُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ

فَأَنْفَعُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَابْرَأِ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَانْجِ الْكَلْبَ
بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَأُتِنَتْكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخِرُونَ ۚ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي
ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُم ۖ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ
التَّوْرَةِ وَلِأَجْلِ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجَنَّتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۚ
فَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَأَطِيعُوا ۝ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَذَا صِرَاطٌ
مُّسْتَقِيمٌ ۝

وَلَعَلَّهِ الْكِتَابُ وَالْحِكْمَةُ وَالْتَّوْرَةُ وَالْإِنْجِيلُ وَرُسُلُهُ ^(۱)	اور سکھائیں گے وہ ان کو اپنی کتاب (قرآن) اور دلائل کی باتیں (حدیثیں) اور تورات اور انجیل اور (بھیجیں گے ان کو) رسول بنا کر	آئی اَخْلَقْتُ لَكُمْ مِّنَ الطَّيْرِ سَهِيَةً ^(۲) الطَّيْرِ فَأَنْفَعُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا	کہ میں ہناؤں کا تمہارے لئے مٹی سے چھپے شکل پرندے کی پھر چھوٹوں گا اس میں پس ہو جائے گا وہ پرندہ (اڑنے والا)	بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُتِنَتْكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ وَمُصَدِّقًا ^(۳) لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ	یہ حکم خداوندی اور آگاہ کرونگا میں تم کو اس سے جو کھاتے ہو تم اور جو خیرہ کرتے ہو تم اپنے گھروں میں بے شک اس میں البتہ بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ہو تم ماننے والے اور (آیا ہوں میں) سچا بتانے والا میں کر اس کتاب کو جو مجھ سے پہلے آئی ہے
---	---	---	--	---	---

(۱) (۱) رسولاً: کا عامل پہنچنے محذوف ہے (۲) انی سے پہلے بقول محذوف ہے (۳) روح پڑنے سے پہلے محض پرندے کی شکل
ہوتی ہے۔ (۴) مصدقاً: کا عامل جنت محذوف ہے۔

وَجَنَّتُكُمْ ^(۱)	اور آپا ہوں میں تمہارے	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
يَأْتِيْكُمْ	پاس	لَيَقِيْ	میرے پروردگار ہیں
فَمَنْ ذَرَبَكُمْ	بڑی نشانی کے ساتھ	وَرَبُّكُمْ	اوتوہلے پروردگار ہیں
فَمَنْ ذَرَبَكُمْ	تمہارے رب کی طرف سے	فَاعْبُدُوْهُ	پس عبادت کرو ان کی
فَاتَّقُوا اللَّهَ	پس ڈرو اللہ سے	هَذَا صِرَاطٌ	یہ راستہ ہے
وَاطِيعُونَ	اور کہنا میرا	مُسْتَقِيْمٌ	سیدھا
یعنی تورات	تاکہ جائز کروں میں	تمہارے لئے	بعض وہ چیزیں جو
حرام کی گئی ہیں	تم پر		

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی تذکرہ

خاص علوم، خاص نبوت، معجزات، سابقہ شریعت کی اصلاح، توحید کی تعلیم

۱- خاص علوم: انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے، پس اس کا علم اللہ نے ان کو عطا فرمایا، اور انجیل تورات کا ضمیمہ ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت موسوی پر مبعوث کئے گئے ہیں، اس لئے ضروری تھا کہ تورات کا علم بھی ان کو دیا جائے، اور آخر زمانہ میں جب ان کا نزول ہوگا تو شریعت محمدی کی پیروی کریں گے، اور اسی کے مطابق امت محمدیہ کی راہ نمائی کریں گے، پس ضروری ہوا کہ قرآن وحدیث کا بھی ان کو علم دیا جائے، ان کے زمانہ میں ان کو تورات وانجیل کا علم دیا، اور آخر زمانہ میں ان کو قرآن وحدیث سکھائیں گے، انبیاء کسی سے پڑھتے نہیں، اللہ ان کو علم دیتے ہیں، پس یہ چار علوم عیسیٰ علیہ السلام کے خاص علوم ہیں۔

اور یہاں اور سورۃ المائدہ (آیت ۱۱۰) میں کتاب وحکمت کو مقدم کیا ہے، حالانکہ ان کا علم بعد میں عطا فرمایا جائے گا، ایسا ان کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے کیا ہے، جیسا میراث کی آیتوں میں وصیت کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے اس کو تین جگہ بن پر مقدم کیا ہے۔ پس یہ آیت در فضیلتی اور نزول عیسیٰ کی دلیل ہے۔

فائدہ: کتاب وحکمت کے الفاظ قرآن میں پانچ جگہ آئے ہیں، تین جگہ نبی ﷺ کے فرائض کے تذکرے میں اور دو جگہ عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں، سورۃ البقرۃ (آیت ۱۵۱) میں، سورۃ آل عمران (آیت ۱۶۴) میں اور سورۃ الحجۃ (آیت ۲) میں نبی ﷺ کے تعلق سے یہ الفاظ آئے ہیں، اور وہاں قطعی طور پر قرآن وحدیث مراد ہیں، پس جو عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں یہ الفاظ آئے ہیں ان سے بھی قطعی طور پر قرآن وحدیث مراد ہیں، کیونکہ قرآن قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔

(۱) وجنتکم: تمہید لوٹا کر اگلی بات کہی ہے، یہ قرآن کا خاص اسلوب ہے۔

﴿وَعَلَّمَہُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَالتَّوْرَۃَ وَالْاِنْجِیْلَ﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی خاص کتاب (قرآن) اور دانائی کی باتیں (حدیثیں) اور تورات و انجیل سکھائیں گے۔
خاص نبوت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے لئے مبعوث کئے گئے تھے، وہ انبیائے بنی اسرائیل کے خاتم تھے، یہاں اور سورۃ الفف (آیت ۶) میں اس کی صراحت ہے، بعد میں پولوس نے ان کے مذہب کو عام کیا۔

﴿وَرَسُوْلًاۤ اِلٰیٰ یَبِیْنٰی رَاسَدًاۤ یُنٰی﴾

ترجمہ: اور (بھیجا ان کو) رسول بنا کر بنی اسرائیل کی طرف۔

معجزات: اللہ تعالیٰ جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دعوت کے کام پر مامور فرماتے ہیں تو ان کو اثبات دعویٰ کے لئے اور لوگوں کو قائل و مائل کرنے کے لئے معجزات عطا فرماتے ہیں، اور ہر جنم پر اس کے زمانہ کے تقاضوں کے مطابق معجزات دیئے جاتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا زور تھا، اس لئے ان کو عصا اور ید بیضاء کے معجزات عطا ہوئے، اور عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ طب و حکمت کا زمانہ تھا، اسی مناسبت سے ان کو چار معجزات دیئے گئے:

۱- حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی کی صورت بناتے تھے، پھر جب اس میں پھونکتے تھے تو وہ بہ اذن الہی اڑنے لگتی تھی۔

۲- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے مادر زائد بیٹا چنگا اور کوزہ می تندرست ہو جاتا تھا۔

۳- آپ بہ حکم الہی مردے کو زندہ کرتے تھے۔

۴- لوگ گھروں میں کیا کھا کر آئے، اور گھروں میں کیا رکھا ہے: اس کو بتا دیتے تھے۔

ان معجزات کی تفصیل ممکن نہیں، آٹا مفسرین کے سہارے بات کرنا نکل بچو ہے۔ پس اجمال ہی بہتر ہے۔

﴿اِنِّیْۤ اَنْزَلْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ ۚ اِنِّیْۤ اَخْلَقْتُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھْنِیۡۃً ۚ فَالْفَخْرُ فِیْہِ فِیْکُوْنُوْنَ طٰیۡفًا ۙ بِاِذْنِ اللّٰہِ ۚ وَ اُنۢبِیۡۤی الۡاَکْثَیۡہِ وَالْاَبْیَصَ وَ اُنۢحِی النَّوۡۤیۡ بِاِذْنِ اللّٰہِ ۚ وَ اَنْتَکُمۡ بِمَآ تَاکُلُوْنَ وَ مَا تَلۡبَسُوْنَ ۚ فِیۡۤ اٰیٰتِکُمۡ ۚ اِنۡ فِیۡ ذٰلِکَ لَآیَۃٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمْ مُّؤْمِنِیۡنَ ۝۱۰﴾

ترجمہ: (وہی اسرائیل سے کہیں گے:) میں تم لوگوں کے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی نشانی لے کر آیا ہوں — یہ تمہید ہے، اسی کو آگے لوٹا کر توحید کی تعلیم دیں گے — (۱) میں مٹی سے تمہارے لئے صورت بناؤں گا، پھر اس میں پھونکوں گا تو وہ اللہ کے حکم سے اڑنے لگے گی (۲) اور (میں اللہ کے حکم سے) پیدا کٹی اندھے اور کوزہ می تندرست کروں گا (۳) اور اللہ کے حکم سے سر دوں کو زندہ کروں گا (۴) اور میں تمہیں بتاؤں گا جو تم کھاتے ہو اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو — بے شک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانیاں ہیں اگر تمہیں ایمان لانا ہے۔

تنبیہ: تیسرے معجزہ کے ساتھ جو ﴿يُذَوِّنُ﴾ اللہ ہے وہ دوسرے معجزہ کے ساتھ بھی ہے، اور یہ بار بار اس لئے لایا گیا ہے کہ لوگ جان لیں کہ یہ اللہ کے افعال ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے ذاتی کام نہیں۔

شریعتِ موسوی کی جزوی اصلاح: حضرت عیسیٰ علیہ السلام: موسیٰ علیہ السلام کی ملت پر مبعوث کئے گئے تھے، جیسے ہمارے نبی ﷺ ملتِ اسماعیلی پر مبعوث کئے گئے ہیں، پس ضروری تھا کہ اصل ملت کو باقی رکھ کر اس میں ضروری اصلاح کی جائے، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں تورات کی تصدیق کرتا ہوں، وہ اللہ کی کچی کتاب ہے، البتہ اس میں بعض چیزیں جو بنی اسرائیل پر حرام کی گئی ہیں، مثلاً: اونٹ کا گوشت، اور دودھ اور حلال جانور کے پیٹ کی چربی: میں ان کی حلت بیان کرنے کے لئے آیا ہوں، اب وہ چیزیں حرام نہیں رہیں، یہ جزوی نسخ ہے، اس سے تورات کی تصدیق پراثر نہیں پڑتا۔ جیسے قرآن کریم گذشتہ کتابوں کا مصدق ہے، پھر ان کے بعض احکام کو بدلتا ہے، یہ بھی جزوی نسخ ہے، اس سے سابقہ کتابوں کی تردید نہیں ہوتی۔

﴿وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَلَا يُحِلُّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حَبَّرَ عَلَيْكُمْ﴾

ترجمہ: اور (میں آیا ہوں) اس تورات کو سچا بتانے والا بن کر جو مجھ سے پہلے نازل ہو چکی ہے، اور (میں آیا ہوں) تاکہ بعض وہ چیزیں تمہارے لئے حلال کروں جو تم پر حرام کی گئی تھیں۔

توحید کی تعلیم: پھر تمہید لونا کر توحید کا درس دیا ہے کہ جب تم میری صداقت کی نشانیوں دیکھ چکے تو اب اللہ سے ڈرو، اور میری باتیں سنو: ساری باتوں کی جزیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھی رب ہیں اور تمہارے بھی، میں ان کا بیٹا نہیں ہوں، بندہ ہوں، لہذا اسی کی بندگی کرو، میں بھی اسی کی بندگی کرتا ہوں، یہی دین کا سیدھا راستہ ہے، اسی راستہ پر چل کر بندے اللہ تک پہنچ سکتے ہیں۔

﴿وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ فَاعْبُدُوهُ

هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾

ترجمہ: اور میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کے پاس سے بڑی نشانیاں لے کر آیا ہوں — یہ تمہید لونا کرتی ہے پس اللہ سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو — میرا کہنا کیا ہے؟ — اللہ تعالیٰ ہی میرے پروردگار ہیں اور تمہارے بھی

پروردگار ہیں، پس اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے!

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ
فَنَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ أُمَّنَا بِاللَّهِ وَنَشْهَدُ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا

الرَّسُولَ فَإِكْتَبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿۵﴾

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ أَتَىٰ مَنْ أَنْصَلَايَ إِلَى اللَّهِ قَالَ	پس جب محسوس کیا عیسیٰ نے ان (بنی اسرائیل) سے انکار کہا کہ کون میرا مددگار ہے اللہ کی طرف کہا	الْحَوَارِيُّونَ (۱) نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ أَمَّا يَا لِدُهِ وَأَشْهَدُ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (۲) رَبِّنَا	حواریوں نے ہم مددگار ہیں اللہ کے ایمان لائے ہم اللہ پر اور گواہ رہیں آپ کہ ہم اطاعت کرنے والے ہیں اے ہمارے پروردگار!	أَمَّا يَمَّا أَنْزَلَتْ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتَبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ	ایمان لائے ہم اس (انجیل) پر جو آپ نے اتاری اور پیروی کی ہم نے (آپ کے) رسول (عیسیٰ) کی پس لکھ دے ہمیں گواہی دینے والوں کے ساتھ
---	--	--	--	---	---

بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت قبول نہیں کی

اگرچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام پہلے سے کلمہ اللہ کی آمد کا اعلان کر رہے تھے، مگر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو عام طور پر بنی اسرائیل نے ان کی دعوت قبول نہیں کی، اور یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا، اب عیسیٰ علیہ السلام تمہارے گئے، پس انھوں نے آواز لگائی: کون میرا ساتھ دیتا ہے؟ اللہ کے دین کو پھیلائے میں کون میرا مددگار بناتا ہے؟ دو دھویوں نے جو اسرائیلی تھے بلیک کہا، پھر اور بھی حضرات ساتھ ہو گئے، کہتے ہیں: کل بارہ حضرات نے دعوت قبول کی، انہیں کی محنت سے عیسائیت کو قبول عام حاصل ہوا، یہ مضمون سورۃ الصف کی آخری آیت میں بھی ہے۔

حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی بات قبول کر کے اللہ کے سامنے اقرار کیا کہ ہم انجیل پر ایمان لائے، اور حامل انجیل کے حلقہ بگوش ہوئے، یہ آپ کی توفیق سے ہوا، لہذا آپ ایمان لانے والوں کی فہرست میں ہمارا نام ثبت فرمادیں، تاکہ ہمارا نام رجسٹرڈ ہو جائے اور ارتداد کا احتمال نہ رہے۔

آیات کریمہ: پس جب عیسیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف سے انکار دیکھا تو اس نے آواز لگائی: اللہ کے دین میں میرا کون مددگار ہے؟ حواریوں نے جواب دیا: ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے، اور (اے پیغمبر) (۱) حواری کے معنی ہیں: دھوبی، کپڑے صاف کرنے کی وجہ سے حواری کہلائے، پہلے دو شخص جو ایمان لائے وہ دھوبی تھے، پھر عیسیٰ علیہ السلام کے سب صحابہ کا یہی لقب ہو گیا۔ (۲) اَلَّا: اصل میں اَنْ فَاتَحَا، نون کا تون میں ادغام کیا ہے، اَنْ: حرف مشبہ بالفعل اور نا ضمیر جمع متکلم ہے، اور سورۃ المائدہ میں اَفْتَنَّا: قَلْبَ ادْعَامِ کے ساتھ ہے۔

آپ گواہ رہیں کہ ہم احکام الہی کو قبول کرتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! آپ نے جو کتاب (انجیل) نازل کی ہے، ہم اس پر ایمان لائے، اور ہم نے آپ کے رسول (عیسیٰ علیہ السلام) کی پیروی کی، پس آپ ہمیں حق کی گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ دیں۔

وَمَكْرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِينَ ۖ إِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَكَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ إِنِّي مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۖ فَاَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَاعَذِّبْهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ مِنْ تَصْرِيحٍ ۖ وَآمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝

وَمَكْرُوا ^(۱)	اور سازش کی یہود نے	إِذْ	(یاد کرو) جب	وَرَافِعُكَ	اور اٹھانے والا ہوں تجھے
وَمَكَرَ	اور خفیہ تدبیر کی	قَالَ اللَّهُ	فرمایا اللہ نے	إِلَيَّ	اپنی طرف
اللَّهُ	اللہ نے	لِيَعِيسَى	اے عیسیٰ	وَمُطَهِّرُكَ	اور پاک کرنے والا
وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	إِلَيَّ	بے شک میں		ہوں تجھے
خَيْرُ	بہترین	مُتَوَفِّيكَ ^(۲)	پورا وصول کرنے والا	مِنَ الَّذِينَ	ان لوگوں سے جنہوں نے
الْمُكْرِينَ	تدبیر کرنے والے ہیں		ہوں تجھے	كَفَرُوا	انکار کیا

(۱) مکر کے معنی ہیں: لطیف اور خفیہ تدبیر، وہ اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی، بری کو سازش اور چال کہتے ہیں، سورۃ الفاطر (آیت ۴۳) میں ہے: ﴿الْمَكْرُ السَّيِّئُ﴾: بری چال، اس سے معلوم ہوا کہ کرا چھا بھی ہوتا ہے، اس کو تدبیر کہتے ہیں۔
 (۲) معنی: اسم فاعل: مصدر تَوَفَّى: پورا وصول کرنا، خواہ موت کی شکل میں ہو، یا نیند میں یا بیداری میں، شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا ہے: ”میں لے لوں گا تجھ کو“ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا ہے: ”میں تم کو وفات دینے والا ہوں“ رافعک کا حطوف تفسیری ہے تو پہلے معنی ہیں، اور مغائرت ہے تو دوسرے معنی ہیں، یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو بھی نزول کے بعد موت آئے گی، وہ ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ کے قانون سے مستثنیٰ نہیں، اور اھلک پر موفیک کی تقدیم اہمیت ظاہر کرنے کے لئے ہوگی، جیسے میراث کی آیات میں وصیت کی ذین (قرض) پر تقدیم اہمیت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

وَجَاعِلُ	اور بنانے والا ہوں	فِيْمَا	اس بات کا جو	مَنْ تَصِيَّبِيْنَ	کوئی مددگار
الَّذِيْنَ	ان لوگوں کو جنہوں نے	كَتَبْتُ فِيْهِ	تھے تم اس میں	وَاَمَّا	پس رہے وہ
اتَّبَعُوْكَ	تیری پیروی کی	تَخْتَلِفُوْنَ	اختلاف کرتے	الَّذِيْنَ	جو
فَوْقَ الَّذِيْنَ	بالا ان سے جنہوں نے	فَاَمَّا الَّذِيْنَ	پس رہے جو لوگ	اٰمَنُوْا	ایمان لائے
كَفَرُوْا	(تیرا) انکار کیا	كَفَرُوْا	انکار کیا انہوں نے	وَعَمِلُوْا	اور کئے انہوں نے
اِلٰى يَوْمٍ	دن تک	فَاَعَدَّ لَهُمْ	تو سزاؤں کا میں ان کو	الضَّلٰلٰتِ	اچھے کام
الْقِيٰمَةِ	قیامت کے	عَذَابًا	سزا	فَيُوَفِّيْهِمْ	تو پورا دوں گا ان کو
تَمَّ اِلٰى	پھر میری طرف	شَدِيْدًا	سخت	اُجُوْرَهُمْ	ان کا بدلہ
مَرَجِعُكُمْ	تمہارا لوٹنا ہے	فِي الدُّنْيَا	دنیا میں	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
فَاَحْكُمْ	پس میں فیصلہ کروں گا	وَالْاٰخِرَةِ	اور آخرت میں	لَا يُجِبُ	نہیں پسند کرتے
بَيْنَكُمْ	تمہارے درمیان	وَمَا لَهُمْ	اور انہیں ہوگا ان کے لئے	الظَّالِمِيْنَ	نا انصافوں کو

یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش کی اور اللہ نے ان کی حفاظت کی

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کے بعد یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے، انہوں نے بادشاہ کے کان بھرے کہ یہ شخص (مذہب بدین) ہے، تو رات کو بدلتا چاہتا ہے، قوم کو دین موسوی سے ہٹا دے گا، بادشاہ نے مسیح علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم دیدیا، اس وقت عیسیٰ علیہ السلام ایک گھر میں تھے، ایک شخص گرفتار کرنے کے لئے گھر میں گھسا، باقی باہر رہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنادیا، اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیج کر عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان کی طرف اٹھالیا تھا، جب وہ شخص عیسیٰ علیہ السلام کو گھر میں نہ پا کر باہر نکلا تو اسی کو عیسیٰ سمجھ کر لوگوں نے پکڑ لیا، اور اس کو لے جا کر سولی دیدی، سورۃ النساء (آیت ۱۵۷ اور ۱۵۸) میں ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَالَّذِيْنَ اَخْتَلَفُوْا فِيْهِ لِفِ سَلٰتٍ مِّنْهُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اِتِّبَاعَ الظُّلُمِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۚ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۱۵۸﴾: انہوں نے عیسیٰ کو قتل کیا، اور نہ سولی دی، لیکن ان کے لئے ایک آدمی ہم شکل بنادیا گیا، اور جو لوگ اختلاف کرتے ہیں اس کے معاملہ میں وہ اس کے معاملہ میں شک میں مبتلا ہیں، ان کے پاس اس بارے میں کوئی قطعی علم نہیں، انکل بچو کے تیر چار ہے ہیں، اور انہوں نے عیسیٰ کو بالکل قتل نہیں کیا، بلکہ ان کو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا، اور اللہ زبردست حکمت والے ہیں — یہ تھی اللہ کی تدبیر جسے کوئی توڑ نہ سکا۔

یہود کا پان نا کام ہو گیا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ناپاک ہاتھوں سے صاف بچ گئے۔

﴿وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ، وَاللَّهُ خَذِرُ الْمَكْرِينِ﴾ اِذْ قَالَ اللَّهُ لِيُعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ كُنْ نَذِيْرًا لِّقَوْمٍ ۖ وَارْفَعْكَ اِلَيْنَا وَمُطَهِّرًا لِّمَنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۝

ترجمہ: اور انھوں نے (یہود نے) سازش کی، اور اللہ نے خفیہ تدبیر کی، اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والے ہیں۔ (یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے عیسیٰ! ابے حکم میں تمہیں پورا پورا وصول کرنے والا ہوں، اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، اور تمہیں ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جنہوں نے (تمہارا) انکار کیا۔

رفع عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کی امت کا کیا ہوا؟

بنی اسرائیل نے عام طور پر عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت قبول نہیں کی، مگر ان کے بعد ان کا دین غالب ہو کر رہا، حواری تھوڑے تھے، وہ حسب نسب کے اعتبار سے بھی کچھ معزز نہیں تھے، مگر انھوں نے بڑی قربانیاں دے کر بنی اسرائیل پر محنت کی تو ان میں دعوت پھیلی اور ایک جماعت تیار ہوئی، پھر کش مکش شروع ہوئی اور جہاد کی نوبت آئی، اللہ نے اہل حق کی مدد کی تو ان کا ہاتھ اوپر ہو گیا، اور آج تک عیسائی یہودیوں پر حاوی ہیں، اور قرآن کہتا ہے: قیامت تک وہ غالب رہیں گے اور یہودی ذلیل و خوار!

﴿وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اَتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾

ترجمہ: اور میں بنانے والا ہوں ان لوگوں کو جنہوں نے تیری پیروی کی ان لوگوں پر غالب جنہوں نے تیرا انکار کیا قیامت کی صبح تک!

عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو اختلاف ہے اس کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تین فریق ہیں:

۱۔ یہودی کہتے ہیں: وہ مسیح ضلالت (دجال) تھا، جس کو ہم نے کیفر کردار تک پہنچا دیا، اور وہ مسیح ہدایت کا انتظار کر رہے ہیں، چنانچہ جب دجال نکلے گا تو یہودی بڑھ کر اس کی پیروی کریں گے، ان کے نزدیک وہ مسیح ہدایت ہوگا۔

۲۔ عیسائی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں، اور ان کی مصلوبیت کے قائل ہیں، اور اسی سے انھوں نے کفارہ کا عقیدہ گھڑا ہے۔

۳۔ مسلمان کہتے ہیں: وہ مسیح ہدایت تھے، اللہ کے سچے رسول تھے، اللہ کے بندے تھے اور خاتم انبیائے بنی اسرائیل

تھے، وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور آخر زمانہ میں زمین پر اتریں گے اور انصاف سے حکومت کریں گے۔

اس اختلاف کا فیصلہ کل قیامت کے دن ہوگا، مگرین (یہود و نصاریٰ) کو دنیا میں مسلمانوں کے ہاتھوں سخت سزا ملے گی، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان سے نمٹیں گے، اور اس دن ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا، جو اللہ کے عذاب سے ان کو بچالے، اور مسلمانوں کو جو عیسیٰ علیہ السلام کی واقعی پوزیشن کو مانتے ہیں اور انھوں نے نیک کام کئے ہیں پورا پورا بدلہ دیں گے، اور بر خود غلط لوگوں کو (یہود و نصاریٰ) کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے۔

﴿ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَخْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۖ فَاَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۚ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۚ وَاَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ اُجُورَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝﴾

ترجمہ: پھر میری ہی طرف تمہارا لوٹنا ہے — یعنی جاؤ گے کہاں؟ آؤ گے میرے ہی پاس! — پس میں تمہارے درمیان اس بات کا فیصلہ کروں گا جس میں تم اختلاف کرتے ہو — وہ فیصلہ کیا ہوگا؟ — پس رہے وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا — یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی واقعی پوزیشن کو نہیں مانتا — تو ان کو میں سخت سزا دوں گا دنیا اور آخرت میں، اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا، اور رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے تو میں ان کو ان کا پورا بدلہ دوں گا، اور اللہ تعالیٰ غلط کار لوگوں کو پسند نہیں کرتے۔

ذٰلِكَ نَشَاوُهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّ مَثَلَ عِيسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ فَكُنْ حَاجًّاكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۝ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَ اَبْنَاءَكُمْ وَ نِسَاءَنَا وَ نِسَاءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ۝ ثُمَّ نَبَيِّهْهُمْ لَعَلَّكَ تَعْلَمُ اللّٰهُ عَلٰی الْكَذٰبِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهٗوَ الْقَصَصِ الْحَقِّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهٗوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝

ذٰلِكَ	وہ (بیان)	نَشَاوُهُ	پڑھتے ہیں ہم اس کو	عَلَيْكَ	آپ کے سامنے
--------	-----------	-----------	--------------------	----------	-------------

مِنَ الْآيَاتِ ^(۱)	آیتوں سے	فَمَنْ	پس جو شخص	فَتَجَعَلَ	پس گردائیں ہم
وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ	اور دانشمندانہ نصیحت سے	حَاجَاتِكَ	جھگڑے آپ سے	لَعَلَّتِ اللَّهُ	اللہ کی چٹکار
إِنَّ مَثَلَ	بے شک عجیب حالت	رَفِيعِهِ	اس (عسی) میں	عَلَى الْكُذِّبِينَ	جھوٹوں پر
عَيْنِي	عینی کی	وَمِنْ بَعْدِ	بعد	إِنَّ هَذَا	بے شک یہ
عِنْدَ اللَّهِ	اللہ کے نزدیک	مَا جَاءَكَ	آپ کے پاس آنے	كَهَوِّ الْقَصَصِ ^(۵)	البتہ وہ بیان ہے
كَثَرِ الْأَدَمِ	جیسے عجیب حالت آدم کی	مِنَ الْعِلْمِ	علم کے	الْحَقِّ	برحق (سچا)
خَلَقَهُ	بنایا اس کو	فَقُلْ	پس کہہ	وَمَا مِنْ ^(۶)	اور نہیں
مِنْ ثَرَابٍ	مٹی سے	تَعَالَوْا	آؤ	إِلَى	کوئی معبود
ثُمَّ قَالَ	پھر کہا	فَدَعُ	بلائیں ہم	إِلَّا اللَّهَ	مگر اللہ
لَهُ	اس سے	أَبْنَاءَنَا	ہمارے بیٹوں کو	وَرَأَى اللَّهَ	اور بے شک اللہ
كُنْ	ہو جا	وَأَبْنَاءَكُمْ	اور تمہارے بیٹوں کو	لَهُوَ الْعَزِيزُ	البتہ وہ زبردست
فَيَكُونُ	پس وہ ہو گیا	وَنِسَاءَنَا	اور ہماری عورتوں کو	الْحَكِيمُ	بڑے حکمت والے ہیں
الْحَقُّ	(یہ برحق بات ہے)	وَنِسَاءَكُمْ	اور تمہاری عورتوں کو	فَإِنْ تَوَلَّوْا	پس اگر منہ پھیرو
مِنْ رَبِّكَ	آپ کے رب کی طرف سے	وَأَنْفُسَنَا	اور ہماری ذاتوں کو	فَإِنَّ اللَّهَ	تو بے شک اللہ
فَلَا تَكُنْ	پس نہ ہوں آپ	وَأَنْفُسَكُمْ ^(۴)	اور تمہاری ذاتوں کو	عَلَيْنَا	خوب جاننے والے
مِنَ الْمُنْتَوِينَ	شک کرنے والوں میں سے	ثُمَّ نَبْتَهِلْ	پس گڑگڑا کر دعا کریں ہم	بِالْمُفْسِدِينَ	خرابی پیدا کرنے والوں کو

ذریعہ عمران کا تذکرہ وحی سے کیا جا رہا ہے

اب کلام کار خ بدل رہا ہے، ایک آیت تحویل (موضوع بدلنے) کی ہے فرماتے ہیں: مذکورہ بیان: عمران کی اہلیہ نے منت مانی، صاحب زادی حضرت مریم پیدا ہوئیں، انھوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کے گھر میں پرورش پائی، حضرت مریم کی کرامت دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام نے لڑکا مانگا، بچی علیہ السلام عطا ہوئے، پھر کنواری مریم کے بطن سے بغیر

(۱) من الآيات: بتلوہ کی ضمیر مفعول کا حال ہے (۲) مَثَلٌ: نظیر، شبیہ، وہ چیز یا قول جو دوسری چیز یا قول کے مشابہ ہو (۳) ما جاءك: ما مصدریہ ہے (۴) أَنْفُسَنَا: مضارع مجزوم، جمع محکم، مصدر ابتیہال: زاری کرنا، گڑگڑا کر دعا کرتا۔ (۵) الْقَصَصُ: مصدر واسم مصدر: قصہ، بیان، قصہ بیان کرتا (۶) مَا مِنْ: من زائدہ ہے۔

باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، پھر عیسیٰ علیہ السلام کے احوال اور ان کا آسمان پر اٹھایا جانا، اور یہود کی چال کا خاک میں ملنا، یہ سب باتیں وحی سے بیان کی جارہی ہیں، جو نبی ﷺ کے سچے رسول ہونے کی دلیل ہیں، اور درمیان درمیان میں قیمتی نصیحتیں بھی آتی رہی ہیں۔

﴿ذَلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ﴾

ترجمہ: وہ (مذکورہ باتیں) ہم اس کو آپ کے سامنے پڑھتے ہیں، وہ اللہ کی باتیں اور دانشمندانہ نصیحت ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کی عجیب حالت آدم علیہ السلام کی عجیب حالت کی طرح ہے

عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا ہوئے ہیں تو آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا ہوئے ہیں، مگر عیسیٰ ان کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام صرف ماں سے سے پیدا ہونے کی وجہ سے اللہ کے بیٹے کیسے ہو گئے؟ وفدِ خیران نے کہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے نہیں، اللہ کے بیٹے ہیں، اگر ایسا نہیں تو بتاؤ ان کا باپ کون ہے؟ قرآن نے جواب دیا: تم بتاؤ آدم کے ماں باپ کون تھے؟ ان کو اللہ نے مٹی سے کلمہ ٹخن سے پیدا کیا ہے اور وہ بندے تھے بیٹے نہیں تھے، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو بھی کلمہ ٹخن سے پیدا کیا ہے، وہ بھی بندے ہیں، بیٹے نہیں، یہی برحق بات ہے، پس کوئی ان کے بارے میں کسی تردید میں مبتلا نہ ہو۔

﴿إِنْ مَثَلٌ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خُلِقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ الْحَقُّ مِنَ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝﴾

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی عجیب حالت آدم کی عجیب حالت جیسی ہے، ان کا جسم مٹی سے بنایا، پھر اس سے کہا: ہو جا تو وہ ہو گیا، یہ حق بات ہے آپ کے پروردگار کی طرف سے، پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔

اب بھی وفدِ نجران کی کٹ جتنی ختم نہ ہو تو ان کو مہلہ کی دعوت دو

نجران کا وفد فتح مکہ کے بعد سنہ ۹ ہجری میں مدینہ آیا تھا، فتح مکہ کے بعد جزیرۃ العرب میں اسلام کا ڈنکا بجنے لگا تھا، نجران کے عیسائیوں کو خطرہ محسوس ہوا اس لئے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، سورت کے شروع سے انہیں کو سمجھانے کے لئے آیات نازل ہو رہی ہیں، اگر وہ اس قدر سمجھانے پر بھی قائل نہ ہوں تو ان کو مہلبہ کی دعوت دی جائے، دونوں فریق خواتین اور اولاد کے ساتھ ایک جگہ جمع ہوں، اور خوب گڑ گڑا کر دعا کریں کہ جو جھوٹا ہے اس پر خدا کی لعنت ہو اور اس پر عذاب پڑے، وفد نجران کو یہ دعوت دی گئی، انھوں نے مہلت مانگی کہ: ہم مشورہ کر کے جواب دیتے ہیں مجلس مشاورت میں

ان کے بڑوں نے کہا:

”اے گروہ نصاریٰ! تم یقیناً دلوں میں سمجھ چکے ہو کہ محمد نبی مرسل ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں انھوں نے صاف صاف فیصلہ کن باتیں کہی ہیں، اور تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے بنی اسماعیل میں نبی بھیجے گا وعدہ کیا تھا، کچھ بعید نہیں یہودی نبی ہوں، پس ایک نبی سے مہبلہ کرنے کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ کوئی چھوٹا بڑا ہلاکت سے نہیں بچے گا، بہتر یہی ہے کہ ہم ان سے صلح کر لیں، سارے عرب سے لڑائی مول لینے کی طاقت ہم میں نہیں“

ادھر نبی ﷺ حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو ساتھ لئے ہوئے باہر تشریف لائے، اور وفد بھی تجویز پاس کر کے خدمت میں پہنچا، ان کے لاٹ پادری نے ان نورانی صورتوں کو دیکھ کر کہا: ”میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں جن کی دعا پہاڑوں کو ان کی جگہ سے سرکا سکتی ہے، ان سے مہبلہ کر کے ہلاک نہ ہوں“ آخر انھوں نے جزیہ دینا قبول کیا، اور مصالحت کر کے واپس لوٹ گئے۔ حدیث میں ہے کہ اگر وہ مہبلہ کرتے تو وادی نجران میں آگ برستی اور سب کا ستیاناس ہو جاتا۔

اور دعوت مہبلہ کے ساتھ یہ بھی بتلادیا کہ مہبلہ کس بات پر کیا جاتا؟ اس بات پر کیا جاتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن نے جو کچھ کہا ہے وہی سچا بیان ہے، اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ان کی بارگاہِ شرک سے پاک ہے، وہ زبردست ہیں، ان کو بیٹے کی مدد کی ضرورت نہیں، وہ حکمت بالغہ سے اپنی کائنات کو سنبھالے ہوئے ہیں، اور وفد نجران اگر مہبلہ کرے تو جان لیں کہ ان کا مقصد اتھاق حق نہیں، وہ دل میں خوب سمجھے ہوئے ہیں کہ نبی ﷺ با حق نبی نہیں، قرآن اللہ کی کتاب ہے اور اسلام سچا مذہب ہے، ان کا مقصد مہبلہ سے اپنی بات کی سچ ہے، محض فتنہ و فساد ان کے پیش نظر ہے، اور سب مفسدین اللہ کی نظر میں ہیں، وہ ان کے ساتھ ان کے حسبِ حال معاملہ کریں گے۔

فائدہ: شامی میں ہے کہ مہبلہ کی مشروعیت اب بھی باقی ہے، لعان کی مشروعیت اس کی دلیل ہے، لعان: باب مفاعلہ کا مصدر ہے، پس مہبلہ اور ملاء عند ایک ہیں، مگر ان چیزوں میں مہبلہ جائز ہے جن کا ثبوت قطعی ہے، نفی امور میں مہبلہ جائز نہیں، اور مہبلہ میں بیٹوں اور عورتوں کو شریک کرنا ضروری نہیں، اور عذاب کا آنا بھی ضروری نہیں، اور نجران میں عذاب آنے کی بات نبی ﷺ کی خصوصیت تھی، مہبلہ کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ ایک طرح کا اتمامِ حجت کر کے بخت و جدال سے الگ ہو جائیں۔

باقی آیات: پس جو شخص آپ سے عیسیٰ کے معاملہ میں کٹ جھتی کرے — مرغ کی ایک ٹانگ ہی گائے جائے — آپ کے پاس (قطعی) علم آجائے کے بعد تو آپ کہیں: آؤ، ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو، اور

اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو، اور اپنے ذاتوں کو اور تمہاری ذاتوں کو، پھر ہم گڑگڑا کر دعا کریں، پس ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ یہ مہبلہ کرنے کا طریقہ ہے، اور مہبلہ کا موضوع ہے:۔ بے شک یہ یقیناً سچا بیان ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے نہیں۔ اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام بیٹے ہوتے تو وہ بھی معبود ہوتے، یہ بات توحید کے منافی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بے شک زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔ انہیں بیٹے اور اولیاء کی مدد کی ضرورت نہیں۔ پس اگر وہ روگردانی کریں۔ اور مہبلہ کے لئے تیار نہ ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ یقیناً فساد یوں سے خوب واقف ہیں۔ یعنی ان کا مقصد بس اپنی بات کی سچ ہے، احقاق حق مقصود نہیں، وہ زمین میں اصلاح نہیں چاہتے، فساد (بگاڑ) پھیلانا ان کے پیش نظر ہے، یہ سب مفسدین اللہ کی نظر میں ہیں!

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنِنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوْا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

قُلْ	اَپ کہیں	اَلَّا نَعْبُدَ	کہ نہ عبادت کریں ہم	اَرْبَابًا	ارباب
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	اے آسمانی کتاب والو	اَلَّا اللّٰه	مگر اللہ کی	مِنْ دُوْنِ اللّٰه	اللہ سے ورے
تَعَالَوْا	تم آؤ	وَلَا نُشْرِكَ	اور نہ شریک کریں ہم	فَاِنْ تَوَلَّوْا	پس اگر روگردانی کریں وہ
اِلٰى كَلِمَةٍ	ایک بات کی طرف	بِهِ شَيْئًا	اس کے ساتھ کسی چیز کو	فَقُولُوْا	تو تم کہو
سَوَآءٍ	جو یکساں (برابر) ہے	وَلَا يَتَّخِذَ	اور نہ بنائے	اَشْهَدُوْا	گواہ رہو
بَيْنِنَا وَبَيْنَكُمْ	ہمارے اور تمہارے درمیان	بَعْضُنَا بَعْضًا	ہمارا ایک دوسرے کو	بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ	کہ ہم ماننے والے ہیں

وفدِ نجران کو خالص توحید کی دعوت

نصاری نجران کو توحید کے موضوع پر مہبلہ کرنے کی دعوت دی تھی، انھوں نے کئی کائی، اب ان کو خالص توحید کی دعوت دی جاتی ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ایک مشترک نقطہ ہے، جسے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور تم بھی، اور وہ ہے توحید خالص، مگر بعد میں تم اس کے تقاضوں سے ہٹ گئے، اگر تم پلٹ کر اسی نقطہ پر آ جاؤ تو ہمارا تمہارا اختلاف ختم ہو جائے، اور منہ پھیرو گے تو اختلاف باقی رہے گا۔

جاننا چاہئے کہ ہر مذہب والا کسی نہ کسی رنگ میں اوپر جا کر اقرار کرتا ہے کہ بڑا خدا ایک ہی ہے، پھر باطل مذاہب

والے آگے چل کر توحید کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے، چنانچہ عیسائیوں کے بھی دو عقیدے توحید کے خلاف تھے۔

ایک: اہلبیت صبح کا عقیدہ، معبود کا بیٹا بھی معبود ہوتا ہے، پھر معبود ایک کہاں رہا؟ اور اگر بیٹا معبود نہیں تو وہ ناجنس اولاد ہوئی، انسان کے گھر میں تلی پیدا ہوئی، اس سے بڑا عیب اللہ کے لئے کیا ہو سکتا ہے؟ اس لئے فرمایا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں جبھی توحید خالص پر عمل ہو سکے گا۔

دوم: علماء و مشائخ کو قانون سازی کا اختیار دینا۔ عیسائیوں نے احبار و رہبان کو خدائی کا منصب دے رکھا تھا، وہ جس چیز کو حلال یا حرام کہہ دیتے اس کو خدائی حکم مان لیتے، یہ بات بھی توحید کے منافی ہے، اس لئے فرمایا کہ ہمارا بعض بعض کو اللہ سے پیچیدہ نہ بنائے۔

اگر وہ ان دونوں باتوں کی اصلاح نہ کریں تو تم اعلان کر دو کہ ہم توحید خالص پر قائم ہیں، ہم خود کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں، اور اسی کے تابع فرمان ہیں، ہم اللہ کے علاوہ کسی کی بندگی نہیں کرتے، نہ کسی عالم، ولی، پیر اور مرشد کے لئے خدائی اختیار تسلیم کرتے ہیں، شریعت سے قطع نظر کر کے کسی کو بھی حلت و حرمت کا اختیار نہیں۔

آیت کریمہ: آپ کہیں: اے آسمانی کتاب ماننے والو! ایک ایسی بات کی طرف آؤ، جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ سے پیچیدہ نہ بنائے۔ یہی توحید خالص ہے۔ پس اگر وہ منہ پھیریں تو تم کہو: ”گواہ ہو، ہم بالیقین فرمان بردار ہیں!“ توحید حقیقی پر عمل پیرا ہیں!

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنْزِلَتِ التَّوْرَةُ إِلَّا نَجِيلٌ
إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ هَآأَنْتُمْ هَؤُلَاءِ حَآجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ
فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ ۚ وَ أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ مَا
كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا
كَانَ مِنَ الْمَشْرِكِينَ ۝ إِن أَوَّلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لِلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ
وَالَّذِينَ آمَنُوا ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ۝

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ اے آسمانی کتاب والو! لِمَ تُحَاجُّونَ کیوں کت جتی کرتے ہو فِي إِبْرَاهِيمَ ابراہیم میں

وَمَا أُنزِلَتْ	اور نہیں اتاری گئی	يَا عَلَمٌ	اس کا کچھ علم	مِنَ الشُّرَكِيِّ	مشرکوں میں سے
التَّوْرَةِ	تورات	وَاللَّهِ	اور اللہ تعالیٰ	إِنْ أَكُنَّ	بے شک قریب تر
وَالْإِنْجِيلِ	اور انجیل	يَعْلَمُ	جانتے ہیں	النَّاسِ	لوگوں میں
إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ	مگر اس کے بعد	وَأَنْتُمْ	اور تم	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ	ابراہیم سے
أَفَلَا تَعْقِلُونَ	یا پس نہیں سمجھتے تم	لَا تَعْلَمُونَ	نہیں جانتے	لِلَّذِينَ	البتہ وہ ہیں جنہوں نے
هَآأَنْتُمْ ^(۱)	ارے! تم	مَا كَانُوا	نہیں تھے	أَشْبَعُونَ	یہودی کی ان کی
هَؤُلَاءِ	اے لوگو!	يَا أَيُّهَا	ابراہیم	وَهَٰذَا	اور یہ
حَآبِجْتُمْ	جھگڑا کیا تم نے	يَهُودِيًّا	یہودی	النَّبِيِّ	پیغمبر
فِيْمَا لَكُمْ	اس میں جو تمہارے لئے	وَلَا تَصْرِيحًا	اور نہ صراحتی	وَالَّذِينَ	اور جو لوگ
يَا عَلَمٌ	اس بات کا کچھ علم ہے	وَلَا يَكُنْ كَانُوا	بلکہ تھے وہ	أَمَنُوا	ایمان لائے
فَلَوْ تَحَاجُّونَ	پس کیوں بحث کرتے ہو	حَٰوِيًّا ^(۲)	باطل سے ہزار	وَاللَّهُ	اور اللہ
فِيْمَا	اس میں جو	مُسْلِمًا ^(۳)	فرمان بردار	وَرِيءٌ	کار ساز ہیں
لَيْسَ لَكُمْ	نہیں ہے تمہارے لئے	وَمَا كَانُوا	اور نہیں تھے وہ	الْمُؤْمِنِينَ	مؤمنین کے لئے

وفدِ نجران کو تو حید خالص کی دعوت دی تو انہوں نے جھگڑا کیا:

کہا: ہم ملتِ ابراہیمی پر ہیں، ہماری تو حیدِ مخالف کیسے ہو سکتی ہے؟

جاننا چاہئے کہ ہر نبوت اصول (عقائد) اور فروع (مسائل) پر مشتمل ہوتی ہے، پھر بعد کی نبوت کبھی دونوں باتوں میں متفق ہوتی ہے، پس وہ ماتحت نبوت کہلاتی ہے، جیسے انبیائے بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اصول و فروع میں متفق تھے، اور کبھی بعد کی نبوت اصول میں تو متفق ہوتی ہے، کیونکہ تمام انبیاء کے اصول ایک ہیں، اور اکثر فروع میں بھی اتفاق ہوتا ہے، البتہ بعض مسائل میں اختلاف ہوتا ہے، کیونکہ زمانہ بدلنے سے احکام بدلتے ہیں، یہی ہر نبی کی شریعت

(۱) طائمت: ہا: حرفِ جمع ہے، جو اسم اشارہ پر آتا ہے، التمت: مبتدا ہے، اور هٰؤلَاءِ: منادی ہے، اور یا: حرفِ ندا محذوف ہے، چونکہ ضمیر کا فصل ہو گیا اس لئے اسم اشارہ پر ہا دو بارہ آئی اور جملہ حاججہم خبر ہے (۲) حَنَفٌ: مائل ہونا، حَنِيفٌ: صِدْقٌ: صفت: باطل سے رخ پھیر کر حق کی طرف مائل ہونے والا، اس کا تعلق تو حید سے ہے۔ (۳) مسلما: لغوی معنی میں ہے: حکم ماننے والا، اس کا تعلق فروع شریعت سے ہے۔

کہلاتی ہے، پس موسیٰ علیہ السلام کی شریعت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت سے، اور عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے، اور نبی ﷺ کی شریعت ماقبل انبیاء کی شریعتوں سے قدرے مختلف ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ عیسائی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کو اور ان معجزات کو جانتے تھے جن کا ذکر پہلے آیا، مگر انھوں نے دونوں باتوں سے عیسیٰ علیہ السلام کی اہلیت اور الوہیت پر استدلال کیا یہ ان کی کٹ جتنی تھی، اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ ہم ملتِ ابراہیمی پر ہیں اور ہماری توحید خالص ہے: یہ بھی کٹ جتنی ہے، اور ایسی بات میں بحث ہے جس کا انہیں کچھ علم نہیں، ابراہیم علیہ السلام تو حنیف (خالص موصوف) اور مسلم (اللہ کے تمام احکام پر عمل پیرا) تھے۔

اللہ پاک فرماتے ہیں: یہود و نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ ہم ملتِ ابراہیمی پر ہیں: کیسے صحیح ہو سکتا ہے، یہودیت تو تورات سے چلی ہے، اور عیسائیت انجیل سے، اور یہ دونوں کتابیں ابراہیم علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہیں، پس کیا یہ بے عقلی کا دعویٰ نہیں؟ عیسائی اپنے نبی کی بعض باتیں جانتے تھے، ان سے انھوں نے غلط استدلال کر لیا، عیسیٰ علیہ السلام کی اہلیت اور الوہیت ثابت کی، خیر! اب انھوں نے یہ کیا بات کہی کہ ہم ملتِ ابراہیمی پر ہیں؟ تمہیں کیا معلوم کہ ان کے اصول و فروع کیا تھے، اس کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، تم نہیں جانتے، سنو! ابراہیم نہ یہودی تھے نہ عیسائی، وہ حنیف و مسلم تھے، اور تم شرک کے دلدادہ ہو، اللہ کا بیٹا مانتے ہو، اور احکام تو تم نے سب بالائے طاق رکھ دیئے ہیں، تین چیزیں حرام تھیں ان کو بھی کفارے کے عقیدے نے گاؤر خورد کر دیا۔ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ مشرکین بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ملتِ ابراہیمی پر ہیں، پس کیا ابراہیم بت پرست تھے، وہ تو بت شکن تھے۔ وہ شرک سے بیزار اور فرمان بردار تھے۔

ہاں ابراہیم علیہ السلام سے اقرب وہ مسلمان تھے جو ان کے زمانہ میں ان پر ایمان لائے تھے، اور اب یہ پیغمبر (ﷺ) اور ان پر ایمان لانے والے اقرب ہیں، اور اللہ مؤمنین کے کارساز ہیں، پس دیکھتے رہو اللہ کی کارسازی کس کے ساتھ ہے؟ عیسائیوں کے ساتھ یا مسلمانوں کے ساتھ؟

آیاتِ پاک: اے آسمانی کتاب والو! کیوں فضول بحث کرتے ہو ابراہیم کے معاملہ میں؟ حال آ نکہ تورات و انجیل تو ان کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں! پس کیا تم یہ (بدیہی بات) سمجھتے نہیں! ارے! اے لوگو! تم نے جھگڑا کیا اس معاملہ میں جس کا تم کو کچھ علم ہے — یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے اور ان کے خوارق کے ذریعہ — پس تم کیوں بحث کرتے ہو اس معاملہ میں جس کا تمہیں کچھ علم نہیں؟ — کہ کون ابراہیم کی ملت پر ہے؟ — اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے — سنو! اللہ تعالیٰ بتلاتے ہیں: — ابراہیم نہ تو یہودی تھے نہ عیسائی، بلکہ باطل (شرک) سے بیزار اور احکامِ الہی کے فرمان بردار تھے، اور وہ مشرکوں میں سے بھی نہیں تھے۔

بے شک لوگوں میں ابراہیم سے قریب تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی — یعنی ان کے زمانہ میں ان پر ایمان لائے — اور یہ پیغمبر — محمد ﷺ — اور جو لوگ ایمان لائے — اس آخری نبی پر — اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے کارساز ہیں! — پس انجام کار دیکھتے رہو، کس کا آوازہ بلند ہوتا ہے؟

وَدَّتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّوكُمْ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنْتُمْ تُشْهَدُونَ ۝ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَقُولُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

وَدَّتْ	آرزو کی	وَمَا يَشْعُرُونَ	اور نہیں سمجھتے وہ	لِمَ تَقُولُونَ	کیوں مشتبہ کرتے ہو تم
طَآئِفَةٌ	ایک جماعت	يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ	اے اہل کتاب!	الْحَقَّ	گہمات
مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ	آسانی کتاب والوں سے	لِمَ تَكْفُرُونَ	کیوں انکار کرتے ہو تم	بِالْبَاطِلِ	غلط بات کے ساتھ
لَوْ يُضِلُّوكُمْ	کاش گمراہ کرتے وہ تم کو	بِآيَاتِ اللَّهِ	اللہ کی باتوں کا	وَتَكْتُمُونَ	اور چھپاتے ہو تم
وَمَا يُضِلُّونَ	اور نہیں گمراہ کرتے وہ	وَأَنْتُمْ	در انحالیکہ تم	الْحَقَّ	گہمات کو
إِلَّا أَنْفُسَهُمْ	گمراہی ذاتوں کو	تَشْهَدُونَ	گواری دیتے ہو	وَأَنْتُمْ	در انحالیکہ تم
		يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ	اے اہل کتاب!	تَعْلَمُونَ	جانتے ہو

نجران والوں کے مناظرہ کا مقصد مسلمانوں کو گمراہ کرنا ہے

مناظرہ: باب مفاعله کا مصدر ہے، اس کے اصل معنی ہیں: کسی پیچیدہ مسئلہ میں باہم غور و فکر کرنا، اور حق بات کو دریافت کرنا، پھر مناظرہ بمعنی مکالمہ (کٹ جتنی) استعمال کیا جانے لگا، یعنی اپنی بات کی جج کرنا، اور مخالفین کے آدمی توڑنا۔ اس کا رد عمل یہ ہوتا ہے کہ ہر فریق اپنی بات میں پختہ ہو جاتا ہے۔

وذا نجران کا مناظرہ (بحث مباحثہ) اسی نوعیت کا تھا، وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے تھے عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے مسلمانوں کو ان کے عقیدے سے ہٹانا چاہتے تھے، مسلمان تو کیا تھے! وہ خود اپنے گمراہ عقیدے میں پختہ ہو گئے، اور ان کو احساس بھی نہ ہوا، یہ ان کی کٹ جتنی کا نتیجہ تھا۔

﴿وَدَّتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّوكُمْ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ﴾ ۝

ترجمہ: اہل کتاب کی ایک جماعت نے آرزو کی کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کرتے، اور وہ خود کو بھی گمراہ کر رہے ہیں، اور وہ سمجھتے نہیں! — کہ ہم ہی گمراہی میں پھر پیار رہے ہیں!

خبرانیوں کو فہمائش کہ اپنی کتابوں کی بشارتوں کو عملی جامہ پہناؤ

منظرہ میں آدمی فریق مقابل کے صحیح دلائل کا بھی انکار کرتا ہے، تورات و انجیل میں نبی ﷺ، قرآن کریم اور اسلام کے تعلق سے بشارتیں تھیں، یہود و نصاریٰ اپنی غلطیوں میں ان کا اقرار بھی کرتے تھے، مگر ان کو عملی جامہ نہیں پہناتے تھے، ایمان لانے کے لئے تیار نہیں تھے، ان کو فہمائش کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی صداقت اور قرآن کی حقانیت کا اقرار کیوں نہیں کرتے؟ کیا چیز مانع ہے؟ ان بشارتوں پر عمل نہ کرنا اپنی کتابوں کا انکار ہے۔

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ﴾

ترجمہ: اے اہل کتاب! تم اللہ کی آیتوں (بشارتوں) کا کیوں انکار کرتے ہو درحالیکہ تم گواہی دیتے ہو — کہ وہ بشارتیں منجانب اللہ ایمان لانے کے لئے ہیں۔

خبرانیوں کو فہمائش کہ بشارتوں کی نہ غلط تاویل کرو نہ چھپاؤ

منظرہ میں یہ بھی ہوتا ہے کہ مقابل کے صحیح دلائل کی غلط تاویل کر کے دل کو مطمئن کر لیا جاتا ہے، تورات و انجیل میں نبی ﷺ، قرآن اور اسلام کے تعلق سے جو خبریں تھیں: اہل کتاب ان کی غلط تاویلیں کرتے تھے، فرماتے ہیں: ایسا مت کرو، غلط تاویلیں کر کے حق کو باطل کے ساتھ مت رلاؤ، اور جانے بوجھتے سچی باتوں کو چھپاؤ بھی مت، تاکہ کم از کم دوسروں کو گمراہ ہدایت ملے!

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبُسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

ترجمہ: اے اہل کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں رلاتے ہو، اور سچی بات کو چھپاتے ہو، درحالیکہ تم جاننے ہو — کہ یہ تاویل باطل ہے، اور چھپانا بھی جائز نہیں۔

وَقَالَتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ
التَّهَارِ وَكَفَرُوا بِآيَاتِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ وَلَا تَوَفُّوهُنَّ إِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ
الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ أَن يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِينُمْ أَوْ يَحْجُوكُمْ عِنْدَ

رَبِّكُمْ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

وَقَالَتْ ظَالِمَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكُتَيْبِ أَمِنُوا بِالدِّينِ أَنْزِلْ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجِبَةَ الْفَكَارِ وَافْزُقُوا الْجِرَّةَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ	اور کہا ایک جماعت نے اہل کتاب سے ایمان لاؤ اس پر جو اتارا گیا ان پر جو ایمان لائے دن کے شروع میں اور انکار کر دو دن کے آخر میں تاکہ وہ لوٹ جائیں	وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَن تَبِعَ دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ الْهُدَى هُدَى اللَّهِ أَنْ يُؤْتَى أَحَدٌ فِي شَلِّ مَا أَوْفَيْتُمْ أَوْ يُحَاجُّكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ	اور نہ مانو مگر اس کی جو پیروی کرے تمہارے دین کی کہو انہی کی ہدایت ہے کہ دیا گیا کوئی ماتداس کے جو دیئے گئے تم یا جھگڑیں وہ تم سے تمہارے رب کے پاس کہو	إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ	بے شک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے دیتے ہیں وہ اس کو جسے چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ گنجائش والے سب کچھ جاننے والے ہیں خاص کرتے ہیں اپنی مہربانی کے ساتھ جسے چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فضل والے ہیں بڑا
---	--	--	--	--	--

وفدِ نجران کی طرح مدینہ کے یہود نے بھی مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہا

نجران والوں کے بحث و مباحثہ کا، انجیل کی بشارتوں کے انکار کا، ان کی غلط تاویل میں کرنے کا اور بشارتوں کو چھپانے کا مقصد مسلمانوں کو گمراہ کرنا، ان کو مرتد بنانا، اور مشرکوں کو ایمان سے روکنا تھا۔ اب اس کی نظیر پیش کرتے ہیں، یہود بھی ایسی (۱) ان سے پہلے لام اجلہ محذوف ہے، اور اس کا تعلق لامؤمنوا سے ہے اور قال إن الہدی الہدی اللہ جملہ معترضہ ہے (۲) حاج محاجۃ: جھگڑا کرنا، دلیل میں غالب آنا، یہ مضمون سورۃ البقرۃ (آیت ۷۶) میں بھی ہے۔ اور یہ حاجو کم سے پہلے لان مقدر ہے۔ اور او: احد الامرین کے لئے ہے، دونوں باتیں جمع نہیں ہوں گی۔

نہی چال چل چکے ہیں، مدینہ میں جو یہود کے بڑے تھے انھوں نے باہم صلاح و مشورہ کر کے ایک اسکیم بنائی، ایک جماعت تیار کی، صبح میں ایمان لائے اور شام میں مرتد ہو جائے، چونکہ عرب یہود کا علمی تفوق مانتے تھے، اس لئے ضعیف الایمان مسلمانوں کے پیر اکھڑ جائیں گے اور وہ مرتد ہو جائیں گے، وہ سوچیں گے کہ دال میں کچھ کالا ہے، جیسی یہ فرزانے پیچھے ہٹ گئے!

اور جن لوگوں کو اس کام کے لئے تیار کیا تھا ان کو تاکید کی تھی کہ صرف مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے لئے یہ کام کرنا ہے، ہقیقۃً مسلمان نہیں ہونا، بات، بہر حال اپنے بڑوں کی مانتی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہر چہ درکان نمک رفت نمک شد! نمک کی کان میں جگر اور نمک بن گیا، ایسا نہ ہو جائے، یہودیت میں مضبوط رہنا، اپنے بڑوں کے علاوہ کسی کی بات مت ماننا! اللہ تعالیٰ سلسلہ کلام روک کر ارشاد فرماتے ہیں: یہ کیسا اندھا گروہی تعصب ہے! ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے، وہ جس پیغمبر کے ذریعہ آئے اس کو قبول کرنا چاہئے، خواہ اسرائیلی پیغمبر کے ذریعہ آئے یا اسامعیلی۔

اس کے بعد سلسلہ کلام پیچھے لوٹا ہے کہ یہود کے اکابر نے آگے کار لوگوں کو یہ کئی کیوں پڑھائی؟ اس کی دو وجہیں ہیں: ایک دنیا کے تعلق سے دوسری آخرت کے تعلق سے:

دنیا کے تعلق سے اس کی وجہ حسد (جلن) ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد یہ شرف و اعزاز بنی اسحاق ولیعقوب میں رہا، اب یہ تمغہ بنی اسماعیل کو کیوں مل گیا؟ یہ حسد ہی ایسی رذیل حرکت پر ابھار ہا ہے، اور یہ مقصد اس صورت میں ہوگا جب محض بناوٹ ہو۔

اور آخرت کے اعتبار سے جبکہ وہ واقعی مسلمان ہو جائیں یہ مقصد ہے کہ کل قیامت کے دن اللہ کی کورٹ میں مسلمان تم پر غالب نہ آجائیں، اگر تم واقعہً مسلمان ہو گئے تو وہ تم کو اسلام کی حقانیت کی دلیل میں پیش کریں گے، وہ کہیں گے: یہود اسلام کی حقانیت جانتے تھے، دیکھو! ان کے یہ چند حضرات مسلمان ہو گئے تھے، پس تم مقدمہ ہار جاؤ گے، اور وہ تم پر غالب آجائیں گے، اس لئے صرف ظاہر داری کرنی ہے، ہقیقۃً مسلمان نہیں ہونا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبوت پر کسی قوم کی اجارہ داری نہیں، یہ فضل اللہ کے اختیار میں ہے، وہ جسے چاہیں دیں، اور ایسا نہیں کہ کوئی کم پڑ گیا، اللہ تعالیٰ بڑی عجائبات والے ہیں، البتہ وہ خوب جانتے ہیں کہ رحمت کا مستحق کون ہے؟ اسی کو عنایت فرماتے ہیں، ورنہ اللہ کا فضل و کرم بے نہایت ہے!

ترجمہ: اور اہل کتاب کی ایک جماعت نے کہا: اس (قرآن) پر ایمان لاؤ جو اتارا گیا ہے ان لوگوں پر جو ایمان لائے ہیں، دن کے شروع حصہ میں، اور انکار کرو دو دن کے آخر میں، شاید وہ مرتد ہو جائیں، اور بات نہ مانو مگر اس کی جوتہ ہمارے

دین کی پیروی کرے — کہو: بے شک ہدایت (راہ نمائی) اللہ کی ہدایت ہے — بایں وجہ کہ کوئی دوسرا دیا گیا اس کے مانند جو تم دیئے گئے — یعنی بنی اسماعیل کو نبوت کیوں مل گئی؟ اس جہل میں حقیقۃً ایمان نہیں لانا — یا (اس لئے کہ) وہ لوگ دلیل میں غالب آجائیں گے تمہارے پروردگار کے پاس!

کہو! بے شک فضل (مہربانی) اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ دیتے ہیں اس کو جسے چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ گنجائش والے سب کچھ جاننے والے ہیں، اپنی مہربانی کے ساتھ جس کو چاہتے ہیں خاص کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں!

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ بِقِطْعَةٍ لِّيُودِّعَ إِلَيْكَ ۖ وَمِنْهُمْ مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ بِدِينَارٍ لَّا يُؤَدِّعَ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمْنِ سَبِيلٌ ۖ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ	اور بعض اہل کتاب	تَأْمَنَهُ	امانت رکھتے تو اس کے پاس	قَالُوا	کہا
الْكِتَابِ		بِدِينَارٍ	ایک اشرفی	لَيْسَ عَلَيْنَا	نہیں ہے ہم پر
مَنْ إِنْ	وہ ہیں کہ اگر	لَا يُؤَدِّعَ	نہیں پر رکھے گا وہ اس کو	فِي الْأُمْنِ	ان پر دھوکے میں
تَأْمَنَهُ	امانت رکھتے تو اس کے پاس	إِلَيْكَ	تیری طرف	سَبِيلٌ	کوئی راہ (گناہ)
بِقِطْعَةٍ	ڈھیر سا مال	إِلَّا مَا دُمْتَ	مگر جب تک رہے تو	وَيَقُولُونَ	اور کہتے ہیں وہ
يُؤَدِّعَ	سپرد کرے گا وہ اس کو	عَلَيْهِ	اس پر	عَلَى اللَّهِ	اللہ پر
إِلَيْكَ	تیری طرف	قَائِمًا	کھڑا	الْكَذِبَ	جھوٹ
وَمِنْهُمْ	اور بعض ان میں	ذَٰلِكَ	یہ بات	وَهُمْ	در انحالیہ وہ
مَنْ إِنْ	وہ ہیں کہ اگر	بِأَنَّهُمْ	بایں وجہ ہم انھوں نے	يَعْلَمُونَ	جانتے ہیں

اہل کتاب میں امانت دار بھی ہیں اور بے ایمان بھی!

گذشتہ آیت میں جن یہود کا ذکر آیا ہے وہ برے لوگ تھے، اب بیان فرماتے ہیں کہ اہل کتاب میں بھلے لوگ بھی ہیں، اہلی درجہ کے دیانت دار اور امانت دار بھی ہیں، اگر ان کے پاس سونے کا ڈھیر امانت رکھا جائے تو رتی بھر خیانت نہیں کریں گے، یہی لوگ ایمان لاتے ہیں، البتہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو چار پیسے پر نیت خراب کر لیتے ہیں، ان کے سر

پر مسلط رہا جائے تو امانت دار بنتے ہیں، ورنہ مکر جائیں گے، یہی بد اطوار لوگ مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ کرتے ہیں۔ اور ناحق پر ایمان لکھانے کے لئے انھوں نے یہ مسئلہ گھڑ رکھا ہے کہ عرب کے ایسوں کا مال جس طرح ملے روا ہے، غیر مذہب والوں کی امانت میں خیانت کی جائے تو کچھ گناہ نہیں! یہ جان بوجھ کر جھوٹا مسئلہ اللہ کے نام لگایا ہے، کسی کی بھی امانت میں خیانت کرنے کی اللہ تعالیٰ نے ہر گز اجازت نہیں دی۔

آیت پاک: اور بعض اہل کتاب ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کے پاس ڈھیر سارا مال امانت رکھیں تو وہ تمہیں واپس کر دیں گے، اور بعض ان میں ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کے پاس ایک اشرفی امانت رکھیں تو وہ اس کو آپ کی طرف نہیں لوٹائیں گے، مگر یہ کہ تم ان کے سر پر کھڑے رہو۔ یہ بات بایں وجہ ہے کہ وہ کہتے ہیں: ”ایسوں کے مال میں ہم پر کوئی گناہ نہیں“ اور وہ جانتے بوجھتے اللہ کے نام جھوٹ لگاتے ہیں!

بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ السَّاعَتِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۖ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

بَلَىٰ	کیوں نہیں	إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ	لَا خَلَاقَ ^(۱)	نہیں کوئی حصہ
مَنْ أَوْفَىٰ	جس نے پورا کیا	يَشْتَرُونَ	خریدتے ہیں	لَهُمْ	ان کے لئے
بِعَهْدِهِ ^(۲)	اپنا قول و قرار	بِعَهْدِ اللَّهِ ^(۳)	اللہ کے قول و قرار کے بدل	فِي الْآخِرَةِ	آخرت میں
وَاتَّقَىٰ ^(۴)	اور ڈرا (بچا)	وَأَيْمَانِهِمْ	اور اپنی قسموں کے بدل	وَلَا	اور نہیں
فَإِنَّ اللَّهَ	پس بے شک اللہ	ثَمَنًا	پونجی	يُكَلِّمُهُمْ	بات کریں گے ان سے
يُحِبُّ	پسند کرتے ہیں	قَلِيلًا	تھوڑی	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
السَّاعَتِينَ	پرہیز گاروں کو	أُولَٰئِكَ	یہ لوگ	وَلَا يَنْظُرُ	اور نہیں دیکھیں گے وہ

(۱) عہدہ: اپنا قول و قرار یعنی لوگوں کے ساتھ کیا ہوا وعدہ، اضافت فاعل کی طرف ہے، اور عہدہ اللہ: اللہ کے ساتھ کیا ہوا قول و قرار، اضافت مفعول کی طرف ہے، تمام انسانوں نے عہد الست میں اللہ کے ساتھ بندگی کا عہد کیا ہے (۲) تقویٰ کے اصطلاحی معنی: اللہ سے ڈرنا بھی ہیں اور تقویٰ معنی: تقصیر عہد سے بچنا بھی ہیں (۳) بعہدہ اللہ: میں باہم ترک پر داخل ہوئی ہے، جس کو چھوڑا ہے اور قلیل ثمن لیا ہے، پس ثمن قلیل: ماخوذ ہے (۴) اخلاق (خیر و بھلائی کا) حصہ، نصیب، کہا جاتا ہے: فلان لاء اخلاق لاء: اس کو بھلائی سے کوئی دلچسپی نہیں۔

الْيَوْمَ الْقِيَامَةِ	ان کی طرف	وَلَا يُزَكِّيهِمْ	اور نہیں پاک صاف	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے
يَوْمَ الْقِيَامَةِ	قیامت کے دن		کریں گے ان کو	عَذَابٌ أَلِيمٌ	دردناک عذاب ہے

ہر کسی سے کیا ہوا قول و قرار پورا کرنا ضروری ہے

گذشتہ آیت میں فرمایا ہے کہ بعض اہل کتاب بددیانت ہوتے ہیں، خاص طور پر غیر مذہب والوں کی امانت سے ٹکڑے جاتے ہیں، اور کہتے ہیں: اس میں کوئی گناہ نہیں! اللہ پاک فرماتے ہیں: کیوں نہیں! خیانت اور بدعہدی بہر حال گناہ ہے، قانون خداوندی یہ ہے کہ جو کوئی اپنے قول و قرار کا وفا نہیں کرے گا، نقض عہد کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے۔ پہلی آیت میں لوگوں سے کہے ہوئے قول و قرار کا ذکر ہے، اور دوسری آیت میں اللہ سے کہے ہوئے قول و قرار کی خلاف ورزی کی ممانعت ہے۔

﴿بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ﴾

ترجمہ: کیوں نہیں! — یعنی امانت میں خیانت گناہ کیوں نہیں؟ خواہ غیر مذہب والوں کی امانت ہو — جس نے اپنا قول و قرار پورا کیا اور نقض عہد سے بچا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ پر ہیزگاروں کو دوست رکھتے ہیں۔

عدالت میں جھوٹی قسم کھانے کا وبال

جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے، اور عدالت میں جھوٹی قسم کھانا وبال ڈھاتا ہے، عدالت میں جب مقدمہ چلتا ہے تو قاضی مدعی سے گواہ طلب کرتا ہے، وہ گواہ پیش نہ کر سکے تو مدعی علیہ سے قسم لی جاتی ہے، اور اس پر فیصلہ کیا جاتا ہے، اس قسم کو یعین صبر: روکی ہوئی قسم کہتے ہیں، یہ قسم اگر مدعی علیہ جانتے ہوئے جھوٹی کھائے تو وہ دنیا میں بھی تباہی لاتا ہے، اور آخرت میں بھی عذاب الیم کا حقدار بناتی ہے۔

آیت کا شان نزول: حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کا جو حضور موت کے باشندے تھے: ایک یہودی سے زمین کا جھگڑا ہوا، وہ زمین اشعث کے دادا سے اس یہودی کے دادا نے غصب کی تھی، اشعث اس کا مقدمہ لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، آپ نے اشعث سے گواہ طلب کئے، کیونکہ وہ مدعی تھے، وہ گواہ پیش نہ کر سکے، کیونکہ اس معاملہ کا دیکھنے والا کوئی شخص زندہ نہیں تھا، پس آپ نے یہودی کو قسم کھانی چاہی، حضرت اشعث نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ یہودی ہے، جھوٹی قسم کھا کر میرا مال ہڑپ کر جائے گا، اس پر آیت نازل ہوئی۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

ترجمہ: جو لوگ حقیر معاوضہ لیتے ہیں اس عہد و پیمان کے بدلے جو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور اپنی قسموں کے عوض میں: ان لوگوں کے لئے آخرت میں (رحمت میں) کچھ حصہ نہیں، نہ اللہ تعالیٰ ان سے (خوشی سے) کلام فرمائیں گے، اور نہ ان کی طرف قیامت کے دن (مہربانی سے) دیکھیں گے، اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک صاف کریں گے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

طوطہ: ایسی آیت پہلے سورۃ البقرہ (آیت ۱۷۴) میں گزری ہے، وہاں جو تفسیر ہوئی یہاں بھی ہے۔

وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلُونُ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِمْ يَتَحَدَّثُونَ الْأَنْبِيَاءَ مِمَّا كُنْتُمْ تُخَالِفُونَ الْكِتَابَ وَمِمَّا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ۝ وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُتَّخَذَ الْوَلَدُ الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝

وَإِنَّ مِنْهُمْ	اور ہے کہ ان میں سے	مِنَ الْكِتَابِ	اللہ کی کتاب سے	الْكَذِبَ	جھوٹ
لَفَرِيقًا	یقیناً ایک جماعت ہے	وَيَقُولُونَ	اور کہتے ہیں وہ	وَهُمْ	در احوالیکہ وہ
يَلُونُ ^(۱)	(جو) موڑتی ہے	هُوَ	(کہ) وہ (پڑھاوا)	يَعْلَمُونَ	جانتے ہیں
أَلْسِنَتَهُم	اپنی زبانیں	مِنَ عِنْدِ اللَّهِ	اللہ کے پاس سے ہے	مَا كَانَ	نہیں (جائز) تھا
بِالْكِتَابِ	اللہ کے کتاب کے ساتھ	وَمَا هُوَ	حالانکہ وہ نہیں ہے	لِبَشَرٍ	کسی انسان کے لئے
لِتَحْسَبُوهُ	تاکہ گمان کرو تم اس کو	مِنَ عِنْدِ اللَّهِ	اللہ کے پاس سے	أَنْ يُؤْتِيَهُ	کہ دیں اس کو
مِنَ الْكِتَابِ	اللہ کی کتاب سے	وَيَقُولُونَ	اور کہتے ہیں وہ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
وَمَا هُوَ	در احوالیکہ نہیں ہے وہ	عَلَى اللَّهِ	اللہ پر	الْكِتَابِ	آسمانی

(۱) يَلُونُ: مضارع، جمع مذکر قاص، لَوَى يَلْوِي (ش) لَيْتًا: موڑنا، مروڑنا، پھیرنا، گھمانا، لَوَى لِسَانَهُ اور لَوَى بِلِسَانِهِ: زبان پھیر لی، زبان گھما دی، یعنی جھوٹ کہا، خود اپنی طرف سے بات گھڑ دی (راغب)

وَالْحُكْمَ (۱)	اور ہم و فرست	رَبِّنَا (۲)	اللہ والے	الْمَلٰئِكَةَ	فرشتوں کو
وَالشُّبُهَاتِ	اور نبوت	بِمَا كُنْتُمْ	اس وجہ سے کہ تم	وَالنَّبِيَّاتِ	اور نبیوں کو
ثُمَّ يَقُولُ	پھر کہہ دے	تُعَلِّمُونَ	سکھلاتے (لوگوں کو)	اَزْبَابًا	خدا (خود مختار)
لِلنَّاسِ	لوگوں سے	الْكِتٰبِ	اللہ کی کتاب	اَيَا مَرْكُومٍ	کیا حکم دے گا تم کو
كُتُوْنَا	ہو جاؤ تم	وَعَمَّا كُنْتُمْ	اور اس وجہ سے کہ تم	بِالْكَفْرِ	اللہ کے انکار کا
عِبَادًا لِّيْ	میرے بندے	كَذٰرُسُوْنَ (۳)	پڑھتے	بَعْدًا	بعد اس کے کہ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ کو چھوڑ کر	وَلَا يَأْمُرُكُمْ	اور نہیں حکم دے گا وہ تم کو	اَنْتُمْ	تم
وَلٰكِنْ كُتُوْنَا	بلکہ ہوؤ تم	اَنْ تَتَّخِذُوْا	کہ بناؤ تم	مُسْلِمُوْنَ	اللہ کو ماننے والے ہو

عیسائیوں (وفد نجران) نے عہد الست میں اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے دو اقرار توڑے!

گذشتہ آیت میں دو باتوں پر بحث وعید آئی ہے۔ ایک: اللہ سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو دنیوی مفاد کے لئے توڑنا۔ دوم: کورث میں جھوٹی قسم کھا کر کسی کا مال ہڑپ کر لینا، دوسری بات کی وضاحت شان نزول کی روایت کی روشنی میں اوپر آگئی، اب پہلی بات لیتے ہیں۔ وفد نجران نے (عیسائیوں نے) عہد الست میں اللہ پاک سے کئے ہوئے دو اقرار توڑے، یہ سنگین گناہ ہے:

ایک: تمام انسانوں نے بلا واسطہ اللہ ہی کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے، اب عیسائی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھی رب مانتے ہیں، وہ تثلیث کے قائل ہیں، اس نقض عہد کا ذکر زیر تفسیر آیات میں ہے:

دوم: تمام امتوں نے اپنے انبیاء کے واسطہ سے خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لانے کا اور ان کی مدد کرنے کا اقرار کیا ہے، اب وفد نجران ایمان لانے کے لئے تیار نہیں، اس نقض عہد کا ذکر اگلی آیات میں ہے۔

عیسائیوں کی تثلیث: عیسائی تثلیث (تین خداؤں) کے قائل ہیں، ایک: بڑا اور اصل خدا مانتے ہیں، اس کو باپ کہتے ہیں، دوسرا: دوسرے نمبر کا خدا مانتے ہیں، اس کو بیٹا کہتے ہیں، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام، تیسرا: تیسرے نمبر کا خدا مانتے ہیں، اس کو روح القدس (پاکیزہ روح) کہتے ہیں، اور معلوم نہیں اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟ کوئی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو مراد لیتا ہے، کوئی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اور کوئی عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو، پھر وہ تین کو ایک بناتے ہیں، اور

(۱) الحکم اور الحکمۃ ایک ہیں: فہم، دانشمندی کی باتیں، انبیاء کی حدیثیں۔ (۲) زبانی: اللہ والا، الف نون زائد تان اور یاء نسبت کی (۳) بما: ما مصدریہ (۴) خذرس (ن) خذرسا الكتاب: غور سے پڑھنا، مطالعہ کرنا۔ مراد دوسری دینی کتابیں ہیں۔

اپنی مثیلت انجیل سے ثابت کرتے ہیں، یا تو انجیل میں تحریف کر کے، یا کچھ کا کچھ پڑھ کر کے یا غلط تاویل کر کے، بہر حال یہ نقص عہد ہے، انھوں نے عہدالست میں جو صرف اللہ ہی کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے: اس کی خلاف ورزی ہے، جس کی ان کو سخت سزا ملے گی، کیونکہ یہ شرک ہے، اور شرک کی معافی نہیں، لندن میں میری یورپ کے سربراہ ایک یہودی عالم سے ملاقات ہوئی، میں نے اس کو میری مسجد (مسجد قبا) میں آنے کی دعوت دی، اس نے کہا: ہم مسجد میں آسکتے ہیں، چرچ میں نہیں جاسکتے! میں نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: وہاں شرک ہوتا ہے، اور ہم ایسی جگہ نہیں جاتے۔

اللہ پاک فرماتے ہیں: کچھ اہل کتاب (عیسائی) اپنی آسمانی کتاب (انجیل) میں کچھ چیزیں اپنی طرف سے بڑھا کر ایسے لہجہ میں پڑھتے ہیں کہ ناواقف سننے والا دھوکہ کھا جائے، بلکہ جھوٹا دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ کے پاس سے آیا ہے، حالانکہ وہ مضمون اللہ کے پاس سے نہیں آیا، خود ساختہ ہے، اور یہ سب کچھ جان بوجھ کر کرتے ہیں، اس طرح وہ اپنی مثیلت اور عیسیٰ علیہ السلام کی اہمیت اور الوہیت ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ کوئی بھی انسان جس کو اللہ نے اپنی کتاب، عقل و فہم اور نبوت سے سرفراز کیا ہو لوگوں کو یہ تعلیم دے ہی نہیں سکتا کہ اللہ کو چھوڑو، مجھے معبود بناؤ، اور میرے بندے بنو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ایک انسان تھے، وہ لوگوں کو یہ تعلیم کیسے دے سکتے ہیں؟ وہ تو لوگوں کو اللہ سے جوڑیں گے، کہیں گے: اللہ والے بنو، اللہ نے تمہیں اپنی کتاب دی ہے، جس کو تم لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہو اور دگر مذہبی کتابیں بھی پڑھتے ہو، ان میں یہی تعلیم ہے کہ اللہ والے بنو، اسی کی بندگی کرو، کسی دوسرے کو اس کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ۔

وہ کبھی یہ تعلیم نہیں دے سکتے کہ فرشتوں (جبرئیل علیہ السلام) کو اور نبیوں کو یعنی خود ان کو خدا (خود مختار) بناؤ، جب تم نے اسلام قبول کر لیا تو اب وہ تمہیں کافر کیسے بنائیں گے؟ بادشاہ: سفارت اسی کو منگتا ہے جو حکومت کا وفادار ہو، اور لوگوں کو وفاداری کی تعلیم دے۔ اگر وہ بغاوت کی تعلیم دے تو اسے رسول نہیں بنایا جاتا۔

آیات پاک: اور بے شک اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ہیں جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبانیں مروڑتے ہیں — اور کچھ کا کچھ پڑھتے ہیں — تاکہ تم اس (پڑھے ہوئے) کو اللہ کی کتاب کا حصہ سمجھو، حالانکہ وہ اللہ کی کتاب کا حصہ نہیں — خود ساختہ کلام ہے — اور وہ کہتے ہیں کہ وہ (بڑھایا ہوا) اللہ کے پاس سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کے پاس سے نہیں، اور وہ جانے بوجھے اللہ کے نام جھوٹ لگاتے ہیں۔

کسی انسان سے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو آسمانی کتاب، عقل و فہم اور نبوت عطا کریں — مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں — پھر وہ لوگوں سے کہے: اللہ کو رہنے دو، میرے بندے بن جاؤ — مشرکین بڑے خدا کو ماننے ضرور ہیں، مگر

اس کی عبادت نہیں کرتے — بلکہ (وہ کہے گا:) اللہ والے بنو، کیونکہ تم اللہ کی کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور تم دیگر مذہبی کتابوں کا بھی مطالعہ کرتے ہو — جن میں اللہ ہی کی بندگی کا حکم ہے۔

وہ تمہیں کبھی یہ حکم نہیں دے گا کہ فرشتوں اور نبیوں کو رب (معبود) بنا لو، کیا وہ تمہیں اللہ کے انکار کا حکم دے گا تمہارے مسلمان ہونے کے بعد؟ — یہ ناممکن بات ہے، غیر اللہ کی بندگی کفر ہے، پس تثلیث سے باز آؤ، یہ نقص عہد ہے! قائدہ: ﴿الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ کج جمع لائے ہیں، حالانکہ مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں، اس لئے کہ مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے، پس آیت ان کو بھی شامل ہو جائے گی، اسی طرح ﴿النَّبِیِّنَ﴾ کج کو بھی جمع لائے ہیں، اگرچہ مراد نبی علی علیہ السلام ہیں، کیونکہ یہود و مریم علیہ السلام کو بھی اللہ کا بیٹا کہتے تھے، پس آیت ان کو بھی شامل ہوگی۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝

وَإِذْ	اور (یا دیکرو) جب	وَحِكْمَةٍ ^(۲)	اور دانشمندی	وَلَتَنْصُرُنَّهُ	اور البتہ ضرور مدد کریں
أَخَذَ اللَّهُ	لیا اللہ نے	ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ	پھر آیا تمہارے پاس	عَظِيمِ الْمُرْتَبَةِ رَسُولٍ	گئے تم اس کی پوچھا
مِيثَاقَ	وہی (قول و قرار)	مُصَدِّقٌ	سچا بتانے والا	أَقْرَرْتُمْ	کیا تم نے اقرار کیا
النَّبِيِّينَ	نبیوں سے	لِمَا مَعَكُمْ	اس کو جو تمہارے پاس ہے	وَأَخَذْتُمْ	اور لیا تم نے
لَمَا ^(۱)	البتہ جو	لَتُؤْمِنُنَّ	البتہ ضرور ایمان لاؤ گے تم	عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ	اس بات پر
آتَيْنَاكُمْ	دی میں نے تم کو	بِهِ	اس پر	إِصْرِي ^(۳)	میرا عہد
وَمِنْ كِتَابٍ	کوئی کتاب				

(۱) لَمَا: لام ابتداء ہے، اخذ ميثاق میں جو قسم کے معنی ہیں اس کی تاکید کرتا ہے، اور ما: موصولہ ہے (۲) حکمت: اور حکم: ہم معنی ہیں، اس کے معنی ہیں: دانشمندی کی باتیں، یعنی انبیاء کی حدیثیں، انبیاء کرام فہم و فراست کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں (۳) رسول: کی توین تعظیم کے لئے ہے، مراد خاتم النبیین ﷺ ہیں قالہ علی وابن عباس رضی اللہ عنہما (۴) اصر: لغوی معنی ہیں: بوجھ اور مجازی معنی ہیں: قول و قرار، عہد و پیمان، کیونکہ عہد کی ذمہ داری کا بھی انسان پر بوجھ پڑتا ہے۔

قَالُوا أَفُزُّنَا	جواب دیا انھوں نے	قَالَ	فرمایا	وَ اَنَا مَعَكُمْ	اور میں تمہارے ساتھ
اَفْزَرْنَا	اقرار کیا ہم نے	فَاَشْهَدُ وَا	پس گواہی دو	وَمِنَ الشَّاهِدِينَ	گواہوں میں سے ہوں

نبی ﷺ صرف نبی الامت نہیں، نبی الانبیاء والامم بھی ہیں

آیت کی تفسیر سے پہلے یہ جان لیں کہ نبی ﷺ کی شان صرف نبی الامت کی نہیں، نبی الانبیاء والامم کی بھی ہے۔ حدیث میں ہے: اگر آج موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کے لئے میری پیروی کے سوا چارہ نہ تھا، اور حدیث میں ہے کہ جب صلی علیہ السلام اتریں گے تو قرآن وحدیث کی پیروی کریں گے، اور حدیث میں ہے کہ میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں، یعنی از آدم تا قیام قیامت سبھی لوگوں کی طرف آپ کی بعثت ہوئی ہے، اور حدیث میں ہے کہ میں نبی تھا اور آدم ہنوز روح وجسد کے درمیان تھے، اور آپ ہی قیامت کے دن تمام امتوں کے صلحاء کے لئے شفاعت کبریٰ فرمائیں گے، اور آپ نے معراج سے واپسی میں بیت المقدس میں تمام انبیاء کی امامت فرمائی ہے، اور قیامت کے دن تمام انسان آپ ہی کے جھنڈے تلے جمع ہونگے، اور سورۃ الاحزاب (آیت ۴۰) میں ﴿رَسُولَ اللّٰهِ﴾ کے بعد ﴿خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ﴾ کا وصف لایا گیا ہے، پہلے وصف کا مطلب یہ ہے کہ اس امت کے مؤمنین آپ کے روحانی بیٹے ہیں، کیونکہ ان کو ایمان آپ کی بدولت ملا ہے، اور دوسرے وصف کا یہ بھی مطلب ہے کہ گذشتہ امتوں کے مؤمنین آپ کے روحانی پوتے ہیں، کیونکہ گذشتہ انبیاء کو فیض نبوت آپ سے پہنچا ہے، آپ وصف نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہیں، اور دوسرے انبیاء بالعرض، کیونکہ آپ خاتم النبیین (نبیوں کی مہر) بھی ہیں، پس ان کی امتیں آپ کی بالواسطہ امتیں ہیں، پس ضروری ہوا کہ تمام امتوں سے ان کے انبیاء کے توسط سے عہد ویمان لیا جائے کہ جب آپ کا ظہور ہو تو سب امتیں آپ پر ایمان لائیں، آپ کی پیروی کریں، اور آپ کی مدد کریں، کیونکہ آپ کی نبوت کا وجود اگرچہ سب سے پہلے ہوا ہے، مگر ظہور کسی مصلحت سے سب کے بعد ہوا ہے، جیسے نظام شمسی میں سورج سب سے پہلے نور ہوا ہے، باقی سیارے اس کے پرتو سے روشن ہوئے ہیں، پھر جب ستارے اپنی چمک دمک دکھا لیتے ہیں تو آفتاب نبوت طلوع ہوتا ہے، پھر کسی ستارے کی ضیاء پاشی باقی نہیں رہتی۔

(۱) اَشْهَدُوا: فعل امر، صیغہ واحد مذکر حاضر، شہد (س) علیٰ کذا شہادۃ: گواہی دینا، کسی بات کی یقینی خبر دینا، اور گواہی دو: یعنی اپنی امتوں کو ہدایت دو (۲) شہادت کے مفہوم میں دیکھنے کے معنی ہیں، جیسے ﴿فَقَدْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ مِّنْكَوْثًا مِّنْ الشَّهْرِ فَلْيُصْبِئْ﴾: جو ماورِ مضان (کے چاند) کو دیکھے وہ اس کے روزے رکھے، اور اللہ کا گواہ ہونا یہ ہے کہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ انبیاء نے امتوں کو ہدایت دی یا نہیں؟

وفد نجران نے دوسرا عہد و پیمان بھی توڑا، وہ نبی ﷺ پر ایمان نہیں لائے!

حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ ﴿رَسُولٌ﴾ سے مراد نبی ﷺ ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے عہد الست میں نبی ﷺ کے تعلق سے یہ عہد لیا ہے کہ اگر وہ ان کا زمانہ پائیں تو ان پر ایمان لائیں، اور ان کی تائید و نصرت کریں، اور اپنی امتوں کو بھی اس کی ہدایت کریں۔

آیتِ کریمہ: اور (یاد کرو) جب اللہ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کوئی کتاب اور فہم و فراست دوں، پھر تمہارے پاس عظیم الشان رسول (محمد ﷺ) آئیں جو اس کتاب کی تصدیق کریں جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور ان پر ایمان لاؤ گے، اور تم ضرور ان کی مدد کرو گے — اللہ تعالیٰ نے (انبیاء سے) پوچھا: کیا تم نے اس بات کا اقرار کیا؟ اور اس معاملہ میں میرا عہد و پیمان قبول کیا؟ سب نے جواب دیا: ہم نے اقرار کیا! — پس تم (اپنی امتوں کے سامنے) گواہی دو — یعنی اپنی امتوں کو وصیت کرو کہ جب اس عظیم الشان رسول کا ظہور ہو تو سب ان پر ایمان لائیں اور ان کی تائید و نصرت کریں — اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں — یعنی دیکھ رہا ہوں کہ کس نے وصیت کی، کس نے نہیں کی؟ جواب: سب نے کی تھی، کیونکہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں، وہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ أَفَعَيِّرُ دِينَ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَٰئِ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَٱلَيْنَہٗ يُرْجَعُونَ ۝ قُلْ أَمِنَّا بِٱللَّهِ وَمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ عَلَىٰ إِبْرٰهٖمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسٰى وَعِيسٰى وَٱلنَّبِیُّونَ مِنْ رَبِّہُمْ ۖ لَا نَفْرِقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْہُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝ وَمَنْ يَبْتَغِ غَیْرَ ٱلْإِسْلَامِ دِینًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہٗ ؕ وَهُوَ فِی ٱلْآخِرَةِ مِنَ ٱلْخٰسِرِیْنَ ۝

فَمَنْ تَوَلَّىٰ	پس جس نے روگردانی کی	الْفَاسِقُونَ	حداطاعت سے نکلنے والے ہیں	يَبْغُونَ	چاہتے ہیں وہ
بَعْدَ ذَلِكَ	بعد ازیں			وَلَٰئِ	حالانکہ اس کے لئے
فَأُولَٰئِكَ	پس وہ لوگ	أَفَعَيِّرُ	کیا پس علاوہ	أَسْلَمَ	سراگندہ ہیں
هُمُ	ہی	وَالنَّبِیُّونَ	اللہ کے دین کے	مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ	جو آسمانوں میں ہیں

وَالَّذِينَ	اور زمین میں ہیں	وَالْإِسْحَاقَ	اور اسحاق	وَتَخَنُّ لَّهُ	اور ہم اس کی
طُوعًا وَكَرْهًا	خوشی سے اور ناخوشی سے	وَيَعْقُوبَ	اور یعقوب	مُسْلِمُونَ	اطاعت کرنے والے ہیں
وَالَّذِينَ	اور اسی کی طرف	وَالْإِسْحَاقَ	اور ان کی اولاد پر	وَمَنْ يَبْتَغِ	اور جو چاہے گا
يُزَجِّعُونَ	لوٹائے جائیں گے وہ	وَمَنْ أُوْتِيَ	اور جو دیئے گئے	غَيْرَ الْإِسْلَامِ	اسلام کے علاوہ
قُلْ	کہو	مُؤْمِنِينَ	مومن	دِينًا	دین
أَمَّا	ایمان لائے ہم	وَعِيسَى	اور عیسیٰ	فَكُنْ	پس ہرگز
يَا لَللَّهِ	اللہ پر	وَالَّذِينَ هُوتُوا	اور دیگر انبیاء	يُفْعَلْ	قبول نہیں کیا جائے گا
وَمَا أُنْزِلَ	اور اس پر جو اتارا گیا	مِنْ رَبِّهِمْ	ان کے پروردگار کی	مِنْهُ	اس سے
عَلَيْنَا	ہم پر	لَا نَقْصُوفُ	نقص نہیں جہاں کرتے ہم	وَهُوَ	اور وہ
وَمَا أُنْزِلَ	اور اس پر جو اتارا گیا	بِزَيْنِ أَحَدٍ	کسی کے درمیان	مِنْ الْخُسْرِ	آخرت میں
عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ	ابراہیم پر	وَمِنْهُمْ	ان میں سے	يَوْمَ الْقِيَامَةِ	گھانا پانے والوں میں
وَالْمُصْعِلِ	اسماعیل				سے ہوگا

نجران کا وفد نبی ﷺ پر ایمان نہیں لائے گا تو وہ حکم عدولی ہوگی

جب زمانہ الست میں اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں سے ان کے انبیاء کے توسط سے عہد لیا ہے کہ جب خاتم النبیین ﷺ کا زمانہ آئے تو سب ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں، اللہ کا یہ حکم عمل کے لئے ہے، پس اگر نجران والے (عیسائی) ایمان نہیں لائیں گے تو یہ عہد شکنی اور حکم عدولی ہوگی اور وہ حد اطاعت سے باہر ہونگے اور ایسے بندوں کا انجام معلوم ہے۔

﴿فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾

ترجمہ: پھر جو اس عہد و پیمان کے بعد روگردانی کرے وہی لوگ نافرمان ہیں!

(۱) طوعاً: خوشی سے، کرہاً: ناخوشی سے، جو کام کسی کے دباؤ میں ناخوشی سے کیا جائے وہ کرہاً (کاف کے زبر کے ساتھ) ہے اور جو ناگوار کام طبیعت کے تقاضے کیا جائے وہ کرہاً (کاف کے پیش کے ساتھ) ہے، جیسے: ﴿حَمَلْتُهُ أُمَّتُهُ كَرْهًا وَوَضَعْتُهُ كَرْهًا﴾: اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت سے پیٹ میں رکھا، اور اس کو بڑی مشقت سے جتا، حمل اور وضع حمل عورت کا طبعی تقاضا ہے، یہاں کرہاً کے معنی ہیں: اسلامی حکومت کا باج گزار بننا پڑے گا۔

خوشی سے ایمان لاؤ، ورنہ اسلامی حکومت کا بارج گذار بننا پڑے گا

اللہ کا دین وہ ہے جو آخری پیغمبر ﷺ پیش کر رہے ہیں، یہی دین از آدم تا ایں دم نازل ہوتا رہا ہے، اس کے علاوہ دیگر ادیان باطل اور بگڑے ہوئے ہیں، نجران والے اسلام کو قبول نہیں کر رہے، وہ دوسرے دین (عیسائیت) پر ہٹنا چاہتے ہیں، پس سنو! پوری کائنات اللہ کے احکام کی منقاد ہے، تو انہیں فطرت کے سامنے سرافگندہ ہے، کوئی خوشی سے کوئی ناخوشی سے، نجران والے بھی خوشی سے ایمان لائیں تو بہتر ہے، ورنہ ناگواری کے ساتھ ان کو اسلامی حکومت کی رعیت بننا پڑے گا، جزیہ ادا کرنا ہوگا، اس کے سوا چارہ نہیں ہوگا، پھر وہ جائیں گے کہاں؟ لوٹ کر آئیں گے تو اللہ کے پاس، اس وقت ان کے انکار کا بھگتان کر دیا جائے گا۔

﴿اَفَغَيْرَ دِينٍ اللّٰهُ يَبْعَثُ وَلَا تَزِدُّهُمْ عَلٰى دِيْنِهِمْ سِوَا الَّذِيْ كَفَرُوْا بِهٖ سَبْعًا ۚ﴾
ترجمہ: کیا پس وہ لوگ (نجران والے) اللہ کے دین (اسلام) کے علاوہ کسی اور دین (عیسائیت) کو چاہتے ہیں، حالانکہ اللہ کے سامنے خواہی خواہی سرافگندہ ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں!! اور اسی کی طرف وہ (نجران والے) لوٹنے جائیں گے۔

تعصب چھوڑو، دیکھو ہم اسرائیلی انبیاء کو بھی مانتے ہیں

یہود و نصاریٰ کے لئے نبی ﷺ پر ایمان لانے میں یہ چیز بھی مانع بن رہی تھی کہ آپ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں تھے، اور چچا زاد بھائیوں میں چشمک ہوتی ہے، اب قرآن کریم مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ نجران والوں سے کہو: تعصب کا چشمہ اتارو، ہمیں دیکھو: ہم تمام اسرائیلی انبیاء کو بھی مانتے ہیں، پھر تم اسماعیلی پیغمبر کو کیوں نہیں مانتے؟ جس زمانہ میں جو بھی نبی مبعوث ہوئے، اور ان پر جو بھی کتاب نازل ہوئی: ہم بلا تفریق سب کو مانتے ہیں، یہی مسلمان کی شان ہے، بعض کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا اسلام نہیں، تمام انبیاء ایک سرکار کے فرستادے ہیں، اور تمام کتابیں ایک سرچشمہ سے نکلے ہوئی ہیں، پھر ان میں تفریق کے کیا معنی؟ کسی بھی نبی اور کسی بھی آسمانی کتاب کا انکار کفر ہے، آخری نبی اور آخری کتاب کو ماننے بغیر کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا، اور نجات اسلام ہی سے ہوگی۔

﴿قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلَىٰ اٰبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيسٰى وَالتَّبْيِيْنُ وَمَنْ رَّبِّهِمْ سَلٰ نُنْفِئْكَ بِاَيِّنٍ اَحَدٍ مِنْهُمْ ذُوْنَحْنُ لَكَ مُسْلِمُوْنَ ۝﴾
ترجمہ: کہو: ہم ایمان لائے اللہ پر، اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا، اور اس پر جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر اتارا گیا، اور جو موسیٰ عیسیٰ اور دوسرے انبیاء، ان کے پروردگار کی طرف سے دیئے گئے، ہم ان

میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے، اور ہم اللہ کے فرمان بردار ہیں۔ یعنی ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سب انبیاء اور ان کی کتابوں پر ایمان لائیں، سب کو سچا جانیں، رہا عمل کا معاملہ تو جس پیغمبر کا پریدہ ہوگا، اسی کی تعلیمات پر عمل کیا جائے گا۔

نجات اسلام ہی سے ہوگی

نجران والے عیسائی جان لیں کہ یہودیت و نصرانیت یا کسی بھی دوسرے مذہب سے نجات نہیں ہوگی، نجات اسلام ہی سے ہوگی، اسلام ہی اللہ کا نازل کردہ دین ہے، یہی دین بار بار نازل کیا گیا ہے، جب انسانیت کے حالات بدلتے ہیں یا امتیں اسلام کو ضائع کر دیتی ہیں یا اس میں تحریف و تبدیلی کر دیتی ہیں تو نیا نبی مبعوث ہوتا ہے، اور اس پر اسلام دوبارہ نازل ہوتا ہے، اب آخری مرتبہ خاتم النبیین ﷺ پر وہی اسلام نازل ہو رہا ہے، جو اسلام کا کامل و مکمل ایڈیشن ہے، اب قیامت تک اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کریں گے، وہ غیر تبدیل سے محفوظ رہے گا، اس لئے کہ اس کی اصل قرآن کریم محفوظ رہے گی، اور یہودیت و عیسائیت اسلام کی محرف شکلیں ہیں، پس جو نجات کا متنبی ہے وہ اسلام کو اپنائے، اس کی حقانیت کے دلائل لوگوں کے سامنے آچکے ہیں، اور نجران والوں کے دل اس کی صداقت کی گواہی دے چکے ہیں، پھر دیکر سب بات کی؟

اور اگر وہ اس خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ ابھی دنیا میں ہمارا ہاتھ بالا ہے، تو وہ جان لیں کہ دنیا میں بھی حالات پلٹیں گے، ان کو باج گزار (رعیت) ہونا پڑے گا، اور آخرت میں تو پانسا پلٹے گا، اسلام کے علاوہ تمام مذاہب والے ناکام ہو گئے، اور گھاٹے میں رہیں گے۔

فائدہ: یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ کہتے ہیں: تمام ادیان برحق ہیں، راستے الگ الگ ہیں اور منزل ایک ہے، ان کی یہ بات قطعاً درست نہیں، اللہ کے نزدیک: مقبول دین وہی ہے جو انھوں نے نازل کیا ہے، اب اسلام اور شریعت نبوی ہی سے نجات ہوگی، نبی ﷺ کی بعثت کے بعد اب کسی اور دین و شریعت سے انسانیت کی نجات و فلاح کا تعلق باقی نہیں رہا (ماخوذ از آسان تفسیر)

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ٥﴾

ترجمہ: اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دین چاہے گا (اپنائے گا) تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں سے ہوگا!

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَ
جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ٥

کَيْفَ ^(۱) يَفْقِدُ ^(۲) اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا	کیسے منزل تک پہنچائیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جنہوں نے انکار کیا	بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهَدُوا أَنَّ الْوَسْوَءَ حَقًّا وَجَاءَهُمْ	اپنے ایمان لانے کے بعد اور گواہی دی انہوں نے کہ یہ رسول برحق ہے اور گئی ان کے پاس	الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ	واضح دلیلیں اور اللہ تعالیٰ منزل سے ہم کنار نہیں کرتے لوگوں کو ناانصافی کرنے والے
--	--	---	---	---	---

گمراہی کے اسباب جب بہت ہو جاتے ہیں تو ایمان کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے

سورۃ البقرۃ (آیت ۷) میں ایک مضمون ہے: ﴿حَتَّمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ﴾ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی، اب وہ ایمان نہیں لائیں گے، جب کوئی شخص گمراہی کے بہت سے اسباب اٹھا کر لیتا ہے تو اس کی ایمان کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے، یہی اللہ کا دلوں پر مہر کرنا ہے، یہاں بھی یہی مضمون ہے، نجران والوں نے گمراہی کے تین اسباب جمع کر لئے، اس لئے اب وہ منزل مقصود (ایمان) تک نہیں پہنچ سکتے، اس میں پیشین گوئی بھی ہے کہ نجران والے ایمان نہیں لائیں گے، چنانچہ وہ جزیہ صلح کر کے لوٹ گئے۔

وفد نجران کی گمراہی کے تین اسباب:

۱- وہ اہل کتاب تھے، نبوت اور آسمانی کتاب سے واقف تھے، عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل پر ان کا ایمان تھا، ان کے لئے نبی ﷺ کی نبوت کا اور قرآن کریم کے کلام الہی ہونے کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں تھا، مگر حسد، جلن، ضد اور ہٹ دھرمی کا براہو! اس نے ایمان لانے سے ان کو روک دیا۔

۲- ان کے لاث پادری ابو حارثہ نے اعتراف کیا تھا جب اس کا شجر لڑکھڑایا تھا، اور اس کے بھائی گرز نے بے حس الابد! کہا تھا تو ابو حارثہ نے کہا تھا: ایسا مت کہو، یہ وہی نبی ہیں جن کی ہماری کتابوں میں اطلاع ہے، یہ اس کی گواہی تھی کہ آپ برحق نبی ہیں، مگر وہ طے کر کے آئے تھے کہ ایمان نہیں لانا، بلکہ بحث کر کے ان کو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کے موقف سے ہٹانا ہے، ان کو عیسیٰ علیہ السلام کی البیت اور الوہیت کا قائل کرنا ہے۔

۳- ان کے سامنے اسلام کی حقانیت کے بہت سے دلائل آچکے ہیں، کہ کمر مٹھ ہو گیا ہے، اسلام کا ڈنکا بجنے لگا ہے اور عربوں کا رجوع عام شروع ہو گیا ہے، اور سورۃ آل عمران میں ننانوے آیتیں نازل ہو چکی ہیں، جن میں عیسیٰ علیہ السلام کی صحیح (۱) کیف: استفہام انکاری ہے یعنی منزل تک نہیں پہنچائے (۲) ہدایت کے دو معنی ہیں: إراءۃ الطریق: راہ نمائی کرنا اور إصبال إلى المطلوب: منزل تک پہنچانا، یہاں دوسرے معنی ہیں۔

پوزیشن واضح کر دی ہے اور ان کو مہملہ کی دعوت دی جا چکی ہے، جس کو انھوں نے قبول نہیں کیا، یہ سب نبی ﷺ کی صداقت، قرآن کریم کی حقانیت اور اسلام کے سچے مذہب ہونے کے واضح دلائل ہیں، پھر بھی وہ ایمان لانے کے لئے تیار نہیں۔

ایسے نالائقوں کو اللہ تعالیٰ منزل مقصود تک نہیں پہنچایا کرتے، انھوں نے اپنی ایمان کی صلاحیت کھودی ہے، اس لئے ان کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے، اب وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

آیت کریمہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے منزل مقصود تک پہنچائیں، جنھوں نے (سابقہ نبیوں پر) اپنے ایمان لانے کے بعد (نبی ﷺ پر) ایمان لانے سے انکار کر دیا، اور انھوں نے گواہی دی کہ اللہ کا یہ رسول برحق ہے، اور ان کے پاس (اسلام کی حقانیت کے) واضح دلائل (بھی) آچکے؟ اور اللہ تعالیٰ نالصافوں کو منزل مقصود تک نہیں پہنچایا کرتے — یہ اللہ کی سنت ہے، جو منزل پانا چاہتا ہے اسی کو منزل ملتی ہے۔

أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۖ خَلِدِينَ فِيهَا ۖ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۖ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

وہ لوگ	خُلْدِیْنَ	ہمیشہ رہنے والے	إِلَّا الَّذِينَ	مگر جنھوں نے
ان کا بدلہ	فِيهَا	اس میں	تَابُوا	توبہ کی
(یہ ہے) کہ ان پر	لَا يُخَفَّفُ	نہ ہلکا کیا جائے گا	مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ	بعد ازاں
اللہ کی لعنت ہے	عَنْهُمْ	ان سے	وَأَصْلَحُوا	اور نیک ہوئے وہ
اور فرشتوں کی	الْعَذَابُ	عذاب	وَأَنَّ اللَّهَ	تو بیشک اللہ تعالیٰ
اور لوگوں کی	وَلَا هُمْ	اور نہ وہ	عَفُورٌ	بڑے بخشنے والے
سبھی کی	يُنْظَرُونَ	ڈھیل دیئے جائیں گے	رَحِيمٌ	بڑے رحم فرمانے والے ہیں

جن لوگوں نے اپنی ایمان کی صلاحیت کھودی: ان کی سزا

جن لوگوں نے اپنی ایمان کی صلاحیت کھودی ہے: ان پر اللہ کی فرشتوں کی اور سبھی لوگوں کی لعنت ہے، لعنت کا مفہوم

توبہ کا وقت غرغہ لگنے تک ہے، اس کے بعد نہ توبہ قبول ہے نہ فدیہ

اب و فخران کے تعلق سے دو باتیں بیان فرماتے ہیں:

۱- نجران کے عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور ان کی کتاب انجیل پر ایمان تھا، اور دونوں نے صاف صاف نبی ﷺ کی پیشین گوئی کی تھی، اس لئے عیسائیوں کے لئے نبی ﷺ پر ایمان لانا آسان تھا، مگر وہ ایمان نہیں لائے، اب اگر وہ نبی ﷺ اور اسلام کی مخالفت میں بڑھتے چلے گئے، اور موت تک ان کا یہی حال رہا تو بوقت نزاع وہ توبہ کرنا چاہیں کبھی تو اس وقت توبہ قبول نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس دنیا میں ایمان بالغیب مطلوب ہے، اُن دیکھی سچائیوں کو ماننا ہے، اور جب موت کا فرشتہ آگیا تو پردہ ہٹ گیا، اس لئے اب ایمان لانا معتبر نہیں، اب وہ گمراہی کی حالت میں مرنے والے قرار پائیں گے، لہذا ان کو چاہئے کہ ابھی ایمان لائیں، ابھی وقت ہے، ان کی توبہ قبول ہوگی۔

۲- موت کے بعد اگر وہ عذاب سے بچنے کے لئے زمین بھر کر سونا دیں تو بھی وہ عذاب سے نہیں بچ سکیں گے، اول تو آخرت میں ہر شخص خالی ہاتھ ہوگا، اور اگر بالفرض کسی کے پاس مال ہو، اور وہ اس کو فدیہ میں پیش کرے تو قبول نہیں کیا جائے گا، آخرت میں صرف ایمان و عمل صالح کام آئے گا، مال و زر کام نہیں آئے گا۔

فائدہ: توبہ کب تک قبول ہوتی ہے؟ جواب: موت کے وقت جب روح جسم سے نکلنے لگتی ہے تو دم گھٹنے لگتا ہے، اور حلق کی نالی میں ایک قسم کی آواز پیدا ہوتی ہے، اس کو ”حالت نزاع“ کہتے ہیں، اس کے بعد زندگی کی کوئی امید نہیں رہتی، اور اس وقت دوسرا عالم منکشف ہو جاتا ہے، اس لئے اس وقت کا ایمان اور توبہ قابل قبول نہیں، کیونکہ ایمان بالغیب (بن دیکھے ایمان لانا) مطلوب ہے، اس لئے جب تک موت آنکھوں کے سامنے نہ آجائے توبہ کا موقع ہے، سورۃ النساء (آیت ۱۸) میں ہے: ”اور ایسے لوگوں کی توبہ قابل قبول نہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آکھڑی ہوتی ہے یعنی دوسرے عالم کی چیزیں نظر آنے لگتی ہیں تو وہ کہتا ہے: میں اب توبہ کرتا ہوں اورندان لوگوں کا ایمان قابل قبول ہے جن کو حالت کفر میں موت آجاتی ہے“

آیات پاک: بیشک جن لوگوں نے (نبی ﷺ پر ایمان لانے سے) انکار کیا، ان کے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر) ایمان لانے کے بعد، پھر وہ کفر میں بڑھتے چلے گئے تو ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی، اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔ یہ پہلی بات ہے، پھر تہید لوٹا کر دوسری بات فرمائی ہے۔ بے شک جن لوگوں نے انکار کیا۔۔۔ یہ تہید لوٹائی ہے۔ اور کفر ہی کی حالت میں ان کی موت آئی، تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا ان میں سے کسی سے زمین بھر کر سونا، اگرچہ جان چھڑانے کے لئے اس کو پیش کرے، انہی لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے، اور ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ
بِهِ عَلِيمٌ ۝۱۱

لَنْ تَنَالُوا	ہرگز حاصل نہیں کر سکو گے	مِمَّا تُحِبُّونَ	اس جس کو پسند کرتے ہیں	فَإِنَّ اللَّهَ	تو بیشک اللہ تعالیٰ
الْبِرَّ	کامل نیکی	وَمَا تُنْفِقُوا	اور جو خرچ کرو گے	بِهِ	اس سے
حَتَّى تُنْفِقُوا	یہاں تک کہ خرچ کرو	مِنْ شَيْءٍ	کوئی بھی چیز	عَلِيمٌ	خوب واقف ہیں

پیاری چیز خرچ کرو بڑی نیکی پاؤ گے؟

وفد نجران کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اور انجیل سے بڑی محبت تھی، وہ کسی قیمت پر ان کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے، ان سے قاعدہ کلیہ کی شکل میں فرماتے ہیں کہ اپنی پیاری چیز خرچ کرو، اور اس کے بدل نبی ﷺ اور قرآن کریم پر ایمان لاؤ، کامیاب ہو جاؤ گے، پیاری چیز خرچ کرنے ہی سے بڑی نیکی ملتی ہے۔

قاعدہ کلیہ: نیکی میں کمال اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اپنی پیاری چیز خرچ کرے، اگر کوئی اعلیٰ درجہ کی نیکی حاصل کرنا چاہے تو اپنی محبوب چیزوں میں سے کچھ راہ خدا میں خرچ کرے، جس چیز سے دل بہت لگا ہوا ہو اس کو خرچ کرنے میں بڑا ثواب ہے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنا محبوب گھوڑا خیرات کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خیر کی جائیداد وقف کی اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا باغ اللہ کے راستے میں پیش کیا۔ اور سورۃ البقرہ میں جہاں انفاقات کا ذکر ہے: بیان کیا ہے کہ خرچ کرنا دو مقصد سے ہوتا ہے: ایک: اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے، غریب کی حاجت روائی پیش نظر نہ ہو تو پیاری چیز خرچ کرنے کا حکم ہے، دوم: غریب کی حاجت روائی مقصود ہو، اور ثواب حاصل کرنا بھی پیش نظر ہو تو ضرورت سے بچی ہوئی چیز خرچ کرنے کا حکم ہے، آیت کے شروع میں پہلی قسم کا بیان ہے اور آخر میں دوسری قسم کا۔

آیت پاک: ہرگز نیکی (میں کمال) حاصل نہیں کر سکو گے جب تک اپنی پیاری چیز میں سے کچھ خرچ نہ کرو، اور جو بھی چیز تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حَلَالًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَءِيلُ عَلَى نَفْسِهِ ۚ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَةُ ۚ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَةِ فَاتْلُوهَا إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۚ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

كُلُّ الطَّعَامِ ^(۱)	سبھی کھانے	قُلْ	کہو	فَاُولٰٓئِكَ هُمُ	پس وہی لوگ
كَانَ حَلٰلًا	حلال تھے	فَاتَّبَعُوْا	پس لاؤ	الظّٰلِمُوْنَ	ظالم ہیں
لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِیْلَ	بنی اسرائیل کے لئے	بِالتَّوْحٰٓدِ	تورات	قُلْ	کہہ دو
اِلَّا مَا	مگر جو	فَاتَّبَعُوْهَا	پس پڑھو اس کو	صَدَقَ اللّٰهُ	سچ فرمایا اللہ نے
حَرَمَ	حرام کیا	اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	فَاتَّبِعُوْا	پس پیروی کرو
اِسْرَآءِیْلَ	یعقوب نے	صٰدِقِيْنَ	سچے	مِلَّةَ	ملت
عَلٰی نَفْسِهٖ	اپنے اوپر	فَمَنْ اَفْتَرٰى	اب جس نے گھڑا	اِبْرٰهِيْمَ	ابراہیم کی
مِّنْ قَبْلِ	پہلے	عَلَى اللّٰهِ	اللہ پر	حَنِیْفًا	پکا موحد
اَنْ تَنْزَلَ	نازل ہونے	الْكُذِبَ	جھوٹ	وَمَا كَانَ	اور نہ تھا وہ
التَّوْحٰٓدِ	تورات کے	مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ	بعد ازیں	وَمِنَ الْمُشْرِكِيْنَ	مشرکوں میں سے

سب کھانے جو اسلام میں حلال ہیں ملتِ ابراہیم میں حلال تھے

ان آیات میں اہل کتاب (یہود و نصاری) کے ایک اعتراض کا جواب ہے، وہ کہتے تھے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کا دعوی کرتے ہیں، جبکہ آپ اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں اور اس کا دودھ پیتے ہیں، حالانکہ یہ چیزیں ملتِ ابراہیم میں حرام تھیں، ان آیات میں اس کا جواب دیا ہے کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں حرام نہیں تھیں اور تورات میں ان کی حرمت حضرت یعقوب علیہ السلام کی نذر کی وجہ سے آئی ہے، پس یہ بنی اسرائیل کے لئے مخصوص حکم ہے، ملتِ ابراہیمی کی بات نہیں، تورات لاؤ اور اس میں دکھاؤ کہ یہ حرمت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے ہے، نہیں دکھا سکو گے، اللہ تعالیٰ سچ فرما رہے ہیں، لہذا ملتِ ابراہیمی کی پیروی کرو، وہ حنیف (پکے موحد) تھے، اور تم اے نجران والو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا میں شریک کرتے ہو! اور سب بولے بولے چھلنی بھی بولی جس میں ستر چھید! مشرکین بھی کہنے

(۱) کُلُّ الطَّعَامِ مِلَّ: موجب کلیہ کا سورہ ہے، مگر حصر اضافی ہے اے: بالنسبة إلى الشريعة الإسلامية: ساری چیزیں جو شریعتِ اسلامیہ میں حلال ہیں۔

لگے: ہم ملتِ ابراہیم پر ہیں، پس کیا ابراہیم علیہ السلام بت پرست تھے؟ وہ تو بت شکن تھے!

اس کی تھوڑی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام، جن کا لقب اسرائیل تھا، عرقِ لئساء میں مبتلا ہوئے، یہ دردِ جذوں سے شروع ہو کر کٹھنوں تک جاتا ہے، اس میں اونٹ کا گوشت اور دودھ مضر ہے، اس لئے انھوں نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ شفاء بخشیں تو وہ یہ دونوں چیزیں چھوڑ دیں گے، شفاء ہوگئی، اور انھوں نے وہ دونوں چیزیں چھوڑ دیں تو ان کی اولاد نے بھی وہ چیزیں چھوڑ دیں۔

پھر چار سو سال بعد موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا اور تورات نازل ہوئی، اس میں ان دونوں چیزوں کو بعض دوسری چیزوں کے ساتھ حرام کر دیا، اس لئے کہ بنی اسرائیل ان کے ترک کے خوگر ہو چکے تھے، اور قومی تصورات کا تحریم میں اعتبار ہوتا ہے، پس یہ حرمت بنی اسرائیل کے لئے خاص تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کا یہ حکم نہیں تھا، یہ بات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے، اور اللہ سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہو سکتا۔

پھر نجران والوں کی توجہ پھیری کہ اس فرعی مسئلہ میں کیا الجھ رہے ہو، دینِ ابراہیم کا بنیادی مسئلہ تو حید ہے، ابراہیم علیہ السلام حنیف (یکے موصد) تھے، اور تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت میں شریک کر رکھا ہے، اس کو کیوں نہیں سوچتے! اور آخر میں مشرکین کی بھی چنگلی کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام منم پرست کہاں تھے، جو تم کہتے ہو کہ ہم ان کی ملت پر ہیں، وہ تو بت شکن تھے، لہذا تم بھی اپنے موقف پر نظر ثانی کرو۔

آیاتِ کریمہ: سب کھانے کی چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں، مگر جو نزولی تورات سے پہلے اسرائیل نے اپنے لئے حرام کر لی تھیں، کہو: تورات لاؤ، اور اس کو پڑھو، اگر تم سچے ہو — کہ یہ چیزیں ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں حرام تھیں، تورات سے یہ بات ثابت کرو — پس جو اس وضاحت کے بعد بھی اللہ کی طرف غلط بات منسوب کرے — اور مرغ کی ایک ٹانگ! لگائے جائے — وہی لوگ اپنے پیروں پر گھبھاڑی مار رہے ہیں۔ کہہ دو: اللہ نے سچ فرمایا ہے، پس یکے موصد ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو، اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے!

لَإِنْ أَقُولَ بِبَيْتٍ وَضَعَهُ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَيْتِكَ مُلْبِكَاً وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ۝ فَبِئْسَ الْبَيْتُ مَقَامُ أَبْرَهِيمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۚ وَبَلَّغَ عَلَى النَّاسِ سَبْحُ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝

لَإِنْ أَقُولَ	بے شک پہلا	بَيْتٍ	گھر	وَضَعَهُ	(جو) رکھا گیا
----------------	------------	--------	-----	----------	---------------

لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے	مَقْلَمٌ ^(۲)	(جیسے) کھڑے ہونے	الْبَيْتِ	اس گھر کا
لَكَذِبِي ^(۱)	البتہ وہ گھر ہے جو	اِبْرَاهِيمَ	کی جگہ	مَيْنَ اسْتَطَاعَ	جو طاقت رکھتا ہو
بِبَيْكَةِ ^(۲)	مکہ میں ہے	وَمَنْ دَخَلَهُ	ابراہیم کی	اَلَيْتِهِ	اس کی طرف
مُؤَدَّكَ ^(۳)	برکت والا	كَانَ اٰمِنًا	اور جو اس میں داخل ہوا	سَيِّدِيًّا	راہ کی
وَهٰذِهِ	اور راہ نما	وَلِلّٰهِ	امن والا ہو گیا	وَمَنْ كَفَرَ	اور جس نے انکار کیا
لِلْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے لئے	عَلَى النَّاسِ	اور اللہ کے لئے	فَاِنَّ اللّٰهَ	پس بیشک اللہ تعالیٰ
فِيْهِ	اس میں	سَجَّ ^(۵)	لوگوں کے ذمے ہے	عَنِّيْ	بے نیاز ہیں
اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ	واضح نشانیاں ہیں		قصد کرتا	عَنِ الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں سے

کعبہ شریف بیت المقدس سے پہلے تعمیر کیا گیا ہے، تاکہ سب لوگ اس کا حج کریں

ان آیات میں اہل کتاب کے ایک دوسرے اعتراض کا جواب ہے، وہ کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصل وطن شام ہے، عراق سے ہجرت کر کے شام میں جا بسے تھے، وہیں وفات پائی، پھر ان کی اولاد شام میں رہی، ہزاروں انبیاء ان کی نسل میں مبعوث ہوئے، ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے بیت المقدس کو قبلہ بنایا، جو دنیا کے زرخیز آباد خطہ میں ہے، اور تم سرزمین شام سے دور ایک بے آب و گیاہ خطے میں پڑے ہو، پھر کس منہ سے دعویٰ کرتے ہو کہ ہم ملتِ ابراہیم پر ہیں، اور میں ابراہیم سے زیادہ قرب و مناسبت ہے، جبکہ تم نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو اپنا قبلہ بنایا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف پہلے تعمیر کیا ہے، اور تعمیر مکمل کر کے حج کا اعلان بھی کیا ہے، پھر چالیس سال بعد بیت المقدس کی بنیاد رکھی ہے (بخاری حدیث ۳۳۲۵) اور اس کی عمارت کی تکمیل حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی ہے، بیت المقدس کو حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کی اولاد کے لئے قبلہ بنایا تھا، تمام لوگوں کے لئے اللہ کا یہ گھر تعمیر نہیں کیا تھا۔

اللہ کا یہ پہلا گھر شہر مکہ میں ہے، مکہ کا تذکرہ اہل کتاب کے صحیفوں میں یکذکر کے لفظ سے ہے، پھر بائیم سے بدل گئی تو مکہ ہو گیا، جیسے لازب کی بائیم سے بدل گئی تو لازم ہو گیا، اور یہ قدیم نام قرآن میں اس لئے اختیار کیا کہ اہل کتاب کو یقین (۱) لَلَّذِيْ: ان کی خبر ہے اور لام زائد ہے۔ (۲) اہل کتاب کے صحیفوں میں مکہ کے لئے بکۃ تھا، اسی کا یہاں ذکر کیا ہے، تاکہ اہل کتاب نبی ﷺ کو پہچانیں۔ (۳) مبارک اور ہدیٰ نوضیح کی ضمیر سے حال ہیں (۴) مقام: مبتدا ہے اور منہا خبر محذوف ہے (۵) حج: حاء کا زبر اور زیر: مصدر ہے۔ قصد کرتا، ارادہ کرتا۔

آئے کہ یہ مکہ وہی مکہ ہے۔

اور اللہ کا یہ گھر بابرکت ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ یہاں وہ پھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ چنا ہے، اور جہاں بزرگوں کے تبرکات ہوتے ہیں وہ جگہ بابرکت ہوتی ہے۔ دوم: اس وجہ سے کہ جو اللہ کے گھر کے صحن (حرم) میں بھی پہنچ جاتا ہے مومن ہو جاتا ہے، یہ اسی جگہ کی برکت ہے۔

اور اللہ کا یہ گھر سارے عالم کی دینی راہ نمائی کرتا ہے، تمام لوگوں پر اس کا حج فرض ہے، جو اسلام کا ایک اہم رکن ہے، اور سب لوگ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں، جو دین کا بنیادی فریضہ ہے، یہ دینی راہ نمائی ہے۔

اب بتاؤ: بیت المقدس میں ایسی کیا چیز ہے؟ جس اہمیت بیت اللہ کو حاصل ہوئی یا بیت المقدس کو؟ اور اس امت نے چند ماہ جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے وہ عارضی حکم تھا، اس کا مقصد اس امت کے مزاج میں اعتدال پیدا کرنا تھا، تاکہ اس امت کو انبیائے بنی اسرائیل سے بعد اور ان کی امتوں سے عداوت نہ رہے، یہ مقصد الحمد للہ! حاصل ہو گیا، پھر ان کے اصلی قبلہ کی طرف ان کو پھیر دیا گیا۔

اور نبی ﷺ نے دو خواب دیکھے ہیں:

ایک: موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ تلبیہ پڑھتے ہوئے حج/ عمرہ کے لئے اونٹ پر تشریف لارہے ہیں، اس میں اشارہ ہے کہ ان کی امت بھی ایمان لا کر حج/ عمرہ کے لئے آئے، اب قبلہ ایک ہی ہے۔

دوسرا: عیسیٰ علیہ السلام کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، اور ان کے پیچھے دجال کو دیکھا، اس میں دو اشارے ہیں: ایک: ان کی امت بھی ایمان لا کر حج/ عمرہ کے لئے آئے۔ دوم: دونوں مسیح جمع ہو گئے، اور ایسا آخر زمانہ میں ہوگا۔

تفصیل: یہ آیات اہم ہیں، ان کا انداز بھی نہ الٹا ہے، اس لئے ان کی کچھ تفصیل ضروری ہے:

۱۔ پہلا گھر: یہ اولیت مطلقہ کا بیان نہیں، بلکہ بیت المقدس کی بہ نسبت اولیت کا بیان ہے، اگرچہ کعبہ شریف کو اولیت مطلقہ بھی حاصل ہے، ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی بھری ہوئی بنیادوں پر دیواریں اٹھائی ہیں ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ﴾ میں اس کی صراحت ہے، اور تاریخی روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے بھی کعبہ کی تعمیر کی ہے، بلکہ ان سے پہلے ملائکہ نے تعمیر کی ہے، اور یہ جگہ الہیت المعنوی کی محاذات میں ہے، اور زمین اسی جگہ سے ابھری ہے، پہلے ساری زمین پر پانی تھا، خشکی بعد میں ابھری ہے، اس وقت ۷۷۰ زمین پانی میں دو بی ہوئی ہے، ۲۹٪ زمین کی بالائی سطح خشک ہے، جس پر لوگ آباد ہیں، اور اس کے نیچے بھی پانی کے سوت ہیں، جب زمین پانی میں سے ابھرنی شروع ہوئی تو سب سے پہلے کعبہ کی جگہ نمودار ہوئی، اس طرح اس کو اولیت مطلقہ بھی حاصل ہے، مگر یہاں جس

اولیت کا ذکر ہوا۔ اولیت اضافیہ ہے، یعنی بیت المقدس سے چالیس سال پہلے ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف تعمیر کیا۔
 ۲۔ لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا: یعنی سبھی لوگوں کے لئے یہ گھر بنایا گیا ہے، الناس کا ال استغراقی ہے، اور اس کا ظہور خاتم النبیین ﷺ کی بحث کے بعد ہوا، آپ کی نبوت عام تام ہے، پس سب لوگ اس کی طرف نماز پڑھیں گے، اور اس کا حج کریں گے۔

۳۔ مکہ کا قدیم تلفظ ہے، اور اس کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ اہل کتاب کے صحیفوں میں یہ نام آیا ہے، اس کے لغوی معنی ہیں: شہر، جیسے بعلبک: یعنی بعل بت کا شہر، اور جوش انسانیٹکو پیڑیا میں صراحت ہے کہ یہ ایک مخصوص بے آب و گیاہ وادی کا نام ہے، زیور میں بھی اس کا ذکر ہے (تذکر قرآن) قرآن کریم نے یہ قدیم نام ذکر کر کے اہل کتاب کو یاد دہانی کرائی ہے کہ کعبہ شریف جس شہر میں ہے وہی مکہ ہے۔

۴۔ بابرکت: مکہ شریف دو وجہ سے بابرکت ہے، اس کا تذکرہ اگلی آیت میں ہے: ایک: وہاں مقام ابراہیم ہے۔ دوم: جو وہاں پہنچ جاتا ہے مأمون ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں: زمزم اور حجر اسود بھی اللہ کی نشانیاں ہیں، بلکہ خود کعبہ شریف اللہ کی بہت بڑی نشانی ہے، غور کیجئے کہ ایک چھوٹی سی چو کوہ عمارت، معمولی پتھروں سے بنی ہوئی، نہ نقش و نگار ہے اور نہ ظاہری حسن و جمال، ایک ایسے خطہ میں جہاں نہ کوئی درخت اگتا ہے اور نہ کوئی پودا، نہ پھل ہے اور نہ پھول، موسم کی ناہمواری اس کے علاوہ، نہ مادی اعتبار سے کوئی سامان کشش ہے اور نہ سیاحوں کے لئے کوئی سامان دلچسپی، لیکن دنیا کے کونہ کونہ سے اللہ کے بندے سردی و گرمی اور بارش کی پرواہ کئے بغیر دن رات اور صبح و شام اس گھر کی طرف رواں دواں ہیں اور اس کے پھیرے لگا رہے ہیں، اس سے بڑھ کر نشانی اور کیا ہوگی؟ (آسان تفسیر: ۲۵۵)

اور بڑے آدمی کے کل کا ایک احاطہ (محسن) ہوتا ہے، اللہ کے گھر کا بھی حرم ہے، جو اس میں پہنچ جاتا ہے مأمون ہو جاتا ہے، یہ بھی ایک نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو امن و امان کی جگہ بنایا ہے، اسلام سے پہلے جاہلیت میں بھی ہزار لاقانونیت کے باوجود عربوں کا حال یہ تھا کہ وہ مکہ میں ہر قسم کی دست درازی سے بچتے تھے، باپ کا قاتل نظر پڑتا تو نظریں جھکا لیتے تھے، یہ بھی اس گھر کی برکت ہے۔

۵۔ جہانوں کے لئے راہ نما: پوری زمین کے مسلمان اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں، اور ہر صاحب مقدرت پر اس کا حج فرض ہے، یہ گویا مسلمانوں کا عالمی اجتماع ہے، عبادت کے علاوہ ان کو یہاں سے دینی راہ نمائی ملتی ہے۔

۶۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں: پھر دو نشانوں کا تذکرہ کیا ہے، ایک: مقام ابراہیم کا، یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے

ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو چنا تھا، پہلے یہ پتھر کعبہ شریف کے اندر رکھا ہوا تھا، پھر اسلام سے پہلے اس کو باہر رکھا گیا، اب وہاں طواف کا دو گنا پڑھا جاتا ہے۔ دوم: حرم میں پہنچ کر مامون ہو جانا، تیسری نشانی: زمزم ہے، اس بے آب خطہ میں زمزم کے کنوئیں میں بے حساب پانی کہاں سے آتا ہے؟ اس کو اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔

۷۔ حج کی فرضیت: کعبہ شریف جمالی خداوندی کا مظہر ہے، پس ضروری ہوا کہ جسے اللہ کی محبت کا دعویٰ ہے، اور وہ بدنی اور مالی استطاعت بھی رکھتا ہے، کم از کم عمر میں ایک مرتبہ زیارت محبوب میں حاضری دے، اور جو انکار کرے وہ جھوٹا عاشق ہے، وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے محبوب کو اس کی کیا پرواہ ہے؟

آیات پاک: بے شک پہلا گھر جو سب لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہ ہے جو شہر مکہ میں ہے، وہ باہرکت اور جہانوں کے لئے راہ نما ہے، اس میں واضح نشانیاں ہیں (ان میں سے) ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے، اور (دوسری نشانی یہ ہے کہ) جو شخص اس میں پہنچ گیا وہ مامون ہو گیا، اور (دو جہانوں کے لئے راہ نمائیں طور ہے کہ) اللہ (کی بندگی) کے لئے لوگوں کے ذمہ اس گھر کا حج کرنا فرض ہے، جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے، اور جس نے انکار کیا تو بے شک اللہ تعالیٰ سارے جہانوں سے بے نیاز ہیں!

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِآيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيدٌ عَلٰۤى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷﴾
قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنِ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِّنْ اَمْنٍ تَّبْغُوْنَهَا عِوَجًا
وَّ اَنْتُمْ شٰهَدَآءُ ۚ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾

قُلْ	یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ تَكْفُرُوْنَ	بِآيٰتِ اللّٰهِ	وَاللّٰهُ شَهِيدٌ	عَلٰی مَا تَعْمَلُوْنَ
قُلْ	یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ تَكْفُرُوْنَ	بِآيٰتِ اللّٰهِ	وَاللّٰهُ شَهِيدٌ	عَلٰی مَا تَعْمَلُوْنَ
کہو	اے اہل کتاب	کیوں انکار کرتے ہو	اللہ کی آیتوں کا	اور اللہ تعالیٰ	دیکھ رہے ہیں
قُلْ	یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ تَصُدُّوْنَ	عَنِ سَبِيْلِ	اللّٰهِ	مِّنْ اَمْنٍ
کہو	اے اہل کتاب	کیوں روکتے ہو	راستے سے	اللہ کے	اس کو جو ایمان لایا
تَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا	وَّ اَنْتُمْ	شٰهَدَآءُ	وَمَا	اللّٰهُ
چاہتے ہو تم اس میں	کجی	اور تم	گواہ ہو (واقف ہو)	اور تمہیں ہیں اللہ	بے خبر
تَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا	وَّ اَنْتُمْ	شٰهَدَآءُ	وَمَا	اللّٰهُ
چاہتے ہو تم اس میں	کجی	اور تم	گواہ ہو (واقف ہو)	اور تمہیں ہیں اللہ	بے خبر
تَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا	وَّ اَنْتُمْ	شٰهَدَآءُ	وَمَا	اللّٰهُ
چاہتے ہو تم اس میں	کجی	اور تم	گواہ ہو (واقف ہو)	اور تمہیں ہیں اللہ	بے خبر

(۱) سبیل: مذکر مؤنث (۲) امن: تصدوں کا مفعول بہ (۳) تبغونها: غیر سبیل کی طرف راجع ہے۔

وفد نجران سے آخری دو باتیں

ان دو آیتوں پر (آیت ۹۹ پر) وفد نجران سے گفتگو پوری ہو رہی ہے۔ آگے کی آیت گریز کی آیت ہے، اس سے موضوع بدلے گا، پھر آگے آخر سورت تک مسلمانوں سے خطاب ہے اور ان آیتوں میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے دو باتیں فرمائی ہیں:

ایک: تم اللہ کی باتوں کا جو شروع سورت سے تمہیں سنائی جا رہی ہیں، کیوں انکار کرتے ہو؟ ایمان کیوں نہیں لاتے؟ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہے ہیں تمہاری نیّتوں کو خوب جانتے ہیں، وقت آنے پر رتی رتی کا تم سے حساب لیں گے!

دوم: اہل کتاب ایمان نہ لا کر دوسروں کو تشکیک میں مبتلا کرتے ہیں، ان کا ارادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام کی راہ میں روزِ انکار نہیں، اگر ان کا ارادہ ایسا ہے تو وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے خوب واقف ہیں، مناسب وقت پر ان کو واہجی مزادیں گے۔

آیاتِ کریمہ: کہو: اے اہل کتاب! تم اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہے ہیں۔ کہو: اے اہل کتاب! تم اللہ کے راستہ سے ایمان لانے والوں کو کیوں روکتے ہو؟ تم اس میں کجی چاہتے ہو! اور انحالیکہ تم خوب جانتے ہو — کہ وہ سچا مذہب ہے — اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا قَرِيبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ
إِيمَانِكُمْ كُفْرِينَ ۝ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ
رُسُلُهُ ۚ وَمَنْ يَعْصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا
بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَادْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً
فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا، وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ
النَّارِ فَأَنْقَذَكُم مِّنْهَا، كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے وہ لوگو جو	آمَنُوا	ایمان لائے	إِن تَطِيعُوا	اگر کہنا مانو گے تم
--------------------------------	---------------	---------	------------	---------------	---------------------

قَرِيبًا مِّنَ الدِّينِ أُوتُوا الْكِتَابَ يَزِيدُكُمْ ^(۱) بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ وَكَيْفَ كَافِرُونَ وَأَنْتُمْ تَتَنَلَّوْنَ عَلَيْكُمْ أَيُّتُ اللَّهُ وَفِيكُمْ رُسُلُهُ وَمَنْ يَعْصِهِمْ يَأْلِهِ فَقَدْ هَدَى	کچھ لوگوں کا ان میں سے جو دیئے گئے آسمانی کتاب بنادیں گے تم کو تمہارے ایمان کے بعد کافر اور کیسے کفر کرو گے تم در اعمالیکہ تم پر بھی جاتی ہیں تم پر اللہ کی آیتیں اور تمہارے اندر اس کے رسول ہیں اور جو مضبوط پکڑے گا اللہ کو تو بالیقین راہ پائی اس نے	لے صراط مُسْتَقِيمٍ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ ^(۲) تَقَاتِهِ وَلَا تَكُونُوا إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَأَذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ	راستے کی طرف سیدھے اے وہ لوگو جو ایمان لائے اللہ سے ڈرو جیسا حق ہے اس سے ڈرنے کا اور ہرگز نہ مرو تم مگر در اعمالیکہ تم فرمان بردار ہوؤ اور مضبوط پکڑو اللہ کی رسی سب مل کر اور نہ بٹ جاؤ اور یاد کرو اللہ کا احسان تم پر جب تھے تم	أَعْدَاءُ فَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَصَبَّحْتُمْ بِغِيظَةٍ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا خُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُنشِئُ اللَّهُ لَكُمْ أَيُّتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ	دشمن پس جوڑ دیا تمہارے دلوں کو پس ہو گئے تم اس کے فضل سے بھائی بھائی اور تھے تم کنارے پر گھرے دوزخ کے پس نجات دی تم کو اس سے اس طرح بیان کرتے ہیں اللہ تمہارے لئے اپنی آیتیں تا کہ تم راہ ہدایت پاؤ
--	--	--	---	---	--

رابطہ: وفدِ حِجْران (عیسائیوں) سے جو گفتگو آغازِ سورۃ سے شروع ہوئی تھی وہ گذشتہ آیت پر پوری ہوگئی، اب ایک آیت میں گفتگو کا موضوع بدلے گا، پھر آخرِ سورۃ تک مسلمانوں سے خطاب ہے۔

اور شروعِ سورۃ میں بیان کیا ہے کہ سورۃ البقرۃ میں بنی اسرائیل کے عقیدہ میں (یہود) کا مفصل تذکرہ کیا ہے، اور ان (۱) یرو دو کم: رَدُّ بمعنی صاف ہے، کم: پہلا مفعول اور کافرون دوسرا مفعول ہے۔ (۲) حق تقاتہ: اتقوا اللہ کا مفعول مطلق ہے، تقاتہ: مصدر ہے، اور حق تقاتہ میں صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہے یعنی برحق ڈرنا، کما حقہ ڈرنا۔

کے متاخرین (عیسائیوں) کا ذکر نہیں کیا، اب اس سورت کی ننانوے آیتوں میں ان کا مفصل تذکرہ کیا ہے، پھر سورۃ البقرہ مؤمنین کی اس دعا پر پوری ہوئی ہے: ﴿وَإِنصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾: اسلام کا انکار کرنے والوں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما! اب اس سورت میں اس کا بیان ہے کہ اللہ کی مدد کب آتی ہے؟ اس کے لئے کیا شرائط ہیں؟ آج کا مسلمان شرائط پوری نہیں کر رہا اور مدد کا امیدوار ہے! وضوء کے بغیر نماز کہاں ہوتی ہے؟ شرائط پوری کی جائیں تو مدد خداوندی ضرور آئے گی۔

مسلمان اہل کتاب کی ریشہ دوانیوں سے بچیں

گذشتہ دو آیتوں میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو ڈانٹا ہے کہ تم لوگوں کو کیوں گمراہ کرتے ہو؟ تم ایمان نہ لا کر دوسروں کے لئے بھی روک کھڑی کرتے ہو، جبکہ تم اسلام کی حقانیت کو جانتے ہو!

اب دو آیتوں میں مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ تم ان مفسدین کی ایک نہ سنو، اگر ان کی گمراہ کن باتوں پر کان دھرو گے تو اندیشہ ہے کہ وہ تمہیں کفر کے تاریک کھڈے میں دھکیل دیں۔ اور تمہارے لئے کیسے ممکن ہے کہ تم ایمان لائے پیچھے کا فر بن جاؤ؟ تمہارے درمیان اللہ کا عظیم رسول موجود ہے، وہ شب و روز تمہیں اللہ کا کلام پڑھ کر سناتا ہے، پس ہر طرف سے یکسو ہو کر ایک اللہ کو مضبوط پکڑو، جو اس کا ہو جاتا ہے وہی صراطِ مستقیم کو پالیتا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا قَرِيبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كُفْرًا ۖ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ ۚ أَنْتُمْ تُنْكِلُ عَلَيْهِمْ آيَاتِ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۚ وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے ایک گروہ کی باتیں مانو گے تو وہ تم کو تمہارے ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں گے! اور تم کفر کیسے اختیار کر سکتے ہو جبکہ تمہارے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں، اور تمہارے درمیان اس کے رسول موجود ہیں۔ یہ اہل کتاب کو مایوس کیا کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے، مگر انہی مسلمانوں کو جو دین سے واقف ہیں دین سے بالکل ناواقف مسلمان ان کے شکار ہو جاتے ہیں۔ اور جس نے اللہ کو مضبوط تھام لیا وہ بالیقین سیدھے راستہ پر پڑ گیا! — اس طرح موضوع بدلا، اور ایک گروہ اس لئے فرمایا کہ سارے اہل کتاب ایسے نہیں، ان کے بد باطن ریشہ دوانی کرتے ہیں، آج بھی یہودی اور عیسائی مسلمانوں کو کفری اور عملی ارتداد میں جتلا کرنے کی کوشش میں دن رات لگے ہوئے ہیں۔

مسلمان صحیح طرح اللہ سے ڈریں اور ہر وقت احکام کی پیروی کریں

اللہ کی مدد کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ ایمان کا دعویٰ رکھنے والے سچے مسلمان بنیں، اسلام میں دو قسم کے احکام ہیں، کرنے کے اور نہ کرنے کے، اول مثبت احکام ہیں، جتنی مٹنی، مثلاً نماز پڑھنا، صیامت رکھنا، زکوٰۃ دینا اور زنا چوری سے بچنا مٹنی حکم ہے، مسلمان دونوں قسم کے احکام پر عمل کریں تو سرخ رو ہونگے، مٹنی پہلو کی تعبیر قرآن میں عام طور پر تقویٰ سے کی جاتی ہے، تقویٰ کے معنی ہیں: اللہ سے ڈرنا، یعنی اس کے احکام کی خلاف ورزی سے بچنا، اور مثبت پہلو کو اسلام سے تعبیر کرتے ہیں، اسلام کے معنی ہیں: فرمان برداری یعنی حکم بجالانا، جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے، ان کو کرنا، اور مٹنی پہلو مقدم ہوتا ہے، جلب منفعت سے دفع مضرت مقدم ہے، پہلے پھڑ سے بچے پھر پھڑ مارے، اور ﴿حَقِّ تَقَاتٍ﴾ کا مفعول مطلق تاکید کے لئے ہے، یعنی صحیح طرح اللہ سے ڈرو، جیسا اللہ سے ڈرنے کا حق ہے، اپنے من سے تو ہر شخص ڈرتا ہے، مگر یہ ڈرنا کافی نہیں، شراب پیتا ہے، ڈاڑھی منڈاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، یہ خیالی ڈرنا ہے جو کافی نہیں، موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں، جو ہر وقت اعمال اسلام پر کاربند ہے اسی کی موت اسلام پر آئے گی، جام ہاتھ میں تھا اور مرا تو اعمال اسلام پر کہاں مرا؟ یا نماز نہیں پڑھتا تھا اور مرا تو مسلمان کہاں مرا؟ آج مسلمانوں کی اکثریت مثبت و مٹنی پہلوؤں سے مفر ہے، اور دروازے ہیں کہ مٹکرین اسلام کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ ہماری مدد کیوں نہیں کرتے؟ ہم محبوب کی امت ہیں! ذرا مسلمان شریعت کے آئینہ میں اپنا منہ دیکھیں پھر شکوہ کریں!

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقِّ تَقَاتٍ وَلَا تَمُوتُوا إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، جیسا ان سے ڈرنے کا حق ہے — یہ مٹنی پہلو ہے — اور مرتے دم تک اسلام پر قائم رہو! — یہ مثبت پہلو ہے۔

مسلمان اپنی صفوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کریں

اللہ کی مدد کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ سب مسلمان مل کر اللہ کی رتی مضبوط پکڑیں تو اسلام کی گاڑی سر کے گی، اگر وہ بے رہے تو خواہ ان کی تعداد کتنی بھی ہو اسلام کی گاڑی آگے نہیں بڑھے گی۔

آیت کا شان نزول: مدینہ میں انصار کے دو قبیلے تھے: اوس اور خزرج، دونوں میں پرانی عداوت تھی، بات بات پر لڑائی ہو جاتی تھی، اور برسوں تک سر نہیں پڑتی تھی، ان کی بغاوت کی جنگ ایک سو بیس سال تک چلی ہے، اسلام نے دونوں قبیلوں کو شیر و شکر کر دیا، یہود مدینہ کو یہ بات ایک آنکھ نہ بھائی، ایک اندھا یہودی شمس نامی ان کی ایک ایسی محفل سے گذرا جس میں دونوں قبیلے جمع تھے، اس نے جنگ بغاوت کے مریضے پڑھنے شروع کئے، جس سے آگ بھڑکی، اور قتل و قتال کی

نوبت آگئی، نبی ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی، آپ صحابہ کے ساتھ ان کے مجمع میں تشریف لے گئے اور سمجھایا تب ان کا غصہ ٹھنڈا پڑا۔ آیت کے آخر میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

فائدہ: انگریزوں کی اسکیم تھی: ”بانٹو اور پیٹو!“ اب اس اسکیم پر اکثریت عمل کر رہی ہے، اور مسلمان اول تو فرقوں میں بٹ گئے جس سے ان کی طاقت کمزور پڑ گئی، پھر جواہل حق ہیں ان کی حقوں میں بھی انتشار ہے، پس مسلمان اپنے کا سلیقہ سیکھیں، اپنے فائدے پر اپنے بھائی کا فائدہ مقدم رکھیں، اور انکیشن میں مقابلہ بازی نہ کریں، ورنہ شیر منہ کھولے ہوئے ہے، نکل جائے گا۔

آیت کریمہ: اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط تھا مو، اور بٹ مت جاؤ، اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو، جب تم باہم دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا، پس تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم (کفر کی وجہ سے) جہنم کے کھڈے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے، پس اللہ نے تم کو اس سے بچالیا، اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی باتیں بیان کرتے ہیں تاکہ تم راہ ہدایت پاؤ۔

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠١﴾ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٢﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٠٣﴾ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ تَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٠٤﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ

وَرٰلِی اللّٰہُ تَرْجِعُ الْاُمُورَ ﴿١٠٥﴾

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ	اور چاہئے کہ ہو	يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ	بلائے وہ	بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ	اچھے کاموں کا اور روکے وہ برے کاموں سے
وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ	تم میں سے	إِلَى الْخَيْرِ	نیک کام کی طرف	وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ	اور حکم دے وہ
وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ	ایک جماعت	وَيَأْمُرُونَ			

یہ	تِلْكَ	سورہ وہ جو	فَاَمَّا الَّذِيْنَ	اور وہی لوگ	وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
اللہ کی باتیں ہیں	اٰیٰتِ اللّٰهِ	سیاہ ہو گئے	اَسْوَدَّتْ	کامیاب ہونے والے ہیں	الْمُفْلِحُوْنَ
پڑھتے ہیں ہم ان کو	تَشْلُوْهُنَّ	ان کے چہرے	وَجُوْهُهُمْ	اور نہ ہو دو تم	وَلَا تَكُوْنُوْا
آپ کے سامنے	عَلَيْكَ	کیا انکار کیا تم نے	اَكْفَرْتُمْ	ان لوگوں کی طرح جو	كَالَّذِيْنَ
ٹھیک ٹھیک	بِالْحَقِّ	تمہارے ایمان کے بعد	بَعْدَ اٰيٰتِنَا كُنْتُمْ	بٹ گئے	تَقْفَرُوْا
اور نہیں اللہ	وَمَا اللّٰهُ	پس چکھو	فَذُوْقُوْا	اور مختلف ہو گئے	وَاحْتَلَفُوْا
چاہتے	يُرِيْدُ	سزا	الْعَذَابَ	بعد	مِنْ بَعْدٍ
حق تلفی	ظَلَمْنَا	بائیں وجہ کہ تم	رِمْنَا كُنْتُمْ	ان کے پاس آنے	مَا جَاءَهُمْ
جہانوں کے لئے	لِّلْعٰلَمِيْنَ	انکار کیا کرتے تھے	كَانْفَرُوْنَ	واضح باتوں کے	الْبَيِّنٰتِ
اور اللہ کے لئے ہے	وَلِلّٰهِ	اور رہے وہ جو	وَاَمَّا الَّذِيْنَ	اور وہ لوگ	وَاُولٰٓئِكَ
جو آسمانوں میں ہے	صَٰفِي السَّمٰوٰتِ	سفید ہوئے	اَبْيَضَّتْ	ان کے لئے سزا ہے	لَهُمْ عَذَابٌ
اور جو زمین میں ہے	وَمَآءِ الْاَرْضِ	ان کے چہرے	وَجُوْهُهُمْ	بڑی	عَظِيْمٌ
اور اللہ کی طرف	وَالِی اللّٰهِ	تو وہ مہربانی میں ہیں	فَقِيْ رَحْمَةٍ	جس دن سفید ہو گئے	يَوْمَ تَبْيَضُّ
لوٹیں گے	تُرْجَعُ	اللہ کی	اللّٰهُ	کچھ چہرے	وَجُوهٌ
سارے کام	الْاَصُوْرُ	وہ اس میں	هُمْ فِيْهَا	اور سیاہ ہو گئے	وَلَسُوْذٌ
●	●	سدا رہنے والے ہیں	خٰلِدُوْنَ	کچھ چہرے	وَجُوهٌ

امت کی اصلاح کے لئے دعوت و ارشاد کا مسلسل جاری رہنا ضروری ہے

اللہ کی مدد جب آتی ہے کہ امت دین پر عمل پیرا ہو (آیت ۱۰۲) اب ایک آیت میں یہ بیان ہے کہ امت کی اصلاح کے لئے دعوت و ارشاد کا مسلسل جاری رہنا ضروری ہے، اس لئے کہ دنیا بچاس سال میں بدل جاتی ہے، تدریجاً نئی نسل آ جاتی ہے، پس اگر اصلاح کا عمل جاری نہیں رہے گا تو نصف صدی کے بعد جہالت عام ہو جائے گی، اعمال اسلام میں خلل پڑے گا، مسلمان بے دین بلکہ بد دین ہو کر رہ جائیں گے، اور اللہ کی مدد رک جائے گی۔

(۱) یوم: لہم کے فعل حقیق کا مفعول فیہ بھی ہو سکتا ہے اور اذکر: فعل مقدر کا مفعول پہ بھی۔ (۲) اکھر تم: سے پہلے یہاں لہم: مقدر ہے (۳) بما: میں ما مصدر یہ ہے۔

برصغیر (تحفہ ہندوستان) میں مسلمانوں نے آٹھ سو سال حکومت کی، مگر بادشاہ غمی تھے، ان کا حراج دعوت کا نہیں تھا، یہ مزاج عربوں کا ہے، یہاں صوفیاء نے محنت کی اور لاکھوں انسان مسلمان ہوئے، مگر ان کو سنبھالنے والا کوئی نہیں تھا، اس لئے لوگ برائے نام مسلمان ہو کر رہ گئے، مؤمن، میواتی اور یمین: سب کا حال یکساں تھا، مگر اللہ کا فضل یہ ہوا کہ ملک پر انگریزوں کے قبضہ کے بعد دارالعلوم دیوبند قائم ہوا اور اس کے بیچ پر دوسرے ادارے وجود میں آئے، اور ان کے فضلاء نے جگہ جگہ دعوت و ارشاد کا کام شروع کیا، پھر دارالعلوم دیوبند ہی کے ایک خوش چین نے تبلیغ کا کام شروع کیا، اور چاروں طرف سے محنت شروع ہوئی، مکاتب و مدارس نے بچوں پر محنت کی، جماعت تبلیغ نے بڑوں کو سنبھالا، اور مصلحین نے عوام کی خبر لی تو برصغیر کے احوال ماضی سے بہتر ہو گئے۔

دوسری طرف ایتین (خرطہ اور ایشیلیہ) کا حال دیکھو، وہاں مسلمانوں نے سات سو سال حکومت کی ہے، اور ازبکستان کو دیکھو، جہاں دیہاتوں میں بھی اسلام کے جھنڈے لہرا رہے تھے، جب وہاں زوال آیا، اسلامی حکومت ختم ہوئی، اور روس نے قبضہ کیا اور دعوت و ارشاد کا سلسلہ باقی نہ رہا تو اب وہاں اسلام کا نام بھی باقی نہیں۔

﴿وَلَتَكُنَّ فِتْنَكُمُ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

ترجمہ: اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے، اور برے کاموں سے روکے، اور وہی لوگ کامیاب ہیں!

تفسیر:

۱- مصلحین کی اس جماعت کے لئے ضروری نہیں کہ وہ سب ایک جگہ اکٹھا ہوں اور سب مل کر جماعت بنا کر کام کریں، متفرق جگہ جولوگ اصلاح حال کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں وہ سب اس کا مصداق ہیں۔
۲- قرآن کریم میں دو تعبیریں ہیں:

(الف) ﴿يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ﴾: وہ نیکی کے کاموں کی طرف بلاتے ہیں، یہ تعبیر دعوت و ارشاد کے لئے ہے، جو مصلحین مسلمانوں میں کام کرتے ہیں وہ اس کا مصداق ہیں۔

(ب) ﴿أَدْعَايَ سَبِيلِ رَبِّكَ﴾: اپنے پروردگار کی راہ کی طرف بلا، یہ تعبیر دعوت اسلام کے لئے ہے، جو لوگ غیر مسلموں میں کام کرتے ہیں وہ اس کا مصداق ہیں۔

۳- ﴿يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ﴾ اجمال ہے، اور ﴿يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ تفصیل ہے، یہی نیکی کے کام ہیں۔

۴۔ ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ مصلحین کے لئے صلہ اور مژدہ ہے، ان کو ان کی بے لوث خدمت کا صلہ آخرت میں ملے گا، اور دنیا میں جو تنخواہ یا عزت ملتی ہے وہ رونگا (سودے سے زائد) ہے۔

گمراہ فرقے مسلمانوں کی کمزوری کا سبب

اللہ کی مدد جب آتی ہے کہ مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد و اتفاق ہو، گمراہ فرقے ملت کے افتراق کا سبب بنتے ہیں، وہ اپنی آن باقی رکھنے کے لئے قبی اتحاد سے بھی گریز کرتے ہیں، صحابہ میں بھی سیاسی اختلافات ہوئے ہیں، مگر گمراہی نہیں تھی، سب صراطِ مستقیم پر تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے روم کے بادشاہ کو اس کے ارادہ بد کے جواب میں لکھا تھا: ”اگر تو نے کوئی ارادہ کیا تو علی کے لشکر کا ادنیٰ سپاہی معاویہ ہوگا“

نزولِ قرآن کے وقت مسلمانوں میں گمراہ فرقوں کی مثال نہیں تھی، امت کا پہلا قافلہ اصول و عقائد میں متفق تھا، مسائل میں اختلاف تھا، مگر وہ مضرت نہیں، وہ امت کے لئے رحمت تھا، ایسی صورت میں قرآن گفتہ آید در حدیث دیگر اہل اصول اپنا تاس ہے، اہل کتاب کو دین واضح شکل میں دیا گیا، پھر کچھ لوگ صحیح دین پر برقرار رہے، ان کے چہرے قیامت کے دن روشن ہونگے، ان کو سدائے بہار باغات میں داخل کیا جائے گا، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور کچھ لوگ اللہ کے دین سے ہٹ گئے، گمراہی کی دلدل میں پھنس گئے، ان کے منہ قیامت کے دن کالے ہونگے اور ان کو آخرت میں سخت سزا ملے گی، ان کو دھمکا یا جائے گا: کم یحیو! تم نے دولتِ ایمان کی یہ قدر کی کہ ایمان لانے کے بعد کفر کے راستہ پر پڑ گئے! اب چکھو اس کا مزہ!

اس مثال میں اشارہ ہے کہ آگے چل کر امتِ مسلمہ کا بھی یہی حال ہوگا، حدیث میں ہے کہ تم اگلوں کے نقشِ قدم پر چلو گے، ہو، ہو! صحابہ نے پوچھا: یہود و نصاریٰ کے نقشِ قدم پر؟ آپ نے فرمایا: ”اور کس کے؟“، یعنی انہیں کی پیروی کرو گے۔

باقی آیات: اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو ہٹ گئے اور جدا جدا ہو گئے — کوئی دین حق پر رہا، کوئی گمراہ ہو گیا، یہ خطاب صحابہ سے ہے، وہ اہل کتاب کی طرح نہیں ہوئے، اصول و عقائد میں مختلف نہیں ہوئے، گمراہ فرقے

صحابہ کے بعد پیدا ہوئے — ان کے پاس واضح احکامات آنے کے بعد — یعنی گذشتہ انبیاء کی تعلیمات میں کوئی خفا یا اجمال نہیں تھا، گمراہ فرقوں کے لئے کوئی عذر نہیں تھا، انھوں نے محض منہ میں اپنی راہ الگ کر لی، یہی کام اس امت کے گمراہ فرقوں کے بانیوں نے کیا — اور انہیں لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے، جس دن کچھ چہرے روشن ہونگے اور کچھ چہرے سیاہ ہونگے — اہل حق سرخ رو ہونگے اور گمراہ سیاہ فام! — رہے وہ جن کے چہرے سیاہ ہونگے (ان کو دھمکا یا جائے گا): کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے؟ — گمراہ فرقوں کے بانی پہلے مسلمان ہوتے ہیں، پھر ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے تو وہ خود بھی ڈوبتے ہیں، اور دوسروں کو بھی لے ڈوبتے ہیں! — پس تم اپنے کفر کی سزا

میں عذاب چکھو! — گمراہ فرقے دو قسم کے ہیں: ایک: دائرہ اسلام سے خارج وہ تو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، دوسرے: دین کے دائرے سے خارج، وہ اپنے غلط عقائد کی سزا پانے کے بعد جہنم سے نکلیں گے۔

اور رہے وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہونگے — جنت اللہ کی رحمت کا پورہ ہے — وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے!

یہ اللہ کی باتیں ہیں — پنڈت کی پتھی کی باتیں نہیں — ہم ان کو آپ کے سامنے ٹھیک ٹھیک پڑھ رہے ہیں — پس یہ آپ ﷺ کی رسالت کی بھی دلیل ہیں — اور اللہ تعالیٰ جہانوں میں سے کسی کی حق تلفی نہیں کرنا چاہتے — ثواب میں کمی کرنا یا سزا میں زیادتی کرنا حق تلفی اور ظلم ہے، اللہ کی بارگاہ اس سے بالاتر ہے — اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ ہی کی طرف سارے کام لوٹیں گے — اہل حق اور اہل باطل سب اس بارگاہ میں حاضر ہونگے، اور سب اپنے کئے کا بدلہ پائیں گے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ
وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۱۱﴾

كُنْتُمْ	تھے تم (صحابہ)	وَتَنْهَوْنَ	اور روکتے ہو تم	لَكَانَ خَيْرًا	تو بہتر ہوتا
خَيْرَ أُمَّةٍ	بہترین جماعت	عَنِ الْمُنْكَرِ	ناجائز کاموں سے	لَهُمْ	ان کے لئے
أُخْرِجَتْ	وجود میں لائی گئی	وَتُؤْمِنُونَ	اور یقین رکھتے ہو تم	مِنْهُمْ	بعض ان میں سے
لِلنَّاسِ	لوگوں کے فائدے کے لئے	بِاللَّهِ	اللہ پر	الْمُؤْمِنُونَ	ایمان لانے والے ہیں
تَأْمُرُونَ	حکم دیتے ہو تم	وَلَوْ آمَنَ	اور اگر ایمان لاتے	وَأَكْثَرُهُمْ	اور بیشتر ان کے
بِالْمَعْرُوفِ	نیکی کے کاموں کا	أَهْلُ الْكِتَابِ	اہل کتاب (یہود)	الْفَاسِقُونَ	عداوت کے نکلنے والے ہیں

ختم نبوت کے بعد دعوت و ارشاد کی ذمہ داری کون سنبھالے گا؟

صحابہ سنبھالیں گے، پھر جو لوگ صحابہ کے نقش قدم پر ہیں

نبوت تو اپنی نہایت کو پہنچ گئی، خاتم النبیین ﷺ تشریف لے آئے، اب آگے دعوت اسلام اور رشد و ہدایت کی

ذمہ داری کون سنبھالے گا؟ پہلے تو یکے بعد دیگرے انبیاء مبعوث ہوتے تھے، اور وہ دین کا کام کرتے تھے، اب یہ فریضہ کون انجام دے گا؟

اس آیت میں اس کا جواب ہے کہ آپؐ کے بعد یہ فریضہ آپؐ کے صحابہ انجام دیں گے، وہ پوری دنیا میں دین پہنچائیں گے، اور وہی مسلمانوں میں دین کی تبلیغ بھی کریں گے، اس لئے کہ وہ بھی نبی ﷺ کی طرح مبعوث ہیں، نبی ﷺ کی بعثت دوہری ہے، دلائل رحمۃ اللہ الولوحہ (۵۱:۲) میں ہیں، امتین (عربوں) کی طرف آپؐ راست مبعوث ہوئے ہیں، اور ساری دنیا کی طرف صحابہ کے واسطے سے مبعوث ہوئے ہیں، تفصیل سورۃ الحجۃ کے شروع میں ہے (ہدایت القرآن ۸: ۲۷۱) اور اللہ نے امت کے اس پہلے طبقہ میں یہ صلاحیت رکھی ہے، وہ آباد دنیا تک دین کی دعوت کے لئے پہنچیں گے، پھر ان کے بعد چونکہ امت میں کوڑا بھی شامل ہو جائے گا، اس لئے جو لوگ عقائد و اعمال میں صحابہ کے نقش قدم پر ہو گئے وہ یہ فریضہ انجام دیں گے، اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا، اور یہی حضرات خیر امت ہیں، علم الہی میں یہ بہترین جماعت تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ریزرو (محفوظ) رکھا تھا، جب سلسلہ نبوت پورا ہوا تو ان کو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے وجود میں لایا گیا وہ لوگوں کو بھلائی کی باتوں کا حکم دیں گے، اور بری باتوں سے روکیں گے، اور ان کا اعتماد اللہ تعالیٰ پر ہوگا، وہ کسی سے اپنے کام کے صلیکی امید نہیں رکھیں گے، وہ انبیاء کے وارث ہو گئے، اور انبیاء کی یہی شان ہوتی ہے۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ

بِاللَّهِ﴾

ترجمہ: تم (علم الہی میں) بہترین امت تھے، جن کو لوگوں کی فائدہ رسانی کے لئے وجود میں لایا گیا ہے، تم نیک کاموں کا حکم دیتے ہو، اور بری باتوں سے روکتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین رکھتے ہو۔ یعنی کسی سے صلیکی امید نہیں رکھتے، اللہ ہی سے صلہ کے امید رکھتے ہو۔

یہ آیت صحابہ کے ساتھ خاص ہے، اور ان لوگوں کے لئے ہے جو صحابہ جیسے کام کریں (حضرت عمرؓ)

اس آیت پاک کی تفسیر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تین ارشاد دیے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) ابن جریر طبری اور ابن ابی حاتم نے سنۃ رحمہ اللہ (مفسر قرآن تابعی) سے اس آیت پاک کی تفسیر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

لَوْ شَاءَ اللَّهُ لَقَالَ: "أَنْتُمْ" فَكُنَّا كُلُّنَا، أَمَّا اللَّهُ تَعَالَىٰ جَاہِزٌ تَوَاضَعْنَا فَرَمَاتِ، بَلْ اِسْ اِسْ وَتِمْ سَبْ اِیْتِ كَا
وَلَكِنْ قَالَ: "كُنْتُمْ" خَاصَّةً فِیْ مَكْرَ اللّٰہِ تَعَالٰی نَہْ كُنْتُمْ فَرَمَا یَہ۔ خَاصْ طَوْر پَر صَحَابَہُ

أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم؛ ومن صنع مثل صنيعهم كانوا خير أمة أخرجت للناس. کرام کے بارے میں؛ اور جو لوگ صحابہ کرام جیسے کام کریں وہ بہترین امت ہوں گے، جو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے وجود میں لائی گئی ہے۔

(۲) سدی رحمہ اللہ ہی سے ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے آیت کی تفسیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

قال: يكون لأؤلئنا، ولا يكون فرمایا: یہ آیت ہمارے انگوں کے لئے یعنی صحابہ کے لئے ہے، اور لاآخرنا۔ ہمارے پیچھلوں کے لئے نہیں ہے۔

(۳) ابن جریر حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں:

ذكرنا أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قرأ هذه الآية: "كنتم خير أمة أخرجت للناس" الآية، ثم قال: يا أيها الناس! من سؤء أن يكون من تلکم الأمة فليؤد شرط الله منها. ہم سے یہ بات بیان کی گئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کتنم خیر امة تلاوت فرمائی، پھر فرمایا کہ جو شخص تم میں سے چاہتا ہے کہ اس امت (خیر الامم) میں شامل ہو تو چاہئے کہ وہ اللہ کی شرط پوری کرے جو خیر الامم کے لئے آیت میں لگائی گئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا تینوں ارشادات کنز العمال ۲: ۵۷۳ و ۳۷۳ میں مذکور ہیں۔ حدیث نمبر ترتیب وار یہ ہیں ۴۲۸۹، ۴۲۹۰، ۴۲۹۱، حیات الصحابہ عربی: ۱۷۱ میں بھی پہلا اور تیسرا اثر مذکور ہے۔

اس کے بعد ایک نحوی قاعدہ جان لیں تاکہ انتم اور کتنم کا فرق واضح ہو سکے۔ انتم خیر امة جملہ اسمیہ خبریہ ہے جو محض ثبوت و استمرار پر دلالت کرتا ہے، اس میں کسی زمانہ سے کوئی بحث نہیں ہوتی۔ مثلاً زید قائم کے لئے قیام کے ثبوت و استمرار پر دلالت کرتا ہے کوئی خاص زمانہ اس میں ملحوظ نہیں۔ اور کتنم خیر امة میں ضمیر کان کا اسم ہے۔ اور خیر امة مرکب اضافی کان کی خبر ہے اور نحوی قاعدہ یہ ہے کہ:

”کان اپنے دونوں معمولوں (اسم و خبر) کے ساتھ، اس کے اسم کے، اس کی خبر کے مضمون کے ساتھ محض اتصاف پر دلالت کرتا ہے (یعنی کوئی امر زائد اس میں نہیں ہوتا) ایسے زمانہ میں جو اس کے صیغہ کے مناسب ہو یا اس کے مصدر کے مشتقات میں سے جملہ میں مذکور صیغہ کے مناسب ہو۔ اگر صیغہ فعل ماضی ہو تو زمانہ صرف ماضی ہوگا۔ بشرطیکہ اس کو غیر ماضی کے لئے کرنے والا کوئی لفظ نہ ہو۔ اور اگر صیغہ خالص فعل مضارع کا ہو تو اس میں حال

واستقبال دونوں زمانوں کی صلاحیت ہوگی۔ بشرطیکہ کوئی حرف چیسے لئی، لہٰذا وغیرہ اس کو کسی ایک زمانہ کے ساتھ خاص نہ کر دیں یا اس کو ماضی کے لئے نہ کر دیں۔ اور اگر صیغہ فعل امر ہو تو اس میں زمانہ استقبال ہوگا۔ مثلاً: کان الطفل جاریا (بچہ چلنے لگا) اس وقت کہیں گے جب بچہ زمانہ ماضی میں چلنے لگا ہو۔ اور یسکون الطفل جاریا اس وقت کہیں گے جب چلنا زمانہ حال میں یا مستقبل میں تحقق ہو۔ اور کُنْ جارِیاً سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ مخاطب زمانہ مستقبل میں چلے (الخوا الوانی: ۵۳۸)

پس اگر آیت میں انتم خیر اُمیہ ہوتا تو خیریت کا ثبوت دوام واستمرار کے ساتھ ہوتا اور پوری امت اس کا مصداق ہوتی۔ مگر جب آیت میں کنتم خیر اُمیہ فرمایا گیا ہے تو نزول آیت کے وقت زمانہ ماضی میں جو امت وجود پذیر ہو چکی تھی اس کو خیریت کے ساتھ متصف کیا گیا ہے۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی آیت کا مصداق اولیں ہوں گے، کیونکہ نزول آیت کے وقت انہیں کا تحقق ہو چکا تھا، باقی امت تو ابھی تک وجود پذیر نہیں ہوئی تھی۔ البتہ باقی امت کے وہ افراد جو آیت کی شرط پوری کریں وہ فن اعتبار سے آیت کا مصداق ہوں گے۔

جماعت صحابہ کے لئے حفاظت ضروری ہے

اور جس طرح نبی کے لئے عصمت ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر نبی کے پہنچائے ہوئے دین پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح جماعت صحابہ کے لئے حفاظت ضروری ہے، کیونکہ وہ خیر الام ہیں اور وہ من وجہ مبعوث الی الآخرین ہیں، پس حدالت وحفاظت کے بغیر ان کے پہنچائے ہوئے دین پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اور یہ حکم کلی کے ہر ہر فرد کا ہے ارشاد نبوی ہے: ”میرے صحابہ آسمان کے تاروں کی مثال ہیں، ان میں سے جس کی بھی تم پیروی کرو گے منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے“ (یہ حدیث چھ صحابہ سے مروی ہے اور حسن لغیرہ ہے)

اسی عدالت وحفاظت کا نام صحابہ کا ”معیاری حق“ ہونا ہے، جن لوگوں کے نزدیک اللہ و رسول کے علاوہ کسی کی ذہنی غلامی جائز نہیں، وہ سخت گمراہی میں ہیں، وہ مجوس ہیں ان تک دین صحابہ ہی کے توسط سے پہنچا ہے، اگر وہی قابل اعتماد اور لائق تقلید نہیں تو پھر ان کے دین کی صحت کی کیا ضمانت ہے!

غرض صحابہ کا طبقہ امت کا ایک ایسا طبقہ ہے جو من حیث الطبقة یعنی پوری کی پوری جماعت دین کے معاملہ میں مأمون و محفوظ ہے، اور وہ ہر اعتقادی گمراہی یا عملی خرابی سے پاک ہے، کیونکہ وہ بھی مبعوث ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد نبوی میں پیشاب کرنا شروع کر دیا، لوگوں نے اس کو لے لیا تو آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ”اُسے چھوڑو، اور اس کے پیشاب پر پانی کی ایک باٹی ڈال دو فإنما بُعِثَنا ميسرين،

ولم تبعوا معسورین (کیونکہ تم آسانی کرنے والے بنا کر ہی مبعوث کئے گئے ہو، جنگی کرنے والے بنا کر مبعوث نہیں کئے گئے) (بخاری کتاب الوضوء، حدیث نمبر ۲۳۰، مشکوٰۃ، باب تطہیر الجاسات حدیث نمبر ۳۹۱) یہ حدیث شریف صحابہ کرام کی بعثت میں بالکل صریح اور دو ٹوک ہے۔ عُلِمَ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ أَمَّةَ صَلَّيَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْضًا مَبْعُوثَةٌ إِلَى النَّاسِ، فَهِيَ لَهُ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَتَانِ الْبَعَّةُ ۱۵ (سندئ)

یہود کے لئے بھی خیر امت میں شامل ہونے کا دروازہ کھلا ہے

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے جہانوں پر برتری بخشی تھی، سورۃ البقرۃ (آیت ۴۷) میں اس کی صراحت ہے۔ اور اب خاتم النبیین ﷺ کی بعثت کے بعد یہ فضیلت آپ کی امت کو عطا فرمائی ہے، اب وہی خیر امت قرار پائی ہے، بنی اسرائیل کی فضیلت ختم ہو گئی، مگر ان کے لئے بھی دروازہ کھلا ہے، وہ بھی نبی ﷺ پر ایمان لا کر بہترین امت میں شامل ہو سکتے ہیں۔

مگر ان کی صورت حال ناگفتہ بہ ہے، کچھ ہی حضرات ایمان لائے ہیں، حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں، باقی ان کے بیشتر اللہ کا حکم ماننے کے لئے اور ایمان لانے کے لئے تیار نہیں، یہ ان کا قصور ہے، اللہ نے ان کے لئے بھی دوبارہ فضیلت حاصل کرنے کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

﴿وَلَوْ أَمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ ۱۶

ترجمہ: اور اگر اہل کتاب (یہود) ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا، ان میں سے بعضے ایمان لائے ہیں، اور ان میں سے اکثر حد اطاعت سے نکلنے والے ہیں۔

لَنْ يَضُرَّكُمْ إِلَّا أَدْعَاؤُهُمْ وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُؤْلُوكُمْ ۚ الْأَدْبَارُ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ۱۷
ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثَقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللَّهِ وَحُبْلٍ مِنَ النَّاسِ
وَبَاءُ وَبَغْضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۚ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ
بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۱۸

لَنْ يَضُرَّكُمْ	ہرگز ضرر نہیں	إِلَّا أَدْعَاؤُهُمْ	مگر ستانا	يُقَاتِلُوكُمْ	لڑیں گے وہ تم سے
وَيَقَاتِلُوكُمْ	پہنچائیں گے وہ تم کو	وَأِنْ	اور اگر	يُؤْلُوكُمْ	پھیریں گے وہ تم سے

الَّذِينَ لَا يُنْصَرُونَ	پیشوں کو	وَحَبِيلٍ	اور رتی سے	كَأَنَّهُمْ كَفَرُونَ	انکار کیا کرتے تھے
ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ	پھر نہیں	فَرِيقَ الثَّانِي	لوگوں کی	يَا أَيُّهَا اللَّهُ	اللہ کی باتوں کا
ضَرْبَتْ	مدد کے جائیں گے وہ	وَبَاءُؤُ	اور لوٹے وہ	وَيُفْتَنُونَ	اور قتل کرتے تھے
عَلَيْهِمْ	ماری گئی	يَقْضِي	قصہ کے ساتھ	الْأَنْبِيَاءِ	نبیوں کو
الَّذِينَ	ان پر	فَرِيقَ الثَّانِي	اللہ کے	يَعْتَدُونَ حَيْثُ	ہاں
أَيْنَ مَا	ذلت (رسوائی)	وَصَرِيحًا	اور ماری گئی	ذَلِكَ	یہ بات
ثُمَّ قَوَّ	جہاں بھی	عَلَيْهِمْ	ان پر	بِمَا عَصَوْا	ان کی نافرمانی کی وجہ
إِلَّا يَصْنَعِ	پائے جائیں وہ	الْمَسْكَنَةُ	حاجت مندی	وَكَاثِرًا	وہ
وَصَنَ اللَّهُ	مگر رتی سے	ذَلِكَ	یہ بات	وَيَعْتَدُونَ	حد سے نکل جاتے
	اللہ کی	بِأَنَّهُمْ	بائیں وجہ ہے کہ وہ		

فاسق یہودیوں کا تذکرہ: وہ مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

فرمایا تھا: ﴿وَكَفَرَهُمُ الْفَاسِقُونَ﴾: اکثر یہودی حد اطاعت سے نکل جانے والے ہیں، یعنی اللہ کا یہ حکم ماننے کے لئے تیار نہیں کہ نبی ﷺ پر ایمان لاؤ، مدینہ میں یہودی کے تین قبائل تھے: بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قریظہ، اور مدینہ کے قریب خیبر میں بھی یہودی آباد تھے، ان کے پاس مضبوط قلعے، گھنے باغات، وسیع کاروبار اور مال و دولت کا ڈھیر تھا، شرکین پر ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، اب نئی جماعت مسلمانوں کی وجود میں آئی، ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے، ان کے اصل دشمن یہی یہودی تھے، وہ مسلمانوں کو مدینہ میں پہنچنے نہیں دینا چاہتے تھے، ہر ممکن چال ان کے قدم اکھاڑنے کے لئے چلتے تھے، اللہ پاک پیشین گوئی فرماتے ہیں: وہ مسلمانوں کو کوئی بڑا نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، بس چھپر خانگی تک بات رہے گی، لہذا ان کا خوف مت کھاؤ، اول تو وہ تم سے لڑنے کی ہمت نہیں کریں گے، اور اگر مقابلہ ہو گیا تو دم دبا کر بھاگیں گے، اور جن مشرک قبائل کے ساتھ ان کے معاہدے ہیں، اور ان کو ان کی حمایت پر ناز ہے، ان میں سے کوئی ان کی مدد نہیں کرے گا، یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی، مدینہ منورہ تینوں قبائل سے خالی کر لیا گیا، ایسی پیشین گوئی علام الغیوب کے علاوہ کون کر سکتا ہے؟ پس یہ رسالت کی صداقت کی بھی دلیل ہے۔

﴿لَنْ يَنْصَرُواكُمْ إِلَّا أَدْنَىٰ وَءَانَ يُفَاقِلُوكُمْ يُولُوكُمْ الْأَذْدَابُ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ۝﴾

ترجمہ: وہ تم کو ہرگز ضرر نہیں پہنچا سکتے، ہاں ستائیں گے، اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، پھر وہ

مدد نہیں کئے جائیں گے!

اللہ تعالیٰ یہود سے سخت ناراض ہیں، اس لئے ذلت اور حاجت ان کا مقدر بن گئی ہے
مدینہ کے یہود مسلمانوں کو کوئی بڑا ضرر کیوں نہیں پہنچا سکتے؟ اور اگر مسلمانوں سے مڈ بھڑ ہو تو دم دیا کر کیوں بھاگیں
گئے؟ وہ تو ہر اعتبار سے مضبوط ہیں اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ یہود کی آن ہان اور شان شوکت محض دکھاوا ہے، چونکہ اللہ
تعالیٰ ان سے سخت ناراض ہیں، اس لئے ان پر ذلت اور حاجت مندی کا ٹھپہ لگا دیا ہے، وہ دنیا میں جہاں بھی رہیں ذلیل
و خوار رہیں گے، اور ارب پتی بھی پیسے پیسے کو مرے گا، ایسے لوگ مسلمانوں کو کیا ضرر پہنچا سکتے ہیں؟ جن میں نہ مرداگی ہو نہ
خرچ کا حوصلہ وہ مسلمانوں سے کیا لوہا لیں گے!

البتہ وہ دو صورتوں میں سرا بھار سکتے ہیں:

ایک: وہ اللہ کی رستی تمام لیں، ایمان لے آئیں تو وہ سرخ رو ہو سکتے ہیں، ان کی ذلت و کبریت دور ہو جائے گی۔
دوم: لوگوں کا سہارا مل جائے، جیسے یورپ اور امریکہ کے سہارے انھوں نے فلسطین میں حکومت بنائی ہے، یہ
حکومت کمزری کا جالا ہے، اگر ان کے آقاؤں کی نظریں پھر جائیں تو وہ زمین بوس ہو جائیں گے، وہ سمجھتے نہیں! یہ تو
عیسائیوں نے — جو ان کے دشمن ہیں — ان کو قربانی کا بکر اپنایا ہے۔

اور آخر میں یہ بیان ہے کہ یہود پر ذلت و رسوائی اور حاجت مندی و پستی کا ٹھپہ چار وجوہ سے لگا ہے:

۱- ماضی میں بھی اور اب بھی اللہ کی باتوں کو نہ ماننا ان کا شیوہ رہا ہے۔

۲- وہ نبیوں کو قتل کرتے رہے ہیں، یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ ناحق قتل کر رہے ہیں۔

۳- جو احکام ان کو دیئے جاتے تھے وہ ہمیشہ ان کی نافرمانی کرتے رہے۔ گائے ذبح کرنے کا ان کو حکم دیا تو سوالات

کی بو چھا کر دی۔

۴- حدود شرعیہ سے تجاوز کرنا ان کا مزاج ہے، حیطہ کہتے ہوئے سر جھکاتے ہوئے شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا تو
حیطہ کہتے ہوئے سڑکیوں کے بل داخل ہوئے۔

اور گمراہی کے اسباب جب تہہ بہ تہہ جمع ہو جاتے ہیں تو ایمان کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے، اسی کو دلوں پر مہر کرنا اور
ذلت و رسوائی کا ٹھپہ لگانا کہتے ہیں، اب ان کو ایمان کہاں نصیب ہوگا!

﴿حُذِرْتُ عَلَيْهِمُ الدِّينُ الْاَيْنَ مَا تُقِفُوا اِلَّا بِحَبْلِ مِنَ اللّٰهِ وَحَبْلِ مِنَ النَّاسِ وَبِآءُ
بِعَصَبٍ مِنَ اللّٰهِ وَصِرْبَتْ عَلَيْهِمُ الْمُسْكَنَةُ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ

الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقِّ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٦٠﴾

ترجمہ: ان پر ذلت مسلط کر دی گئی ہے، جہاں بھی وہ رہیں — مگر اللہ کے سہارے یا لوگوں کے سہارے — اور وہ غضب الہی کے مستحق ہو چکے ہیں، اور ان پر پستی مسلط کر دی گئی ہے، یہ بات اس لئے ہے کہ وہ احکام الہی کا انکار کیا کرتے تھے، اور انبیاء کو ناحق قتل کیا کرتے تھے، یہ بات ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہے، اور وہ حد سے نکل نکل جایا کرتے تھے۔
 ملحوظہ: ﴿وَحَبْلُ قَيْنِ النَّاسِ﴾ میں واو محتمی او ہے (تفسیر ماجدی اردو)

لَيَسُوْا سَوَآءٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قٰئِمَةٌ يَّتَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اَنۡاۤءَ الْبَيِّنٰتِ وَهُمۡ يَسۡجُدُوْنَ ﴿٦١﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاۡمُرُوْنَ بِالْمَعۡرُوۡفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنۡكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿٦٢﴾ وَمَا يَفْعَلُوۡا مِنْ خَيْرٍ فَلَٰكُنْ يُكْفَرُوۡهُ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالْمُتَّقِيۡنَ ﴿٦٣﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَنۡ تَغۡنِيَ عَنْهُمۡ اَمْوَالُهُمۡ وَلَا اَوْلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَيْۡئًا وَاُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿٦٤﴾

لَيَسُوْا سَوَآءٌ	نہیں وہ (اہل کتاب)	اَنۡاۤءَ الْبَيِّنٰتِ ^(۲)	رات کے اوقات میں	عَنِ الْمُنۡكَرِ	برائیوں سے
يَسۡجُدُوْنَ	یکساں (برابر)	وَهُمْ	اور وہ	وَيُسَارِعُوْنَ	اور دوڑتے ہیں
مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ	اہل کتاب میں سے	يَسۡجُدُوْنَ	سجدے کرتے ہیں	فِي الْخَيْرٰتِ	نیک کاموں میں
اُمَّةٌ ^(۱)	ایک جماعت	يُؤْمِنُوْنَ	یقین رکھتے ہیں وہ	وَاُولٰٓئِكَ	اور وہ لوگ
قٰئِمَةٌ	(نماز میں) کھڑی	بِاللّٰهِ	اللہ پر	مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ	نیکوں میں سے ہیں
يَّتَتْلُوْنَ	پڑھتے ہیں وہ	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	اور قیامت کے دن پر	وَمَا يَفْعَلُوۡا	اور جو کرتے ہیں وہ
اٰيٰتِ اللّٰهِ	اللہ کی آیتیں	وَيَاۡمُرُوْنَ	اور حکم دیتے ہیں	مِّنْ خَيْرٍ	کوئی بھی نیک کام
		بِالْمَعۡرُوۡفِ	نیک کے کاموں کا	فَلَٰكُنْ يُكْفَرُوۡهُ	تو ہرگز شہری نہیں کئے جائیں گے وہ اس کی
		وَيَنْهَوْنَ	اور روکتے ہیں		

وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	لَنْ نَّغْنِيَ	ہرگز نہیں ہٹائیں گے	شَيْئًا	ذرا بھی
عَلَيْهِمْ	خوب جانتے ہیں	عَنْهُمْ	ان سے	وَأُولَئِكَ	اور وہ لوگ
يَا الْمُنَافِقِينَ	پرہیز گاروں کو	أَمْوَالُهُمْ	ان کے اموال	أَخْضَبَ النَّارِ	دوڑخ والے ہیں
إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جنہوں نے	وَلَا أَوْلَا لَهُمْ	اور نہ ان کی اولاد	هُمْ فِيهَا	وہ اس میں
كَفَرُوا	انکار کیا	وَمِنَ اللّٰهِ	اللہ (کے عذاب) سے	خَلِيدُونَ	بیشہ رہنے والے ہیں

ایمان لانے والے اہل کتاب کے احوال

حداطعت سے باہر نکل جانے والے (فاسق) یہودیوں کے تذکرہ کے بعد ایمان لانے والے اہل کتاب کا حال بیان فرماتے ہیں، دونوں کے احوال میں موازنہ کریں، ایمان کی برکت سے ان کی زندگی کیسی سنور گئی! ارشاد فرماتے ہیں: سب یہودی یکساں نہیں، ان میں فاسق ہیں تو حق شناس بھی ہیں، یہی لوگ نبی ﷺ پر ایمان لائے ہیں، مفسرین نے ان کے نام لکھے ہیں: حضرات عبداللہ بن سلام، معلبہ بن سعید، أسید بن سعید اور اسد بن عبیدرضی اللہ عنہم، اور قرآن کہتا ہے: ان کی ایک جماعت ہے:

۱- جو شب زندہ دار ہے، تہجد کی نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو کھڑے ہیں، قرآن کریم کی لمبی تلاوت کرتے ہیں، اور اسی اعتبار سے رکوع و سجود کرتے ہیں، جن کی نفل نماز کا یہ حال ہے ان کے فرائض کا کیا حال ہوگا؟ رات کے سنائے میں ان کی نماز ایسی ہے تو دن کے چالے میں ان کی نماز کیسی ہوگی؟

۲- وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر کامل یقین رکھتے ہیں، یہی اعتقاد اعمال صالحہ پر ابھارتا ہے، اس لئے قرآن وحدیث میں انہی دو عقیدوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۳- وہ لوگ نہ صرف خود پاکیزہ کرداری کے پختے ہیں، بلکہ دوسروں کو بھی اسی راہ پر ڈالنا چاہتے ہیں، لوگوں کو نیکیوں کا شوق دلاتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

۴- وہ لوگ نیک کاموں کی طرف بے دریغ اور بدشوقی سے نہیں، بلکہ بڑے شوق، رغبت اور چاؤ کے ساتھ لپکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ حضرات نیک بندوں میں شامل ہیں، اور نیک بندے جو بھی نیک کام کرتے ہیں اس کی نافرمانی نہیں کی جائے گی، اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کو خوب جانتے ہیں، جزاء کے دن بھر پور صلہ ان کو عنایت فرمائیں گے۔ ان کے بالمقابل جو اہل کتاب ایمان نہیں لائے، جن کو اپنی دولت اور کتبہ پر ناز ہے وہ جان لیں کہ کل قیامت کو یہ چیزیں اللہ کے عذاب کو ذرا بھی نہیں ہٹائیں گی، ان کو جہنم کا ایندھن بنا پڑے گا، وہ اس میں ہمیشہ مڑیں گے!

فائدہ: پہلی آیت میں نماز کے ارکان ستہ میں سے تین کا ذکر کیا ہے: قیام، قراءت اور سجدہ، رکوع کا تذکرہ سجدہ کے ضمن میں آ گیا، دونوں کے معنی جھکنے اور عاجزی کے ہیں، اور تکبیر تحریمہ میں اختلاف ہے کہ وہ رکن ہے یا شرط؟ اسی طرح قعدہ اخیرہ میں اختلاف ہے کہ وہ فرض ہے یا سنت بمعنی واجب؟ اور تہجد میں قیام اگرچہ فرض نہیں، مگر مستطیع کے لئے مستحب ہے اور اس میں ثواب پورا ملتا ہے، نبی ﷺ تہجد میں اتنا طویل قیام فرماتے تھے کہ کبیر درم کر جاتے تھے۔

آیات کریمہ: وہ (یہود) سب یکساں نہیں، اللہ کتاب میں سے ایک جماعت ہے (تہجد کی نماز میں) کھڑی ہونے والی، وہ رات کے اوقات میں اللہ کی آیتیں (قرآن کریم) پڑھتے ہیں، اور وہ (رکوع) سجدہ کرتے ہیں، وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر کامل یقین رکھتے ہیں، اور نیکی کے کاموں کا حکم دیتے ہیں، اور برائیوں سے روکتے ہیں، اور لپک کر نیکی کے کام کرتے ہیں، اور وہ لوگ نیکوں میں سے ہیں، اور وہ جو بھی نیک کام کرتے ہیں، پس ہرگز ان کے اس کام کی نافرمانی نہیں کی جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ پر ہمیزگاروں کو خوب جانتے ہیں — بے شک جن لوگوں نے ایمان لانے سے انکار کیا، ان سے ان کی دولت اور ان کی اولاد اللہ کے عذاب کو ذرا بھی نہیں بٹائے گی، اور وہ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيْهَا صِرٌ اَصَابَتْ حَرَّتْ قُوْمٌ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ فَاهْلَكَتْهُمْ، وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵﴾

مَثَلُ	عجیب حالت	فِيْهَا صِرٌ	اس میں ٹھہر (پالا) ہے	فَاَهْلَكَتْهُمْ	پس برباد کر دیا جس اسکو
مَا يُنْفِقُونَ	اکلی جو خرچ کرتے ہیں وہ	اَصَابَتْ	پہنچی وہ ہوا	وَمَا ظَلَمَهُمُ	اور نہیں ظلم کیا ان پر
فِيْ هَذِهِ	اس دنیا کی	حَرَّتْ	کھیتی کو	اللّٰهُ	اللہ نے
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	زندگی میں	قُوْمٌ	ایسی قوم کی	وَلٰكِنْ	لیکن
كَمَثَلِ	جیسے عجیب حالت	ظَلَمُوْا ^(۲)	جنھوں نے ظلم کیا	اَنْفُسَهُمْ	اپنی ذاتوں پر
رِيْحٍ ^(۱)	ہوا کی	اَنْفُسَهُمْ	اپنی ذاتوں پر	يَظْلِمُوْنَ	ظلم کرتے ہیں وہ

(۱) ریح (مفرد) قرآن میں عموماً عذاب کے موقع پر استعمال ہوا ہے اور ریح (جمع) رحمت کے موقع پر۔ (۲) ظلموا اَنْفُسَهُمْ: یعنی کفار، کلام مثال سے مثال لڑکی طرف منتقل ہوا ہے، اور یہ قرآن کا اسلوب ہے۔

ایمان کے بغیر جو خیرات کی جاتی ہے وہ آخرت میں برباد ہوگی

اب ایک آیت میں ایک سوال کا جواب ہے۔ فرمایا تھا کہ جو اہل کتاب نبی ﷺ پر ایمان نہیں لائے ان کی دولت آخرت میں ان کے کچھ کام نہیں آئے گی، اس پر سوال ہوا کہ یہودی، عیسائی اور ہندو بہت سے رفاہی اور خدمتِ خلق کے کام کرتے ہیں، پس کیا یہ نیک کام بھی آخرت میں ان کے کام نہیں آئیں گے؟

اس آیت میں اس کا جواب ہے کہ ایمان کے بغیر کیا ہوا ان کا یہ نیک کام آخرت میں برباد ہوگا، اس کا کوئی صلہ ان کو نہیں ملے گا، اس کو ایک آسان اور عام فہم مثال سے سمجھاتے ہیں، ایک شخص نے کھیت بو یا، کھیتی لہلہانے لگی، کسان اس کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے، اور اس سے بہت کچھ امیدیں باندھتا ہے پھر اچانک پالا پڑتا ہے اور کھیت جل کر خاک ہو جاتا ہے، اور وہ کھیتی کی بجائی پر کفِ افسوس ملتا رہ جاتا ہے۔

اسی طرح جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، کفر و شرک میں مبتلا ہیں، اور خیر خیرات اور دان و من کرتے ہیں: قیامت کے دن ان کا کفر و شرک ان کے نیک عمل کو برباد کر دے گا، اور وہ آخرت میں تہی دامن رہ جائیں گے، کیونکہ گری بغیر کی مونگ پھلی کی مارکیٹ میں کوئی قیمت نہیں ملتی۔

اور یہ ان پر اللہ کا ظلم نہیں، بلکہ انھوں نے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے کہ ایمان نہیں لائے، کفر و شرک میں مبتلا رہے، اعمال کی روح ایمان ہے، ایمان کے بغیر عمل بے جان ہے۔ البتہ حدیث میں ہے کہ غیر مسلم کے نیک کاموں کا پھل اس کو دنیا میں کھلا دیا جاتا ہے، شہرت کی شکل میں یا ناموری کی صورت میں یا اذیت ملنے کے ذریعہ یا کسی اور صورت میں صلہ مل جاتا ہے، آخرت میں اس کو کچھ نہیں ملے گا۔

آیت پاک: وہ لوگ (اہل کتاب) اس دنیوی زندگی میں جو خرچ کرتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہوا میں پالا ہو، وہ کسی ایسی قوم کی کھیتی کو بچنے چھوٹوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے — یعنی کفر کیا ہے، بات مثال سے مثال لہ کی طرف منتقل ہوگئی — پس وہ (ہوا) اس کھیتی کو برباد کر دے، اور ان پر اللہ نے ظلم نہیں کیا — کہ ان کو ان کے نیک عمل کا صلہ نہیں دیا — بلکہ وہ اپنی ذاتوں پر ظلم کرتے ہیں — کہ ایمان نہیں لائے اور بے ایمانی کے ساتھ خیرات کرتے ہیں، ایسی خیرات کا انجام بھی ہوگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا بِطَانَةَ مَنْ دُونَكُمْ لَا يَأْلُوكُمْ خَبَالًا ۚ وَذُوا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۖ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۝ هَآنَتْكُمْ أَوْلَآءُ تُحِبُّوهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا الْقُوكُم قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَصَوْا عَلَيْكُمْ إِلَّا نَامِلٌ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُؤْتُوا بِعَيْظِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ إِنْ تَمَسَسْتُمْ حَسَنَةً تَسَوْهُمْ وَإِنْ تَصِبْتُمْ سَيِّئَةً يَفْرَحُوا بِهَا وَإِنْ تَصَبَرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضْرِبُكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا	اے وہ لوگو جو ایمان لائے	وَمَا تَخْفَى صُدُّوهُمْ	اور جو چھپاتے ہیں ان کے سینے	بِالْكِتَابِ كُلِّهِ	کتابوں کو ساری
لَا تُحِبُّوهُمْ وَلَا تُؤْمِنُونَ	نہ ہاد تم (ستر (راز دار)	أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا	(اس سے) بڑی ہے تحقیق بیان کر دی ہم نے	وَإِذَا قَالُوا	اور جب ملتے ہیں وہ تم سے کہتے ہیں
لَا يَأْتِيهِمْ	انہوں کے علاوہ نہیں روکیں گے وہ تم سے	لَكُمْ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ	تمہارے لئے اپنی باتیں اگر ہو تم	آمَنَّا	ایمان لائے ہم
خَبَالًا	فساد کو	تَعْقِلُونَ ۝	سمجھتے!	وَإِذَا خَلَوْا	اور جب تنہا ہوتے ہیں وہ
وَدُّوا	آرزو کرتے ہیں وہ	هَآنَتْكُمْ أَوْلَآءُ	سنو! تم اے لوگو!	عَصَوْا عَلَيْكُمْ	کائے ہیں وہ تم پر
مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَأَ	تمہاری مشقت کی تحقیق ظاہر ہو گئی ہے دشمنی	تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ	محبت کرتے ہو ان سے اور نہیں محبت کرتے وہ تم سے	الْأَنَامِلُ مِنَ الْغَيْظِ	پورے غصہ سے
وَمِنْ أَقْوَامٍ	ان کے منہوں سے	وَتُؤْمِنُونَ	اور ماننے ہو تم	قُلْ مُؤْتُوا	کہو: مرو

(۱) بطلان: ستر، نیچے کا کپڑا، خلاف ظہار: دل کی بات، ہم راز (۲) آلا (ن) أَلْوَا: کوٹاہی کرنا، سست و کمزور ہونا، مع کو مضمین ہونے کی وجہ سے متعدی بدو مفعول ہے، جیسے لا آلوك نصحاء لا آلوك جهدا (روح) (۳) خبالاً: دوسرا مفعول بہ ہے، خیال: فساد، تباہی، باب لھر کا مصدر بھی ہے۔ (۴) ما عنتم: ما: مصدر یہ ہے، عنتم: اس کا صلہ، موصول صلہ مرکب و دو ا کا مفعول بہ۔ (۵) ما عنتم: ما: حرف تنبیہ، انتم: مبتدا، جملہ محبوں ہم: خبر، اور اولاء: متاد، حرف ندا محذوف، ما: دوبارہ نہیں لائے، آیت ۶۶ میں دوبارہ لائے ہیں۔ (۶) مؤمنون: آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا ہے۔

بَعِثْنَاكَ	اپنے غصہ میں	وَإِنْ تُصِيبْكُمْ	اور اگر پہنچے تمہیں	كَيْدَهُمْ	ان کی چال
إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	سَيِّئَةٌ	کوئی برائی	شَيْئًا	کچھ بھی
عَلَيْهِمْ	خوب جانتے ہیں	يَفْرَحُوا	خوش ہوتے ہیں وہ	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
يَذَاتِ الضُّلُوفِ	سینوں والی باتوں کو	بِهَا	اس کی وجہ سے	بِمَا يَعْمَلُونَ	ان کاموں کو جو وہ
إِنْ تَمَسَسْتُمْ	اگر چھو لے تمہیں	وَإِنْ تَصِيبُوا	اگر صبر کرو تم		کرتے ہیں
حَسَنَةً	کوئی خوبی	وَتَنْتَفُوا	اور بچو تم	مُحِيطًا	گھیرنے والے ہیں
تَسُوْهُمْ	بری لگتی ہے ان کو	لَا يَضُرُّكُمْ	نہیں نقصان پہنچے گی تم کو		

مسلمان: مسلمانوں کے سوا کسی کو راز دار نہ بنائیں

اب سلسلہ کلام پیچھے کی طرف لوٹ گیا ہے۔ فرمایا تھا کہ اللہ کی مدد جب آئے گی کہ امت اعمال پر استوار ہو، اور سب مل کر اللہ کی رستی مضبوط پکڑیں، پھر بات پھیلی چلی گئی تھی، اب فرماتے ہیں کہ کامیابی کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ خاص جنگی حالات میں مسلمان: مسلمانوں کے علاوہ کسی کو بھیجی اور راز دار نہ بنائیں، مسلمانوں کے دشمن مدینہ میں یہودی اور منافق تھے، اور منافقین میں بھی یہودی شامل تھے پس اگر اپنے جنگی راز دشمنوں کو دیدو گے تو کامیابی مشکل ہے۔

تمہارے دشمن خواہ کوئی ہوں، یہودی ہوں یا عیسائی، منافق ہوں یا مشرک: وہ تمہارے خیر خواہ نہیں ہو سکتے، وہ تمہاری بدخواہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے، وہ تمہیں ذک پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے، ان کی دلی خواہش یہ ہے کہ تمہیں ضرر پہنچے، کبھی ان کی زبان بے قابو ہو جاتی ہے تو عداوت کے جذبات ظاہر ہو جاتے ہیں، اور ان کے دلوں میں جو دشمنی کی آگ بھری ہوئی ہے: اس کا تو تم اندازہ نہیں کر سکتے، پس چھندوں کا کام نہیں کہ ایسے بد باطن دشمنوں کو اپنا راز دار بنائیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْبَلُوا بِطَاغَةَ قَوْمٍ دُونَكُمْ لَا يَأْتُواكُمْ خَبْرًا لَّ مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَّلَ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَقْوَاهُمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّكْنَا لَكُمْ الْأَيْمَانِ إِنْ كُنْتُمْ تُعْقِلُونَ ٥٥﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! انہوں کے سوا کسی کو (جنگی حالات میں) راز دار مت بناؤ، وہ لوگ (تمہارے دشمن) تمہاری بدخواہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے، ان کی دلی خواہش یہ ہے کہ تمہیں شقت پہنچے — تم شکست سے دوچار ہوؤ — بالیقین دشمنی ان کی زبانوں سے ظاہر ہو چکی ہے، اور جو سینوں میں پوشیدہ ہے وہ اس سے زیادہ ہے، ہم نے باتیں

تمہارے لئے کھول کر بیان کر دی ہیں اگر تم سمجھو!

اور سنو! تم ان سے واقعی محبت کرتے ہو، مگر ان کی طرف سے محبت نادر! تم اللہ کی سبھی کتابوں کو مانتے ہو، یہی اسرائیل کے انبیاء پر جو کتابیں نازل ہوئی ہیں ان پر بھی تمہارا ایمان ہے، مگر وہ تمہاری کتاب کو جو نبی اسماعیل پر نازل ہوئی ہے، نہیں مانتے، اور وہ تمہارے سامنے تو اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے ہیں، اور تمہاری پیٹھ پیچھے تم پر غصہ کے مارے انگلیاں کاٹتے ہیں ان سے کہہ دو: اپنے غصہ میں پھاسی کھا لو، ہمارا کیا بگڑے گا! اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہیں، وہ ہمیں تمہارے راز ہائے سر بستہ سے واقف کر دیں گے۔

﴿هَآءِ اَنْتُمْ اَوْلَآءُ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُوْمِنُوْنَ بِالْحٰكِمِ كُلِّهِمْ ۚ وَاِذَا الْقَوَمُ كَانُوْا اٰمِنًا ۙ وَاِذَا حٰكَمُوْا عَصَوْا عَلٰیكُمْ اَلَا تَاْمَلُ مِنَ الْعٰقِبَةِ قُلُوبًا مَّا تُوْمِنُوْنَ بِغَيْظِكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذٰلِكَ الصُّلُوْرِ ۝﴾

ترجمہ: سنو! تم — اے لوگو — ان سے محبت کرتے ہو، اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے، اور تم اللہ کی سبھی کتابوں کو مانتے ہو — اور وہ تمہاری کتاب کو نہیں مانتے — اور جب وہ تم سے ملے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لائے، اور جب تمہارا ہوتے ہیں تو تم پر غصہ کے مارے انگلیاں کاٹتے ہیں، کہہ دو: اپنے غصہ میں مروا! بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کے رازوں سے خوب واقف ہیں!

اور سنو، تمہاری ذرا سی بھلائی بھی ان کو ایک آنکھ نہیں بھاتی، اور اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ خوشی کے مارے پھولے نہیں سماتے، ایسے کمینہ لوگوں سے ہمدردی اور خیر خواہی کی کیا امید رکھتے ہو؟ اور دوستی کا ہاتھ ان کی طرف کیوں بڑھاتے ہو؟ اور اگر کوئی کہے کہ ہم ان کے ضرر سے بچنے کے لئے تعلقات، ہموار رکھنا چاہتے ہیں تو جان لو کہ اگر تم نے صبر کیا، نفس کو ان کے ساتھ تعلقات سے روکا اور تم محتاط رہے تو ان کی چالیں رانگاں جائیں گی، اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں، ان کو پوری قدرت حاصل ہے کہ وہ ان کی ایکسوں کو خاک میں ملا دیں۔

﴿اِنْ تَسْتَسْكِنُكُمْ حَسَنَةً تَّسُوْنَهُمْ رَوٰنَ تَصْبِيْكُمْ سَيِّئَةً يَّغْفِرْهُمْ اِيْضًا وَاِنْ تَصِيْرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَصْرُكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيطٌ ۝﴾

ترجمہ: اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو ان کو بری لگتی ہے، اور اگر تمہیں کوئی گزند پہنچتا ہے تو اس کی وجہ سے ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں، اور اگر تم صبر کرو اور احتیاط رکھو تو ان کی سازش سے تم کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا، بے شک اللہ تعالیٰ احاطہ کئے ہوئے ہیں ان کاموں کا جو وہ کرتے ہیں۔

وَإِذْ عَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٠﴾
 إِذْ هَبْتَ طَائِفَتَيْنِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا ۖ وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
 الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾

وَاِذْ	اور (یا دکر) جب	لڑنے کے لئے	اَنْ تَفْشَلَا ^(۱)	کہ بزدلی دکھائیں
عَدَوْتَ ^(۱)	چلے ہیں آپ	اور اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
مِنْ أَهْلِكَ	اپنے گھر سے	سمیع و علیم ہیں	وَلِيَّهُمَا	دونوں کے کارساز ہیں
تُبَوِّئُ ^(۲)	بٹھا رہے ہیں	جب ارادہ کیا	وَعَلَى اللَّهِ	اور اللہ ہی پر
الْمُؤْمِنِينَ	مؤمنین کو	دو جماعتوں نے	فَلْيَتَوَكَّلِ	پس چاہئے کہ بھروسہ کریں
مَقَاعِدَ ^(۳)	ٹھکانوں میں	تم میں سے	الْمُؤْمِنُونَ	مؤمنین

غزوہ احد میں صورت حال نازک ہو گئی تو یہود و منافقین نے گھی کے چراغ جلانے!

ابھی سابقہ سلسلہ بیان چل رہا ہے، جب مسلمانوں کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ یہود و منافقین کو بری لگتی ہے، اور جب کوئی تکلیف دہ بات پیش آتی ہے تو وہ خوشیاں مناتے ہیں، اب اس کی مثالیں بیان فرماتے ہیں، پہلے دوسری بات کی پھر پہلی بات کی مثال ہے، اس لئے کہ پہلی مثال مفصل ہے اور دوسری مختصر، اس لئے مختصر کو پہلے بیان کیا ہے۔

غزوہ احد میں مشرکین مکہ ان کے بدر میں مارے گئے سرداروں کا بدلہ لینے کے لئے تین ہزار کی تعداد میں مدینہ پر چڑھ آئے، وہ ہتھیاروں سے پوری طرح لیس تھے، اور مسلمان کل ایک ہزار تھے، ان کے پاس ہتھیار بھی برائے نام تھے، پھر عین وقت پر منافقوں کا سردار عبد اللہ بن ابی اسپنے تین سو آدمیوں کو لے کر واپس لوٹ گیا، اور مجاہدین کی تعداد صرف سات سو رہ گئی۔

اس کی کئی تلافی نبی ﷺ نے مورچہ بندی سے کی، آپ نے حیرت انگیز طریقہ پر فوجیوں کے ٹھکانے متعین کئے، اور پچاس تیر اندازوں کا دستہ فوج کی پشت پر ایک پہاڑی پر متعین کیا، تاکہ دشمن عقب سے حملہ نہ کر سکے، اور ان کو ہدایت

(۱) غدا: بمعنی صبح بھی آتا ہے، اس وقت وہ افعال ناقصہ میں سے ہوتا ہے، ضمیر واحد مذکر حاضر اس کا اسم ہے اور جملہ بقوی خبر (جملہ حاشیہ جلالین) (۲) تبوی: مضارع، واحد مذکر حاضر، ٹھکانہ دیتے ہیں، اتارتے ہیں، جگہ متعین کرتے ہیں (۳) مقاعد: مَقْعَد کی جمع منتہی الجوع، عُطْر مکان: بیٹھنے کی جگہ۔ (۴) فُشِلَا: بزدلی دکھانا، ڈھیلا اور ست پڑنا۔

دی کہ وہ اپنی جگہ کسی حال میں نہ چھوڑیں، خواہ جنگ میں کامیابی ہو یا ناکامی، اور میمنہ اور میسرہ پر بخار شہ اور بنو سلمہ کو مقرر کیا، یہ بہادر قبائل تھے، مگر شیطان نے ان کو روغلا یا، اور وہ منافقوں کی طرح واپسی کی سوچنے لگے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو سنبھال لیا اور وہ جم گئے۔

پھر جنگ شروع ہوئی، پہلے انفرادی مقابلہ ہوا، اور کافروں کے علم بردار یکے بعد دیگرے کام آ گئے، پھر عام مقابلہ شروع ہوا، مسلمانوں نے تابڑ توڑ حملہ کیا، اور کافروں کے چٹھے چھوٹ گئے، ان کی عورتیں بھاگتی نظر آئیں، مجاہدین غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے، اور پہاڑی پر جو پچاس تیر انداز مقرر کئے تھے ان میں سے چالیس نے جگہ چھوڑ دی، وہ بھی غنیمت جمع کرنے کے لئے آ گئے، جب مورچہ خالی ہو گیا تو خالد بن ولید نے سواروں کے رسالہ کے ساتھ عقب سے حملہ کر دیا، اور جنگ کا پانسہ پلٹ گیا، ستر صحابہ شہید ہو گئے اور جو زندہ تھے زخمی تھے، نبی ﷺ بھی زخموں سے چور تھے، مگر اللہ کا کرنا کہ کفار سراسیمہ ہو کر میدان سے چل دیئے، یوں ہماری ہوئی بازی جیت لی گئی، مگر مسلمانوں کا نقصان ہو گیا، اس پر یہود اور منافقین نے خوب بغلیں بجائیں اور گھی کے چراغ جلانے لگے، ان دو آیتوں میں اس کا تذکرہ ہے۔

نبی ﷺ نے میدان جنگ میں مورچہ بندی کی

نبی ﷺ اشوال بروز جمعہ بعد نماز عصر میدان احد کے لئے روانہ ہوئے، مدینہ سے باہر نکل کر مقام شیخین پر فوج کا جائزہ لیا، جو نو عمر اور کم سن صحابہ تھے ان کو واپس کر دیا (یہ آٹھ حضرات تھے ان کے نام سیرۃ المصطفیٰ (۱۹:۲) میں ہیں) پھر بارکی صبح آپ وہاں سے روانہ ہوئے، جب احد کے قریب پہنچے تو راس المنافقین عبداللہ بن ابی اسفہ قبیلہ کے تین سو آدمیوں کو لے کر واپس لوٹ گیا، اس نے کہا: جب ہماری بات نہیں سنی گئی تو ہم بلا وجہ اپنی جانوں کو کیوں ضائع کریں! اب نبی ﷺ کے ساتھ صرف سات سو صحابہ رہ گئے، مقام شیخین سے آپ نے رات کے آخری حصہ میں کوچ کیا، جب احد قریب آیا تو صبح کی نماز کا وقت ہو گیا، وہاں اذان دی گئی اور آپ نے تمام اصحاب کو نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر آپ لشکر کی طرف متوجہ ہوئے، مدینہ کو سامنے اور احد کو پس پشت رکھ کر صفوں کو مرتب فرمایا، اور پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ جبل احد کے پیچھے ایک پہاڑی پر مقرر فرمایا اور ان کا امیر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور ان کو حکم دیا کہ اگر ہم مشرکین پر غالب آ جائیں تب بھی تم وہاں سے مت ہٹنا، اور اگر مشرکین ہم پر غالب آ جائیں تب بھی تم اس جگہ سے مت سرکنا، اور ہماری مدد کے لئے مت آنا۔

پھر نبی ﷺ نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا:

۱۔ مہاجرین کا دستہ: اس کا پرچم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

۲۔ قبیلہ اوس (انصار) کا دستہ: اس کا علم حضرت اُسید بن حنیف رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

۳۔ قبیلہ خزرج (انصار) کا دستہ: اس کا علم حضرت نجباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

اور جنگی نقطہ نظر سے لشکر کی ترتیب و تنظیم قائم کی، منصوبہ بڑی باریکی اور حکمت پر مبنی تھا، جس سے نبی ﷺ کی فوجی قیادت میں عبقریت کا پتہ چلتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ کوئی کمانڈر خواہ کیسا ہی بایاقت ہو، آپ سے زیادہ باریک اور باحکمت منصوبہ تیار نہیں کر سکتا، آپ نے پہاڑ کی بلندی کی اوٹ لے کر اپنی پشت اور اپنا دایاں بازو محفوظ کر لیا اور بائیں بازو پر دو رانہ جنگ جس شکاف سے پشت پر حملہ کا اندیشہ تھا اسے تیر اندازوں کے ذریعہ بند کر دیا اور پڑاؤ کے لئے ایک اونچی جگہ منتخب فرمائی کہ اگر خدا نخواستہ شکست ہو جائے تو وہ جگہ کب کا کام دے، اس میں پناہ لی جاسکے اور دشمن اس کی طرف پیش قدمی کرے تو سنگباری کر کے اس کو خسارہ پہنچایا جاسکے، اور دشمن کے لئے ایسا شہمی مقام چھوڑ دیا کہ اگر وہ غالب آجائے تو فتح کا کوئی خاص فائدہ حاصل نہ کر سکے اور اگر مغلوب ہو جائے تو تعاقب کرنے والوں کی گرفت سے بچ نہ سکے، اس طرح آپ نے ممتاز بہادروں کی ایک جماعت منتخب کر کے فوجی تعداد کی کمی پوری کر دی، یہ تھی نبی ﷺ کے لشکر کی ترتیب و تنظیم جو ۷ شوال سن ۳ ہجری یوم بنجر کی صبح کو محل میں آئی (ماخوذ از الریحۃ الختمہ ص: ۳۹۷) آیت کریمہ میں اسی مورچہ بندی کا ذکر ہے۔

جنگ احد میں منافقین کا کردار

مقام شیعین سے طلوع فجر سے کچھ پہلے آپ ﷺ روانہ ہوئے اور مقام شوط پہنچ کر فجر کی نماز ادا کی، اب آپ دشمن کے بالکل قریب تھے، دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، یہاں پہنچ کر عبد اللہ بن ابی منافق نے تہمید اختیار کیا، وہ ایک تہائی لشکر یعنی تین سو افراد کو لے کر واپس ہو گیا، اور احتجاج بھی کرتا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات نہیں مانی، دوسروں کی بات مان لی، مگر حقیقت میں علاحدگی کا یہ سبب نہیں تھا، اگر یہ سبب ہوتا تو اس کو لشکر کے ساتھ آنا ہی نہیں چاہئے تھا، اصل وجہ یہ تھی کہ وہ اس نازک موقع پر الگ ہو کر اسلامی لشکر میں کھلبلی مچانا چاہتا تھا جب دشمن اس کی ایک ایک نقل و حرکت کو دیکھ رہا تھا، تاکہ ایک طرف فوجی نبی ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں اور جو باقی رہ جائیں ان کے حوصلے پست ہو جائیں، اور دوسری طرف یہ منظر دیکھ کر دشمن کی ہمت بڑھے اور اس کے حوصلے بلند ہوں، پس اس کی یہ کاروائی سارا کھیل بگاڑنے کی ایک موثر تدبیر تھی، اور قریب تھا کہ منافق اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے، کیونکہ دو اور قبیلوں: بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے قدم بھی اکھڑنے کے قریب ہو گئے تھے، وہ واپسی کی سوچ رہے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی دیکھیری فرمائی اور وہ دونوں جماعتیں ارادہ واپسی کے بعد جمع کیں۔

انصار کے دو قبیلے پھسلتے پھسلتے رہ گئے

غزرج کے قبیلہ بنی سلمہ نے اور اوس کے قبیلہ بنی حارثہ نے عبداللہ بن ابی کی طرح واپسی کا کچھ کچھ ارادہ کر لیا تھا، یہ دو قبیلے لشکر کی دونوں جانبوں میں تھے، اگر خدا نخواستہ یہ قبیلے پلٹ جاتے تو لشکر بے باز و ہوجاتا، مگر توفیقِ خداوندی نے ان دونوں قبیلوں کی دست گیری کی، اللہ نے ان کو واپسی سے بچالیا۔

آیاتِ کریمہ: اور (یاد کیجئے) جب آپؐ گھر سے چلے مسلمانوں کو جنگ کے لئے ان کی جگہوں میں جمار ہے تھے، اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں — یعنی سورچہ بندی کا کمال اللہ کی ہدایت کی وجہ سے تھا — (یاد کرو) جب تم میں سے دو جماعتوں نے دل میں خیال کیا کہ وہ ہمت ہار دیں، اور اللہ تعالیٰ دونوں کے کارساز تھے، اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر پھر وسر کھنا چاہئے۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سورۃ آل عمران کی یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے، جب بنو سلمہ اور بنو حارثہ نے ہمت ہار دی، اور میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آخر میں ارشاد فرمایا ہے: ”اللہ تعالیٰ ان دونوں جماعتوں کا مددگار ہے“ یہ ان دونوں قبیلوں کے لئے بڑی فضیلت ہے، اللہ تعالیٰ نے بیانِ جرم کے ساتھ ولایتِ خاصہ کی بشارت بھی سنائی ہے، جس سے وعدہ معافی بھی مترشح ہوتا ہے، اور جرم کو بھی ہلکا کر کے پیش کیا ہے کہ دونوں قبیلے واپس نہیں ہوئے، صرف کم ہمت ہوئے، پھر اس کا وقوع بھی نہیں ہوا، بات خیال ہی کی حد تک رہی، اس لئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس آیت کا ابتدائی حصہ ہمارے لئے نامناسب تھا، مگر آخری حصہ میں ہمارے لئے بڑی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے کارساز ہیں۔

جنگِ احد میں فرشتوں کی کمک نہیں آئی

فرشتوں کی کمک بدر میں آئی تھی، مجاہدین کے ساتھ جنگ میں فرشتوں نے حصہ لیا تھا، پھر احزاب میں آئی، پھر حنین میں آئی، چنانچہ ان جنگوں میں واضح کامیابی ملی اور جنگِ احد میں فرشتوں کی عام کمک نہیں آئی، اس لئے فتحِ ہزیمت سے بدل گئی، اس جنگ میں اللہ تعالیٰ کا یہی منشا تھا۔

ملاحظہ: ﴿إِذْ هَدَيْنَاكُمْ مَدْيَنَ﴾ دونوں آیتوں میں مکرر لایا گیا ہے، تاکہ واقعہ کے دونوں اجزاء کو مستقل حیثیت حاصل ہو جائے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ، فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ ﴿٨٠﴾
إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُبَدِّلَ كُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ أَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ

مَنْزِلِينَ ۝ بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرًا لَّكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ لَيَقْطَعَنَّ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ۝ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ۝ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لَا يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ	اور البتہ تحقیق مدد کی تمہاری اللہ نے	لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ اَلَن يَكْفِيَكُمْ	المؤمنین کیا ہرگز کافی نہیں تمہارے لئے	وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ	اور آئیں گے وہ تم پر فی الفور اسی وقت
يُضِلُّكُمْ	ہدایت	أَن يُضِلَّكُمْ	(یہ بات) کہہ دوں گی تمہاری	يُمْدِدْكُمْ	(تو) مدد کریں گے تمہاری
أَذِلَّةً ^(۱)	بے حیثیت (کمزور) تھے	رَبِّكُمْ	تمہارے پروردگار	رَبِّكُمْ	تمہارے پروردگار
فَاتَّقُوا اللَّهَ	پس ڈرو اللہ سے	يُسَلِّتُ لَكُمُ الْيُسْرَىٰ	تین ہزار فرشتوں سے	بِحَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ^(۲)	پانچ ہزار فرشتوں سے
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ	تاکہ تم شکر بجالاؤ	مَنْزِلِينَ ^(۲)	اتارے ہوئے کیوں نہیں!	مُسَوِّمِينَ ^(۳)	نشان مقرر کرنے والے (وردی پہننے والے)
إِذْ تَقُولُ	(یا کرو) جب کہہ رہے تھے آپ	بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا	اگر صبر کرو گے تم اور احتیاط رکھو گے	وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ	اور نہیں بتایا اس (مدد) کو اللہ نے

(۱) اذلة: ذلیل کی جمع ہے: کمزور، بے سروسامان، بے حیثیت، نرم دل (۲) منزل: اسم مفعول: اتارے ہوئے یعنی آسمانی فرشتے، ملائکہ۔ (۳) فور: فوراً، فی الفور، ابھی ہاتھ کے ہاتھ، غار الماء: پانی کا بلانا، زور سے ٹکانا۔ (۴) مسووم: اسم قائل، تسمویم: خاص نشان لگانا، وردی پہن کر آنے والے

اَلَا بُشِّرْ لَكُمْ	مگر خوش خبری تمہارے لئے	مَنْ اَلَيْبَيْنِ كَعَفْوًا	ان لوگوں کا جنہوں نے انکار کیا	ظَلُمُوْنَ	اپنا نقصان کرنے والے ہیں
وَلَيُظْلَمَنَّ قُلُوبُكُمْ	اور تاکہ مطمئن ہو جائیں تمہارے دل	اَوْ يَكْفُرْهُمْ	یا دلیل کریں ان کو پس پلٹ جائیں وہ	وَمَا فِي السُّنُونِ وَمَا فِي الْأَرْضِ	جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے
بِمَا	اس (مدد) کی وجہ سے	خَالِيَيْنِ	نامراد ہو کر	يَغْفِرُ	بخشتے ہیں
وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ	اور نہیں ہے مدد مگر اللہ کی طرف سے	لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ	نہیں اختیار ہے آپ کو معاملہ میں کچھ بھی	لِمَنْ يَشَاءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ	جسے چاہے ہیں اور سزا دیتے ہیں جسے چاہے ہیں
الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ	زبردست بڑے حکمت والے	اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ	یا توجہ فرمائیں وہ ان پر	وَاللّٰهُ عَفُوٌّ رَّحِيمٌ	اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم فرمانے والے ہیں
لَيَقْطَعَنَّ طَرَفًا	تاکہ کاٹ دیں وہ ایک حصہ	اَوْ يُعَذِّبَهُمْ	یا سزا دیں ان کو پس بے شک وہ		

غزوہ بدر میں صورت حال نازک تھی، مگر اللہ کی مدد آئی اور

مسلمانوں کا ہاتھ اونچا ہوا تو یہ ہو دو منافقین کو بہت برا لگا

اب ﴿اِنْ تَتَسَوَّنَا حَسَنَةً تَسَوَّنَا﴾ کی مثال بیان فرماتے ہیں، یہ مثال ایک آیت میں ہے، آگے مثال کے متعلقات ہیں، یہ قرآن کریم کا اسلوب ہے، اسی لئے دوسری آیت کے شروع میں ﴿اِذَا﴾ ہے، اور اس سے پہلے اذکر پوشیدہ ہے، تاکہ اس کو مستقل حیثیت حاصل ہو جائے۔

بدر کی جنگ: اسلام کی پہلی جنگ تھی، اس وقت تک مسلمانوں کی حاکم واقعہ میں کوئی نمایاں حیثیت نہیں تھی، وہ بحیثیت قوم کسی شہرت میں نہیں تھے، اور سامان جنگ بھی کوئی خاص نہیں تھا، دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے، جن پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ اور چونکہ کسی مسلح فوج سے لڑنا پیش نظر نہیں تھا، ابوسفیان کے قافلہ کا تعاقب کرنا تھا، اس لئے جو لوگ وقت پر جمع ہو گئے ان کو ساتھ لے لیا، جن کی تعداد کم و بیش تین سو تیرہ تھی۔

دوسری طرف ایک ہزار آدمی پورے ساز و سامان کے ساتھ اپنا تجارتی قافلہ بچانے کے لئے مکہ سے نکلے تھے، ابو جہل

(۱) کبیت (ض) کبیتا: ذلیل و رسوا کرنا۔

لشکر کا کمانڈر انچیف تھا، لشکر کزافر، سامانِ حرب و عیش کے ساتھ، اور گانے بجانے والی عورتوں اور طلبوں کے ساتھ اکڑتا اتراتا روانہ ہوا تھا، اور بدر میں پہلے پہنچ گیا تھا، اور اس نے پانی کے چشمہ پر قبضہ کر لیا تھا، اور مناسب جگہوں کو اپنے لئے چھانٹ لیا تھا، جب مسلمان بدر میں پہنچے تو ان کو پانی ملانہ مناسب جگہ، ریحلا میدان تھا جہاں چلنا بھی دشوار تھا، پیر و دھنس رہے تھے، مگر اللہ نے بارش بھیجی جس سے ریت جم گئی، اور مسلمانوں نے چھوٹے چھوٹے حوض بنا کر پانی جمع کر لیا۔

پھر جنگ شروع ہوئی، پہلے انفرادی مقابلہ ہوا، پھر محسنان کی لڑائی شروع ہوئی، اور نبی ﷺ نے ایک مٹی لے کر مشرکین کی طرف پھینکی، مشرکین میں سے کوئی نہ بچا جس کی آنکھ، ناک اور منہ میں وہ مٹی نہ پہنچی ہو، مشت خاک پھینکنا تھا کہ کفار کا لشکر سراسیمہ ہو گیا، بڑے بڑے بہادر اور جان بازن قتل اور قید ہونے لگے، اور ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا کہ میدان کا رزار کا فیصلہ ہو گیا۔ ستر کا فرما رہے گئے اور ستر ہی گرفتار ہو گئے۔

اس غزوہ میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی کمک بھیجی، پہلے ایک ہزار، پھر اور دو ہزار پھر اور دو ہزار، کل پانچ ہزار فرشتے مسلمانوں کی امداد کے لئے اترے، یہ فرشتے کفار کو نظر آئے، جس سے ان پر دھاک بیٹھی، صحابہ کو یہ فرشتے عام طور پر نظر نہیں آئے، مگر فرشتوں کا اس جنگ میں نازل ہونا اور مسلمانوں کے ساتھ ان کا قتال کرنا آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے صراحتاً ثابت ہے، جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ جانتا چاہئے کہ دنیا عالم اسباب ہے، اس کی رعایت سے فرشتوں کو لشکر کی صورت میں مسلمانوں کی امداد کے لئے نازل فرمایا، ورنہ ایک ہی فرشتہ سب کے لئے کافی تھا۔

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّبِعُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی، جبکہ تم بے حیثیت (بے سر و سامان) تھے، پس اللہ سے ڈرو۔ یعنی منوعاتِ شرعیہ سے بچو، اور اس کے احکام کی تعمیل کرو، یہ آدھا مضمون فہمِ سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا ہے۔ تاکہ تم شکر بجالاؤ۔ اس کا تعلق نصرِ کم سے ہے۔

فائدہ: بدر کی دعا میں نبی ﷺ نے عرض کیا تھا: ”اے اللہ! اگر آپ چاہیں تو آپ کی پرستش نہ ہو!“ آیت میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ میں نے تمہاری مدد کی، اب تم منوعات سے بچو اور احکام کی تعمیل کرو، یہ بھی اللہ کی پرستش ہے۔

بدر میں کتنے فرشتے اترے تھے؟ تین ہزار یا پانچ ہزار؟

بدر میں کتنے فرشتے اترے تھے، تین ہزار یا پانچ ہزار؟ بلکہ سورۃ الانفال آیت ۹ میں ہے: ”وہ وقت یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تمہاری ایک ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا، جو سلسلہ وار آئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس لئے بھیجی تھی کہ وہ تمہارے لئے بشارت بنے، اور اس سے تمہارے

دلوں کو قرار آئے، اور نصرت تو اللہ ہی کی طرف سے ہے جو درست حکمت والے ہیں، اس آیت میں ایک ہزار فرشتوں کا ذکر ہے، اور یہ آیت بھی غزوہ بدر کے بارے میں ہے، اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ بدر میں کتنے فرشتے آئے تھے: ایک ہزار، تین ہزار یا پانچ ہزار؟

جواب: پہلے ایک ہزار آئے، پھر دو ہزار آئے تو تین ہزار ہو گئے، پھر دو ہزار آئے تو پانچ ہزار ہو گئے، فوج کی کمک اسی طرح آتی ہے، تاکہ فوج کا حوصلہ بڑھے اور دشمن پر دھاکا بیٹھے، جب نئی کمک نعرہ لگاتی ہوئی آتی ہے تو دشمن کا استیفاء خطا ہو جاتا ہے۔

﴿لَا تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ اَلَنْ يَكْفِيَكُمْ اَنْ يُبَدِّلَكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ اَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزِلِينَ ۝ بَلَىٰ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوا وَيَاْثُوْكُمْ مِّنْ قُوْرِهِمْ هٰذَا يُبَدِّلُكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ۝﴾

ترجمہ: (یاد کرو) جب آپ مسلمانوں سے کہہ رہے تھے: کیا تمہارے لئے یہ بات کافی نہیں کہ تمہارے پروردگار تمہاری مدد کریں آسمان سے اتارے ہوئے تین ہزار فرشتوں سے؟ کیوں نہیں! — یہ جواب ہے کہ کافی ہے — اگر تم میدان میں ڈٹے رہے، اور محتاط رہے، اور وہ تم پر اسی وقت فوراً بلے بول دیں تو تمہارے پروردگار پانچ ہزار وردی پوش فرشتوں سے تمہاری مدد کریں گے!

فائدہ: آسمان سے اتارے ہوئے: یعنی بڑے درجہ کے فرشتے ملا اعلیٰ، ورنہ جو فرشتے زمین پر موجود تھے (ملا سافل) ان سے بھی یہ کام لیا جاسکتا تھا (بیان القرآن)

فرشتے جب امداد کے لئے آتے ہیں تو کیا کام کرتے ہیں؟

فرشتے جب امداد کے لئے آتے ہیں تو کیا کام کرتے ہیں؟ باقاعدہ جنگ میں حصہ لیتے ہیں یا پشت پناہی کرتے ہیں؟ جواب: فرشتے جب بھی کسی جنگ میں نازل ہوتے ہیں تو لڑتے نہیں، بلکہ انسانوں کا کام ہے، فرشتے دلوں میں نیک جذبات ابھارتے ہیں، ہمت، بندھاتے ہیں اور مجاہدین کے کاموں میں کمک پہنچاتے ہیں، جیسے کسی مجاہد نے ہم بھیجنا اس کا نشان غلط ہو سکتا تھا، فرشتہ اس ہم کو صحیح جگہ گراتا ہے، یا مجاہد نے گیند لڑھکائی اس کو سومنٹر تک جانا چاہئے، فرشتہ نے اس میں کمک پہنچائی وہ ہزار میٹر تک چلی گئی، فرشتے جنگ میں اس طرح کا تعاون کرتے ہیں اور بدر کی جنگ میں فرشتوں کے لڑنے کی جو روایات ہیں ان کی صورت بھی یہی ہوئی تھی، صحابی نے تلوار چلائی، اس کی تلوار لکھنے سے پہلے ہی دشمن کا سر جدا ہو گیا، یہ فرشتہ کی کمک تھی۔

﴿وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُهْرًا لَّكُمْ وَلِتَطْلُبُوْا قُلُوْبَكُمْ بِهٖ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ

اللہ العَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱﴾

ترجمہ: اور اللہ نے اُس (مدد) کو تمہارے لئے صرف خوش خبری بنایا، اور تاکہ اُس (مدد) کی وجہ سے تمہارے دل مطمئن ہوں، اور مدد تو زبردست حکمت والے اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

جنگِ بدر میں امداد و نصرت کی حکمت

بدر میں کفار کے ستر لیڈر قتل ہوئے، اور ستر ہی قید ہوئے، باقی رسوا ہو کر پسا ہوئے: اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ اللہ نے ایسا اس لئے کیا کہ کفار کا زور ٹوٹے، اور اسلام کا راستہ ہموار ہو۔

﴿لِيَقْطَعَ طَرَقًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ﴾ ﴿۲﴾

ترجمہ: تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ایک حصہ کاٹ دیں — ان کو موت کی گھاٹ اتار دیں — جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا، یا ان کو رسوا کریں — قید ہوں یا پسا ہوں — پھر وہ نامراد ہو کر پلٹ جائیں!

جنگِ بدر میں جو فتح گئے ان میں سے کچھ مسلمان ہوئے

زمین و آسمان میں اختیارِ سارا اللہ کا ہے، وہ جس کو مناسب ہوگا ایمان کی توفیق دیں گے، اور جسے چاہیں گے کفر کی سزا میں پکڑ لیں گے، ہدایت میں رسولوں کا کوئی دخل نہیں، ہدایت و گمراہی صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے، اس میں اشارہ ہے کہ زندہ بچ جانے والوں کو ممکن ہے اللہ ہدایت دیدیں، پس جو مقتول ہوئے ان میں بھی اللہ کی حکمت تھی، اور جن کو بچا لیا ان میں بھی حکمت ہے۔

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَلَهُمْ ظُلُمُونَ ﴿۳﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ يَغْفِرْ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبْ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۴﴾﴾

ترجمہ: آپ کا معاملہ میں کچھ اختیار نہیں، یا تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف تو جہ فرمائیں گے یا ان کو سزا دیں گے، اس لئے کہ وہ ظالم (مشرک کافر) ہیں، اور اللہ ہی کے لئے ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں، اور جو چیزیں زمین میں ہیں، بخشش گے جسے چاہیں گے، اور سزا دیں گے جسے چاہیں گے، اور اللہ بڑے بخشنے والے، بڑے رحم فرمانے والے ہیں۔

سوال: آیت کریمہ: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ کس واقعہ میں نازل ہوئی ہے؟ روایات میں اختلاف ہے، کسی روایت میں ہے کہ جب نبی ﷺ غزوہ احد میں زخمی ہوئے تو زبانِ مبارک سے نکلا: ”وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ زخمی کر دیا جو ان کو اللہ کی طرف بلا رہا ہے!“ پس یہ آیت نازل ہوئی۔

اور کسی روایت میں ہے کہ جب بیر معونہ کے واقعہ میں کفار نے ستر قرآن کو شہید کیا تو آپؐ نے ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھا، پھر یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے بدو عابد کر دی۔ اور بخاری شریف (حدیث ۴۰۶۹) میں ہے کہ آپؐ نے تین شخصوں کے لئے بدو عابد کی تو یہ آیت نازل ہوئی — پس آیت کا واقعی شان نزول کیا ہے؟

جواب: یہ اختلاف کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، کیونکہ صحابہ ہر احتمالی صورت کے لئے انزل فی کذا استعمال کرتے تھے، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے الفوز الکبیر فی اصول التفسیر میں بیان کیا ہے، البتہ حقیقی شان نزول غرورہ بدر ہے، یہاں اسی سیاق میں یہ آیت آئی ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ دشمن خواہ کتنا ہی نقصان پہنچائے داعی کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ اس کے لئے بدو عابد کرے، ممکن ہے اللہ اس کو ہدایت دے کر بخش دیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۖ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۖ وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ۖ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكُلُوبِ وَالْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۖ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاجِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذُكِّرُوا اللَّهَ فَأَسْتَغْفَرُوا ۖ وَإِلَيْهِمْ يَلْجَأُونَ ۖ وَمَنْ يَعْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ ۖ وَلَمْ يُبَصِّرُوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۖ أُولَٰئِكَ جَزَاءُ هُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّتْ تَجْرِي مِّنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۗ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے وہ لوگو جو ایمان لائے	لا تَأْكُلُوا الرِّبَا	مت کھاؤ سود	أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً ^(۱)	کئی گنا (بڑھا کر) دو گنا پے دو گنا
--------------------------------	--------------------------	------------------------	-------------	--	------------------------------------

(۱) اضعاف: ضیف کی جمع: کئی گنا، یہ الفاظ متضاد فقہ میں سے ہے، جن میں ایک کا وجود دوسرے کے وجود کا متقاضی ہوتا ہے جیسے نصف اور زوج (۲) مضاعفہ: مفاعلة کے وزن پر مصدر ہے، ضیف سے بنا ہے، اور اضعاف کی تاکید کے لئے ہے، عربی میں تابع مہمل نہیں ہوتا، معنی دار ہوتا ہے اور تاکید کرتا ہے، جیسے ظلاً ظلیلاً گھنٹا سا یہ۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ	اور ڈرو اللہ سے	لِلْمُتَّقِينَ	پرہیزگاروں کے لئے	وَمَنْ يَغْفِرْ	اور کون بخشا ہے
لَعَلَّكُمْ	تا کہ تم	الَّذِينَ	جو لوگ	الذُّنُوبَ	گناہوں کو
تُغْفِرُونَ	کامیاب ہوؤ	يُنْفِقُونَ	خرچ کرتے ہیں	إِلَّا اللَّهُ	اللہ کے سوا
وَاتَّقُوا	اور ڈرو	فِي السَّرَّاءِ	خوش حالی میں	وَلَمْ يُبْسُوا	اور نہیں اڑتے وہ
النَّارَ الَّتِي	اس آگ سے جو	وَالضَّرَّاءِ	اور تنگ حالی میں	عَلَى مَا فَعَلُوا	اپنے کئے پر
أُعِدَّتْ	تیار کی گئی ہے	وَالْكَافِرِينَ	اور دہانے والے	وَهُمْ يَعْلَمُونَ	درانحالیکہ وہ جانتے ہیں
لِلْكَافِرِينَ	اسلام کا انکار کرنے	الْغَيْظَ	غصہ کو	أُولَئِكَ	وہی لوگ
والوں کے لئے		وَالْعَافِينَ	اور معاف کرنے والے	جَزَاءُ هُمْ	ان کا بدلہ
وَأَطِيعُوا اللَّهَ	اور حکم مانو اللہ کا	عَنِ النَّاسِ	لوگوں کو	مَغْفِرَةً	بخشش ہے
وَالرَّسُولَ	اور اس کے رسول کا	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	مَنْ تَوَهَّيْهُمْ	ان کے رب کی طرف سے
لَعَلَّكُمْ	تا کہ تم	يُحِبُّ	پسند کرتے ہیں	وَجَنَّتْ	اور باغات ہیں
تُرَحَّمُونَ	رحم کئے جاؤ	الْمُحْسِنِينَ	نیکیوں کا رو کو	تَجْرِي	بہتی ہیں
وَسَائِرُهَا	اور دودھ	وَالَّذِينَ	اور جو لوگ	مِنْ تَحْتِهَا	ان میں
لِئَلَّا مَغْفِرَةً	بخشش کی طرف	إِذَا فَعَلُوا	جب وہ کرتے ہیں	الْأَنْهَارُ	نہریں
مَنْ رَبِّكُمْ	اپنے پروردگار کی	فَاحْشَةً	کوئی بے حیائی کا کام	خَالِدِينَ	سدا رہنے والے
وَجَنَّةٍ	اور باغ کی طرف	أَوْ ظَلُمُوا	اور نقصان کرتے ہیں	فِيهَا	ان میں
عَرْضُهَا	جس کی چوڑائی	أَنْفُسَهُمْ	اپنی ذاتوں کا	وَنِعَمَ	اور کیا خوب ہے
السَّمَوَاتِ	آسمانوں	ذَكَرُوا اللَّهَ	یا کرتے ہیں وہ اللہ کو	أَجْمُرُ	حروری
وَالْأَرْضِ	اور زمین کی ہے	فَاسْتَغْفَرُوا	پس معافی چاہتے ہیں وہ	الْعَمِيلِينَ	کام کرنے والوں کی
أُعِدَّتْ	تیار کیا گیا ہے وہ	لِذُنُوبِهِمْ	اپنے گناہوں کی		

سو دُور مسلمانوں کو جہنم میں جانا پر سکتا ہے

فرمایا تھا: ”آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کی ملکیت ہے، وہ جسے چاہے بخشش اور جسے چاہے سزا دیں، اور وہ غفور رحیم ہیں، یعنی ان کی بخشش و رحمت غصب اور پکڑ سے آگے ہے، اب اس کی دو مثالیں دیتے ہیں، ایک ان لوگوں

کی جن کو اللہ تعالیٰ سزا دیں گے، اور وہ سودخور مسلمان ہیں، اور مثال کافروں کی نہیں دی، ان کو کفر و شرک کی ابدی سزا ملے گی، اور سودخور مسلمانوں کو ان کے گناہ کی وقتی سزا ملے گی۔ یہ ایسا سنگین گناہ ہے جس کی شاید معافی نہ ہو، محصاتِ مؤمنین کو بھی جہنم میں جانا پڑ سکتا ہے۔

فائدہ (۱): یہاں سود کے مسائل سے بحث نہیں، مسائل سورۃ البقرۃ میں آچکے ہیں، اور مثال سودخوروں کی دی ہے، سودی قرض لینے والوں کا تذکرہ نہیں کیا، ان کی مجبوری ہے، اگرچہ گناہ میں دونوں برابر کے شریک ہیں، مسلم شریف میں ہے: نعم مواء: وہ گناہ میں یکساں ہیں، تالی دو ہاتھ سے جیتی ہے، کوئی سود دے گا تو کوئی لے گا۔ مگر مثال سودخور کی دی ہے، اس کے لئے کوئی مجبوری نہیں۔

فائدہ (۲): سود میں طرح کا ہے: رہا القرض، رہا الفضل اور رہا المنسیء، قرآن کریم میں صرف اول کا ذکر ہے، باقی دو کا حدیثوں میں تذکرہ ہے۔ رہا القرض: مہاجنی سود کہلاتا ہے، یہ سنگین گناہ ہے، یہ بڑھتا جاتا ہے اور کئی گناہ ہو جاتا ہے، مثلاً: ایک ہزار روپے دس فیصد پر قرض دیئے تو ایک ماہ کے بعد قرضہ گیارہ سو ہو جائے گا، پھر اگلے مہینہ گیارہ سو پندرہ فیصد سود چڑھے گا، اسی طرح ہر ماہ دس فیصد سود اصل سرمایہ میں شامل ہوتا رہے گا، اور مجموعہ پندرہ فیصد سود بڑھے گا، اس طرح وہ ﴿أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً﴾ ہو جائے گا۔

اس لئے فرمایا کہ وہ نے پرونا کر کے سود مت لو، یعنی اللہ سے ڈرو اور رہا القرض سے بچو، آخرت کی کامیابی یہی ہے، سود لینے سے صرف دنیا میں مال بڑھتا ہے، مگر دنیا ہے کئی روز کی؟ پامدار زندگی آخرت کی ہے، وہاں کامیابی سود نہ لینے میں ہے، اگر سود لو گے تو اس جہنم میں جانا پڑ سکتا ہے جو درحقیقت کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے، مگر سخت گنہگار مؤمنین کو بھی اس میں جانا پڑ سکتا ہے، سودخوری ایسا ہی سخت گناہ ہے، پس اللہ کا اور ان کے رسول کا حکم مانو اور تینوں قسم کے سود سے بچو تاکہ تم پر اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائیں اور تمہیں بخش دیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝
وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۖ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَ الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! چند در چند بڑھا کر سود مت لو، اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم کا مایاب ہوو — تمہیں جنت نصیب ہو — اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے — جہنم درحقیقت کفار و شرکین کے لئے تیار کی گئی ہے، مگر سخت گنہگار مسلمانوں کو بھی سزا پانے کے لئے جہنم میں جانا پڑ سکتا ہے — اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانو، تاکہ تم پر مہربانی کی جائے — جہنم سے بچا لیا جائے، اور سیدھے جنت میں پہنچا دیا جائے!

جو مسلمان نیک کام کرتے ہیں اور گناہ ہو جائے تو توبہ کرتے ہیں ان کو بخش دیا جائے گا

دوسری مثال: ﴿يَغْفِرُ لِعَنِّيْكَ﴾ کی ہے، یہ پرہیزگار مسلمان ہیں، جنت انہیں کے لئے تیار کی گئی ہے، جس میں بے پناہ وسعت (گنجائش) ہے، آسمانوں اور زمین کو پھیلائیں تو جتنی ان کی وسعت ہے اتنی جنت کی چوڑائی ہے، پس اس کی لمبائی کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ لمبائی: چوڑائی سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور یہ بھی تشبیہ ہے، انسان کے ذہن میں آسمانوں اور زمین کی وسعت سے زیادہ کسی وسعت کا تصور نہیں، سورۃ ہود (آیات ۷۰-۱۰۸) میں جنت و جہنم میں غلو (بیشمار ہونے) کو ﴿مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ﴾ کی تشبیہ سے سمجھایا ہے، اسی طرح یہاں بھی اس تشبیہ سے جنت کی وسعت کو سمجھایا ہے، ورنہ اس کی وسعت کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا۔

یہ وسیع جنت پرہیزگاروں کے لئے بنائی ہے، اور پرہیزگار وہ ہیں جو نیکی کے تین کام کرتے ہیں:

- ۱- خوش حالی ہو یا تنگ حالی وجوہ خیر میں خرچ کرتے ہیں۔
- ۲- کسی بات پر غصہ آتا ہے تو اس کو پی جاتے ہیں، نکالنے نہیں۔
- ۳- لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرتے ہیں، سزا نہیں دیتے۔

ایسے ہی نیکوکاروں کو اللہ دوست رکھتے ہیں، اور خدا نخواستہ کوئی بے حیائی والا کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کوئی عام گناہ کر بیٹھتے ہیں تو فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور اپنے گناہوں کی اللہ سے معافی مانگتے ہیں، کیونکہ اللہ کے سوا گناہوں کو معاف کرنے والا کوئی نہیں۔ غرض وہ جانے تو جیتے اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے، انہیں حضرات کا بدلہ مغفرت اور باغات ہیں، جن میں نہریں رواں دواں ہیں، اس لئے وہ باغات سدابہار ہیں، وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے، پس کیسا اچھا ہے نیک عمل کرنے والوں کا صلہ!

فائدہ (۱): نبی ﷺ نے: ﴿ذُكِّرُوا اللّٰهَ﴾ سے صلاۃ التوبہ مستحب فرمائی ہے، اللہ کو یاد کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں، ان میں سب سے اعلیٰ شکل نماز ہے، نماز کا مقصد اور اس کا سب سے بڑا فائدہ اللہ کا ذکر ہے، لہذا جب بندہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو جائے تو اسے چاہئے کہ اچھی طرح پاکی حاصل کرے، پھر کم از کم دو رکعتیں اور زیادہ جتنی چاہے پڑھے، پھر عاجزی اور انکساری کے ساتھ گڑگڑا کر معافی مانگے، ان شاء اللہ اس کے گناہ پر قلم غفور پھیر دیا جائے گا۔

اور توبہ کی ماہیت تین چیزیں ہیں: گناہ پر پشیمان ہونا، اس گناہ کو چھوڑ دینا، اور آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرنا، جب یہ تین باتیں جمع ہوں گی تو توبہ تحقق ہوگی، ورنہ صرف زبانی جمع خرچ ہوگا۔

فائدہ (۲): ﴿ذُكِّرُوا اللّٰهَ﴾ میں اشارہ ہے کہ اللہ یاد ہوتے ہوئے گناہ نہیں ہو سکتا، جب آدمی اللہ کو بھولتا ہے

جیسی گناہ کرتا ہے، پھر نیک بندے کو گناہ سے فارغ ہوتے ہی اللہ یاد آتا ہے اور وہ معافی مانگتا ہے، اور برابر بندہ گناہ پر اڑتا ہے، اس کو اللہ یاد نہیں آتا، اور وہ گناہ میں پیر پارتا رہتا ہے۔

﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ ۚ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكُلُوبِ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَنُّوا أَنَّهُمْ كُفَرُوا بِاللهِ فَأَسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ ۚ وَمَن يَغْفِرِ اللهُ الذَّنْبَ إِلَّا اللهُ ۚ وَلَمَّا يُصِرُّوْا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ أُولَٰئِكَ جَزَاءُ هُم مَّغْفِرَتًا مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّتْ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَنَعَمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝﴾

ترجمہ: اور لپکوا اپنے پروردگار کی مغفرت حاصل کرنے کے لئے، اور ایسا باغ حاصل کرنے کے لئے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کی چوڑائی ہے، جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

پرہیزگار وہ لوگ ہیں جو خوش حالی اور تنگ حالی میں خرچ کرتے ہیں، اور غصہ دبانے والے ہیں، اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو پسند کرتے ہیں، اور وہ لوگ ہیں کہ جب وہ کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جو بے شرمی کا ہے یا وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں — یعنی کوئی بھی گناہ کا کام کرتے ہیں — تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس وہ اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں — اور اللہ کے سوا گناہوں کو بخشے والا کون ہے؟ — کوئی نہیں! — اور وہ جانتے بوجھتے اپنے کئے ہوئے گناہ پر اڑتے نہیں، انہیں لوگوں کا بدلہ ان کے رب کی مغفرت ہے اور ایسے باغات ہیں جن میں نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور کیسا شاندار بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا!

قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَمْثَلِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ۝ هَذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَنُورٌ ۚ وَالْمُتَّقِينَ ۝ وَلَا تَحْزَنُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ إِن يَمَسَّكُمْ قَرْصٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَصَلُّوا ۚ وَتِلْكَ الْآيَاتُ لِمَن ذَلَّلَهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنكُمُ شُهَدَاءَ ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكُفْرِينَ ۝ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ

جَهْدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ
 أَنْ تَلْقَوْهُ ۖ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝

فَدَحَلَتْ	تحقیق ہو چکے ہیں	مُؤْمِنِينَ	ایماندار	الطَّاهِرِينَ	نا انصافوں کو
مِنْ قَبْلِكُمْ	تم سے پہلے	لَنْ يَنْسَنَكُمْ	اگر بچا تمہیں	وَلِيُخَوِّصَ ^(۳)	اور تاکہ پاک صاف کریں
سُنَّ ^(۱)	واقعات	قَزَعٌ	زخم	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
فَسَبَّوْا	پس چلو بھرو	فَقَدْ مَسَّ	تو بالیقین پہنچ چکا ہے	الَّذِينَ	ان کو جو
فِي الْأَرْضِ	زمین میں	الْقَوْمِ	لوگوں کو	أَمْثُوا	ایمان لائے
فَانْظُرُوا	پس دیکھو	قَزَعٌ	زخم	وَيَمْنَعُوا	اور منائیں وہ
كَيْفَ كَانَ	کیسا تھا	مِثْلُهُ	اس کے مانند	الْكَافِرِينَ	اسلام قبول نہ کرنے
عَاقِبَةُ	انجام	وَتَلَاكَ الْآيَاتُ	اور یہ دن		والوں کو
الْمُكَذِّبِينَ	جھٹلانے والوں کا	نَدَاوَلَهَا	اوتے بدلتے رہتے	أَمْ حَسِبْتُمْ	کیا خیال ہے تمہارا
هَذَا بَيِّنٌ	یہ وضاحت ہے	ہیں ہم ان کو	آن تَذْخُلُوا	کہ داخل ہو جاؤ گے تم	
لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے	بَيْنَ النَّاسِ	لوگوں کے درمیان	الْجَنَّةِ	جنت میں
وَهَذَا	اور راہ نمائی	وَيَعْلَمُ	اور تاکہ جانیں	وَلَكِنَّا يَعْلَمُ	اور اب تک نہیں جانا
وَمَوْعِظَةٌ	اور نصیحت ہے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ نے
لِلْمُتَّقِينَ	پرہیز گاروں کے لئے	الَّذِينَ آمَنُوا	ان کو جو ایمان لائے	الَّذِينَ	ان کو جو
وَلَا يَهِنُوا ^(۲)	اور نہ ست پڑو	وَيَتَّخِذُوا	اور بنائیں وہ	جَهْدُوا	لڑے
وَلَا تَخْذَلُوا	اور نہ غم کھاؤ	وَمِنْكُمْ	تم میں سے	وَمِنْكُمْ	تم میں سے
وَأَنْتُمْ	اور تم ہی	شَهِدَاءُ	شہداء	وَيَعْلَمُ ^(۳)	اور (نہیں) جانا
الْأَعْيُنَ	غالب رہو گے	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	الصَّابِرِينَ	ثابت قدم رہنے والوں کو
إِنْ كُنْتُمْ	اگر ہوئے تم	لَا يُؤْبَى	نہیں پسند کرتے	وَلَقَدْ كُنْتُمْ	اور البتہ تحقیق تھے تم

(۱) مسکن: سنۃ کی حق راہ، طریقہ، مردود واقعات ہیں (۲) کوہن یھن: ہٹنا، کمزور پڑنا، سست ہونا (۳) مَخَصَصُ الشَّيْءِ: خالص بنانا، آلودگی دور کرنا (۴) یحلم پہلے یحلم پر معطوف ہے اور اس سے پہلے ان نامیہ مقدر ہے، جیسے لا تاكل السمك وتشرب اللبن۔

تَمُوتُونَ	آرزو کرتے	أَنْ تَلْقَوْهُ	اس سے کہ ملاقات کرو	رَأَيْتُمُوهُ	دیکھ لیا تم نے اس کو
الْمَوْتِ	موت کی	فَقَدْ	تم اس سے	وَأَنْتُمْ	درنحالیکہ تم
مِنْ قَبْلِ	پہلے		پس واقعہ یہ ہے	تَنْظُرُونَ	دیکھ رہے ہو

غزوہ احد کا بیان

گذشتہ سلسلہ بیان پورا ہوا۔ اب غزوہ احد میں ہزیمت کی حکمتوں کا بیان شروع ہوتا ہے، شروع میں دو تمہیدیں ہیں: تمہید بعید اور تمہید قریب، پھر غزوہ احد میں ہزیمت کی چھ حکمتیں بیان کی ہیں۔

انبیاء کی تکذیب کرنے والے ہمیشہ ہلاک ہوئے ہیں

شروع کی دو آیتوں میں تمہید بعید ہے، ان میں سے پہلی آیت میں مشرکین کہہ سے خطاب ہے کہ ماضی میں ایسے واقعات پیش آچکے ہیں جن میں انبیاء کی تکذیب کرنے والے تباہ ہوئے ہیں، تم سرزمین عرب میں چل پھر کر ان ظالموں کا انجام دیکھو، عادیثہ و عادیثہ کے واقعات سے اور قوم لوط اور اصحاب مدین کی تباہی سے عبرت حاصل کرو، کیا آج نبی ﷺ کی تکذیب کا انجام اس سے مختلف ہوگا؟ یہ لوگوں (مشرکوں) کے لئے وضاحت ہے، ان کے لئے کھول کر بات، بیان کر دی ہے، پھر دوسری آیت کے نصف آخر میں مسلمانوں کے تعلق سے فرمایا ہے کہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے قرآن کا یہ بیان ہی راہ نما اور نصیحت ہے، ان کو زمین میں چلنے پھرنے کی ضرورت نہیں، ان کے لئے قرآن کا یہ بیان کافی ہے۔

﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ، فَسِيرُوا فِي الْأَكْثَرِ مِنْ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ٥﴾
هَذَا بَيِّنَاتٍ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ٦

ترجمہ: بالیقین تم سے پہلے واقعات پیش آچکے ہیں، پس تم سرزمین عرب میں چل پھر کر دیکھو انبیاء کو جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا؟ یہ لوگوں (مشرکوں) کے لئے وضاحت ہے، اور اللہ سے ڈرنے والوں (مسلمانوں) کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔

۱۔ آخری فتح مسلمانوں کی ہوگی اگر وہ ایمان میں مضبوط رہیں

۲۔ احد میں مسلمانوں کو زخم پہنچا ہے تو ویسا ہی زخم فریق مقابل کو بھی پہنچ چکا ہے

پھر دو آیتیں بطور تمہید قریب ہیں، جنگ احد میں عارضی ہزیمت پیش آئی تھی، مسلمان مجاہدین زخموں سے چور تھے، ان کے بہادروں کی لاشیں منظر کی ہوئی ان کی آنکھوں کے سامنے پڑی تھیں، بدبختوں نے نبی ﷺ کو بھی زخمی کر دیا تھا، اور

یہ ظاہر ہزیمت کا مظہر سامنے تھا، اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں، اور مسلمانوں سے دو باتیں کہیں:

پہلی بات: بختیوں سے مت گھبراؤ، دشمن کے سامنے نامردی کا مظاہرہ مت کرو، اور یاد رکھو! آج بھی تم ہی سر بلند ہو، حق کی حمایت میں تکلیفیں اٹھا رہے ہو، جانیں دے رہے ہو، اور آخری فتح بھی تمہاری ہی ہوگی، انجام کار تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ ایمان کے راستہ پر مستقیم رہو، اور اللہ کے وعدوں پر اعتماد کرتے ہوئے اطاعت رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے قدم نہ ہٹاؤ، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا، اور پشمرہ جسموں میں حیات نو پھونک دی، نتیجہ یہ ہوا کہ کفار جو بہ ظاہر غالب آچکے تھے، زخم خوردہ مجاہدین کے جوابی حملہ کی تاب نہ لاسکے اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔

دوسری بات: مسلمانوں کو جنگ احد میں جو شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا، اس سے وہ شکستہ خاطر ہو گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان ٹوٹے دلوں کو جوڑا، مسلمانوں کو تسلی دی کہ اگر اس لڑائی میں تم کو زخم پہنچا ہے اور تکلیف اٹھانی پڑی ہے تو ایسا ہی حادثہ فریق مقابل کے ساتھ پیش آچکا ہے، احد میں تمہارے ستر آدمی شہید ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے تو ایک سال پہلے بدر میں ان کے ستر آدمی جہنم رسید ہوئے، اور بہت سے زخمی ہوئے اور ستر کوفہ نے گرفتار کیا، اور اس جنگ میں اور اس جنگ میں تمہارا کوئی آدمی گرفتار نہیں ہوا، تمہیں قید کی ذلت سے محفوظ رکھا، پس اگر تم اپنے نقصان کا ان کے نقصان سے موازنہ نہ کرو گے تو غم کا مداوا ہو جائے گا۔

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (۱) اِنْ يَّمْسَسْكُمُ قَرْصٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْصٌ مِّثْلُهُ ﴿۱﴾

ترجمہ: (۱) اور تم (احد میں ہزیمت سے) بہت مت ہارو، اور کچھ غم نہ کھاؤ، اور (آئندہ) تم ہی غالب رہو گے اگر تم کھرے مومن ثابت ہوئے (۲) اگر تم کو زخم پہنچا ہے تو قوم (مشرکین) کو بھی ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے۔

غزوہ احد میں ہزیمت کی چھ حکمتیں

اس کے بعد غزوہ احد میں عارضی ہزیمت کی چھ حکمتیں بیان کی ہیں:

پہلی حکمت: سنت الہی یہ ہے کہ جب حق و باطل کی کشمکش ہوتی ہے تو کامیابی اور ناکامی کو اللہ تعالیٰ اولتے بدلتے رہتے ہیں، کبھی مسلمان کامیاب ہوتے ہیں کبھی مخالفین، تاکہ پردہ پڑا رہے، غیب پر ایمان لا نا ضروری ہے، اگر ہر جنگ میں مسلمانوں کا ہاتھ اونچا رہے تو بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ حق یہی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ پردہ ڈالے رہتے ہیں، کبھی مسلمان غالب آتے ہیں کبھی کافر، ہر قل نے بھی یہی بات کہی تھی کہ انبیاء کا بھی امتحان ہوتا ہے، مگر اچھا انجام انہی

کے لئے ہے۔

دوسری حکمت: اللہ تعالیٰ مؤمنین اور منافقین کے درمیان امتیاز کرنا چاہتے ہیں، دیکھو عین موقع پر منافقین مسلمانوں سے الگ ہو گئے، انھوں نے دیکھا کہ سامنے تین ہزار کی نفری ہے، پھر وہ اپنی جانوں کو جو کھوں میں کیوں ڈالیں؟ مگر مؤمنین ثابت قدم رہے، کیونکہ چٹ بھی ان کی تھی اور پٹ بھی ان کی!

تیسری حکمت: اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تم میں سے بعضوں کو مقام شہادت پر فائز کریں، اس لئے عارضی ہزیمت ہوئی اور مؤمنین نے جام شہادت نوش فرمایا۔

عارضی ہزیمت کی یہ آخری دو حکمتیں اس وجہ سے نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو عالم لوگ پسند ہیں اس لئے ان کو کامیاب کیا، وہ تو اللہ کے نزدیک مغضوب ہیں، چنانچہ ان کو ایمان و شہادت کے مقام سے دور پھینک دیا، اصل حکمت: مؤمنین کو آستین کے سانپوں سے بچانا اور مؤمنین کو ایمان کا صلد دینا ہے۔

چوتھی حکمت: عارضی ہزیمت کی ایک حکمت مؤمن اور کافر کو پرکھنا بھی ہے، مسلمانوں کو گناہوں سے پاک صاف کرنا اور کافروں کو آہستہ آہستہ مٹا دینا ہے، وہ اپنے عارضی غلبہ اور وقتی کامیابی پر مسرور و مغرور ہو کر کفر و طغیانی میں پیر بساریں گے اور خدا کے قہر و غضب کے اور زیادہ مستحق بنیں گے اور رفتہ رفتہ صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے، اس واسطے یہ عارضی ہزیمت مسلمانوں کو ہوئی، ورنہ اللہ تعالیٰ کافروں سے راضی نہیں۔

پانچویں حکمت: جنت کے جن اعلیٰ مقامات اور بلند درجات پر اللہ تعالیٰ تم کو پہنچانا چاہتے ہیں کیا تم سمجھتے ہو کہ بس یونہی آرام سے وہاں پہنچ جاؤ گے؟ اور اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان نہیں کریں گے؟ اور یہ نہیں دیکھیں گے کہ تم میں سے کتنے اللہ کی راہ میں لڑنے والے اور لڑائی کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہیں؟ ایسا خیال دل میں مت لانا، مقامات عالیہ پر وہی لوگ فائز ہوتے ہیں جو خدا کی راہ میں ہر طرح کی سختیاں جھیلتے ہیں اور قربانیاں پیش کرتے ہیں۔

یہ رحمہ بلند ملا جس کو مل گیا ﴿﴾ ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں!

چھٹی حکمت: احد میں عارضی ہزیمت صحابہ کی آرزو کا نتیجہ تھی، جو صحابہ بدر کی جنگ میں شرکت سے محروم رہ گئے تھے وہ شہدائے بدر کے فضائل سن کر تمنا کیا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ پھر کوئی موقع لائیں تو ہم بھی راہِ خدا میں مارے جائیں اور شہادت کے مراتب حاصل کریں، انہی حضرات نے مشورہ دیا تھا کہ مدینہ سے باہر نکل کر لڑنا چاہئے، ان کو بتایا کہ جس چیز کی تم پہلے تمنا کیا کرتے تھے وہ تمنا آنکھوں کے سامنے آگئی تو اب افسوس کیسا؟ اور مقام شہادت عام طور پر کامیابی کی صورت میں ہاتھ نہیں آتا، ہزیمت کی صورت میں ملتا ہے۔

نوٹ: آیات کی تفسیر فرائض الہند سے ترتیب و الفاظ بدل کر لی گئی ہے۔

﴿وَلِلَّهِ الْأَيَّامُ نَدَاؤُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِلَّهِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذُ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۚ وَلِلِّيحْصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذُ الْكُفْرِينَ ۚ أَمَرَ حَبِيبُهُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الضَّالِّينَ ۚ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ ۖ فَقَدْ رَآيَهُمْ وَ أَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۚ﴾

ترجمہ: (۱) اور ہم یہ دن لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں (۲) تاکہ اللہ تعالیٰ جان لیں ان لوگوں کو جو مومنین ہیں (۳) اور تم میں سے بعضوں کو مقام شہادت پر فائز کریں — اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں (شرک کرنے والوں) سے محبت نہیں رکھتے — (۴) اور (یہ دن بدلتے رہتے ہیں) تاکہ ایمان والوں سے میل یکجہ صاف کریں! اور کافروں کو مٹا دیں (۵) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں پہنچ جاؤ گے مگر ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے لڑنے والوں کو تم میں سے اور معلوم نہیں کیا ثابت قدم رہنے والوں کو (۶) اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ تم مرنے کی تمنا کیا کرتے تھے، موت کے سامنے آنے سے پہلے (یا اس واقعہ سے پہلے) سوا ب دیکھ لیا تم نے اس کو اپنی آنکھوں سے!

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۖ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَأَنْ يَمَاتَ أَوْ قَتَلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَكَ لِیَضْرَ اللَّهُ شَيْئًا ۚ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۚ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ كَتَبْنَا مُوَجَّلَاءَ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَسَجَّزِي الشَّاكِرِينَ ۚ وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيِّ قُتِلَ مَعَهُ ۚ رِيتُونَ كَثِيرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الضَّالِّينَ ۚ وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَلَا سِرَافَنَا فِي أَمْرِنَا ۚ وَثَبَّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۚ فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۚ

وَمَا مُحَمَّدٌ اور نہیں ہیں محمدؐ إِلَّا رَسُولٌ مگر ایک رسول قَدْ خَلَتْ تحقیق ہو چکے ہیں

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ^(۱)	ان سے پہلے رسول	کُذِّبَتْ مُؤَجَّلًا	لکھا ہوا وقت مقرر کیا ہوا	فِي سَيِّئِلٍ رَاسَتِهِ	راستے میں
أَقَالِينَ مَمَات	کیا پس اگر مر گئے وہ	وَمَنْ يَرْجُ ثَوَابَ الدُّنْيَا	اور جو چاہتا ہے دنیا کا بدلہ	وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ^(۲)	اور نہیں ست پڑے وہ اور نہ دبے وہ
أَوْ قَتِيلٍ انْقَلَبْتُمْ	یا مار دیے گئے وہ (تو) پلٹ جاؤ گے تم	فَوَيْلٌ وَمَنْ يَرْجُ	دیتے ہیں ہم اس کو اس میں سے کچھ	وَاللَّهُ يُحِبُّ	اور اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں
عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ	اپنی ایڑیوں پر اور جو پلٹ جائے گا	وَمَنْ يَرْجُ ثَوَابَ الْآخِرَةِ	اور جو چاہتا ہے آخرت کا بدلہ	الضَّالِّينَ وَمَا كَانَ	جھنے والوں کو اور نہیں تھی
عَلَىٰ عَصَبِيٍّ فَكَانَ	اپنی ایڑیوں پر پس ہرگز نہیں	ثَوَابُهُ وَمَنْ يَرْجُ	دیں گے ہم اس کو اس میں سے	قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ	ان کی بات مگر یہ کہ
يُضَيِّرُ اللَّهُ شَيْئًا	نقصان پہنچا دے گا وہ اللہ کو ذرا بھی	وَسَيُجْزَى الشَّاكِرِينَ	اور اب بدلہ دیں گے ہم حق ماننے والوں کو	قَالُوا رَبَّنَا	کہا انھوں نے اے ہمارے رب!
وَسَيُجْزَى اللَّهُ	اور ابھی بدلہ دیں گے اللہ تعالیٰ	وَكَايِنَ قِيَمَتِي	اور بہت سے انبیاء	اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا	بخش دے ہمارے لئے ہمارے گناہ
الشَّاكِرِينَ وَمَا كَانَ	حق ماننے والوں کو اور نہیں ہے	فَشَلَّ مَعَهُ رَبِّيُونَ ^(۲)	لڑے اس کے ساتھ اللہ والے	وَأَسْرَأْنَا فِي أَصْرِنَا	اور ہماری زیادتی ہمارے کام میں
لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ	کسی شخص کے لئے کہ مرے وہ	كَثِيرٌ فَمَا وَهَلُوا ^(۳)	بہت پس نہیں کمزور پڑے وہ	وَتَكَلَّبَتْ أَفْقَادَنَا	اور جھامدے ہمارے پیار
إِلَّا يَذَّذُنَ اللَّهُ	مگر حکم سے اللہ کے	إِنَّمَا أَصَابَهُمْ	اس کی وجہ سے جو پہنچی ان کو	وَأَنْصَرْنَا عَلَى الْقَوْرِ	اور مدد فرما ہماری لوگوں پر

(۱) الوصل: میں الف لام حمی ہیں استغراقی نہیں، اثبات مدعی میں استغراق کو کوئی دخل نہیں، جیسے سورۃ المائدہ (آیت ۷۵) میں بھی الف لام حمی ہیں (فوائد) (۲) دیون: غالباً سریانی زبان کا لفظ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ ”جماعتوں“ کیا ہے اور اس کا واحد بڑی بتایا ہے، مفسرین عام طور پر اس کا ترجمہ: خدا کے طالب، خدا پرست، اللہ والے کرتے ہیں (۳) وَهَلُوا: يَهِنُ وَهْنًا فَلَانٌ: کام میں کمزور ہونا (۴) اسْتَكَانَ: عاجز و ذلیل ہونا، دشمن کے سامنے دینا، بے بس اور کم ہمت ہونا۔

الْكَافِرِينَ فَأَنشَأَهُمُ اللَّهُ	نہ ماننے والے پس دیا ان کو اللہ نے	ثَوَابَ الذَّنْبِ وَحُسْنٍ ثَوَابِ الْآخِرَةِ	دنیا کا بدلہ اور خوب آخرت کا بدلہ	وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ	اور اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں نیکی کاروں کو
---	--	---	---	--	---

جہاد کلمۃ اللہ کی سر بلندی کے لئے ہے، رسول کی ذات کے لئے نہیں

اب غزوہ احد کے متعلقات (گفتی باتوں) کا تذکرہ ہے، غزوہ احد میں جنگ کا پانسا اس وقت پلٹنا تھا جب لشکر کے عقب میں پہاڑی پر جو چچاس تیر اندازوں کا پہرہ بٹھایا تھا، ان میں سے چالیس نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی، جب درہ خالی ہو گیا تو خالد بن ولید نے سواروں کے رسالہ کے ساتھ عقب سے حملہ کر دیا، اور سامنے جو کفار بھاگے جا رہے تھے وہ بھی پلٹ گئے، اور گھسان کا رن پڑا، اپنے پرانے کی تمیز نہ رہی، اور کتنے ہی مجاہدین شہید ہو گئے، اس وقت ابن قیس نے ایک ہماری پتھر پھینکا جس سے نبی ﷺ کا دندان مبارک شہید ہو گیا، اور غوثِ کرامتے میں لوہے کا گڑا گھس گیا، آپ ﷺ زمین پر گر پڑے اور شیطان نے آواز لگائی: محمد مارے گئے! پھر کیا تھا مسلمانوں کے ہوش اڑ گئے، ان کے پاؤں اکھڑ گئے، اور بعض تو ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ گئے کہ اب لڑنا فضول ہے، اور بعض ضعیف و غنم سے مصالحت کی سوچنے لگے، اسی کا ایک آیت میں تذکرہ ہے، فرماتے ہیں: محمد ﷺ صرف اللہ کے رسول ہیں، یہ حصر اضافی ہے، الوہیت کے تعلق سے حصر کیا ہے، یعنی حضرت محمد ﷺ خدا نہیں، خدا کے رسول اور بندے ہیں، اور بندوں کو جو احوال پیش آتے ہیں وہ آپ کو بھی پیش آسکتے ہیں، اور آپ سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں، ان کو بھی موت آئی ہے، جو ہر نفس کو آتی ہے، پس اگر آپ کا انتقال ہو جائے — اس تقدیم میں اشارہ ہے کہ آپ کی طبعی موت ہوگی — یا آپ شہید کئے جائیں جیسی کسی نے افواہ اڑائی تھی، تو کیا تم اٹے پاؤں کفر کی طرف پلٹ جاؤ گے؟ — استفہام انکاری ہے یعنی تمہیں اللہ کا دین نہیں چھوڑنا چاہئے، اللہ سدا زندہ ہیں، پس ان کا دین بھی ہمیشہ کے لئے باقی ہے۔ سنو! اگر رسول کی تشریف بری کے بعد کوئی اللہ کا دین چھوڑ کر اٹے پاؤں کفر کی طرف پلٹ جائے گا تو اللہ کا کیا بگڑے گا؟ — اس میں اشارہ ہے کہ آپ کی وفات کے بعد کچھ لوگ مرتد ہو گئے، مگر اس سے اسلام کا کچھ نقصان نہیں ہوگا — اور جو لوگ دین پر جمے رہیں گے اور نعمتِ اسلام کی قدر کریں گے ان کو اللہ تعالیٰ داریں میں خوب نوازیں گے، سین: فریب کے لئے ہے یعنی کچھ ہی وقت کے بعد دنیا میں بھی ان کو ان کے جہاد کا بدلہ ملے گا، اور سین: آخرت کے بدلہ کو بھی شامل ہے۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۖ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَأَمِنَ مَنَآت أَوْ قُتِلَ انْفَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَتَّقِلْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَئِنْ يَصْضُرَ اللَّهُ شَيْئًا وَسَيَجْزِيَنَّ اللَّهُ الشَّكِرِينَ ۝﴾

ترجمہ: محمد (ﷺ) صرف رسول ہیں — یعنی خدا نہیں کہ ان کو موت نہ آئے — ان سے پہلے رسول ہو چکے ہیں — ان کو بھی موت آئی ہے اور شہید بھی ہوئے ہیں — پس اگر ان کا (محمد ﷺ کا) انتقال ہو جائے یا وہ قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر (کفر کی طرف) پلٹ جاؤ گے؟ اور جو اپنی ایڑیوں پر (کفر کی طرف) لوٹ جائے گا تو وہ ہرگز اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا، اور اللہ تعالیٰ ابھی شکر گزار بندوں کو صلہ عطا فرمائیں گے!

موت کا وقت مقرر ہے، ہمیدان میں بھی آسکتی ہے اور دوسری جگہ بھی!

غزوہٴ احد میں مسلمانوں کا بھاری جانی نقصان ہوا تھا، ستر صحابہ شہید ہو گئے تھے، اسلام کا ابھی ابتدائی دور تھا، اس لئے یہ معمولی نقصان نہیں تھا، اس صورتِ حال سے سب شکستہ خاطر تھے، ایک آیت میں ان کو تسلی دیتے ہیں کہ موت کا وقت مقرر ہے، جہاں جس طرح موت لکھی ہے آئے گی، خواہ میدانِ جنگ میں آئے خواہ دوسری جگہ، پس اگر تقدیر کی بات پیش آئی تو اس میں دل گیر ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ ہوائی جہاز گرتا ہے، ٹرینیں ٹکراتی ہیں، ایکسیڈنٹ ہوتا ہے اور جائیں جاتی ہیں، ان کی اسی طرح ایک ساتھ موتیں لکھی ہوئی تھیں، اور قسمت کا لکھنا نہیں سکتا، اور واقعہ رونما ہونے کے بعد تقدیر پر توکل کرنا شریعت کی تعلیم ہے۔

پھر آخر میں ان لوگوں پر تعریض (چوٹ) ہے جنہوں نے مالِ غنیمت کی لالچ میں حکمِ عدویٰ کی تھی، فرماتے ہیں: جو دنیا کا بدلہ (غنیمت) چاہتا ہے اس کو دنیا میں اللہ جتنا چاہتے ہیں دیتے ہیں مگر آخرت میں اس کے لئے محرومی ہے، اور جو فرمانِ برداری پر ثابت قدم رہے، محاذ نہیں چھوڑا اور جامِ شہادت نوش فرمایا ان کو آخرت میں صلہ ملے گا، یہی بندے حق شناس ہیں، ان کو ان کا بھرپور بدلہ ملے گا۔

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كَتَبْنَا مُبَلِّغًا وَمَنْ يُؤْذِ ثَوَابَ الدُّنْيَا نَفْسًا مِنْهَا وَمَنْ يُؤْذِ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نَفْسًا مِنْهَا وَسَجَّزِي الشَّاكِرِينَ﴾

ترجمہ: اللہ کے حکم کے بغیر کوئی شخص مرتا نہیں، ہر مردہ مدت لکھی ہوئی ہے، اور جو دنیا کا بدلہ چاہتا ہے: ہم اس کو دنیا میں سے کچھ دیتے ہیں، اور جو آخرت کا بدلہ چاہتا ہے: ہم اس کو آخرت میں سے عطا کریں گے، اور ہم جلد شکر گزاروں کو صلہ عطا فرمائیں گے۔

کم ہمتوں کی عبرت کے لئے ماضی کی ایک مثال

جنگِ احد میں کچھ مسلمانوں نے کمزوری دکھلائی، بعض نے تو یہ تک کہا کہ کسی کو بیچ میں ڈال کر یوسفیان سے امن

حاصل کرو، ان مسلمانوں کو معیہ فرماتے ہیں کہ تم سے پہلے بہت سے اللہ والوں نے نبیوں کے ساتھ ہو کر کفار سے جنگ لڑی ہے، جس میں بہت تکلیفیں اور سختیاں جھیلی ہیں، مگر ان کے عزائم میں کمزوری نہیں آئی، نہ انھوں نے ہمت ہاری، نہ ڈھیلے پڑے، نہ دشمن سے دبے، بلکہ دعا کرتے رہے: ”اللہ! ہمارا گناہ معاف فرما، ہماری تفصیلات سے درگزر فرما، ہمارے دلوں کو مضبوط فرما، اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما“ ایسے ہی ثابت قدم رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں۔

فائدہ: بسا اوقات مصیبت کے آنے میں لوگوں کے گناہوں اور کوتاہیوں کا دخل ہوتا ہے، کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس سے کبھی کوئی کوتاہی نہیں ہوئی؟ اس لئے کوئی مصیبت آئے تو فوراً اللہ کی طرف رجوع کرے، گناہ کی معافی مانگے اور کوتاہی نہ کرنے کا عزم کرے، ان شاء اللہ اللہ کی مدد آئے گی اور مصیبت دور ہوگی۔

﴿وَكَايَنَ قَوْمٍ لَّبِثٍ قَلِيلًا مَّعَهُ رَبِّيُونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَنُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابٍ لْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝﴾

ترجمہ: بہت سے نبیوں کے ساتھ ہو کر اللہ والوں نے (دشمنوں سے) لڑائی لڑی ہے، پس وہ کمزور نہیں پڑے، ان مصائب کی وجہ سے جو ان کو اللہ کے راستہ میں پہنچے، اور نہ وہ سست پڑے اور نہ دبے، اور اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں اور ان لوگوں کی دعا پس بھی تھی کہ الہی! ہمارے لئے ہمارے گناہ معاف فرما، اور (جنگ میں) ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما، اور ہمارے قدموں کو جما دے، اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما! پس اللہ نے ان کو دنیا کا بدلہ (کامیابی) دیا، اور آخرت کا بدلہ تو وہاں وہاں اور اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو پسند کرتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ۝ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ ۝ سَلِّقُوا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ ۖ بِمَا أَشْرَكُوا بِإِلَهِهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانٌ ۚ وَمَا لَهُمْ الشَّارِدُ وَبِئْسَ مَثْوًى الظَّالِمِينَ ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا يَزِيدُكُمْ عَلَىٰ أَفْعَالِكُمْ خَاسِرِينَ بِئْسَ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَذِيلٌ	ان لوگوں کا جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا پھیر دیں گے وہ تم کو تمہاری ایڑیوں پر پس پلٹ جاؤ گے تم گھاٹا پائے ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کارساز ہیں اور وہ بہترین	التَّاجِرِينَ سَنُلْقِيْهِمْ فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرَّعْبَ يَبْتَئِسُكُمْ بِاللَّهِ	مددگار ہیں ابھی ڈالیں گے ہم دلوں میں ان لوگوں کے جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا دھاک (ہیبت) ان کے شریک کرنے کی وجہ سے اللہ کے ساتھ	مَا كُنْتُمْ يُنْزِلُ يَا سُلَاطِنًا وَمَا لَهُمْ النَّارُ وَيُسْ مَشْوَءٌ الظَّالِمِينَ	ان صورتوں کو کہ نہیں اتاری اللہ نے ان کے شریک ہونے کی کوئی دلیل اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور برا ہے ٹھکانا نا انصافوں (شرکوں) کا
---	--	---	--	---	--

مشرکین نے مسلمانوں کو کفر کی طرف لوٹنے کی دعوت دی

جنگ منٹ گئی، میدان میں ۳۷ کفار ڈھیر ہوئے پڑے تھے، اور ۷ صحابہ نے جام شہادت نوش فرمایا تھا، باقی مسلمان بشمول نبی ﷺ زخمی تھے، آپ ایک اونچی چٹان پر چڑھ گئے، صحابہ بھی آپ کے پاس جمع ہو گئے، کفار بھی سامنے کی پہاڑی پر چڑھ گئے ابوسفیان (کمانڈر) نے پوچھا: افیکم محمد؟ کیا تم میں محمد ہیں؟ آپ نے فرمایا: جواب مت دو، پھر اس نے پوچھا: افیکم ابو بکر؟ کیا تم میں ابو بکر ہیں؟ آپ نے فرمایا: جواب مت دو، پھر اس نے پوچھا: افیکم عمر؟ کیا تم میں عمر ہیں؟ آپ نے فرمایا: جواب مت دو، ابوسفیان نے اعلان کیا: تینوں مارے گئے! یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے برداشت نہ ہو سکی، اور فرمایا: تینوں زمین سے تیری خاک گر گرنے کے لئے موجود ہیں!

اس کے بعد ابوسفیان نے نعرہ لگایا: اَعْلُ هُبْلُ، ہبل بت کی بجائے نبی ﷺ نے فرمایا: اس کا جواب دو، لوگوں نے کہا: کیا جواب دیں، فرمایا: کہو: اللہ اعلیٰ و اجل: اللہ برتر و بالا ہیں، ابوسفیان نے دوسرا نعرہ لگایا: لَنَا الْعُزَّىٰ وَلَا عُزَّىٰ لَكُمْ: ہمارے لئے عزى بت ہے، تمہارے پاس یہ بت نہیں! آپ نے فرمایا: اس کا جواب دو، لوگوں نے پوچھا: کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: کہو: اللہ مولانا و لامولیٰ لکم: ہمارا کارساز اللہ ہے، تمہارا کوئی کارساز نہیں!

ان انہوں میں مسلمانوں کو دعوت دی تھی کہ ہبل کی طرف لوٹ آؤ عزت پاؤ گے، تمہارے نئے مذہب نے تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا، پہلی دو آیتوں میں اس کا تذکرہ ہے۔

اور موقع تھا کہ مسلمانوں پر جھاڑو پھیر کر جائیں، مگر اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر

بھاگے، تیسری آیت میں اس کا تذکرہ ہے۔ اور دھاک کی وجہ ان کے شرک کو قرار دیا ہے، کیونکہ پائے چوبیس (لکڑی کے پاؤں) سے چل نہیں سکتے اور اللہ کی قدرت کامل ہے، پھر آخر میں ان کا اخروی انجام بیان کیا ہے۔

آیات پاک: اے ایمان والو! اگر تم کافروں کی بات مانو گے تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں پر پھیر دیں گے، پس تم گھانا پائے ہوئے پلٹو گے! بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کارساز ہیں، اور وہ بہترین مددگار ہیں!

ہم ابھی کافروں کے دلوں میں رعب ڈالتے ہیں، ان کے شریک ٹھہرانے کی وجہ سے اس چیز کو (جس کے شریک ہونے کی) کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری — مشرکین اللہ کو مانتے ہیں، پس اگر اللہ کے کاموں میں کوئی ساجھی ہوتا تو اللہ ضرور اس سے اپنی کتابوں میں پانچہ کرتے، جبکہ ایسی کوئی اطلاع نہیں دی، بلکہ شد و مد سے شرک کی تردید فرمائی ہے — اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے!

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدًا إِذْ تَحْسُونَهُمْ بِإِذْنِهِ ۖ فَخَلَّ إِذَا فُتِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِمَّنْ بَعَلًا مَّا أَرَاكُمْ مَا تَحْبُونَ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۚ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿۵۹﴾

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	فُتِلْتُمْ ^(۳)	بزدلی دکھائی تم نے	تَحْبُونَ	پسند کرتے ہو تم
صَدَقَكُمُ	سچا کیا تم سے	وَتَنَازَعْتُمْ	اور جھگڑا کیا تم نے	وَمِنْكُمْ مَّنْ	تم میں سے کچھ
اللَّهُ	اللہ نے	فِي الْأَمْرِ ^(۴)	حکم میں	يُرِيدُ	چاہتے ہیں
وَعْدًا ^(۱)	اپنا وعدہ	وَعَصَيْتُمْ	اور نافرمانی کی تم نے	الدُّنْيَا	دنیا
إِذْ تَحْسُونَهُمْ ^(۲)	جب تم ان کو قتل کر رہے تھے	مِمَّنْ بَعَلًا	بعد	وَمِنْكُمْ مَّنْ	اور تم میں سے کچھ
بِإِذْنِهِ	اللہ کے حکم سے	مَّا أَرَاكُمْ ^(۵)	تمہیں دکھانے	يُرِيدُ	چاہتے ہیں
فَخَلَّ إِذَا	یہاں تک کہ جب	مَّا ^(۶)	اس کو جو	الْآخِرَةَ	آخرت

(۱) وعدہ: ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ [المومن ۵۱] (۲) خَسَّ (ن) خَسًا فلاناً: سر قلم کرنا، مار ڈالنا (۳) فُتِلَ (س) فُتِلًا: ڈھیلیا، ست پڑنا، بزدلی دکھانا (۴) الأمر: میں ال عہدی ہے، ای امرُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۵) ما أراکم: ما مصدریہ (۶) ما تحبون: ما: موصولہ اور موصول صلیل اراکم کا مفعول ثانی۔

ثُمَّ صَرَّفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ^(۱)	پھر پھیر دیا تم کو ان سے تاکہ جانچیں وہ تم کو	وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ	اور بخدا واقعہ یہ ہے درگزر کیا اس نے تم سے	وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ	اور اللہ تعالیٰ مہربانی والے ہیں مؤمنین پر
--	---	-------------------------------	--	---	--

رابط: آیت کریمہ میں پانچ باتیں ہیں، پہلی بات: ماضی سے مربوط ہے، باقی چار باتیں: پہلی بات کے متعلقات ہیں، اور یہ قرآن کریم کا اسلوب ہے، جب وہ کوئی مضمون اٹھاتا ہے تو اس کو متعلقات تک بڑھاتا ہے۔

جنگ کے شروع میں اللہ نے کافروں کے دلوں میں رعب ڈالا

گذشتہ آیت میں فرمایا تھا: ابھی ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈالیں گے، وہ سر پر پاؤں رکھ کر ڈم دبا کر بھاگیں گے، پس ان کا خوف مت کھاؤ، اور ان کی بات مت مانو، اب اس کی تفسیر پیش کرتے ہیں، احد میں کفار چار گنا تھے، مسلمان سات سو تھے اور وہ تین ہزار تھے، جب جنگ شروع ہوئی تو پہلے انفرادی مقابلہ ہوا، کافروں کے سات حکم بردار یکے بعد دیگرے ڈھیر ہو گئے، پھر عام جنگ شروع ہوئی، حضرات حمزہ علی اور ابود جاند رضی اللہ عنہم اس طرح دشمن پر ٹوٹے کہ صفیں کی صفیں صاف کر دیں، دشمن کے قدم اکڑ گئے، وہ گھائیوں کی طرف بھاگے، ان کی عورتیں پانسینے چڑھا کر ادھر ادھر بھاگتی نظر آنے لگیں، اس طرح اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا، سورۃ المؤمن (آیت ۵۱) میں ہے: ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ سُلَيْمًا وَ الْيَزِيدَ اٰمَنُوْا﴾: ہم ضرور ہمارے رسولوں کی اور مؤمنین کی مدد کرتے ہیں، چنانچہ مدد آئی اور سب نے آنکھوں سے دیکھ لی، اسی طرح اب جنگ کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کفار کے دلوں میں رعب ڈالیں گے۔

﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدًا اِذْ تَحْسَبُوْنَهُمْ يٰۤاٰذِنًا﴾

ترجمہ: اور بخدا واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جب تم ان کو بے اذن الہی تہمتی کر رہے تھے!

جنگ میں رسول اللہ کے حکم کی خلاف ورزی سے پانسا پلٹنا

اب ایک سوال کا جواب ہے:

سوال: جب جنگ کی ابتدا میں اللہ نے کافروں کے دلوں میں رعب ڈالا، اور وہ پسپا ہو گئے، پھر جنگ کا پانسا کیسے پلٹا؟
جواب: تیر اندازوں کو نبی ﷺ نے جو حکم دیا تھا: انھوں نے اس کی خلاف ورزی کی، وہ آپس میں جھگڑنے لگے، کوئی کہتا تھا: ہمیں نہیں رہنا چاہیے، اکثر نے کہا: اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں، چل کر غنیمت حاصل کرنی چاہیے،

(۱) بتلاہ: آزمائش، آزمائش میں ڈال کر جان لینا۔

اس طرح اکثر تیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی، جب مورچہ خالی ہو گیا تو خالد بن الولید نے اس سے فائدہ اٹھایا، عقب سے دفعہ حملہ کر دیا اور لڑائی کا نقشہ بدل گیا، پس ہزیمت کا سبب عصیان (نافرمانی) بنا، اللہ نے کچھ ظلم نہیں کیا۔

﴿حَتَّىٰ إِذَا فُشِلْتُمْ وَ تَنَارَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَ عَصَيْتُمْ مِمَّنْ بَعَلَّامًا أَرْسَلَكُمْ مِمَّا تَحِبُّونَ ۚ﴾
ترجمہ: یہاں تک کہ تم نے نامردی دکھائی، اور رسول کے حکم میں جھگڑا کیا، اور تم نے حکم عدولی (نافرمانی) کی اس کے بعد کہ اللہ نے تمہیں تمہاری خوشی کی چیز (فتح) دکھادی — پس جنگ کا ناپائیدار گیا، لہذا قصور تمہارا تھا۔

حکم عدولی کا سبب مال کی از حد محبت

پھر سوال ہے کہ تیر اندازوں نے حکم عدولی کیوں کی؟ جب ان سے کہہ دیا تھا کہ وہ کسی حال میں مورچہ نہ چھوڑیں، خواہ جنگ میں کامیابی ہو یا ناکامی، وہ پہاڑی پر اس وقت تک جھے رہے جب تک ان کو وہاں نہ بلایا جائے، ایسی تاکید کے باوجود انھوں نے جگہ کیوں چھوڑ دی؟

جواب: ایسا مال کی از حد محبت میں ہوا، مال کی محبت جب حدود سے بڑھ جاتی ہے تو تباہ کر کے چھوڑتی ہے، جنگ میں جو غنیمت حاصل ہوتی ہے وہ حسب قاعدہ فوجیوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ خواہ کوئی فوجی اس کے جمع کرنے میں شریک ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، پھر مورچہ چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ مگر حرص نے پیچھا نہیں چھوڑا، اور جنگ میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

فائدہ مال کی محبت فطری ہے، اور بری نہیں، مال مایہ زندگانی ہے، مگر مال کی حرص بری ہے، مگردلوں کے ڈانڈے ملے ہوئے ہیں، آدمی حد قائم نہیں کر سکتا، جیسے خود داری صفت حیدہ ہے اور گھمنڈ (تکبر) بری صفت ہے، مگردلوں کی سرحدیں ملی ہوئی ہیں، حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں: ہم نہیں سمجھتے تھے کہ انسان میں ایسی حد سے بڑھی ہوئی مال کی محبت بھی ہوتی ہے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہمیں پتہ چلا (اٹھی) پس حقوق واجبہ میں مال کی محبت کی وجہ سے کوتاہی ہو تو سمجھنا چاہئے کہ وہ از حد بڑھی ہوئی ہے، حقوق واجبہ میں حکم کی تعمیل بھی ہے، اس میں کوتاہی ہوئی اس کی وجہ سے عارضی ہزیمت ہوئی۔
﴿مِنْكُمْ مَّنْ يَرْثِ الدُّنْيَا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ﴾

ترجمہ: کوئی تم میں سے دنیا چاہتا ہے — یہ ان لوگوں پر تعریض ہے جنہوں نے مورچہ چھوڑ دیا تھا۔ اور کوئی تم میں سے آخرت چاہتا ہے — یہ ان حضرات کی ستائش ہے جو پہاڑی پر جھے رہے تھے اور انھوں نے جام شہادت نوش کیا تھا۔

جنگ احد میں عارضی ناکامی میں حکمت

پھر ایک سوال ہے کہ عالم اسباب میں جو کچھ ہوتا ہے اس کا اگرچہ ظاہری سبب ہوتا ہے، مگر حقیقت میں وہ اللہ کا فیصلہ ہوتا ہے، جنگ احد میں جو عارضی ہزیمت ہوئی اس میں اللہ کی کیا حکمت تھی؟

جواب: سنت الہی یہ ہے کہ جب حق و باطل کی کشمکش ہوتی ہے تو کامیابی اور ناکامی کو اللہ تعالیٰ اوتار دیتے رہتے ہیں کبھی مسلمان کامیاب ہوتے ہیں کبھی خائفین، تاکہ پردہ پڑا رہے، غیب پر ایمان لا نا ضروری ہے، اگر ہر جنگ میں مسلمانوں کا ہاتھ اونچا رہے تو بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ حق یہی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ پردہ ڈالے رہتے ہیں، کبھی مسلمان غالب آتے ہیں کبھی کافر، ہر قل نے بھی یہی بات کہی تھی کہ انبیاء کا بھی امتحان ہوتا ہے، مگر اچھا انجام انہی کے لئے ہوتا ہے۔ ﴿ثُمَّ صَرَّفْنَا كَلِمَ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ﴾

ترجمہ: پھر (ابتدائی کامیابی کے بعد) تم کو ان سے پھیر دیا، تاکہ وہ تم کو آزمائیں — کہ تم غیب پر ایمان رکھتے ہو یا شکست خاطر ہو کر اٹلے پاؤں پھر جاتے ہو؟

جن لوگوں نے مورچہ چھوڑا تھا: اللہ نے ان کو معاف کر دیا

آخر میں معافی کا اعلان ہے، جن لوگوں نے مورچہ چھوڑا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو بالکل معاف کر دیا، اب کسی کو جائز نہیں کہ ان پر اس حرکت کی وجہ سے طعن و تشنیع کرے (فوائد) اور جو لوگ میدان سے ہٹ گئے تھے ان کی معافی کا اعلان (آیت ۱۵۵) میں آئے گا۔

﴿وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۚ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾

ترجمہ: اور بخدا! واقہ یہ ہے کہ اللہ نے تم کو — مورچہ چھوڑنے والوں کو — معاف کیا، اور اللہ تعالیٰ مؤمنین پر مہربانی فرمانے والے ہیں۔

لَا تُصْعِدُونَ وَلَا تَلَوْنَا عَلَى أَحَدٍ وَ الرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أَخْرَابِكُمْ
فَأَنَّا بَكُمُ عَنَّا بَغِيمٌ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ
بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱﴾

لَا تُصْعِدُونَ	چڑھے جارہے تھے	وَلَا تَلَوْنَا	اور نہیں مڑ رہے تھے
-----------------	----------------	-----------------	---------------------

(۱) اَصْعَدَ (رباعی) فی الْعُلُوِّ: تیز دوڑنا، اس کے مفہوم میں چڑھنا اور پہنچنا بھی ہے، صَعَدَ الْجَبَلُ: پہاڑ پر چڑھا ﴿وَاللَّهُ خَبِيرٌ﴾ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ ﴿اللہ تک پہنچتی ہیں سہری باتیں۔ (۲) لَا تَلَوْنَا: لُحْلُ: مضارع مثنیٰ، صیغہ جمع مذکر حاضر، مصدر لُحْلُ، جب اس کے صل میں علی آتا ہے تو اس کے معنی دوسرے کی طرف مڑنے اور انتظار کرنے کے ہوتے ہیں، جیسے فَلَانٌ لَا يَلْوِي عَلَى أَحَدٍ: فلاں کسی کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھتا۔

عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أَخْضَابِكُمْ فَاكُنَّا بِكُمْ	کسی کی طرف اور رسولؐ پکار رہے تھے تم کو تمہارے پیچھے سے پس پہنچا تم کو	غَمًّا يَغِيظُ ^(۲) يَكِيدُ تَخْذِنُوا عَلَىٰ مَا فَاكُنْكُمْ	غم کے عوض غم تا کہ نہ غم گیں ہو دم اس پر جو تمہارے ہاتھ مشکل گیا	وَلَا مَا أَصَابَكُمْ وَاللَّهُ خَبِيرٌ يَسْتَعْمِلُونَ	اور نہ اس پر جو تمہیں پہنچا اور اللہ تعالیٰ خوب واقف ہیں ان کا مولیٰ جو تم کرتے ہو
---	--	---	--	---	--

غزوہ احد میں جو بھگدڑ مچی اس میں حکمت یہ تھی کہ جنگ کا پانسابلے اور مسلمان رضابہ قضاء رہیں غزوہ احد میں جنگ شروع ہوتے ہی مسلمانوں نے پالا مار لیا، پس تیر اندازوں نے کہا تمہارے بھائی جیت گئے، غنیمت حاصل کرو! تمہارے بھائی جیت گئے اب کس بات کا انتظار ہے؟ کماؤ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم بھول گئے رسول اللہ ﷺ نے تمہیں کیا حکم دیا تھا؟ پھر بھی چالیس تیر انداز مورچہ چھوڑ کر غنیمت سیٹھنے کے لئے چلے آئے، اس طرح مسلمانوں کی پشت نگلی ہو گئی۔

مگر مسلمانوں کو طرح طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، اپنے آدمیوں کے مارے جانے کا غم لاحق ہوا، کسی نے افواہ اڑادی کہ نبی ﷺ شہید کر دیئے گئے، اس کا رنج و ملال ہوا، اور جیتی ہوئی جنگ ہار سے بدل گئی، اس کا بھی افسوس ہوا، یہ طرح طرح کے غم اکٹھا ہو گئے، ان میں حکمت یہ تھی کہ مومن کو ہمیشہ رضابہ قضاء رہنا چاہیے، اس کی یہ عملی مشق کرائی گئی کہ کوئی زد پہنچے تو غم نہ کھائے، کوئی چیز ہاتھ سے نکل جائے تو افسوس نہ کرے، اور کوئی حادثہ یا بلا پہنچے تو غمگین نہ ہو، یہ خیال کرے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، یہ حکمت تھی احد میں جو معاملہ پیش آیا اس کی۔

آیت کریمہ: وہ وقت یاد کرو جب تم چڑھے جا رہے تھے، اور مڑ کر کسی کو نہیں دیکھ رہے تھے، اور اللہ کے رسول تمہیں تمہارے پیچھے سے پکار رہے تھے، پس تم کو غم بالائے غم سے دو چار کیا، تاکہ تم غمگین نہ ہو اس بات پر جو ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس بات پر جو تمہیں پیش آئے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

ثُمَّ أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنٌ نَّعَاسًا يَغْشَىٰ طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۖ

(۱) اللہ: بلر دیا، جیسے: ﴿فَاكُنَّا بِكُمْ﴾ اللہ یہاں کالوا جنتی تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ﴿﴾ پس اللہ نے ان کو ان کے قول کے عوض ایسے باغات دیئے جن میں نہریں جاری ہیں [المناعۃ ۸۵] (۲) غمناہم: غم بالائے غم: محاورہ ہے، یعنی طرح طرح کی پریشانیوں سے تمہیں سابقہ پڑا۔

وَطَافَهُ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰهِ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قَتَلْنَا هَٰؤُلَاءِ قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيَخَصَّ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٥٠﴾

تَمَّ أَنْزَلَ	پھر اتارا	بِاللّٰهِ	اللہ کے بارے میں	فِي أَنْفُسِهِمْ	اپنے دلوں میں
عَلَيْكُمْ	تم پر	غَيْرَ الْحَقِّ	غلط خیال	مَا لَا يُبْدُونَ	جو نہیں ظاہر کرتے وہ
مِنْ بَعْدِ	بعد	ظَنَّ	(جیسا) خیال	لَكَ	آپ کے سامنے
النَّعَمِ	جھٹکن کے	الْجَاهِلِيَّةِ	جاہلیت کا	يَقُولُونَ	کہتے ہیں وہ (دل میں)
أَمَنَةً	اطمینان	يَقُولُونَ	کہتے ہیں وہ	لَوْ كَانَ لَنَا	اگر ہوتا ہمارے لئے
نَعَا سَأَ	اوگھ	هَلْ لَنَا	کیا ہمارے لئے ہے	مِنَ الْأَمْرِ	معاملہ میں
يَغْشَى	چھاری تھی	مِنَ الْأَمْرِ	معاملہ (جنگ) سے	شَيْءٌ	کچھ بھی
طَافَهُ	ایک جماعت پر	مِنْ شَيْءٍ	کچھ بھی؟	مَا قَتَلْنَا	(تو) نہ مارے جاتے ہم
مَنْكُم	تمہاری	قُلْ	کہو	هَٰؤُلَاءِ	یہاں
وَطَافَهُ	اور دوسری جماعت	لَا الْأَمْرَ	بے شک معاملہ	قُلْ	کہو
قَدْ أَهَمَّتْهُمْ	فکر پڑی تھی ان کو	كُلَّهُ	سارا	لَوْ كُنْتُمْ	اگر ہوتے تم
أَنْفُسُهُمْ	اپنی جانوں کی	يَلْتَمِ	اللہ کے لئے ہے	فِي بُيُوتِكُمْ	تمہارے گھروں میں
يَظُنُّونَ	خیال کرتے ہیں	يُخْفُونَ	چھپاتے ہیں وہ	لَبَرَزَ	ضرور ظاہر ہوتا وہ

(۱) نَعَا: اُمنۃ سے بدل الکل ہے، اور اُمنۃ: انزل کا مفعول بہ ہے، اور جملہ بغشی: نعا سے کی صفت ہے (۲) نکرہ کی نکرہ سے تکرار ہوتی ہے تو ثانی غیر اول ہوتا ہے (۳) ظن سے پہلے کاف جار مجزوف ہے۔ (۴) ہم: یعنی ہمارے برادر۔

اَلَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمْ	جو لکھا گیا	وَلْيَسِّرْ لَكَ	اور تاکہ آرمائش میں	وَلْيَسِّرْ لَكَ	اور تاکہ صاف کریں وہ
اَلْقَتْلُ	ان پر مارا جاتا	اَللّٰهُ	ڈال کر جان لیں	مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ	جو تمہارے دلوں میں ہے
اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ	ان کی لینے کی جگہ کی	مَا فِيْ	اللہ تعالیٰ	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
طرف		صُدُّوْكُمْ	جو تمہارے	عَلَيْكُمْ	خوب جانتے ہیں
		سینوں میں	سینوں میں	بَدَاٰتِ الصُّدُوْرِ	سینوں والی باتوں کو

اوّلگھ چین بن کر اتری اور بے چینی دور ہوئی

جنگ احد میں جن کو شہید ہونا تھا ہو گئے اور جن کو ہٹنا تھا ہٹ گئے، اور جو میدان میں باقی رہے ان میں سے مخلص مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے ایک دم غنودگی طاری کر دی، لوگ کھڑے کھڑے اوٹکھنے لگے، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کئی مرتبہ تلوار زمین پر گری، یہ حسی اثر تھا اس باطنی سکون کا جو اس ہنگامہ رُست خیز میں مؤمنین کے دلوں پر وارد ہوا، اس سے خوف و ہراس کا فور ہو گیا، یہ کیفیت ٹھیک اس وقت پیش آئی جب لشکر اسلام میں نظم و ضبط قائم نہیں رہا تھا، بیسیوں لاشیں خاک و خون میں تڑپ رہی تھیں، سپاہی دشمنوں سے چور تھے، نبی ﷺ کے قتل کی افواہ سے رہے سبے ہوش گم ہو گئے تھے، پس یہ نیند بیدار ہونے کا پیام تھی، غنودگی طاری کر کے ان کی ساری تھکن دور کر دی اور ان کو متنبہ فرمادیا کہ خوف و ہراس اور تشویش و اضطراب کا وقت چاچکا مآمون و مطمئن ہو کر اپنا فرض انجام دو، چنانچہ فوراً صحابہ نے نبی ﷺ کے گرد جمع ہو کر لڑائی کا محاذ قائم کر لیا، تھوڑی دیر کے بعد مطلع صاف تھا، دشمن سامنے سے بھاگنا نظر آیا۔

﴿ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْنَا مَنَّةًۢمِّنۡ اَعْنٰی طَآئِفَةٍ مِّنْکُمْۙ﴾

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے اُس بے چینی کے بعد طہائیت یعنی اوّلگھ اتاری، جو تم میں سے ایک جماعت پر چھاری تھی۔

مخلص مسلمانوں کے بالمقابل مخالف مسلمانوں کا حال

بزدل اور ڈرپوک منافقین جن کو نہ اسلام کی فکر تھی نہ نبی ﷺ کی محض اپنی جان بچانے کی فکر میں ڈوبے ہوئے تھے کہ کہیں ابوسفیان کی فوج نے دوبارہ حملہ کر دیا تو ہمارا کیا حشر ہوگا؟ اس خوف و فکر میں اوّلگھ یا نیند کہاں آتی؟ جب دماغوں میں خیالات پکار رہے تھے کہ اللہ کے وعدے کہاں گئے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا قصہ نہٹ گیا، اب نبی ﷺ اور مسلمان اپنے گھر واپس جانے والے نہیں، سب یہیں کام آ جائیں گے، وہ یہ بھی سوچ رہے تھے کہ جو ہونا تھا ہو گیا، ہمارا اس میں کیا اختیار ہے؟ ان کو جواب دیا: بیشک تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں، سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں، جس کو چاہے

(۱) مَخَصَّصَ الشَّيْءَ: خالص بنانا، آلودگی دور کرنا۔

بنائے یا بگاڑے، غالب کرے یا مغلوب، آفت بھیجے یا راحت، کامیاب کرے یا ناکام، سب اس کے قبضہ میں ہے، مگر تمہارے دلوں میں چور ہے، تم آپس میں کہتے ہو: شروع میں ہماری رائے نہیں مانی گئی، چند جو شیعہ یا تجربہ کاروں کے کہنے پر مدینہ سے باہر لڑنے نکل آئے، آخر منہ کی کھائی، اگر ہمارے مشورہ پر عمل کیا جاتا تو اس قدر نقصان نہ اٹھانا پڑتا، ہماری برادری کے بہت آدمی مارے گئے وہ کیوں مارے جاتے؟ آپ اس کا جواب دیں: اب حسرت و افسوس سے کچھ حاصل نہیں، اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی موت کی جگہ، سبب اور وقت لکھ دیا ہے، جو کبھی ٹل نہیں سکتا، اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے اور فرض کرو تمہاری ہی رائے سنی جاتی تو بھی جن کی قسمت میں احد کے قریب جس جگہ مارا جانا لکھا جا چکا تھا وہ کسی نہ کسی سبب سے ادھر کو نکلے اور وہیں مارے جاتے، اس کے بجائے اللہ کا یہ انعام ہوا کہ جہاں مارا جانا مقدر تھا مارے گئے اور اللہ کے راستہ میں خوشی سے بہادری کی طرح شہید ہوئے، پھر اس پر بچھتانے اور افسوس کرنے کا کیا موقع ہے؟

﴿وَطَافَهُمْ قَدْ أَهْمَتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ غَيْبُ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰهِ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هُنَا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ﴾

ترجمہ: اور ایک دوسری جماعت وہ تھی جن کو اپنی ہی پڑی تھی، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خلاف واقعہ گمان کر رہے تھے، جو محض حماقت والے گمان تھے، وہ کہہ رہے تھے: کیا ہمارا معاملہ میں کچھ اختیار ہے؟ آپ جواب دیں: سب اختیار اللہ کا ہے، وہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی بات پوشیدہ رکھتے ہیں جس کو وہ آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں: اگر ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے! آپ کہہ دیں: اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی جن لوگوں کے لئے مارا جانا مقدر تھا وہ ان مقامات کی طرف نکلتے، جہاں وہ مارے گئے۔

بھٹی میل کو جلا دیتی ہے اور خالص سونا نکھر جاتا ہے

اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں سے واقف ہیں، ان سے کسی کی کوئی حالت پوشیدہ نہیں، اور احد میں جو صورت پیش آئی اس سے مقصود یہ تھا کہ تم کو ایک آزمائش میں ڈالا جائے تاکہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے وہ باہر نکل آئے، امتحان کی بھٹی میں کھراکھوٹا لگ ہو جائے، مخلصین کامیابی کا صلہ پائیں، اور ان کے دل آئندہ کے لئے وسوسوں اور کمزوریوں سے پاک ہو جائیں اور منافقین کا اندرونی نفاق کھل جائے اور سب لوگ صاف طور پر ان کے خبث کو سمجھنے لگیں۔

﴿وَلِيَبْلِغَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُبَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾

ترجمہ: اور (اللہ تعالیٰ نے ایسا اس لئے کیا یعنی جنگ کا پائسا اس لئے پلٹا) تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی بات کی آزمائش کریں اور تاکہ تمہارے دلوں میں جو بات ہے اس کو صاف کر دیں، اور اللہ تعالیٰ سب باطن کی باتوں کو خوب جانے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَيْنِ ۖ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۱۵۰﴾

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَيْنِ	بے شک جنہوں نے	إِنَّمَا	اس کے سوا انہیں کہ	عَفَا	(کہ) درگزر کیا
تَوَلَّوْا	پیٹھ پھیری	اسْتَزَلَّهُمُ	پھسلا دیا ان کو	اللَّهُ	اللہ نے
مِنْكُمْ	تم میں سے	الشَّيْطَانُ	شیطان نے	عَنْهُمْ	ان سے
يَوْمَ	جس دن	بِبَعْضِ	ایک حرکت کی وجہ سے	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
الْتَقَى	بھڑیں	مَا كَسَبُوا	جو انھوں نے کی	غَفُورٌ	بڑے بخشنے والے
الْجَمْعَيْنِ	دونوں جیس	وَلَقَدْ	اور بخدا واقعہ یہ ہے	حَلِيمٌ	بڑے تحمل والے ہیں

جنگ احد میں پیٹھ پھیرنے والوں کو اللہ نے معاف کیا

تیر اندازوں نے مورچہ چھوڑ دیا، لشکر کی پشت تنگی ہو گئی، کافروں کے سواروں نے عقب سے حملہ کر دیا، اور آگے جو بھاگے جا رہے تھے وہ بھی پلٹ گئے، اور اسلامی فوج نرغہ میں آ گئی، اس لئے بھگدڑ مچ گئی، مگر نبی ﷺ میدان میں ڈٹے رہے، چند جاں باز صحابہ بھی ساتھ تھے، پہلے آپؐ نے پھر حضرت کعبؓ نے آواز دی تب جو لوگ بھاگ رہے تھے وہ پلٹ گئے، اور دوبارہ جنگ شروع ہوئی، پس صورت حال بدلی اور مسلمانوں نے ہاری ہوئی بازی پھر جیت لی۔

اس عارضی ہزیمت کا سبب تیر اندازوں کی غلطی تھی، ان کی معافی کا حکم پہلے آ گیا ہے، اب اس آیت میں میدان چھوڑنے والوں کی معافی کا اعلان ہے، فوج نے یہ حرکت جان بوجھ کر نہیں کی تھی، شیطان نے ان سے یہ غلطی کرائی تھی، اور اللہ بڑے بخشنے والے بڑے بردبار ہیں، اس لئے سب کو بخش دیا، اب کسی کو ان پر انگلی اٹھانے کا حق نہیں۔

مصر کے ایک شخص نے حضرت عثمانؓ پر جب اعتراض کیا کہ وہ جنگ احد میں بھاگے تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے ان کو معاف کر دیا، یہ اسی آیت کی طرف اشارہ تھا (بخاری حدیث ۳۰۶۶)

آیت کریمہ: جن لوگوں نے تم میں سے پشت پھیری، جس دن دو جماعتیں باہم مقابل ہوئیں — یعنی مدینہ

والے اور مکہ والے — اس کا سبب اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ شیطان نے ان سے غلطی کرا دی، ان کے بعض اعمال کی وجہ سے — یعنی نبی ﷺ کے حکم کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے — اور یقین رکھو اللہ نے ان کو معاف کر دیا، بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے بردبار ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًى أَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا تَأْتُواوَمَا قَتَلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۚ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝^(۱) وَلَكِنْ قَتَلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝^(۲) وَلَكِنْ مُّتُّمْ أَوْ قَتَلْتُمْ لَا إِلَى اللَّهِ تَحْشَرُونَ ۝^(۳)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	ایسے لوگو جو ایمان لائے	اَوْ كَانُوا غُزًى ^(۱)	یا تمہو (غازی) مجاہد	وَاللَّهُ يُحْيِي	اور اللہ تعالیٰ جلاتے ہیں
لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا	نہ ہوؤ تم ان لوگوں کی طرح جنہوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا اور انہوں نے کہا اپنے برادرؤں کے بارے میں جب انہوں نے سفر کیا	عِنْدَنَا مَا تَأْتُواوَمَا قَتَلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ	ہمارے پاس (تو) نہ مرتے وہ اور نہ مارے جاتے تاکہ بتائیں اللہ تعالیٰ اس (دوسرے) کو حسرت (پچھتاوا) ان کے دلوں میں	وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ ^(۱)	اور اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو جو تم کرتے خوب دیکھنے والے ہیں بخدا! اگر مارے گئے تم راستے میں اللہ کے یا مر گئے تم
وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ	اپنے برادرؤں کے بارے میں جب انہوں نے سفر کیا	وَمَا قَتَلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ	ہمارے پاس (تو) نہ مرتے وہ اور نہ مارے جاتے تاکہ بتائیں اللہ تعالیٰ اس (دوسرے) کو حسرت (پچھتاوا) ان کے دلوں میں	وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ ^(۱)	اور اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو جو تم کرتے خوب دیکھنے والے ہیں بخدا! اگر مارے گئے تم راستے میں اللہ کے یا مر گئے تم

(۱) لِإِخْوَانِهِمْ: میں لام اجلیہ ہے، اور ہم سب اور ہم مشرب بھائی مراد ہیں (۲) ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ: زمین میں پھیر مارا: یعنی لمبا سفر کیا (۳) غُزًى: غازی: غازی کی جمع: مجاہد (۴) لِيَجْعَلَ: میں لام عاقبت ہے، یعنی نتیجہ یہ ہوگا، یہ کاٹنا (دوسرے) ان کے دلوں میں پھیلتا رہے گا۔

لَمْغْفِرَةً مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةً خَبِيرٌ	یقیناً بخشش اللہ کی طرف سے اور مہربانی (اس کی) بہتر ہے	قَبِيْثًا يَجْمَعُوْنَ وَلٰكِنْ مُّثَمَّمٌ	اس سے جو جمع کرتے ہیں وہ اور بخدا اگر مرے تم	اَوْ خِيْلَانُ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللَّهُ نُحْشَرُوْنَ	یا مارے گئے ضرور اللہ کی طرف اکٹھا کئے جاؤ گے
--	---	---	---	--	---

مسلمان کافروں کی وسوسہ اندازی سے متاثر نہ ہوں، مارتے جلاتے اللہ تعالیٰ ہیں

احد کی جنگ سنہ ۳ ہجری میں ہوئی ہے، یہ مدنی زندگی کا ابتدائی دور تھا، اس وقت مدینہ میں نفاق بھی تھا اور کفر و شرک بھی، جنگ کے ختم پر منافقوں کا تبرہ (آیت ۱۵۴) میں آگیا، انھوں نے کہا شروع کیا: ہمارا مشورہ نہیں مانا کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے، اگر ہماری بات مان لیتے تو یہاں میدان احد میں نہ مارے جاتے — اس کا جواب دیا تھا کہ جس کے لئے جہاں موت مقدر ہوتی ہے وہیں آتی ہیں، آدمی وہاں ضرور پہنچ جاتا ہے، مدینہ میں رہ کر مقابلہ کرتے تو بھی جن کی موت میدان احد میں مقدر تھی وہ ضرور وہاں پہنچ کر مارے جاتے۔

اب ایک آیت میں جنگ کے نتیجہ پر کافروں کی وسوسہ اندازی کا جواب ہے، وہ اپنے نفسی اور مسلکی بھائیوں کے بارے میں جو جہاد میں شریک ہوئے اور شہید ہوئے: کہنے لگے: اگر وہ ہمارے پاس رہے، جنگ میں شرکت نہ کرتے تو نہ مرتے نہ مارے جاتے! خواہ مخواہ خود ہی کنوئیں میں گرے!

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ان کا یہ خیال ہمیشہ کا عائبان کران کے دلوں میں چھتا رہے گا، کیا وہ نہیں جانتے کہ جلاتے مارتے اللہ تعالیٰ ہی ہیں، جس کو جہاں چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں مارتے ہیں، وہ شہداء تمہارے پاس رہتے اور غزوہ میں شرکت نہ کرتے تو بھی موت سے نہیں بچ سکتے تھے، اور اللہ تعالیٰ تمہاری وسوسہ اندازی کو خوب دیکھ رہے ہیں، مسلمان ان کی باتوں سے قطعاً متاثر نہ ہوں، جس کی جہاں اور جس طرح موت مقدر تھی آئی، مسلمان اللہ کے فیصلہ پر راضی رہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًى لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۚ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنھوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا، اور اپنے (شہید ہونے

(۱) ورحمة کے بعد من اللہ مقدر ہے۔

والے) برادران کے تعلق سے کہا، جب انہوں نے زمین میں سفر کیا، یا وہ جہاد کے لئے نکلے کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو وہ نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ یعنی تم شہداء کے بارے میں اس طرح کا خیال دل میں مت لاؤ۔ (یہ خیال ان کے ذہنوں میں اس لئے آیا ہے) کہ اللہ تعالیٰ اس کو ان کے دلوں میں پچھتاوا بنائیں۔ یعنی وہ ہمیشہ اس حسرت و افسوس میں مبتلا رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ جلاتے اور مارتے ہیں۔ اس نے جس کے لئے جہاں موت مقدر کی تھی اس سے اس کو ہم کنار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں جو تم کر رہے ہو۔ یعنی مسلمانوں کے دلوں میں تمہاری وسوسہ اندازی سے خوب واقف ہیں، تمہیں اس کا خمیازہ بگھلتا پڑے گا۔

مجاہد کی موت اور دوسری موت برابر نہیں

جو شخص جہاد کے لئے نکلتا ہے وہ خواہ شہید ہو یا طبعی موت مرے اس کا شہادت کا ثواب پینٹ (رجسٹری شدہ) ہو جاتا ہے، سورۃ النساء (آیت ۹۹) میں ضابطہ ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے ارادہ سے نکلے، پھر اس کو راستہ میں موت آجائے تو اس کا ثواب اللہ کے یہاں مقرر ہو جاتا ہے، اس ضابطہ سے اگر مجاہد کو طبعی موت بھی آئے تو اس کا شہادت کا ثواب مقرر ہو جاتا ہے، جو دنیا کے مال و منال سے بہتر ہوتا ہے، اور جو شخص ویسے ہی مرجاتا ہے یا مارا جاتا ہے اس کو بھی اللہ کے پاس پہنچنا ہے، وہ اپنے عمل کا ثواب پائے گا، مگر شہادت کے ثواب سے محروم رہے گا۔

اب موازنہ کرو: کفار اپنے برادران کے بارے میں کہتے ہیں: اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے نہ مارے جاتے! کیوں نہ مرتے؟ ایک دن ضرور مرتے! اور شہادت کے ثواب سے محروم رہتے، اور اب جو وہ جہاد کے لئے نکلے اور جام شہادت نوش فرمایا تو ان کا کیا نقصان ہوا؟ دنیا کا عیش چھٹا اور آخرت میں مالا مال ہو گئے، چنانچہ سب کو بہر حال اللہ کے پاس ہی ہے، دنیا تو ہاتھ سے چھٹنے والی ہی ہے ﴿وَلَا خَيْرَ لَكَ فِي خَيْرِكَ مِنَ الْأُولَى﴾ اور آخرت تیرے لئے دنیا سے بہتر ہے! ﴿وَلَكِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾ ﴿وَلَكِنْ مَّثْنُمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَوْلَا إِلَهُ تَحْشُرُونَ﴾

ترجمہ: اور بخدا! اگر تم راہِ خدا میں مارے گئے یا مر گئے تو اللہ کی بخشش اور مہربانی — یعنی شہادت کا ثواب — بہتر ہے اس سے جس کو لوگ جمع کرتے ہیں — یعنی دنیا کے مال و منال سے۔

اور بخدا! اگر تم (ویسے ہی) مر گئے یا مارے گئے تو ضرور اللہ کے پاس جمع کئے جاؤ گے!

فائدہ: مجاہد عام طور پر مارا جاتا ہے، اس لئے ﴿قُتِلْتُمْ﴾ پہلے آیا ہے، اور کبھی طبعی موت مرتا ہے اس لئے ﴿مُتُّمْ﴾ بعد میں آیا ہے، اور غیر مجاہد عام طور پر اپنی موت مرتا ہے، اس لئے دوسری آیت میں ﴿مُتُّمْ﴾ پہلے آیا ہے، اور کبھی مارا

بھی جاتا ہے اس لئے ﴿قَتَلْتُمْ﴾ بعد میں آیا ہے۔

فِيمَا رَحِمَهُ مِّنَ اللَّهِ لَدَّتْ لَهُمْ، وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا نَقَضُوا
مِنْ حَوْلِكَ، فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ، فَإِذَا عَزَمْتَ
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿٦٠﴾ إِنَّ يَنْصُرْكُمْ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ
لَكُمْ، وَإِنْ يَخْذَلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرْكُمْ مِّنْ بَعْدِهِ، وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُونَ ﴿٦١﴾

فِيمَا رَحِمَهُ مِّنَ اللَّهِ	پس بڑی مہربانی کی وجہ سے	لَهُمْ	ان کا	فَلَا غَالِبَ	تو نہیں کوئی دبانے والا
لَدَّتْ لَهُمْ	اللہ کی طرف سے	وَشَاوِرْهُمْ	اور مشورہ کریں آپ ان سے	لَكُمْ	تم کو
وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ	نرم (دل) ہوئے آپ	فِي الْأَمْرِ ﴿٦٠﴾	(جنگی) معاملہ میں	وَإِنْ يَخْذَلْكُمْ	اور اگر اللہ تعالیٰ تمہاری
وَلَوْ كُنْتَ	ان لوگوں کے لئے	فَإِذَا	پھر جب	مُدَّةً	مدد سے ہاتھ کھینچ لیں
فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ	اور اگر ہوتے آپ	خَرَمْتَ	پختہ ارادہ کریں آپ	فَمَنْ ذَا الَّذِي	تو کون ہے یہ جو
لَا نَقَضُوا	تندھو	فَتَوَكَّلْ	تو بھروسہ کریں	يَنْصُرْكُمْ	مدد کرے تمہاری
مِنْ حَوْلِكَ	سنگ دل	عَلَى اللَّهِ	اللہ پر	مِّنْ بَعْدِهِ	اللہ کے بعد
فَاعْفُ عَنْهُمْ	ضرور متفرق ہو جاتے وہ	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَعَلَى اللَّهِ	اور اللہ ہی پر
وَاسْتَغْفِرْ	آپ کے پاس سے	يُحِبُّ	پسند کرتے ہیں	فَلْيَتَوَكَّلِ	پس چاہئے کہ بھروسہ
	پس معاف کریں آپ	الْمُتَوَكِّلِينَ	بھروسہ کرنے والوں کو	الْمُؤْمِنُونَ	کریں
	ان کو	إِنَّ يَنْصُرْكُمْ	اگر مدد کریں تمہاری		ایماندار
	اور گناہ بخشوا میں آپ	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ		

غزوہ احد میں نبی ﷺ نے اپنی نرم خوئی سے خطا کاروں کو معاف کیا

غزوہ احد میں اول تیر اندازوں نے حکم عدویٰ کی، جس کی وجہ سے مجاہدینِ نرفہ میں آگئے اور بھگدڑ مچ گئی، میدان

(۱) لہذا: بآء سببیہ: ما: زائدہ: ہائے تاکید: ای: برحمة عظيمة (۲) الامر: میں: الف لام عہدی: ہے۔

کارزار میں صرف نبی ﷺ اور چند جاں باز صحابہ رہ گئے، اور دشمن اسنے قریب آگئے کہ ایک شیطان نے ایک بھاری پتھر اٹھا کر نبی ﷺ کو مارا، جو سیدہ حاتمہ پر لگا، جس سے ایک دانت کا کنارہ ٹوٹ گیا، اور خود ٹوٹ کر ماتھے میں گر گیا، چہرہ اور ہولہ بان ہو گیا، یہ فوج کی دوسری غلطی تھی، مگر ان خطا کاروں کو نبی ﷺ نے کوئی سزا نہیں دی، سب کو معاف کر دیا۔ اور یہ بات مثبت پہلو سے اس طرح ہوئی کہ نبی ﷺ کی عظیم مہربانی سے نرم دل تھے، آپ نے اپنی ذات کے لئے کبھی بدلہ نہیں لیا، اللہ کے رسول کو اور دین کے داعی کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

اور منفی پہلو سے یہ بات اس طرح ہوئی کہ اگر آپؐ تند خو سنگ دل ہوتے تو لوگ بکھر جاتے، ہیبت سے کوئی قریب نہ آتا، اس لئے حکم دیا کہ آپؐ خطا کاروں کو معاف کر دیں، اور ان کے لئے بخشش کی دعا کریں، تاکہ ان کے دل بڑھیں، اور جس طرح جنگِ احد کے لئے آپؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا تھا، آئندہ بھی جنگی معاملات میں ان سے مشورہ کیا کریں، تاکہ ان کا حوصلہ بڑھے۔

پھر مشورہ کے بعد جب آپؐ کوئی بات طے کر لیں، جیسے غزوہٴ احد میں آپؐ نے ہتھیار باندھ کر باہر نکل کر مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا تو اب آپؐ اللہ کے بھروسہ پر اقام کریں، مشورہ پر نکتہ نہ کریں، اللہ کو وہی بندے پسند ہیں جو اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں، کیونکہ مشورہ من حملہ اسباب ہے، اور مسبب الاسباب اللہ تعالیٰ ہیں، اگر وہ مسلمانوں کی مدد کریں تو کوئی ان کو دبا نہیں سکتا، اور اگر ان کی مدد نہ پہنچے تو وہ رسوا ہو کر رہ جائیں گے، پس مسلمانوں کو ہر حال میں اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ فائدہ: اللہ تعالیٰ ابھی (آیت ۱۵۲) میں حکم صدویٰ کرنے والے تیر اندازوں کی معافی کا اعلان کر چکے ہیں، اور (آیت ۱۵۵) میں میدان چھوڑنے والوں کو بھی معاف کر چکے ہیں، مگر جہاں تک نبی ﷺ کے حقوق کا تعلق ہے اس کو آپؐ ہی معاف کریں گے، اس لئے پہلی آیت میں حکم دیا کہ آپؐ بھی معاف کر دیں، بندوں کے حقوق بندے ہی معاف کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ تو اپنے حقوق چھوڑتے ہیں۔

آیات پاک: پس اللہ کی بڑی مہربانی کی وجہ سے آپؐ ان لوگوں کے لئے نرم ہو گئے، اور اگر آپؐ تند خو سنگ دل ہوتے تو وہ آپؐ کے پاس سے منتشر ہو جاتے، پس آپؐ ان کو معاف کر دیں، اور اللہ سے ان کا گناہ بخشوائیں، اور (حسب سابق) جنگی معاملہ میں ان سے مشورہ کریں — پھر جب آپؐ (مشورہ کے بعد) پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں — اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا، اور اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد سے ہاتھ چھینچ لیں تو کون ہے یہ جو اللہ کے بعد تمہاری مدد کرے؟ اور اللہ ہی پر چاہئے کہ مسلمان اعتماد کریں۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يُغْلَلْ ۖ وَمَنْ يُغْلَلْ يَأْتِ بِمَا غُلَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۖ ثُمَّ تَوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٥٦﴾ أَفَمَنْ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا وَهُ جَهَنَّمُ ۖ وَيُنْسُ الْمَصِيرُ ﴿٥٧﴾ هُمْ دَرَجَتٌ عِندَ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ بِصِيرٍ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٥٨﴾

وَمَا كَانَ	اور نہیں تھا	کُلُّ نَفْسٍ	ہر شخص	وَمَا وَهُ	اور اس کا ٹھکانا
لِنَبِيِّ	کسی نبی کے لئے	مَا كَسَبَتْ	جو اس نے کمایا	بِجَهَنَّمُ	دوزخ ہے
أَنْ يُغْلَلْ ^(۱)	کہ غنیمت میں خیانت کرے	وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ	اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے	وَيُنْسُ	اور بری ہے وہ
وَمَنْ	اور جو	أَفَمَنْ	کیا پس جس نے	هُم	لوٹنے کی جگہ
يُغْلَلْ	غنیمت میں خیانت کریگا	اتَّبَعَ	پیروی کی	دَرَجَتٌ	مختلف درجات ہیں
يَأْتِ	آئے گا وہ	رِضْوَانِ اللَّهِ	اللہ کی خوشنودی کی	عِندَ اللَّهِ	اللہ کے نزدیک
بِمَا غُلَّ	اس کے ساتھ جو خیانت کی ہے اس نے	كَمَنْ	مانند اس کے ہے جو	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
يَوْمَ الْقِيَمَةِ	قیامت کے دن	بَاءَ ^(۲)	لوٹا	بِصِيرٍ	خوب دیکھ رہے ہیں
ثُمَّ تَوَفَّىٰ	پھر پورا دیا جائے گا	بِسَخَطٍ	غصہ کے ساتھ	بِمَا	جو کچھ
		مِّنَ اللَّهِ	اللہ کے	يَعْمَلُونَ	وہ کرتے ہیں

نبی ﷺ کی کمال امانت داری کا بیان

گذشتہ آیتوں میں بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ بفضلہ تعالیٰ خوش اخلاق، نرم خو ہیں، متدماجن اور سنگ دل نہیں، ورنہ لوگ آپ کے گرد کہاں جمع رہتے! — اب ان آیتوں میں آپ کی کمال امانت داری کا بیان ہے، آپ دیگر انبیاء کی طرح اہل درجہ کے امین ہیں، آپ مال غنیمت میں خیانت کر ہی نہیں سکتے، اور صحابہ آپ کے ماتحت تھے، وہ آپ کی نظر بچا کر کیسے کچھ چھپا لیتے؟

اور آپ کا یہ وصف یہاں اس مناسبت سے بیان کیا ہے کہ تیرا انداز مورچہ چھوڑ کر غنیمت جمع کرنے کے لئے کیوں (۱) یغْلَلْ: مضارع معروف، واحد مذکر غائب، مصدر غُلَّ، باب نصر: مالی غنیمت میں خیانت کرنا (۲) بَاءَ بہ: لوٹنا۔

دوڑے؟ کیا وہ غنیمت سے محروم رہتے؟ کیا نبی ﷺ غنیمت میں خیانت کرتے؟ خود رکھ لیتے اور ان کو نہ دیتے؟ اس کا تو امکان ہی نہیں تھا، پھر مال کی حرص کے علاوہ کونسا جذبہ تھا جس کی وجہ سے حکم عدویٰ کی؟!

آگے مضمون کے تعلقات ہیں، مال غنیمت میں خیانت کرنا زکات نہ نکالنے کی طرح سنگین گناہ ہے، جو شخص زکات نہیں نکالے گا یا مال غنیمت میں خیانت کرے گا وہ اندوختہ یا چرا یا ہوا مال اٹھا کر میدان قیامت میں آئے گا، اونٹ ہو گئے تو بلبلارہے ہو گئے، گھوڑے ہو گئے تو ہنہارہے ہو گئے، گائیں بھینسیں ہو گئی تو ریک رہی ہو گئی، بکریاں ہو گئی تو میا رہی ہو گئی اور کپڑے ہو گئے تو لہرارہے ہو گئے، تاکہ اہل محشر کے سامنے خوب رسولی ہو، جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے۔ پھر قیامت کے دن ہر شخص کو اس کی کمائی پوری دی جائے گی، کسی کی حق تلفی نہیں کی جائے گی، نہ نیکی کا ثواب کم کیا جائے گا نہ گناہ کی سزا بڑھائی جائے گی، دونوں ہی حق تلفیاں ہیں، اور اللہ کی بارگاہ ظلم سے پاک ہے۔

ایک مثال سے وضاحت: دو شخص ہیں: ایک: اللہ کی خوشنودی کی راہ چل رہا ہے، احکام شرعیہ پر پوری طرح عمل کر رہا ہے۔ دوسرا: دنیا سے اللہ کی ناراضگی لے کر آخرت کی طرف لوٹا، ایمان نہیں لایا یا احکام شرعیہ کی خلاف روزی کی، تو کیا آخرت میں یہ دونوں بندے یکساں ہو گئے؟ نہیں! پہلے کا ٹھکانا جنت ہے، اور وہ کیا خوب رہنے کی جگہ ہے! اور دوسرے کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ کیسی بری لوٹنے کی جگہ ہے!

اس طرح آخرت میں لوگوں کے درجات متفاوت ہو گئے، کوئی جنتی ہو گا کوئی جہنمی، پھر جنت میں درجات اور جہنم میں درجات بھی اعمال کے اعتبار سے متفاوت ہو گئے، اور اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کو خوب دیکھ رہے ہیں!

آیات پاک: اور کوئی بھی نبی ایسا نہیں جو مال غنیمت میں خیانت کرے، اور جو بھی مال غنیمت میں خیانت کرے گا: وہ قیامت کے دن اپنی خیانت کی ہوئی چیز کو لے کر آئے گا، پھر ہر شخص کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے — کیا جو شخص اللہ کی خوشنودی کے راستہ پر چلا: اس کے برابر ہے جو اللہ کی ناراضگی لے کر لوٹا؟ اور اس (جانی) کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ برا ٹھکانا ہے! — لوگ اللہ کے نزدیک مختلف درجات میں ہو گئے، اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو دیکھ رہے ہیں جو لوگ کر رہے ہیں!

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ
آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ
مُّبِينٍ ﴿۱۰۳﴾

لَقَدْ	يَحْدِثُ الْحَقِيقَ	رَسُولًا	عَظِيمَ رَسول	الْكِتَابَ	اللہ کی کتاب
صَنَ	احسان فرمایا	قَمِنْ اَنْفُسِهِمْ	انہیں میں سے	وَالْحِكْمَةَ	اور دانشمندی کی باتیں
اللَّهُ	اللہ نے	يَتَنَلَّوْا عَلَيْهِمْ	پڑھتا ہے وہ ان پر	وَلَانَ كَانُوا	اگر چہ تھے وہ
عَلَى الْمُؤْمِنِينَ	ایمان لانے والوں پر	أَيُّتِهِ	اس کی آیتیں	مِنْ قَبْلُ	پہلے سے
إِذْ يَعَثُ	جب بھیجا اس نے	وَيُزَكِّيهِمْ	اور پاک صاف کرتا ہے ان کو	أَفْقَى ضَلِيلٍ	یقیناً گمراہی میں
فِيهِمْ	ان میں	وَيُعَلِّمُهُمُ	اور سکھاتا ہے وہ ان کو	مُذِينٍ	صریح (کھلی)

نبی ﷺ کی بعثت مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے

یہ آیت نبی ﷺ کے اوصاف کے بیان کا تتمہ ہے، آگے سابق مضمون کی طرف عود (لوٹنا) ہے، نبی ﷺ کی بعثت مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے، لوگوں کو چاہئے کہ اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر کریں، کبھی بھولے سے بھی ایسی حرکت نہ کریں جس سے آپ کا دل رنجیدہ ہو، یہ مورچہ چھوڑنے والے تیر اندازوں کا اور میدان چھوڑنے والے فوجیوں کو نصیحت کی۔ اس طرح کی آیت اسی جلد میں سورۃ البقرۃ میں (آیت ۱۲۹ و آیت ۱۵۱) گزر چکی ہیں۔ اور آٹھویں جلد میں سورۃ الجمعہ میں بھی ہے، اس لئے یہاں مختصر وضاحت کی جاتی ہے:

۱۔ ﴿عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾: مسلمانوں پر بڑا احسان کیا: یعنی نبی ﷺ کی بعثت پوری انسانیت کے لئے نعمتِ عظمیٰ ہے، مگر سب لوگ نفع کہاں اٹھاتے ہیں، مومنین ہی نفع اٹھاتے ہیں، اس لئے ان کی تخصیص کی ہے۔

۲۔ ﴿قَمِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾: ان ہی میں سے یعنی انسانوں میں سے فرشتوں اور جنات میں سے نہیں، انسانوں کے لئے انسان کا رسول ہونا ہی موزوں ہے، ہم جنس اور ہم قوم رسول سے استفادہ آسان ہوتا ہے، اگر وہ کوئی معجزہ دکھائے تو سمجھ میں آئے گا فرشتہ یا جن کوئی محیر العقول کا رنامہ انجام دے تو لوگ اس کو اس کی خصوصیت قرار دیں گے۔

۳۔ ﴿يَتَنَلَّوْا عَلَيْهِمْ أَيْتِهِ﴾: وہ ان کو قرآن پڑھ کر سنائے۔ عربوں کو قرآن تلقین کے ذریعہ یاد کرایا جاتا ہے، پس ناظرہ اور تجوید پڑھانا اس کا مصداق ہے، رہے ظاہری معنی تو مخاطبین اہل لسان تھے، وہ خود ہی مطلب سمجھ لیں گے، اور اس پر عمل کریں گے، ان کو قرآن کا ترجمہ نہیں پڑھانا ہوگا، البتہ عجیوں کو پڑھانا پڑے گا، پس وہ ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ﴾ میں آئے گا۔

۴۔ ﴿يُزَكِّيهِمْ﴾: وہ ان کو پاک صاف کرتے ہیں: یعنی نفسانی آلائشوں سے، اخلاقِ رذیلہ سے اور شرک و کفر کے

جذبات سے پاک صاف کرتے ہیں، دلوں کو مانجھ کر ان میں رجلا پیدا کرتے ہیں، اور یہ بات احکام قرآن پر عمل کرنے سے اور صحبت و توجہ تصرف سے براہِ انہی حاصل ہوتی ہے۔

۵۔ ﴿يَعْلَمُونَ أَكَيْتَبُ﴾: وہ لوگوں کو اللہ کی کتاب سکھاتے ہیں: عجیبوں کو ترجمہ پڑھانا، مضامین سمجھانا، اور اہل لسان کے لئے خاص ضرورت کے مواقع میں پیش آنے والے اشکالات کو حل کرنا اس میں شامل ہے۔

۶۔ ﴿وَالْحِكْمَةُ﴾: اور دانشمندی کی باتیں سکھانا، گہرے مضامین بیان کرنا بھی نبی کی ذمہ داری ہے، مثلاً: قرآن کریم میں رضاعت (دودھ پینے) کے تعلق سے دو رشتوں کی حرمت کا ذکر ہے: رضاعی ماں اور رضاعی بہن کا، نبی ﷺ نے فرمایا: یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب: دودھ پینے سے بھی وہ ساتوں رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔ یعنی قرآن میں دو کا تذکرہ بطور مثال ہے، پس تمام احادیث شریفہ حکمت کا مصداق ہیں۔

۷۔ ﴿وَكَانَ كَانُوا مِنْ قَبْلِ نَجِي صَلَیْہِ صَلَیْہِ﴾: اگرچہ عرب بعثت نبوی سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے: یعنی شرک میں مبتلا تھے، اس سے زیادہ واضح کوئی گمراہی نہیں، خالق اور مخلوق کے ڈاڑھے ملا دینا اور بندوں کو الوہیت میں شریک کرنا: اس سے زیادہ کھلی گمراہی کیا ہو سکتی ہے!

آیت پاک: بخدا! واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے مومنین پر بڑا احسان فرمایا: جب ان میں انہی میں سے عظیم رسول بھیجا، جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں، اور ان کو پاک صاف کرتے ہیں، اور ان کو اللہ کی کتاب سکھاتے ہیں اور دانشمندی کی باتیں بتلاتے ہیں، اگرچہ وہ بعثت نبوی سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

أَوَلَيْتَ أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۰﴾

أَوَلَيْتَ	اور کیا جب	قُلْتُمْ	کہا تم نے	أَنْفُسِكُمْ	تمہارے آئی ہے
أَصَابَتْكُمْ	پہنچی تمہیں	أَنَّى هَذَا	یہ کہاں سے آئی؟	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	بے شک اللہ تعالیٰ
مُصِيبَةٌ	کچھ تکلیف	قُلْ	کہو	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر
قَدْ أَصَبْتُمْ	حقیق پہنچا چکے ہو	هُوَ	وہ	قَدِيرٌ	پوری قدرت رکھنے
مِثْلَيْهَا	اس سے ذیل	مِنْ عِنْدِ	پاس سے		والے ہیں

(۱) مزہ: استفہام انکاری کا ﴿قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا﴾ پر داخل ہے (۲) جملہ قد اصبت: مصیبت کی مفت ہے۔

اگر احد میں مسلمانوں کو کچھ تکلیف پہنچی تو تعجب کی کیا بات ہے؟

پہلے سے احد کا واقعہ چل رہا ہے، درمیان میں خطا کاروں کی معافی کا ذکر آیا تو نبی ﷺ کے اخلاق، صفات اور حقوق کا بیان آ گیا، اب پھر احد کے قصہ کی طرف لوٹتے ہیں، جنگ احد میں مسلمانوں کو تکلیف پہنچی، ستر صحابہ شہید ہوئے اور نقصان اٹھانا پڑا پس لوگ تعجب سے کہنے لگے: یہ آفت کہاں سے آئی؟ ہم تو مسلمان مجاہد تھے، اللہ کے راستہ میں اس کے دشمنوں سے لڑ رہے تھے، اللہ کے رسول ہم میں موجود تھے، جن سے نصرت کا اللہ نے وعدہ کیا ہے: پھر یہ مصیبت ہم پر کیوں نازل ہوئی؟

جواب: یہ بات زبان سے نکالنے سے پہلے ذرا سوچو: جس قدر تکلیف تم کو پہنچی ہے اس سے دوگنی تکلیف تم ان کو پہنچا چکے ہو، احد میں تمہارے ستر شہید ہوئے تو بدر میں ان کے ستر مارے جا چکے ہیں، اور ستر ہی تم قید کر کے لے آئے تھے، جن پر تم کو پورا قابو حاصل تھا، چاہتے تو قتل کر دیتے، اب انصاف سے کہو: تمہیں اپنی تکلیف کا شکوہ کرنے کا کیا حق ہے؟ اور تم بدل کیوں ہو رہے ہو!

پھر مزید غور کرو: نقصان کا سبب تم خود ہی بنے ہو:

۱- تم نے جوش میں آ کر نبی ﷺ اور تجربہ کاروں کی بات نہ مانی، اور مدینہ سے نکل کر محاذ جنگ قائم کرنے پر اصرار کیا۔

۲- پھر آخری درجہ کی تاکید کے باوجود تیرا اندازوں نے اہم مورچہ چھوڑ دیا۔

۳- دشمن کی نظروں کے سامنے لشکر میں سے تین سو آدمی ٹوٹ کر لوٹ گئے۔

۴- ایک سال پہلے جب تم کو بدر کے قیدیوں کے بارے میں اختیار دیا گیا تھا کہ یا تو ان کو قتل کر دو یا اندیہ لے کر چھوڑ دو، مگر ایسا کرو گے تو آئندہ سال اتنے ہی آدمی تمہارے شہید ہو گئے، تاہم تم نے یہ دوسری صورت اختیار کی۔

۵- پھر تم شہادت کی آرزو کے ساتھ میدان میں اترے تھے، پس اگر وہ آرزو پوری ہوئی تو تعجب کا کیا موقع ہے؟

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں، وہ جو چاہیں فیصلہ کرتے ہیں، چاہیں تو کئی غلبہ دیں چاہیں تو جرتی، احد میں کئی غلبہ دینا مصلحت نہیں تھی، اس لئے لوگوں کے کسب و اختیار سے ایسی صورت پیدا ہو گئی کہ جرتی غلبہ عطا فرمایا، بہر حال جو کچھ ہوا اللہ کی مشیت سے ہوا، جیسے کہ اگلی آیت میں آ رہا ہے۔

آیت کریمہ: اور جب تم کو کچھ تکلیف پہنچی، جس کا دو گنا تم ان کو پہنچا چکے ہو: پس کیا تم کہتے ہو: یہ آفت کہاں سے

آئی؟ کہو: وہ تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں!

وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ التَّقِي الْجَنَّةِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَاقَضُوا ۖ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ ادْفَعُوا ۚ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا تَبْعُنَكُم مِّنْهُم لَلْكَفَرُ يَوْمِيذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۝ الَّذِينَ قَالُوا إِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قَاتَلُوا ۚ قُلْ فَادْرَءُوا عَنِّي أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

وَمَا	اور جو (تکلیف)	لَهُمْ	ان سے	أَقْرَبُ	زیادہ نزدیک ہیں
أَصَابَكُمْ	پہنچی تم کو	تَعَالَوْا	آؤ	وَمِنْهُمْ	ان سے
يَوْمَ	جس دن	قَاتِلُوا	لڑو	لِلْإِيمَانِ	ایمان سے
التَّقِي	مقابل ہوئیں	فِي سَبِيلِ	راہ میں	يَقُولُونَ	کہتے ہیں وہ
الْجَنَّةِ	دو جہیں	اللَّهُ	اللہ کی	بِأَفْوَاهِهِمْ	اپنے منہوں سے
فَبِإِذْنِ	پس (وہ) اجازت کے	أَوْ ادْفَعُوا	یا (دشمن کو) ہٹاؤ	مَا لَيْسَ	جو نہیں ہے
اللَّهُ	اللہ کی	قَالُوا	کہا انھوں نے	فِي قُلُوبِهِمْ	ان کے دلوں میں
وَلِيَعْلَمَ	اور تاکہ جانیں ۱۱	لَوْ نَعْلَمُ	اگر جانتے ہم	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
الْمُؤْمِنِينَ	ایمانداروں کو	قِتَالًا	لڑائی	أَعْلَمُ	خوب جانتے ہیں
وَلِيَعْلَمَ	اور تاکہ جانیں وہ	لَا تَبْعُنَكُم	ضروری کہ تمہاری	وَمَا يَكْتُمُونَ	جس کو چھپاتے ہیں وہ
الَّذِينَ	ان کو جنھوں نے	هُمْ	وہ لوگ	الَّذِينَ	جنھوں نے
نَاقَضُوا	دوغلی پالیسی اختیار کی	لِلْكَفَرِ	کفر سے	قَالُوا	کہا
وَقِيلَ	اور کہا گیا	يَوْمَ يَوْمِيذٍ	آج	إِخْوَانِهِمْ	اپنے بھائیوں سے

(۱) نفاق: دوغلی پالیسی اختیار کی: دل میں کفر اور زبان پر کلمہ اسلام! (۲) للکفر وللایمان: دونوں ہم معنی حروف جار اقرب سے متعلق ہیں، اسم تفصیل میں ایسا جائز ہے (جمل) (۳) الذین قالوا: الذین ناقضوا سے بدل ہے۔

وَقَعَدُوا لَوْ اٰطَاعُوْنَا مَا فَعَلُوْنَا	اور پیٹھ رہے وہ اور کہنا مانتے وہ ہمارا نہ مارے جاتے	قُلْ قَاذِرُوْنَا عَنْ اَنْفُسِكُمْ	کہو پس ہٹاؤ اپنی ذاتوں سے	الْمَوْتِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ	موت کو اگر ہو تم سچے
--	--	---	---------------------------------	--	----------------------------

مصلحت نہیں تھی کہ غزوہٴ احد میں مسلمانوں کو کئی غلبہ حاصل ہو

غزوہٴ بدر میں مسلمانوں کو کئی غلبہ حاصل ہوا تھا، اب اس دوسری جنگ میں بھی غلبہ کئی حاصل ہوتا تو پردہ اٹھ جاتا، ہر کوئی سمجھ جاتا کہ اسلام ہی برحق مذہب ہے، اسی کو اختیار کرنا چاہئے، حالانکہ غیب: درغیب رہنا چاہئے، ایمان بالغیب مطلوب ہے، اس لئے مصلحتِ خداوندی کا تقاضا ہوا کہ احد میں مسلمانوں کو جڑی کامیابی حاصل ہو، اس لئے مسلمانوں کو جانی نقصان پہنچا۔

﴿وَمَا اَصَابَكُمْ يَوْمَ التَّتِیِّ الْجَنْحٰیْنَ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: اور جو (نقصان) تم کو پہنچا جس دن دونوں فوجیں بھڑیں، وہ بہ حکم الہی تھا۔

احد میں جو صورت پیش آئی اس میں مصلحت یہ تھی کہ کھرے کھولے کا امتیاز ہو جائے

جنگ بدر کے لئے تو سب مخلص مسلمان نکلے تھے، اس وقت تک مسلمانوں کی صفوں میں نفاق نہیں تھا، مگر جب بدر میں مسلمانوں کو کئی غلبہ حاصل ہوا تو رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے اپنے لوگوں (مشرکوں) سے کہا: اِنْ هٰذَا الْاَمْرُ قَدْ تَوَجَّهَ اِلٰی سَلاَمٍ تو بڑھ چلا، اب اس کا لبادہ اوڑھو! اس کی پناہ لو! اس طرح نفاق شروع ہوا، وہ درپردہ کافر تھے، مگر کلمہ نماز کرنے لگے، اس لئے مصلحتِ خداوندی کا تقاضا ہوا کہ جنگ سے پہلے بھی اور بعد میں بھی یہ چہرے کھل کر سامنے آجائیں، تاکہ ان آہستہ کے سانپوں سے بچا جاسکے، چنانچہ عبد اللہ اپنے تین سوساتھیوں کو لے کر میدان سے لوٹ گیا، اس طرح ان کا بھانڈا پھوٹا، ان کے دیکھا دیکھی فوج کا دایاں بایاں بازو بھی پھسلنے لگا، مگر اللہ کی کار سازی سے وہ پھسلنے پھلتے بچ گئے، اور جنگ کے بعد منافقوں اور یہود نے طرح طرح کی باتیں شروع کیں، اس طرح کھرے کھوٹوں میں امتیاز ہو گیا۔

﴿وَلِيَعْلَمَنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلِيَعْلَمَنَّ الَّذِيْنَ تَفَقَّهُوْا ۝﴾

ترجمہ: اور تاکہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کو جان لیں، اور ان لوگوں کو بھی جان لیں جنہوں نے دغلی پالیسی اختیار کی!

منافقین کو جنگ میں شرکت کی دعوت دی مگر قبول نہیں کی، پھر باتیں چھانٹیں!

نبی ﷺ نے ہجرت کے بعد فوراً مدینہ میں آباد تین قوموں (مسلمان، مشرکین اور یہود) کے درمیان ایک معاہدہ کیا

تھا، اس کی ایک دفعہ یہ تھی کہ اگر باہر سے دشمن حملہ آور ہو تو تینوں قومیں مل کر مدافعت کریں گی، اس معاہدہ کی رو سے مشرکین اور یہود کی بھی ذمہ داری تھی کہ جنگ میں حصہ لیتے، اس لئے کہ مکہ والے چڑھ آئے تھے، چنانچہ عبداللہ اور اس کے تین سو ساتھیوں سے کہا گیا کہ آؤ، اگر تم واقعی مسلمان ہو تو راہ خدا میں لڑو، ورنہ دشمن کو مدینہ سے ہٹاؤ! انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور میدان سے چل دیئے۔

جنگ کے بعد انھوں نے ذومحیٰ جواب دیا، کہا: ”اگر ہم لڑنا جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے“ اس کے دو مطلب نکلتے ہیں: ایک: ہم نے مشورہ دیا تھا کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے، مگر ہمارا مشورہ نہیں مانا گیا، پس ہم نا تجربہ کار ٹھہرے، ہم میں جنگی معاملات کی سوجھ بوجھ نہیں تھی، پھر ہم اپنی جانیں کیوں گنوا تے! ہماری بات مانی جاتی اور مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جاتا تو ہم ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔

دوسرا: ہم تو اس کو جنگ نہیں سمجھتے تھے، کھیل (کرکٹ میچ) سمجھتے تھے، سمجھتے تھے کہ مجاہدین کھیل کرواپس آجائیں گے، اگر ہم اس کو واقعی جنگ سمجھتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: آج وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب ہو گئے، یعنی پہلے وہ مکہ پڑھتے تھے، نماز روزہ کرتے تھے، اس لئے وہ ایمان سے بظاہر قریب تھے، اور اب جو ان کی حرکت اور باتیں سامنے آئیں تو وہ کفر سے زیادہ قریب ہو گئے، ان کے دلوں کا حال طشت از بام ہو گیا!

﴿رَقِيبٌ لَهُمْ نَعَّاسٌ لَا يَسْبِيحُ ۚ قَالَ لَوْ اَنَّ لِلّٰهِ اَوْ اِذْ قَعُوا ۚ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ ۚ قَالَا لَا شَيْءَ لَكُمْ مِنْهُمْ اَلَيْسَ لَهُمْ يَوْمَ يَعْلَمُونَ ۚ﴾

ترجمہ: جب ان (منافقین) سے کہا گیا: آؤ، اللہ کے راستہ میں لڑو یا دفاع کرو، انھوں نے جواب دیا: اگر ہم لڑنا جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے! وہ آج بہ نسبت ایمان کے کفر سے زیادہ قریب ہو گئے!

منافقین کی بات دل کی بات نہیں!

منافقین کا مذکورہ جواب محض سخن سازی ہے، ان کے دل میں جو بات ہے وہ اللہ کو معلوم ہے، وہ جنگ میں اس لئے شریک نہیں ہوئے کہ اچھا ہے مسلمان مغلوب و ذلیل ہوں، اور ان کی رائے رکھوں، اور وہ خوشیاں منائیں۔

﴿يَعُولُونَ بِآفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۚ﴾

ترجمہ: وہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں، اور وہ جو بات چھپا رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہیں!

موت تو آتی ہے، اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا

غزوہ احد میں ستر صحابہ شہید ہوئے، جن میں بھاری اکثریت انصاریت تھی، ان کے ۶۵ آدمی شہید ہوئے تھے، ۳۱ خنزرج کے اور ۲۴ اوس کے، اور ایک یہودی قتل ہوا تھا، اور مہاجرین کے شہداء صرف چار تھے، اس لئے منافقوں نے اپنے برادرؤں (انصار) کے بارے میں کہنا شروع کیا: ”اگر وہ ہماری بات مانتے اور گھر میں رہتے تو مارے نہ جاتے!“ قرآن کہتا ہے: اگر تمہاری طرح نامردین کر گھر میں بیٹھے رہتے تو کیا موت سے بچ جاتے؟ جب تمہاری موت آئے تو اس کو گھر میں داخل ہونے سے روکنا، موت کو گھر میں آنے سے کوئی روک نہیں سکتا، اس سے بہتر راہ خدا میں عزت کی موت مرتا ہے، گھر میں مرنے والا مٹی میں جائے گا اور شہادت کی موت مرنے والا زندہ جاوید ہو جائے گا اور جنت میں گھومے گا، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

﴿الَّذِينَ قَالُوا لِلْإِخْوَانِ نَحْنُمْ وَفَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قَاتَلُوا قُلُوبًا فَادَرَوْا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾

ترجمہ: (منافق) وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے (شہید ہونے والے) بھائیوں کے بارے میں کہا، اور خود بھی گھروں میں بیٹھے رہے کہ اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نہ جاتے! — کہو: اپنی ذاتوں سے موت کو ہٹاؤ اگر تم سچے ہو — کہ گھر میں رہنے سے موت نہیں آتی!

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿۵۱﴾
فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ۚ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۵۲﴾ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلٍ ۚ وَاللَّهُ لَا يُضِلُّ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۵۳﴾
الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۵۴﴾

وَلَا تَحْسَبَنَّ	اور نہ خیال کرو	الَّذِينَ ^(۱)	ان لوگوں کو جو	قَاتَلُوا	مارے گئے
-------------------	-----------------	--------------------------	----------------	-----------	----------

(۱) الَّذِينَ قَاتَلُوا: مفعول اول، اور امواتنا: مفعول ثانی ہے، اور عند ربہم: یوزقون کا ظرف ہے۔

فِي سَبِيلِ اللّٰهِ	راہ میں اللہ کی	يَوْمَ هُمْ قَمِيْنٌ خٰلِفِيْهُمْ	ان کے ساتھ ان کے پیچھے سے	الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ ^(۳)	مؤمنین کی جنہوں نے
اَمْوَالًا	مردے	اَلَا خَوْفٌ ^(۲)	کہ جنہیں کوئی ڈر	اَسْتَجَابُوا	قبول کی (مانی)
بَلْ اُحْيَاوْا	بلکہ (وہ) زندہ ہیں	عَلَيْهِمْ	ان پر	لِلّٰهِ	اللہ کی بات
عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے رب کے پاس	وَلَا هُمْ	اور نہ وہ	وَالرَّسُوْلُ	اور اس کے رسول کی بات
يُزْعَمُوْنَ	روزی دیئے جاتے ہیں	يَخْذَرُوْنَ	غم گین ہو گئے	مِنْ بَعْدِ	بعد
فَرِحُوْا ^(۱)	خوش ہو رہے ہیں	يَسْتَبْشِرُوْنَ	خوشی منارہے ہیں وہ	مَّا اَصَابَهُمْ ^(۴)	ان کو پہنچنے
بِمَا اَلَّاهُمْ	اس پر جو دیا ان کو	رَبِّنْعَمًا	نعمتوں پر	الْقَدَرُ	زخم کے
اللّٰهُ	اللہ نے	مِنْ اللّٰهِ	اللہ کی	لِلَّذِيْنَ	ان لوگوں کیلئے جنہوں نے
مِنْ فَضْلِهِ	اپنی مہربانی سے	وَقَضٰی	اور مہربانی پر (ان کی)	اَحْسَنُوْا	اچھے کام کئے
وَكَيْتَبَشِّرُوْنَ	اور خوش ہو رہے ہیں	وَاَنَّ اللّٰهَ	اور اس پر کہ اللہ	مِنْهُمْ	ان میں سے
يَاْلَذِيْنَ	ان لوگوں کی وجہ سے جو	لَا يُضْلِعُ	ضائع نہیں کرتے	وَاتَّقُوا	اور ڈرے وہ
لَمْ يَلْحَقُوا	نہیں ملے	اَجَرَ	مزدوری	اَجْرٍ عَظِيْمٍ	بڑا ثواب ہے

شہداء حیات ہیں، وہ کھلائے پلائے جاتے ہیں

گھر میں بیٹھے رہنے سے موت تو رک نہیں سکتی، ہاں آدمی اس موت سے محروم رہتا ہے جس کو موت کے بجائے 'حیات جاودانی' کہنا چاہئے، شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک خاص طرح کی زندگی ملتی ہے جو اوروں کو نہیں ملتی، ان کو حق تعالیٰ کا ممتاز قرب حاصل ہوتا ہے، وہ بڑے عالی درجات و مقامات پر فائز ہوتے ہیں، ان کو جنت کا رزق آسانی سے پہنچتا ہے، جس طرح ہم اعلیٰ درجہ کے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر ذرا سی دیر میں جہاں چاہیں اڑے چلے جاتے ہیں: شہداء کی ارواح ہرے رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرتی ہیں، اور جنت کے چل چرتی چمکتی ہیں، اور پوٹوں میں بیٹھ کر یعنی اگلی سیٹ پر بیٹھ کر جہاز خود چلاتی ہیں، اس وقت شہداء بے حد مسرور ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دولت شہادت عنایت فرمائی، پس ہزار زندگیوں اس موت پر قربان!

(۱) الرحمن: الذین قتلوا: مفعول اول کا حال ہے (۲) الا: اصل میں ان لای تھا، ادغام ہوا ہے۔ (۳) اللہین: المؤمنین کی

صفت ہے (۴) کما: مصدر یہ ہے اے بعد اصابۃ القرح۔

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرَبِّرُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور جو لوگ راہِ خدا میں مارے گئے ان کو مردے مت سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں، ان کے پروردگار کے پاس

کھلائے پائے جاتے ہیں!

ملاحظہ: شہداء کی حیات برزخی اور اس سے استدلال کر کے انبیاء کی حیات پر گفتگو اسی جلد میں سورۃ البقرہ (آیت

۱۵۴) میں گزر چکی ہے۔

شہداء کو دو خوشیاں

شہداء کے لئے دو خوشیاں ہیں:

اول: اللہ نے جو کچھ ان کو اپنے فضل سے عنایت فرمایا ہے اس پر وہ نازاں و فرحاں ہیں، بعض روایات میں ہے کہ شہدائے احد یا شہدائے بیر معونہ نے بارگاہِ خداوندی میں تمنا کی تھی کہ کاش ہمارے عیش کی خبر ہمارے بھائیوں کو ہو جائے تاکہ وہ جہاد سے جان نہ بچرائیں، اللہ نے فرمایا: میں ان کو خبر دیتا ہوں، اور یہ آیت نازل کی، پھر ان کو اطلاع دی کہ میں نے خبر پہنچادی، پس وہ اور زیادہ خوش ہوئے۔

دوم: ان کو ان مسلمان بھائیوں کا تصور کر کے بھی خاص خوشی حاصل ہوتی ہے، جن کو وہ اپنے پیچھے جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول چھوڑ آئے ہیں کہ اگر وہ بھی ہماری طرح اللہ کی راہ میں مارے گئے تو وہ بھی پر لطف اور بے خوف زندگی کے مزے لوٹیں گے، نہ ان کو اپنے آگے کا ڈر ہوگا نہ پیچھے کا غم، مامون و مطمئن سیدھے خدا کی رحمت میں داخل ہو جائیں گے۔

﴿قَرِيبًا إِلَيْهِمْ أَشْهَدُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۖ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ۖ أَتَلَا

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝﴾

ترجمہ: (۱) اللہ نے جو ان کو اپنا فضل عطا فرمایا ہے وہ اس پر شاداں و فرحاں ہیں (۲) اور وہ خوشیاں مناتے ہیں ان

لوگوں کی وجہ سے جو (ابھی) ان کے پاس نہیں پہنچے کہ ان پر بھی نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ غم گھیں ہوں گے۔

زخم خوردہ صحابہ لشکر کفار کے تعاقب میں نکلے

(غزوہ حراء الاسد)

ختم جنگ کے بعد نبی ﷺ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر مشرکین نے سوچا کہ جنگ میں اپنا پلہ بھاری ہوتے ہوئے بھی ہم نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا تو انہیں یقیناً ندامت ہوگی اور وہ پلٹ کر مدینہ پر حملہ کریں گے، اس لئے آپؐ نے فیصلہ کیا کہ

کلی لشکر کا تعاقب کیا جائے۔

چنانچہ معرکہ احد کے دوسرے دن یعنی یکشنبہ ۸ شوال ۳ ہجری کو علی العباس اعلان فرمایا کہ دشمن کے تعاقب کے لئے چلنا ہے اور ہمارے ساتھ وہی چلے جو معرکہ احد میں شریک تھا، عبداللہ بن ابی نے ساتھ چلنے کی اجازت چاہی مگر آپؐ نے اجازت نہیں دی، مسلمان سب زخموں سے چور غم سے نڈھال اور خوف سے دوچار تھے، مگر سب بلا تردد تیار ہو گئے۔

پروگرام کے مطابق نبی ﷺ مسلمانوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے اور مدینہ سے آٹھ میل پر حراء الاسد میں خیمہ زن ہوئے، وہاں معبد بن ابی معبد خزاعی ملا اور حلقہ بگوش اسلام ہوا، یا ابھی وہ حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوا تھا، معاہدہ تھا، اس نے کہا: آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھوں کو جوڑ دیجیسی ہے اس سلسلہ میں آپؐ مجھ سے کوئی خدمت لینا چاہیں تو لیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ابوسفیان کے پاس جاؤ اور اس کی حوصلہ شکنی کرو۔

ادھر نبی ﷺ کو جو اندیشہ لاحق ہوا تھا وہ واقعہ بنا، ابوسفیان مدینہ سے چھتیس میل دور مقام روحاء پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ لوگ ایک دوسرے کو ولایت کرنے لگے کہ تم لوگوں نے کچھ نہیں کیا، مسلمانوں کی شوکت و قوت تو ذکر انہیں یونہی چھوڑ دیا، ابھی ان میں اتنے سرباقی ہیں کہ وہ پھر تمہارے لئے دوسرے بن سکتے ہیں، پس واپس چلو اور انہیں جڑ سے اکھاڑ دو، مگر صفوان بن امیہ نے اس کی مخالفت کی اور کہا: ایسا مت کرو، مجھے خطرہ ہے کہ جو مسلمان غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے وہ بھی اب تمہارے خلاف جمع ہو جائیں گے، لہذا واپس چلو، فتح تمہاری ہے، مدینہ پر پھر چڑھائی کرو گے تو گردش میں آ جاؤ گے، مگر بھاری اکثریت نے اس کی رائے قبول نہیں کی اور فیصلہ کیا کہ مدینہ واپس چلیں۔

ابھی کفار یہ سوچ ہی رہے تھے کہ معبد خزاعی وہاں پہنچ گیا، ابوسفیان نے پوچھا: پیچھے کی کیا خبر ہے؟ معبد نے کہا: محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو لے کر تمہارے تعاقب میں نکل چکے ہیں، ان کے ساتھ اتنی بڑی جمعیت ہے کہ میں نے ایسی جمعیت کبھی نہیں دیکھی، سب لوگ غصہ میں بھرے ہوئے ہیں، احد میں جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ بھی ساتھ ہو گئے ہیں، ابوسفیان نے پوچھا: بھائی تو کیا کہہ رہا ہے؟ معبد نے کہا: تم کوچ کرنے سے پہلے لوگوں کی پیشانیاں دیکھ لو گے اور لشکر کا ہراول دستہ ٹیلہ کے پیچھے سے نمودار ہو جائے گا، یہ باتیں سن کر کلی لشکر کے حوصلے ٹوٹ گئے اور ان پر رعب طاری ہو گیا اور انہیں اسی میں عافیت نظر آئی کہ مکہ کی جانب سفر جاری رکھیں، البتہ ابوسفیان نے قبیلہ عبد القیس کے ایک وفد سے کہا: جو وہاں سے گذرنا تھا کہ میرا ایک پیغام محمد (ﷺ) کو پہنچا دینا، ان کو یہ خبر پہنچا دیں کہ ہم نے ان کی اور ان کے رفقاء کی جڑ کاٹنے کے لئے پلٹ کر دوبارہ حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے، جب یہ قافلہ حراء الاسد پہنچا تو اس نے ابوسفیان کا پیغام سنایا، مسلمانوں نے اس کی باتیں سن کر کہا: ﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ اللہ ہمارے لئے کافی ہیں اور وہ بہترین کارساز

ہیں، اس طرح ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو گیا، نبی ﷺ حرمۃ الاسد میں تین دن قیام کر کے مدینہ واپس آ گئے۔

﴿يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ رَبِّهِمْ ۖ وَاللَّهُ وَفَّيْلٌ ۚ وَآقَ اللَّهُ لَا يُضِلُّهُمُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ آلَ الَّذِينَ
اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ
عَظِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر خوش ہو رہے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے، جنہوں
نے اللہ کی اور اس کے رسول کی بات مانی، ان کو زخم پہنچنے کے بعد — اور حرمۃ الاسد تک کفار کا چھچھا کیا — ان لوگوں
کے لئے جنہوں نے ان میں سے اچھے کام کئے اور اللہ سے ڈرے بڑا ثواب ہے! — یہ بھی صحابہ کی مدح سرائی اور ان
کی شان کو بلند کرتا ہے، کیونکہ وہ سب کے سب ایسے ہی تھے (فوائد)

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ
إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ دِيَارِهِمْ
فَالَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ سَاءَ مَا يُجِيرُهُمْ ۖ وَأَتَّبِعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ۝ إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ
يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ ۚ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوا اللَّهَ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

الَّذِينَ ^(۱)	(وہ) جو	وَقَالُوا	اور کہا انہوں نے	لَمْ يَخْشَوْهُمْ	نہیں چھو یا ان کو
قَالَ لَهُمُ	کہا ان سے	حَسْبُنَا	ہمارے لئے کافی ہیں	سُوْرَہٗ	کسی برائی نے
النَّاسُ	لوگوں نے:	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	وَاتَّبَعُوا	اور پیروی کی انہوں نے
إِنَّ النَّاسَ	بے شک لوگوں نے	وَنِعْمَ	اور کیا خوب ہیں	رِضْوَانٌ	خوشنودی کی
قَدْ جَمَعُوا	بالطین جمع کیا ہے	الْوَكِيلُ	کارساز!	اللَّهُ	اللہ کی
لَكُمْ	تمہارے لئے (برائے)	فَانْقَلَبُوا	پس لوٹے وہ	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
فَاخْشَوْهُمْ	پس ڈرو تم ان سے	بِنِعْمَةِ	نعمت کے ساتھ	ذُو فَضْلٍ	مہربانی والے ہیں
فَزَادَهُمْ	پس بڑھایا (اس نے) انکا	رَبِّهِمْ	اللہ کی	عَظِيمٍ	بڑی
إِيمَانًا	ایمان	وَفَضْلٍ	اور فضل کے ساتھ	إِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ

ذُلِّكُمْ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ ^(۱)	وہ شیطان ڈراتا ہے (تم کو)	أُولَٰئِكَ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ	اپنے دوستوں سے پس مت ڈرو تم ان سے اور ڈرو مجھ سے	إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ	اگر ہو تم ایماندار
---	---------------------------------	--	--	------------------------------	-----------------------

صحابہ زخم مندمل ہوتے ہی کفار کے مقابلہ کے لئے نکلے (غزوہ بدر صغریٰ)

جنگ احد کے خاتمہ پر ابوسفیان (کمانڈر) نے اعلان کیا تھا کہ اگلے سال پھر بدر میں لڑائی ہوگی، نبی ﷺ نے اس کو قبول کر لیا، اگلا سال آیا تو آپؐ نے حکم دیا: جہاد کے لئے نکلو، اگر کوئی نہیں جائے گا تو اللہ کا رسول تمہا ہو جائے گا، یہ اس لئے فرمایا تھا کہ سال گذشتہ کی کک ابھی باقی تھی۔

ادھر ابوسفیان بھی فوج لے کر مکہ سے نکلا، تھوڑی دور چل کر ہمت ٹوٹ گئی، قحط سالی کا عذر کر کے چاہا کہ مکہ لوٹ جائے، مگر چاہا کہ الزام مسلمانوں پر رہے، ایک شخص مدینہ جا رہا تھا اس کو کچھ دیا، اور کہا: وہاں پہنچ کر کسی خبریں اڑانا کہ مسلمان خوف کھائیں اور جنگ کو نہ نکلیں۔

وہ شخص مدینہ پہنچ کر کہنے لگا: مکہ والوں نے بڑی بھاری جمعیت اکٹھا کی ہے، تم ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کر سکو گے، بہتر یہ ہے کہ بیٹھ رہو! مسلمانوں کا جوش ایمان بڑھ گیا، انھوں نے کہا: اللہ ہمارے لئے کافی ہے!

خیر، مسلمان حسب وعدہ بدر پہنچے، وہاں بڑا بازار لگتا تھا، تین روز تک خوب خرید و فروخت کی، اور خوب نفع کمایا، اور سلامت واپس آئے، اس غزوہ کو بدر صغریٰ کہتے ہیں، اور غزوہ حراء الاسد اور غزوہ بدر صغریٰ میں ربط کی طرف عنوانوں میں اشارہ کیا ہے۔

ملاحظہ: اکثر مفسرین نے ان آیات کو غزوہ حراء الاسد ہی سے متعلق کیا ہے۔

آیات پاک: (وہ مؤمنین) جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے (کفار نے) تمہارے لئے بڑا لشکر اکٹھا کیا ہے، پس تم ان سے ڈرو — اور مقابلہ کے لئے مت نکلو — پس اس خبر نے اُن کا ایمان بڑھا دیا، اور انھوں نے کہا: ”اللہ ہمارے لئے کافی ہیں، اور وہ خوب مددگار ہیں!“ پس وہ پلٹے اللہ کی نعت اور مہربانی کے ساتھ — تجارتی نفع بھی مراد ہے، اور فتح و ظفر بھی — کسی برائی نے ان کو نہیں چھو یا — نہ لگی ہلدی نہ لگی پھکری اور رنگ آیا جو کھا! — اور انہوں نے اللہ کی خوشنودی کی پیروی کی — یعنی جہاد کے لئے نکلے — اور اللہ بڑے فضل والے ہیں — مجاہدین کو سرخ رو بھی کیا اور مال مال بھی!

(۱) یخوف کا مفعول اول کم محذوف ہے، جیسے ﴿لَيَنْتَظِرَنَّ بَاسًا سَيَذِيكُ﴾ میں پہلا مفعول کم محذوف ہے [الکہف ۲]

وہ شیطان ہی ہے جو تم کو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے — یعنی جو اُھر سے آکر مرعوب کن خبریں پھیلاتا ہے وہ شیطان ہے، یا شیطان کے اغواء سے ایسا کر رہا ہے، وہ اپنے چیلے چانٹوں اور اپنے بھائی بندوں سے تمہیں مرعوب کر رہا ہے — پس تم ان سے مت ڈرو، اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو!

وَلَا يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَكُنُفٌ أُولَٰئِكَ يَمْزُقُونَ إِلَهُكَ إِلَىٰ الْغَيِّبِ ۚ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ ۚ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الصَّٰلِحِينَ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الدُّنْيَا ۖ سَبَّحُوا لِلَّهِ مِمَّا قَدَرُوا ۖ وَاللَّهُ يُسَارِعُ إِلَىٰ الْيَوْمِ الْأَخِيرِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَاءَ مَا يَحْكُمُهُمْ ۖ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَآتَوْا الْحَقَّ بِأَمْنٍ مِّنَ اللَّهِ لَاحِقًا ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الدُّنْيَا ۖ سَبَّحُوا لِلَّهِ مِمَّا قَدَرُوا ۖ وَاللَّهُ يُسَارِعُ إِلَىٰ الْيَوْمِ الْأَخِيرِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَاءَ مَا يَحْكُمُهُمْ ۖ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَآتَوْا الْحَقَّ بِأَمْنٍ مِّنَ اللَّهِ لَاحِقًا ۚ

وَلَا يَحْزُنُكَ	اور نہ غمگین کریں آپ کو	حَظًّا	کوئی حصہ	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے
الَّذِينَ	وہ لوگ جو	فِي الْآخِرَةِ	آخرت میں	عَذَابُ الْآلِيمِ	سزا ہے دردناک
يُسَارِعُونَ	لپکتے ہیں	وَهُمْ	اور ان کے لئے	وَلَا يَخْسِبُونَ	اور نہ خیال کریں
فِي الْكُفْرِ	کفر کی طرف	عَذَابُ	سزا ہے	الَّذِينَ	وہ لوگ جنہوں نے
لَهُمْ	بے شک وہ	عَظِيمٌ	بڑی	كَفَرُوا	اسلام قبول نہیں کیا
كُنُفٌ	ہرگز نہیں	إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ	أَتَمُّوا ^(۱)	کہ جو
يَمْزُقُونَ	نقصان پہنچائیں گے	أَشْتَرُوا	بدلتے ہیں	نُسْبِي	مہلت دے رہے ہیں ہم
إِلَهُكَ	اللہ کو	الْكُفْرِ	کفر کو	لَهُمْ	ان کو
شَيْئًا	ذرا بھی	بِالْإِيمَانِ	ایمان سے	خَيْرٌ	بہتر ہے
يُرِيدُ اللَّهُ	چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ	كُنُفٌ	ہرگز نہیں	لَا نَفْسِهِمْ	ان کے لئے
أَلَّا يَجْعَلَ	کہ نہ بنائیں	يَمْزُقُوا	نقصان پہنچائیں گے	لَانْفُسًا	سوا اس کے نہیں کہ
لَهُمْ	ان کے لئے	اللَّهُ شَيْئًا	اللہ کو ذرا بھی	نُسْبِي	ہم مہلت دے رہے ہیں

(۱) انما: ان: الگ ہے، موصولہ صلہ کے ساتھ اس کا اسم ہے اور خبر: خبر ہے، قرآنی رسم الخط میں دونوں کو ملا کر لکھا گیا ہے۔

لَهُمْ لِيَزِدُوا	ان کو تاکہ بڑھ جائیں وہ	لَا تَمْنَا وَلَهُمْ	گناہ میں اور ان کے لئے	عَذَابٌ مُهِينٌ	سزا ہے رسواؤں
----------------------	----------------------------	-------------------------	---------------------------	--------------------	------------------

کافروں کی کاروائیوں سے اسلام کی ترقی رک نہیں سکتی

اب غزوہ احد کے متعلقات کا بیان ہے، پہلی دو آیتوں میں نبی ﷺ کی تسلی فرمائی ہے اور تیسری آیت میں کافروں کے ایک غلبان کا جواب ہے۔ مکہ مکرمہ کے تیرہ سال بہت کٹھن گزرے ہیں، چند سو آدمیوں نے اسلام قبول کیا تھا، پھر ہجرت کے بعد صورت حال بدلی، اسلام کی اشاعت عام ہوئی، مگر اہل مکہ مدینہ پر چڑھ چڑھ آتے تھے، وہ اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینا چاہتے تھے، احد کی جنگ میں صورت حال نازک ہو گئی تھی، یہ صورت حال نبی ﷺ کے لئے تشویشناک ہو سکتی تھی، اس لئے دو آیتوں میں نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ آپؐ فکر نہ کریں اسلام کا مستقبل روشن ہے، لوگ اگرچہ کفر کی طرف لپک رہے ہیں، مگر اس سے اللہ کے دین کا ذرا نقصان نہیں ہوگا، جلدی وہ دن آئے گا کہ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونگے۔

اور جو لوگ کفر میں پیر پیر رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کو ڈھیل دے رہے ہیں: یہ بات اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو، اور وہ بڑے عذاب سے دوچار ہوں۔

اور سنو! جو لوگ اسلام قبول نہیں کر رہے، اس کے عوض کفر کو خرید رہے ہیں، وہ اسلام کی ترقی کو روک نہیں سکتے، اسلام کا پھیلاؤ مقدر ہے، وہ تو پھیل کر رہے گا اور منافقین منہ کی کھائیں گے، ان کو آخرت میں دردناک عذاب سے سابقہ پڑے گا۔ ﴿وَلَا يَخْزِيكَ الَّذِينَ يَسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَنُبْضَرُوا بِاللَّهِ شَيْئًا مَّا يُرِيدُ اللَّهُ أَلاَّ يَجْعَلَ لَهُمْ حِظًّا فِي الْآخِرَةِ ۚ وَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنُيْبْضَرُوا بِاللَّهِ شَيْئًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: اور آپؐ کو غمگین نہ کریں وہ لوگ جو کفر کی طرف لپک رہے ہیں، بے شک وہ اللہ تعالیٰ (کے دین) کو ذرا نقصان نہیں پہنچا سکتے، اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہو، اور ان کے لئے بڑی سزا ہے! بے شک جن لوگوں نے کفر کو ایمان کے بدل خرید لیا، وہ اللہ تعالیٰ (کے دین) کو ذرا نقصان نہیں پہنچا سکتے اور ان کے لئے دردناک سزا ہے!

کافروں کی خوش حالی اور مہلت ان کے حق میں کچھ اچھی نہیں

ممکن تھا کافروں کو اپنی لمبی عمریں، خوش حالی اور دولت و ثروت کی وجہ سے یہ خیال گذرے کہ اگر ہم اللہ کے مغفوع

(ناپسندیدہ) بندے ہوتے تو ہمیں مہلت کیوں دی جاتی؟ اور ہم ایسی اچھی حالت میں کیوں ہوتے؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ مہلت دینا ان کے حق میں کچھ بھلی بات نہیں، ان کو یہ مہلت اس لئے دی جا رہی ہے کہ وہ خوب گناہ سمیٹیں! اور کفر پر مریں، ان کے لئے ذلیل و خوار کرنے والا عذاب تیار ہے۔

﴿وَلَا يَخْشَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَمْثَلًا نَّبِيُّ لَهُمْ خَيْرٌ لَّا نَفْسِهِمْ ؕ إِنَّا نَكْنُ لَكُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝﴾

ترجمہ: اور ہرگز خیال نہ کریں وہ لوگ جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا کہ ہم جو ان کو مہلت دے رہے ہیں وہ ان کے حق میں بہتر ہے، ہم ان کو صرف اس لئے مہلت دے رہے ہیں کہ وہ گناہوں میں بڑھ جائیں، اور ان کے لئے رسوا گن عذاب ہے!

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيٰ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ۖ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَإِنْ تَوَمَّنُوا ۖ وَتَثَقَّوْا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

مَا كَانَ	نہیں تھے	مِنَ الطَّيِّبِ	سترے سے	مَنْ يَشَاءُ	جسے چاہتے ہیں
اللَّهُ	اللہ	وَمَا كَانَ	اور نہیں تھے	فَأَمِنُوا	پس ایمان لاؤ
لِيَذَرَ	کہ چھوڑتے	اللَّهُ	اللہ	بِاللَّهِ	اللہ پر
الْمُؤْمِنِينَ	مسلمانوں کو	لِيُظْلِعَكُمْ	کہ واقف کریں تم کو	وَرُسُلِهِ	اور اس کے رسولوں پر
عَلَىٰ مَا	اس حالت پر جو	عَلَى الْغَيْبِ	پوشیدہ بات پر	وَإِنْ تَوَمَّنُوا	اور اگر ایمان لائے تم
أَنْتُمْ عَلَيْهِ	تم اس پر ہو	وَلَكِنَّ اللَّهَ	لیکن اللہ تعالیٰ	وَتَثَقَّوْا	اور پرہیزگار رہے
حَتَّىٰ يَمِيزَ	یہاں تک کہ جدا کریں وہ	يَجْتَبِيٰ	چنتے ہیں	فَلَكُمْ أَجْرٌ	تو تمہارے لئے ثواب ہے
الْخَبِيثَ	گندے کو	مِن رُّسُلِهِ	اپنے رسولوں میں سے	عَظِيمٌ	بڑا

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ مسلمانوں کو بھی آزمائش سے گذارا جائے تاکہ کھرا کھوٹا جدا ہو جائے
گذشتہ آیت میں فرمایا تھا کہ خوش حالی اور مہلت کفار کے حق میں بہتر نہیں، اب اس کی برعکس صورت بیان فرماتے

ہیں کہ اگر مسلمانوں کو مصائب اور ناخوش گوار واقعات پیش آئیں، جیسے جنگِ احد میں پیش آئے تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ اللہ کے ناپسندیدہ بندے ہیں، یہ حالات تو خاص مصلحت سے پیش آتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ مسلمانوں کو بھی آزمائش سے گذرانا چاہئے تاکہ مخلص مسلمان اور منافق جدا ہو جائیں، مسلمان اس وقت رلے ملے ہیں، مخلص اور منافق میں امتیاز نہیں، منافق بھی کلمہ پڑھ کر دھوکہ کے لئے مسلمانوں میں شامل رہتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ ایسے واقعات اور حوادث پیش آئیں جو کھرے کو کھولے سے اور پاک کو ناپاک سے کھلے طور پر جدا کر دیں۔

اس کے بعد آیت میں ایک سوال کا جواب ہے:

سوال: اللہ تعالیٰ کے لئے آسان تھا کہ تمام مسلمانوں کو بدوں امتحان میں ڈال لے منافقوں کے ناموں اور کاموں سے مطلع کر دیتے، پھر ایسا کیوں نہیں کیا؟ سب کو آزمائش کی بھیٹی میں کیوں ڈالا؟
جواب: اللہ کی حکمت و مصلحت نہیں تھی کہ سب لوگوں کو اس قسم کے غیوب سے آگاہ کیا جائے، اس لئے کسوٹی پر ڈالا تاکہ کھرا کھونا علاحدہ ہو جائے۔

ہاں وہ اپنے رسولوں کا انتخاب کر کے جس قدر غیوب کی اطلاع دینا مناسب ہوتا ہے: دیتے ہیں، مگر عام لوگوں کو بلا واسطہ اس کی اطلاع نہیں دیتے، چنانچہ نبی ﷺ کو اللہ نے منافقین کے نام بتا دیئے تھے، اور آپؐ نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو بتائے تھے، اور ان کو دوسروں کو بتانے سے منع کیا تھا۔ اور آخر میں فرمایا ہے کہ اللہ کا جو خاص معاملہ رسولوں سے ہے، اور پاک و ناپاک کو جدا کرنے کی نسبت سے جو اللہ تعالیٰ کی عادت ہے: اس میں زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں، مسلمان کا کام یہ ہے کہ اللہ و رسول کی باتوں پر کامل یقین رکھے، اور تقویٰ و پرہیز گاری پر قائم رہے: یہ کر لیا تو سب کچھ مکمل (ماخوذ از نواد)

آیتِ پاک: اللہ تعالیٰ ایسے تو ہیں نہیں کہ مسلمانوں کو اس حالت پر رہنے دیں جس حالت پر تم ہو، یہاں تک کہ گندے کو ستھرے سے جدا کریں۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے تو ہیں نہیں کہ تمہیں پوشیدہ باتوں سے واقف کریں، البتہ اللہ تعالیٰ چنتے ہیں اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتے ہیں۔ اور اس کو غیوب کی اطلاع دیتے ہیں۔ — لہذا تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھو! اور اگر تم ایمان لائے اور پرہیز گار رہے تو تمہارے لئے بڑا اجر ہے!

وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْغُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِمْ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۚ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَغُلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ

وَالْأَرْضِ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۵﴾

وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَنْجَعُونَ بِمَا أَلَّهُمُّ اللَّهُ وَمِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ ^(۱)	اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو بجلی کرتے ہیں اس مال میں جو دیا ان کو اللہ نے اپنی مہربانی سے (کہ) وہ بہتر ہے	لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرُّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَّا ^(۲) بَخِلُوا بِمَا يَوْمَ الْفَيْصَةِ	ان کے لئے بلکہ وہ بدتر ہے ان کے لئے اب مالا پہنائے جائیں گے وہ اس مال کی جو بجلی کی انھوں نے اس میں قیامت کے دن	وَاللَّهُ مِيزَاتُ ^(۳) السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ	اور اللہ ہی کے لئے متر وکہ (چھوڑا ہوا) ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو پورے باخبر ہیں
--	---	---	--	---	---

جس مال کے حقوق واجبہ ادا نہیں کئے گئے اس مال کی قیامت کے دن مالا پہنائی جائے گی!

سورت عیسائیوں کے تذکرہ سے شروع ہوئی ہے، پھر غزوہ احد کی تفصیلات آئیں، اب کچھ یہود کا تذکرہ کرتے ہیں، ان کا معاملہ بہت مضرت رساں اور تکلیف دہ تھا، منافقین بھی اکثر انہی میں سے تھے، اور گذشتہ آیت میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حبیب کو طیب سے جدا کر کے رہیں گے، یہ جدائی جانی و مالی جہاد کے وقت ظاہر ہوتی ہے، جہاد کے لئے مال خرچ کرتے وقت بھی کھرا کھونا اور کپا کپا صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔

اس لئے اب ایک آیت میں یہ بات بیان کی ہے کہ یہود و منافقین جہاد کے لئے خرچ کرنے سے بھاگتے ہیں، مال خرچ کرنے سے بھی ان کو موت آتی ہے، لیکن جس طرح جہاد سے پیچھے رہ کر چند روز کی مہلت پالینا، بہتر نہیں اسی طرح مال میں بخلی کرنا اور راہِ خدا میں خرچ نہ کرنا بھی، بہتر نہیں، دنیا میں کوئی مصیبت نہ بھی آئے تو قیامت کے دن جمع کیا ہوا مال عذاب کی صورت میں ظاہر ہوگا، وہ ان کے گلے کا ہار بن کر رہے گا۔

اور زکات وغیرہ حقوق واجبہ ادا نہ کرنے میں بھی سزا ملے گی، نبی ﷺ نے فرمایا:

”جس کو اللہ نے مال دیا پھر اس نے مال کی زکات ادا نہیں کی تو اس کا مال قیامت کے دن ایک سنجے سانپ کا بیکر

(۱) ہو خیراً: خیراً مفعول ثانی ہے، اور ہو ضمیر فصل ہے (۲) ما: اُمی، عا: عقوق، بغیر صلہ کے بھی مستعمل ہے (۳) میزات: اسم ہے: میت کا ترکہ، جمع موارد ہے۔

(شکل) اختیار کرے گا، جس کی آنکھوں پر دوسیاہ نقطے ہوں گے، وہ قیامت کے دن اس کے گلے کا طوق بن جائے گا، پھر اس کی دونوں باجھیں پکڑے گا، اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں! میں تیرا خزانہ ہوں! پھر نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھی“
(بخاری شریف حدیث ۱۴۰۳)

تشریح: مال گلے میں کس طرح طوق بنا کر ڈالا جائے گا؟ حدیث میں اس کی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دولت زہریلے سانپ کی شکل میں نمودار ہوگی، اور انتہائی زہریلے ہونے کی وجہ سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں گے، اس کی آنکھوں پر دوسیاہ نقطے ہوں گے، وہ سانپ اس کے گلے کا پار بن جائے گا پھر اس کی دونوں باجھوں کو کاٹے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں! میں تیری دولت ہوں! تو اپنی دولت پر سانپ بنا بیٹھا رہا، خرچ کرنے کی جگہوں میں بھی خرچ نہیں کیا، اللہ کا حق بھی ادا نہیں کیا، پس اب پکھ اس کا مزہ! اور عذاب کا یہ سلسلہ حساب و کتاب پورا ہونے تک جاری رہے گا، ظاہر ہے اتنی سخت سزا غیر فرض پر نہیں دی جاسکتی، معلوم ہوا کہ زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

پھر آخر آیت میں فرمایا ہے کہ جب تم مراؤ گے تو سب مال اسی کا ہو رہے گا، جس کا حقیقت میں پہلے سے تھا، انسان اس کو اپنے اختیار سے دے تو ثواب پائے گا، اور وہ بخل یا سخاوت جو کچھ کرے گا اور جس نیت سے کرے گا؟ اللہ کو سب خبر ہے، اسی کے موافق بدلہ دے گا۔

آیت پاک: اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو بخیل کرتے ہیں اس مال میں جو ان کو اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے کہ وہ بخیل ان کے حق میں بہتر ہے، بلکہ وہ بخیل ان کے حق میں بری ہے، عنقریب وہ مال جس میں وہ بخیل کیا کرتے تھے قیامت کے دن ان کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔ اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کا متروکہ مال ہے، اور اللہ کو ان اعمال کی خوب خبر ہے جو تم کرتے ہو!

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الْدِّينِ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ فَاقْبِذْ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْآيُتِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا قَدْ مَتَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝

لَقَدْ	یخدا ادا فرمادیے ہے	قَوْلَ	بات	لَإِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
سَمِعَ	سن لی	الَّذِينَ	ان کی جنھوں نے	فَقْبِذْ	فقیر ہیں
اللَّهُ	اللہ نے	قَالُوا	کہا	وَنَحْنُ	اور ہم

أَغْنِيَاءُ	مالدار ہیں	ذَوُ قُوَّةٍ	چکھو	أَيُّدِيكُمْ	تمہارے ہاتھوں نے
سَنَكْنُتُهُ	اب لکھتے ہیں ہم	عَذَابَ	عذاب	وَأَقْرَبُ ^(۲)	اور اس وجہ سے ہے کہ
مَا قَالُوا	جو کہا انھوں نے	الْعَذِيبِ	آگ کا	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
وَقَتْلَهُمْ ^(۱)	اور ان کے خون کرنے کو	ذَلِكَ	یہ بات	لَيْسَ بِظُلْمٍ ^(۳)	قطعاً حلقی کرنے
الَّذِينَ يَأْتِيهِمُ	انبیاء کا	بَعَثْنَا	ان کاموں کی وجہ سے	وَالَّذِينَ	والے نہیں
بَعَثْنَاهُمْ	ناحق	فَكَذَّبُوا	ہے جو	لِلْعَالَمِينَ	بندوں کی
وَقَوْلُ	اور کہیں گے ہم	فَكَذَّبُوا	آگے بھیجے ہیں		

یہودی کی شانِ خداوندی میں گستاخی اور اس کی سزا

اب ایک آیت میں اللہ کی عظمت کا بیان ہے، پس یہ توحید کا مضمون ہے، یہود انتہائی بخل کی وجہ سے جہاد کے لئے پیسہ خرچ کرنا نہیں جانتے تھے، بلکہ جب وہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا حکم سنتے تو اس کا مذاق اڑاتے، جب آیت کریمہ: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ نازل ہوئی تو یہود کہنے لگے: لو، اللہ ہم سے قرض مانگتا ہے، معلوم ہوا: وہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہم نے تمہاری بات سن لی ہے اور ہم نے اس کو تمہارے نادمہ اعمال میں لکھ لیا ہے، اس پر جو کاروائی ہوگی اس کے منتظر رہو۔

اور یہی ایک گندی بات تمہارے نادمہ اعمال میں درج نہیں، بلکہ تمہاری قوم کی ایک دوسری ناپاک حرکت: معصوم انبیاء کو ناحق قتل کرنا بھی تمہارے نادمہ اعمال میں درج ہے، کیونکہ تم اپنے آباء کی اس ناپاک حرکت کو بہ نظر احسان دیکھتے ہو، جب تمہاری یہ مسلّ عیش ہوگی تو فیصلہ ہوگا کہ اپنی خباثتوں کا مزہ چکھو اور دوزخ میں داخل ہو جاؤ، یہ تمہارے آگے بھیجے ہوئے اعمال کی سزا ہے، اور یہ سزا اس وجہ سے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی قطعاً حق تلفی نہیں کرتے، تم دوزخ کے مستحق ہو، اگر تم کو دوزخ میں نہ ڈالا جائے تو یہ تمہاری حق تلفی ہے، اور اللہ کی بارگاہِ ظلم (حق تلفی) سے پاک ہے۔

فائدہ: انفاق کا حکم اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہیں، بلکہ اس لئے ہے کہ اس میں بندوں کا فائدہ ہے، اور اس کو قرض اس لئے کہا گیا ہے کہ اس کا عوض دنیا میں بہ شکل غنیمت ملتا ہے اور آخرت میں اضعافاً مضاعفہ ملے گا۔

آیاتِ پاک: بخدا! واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنھوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں! (۱) قَتْلَهُمْ کا عطف ماقالوا پر ہے (۲) اَنْ: کا عطف ما پر ہے، ای بان۔ (۳) ظلام: مبالغہ ہے، پس نفی کی جانب میں مبالغہ ہوگا۔

ہم ان کی یہ بات اور ان کا انبیاء کو ناحق قتل کرنا لکھ رہے ہیں، اور ہم کہیں گے: آگ کا عذاب چکھو یا یہ سزا تمہارے آگے بھیجے ہوئے اعمال کا نتیجہ ہے، اور اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ قطعاً بندوں کی حق تلفی نہیں کرتے!

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عٰهَدُ اِلَيْنَا اَلَّا نُرْسِلَ رُسُلًا مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَاِلٰذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۰ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاؤُا بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيرِ

الَّذِينَ ^(۱)	انہی نے	قُلْ	کہو	فَاِنْ كَذَّبُوْكَ	اب اگر جھٹلایا انھوں نے آپ کو
قَالُوْا	کہا	قَدْ جَاۤءَكُمْ	تحقّق آئے تمہارے پاس	فَقَدْ كَذَّبَ	تو یقیناً جھٹلائے گئے
اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ نے	رُسُلٌ	رسول	رُسُلٌ	رسول
عٰهَدُ اِلَيْنَا	ہم سے قول و قرار کیا ہے	مِّنْ قَبْلِيْ	مجھ سے پہلے	مِّنْ قَبْلِكَ	آپ سے پہلے
اَلَّا نُرْسِلَ	کہ ہم ایمان نہ لائیں	بِالْبَيِّنٰتِ	واضح معجزات کے ساتھ	جَاۤءُوْا	آئے وہ
رُسُوْلًا	کسی بھی رسول پر	وَاِلٰذِيْ	اور اس کے ساتھ جو	بِالْبَيِّنٰتِ	معجزات کے ساتھ
حَتّٰى يٰۤاْتِيَنَا	یہاں تک کہ لائے وہ	قُلْتُمْ	تم نے کہا	وَالزُّبُرِ	اور صحیفوں کے ساتھ
يَقْرَءُوْنَ	ایسی جہینٹ (نندو نیاں)	فَقَتَلْتُمُوْهُمْ	قتل کیا تم نے ان کو	وَالْكِتٰبِ	اور کتابوں کے ساتھ
تَاْكُلُوْهُ	جس کو کھا جائے	اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	الْمُنِيْرِ	روشن کرنے والی
النّٰرُ	آگ	صٰدِقِيْنَ	سچے		

یہود کو نبی ﷺ پر ایمان تولانا نہیں تھا اس لئے کچھ نکالی!

توحید کے بعد اب رسالت کو لیتے ہیں، انہی لوگوں نے جنھوں نے اللہ پاک کو فقیر قرار دیا تھا: یہ بھی کہا کہ اللہ پاک (۱) اللہین: پہلے اللہین کی مفت یا بدل ہے، یعنی انہی یہود نے یہ بات بھی کہی موصوف صفت اور بدل مبدل ایک ہوتے ہیں، اور محطوف محطوف علیہ میں کچھ فرق ہوتا ہے۔

نے ہم سے قول وقرار لیا ہے کہ ہم اسی رسول پر ایمان لائیں جو سوختی قربانی پیش کرے، اور آپ ﷺ یہ قربانی پیش نہیں کرتے، بلکہ غنیمت ان کا ترلقمہ ہے، اس لئے ہم ان پر ایمان نہیں لاتے۔

اللہ نے ان کی یہ بات بھی سن لی ہے، یہ انھوں نے گپ اڑائی ہے، ایسی بھینٹ پیش کرنا رسالت کے لئے کبھی شرط نہیں رہا، سوختی قربانی معجزہ، کرامت اور کرشمہ کے قبیل سے ہے، اور معجزات رسول کے اختیار میں نہیں ہوتے، اللہ کے اختیار میں ہوتے ہیں، جب اللہ چاہے ہیں نبی/اولیٰ کرشمہ دکھاتا ہے۔

ماضی میں سب سے پہلے ایسی ایک نیاز کا تذکرہ سورۃ المائدہ (آیت ۶۷) میں ہے، ہائیل کی نیاز قبول ہوئی، آگ نے اس کو کھالیا، اور قائیل کی نیاز رد ہوگئی، اس لئے کہ وہ ناقابل تھا۔ پھر الیاس علیہ السلام (الیہا نبی) کا واقعہ سلاطین باب ۱۸ و ۱۹ میں آیا ہے، ان کی قربانی کو بھی آگ نے جلا یا تھا، اور مالی غنیمت کو آگ کا جلا نا معروف ہے، گزشتہ امتوں کے لئے غنیمت حلال نہیں تھی، بنی اسرائیل جہاد کر کے مالی غنیمت لا کر بیت المقدس میں ایک خاص جگہ رکھ دیتے تھے، سفید آگ آتی اور اس کو خاستہ کر دیتی، اور یہ جہاد کی مقبولیت کی علامت ہوتی۔

گزشتہ امتوں کا جہاد جو نیکہ وقتی اور محدود تھا، اس لئے غنیمت ان کے لئے حلال نہیں کی گئی، تاکہ اخلاص باقی رہے، اور امت کا جہاد دائمی ہے، اسلام عالم گیر مذہب ہے، اور اس کے دشمن بہت ہیں، اس لئے مجاہدین کے پاس کمانے کا وقت نہیں، چنانچہ اس امت کے لئے مالی غنیمت حلال کیا، اور سوختی قربانی کا سلسلہ موقوف ہوا۔ یہود نے یہی کچھ نکالی کہ ہم آپ پر ایمان اس لئے نہیں لاتے کہ آپ سوختی قربانی پیش نہیں کرتے، غنیمت کو کھاتے ہیں، اور اللہ نے ہم سے قول وقرار لیا ہے کہ ہم ایسے رسول کو نہ مانیں جو سوختی قربانی پیش نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتے ہیں: زمانہ ماضی میں اللہ کے رسول معجزات کے ساتھ اور سوختی قربانی کے ساتھ آئے، حضرات ذکر یا اور یحییٰ علیہما السلام بیت المقدس کے ذمہ دار تھے، ان کے زمانہ میں مالی غنیمت کو آگ جلاتی تھی، پھر تم نے ان کو کیوں قتل کیا؟ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو کہ ہمیں اسی رسول پر ایمان لانے کا حکم ہے جو سوختی قربانی پیش کرے! پھر تیسری آیت میں نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ تکذیب رسل کا سلسلہ قدیم ہے، آج یہ کوئی نئی بات نہیں، پہلے جو انبیاء معجزات اور چھوٹی بڑی کتابوں کے ساتھ مبعوث ہوئے، ان کی بھی لوگوں نے تکذیب کی ہے، آج یہود یہ حرکت کر رہے ہیں تو کوئی نئی بات نہیں، آپ دل گیر نہ ہوں۔

آیات کریمہ: انہی لوگوں نے کہا: بے شک اللہ نے ہم سے قول وقرار لیا ہے کہ ہم کسی بھی رسول پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں: جب تک وہ ایسی نیاز نہ پیش کرے جس کو آگ کھا جائے، آپ کہیں: مجھ سے پہلے تمہارے پاس رسول کھلی

نشانیاں اور وہ چیز لے کر آئے جس کا تم مطالبہ کرتے ہو، پھر تم نے ان کو کیوں قتل کیا اگر تم سچے ہو؟ اب اگر وہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو بالیقین آپ سے پہلے بھی ان رسولوں کی تکذیب کی گئی ہے جو کھلی نشانیاں، صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے ہیں!

كُلْ نَفْسٌ ذَاِيقَةُ الْمَوْتِ، وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ الْجُؤَرَ كُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ، فَمَنْ زُحِرِمَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ، وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْعُرُوْرِ ۝

كُلْ نَفْسٌ	ہر جان	يَوْمَ الْقِيَمَةِ	قیامت کے دن	فَقَدْ	توبیقیناً
ذَاِيقَةُ	چکھنے والی ہے	فَمَنْ	پس جو شخص	فَازَ	کامیاب ہو گیا
الْمَوْتِ	موت کو	زُحِرِمَ	دور ہٹایا گیا	وَمَا الْحَيٰوةُ	اور نہیں ہے زندگی
وَإِنَّمَا	اور اس کے سوا نہیں کہ	عَنِ النَّارِ	دوزخ سے	الدُّنْيَا	دنیا کی
تُوَفَّقُونَ	پورا پورا دیئے جاؤ گے تم	وَأُدْخِلَ	اور داخل کیا گیا	إِلَّا مَتَاعُ	مگر برتنے کا سامان
الْجُؤَرَ كُمْ	تمہارا بدلہ	الْجَنَّةَ	جنت میں	الْعُرُوْرِ	دھوکہ دینے والا

دوزخ سے بچ جانا اور جنت میں پہنچ جانا اصل کامیابی ہے

اب ایک آیت میں آخرت کا مضمون ہے، ہر شخص کو دنیا چھوڑنی ہے، موت کا مزہ سب کو چکھنا ہے، پھر قیامت کے دن ہر اچھے برے کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ چکایا جائے گا، آخرت میں جو دوزخ سے بچ جائے گا اور جنت میں پہنچ جائے گا اس کے وارے نیارے! اور جو جنت سے محروم رہے گا اور جہنم رسید ہوگا اس کی لٹیا ڈوبی! اور جو لوگ دنیا کی عارضی بہار پر مفتون ہیں وہ دھوکہ خوردہ ہیں، دنیا کا مال و منال تو چند روز برتنے کا سامان ہے، پھر ہاتھ سے نکل جانے والا ہے، فرزند وہ ہے جو دنیا کی حقیقت کو سمجھے، اور اصل کامیابی کو سوچے اور آخرت کی تیاری میں لگا رہے، اور جاہل صوفیاء کا قول: ”ہمیں نہ جنت کی طلب نہ دوزخ کا ڈر!“ زبل بازی ہے۔

آیت پاک: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تمہیں قیامت کے دن تمہارا پورا پورا بدلہ چکایا جائے گا، پس جو شخص دوزخ سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ بالیقین کامیاب ہو گیا، اور دنیا کی زندگی محض دھوکہ دینے والی چند روز برتنے کا سامان ہے!

كُتِبَ لَكُمْ فِيْ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَكُمْ سَعْيَكُمْ مِنَ الدِّينِ اَوْ تَوَّاءِ الْكُتُبِ مَنْ

قَبْلَكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَدْمَىٰ كَثِيرًا وَلَئِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ
مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝

لَتَنبَلُوْنَ	ضرور آزمائے جاؤ گے تم	الْكِتَابِ	آسمانی کتاب	وَلَئِنْ تَصْبِرُوا	اور اگر صبر کرو تم
فِي أَمْوَالِكُمْ	تمہارے مالوں میں	وَمِنَ الَّذِينَ	تم سے پہلے	وَتَتَّقُوا	اور احتیاط رکھو تم
وَأَنفُسِكُمْ	اور تمہاری جانوں میں	وَمِنَ الَّذِينَ	اور ان سے جنھوں نے	فَإِنَّ	تو بے شک
وَلَتَسْمَعَنَّ	اور ضرور سنو گے تم	أَشْرَكُوا	شریک ٹھہرایا	ذَلِكَ	وہ
مِنَ الَّذِينَ	ان لوگوں سے جو	أَدْمَىٰ	تکلیف (ہدگوئی)	مِنْ عَزْمِ	پختہ کاموں سے ہے
أَوْتُوا	دیئے گئے	كَثِيرًا	بہت	الْأُمُورِ	

دل آزاری کی باتیں سن کر صبر و تحمل سے کام لینا اولوالعزمی کا کام ہے

مسلمانوں کی بھی جان و مال میں آزمائش ہوگی، قتل کیا جانا، زخمی ہونا، قید و بند کی تکلیف برداشت کرنا، بیمار پڑنا، اموال کا تلف ہونا، اقارب سے گھڑنا: اس طرح کی سختیاں پیش آئیں گی، نیز اہل کتاب اور مشرکین کی زبانوں سے بہت جگر خراش اور دل آزار باتیں سننی پڑیں گی، کبھی وہ پیغمبر اسلام پر کچڑا چھالیں گے، کبھی غیر واقعی فحش شائع کریں گے، جن کو سن کر اور دیکھ کر دل چھلنی ہو جائے گا، کبھی تعلیمات اسلام پر اعتراض کریں گے اور طرح طرح سے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کریں گے: ان سب باتوں کا علاج صبر و تحمل سے کام لینا، تقویٰ شعار رہنا اور کافروں کی چالوں سے واقف رہنا ہے، یہ ہمت اور اولوالعزمی کا کام ہے، اس کو برداشت کرنے کے لئے بڑے دل گردے کی ضرورت ہے، ایسے حالات میں اس چھاپن کبھی شامت اعداد کا سبب بن جاتا ہے۔

فائدہ: صبر کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تدبیر نہ کرے، یا مواقع انتقام میں انتقام نہ لے، یا مواقع قتل میں قتل نہ کرے، بلکہ حوادث سے دل تنگ نہ ہو، کیونکہ اس میں تمہارے لئے منافع و مصالح ہیں، اور تقویٰ یہ کہ خلاف شرع امور سے بچے، گوند بھیجی کرے (بیان القرآن)

آیت کریمہ: تم ضرور آزمائے جاؤ گے تمہارے مالوں میں اور تمہاری جانوں میں، اور تم ضرور سنو گے دل آزاری کی بہت سی باتیں ان لوگوں سے جو تم سے پہلے آسمانی کتابیں دیئے گئے ہیں — یعنی یہود و نصاریٰ سے — اور مشرکین سے، اور اگر صبر کرو تم اور پرہیز (احتیاط) رکھو تم تو وہ ہمت کے کاموں سے ہے!

وَلَاذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ ۚ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبُئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿۵۳﴾

وَلَاذْ	اور (یا کرو) جب	لَتُبَيِّنُنَّهُ	ضروریان کرو تم	وَرَاءَ	پیچھے
أَخَذَ	لیا	لِلنَّاسِ	اس کو	ظُهُورِهِمْ	اپنی پیٹھوں کے
اللَّهُ	اللہ نے	وَلَا	لوگوں کے لئے	وَاشْتَرَوْا	اور مولیٰ انھوں نے
مِيثَاقَ	عہد و بیان	وَلَا	اور نہیں	بِهِ	اس کے بدل
الَّذِينَ	ان لوگوں سے جو	تَكْتُمُونَهُ	چھپاؤ گے تم اس کو	ثَمَنًا قَلِيلًا	تھوڑی قیمت
أُوتُوا	دیئے گئے	فَنَبَذُوهُ	پس پھینک دیا انھوں	فَبُئْسَ	پس برا ہے
الْكِتَابَ	آسمانی کتاب	مَا يَشْتَرُونَ	نے اس کو	مَا يَشْتَرُونَ	جو خرید انھوں نے

علمائے اہل کتاب دنیا کی محبت میں پھنس کر احکام و بشارت چھپاتے تھے

اہل کتاب سے عہد لیا گیا تھا کہ جو احکام و بشارات اللہ کی کتاب میں ہیں ان کو صاف صاف لوگوں کے سامنے بیان کریں گے مگر انھوں نے اس کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی، اور دنیا کے تھوڑے سے نفع کی خاطر سب عہد و بیان کو پس پشت ڈال دیا تو رات کے احکام کو چھپاتے تھے، اور رشوت لے کر غلط فتوے دیتے تھے، اور نبی ﷺ کے تعلق سے جو بشارات تھیں ان کو بہت زیادہ چھپاتے تھے، اور وہ ایسا متاع دنیا کی محبت میں کرتے تھے، پس ٹف ہے ایسی محبت پر! — اس میں مسلمان اہل علم کو بھی تنبیہ ہے کہ وہ دنیا کی محبت میں پھنس کر ایسا نہ کریں، اللہم احفظنا منہ!

آیت کریمہ: اور (یا کرو) جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد و بیان لیا کہ وہ اپنی کتاب کو عام لوگوں کے سامنے ظاہر کریں، اور اس کو چھپائیں نہیں، پس ان لوگوں نے اس حکم کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے ڈال دیا، اور اس کے عوض میں حقیر معاوضہ لے لیا، پس بری ہے وہ چیز جس کو وہ لے رہے ہیں!

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبْهُمْ بِنَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۵۴﴾

لَا تَحْسَبَنَّ	ہرگز گمان مت کرو تم	الَّذِينَ	ان لوگوں کو جو	يَفْرَحُونَ	خوش ہوتے ہیں
-----------------	---------------------	-----------	----------------	-------------	--------------

یٰۤاَنۡتَوا (۱)	اس کام سے جو	یٰۤاَنۡتَوا	اس کام پر جو	یٰۤاَنۡتَوا (۲)	نجات کی جگہ میں
کیا انھوں نے	اور پسند کرتے ہیں وہ	لَمْ یَّعۡمِلُوۡا	نہیں کیا انھوں نے	مِّنَ الْعَذَابِ	عذاب سے
کہ تعریف کئے جائیں		فَلَا تَحۡسَبُوۡهُمۡ	ہرگز گمان نہ کریں	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے
			آپ ان کو	عَذَابٌ اَلِیۡمٌ	دردناک عذاب ہے

یہود اپنے غلط کئے ہوئے کام پر خوش ہوتے تھے اور صحیح نہ کئے ہوئے کام پر تعریف کے خواہاں ہوتے تھے غلط کئے ہوئے پر خوش ہونا اور صحیح نہ کئے ہوئے پر تعریف کا خواہاں ہونا: یہود و منافقین کا شیوہ تھا۔ جب علمائے یہود سے مسلمان وہ بشارات پوچھتے جو نبی ﷺ کے بارے میں ان کی کتابوں میں ہیں تو وہ تعریف کر کے کچھ کا کچھ بتاتے، اور صحیح بات چھپانے پر خوش ہوتے اور غلط بات بتانے پر مسلمانوں سے تعریف کے خواہاں ہوتے کہ ہم نے فرمائش کی تعمیل کر دی۔

اسی طرح جب کوئی جہاد کا موقع آتا تو منافقین گھروں میں بیٹھ رہتے اور بظلیل بجاتے کہ کیسے فتح گئے! پھر جب نبی ﷺ جہاد سے لوٹتے تو جھوٹے بہانے بناتے، اور چاہتے کہ نبی ﷺ ان کی ستائش کریں اور کہیں کہ تم نے ٹھیک کیا، تمہیں ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔

یہ یہود و منافقین آخرت میں اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکیں گے، ان کو دردناک سزا دی جائے گی، دنیا میں اگر انھوں نے اپنا اُلوسیدھا کر لیا تو کیا ہوتا ہے؟ دنیا چند روز کی ہے، اصل آخرت ہے، وہاں عذاب سے کیسے بچیں گے؟ فائدہ: کئے پر خوش ہونا اور نہ کئے پر تعریف کا خواہاں ہونا انسان کی بڑی کمزوری ہے، مگر آیت میں اس کا ذکر نہیں، آیت میں صحیح بات نہ بتانا اور خوش ہونا اور غلط بات بتا کر تعریف کا خواہاں ہونا، جو یہود و منافقین کا شیوہ تھا، اس کی برائی ہے اور اس پر وعید سنائی ہے۔

آیت کریمہ: آپ ہرگز گمان نہ کریں ان لوگوں کو جو اپنے (غلط) کئے ہوئے پر خوش ہوتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے اس کام پر جو انھوں نے نہیں کیا، پس آپ ان کو ہرگز عذاب سے بچا ہوا خیال نہ کریں، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے!

وَلَهُۥٓ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیۡرٌ ؕ اِنَّ فِیۡ خَلْقِ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَا يَتِي لِّلْأُولَىٰ الْأَلْبَابِ ۚ الَّذِينَ يَدْعُونَ اللَّهَ قَلِيلًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۖ سُبْحَنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَّبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تَدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْرَجْتَهُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ رَّبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ ۖ فَآمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۖ رَبَّنَا وَارْتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝

وَاللَّهُ	اور اللہ کے لئے ہے	لَا يَتِي لِّلْأُولَىٰ	البتہ نشانیاں ہیں	هَذَا	اس کو
مُلْكٌ	حکومت	لِلْأُولَىٰ الْأَلْبَابِ	خالص عقل والوں کیلئے	بَاطِلًا	بے مقصد (عمد)
السَّمَوَاتِ	آسمانوں	الَّذِينَ	جو لوگ	سُبْحَنَكَ	پاک ہے آپ کی ذات
وَالْأَرْضِ	اور زمین کی	يَدْعُونَ اللَّهَ	یاد کرتے ہیں	فَقِنَا	پس بچائیں
وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	عَلَىٰ جُنُوبِهِمْ	اللہ تعالیٰ کو	عَذَابَ النَّارِ	دوزخ کی آگ سے
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر	وَقُعُودًا	کھڑے	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!
قَدِيرٌ	قادر ہیں	وَيَتَفَكَّرُونَ	بیٹھے	إِنَّكَ	بے شک آپ
لَا إِلَهَ إِلَّا	بے شک	وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ	اور اپنی کروٹوں پر	مَنْ تَدْخِلِ	جس کو داخل کریں
فِي خَلْقِ	بنانے میں	السَّمَوَاتِ	اور سوچتے ہیں	النَّارِ	دوزخ میں
السَّمَوَاتِ	آسمانوں	وَالْأَرْضِ	بنانے میں	فَقَدْ	تو یقین
وَالْأَرْضِ	اور زمین کے	رَبَّنَا	آسمانوں	أَخْرَجْتَهُ	رسوا کیا آپ نے اس کو
وَاخْتِلَافِ	اور آنے جانے میں	وَمَا لِلظَّالِمِينَ	اور زمین کے	مِنْ أَنْصَارٍ	اور نہیں ہے نا انصافوں
اللَّيْلِ	شب	وَتَوَقَّنَا	اے ہمارے رب!	رَبَّنَا	کے لئے
وَالنَّهَارِ	دوروز کے	مَا خَلَقْتَ	نہیں پیدا کیا آپ نے	مِنْ أَنْصَارٍ	کوئی بھی مددگار

رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!
إِنَّا	پیشک ہم نے	فَاغْفِرْ لَنَا	پس بخشنے ہمارے لئے	رَبَّنَا	آپ نے ہم سے
سَمِعْنَا	سنا ہم نے	ذُنُوبَنَا	ہمارے گناہ	عَلَىٰ رُسُلِكَ	اپنے رسولوں کی معرفت
مُنَادِيًا	ایک پکارنے والے کو	وَكُفِّرْ عَنَّا	اور مٹائیے ہم سے	وَلَا تُخْزِنَا	اور نہ رسوا کیجئے ہمیں
يُنَادِي	پکارتا ہے	سَيِّئَاتِنَا	ہماری برائیاں	يَوْمَ الْقِيَامَةِ	قیامت کے دن
لِلَّذِينَ	ایمان کے لئے	وَتُوقِنَا	اور موت دیجئے ہمیں	إِنَّكَ	بے شک آپ
أَنْ أَوْفُوا	کہ ایمان لاؤ	مَعَ الْآيَاتِ	نیک لوگوں کے ساتھ	لَا تُخْلِفُ	نہیں خلاف کریں گے
بِرَبِّكُمْ	اپنے پروردگار پر	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	الْمُبْتَادِ	وعدہ کے
فَأَمِنَا	پس ایمان لائے ہم	وَأَتَيْنَا	اور عطا فرمائیے ہمیں		

حکومت اللہ قادر مطلق کی ہے

یہود و منافقین جو غلط بیانی کر کے خوش ہوتے تھے اور صحیح بات چھپا کر تعریف کے خواہاں ہوتے تھے: وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکتے، اس لئے کہ کائنات پر حکومت اللہ کی ہے، مجرم بھاگ کر کہاں جائے گا؟ اللہ تعالیٰ ہر جگہ اس کو سرا دے سکتے ہیں، اس طرح توحید، رسالت، آخرت، ذکر و فکر اور دعا کے مضامین پیدا ہو گئے۔

﴿وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾

ترجمہ: اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

توحید کے دلائل اور اللہ کی عبادت کرنے والوں کی دعائیں

اگر عقلمند آدمی آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور کرے، اور رات دن کے الٹ پھیر کو سوچے تو وہ یقین کر سکتا ہے کہ یہ عظیم کارخانہ اور مضبوط نظام کسی قادر مطلق فرمان روا کے وجود کی دلیل ہے اور وہی موجود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، یہ عقلمند بندے کسی حال میں اللہ سے غافل نہیں ہوتے، کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ کا یاد کرتے ہیں، اور برابر کائنات میں غور و فکر کرتے ہیں، اور وہ اس حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات بے مقصد پیدا نہیں کی، کیونکہ حکیم کوئی فضول کام نہیں کرتا۔

یہ دنیا اللہ نے اکیلی پیدا نہیں کی، اس کا جوڑا آخرت ہے، یہ دنیا آخرت کے مقصد سے پیدا کی گئی ہے، اور وہ مقصد

ہے تکلیف اور جزا و سزا اللہ نے اس دنیا میں احکام دیئے ہیں، جو تعمیل کرے گا اس کو آخرت میں جزائے خیر ملے گی، اور جو نافرمانی کرے گا اور من مانی زندگی گزارے گا اس کو آخرت میں سزا ملے گی۔

جب عقلمند بندوں نے دنیا کا یہ مقصد پایا تو وہ تین دعائیں کرتے ہیں:

۱- اے ہمارے پروردگار! آپ جس کو دوزخ میں داخل کریں وہ رسوا ہوگا، اور کافروں کو سزا سے کوئی بچا نہیں سکے گا، اور جن کو جنت عنایت فرمائیں وہ سرخ رو ہوگا اور فرشتے ان کے کام بنائیں گے۔

۲- اے ہمارے پروردگار! ایک منادی نے ایمان کی دعوت دی، ہم نے قبول کی اور ایمان لائے، پس ہمارے گناہ بخش دیں، ہماری برائیاں مٹا دیں اور موت کے بعد ہمارا نیک بندوں کے ساتھ حشر فرمائیں!

۳- اے ہمارے پروردگار! آپ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ جس جنت کا وعدہ کیا ہے وہ وعدہ پورا فرمائیں، اور قیامت کے دن کی رسوائی سے بچائیں! آپ وعدہ خلافی ہرگز نہیں کرتے! یہ تو آیات کی مسلسل تفریحی، اب چار باتوں کی تفصیل عرض ہے:

۱- کائنات میں عقلمندوں کے لئے توحید کی نشانیاں ہیں: عقل مند آدمی جب آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتا ہے تو اس کے عجیب و غریب احوال سامنے آتے ہیں، اسی طرح دن رات کے مضبوط و مستحکم نظام میں غور کرتا ہے تو ماننا پڑتا ہے کہ کوئی قادر مطلق ہے جو اس پورے نظام پر کنٹرول کر رہا ہے، ورنہ یہ محکم نظام ہرگز قائم نہ رہ سکتا۔

۲- اللہ نے آسمانوں اور زمین کا کارخانہ عیث نہیں بنایا: مومن بندے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، ہر وقت ان کے دل میں اللہ کی یاد ہی رہتی ہے اور زبان پر ان کا ذکر جاری رہتا ہے، اور جب وہ آسمان و زمین میں غور کرتے ہیں تو بے ساختہ ان کی زبان سے نکلتا ہے: یہ عظیم الشان کارخانہ اللہ تعالیٰ نے بیکار نہیں بنایا، ضرور اس کا کوئی مقصد ہے، یہاں سے ان کا ذہن آخرت کی طرف منتقل ہوتا ہے جو موجودہ زندگی کا آخری نتیجہ ہے، پس وہ دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی دعا کرتے ہیں، اور اس کے لئے جتن بھی کرتے ہیں۔

فائدہ: آسمان و زمین اور دیگر مصنوعات الہیہ میں غور و فکر کرنا وہی محمود ہو سکتا ہے جس کا نتیجہ خدا کی یاد اور آخرت کی طرف توجہ ہو، باقی جو مادہ پرست ان مصنوعات کے تاروں میں الجھ کر رہ جائیں اور صنایع کی صحیح معرفت تک نہ پہنچ سکیں، خواہ دنیا انہیں محقق اور سائنس دان کہا کرے مگر قرآن کی زبان میں وہ اولوالالباب نہیں ہو سکتے، بلکہ پرلے درجہ کے جاہل اور احمق ہیں (فوائد عثمانی)

۳- دوزخ رسوائی کا گھر ہے، اس سے بچنے کا سامان کریں: دوزخ رسوائی کا گھر ہے اور جو جس قدر دوزخ میں

رہے گا، اسی قدر اس کے لئے رسوائی ہوگی، پس دائمی رسوائی صرف کفار کے لئے ہوگی، اور عصاۃ مؤمنین جب دوزخ سے نجات پائیں گے تو ان کی رسوائی ڈھل جائے گی۔ اور جس کے لئے اللہ کا فیصلہ دوزخ میں ڈالنے کا ہوگا اس کو کوئی حمایت کر کے بچا نہیں سکتا، ہاں براؤن الہی سفارش کر کے شفعاء بخشوائیں گے۔

۴۔ ایمان و عمل صالح ہی آخرت کی رسوائی سے بچائیں گے: ایمان کی دعوت نبی ﷺ نے دی، مؤمن بندوں نے قبول کی اور آپ کی لائی ہوئی شریعت چل گیا، یہی چیز رسوائی سے بچائے گی اور جنت میں باعزت پہنچائے گی۔

﴿لَا تَلْبِسْ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے میں، اور رات دن کے آنے جانے میں خالص عقل والوں کے لئے باتین (توحید کی) نشانیاں ہیں۔ ﴿وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾ کے دو مطلب ہیں: ایک: ایک کے بعد دوسرے کا آنا دوم: شب و روز کا گھٹنا بڑھنا۔

﴿الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قَلِيلًا وَقَعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ﴾

ترجمہ: (مغفلہ بندے وہ ہیں) جو اللہ کو (ہر حال میں) یاد کرتے ہیں: کھڑے، بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر۔ مسئلہ: فرض اور واجب نمازوں میں قیام و رکوع و سجود فرض ہیں، اور اگر کھڑے ہونے کی استطاعت نہ ہو تو بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھے، رکوع و سجود کی بھی استطاعت نہ ہو تو اشارے سے پڑھے۔ اور بیٹھنے کی بھی استطاعت نہ ہو تو کروٹ پر یا چٹ لیٹ کر پڑھے اور رکوع و سجود اشارے سے کرے، یہ مسئلہ اسی آیت سے مستحب ہے۔

﴿وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین کے بنانے میں غور کرتے ہیں۔

تفسیر: پہلا غور کرنا توحید اور وجود باری تک پہنچنے کے لئے تھا، اور یہ غور کرنا مقصد کائنات کو پانے کے لئے ہے۔

﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۖ سُبْحٰنَكَ قَفَّٰنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ مَن تُدْخِلِ

النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن أَنْصَارٍ ۝﴾

ترجمہ: (جب مقصد کائنات سمجھ لیتے ہیں تو کہتے ہیں:) اے ہمارے پروردگار! آپ نے یہ کائنات بے مقصد پیدا نہیں کی۔ بلکہ آخرت کے مقصد سے پیدا کی ہے۔ آپ کی ذات پاک ہے! — آپ کوئی کام بے مقصد نہیں کرتے، یہ خامی اور عیب ہے، اور آپ ہر عیب سے پاک ہیں۔ پس آپ ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالیں۔ اور جنت میں داخل کریں۔ اے ہمارے پروردگار! آپ جس کو دوزخ میں داخل کریں گے تو آپ نے اس کو

یقیناً رسوا کیا — اور جس کو جنت میں داخل کریں گے تو آپ نے اس کو یقیناً باعزت کیا — اور غالموں (مشرکوں) کے لئے کوئی بھی مددگار نہیں — اور مومنوں کے کارساز فرشتے اور سفارش کرنے والے ہیں، اور سب سے بڑی سفارش پروردگار عالم کی ہوگی۔

﴿رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّنَا مَعَ الْآبِرَارِ ۝﴾

(دوسری دعا:) اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک پکارنے والے (رسول یا قرآن) کو سنا جو پکار رہا ہے کہ ”اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ“ پس ہم ایمان لائے! اے ہمارے پروردگار! پس ہمارے گناہ بخش دے، اور ہماری برائیاں مٹا دے، اور ہمیں نیک بندوں کے ساتھ موت دے! — پہلا ایمان عقلی تھا یہ ایمان سمعی ہے۔

﴿رَبَّنَا وَإِنَّا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝﴾

(تیسری دعا:) اے ہمارے پروردگار! اور آپ نے ہم سے اپنے رسولوں کی معرفت جو وعدہ فرمایا ہے: وہ ہمیں عطا فرما! اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ فرما! بے شک آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے! — اس لئے امید ہے کہ ہماری یہ دعا قبول ہوگی۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّمَّنْ ذَكَرَ أَوْ أُنْشِئُ بَعْضَكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرُوهَا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَوْدُوا فِي سَبِيلِي وَقَتَلُوا وَقُتِلُوا لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دُخْلَ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ	پس قبول کی (دعا) ان کیلئے ان کے رب نے کہ میں نہیں ضائع کرتا کام	عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّمَّنْ ذَكَرَ أَوْ أُنْشِئُ بَعْضَكُمْ	کسی کام کرنے والے کا تم میں سے مرد سے یا عورت سے تمہارا بعض	مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرُوهَا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَوْدُوا فِي سَبِيلِي	بعض سے ہے پس جنہوں نے ہجرت کی اور نکالے گئے وہ ان کے گھروں سے
---	---	--	---	---	---

وَ اُوَدُّوا	اور ستائے گئے وہ	مَسِيحَاتِهِمْ	ان کی برائیاں	الْاَكْفَرُ	نہریں
فِي سَبِيلِي	میرے راستہ میں	وَ اَكْذَبَتْهُمْ	اور ضرور داخل کریں گے	ثَوَابًا ^(۱)	بدلہ کے طور پر
وَ قَتَلُوا	اور لڑے وہ	جَنَّتْ	باغات میں	فِي عَنَدِ اللّٰهِ	اللہ کے پاس سے
وَ قَتَلُوا	اور مارے گئے وہ	تَجْعِلِي	بہتی ہیں	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
لَا كُفْرَانَ	ضرور منافقوں کا میں	رَمِنْ تَحْتِهَا	ان میں	عِندَهُ	ان کے پاس
عَنْهُمْ	ان سے			حُسْنُ الثَّوَابِ	اچھا بدلہ ہے

اللہ نے نیک بندوں کی دعائیں قبول کیں، اور مہاجر شہداء کا تذکرہ خاص طور پر کیا

اللہ تعالیٰ نے نیک مؤمنین کی مذکورہ دعائیں قبول فرمائیں، اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتے، خواہ مرد ہو یا عورت، دونوں ایک نوع کی دو صفیں ہیں، تفصیل سورۃ النساء کی پہلی آیت میں آئے گی، پس جو بھی اچھا کام کرے گا، اس کا پھل پائے گا۔

پھر مہاجر شہداء کا خاص طور پر تذکرہ کیا، یہ وہ بندے ہیں جن کو کفر و شرک چھوڑنے کی وجہ سے وطن چھوڑنے پر مجبور کیا گیا، وہ دارالاسلام کی طرف نکل گئے، وہاں بھی ان کے لئے زمین تنگ کر دی، بڑھ بڑھ کر حملے کئے تو مجبوراً ان سے لڑنا پڑا، اور شہید ہوئے، ان بندوں کے گناہ اللہ تعالیٰ ضرور معاف کریں گے، اور ان کو سدا بہار باغات میں داخل کریں گے، یہ ان کے عمل کا بدلہ ہے، اور اللہ کے یہاں ان کے لئے اور بھی اچھا بدلہ ہے، وہ جمالِ خداوندی کے دیدار سے شاد کام ہونگے۔

آیت کریمہ: پس ان کے پروردگار نے ان کے فائدے کے لئے ان کی دعائیں قبول کیں، اس لئے کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا، خواہ مرد ہو یا عورت، تمہارا ایک دوسرے سے ہے!

پھر جن لوگوں نے ہجرت کی، اور وہ ان کے گھروں سے نکالے گئے، اور میری راہ میں (دین کی وجہ سے) ستائے گئے، اور وہ لڑے اور مارے گئے: میں ضرور ان کے گناہوں کو معاف کروں گا، اور میں ضرور ان کو ایسے باغات میں داخل کروں گا جن میں نہریں رواں ہیں، یہ بطور بدلہ ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ کے پاس (اور بھی) بہترین بدلہ ہے!

لَا يَغُرُّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ۖ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ۚ ثُمَّ مَا لَهُمْ

جَهَنَّمَ، وَيُشَسِّسُ الْمِهَادُ ۝ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّذَلَّذِينَ ۝
وَلَا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ
خُشْعِينَ لِلَّهِ ۚ لَا يَشْكُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا
وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اور ہرگز ہو کر بندے تجھ کو	رَبَّهُمْ	اپنے پروردگار سے	وَلَا	اور بے شک
چلنا پھرنا	لَهُمْ جَنَّاتٌ	ان کیلئے باغات ہیں	مِنْ أَهْلِ	کچھ اہل کتاب
کافروں کا	تَجْرِي	بہتی ہیں	الْكِتَابِ	
شہروں میں	مِنْ تَحْتِهَا	ان میں	لَمَنْ يُؤْمِنُ	یقیناً ایمان رکھتے ہیں
فائدہ اٹھاتا ہے	الْأَنْهَارُ	نہریں	بِاللَّهِ	اللہ پر
تھوڑا	خَالِدِينَ	سدا رہنے والے	وَمَا أُنْزِلَ	اور اس پر جو اتارا گیا
پھر ان کا ٹھکانا	فِيهَا	ان میں	إِلَيْكُمْ	تمہاری طرف
دور رخ ہے	نُزُلًا ^(۲)	مہمانی	وَمَا أُنْزِلَ	اور اس پر جو اتارا گیا
اور برا ہے (وہ)	مِنْ عِنْدِ اللَّهِ	اللہ کی طرف سے	إِلَيْهِمْ	ان کی طرف
کچھوتا	وَمَا عِنْدَ	اور جو پاس ہے	خُشْعِينَ ^(۳)	عاجزی کرنے والے
لیکن	اللَّهُ	اللہ کے	لِلَّهِ	اللہ کے لئے
جو لوگ	خَيْرٌ	بہتر ہے	لَا يَشْكُرُونَ	نہیں خریدتے وہ
ڈرتے رہے	لِلَّذَلَّذِينَ	نیک لوگوں کے لئے	بِآيَاتِ اللَّهِ	اللہ کی باتوں کے عوض

(۱) لَا يَغْرُكَ: فصل نمی ہانوں تا کید ثقیلہ غَر فلاحاً: ہو کر دینا، باطل کی طرف مائل کرنا۔ (۲) نُزُلًا: جنات کا حال ہے ای
الجنات ضیافۃ لہم۔ (۳) خُشْعِينَ: یؤمن کے قائل کا حال ہے، قائل من کی رعایت سے ہو ہے۔

ثُمَّ قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللَّهَ	تھوڑی پونجی انہی لوگوں کے لئے ان کی حردوری ہے ان کے رب کے پاس بے شک اللہ تعالیٰ	سَرَّيْمُ { الْحِسَابِ يَأْتِيهَا الَّذِينَ أَمَنُوا اصْبِرُوا	جلدی حساب کرنے والے ہیں اسوہ لوگو جو ایمان لائے صبر کرو	وَصَابِرُوا وَرَأَوْا وَأَتَقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ	اور مقابلہ میں صبر کرو اور سرحد کا پہرہ دو اور اللہ سے ڈرو تا کہ کامیاب ہوؤ
---	---	---	---	--	---

کافروں کی چار دن کی چاندنی سے کوئی دھوکہ نہ کھائے: یہ عارضی بہار ہے!

جن کافروں نے نبی ﷺ اور صحابہ کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کیا، اور مہاجرین بے خانمان ہو گئے: وہ دنیا میں دندناتے پھر رہے ہیں، فرماتے ہیں: کوئی ان کی خوش حالی سے دھوکہ نہ کھائے کہ وہ خوش عیش ہیں، یہ تو چار دن کی چاندنی ہے، عارضی بہار ہے، جیسے کسی کو چھانسی سے پہلے تو رمہ کھلایا جائے تو وہ کیا خوش عیش ہے! خوش عیش وہ ہے جو چند دن تکلیف اٹھا کر اندر و خیر جمع کرے، پھر ہمیشہ کے لئے راحت سے ہمکنار ہو جائے۔

اور جنت کو مہمانی، اس لئے کہا ہے کہ مہمان کو اپنے کھانے پینے کی کچھ فکر نہیں کرنی پڑتی، بیٹھے بٹھائے عزت و آرام سے ہر چیز مل جاتی ہے — اور نیک بندوں کے لئے اللہ کے پاس جنت سے بڑھ کر نعمت ہے، اور وہ اللہ کی دائمی خوشی اور جمال خداوندی کا دیدار ہے، یہی ﴿زَيَادَةٌ﴾ بہت کچھ زاد ہے، جس کا تذکرہ سورۃ یونس (آیت ۲۶) میں ہے۔

﴿لَا يَغْزَنَكَ تَغْلِبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ۖ مَتَاءً قَلِيلًا ۖ ثُمَّ مَا لَهُمْ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۖ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِنْ عِندِ اللَّهِ ۖ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّالَّذِينَ لَا يَزِلُّوْنَ﴾

ترجمہ: آپ کو کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا دھوکہ میں نہ ڈالے، یہ تو چند دن کے لئے قائمہ اٹھانا ہے، پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ برا بچھونا ہے! ہاں جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں — یعنی منہیات سے بچتے ہیں اور مامورات کو بجالاتے ہیں — ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن میں نہریں رواں ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ کی طرف سے مہمانی ہے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیک بندوں کے لئے بہتر ہے!

اہل کتاب (یہود و نصاری) کے لئے بھی جنت کے دروازے کھلے ہیں!

عام مومنین کے تذکرہ کے بعد اہل کتاب مومنین کا خصوصی تذکرہ کرتے ہیں، جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان

کے رفقاء رضی اللہ عنہم، اور اس تذکرہ کا ایک مقصد یہ ہے کہ جنت، صرف شرک سے نکل آنے والے مومنین کے لئے نہیں، اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) بھی اللہ پر ٹھیک طرح ایمان لائیں، قرآن کریم کو مانیں اور اپنی کتابوں کو بھی مانیں، اس لئے کہ قرآن خود خورات و انجیل کی تصدیق کرتا ہے، اور وہ اللہ کے سامنے عاجزی اور اخلاص سے گریں، اکثر فوں چھوڑیں اور دنیا پرست احبار و رہبان کی طرح دنیا کے چنگلوں کی خاطر حق کو نہ چھپائیں نہ بدلیں، بشارت کو ظاہر کریں اور احکام میں تبدیلی نہ کریں تو ایسے پاک باحق پرست اہل کتاب کو حدیث کی رو سے دو ہزار ثواب ملے گا، اور حساب کا دن دور نہیں، جلد آیا چاہتا ہے، اس دن ان مسلمانوں کو بھی بھرپور صلہ ملے گا۔

﴿وَلَا يَنْفَكُونَ مِنْهَا وَلَهُمْ عِشْرَتُونَ مِائَةً أَلْفًا وَقَلِيلٌ مِّنْ ذَلِكَ﴾ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خُشْعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْكُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ تَمَنَّا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: اور اہل کتاب میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو یقیناً ایمان رکھتے ہیں اللہ پر، اور اس کتاب پر جو تمہاری طرف اتاری گئی ہے، اور اس کتاب پر جو ان کی طرف اتاری گئی ہے، جو اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے ہیں، اور معمولی قیمت میں اللہ کی باتوں (بشارت و احکام) کا سودا نہیں کرتے: انہی لوگوں کے لئے ان کی مزدوری ہے ان کے پروردگار کے پاس، بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب چکانے والے ہیں!

دنیا و آخرت میں کامیابی کے چار گر

۱- غنیوں میں باہمت رہنا۔ ۲- مقابلہ میں ثابت قدمی دکھانا۔

۳- حفاظت کی پوری تیاری رکھنا۔ ۴- شریعت پر مکمل عمل کرنا۔

یہ سورت کی آخری آیت ہے، اور گویا پوری سورت کا خلاصہ ہے، دارین میں کامیابی کے چار گر ہیں:

۱- غنیوں میں باہمت رہنا، دشمن کے سامنے سینہ سپر ہو جانا، کوئی جانی یا مالی آفت آئے تو جزع فزع نہ کرنا، اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا، صبر کے اصل معنی ہیں: روکنا، اس کی تین قسمیں ہیں: طاعات پر نفس کو روکنا یعنی پابندی سے عبادت ادا کرنا، مصائب میں نفس کو جزع فزع سے روکنا اور نفس کو گناہوں سے بچانا۔

۲- دشمن کے مقابلہ میں مضبوطی اور ثابت قدمی دکھانا، جس طرح دشمن میدان میں ڈٹا ہوا ہے خود بھی پتھر کی چٹان

بن جانا۔

۳- حفاظت کی پوری تیاری رکھنا، اسی سے حدود اسلام کی حفاظت ہوگی، جہاں سے دشمن کے حملہ آور ہونے کا اندیشہ

ہو وہاں آہنی دیوار بن جانا۔ ربط کے معنی ہیں: باندھنا اور مُرَابَطَۃ (باب مفاعلہ) کے معنی ہیں: سرحد پر مقابلہ میں گھوڑے باندھنا۔

۴۔ اللہ سے ڈرنا یعنی منہیات سے بچنا، اور یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا ہے: طاعات پر عمل کرنا یعنی شریعت کی مکمل پابندی کرنا۔

حدیث میں ہے: نبی ﷺ جب تہجد کے لئے اٹھتے تھے تو ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ سے آخر سورت تک تلاوت فرماتے تھے، پھر وضوء کر کے نماز شروع کرتے تھے

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾
ترجمہ: اے ایمان والو! (کوئی مصیبت پہنچے تو) صبر کرو — یعنی ہامت رہو — اور (دشمن کے) مقابلہ میں مضبوط رہو، اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو، اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم کامیاب ہوؤ!

آج بروز منگل ۵ شعبان ۱۴۳۸ھ مطابق ۲ مئی ۲۰۱۷ء کو سورۃ آل عمران کی تفسیر بفضلہ تعالیٰ پوری ہوئی۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ النساء

نمبر شمار ۴ نزول کا نمبر ۹۲ نزول کی نوعیت مدنی آیات ۱۷۶ رکوع ۲۲

آخر واول ہم آہنگ: گذشتہ سورت: ﴿اتَّقُوا اللَّهَ﴾ پر پوری ہوئی تھی، اور یہ سورت: ﴿اتَّقُوا رَبَّ﴾ سے شروع ہو رہی ہے، پس آخر واول ہم آہنگ (موافق) ہیں، اللہ اور رب ایک ہیں، اللہ تو خالق و مالک کائنات کا اسم علم (ذاتی نام) ہے اور رب صفاتی نام ہے، رب: وہ ہستی ہے جو تین کام کرے: اول: کسی چیز کو عدم سے وجود میں لائے، نیست کو ہست کرے، دوم: بنی مخلوق کے بقا کا سامان کرے، تاکہ وہ وجود میں آکر فائدہ ہو جائے، سوم: نوزائیدہ مخلوق کو بہ تدریج بڑھا کر منعہائے کمال (آخری پونٹ) تک پہنچائے، ظاہر ہے یہ تین کام اللہ کے سوا کون کرتا ہے؟ پس اللہ اور رب ایک ہیں۔

سورت کا نام: جاننا چاہئے کہ مرد و زن: نوع انسان کی دو صنفیں ہیں، اور دونوں کے احکام ایک ہیں، حدیث میں ہے: **إِنَّ النِّسَاءَ شَفَاقِي الرِّجَالِ** عورتیں مردوں کا حصہ ہیں، اور خرپوزہ کی ایک پھاٹک ٹٹھی ہو تو دوسری بھی ٹٹھی ہوگی، اور ایک پھسکی ہو تو دوسری بھی ویسی ہی ہوگی، البتہ صنفی احکام مختلف ہیں، مگر وہ دو فیصد ہیں، انٹھا نوے فیصد احکام مشترک ہیں، اس لئے قرآن وحدیث میں مردوں کو مخاطب کر کے احکام دیئے گئے ہیں، کیونکہ اسلام میں مردوں کو عورتوں پر بالادستی حاصل ہے، پس دونوں کے لئے احکام ایک ہیں، نماز، زکات، روزہ اور حج وغیرہ مردوں پر بھی فرض ہیں اور عورتوں پر بھی، البتہ حیض وغیرہ کے احکام صنفی احکام ہیں، وہ عورتوں کے لئے علاحدہ ہیں۔

پس جب اسلام میں مردوں کو عورتوں پر بالادستی حاصل ہے تو بیان احکام میں مردوں سے خطاب کیا جائے گا، اور افضل کو مخاطب بنایا جائے گا تو مفضل بھی مخاطب ہوگا، جیسے فرشتوں کو تکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو جبرہ کرو تو یہ حکم جنات کے لئے بھی تھا، سورۃ الکہف (آیت ۵۰) میں ہے: ﴿كَانَ مِنَ الْمَحْبُوتِ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ﴾: ابلیس جنات میں سے تھا، پس وہ اپنے پروردگار کے حکم سے آکٹ ہو گیا! پس عورتوں کے لئے کوئی شکایت کا موقع نہیں تھا، مگر وہ صنفِ نازک ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قرآن میں کہیں بھی عورتوں کی ہجرت وغیرہ اعمالِ صالحہ

کا بالتخصیص ذکر نہیں آیا اس پر سورۃ آل عمران کی آیت (۱۰۵) میں ﴿ذُكِّرُوا﴾ نازل ہوا، تاکہ ان کی اشک شوقی ہو جائے، اور بعض نیک خواتین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! امہات المؤمنین کے تعلق سے سورۃ الاحزاب میں دس آیتیں نازل ہوئیں، مگر عام عورتوں کا کچھ حال بیان نہ ہوا! چنانچہ محصلہ (آیت ۳۵) نازل ہوئی، اور اس میں دس مرتبہ مردوں کے دوش بدوش عورتوں کا بھی تذکرہ کیا، یہ ان کی دلداری کے لئے تھا۔ اب ممکن ہے نیک بندیاں سوال کریں کہ آل عمران کے نام سے سورۃ آئی، اور آگے مریم کے نام سے بھی سورۃ آ رہی ہے، مگر عام عورتوں کے نام سے کوئی سورۃ نہیں! اس لئے محصلہ ہی سورۃ النساء رکھ دی، تاکہ ان کی بات بھی رہ جائے! اس سورۃ کے شروع میں عورتوں کے احکام ہیں، پھر آگے عام احکام ہیں۔

عورتوں کی تخلیق کا مسئلہ

اس سورۃ کی پہلی آیت میں عورتوں کی تخلیق کا مسئلہ زیر بحث آتا ہے، جانا چاہئے کہ دو مسئلے الگ الگ ہیں، ان میں غت ربود نہیں کرنا چاہئے۔ ایک مسئلہ ہے: عام عورتیں کس طرح پیدا ہوتی ہیں؟ دوسرا مسئلہ ہے: پہلی خاتون دادی حواء رضی اللہ عنہا کس طرح پیدا کی گئیں؟

پہلا مسئلہ: عام خیال یہ ہے کہ ہر عورت شوہر کی پہلی سے پیدا ہوتی ہے، مگر یہ خیال بدلہ باطل ہے ہر بچہ مرد کے جڑوٹہ اور عورت کے پیضہ کے ملنے سے پیدا ہوتا ہے، لڑکا بھی اور لڑکی بھی، اور قرآن وحدیث میں اس مسئلہ کے تعلق سے کچھ نہیں، بائبل میں بھی یہ مسئلہ نہیں، البتہ بخاری شریف کی ایک حدیث (نمبر ۳۳۳۱) کو اس مسئلہ سے جوڑا گیا ہے، مگر اس حدیث کا نوا اس مسئلہ سے تعلق ہے نہ آئندہ مسئلہ سے، وہ حدیث درج ذیل ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ، لِإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنْ أَعْوَجَ شَيْءٌ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، لِإِنَّ ذَعَبَتْ نَفْسُهُ كَسَرَتْهُ، وَإِنْ قَرَسَتْهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ"

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی میری وصیت قبول کرو، اس لئے کہ عورت پہلی سے پیدا کی گئی ہے، اور بایلیوں میں سب سے ٹیڑھی اوپر کی پہلی ہے، پس اگر آپ پہلی کو سیدھا کرنا چاہیں گے تو اس کو ٹیڑھ نہیں گے اور اگر اس کو ٹیڑھا رہنے دیں گے تو وہ برابر ٹیڑھی رہے گی، پس عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی میری وصیت قبول کرو۔

تشریح: اس حدیث میں نسوانی فطرت میں جو کجی ہے اس کی تمثیل ہے، پہلی کی مثال سے اس کو سمجھایا ہے، پہلی میں کجی فطری ہوتی ہے وہ کسی طرح ختم نہیں ہو سکتی، کوئی اس کو سیدھا کرنا چاہے تو ٹوٹ جائے گی، یہی حال صنف نساء کا ہے، اس کی فطرت میں کجی ہے، جو کبھی نکل نہیں سکتی، اس لئے اس بات کو پیش نظر رکھ کر بیوی سے معاملہ کرنا چاہئے، یعنی حسن

سلوک کرنا چاہئے، بیوی کی کوتاہیوں سے درگزر کرنا چاہئے اس کی نامناسب باتوں کو نظر انداز کرنا چاہئے، جیسی جباہ ہوگا، اور اگر کوئی چاہے گا کہ بیوی کو سیدھا کر دے تو یہ ناممکن ہے، اس کو سیدھا نہیں کر سکے گا، بلکہ اس کو توڑ بیٹھے گا، اور بیوی کو توڑنا یہ ہے کہ طلاق کی نوبت آجائے گی، پس اس سے بہتر نرمی کا معاملہ کرنا ہے۔

فائدہ: اس حدیث کو دادی حواء رضی اللہ عنہا کے ساتھ جوڑا گیا ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی پسلیوں میں سے کسی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں، مگر بخاری کے حاشیہ میں اس قول کو قیل سے ذکر کیا ہے، یعنی یہ ضعیف قول ہے، صحیح بات وہ ہے جو اوپر بیان کی، اور حاشیہ ہی میں قاضی بیضاوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے: **إِنَّهُمْ خُلِقُوا مِنْ عِظِ جَانِحٍ**۔ **فَكَانَتْهُمْ خُلُقٌ مِنْ أَصْلٍ مُنْعَوَجٍ**، **كَالضِّلَعِ مَعْوَجٍ**، **فَلَا يَنْهَيْتُ انْصِعَاقُ بَوْنٍ إِلَّا بِالصَّبْرِ عَلَى إِعْوِجَاجِهِمْ**۔ عورتوں کی ہناوٹ ایسی ہے کہ ان میں کبھی ہے پس گویا عورتیں ٹیڑھی اصل سے پیدا کی گئی ہیں، مثلاً پسلی سے، پس ان سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں، مگر ان کی کبھی پر صبر کرنے کے ذریعہ، حدیث کا صحیح مطلب یہی ہے اور جو عام بات چلی ہوئی ہے وہ ضعیف ہے، اسرائیلیات سے وہ بات تفسیروں میں در آئی ہے۔ اس حدیث کا دونوں مسائل سے کچھ تعلق نہیں، یہ تو مضمون فہمی کی ایک تمثیل ہے۔

دوسرا مسئلہ: پہلی خاتون دادی حواء رضی اللہ عنہا کی تخلیق کس طرح ہوئی؟ اس مسئلہ کے تعلق سے بھی احادیث میں کچھ نہیں اور قرآن کریم کی تعبیر ذمہ معنی ہے، اس لئے لفظی طور پر کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔ البتہ یہ بات قطعی ہے کہ انسان دیگر حیوانات کی طرح مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، کوئی بلا واسطہ اور کوئی بالواسطہ، حضرت آدم علیہ السلام بلا واسطہ مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں، ان کی تخلیق کے سلسلہ میں قرآن کریم میں یہ تعبیریں آئی ہیں: (۱) ﴿وَمِنْ طِينٍ لَّزِيْمٍ﴾: چپکتی مٹی سے (۲) ﴿وَمِنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ﴾: سڑے ہوئے گارے سے (۳) ﴿وَمِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾: بھیکری کی طرح بھتی مٹی سے، ان مختلف تعبیرات کو ملا کر بھی کوئی واضح صورت سمجھ میں نہیں آتی۔

اور دادی کے تعلق سے عام خیال یہ ہے کہ یہ ارشاد ہے: ﴿خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ تمام انسانوں کو ایک نفس سے پیدا کیا، اور اس نفس سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ اس آیت میں نفس کا کیا ترجمہ ہے؟ نفس متحدہ ومعانی کے لئے آتا ہے، روح، جسم، جی وغیرہ اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے، اور عارف شیرازی رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ جوہر کیا ہے، فرماتے ہیں:

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند ۞ کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

پس اس کا ترجمہ ماہیت، بھی کیا جاسکتا ہے اور ترجمہ نہ کریں تو نفس ناقلہ مراد لے سکتے ہیں، یہ انسان کی کلی طبعی ہے،

اس کا وجود عالم اجساد میں اس کے افراد کے ضمن میں ہوتا ہے، مستقل وجود نہیں ہوتا، مگر عالم مثال میں اس کا مستقل وجود ہے، اسی کو شاید صوفیاء انسان اکبر کہتے ہیں۔

اسی طرح زوج کے بھی دو ترجمے ہیں: بیوی اور جوڑا۔ جوڑا: وہ دو چیزیں جو مل کر کسی مقصد کی تکمیل کرتی ہیں، جیسے آسمان وزمین جوڑا ہیں، آسمان برستا ہے اور زمین اگاتی ہے، اس طرح حیوانات کی معیشت کا اللہ تعالیٰ انتظام کرتے ہیں، اسی طرح شب و روز جوڑا ہیں، کرتا پاجامہ جوڑا ہیں، دو جوتے جوڑا ہیں اور زومادہ بھی جوڑا ہیں، دونوں سے نسل پھیلتی ہے۔ اب سورۃ النساء کی پہلی آیت کے دو مطلب نکلیں گے:

۱۔ تمام انسانوں کو ایک نفس سے یعنی آدم علیہ السلام سے پیدا کیا، اور اسی نفس سے یعنی آدم علیہ السلام سے ان کی بیوی (دادی حواء) کو پیدا کیا، یہی مطلب عام طور پر لیا جاتا ہے۔

۲۔ تمام انسانوں کو نفسِ ناطقہ سے پیدا کیا، پھر اس کی دو صفتیں بنائیں اور اس جوڑے سے بے شمار مردوزن پیدا کئے، اب آیت کا آدم و حواء علیہما السلام سے کچھ تعلق نہ ہوگا، تمام انسانوں سے آیت کا تعلق ہوگا۔

اور روح المعانی میں سورۃ النساء کی پہلی آیت کے حاشیہ میں خود مفسر کا مہمبہ ہے، حضرت ابو جعفر محمد باقر رحمہ اللہ جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور جلیل القدر تابعی ہیں، ان کی طرف منسوب کر کے یہ قول لکھا ہے: انہا خلقت من فضل طینتہ: دادی حواء اس مٹی سے پیدا کی گئیں جو آدم علیہ السلام کی تخلیق کے لئے تیار کی ہوئی مٹی سے بچی تھی، اس باقی ماندہ سے دادی کا پتا بنایا گیا، پھر اس میں روح پھونکی گئی۔

البتہ بائبل کی کتاب پیدائش میں ہے کہ آدم علیہ السلام جنت میں اکیلے پریشان رہتے تھے، ایک مرتبہ وہ سوئے ہوئے تھے، اللہ پاک کیوتر کی شکل میں آئے (بناہ بخدا!) اور ان کی بائیں ہلی سے ایک جزء کاٹ کر لے گئے، اور دادی کو بنا کر بھیج دیا، ان سے دادا کو سکون حاصل ہوا۔ یہی بات روایات کے راستے تفسیروں میں درآئی، اور آیات کی عام تفسیر یہی کی جانے لگی۔

جاننا چاہئے کہ فی الحال مخلوقات تین طرح پیدا ہو رہی ہیں:

اول: کیڑوں کی طرح ڈائریکٹ بے شمار مخلوق مٹی سے پیدا ہو رہی ہے، پھر ان میں تو والد و ناسل نہیں ہوتا، وہ اپنی مدت پوری کر کے ختم ہو جاتے ہیں، برسات میں بے شمار کیڑے اسی طرح پیدا ہوتے ہیں۔

دوم: کچھ مخلوقات دائریکٹ مٹی سے بھی پیدا ہوتی ہے، پھر ان میں تو والد و ناسل بھی ہوتا ہے، جیسے مچھلی اور مینڈک، کسی تالاب میں عرصہ تک پانی رہے تو اس میں مٹی سے مچھلیاں پیدا ہو گئی، پھر وہ اٹھ دے دیں گی اور نسل چلے گی، یہی حال

مینڈکوں کا ہے۔

سوم: بڑے حیوانات کی پہلے عالم مثال میں نوعیں پیدا کی ہیں، پھر ان کے پہلے دو فرد (نرمادہ) ڈائریکٹ مٹی سے پیدا کئے ہیں، پھر ان میں تو والد و تاسل ہوتا ہے، اب ان کا کوئی فرد مٹی سے پیدا نہیں ہوتا، اب یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ مرغی پہلے ہے یا انڈا؟ جواب: مرغی پہلے ہے، پہلا مرغی اور پہلی مرغی راست مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں، پھر جب نرمادہ ملے تو مرغی نے انڈا دیا۔

اور ڈارون کا خیال مہمل ہے کہ انسان: بندر سے ترقی کر کے بنا ہے، سوال یہ ہے کہ حیوانات کی دیگر انواع کس طرح بنی ہیں؟ بلکہ خود بندر کس طرح بنے ہیں؟ اگر ان کے پہلے دو فرد (نرمادہ) مٹی سے بنے ہیں تو یہی بات انسان کے تعلق سے مان لینے میں کیا پریشانی ہے؟

اور محرف بائبل کی یہ بات بھی مہمل ہے کہ دادی جنت میں پیدا کی گئیں، سورۃ البقرۃ میں صراحت ہے کہ دادی بھی زمین میں پیدا کی گئی ہیں، ارشاد پاک ہے: ﴿قُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾: آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرانے کے بعد حکم ملا کہ آدم تم خود اور تمہاری بیوی جنت میں جا بسو، پھر جنت سونے کی جگہ نہیں، نیند تھکن کی وجہ سے آتی ہے اور جنت میں تھکن نہیں، اس لئے تو رات کی بات بھی مہمل ہے، اور اس کی روشنی میں آیت کی تفسیر کرنا بھی ٹھیک نہیں۔



(۴) سُوْرَةُ النَّسَاءِ مَدَنِيَّةٌ (۹۲) اِنَّا نَحْنُ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً، وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	اللہ کے نام سے	وَاحِدَةٍ	ایک	تَسَاءَلُونَ ^(۳)	ہاں سوال کرتے ہوئے
يَا أَيُّهَا النَّاسُ	نہایت مہربان	وَحَلَقَ مِنْهَا	اور اس سے پیدا کیا	بِهِ	اس کے ذریعہ
اتَّقُوا رَبَّكُمُ	بڑے رحم والے	زَوْجَهَا ^(۲)	اس کا جوڑا (مردوزن)	وَالْأَرْحَامَ ^(۳)	اور قرابت داری سے
الَّذِي	اے لوگو!	وَبَثَّ مِنْهُمَا	اور دونوں سے پھیلائے	(ذرو)	
خَلَقَكُمْ	اپنے رب سے ڈرو	رِجَالًا كَثِيرًا	مرد بہت	لَاَنَّ	بے شک
مِنْ نَفْسٍ	جس نے	وَنِسَاءً	اور عورتیں (بہت)	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
وَمِنْ نَفْسٍ	تم کو پیدا کیا	وَاتَّقُوا اللَّهَ	اور تم ڈرو اللہ سے	كَانَ عَلَيْكُمْ	تم پر ہیں
وَمِنْ نَفْسٍ	نفس سے	الَّذِي	جو	رَقِيبًا	نگران (نہایت)

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

رشتہ داری کا تعلق ختم مت کرو، اور رشتہ داری کا تعلق تمام انسانوں سے ہے

سورت کی پہلی آیت میں ایک حکم اور اس کی تمہید ہے، حکم یہ ہے کہ رشتہ داری کا تعلق مت توڑو، ناتے کا خیال رکھو، اور تمہید یہ ہے کہ ناتا (رشتہ داری) کا تعلق تمام انسانوں سے ہے، تمام انسان ایک ماہیت کے افراد ہیں، اور مردوزن نوع انسانی کی دو صنفیں ہیں، اور ماہیت کلیہ سے پہلا جوڑا آدم و حوا علیہما السلام کا بنایا ہے، پھر ان سے نسل چلی اور ساری دنیا آباد ہوگئی، پس سب انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، سب ایک کنبہ ہیں، اور بعد میں لوگوں میں جو تقسیم ہوئی ہے وہ (۱) نفس سے نفس ناظرہ (ماہیت) مراد ہے، یہی انسان کی کلی طبعی ہے (۲) زوج سے مراد بیوی نہیں، بلکہ مردوزن کا جوڑا ہے (۳) نساء لون میں ایک تاء محذوف ہے (۴) الارحام کا عطف اللہ پر ہے۔

باہمی تعارف کے لئے ہے، اس کائنات سے کوئی تعلق نہیں، سب مردوزن، مسلم اور غیر مسلم ایک خاندان ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ رب حقیقی ہیں اور والدین رب مجازی۔ رب: وہ ہوتا ہے جو نیست سے ہست کرے، پھر اس کی بقاء کا سامان کرے، پھر آہستہ آہستہ اس کو ترقی دے کر منہائے کمال (آخری حد) تک لے جائے، بایں معنی اللہ تعالیٰ تو رب حقیقی ہیں، اور ماں باپ بھی اولاد کے وجود کا ظاہری سبب ہیں، پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ماں باپ اس کی پوری دیکھ بھال کرتے ہیں، اس کی ہر ضرورت پوری کرتے ہیں اور بیس سال تک اس کو کھلاتے پلاتے ہیں، پھر جب وہ جوان رعنا ہو جاتا ہے تو شادی کر کے اڑا دیتے ہیں۔

پس رب حقیقی اور رب مجازی میں مناسبت ہے، اور لوگ اللہ کے واسطے سے ایک دوسرے سے مانگتے ہیں، کہتے ہیں: اللہ کے لئے میری مدد کرو، اسی طرح لوگ رشتہ داری کے واسطے سے بھی سوال کرتے ہیں، کہتے ہیں: بھتیجا میری مدد کرو، چچا میرا خیال رکھو، اور رشتہ داری کے واسطے سے اسی وقت سوال کیا جاسکتا ہے جبکہ تعلقات استوار ہوں، ورنہ بھائی نہ بھائی ہے، نہ چچا چچا!

اس لئے جہاں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا رشتہ داری سے ڈرنے کا بھی حکم دیا، البتہ دونوں ڈر مختلف ہیں اللہ سے ڈرنا تو اس کے احکام کی خلاف روزی سے بچنا ہے۔ اور رشتہ داری سے ڈرنا قطع رحمی سے بچنا ہے، اور آخر آیت میں تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نگرانی کر رہے ہیں، ان سے تمہارا کوئی حال پوشیدہ نہیں، تم رشتہ داری کا پاس و لحاظ رکھتے ہو یا نہیں؟ اس کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں۔

اور حدیثوں میں قطع رحمی پر سخت وعید آئی ہے:

حدیث قدسی: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں ہی اللہ (معبود) ہوں، میں ہی رحمان (نہایت مہربان) ہوں، میں نے رَحْمَہ (ناتے) کو پیدا کیا ہے، اور میں نے اس کو اپنے نام میں سے حصہ دیا ہے، پس جو اس کو جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا، اور جو اس کو کاٹے گا میں اس کو (اپنے سے) کاٹوں گا!

اور دوسری حدیث میں ہے: جب اللہ تعالیٰ مخلوقات کو پیدا کر کے فارغ ہوئے تو ناتا کھڑا ہوا، اور اس نے رحمان کی کمر میں کوئی بھری، اللہ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: میں نے قطع رحمی سے پناہ لینے کے لئے آپ کی کوئی بھری ہے، اللہ نے فرمایا: کیا تو اس پر راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے میں اس کو جوڑوں، اور جو تجھے کاٹے میں اس کو کاٹوں؟ ناتے نے کہا: میں اس پر راضی ہوں؟ اللہ نے فرمایا: تجھ سے اس کا وعدہ ہے۔

فائدہ: معادن وجود اور منشأ وجود کے اتحاد کے باعث تو تمام بنی آدم میں رعایت حقوق اور حسن سلوک ضروری ہے، اس کے بعد اگر کسی موقع میں کسی خصوصیت کی وجہ سے اتحاد میں زیادتی ہو جائے، جیسے اقارب میں، یا کسی موقع میں

شدت احتیاج پائی جائے، جیسے یتامی اور مساکین وغیرہ میں ملو وہاں رعایت حقوق میں بھی ترقی ہو جائے گی (فوائد)
 آیت کریمہ: اے لوگو! اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک نفس (ایک ماہیت) سے پیدا کیا، پھر اس سے
 اس کا جوڑ لہنا یا، اور دونوں سے بہت مراد اور عورتیں پھیلانیں، اور اس اللہ سے ڈرو جس کے ذریعہ تم ایک دوسرے سے سوال
 کرتے ہو اور قرابت داری سے (بھی) ڈرو، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہیں!

وَاتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا الْخَيْثَ بِالْظُلْمِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ
 إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ ۖ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۝

وَاتُوا	اور دو تم	الْخَيْثَ	برے مال کو	لَا تَأْكُلُوا	اپنے اموال کھاؤ (حاکم)
الْيَتَامَىٰ	یتیموں کو	بِالْظُلْمِ	اچھے مال سے	إِنَّهُ كَانَ	بیشک وہ (کھانا) ہے
أَمْوَالَهُمْ	ان کے اموال	وَلَا تَأْكُلُوا	اور مت کھاؤ	حُوبًا (۲)	وہاں (گناہ)
وَلَا تَتَّبِعُوا	اور مت بدلو	أَمْوَالَهُمْ	ان کے اموال	كَبِيرًا	بڑا

یتیموں کے تعلق سے تین احکام

گذشتہ آیت میں فرمایا تھا کہ ناسا مت توڑو: یہ ایک امر کلی تھا، اب اس کی تفصیلات شروع کرتے ہیں۔ یتامی عام طور
 پر قرابت دار اور کمزور ہوتے ہیں، اس لئے ان کے تعلق سے اولیاء کو تین حکم دیئے ہیں:
 ۱۔ جب یتیم بالغ ہو جائے تو اس کا مال اس کے حوالے کیا جائے، ولی کسی غرض سے اس میں لیت وعل نہ کرے، البتہ
 اگر وہ ناجبھ ہو تو اس کا حکم آگے آ رہا ہے۔

۲۔ زمانہ تولیت میں یتیم کی کسی اچھی چیز کو اپنی بری چیز سے نہ بدلے، اس کے کھیت کے اچھے گیہوں رکھ لئے اور
 اپنے کھیت کے گھٹیا گیہوں اس کے حساب میں لگا دیئے: ایسا نہ کرے۔

۳۔ یتیم کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھائے، ولی کے لئے جائز ہے کہ یتیم کا کھانا اپنے کھانے کے ساتھ پکائے،
 مگر اس کا آنا اس کی خوراک سے زائد لینا، اور شرکت کے بہانے اس کا مال اڑانا جائز نہیں، اس پر آگے سخت وعید آ رہی
 ہے، یہ بڑا بھاری گناہ ہے، اس سے بچو!

آیت کریمہ: (۱) اور تم یتیموں کو ان کے اموال دو (۲) اور اپنے برے مال کو ان کے اچھے مال سے مت بدلو (۳) اور
 (۱) اِلٰی اَمْوَالِهِمْ: اے مضمومۃ اِلٰی اَمْوَالِهِمْ (۲) الْخُوب: اسم ہے، حاب (ن) حُوبًا: گنہگار ہونا۔

ان کے اموال مت کھاؤ اپنے اموال کے ساتھ ملا کر، بے شک وہ بڑا گناہ ہے۔

وَأَنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَمِينِ فَأَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبْعَ ۚ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ۝ وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنَيْجًا مَرِيئًا ۝

وَأَنْ خِفْتُمْ	اور اگر ڈرو تم	أَلَّا تَعْدِلُوا ^(۳)	کہ نہیں انصاف کرو گے تم	صَدُقَاتِهِنَّ ^(۴)	ان کے مہر
أَلَّا تُقْسِطُوا	کہ نہیں انصاف کرو گے تم	فَوَاحِدَةً	تو (نکاح کرو) ایک سے	نِحْلَةً ^(۵)	بطیب خاطر
فِي الْيَمِينِ	یتیم لڑکیوں میں	أَوْ مَا مَلَكَتْ	یا (اکتفا کرو) اس پر	فَإِنْ طِبْنَ	پھر اگر خوش ہو جائیں
فَأَنْكِحُوا ^(۱)	تو نکاح کرو	أَيْمَانُكُمْ	جس کے مالک ہیں	لَكُمْ	تمہارے لئے
مَا طَابَ لَكُمْ	جو پسند آئیں تمہیں	ذَلِكَ	تمہارے دائیں ہاتھ	عَنْ شَيْءٍ	کسی چیز سے
مِنَ النِّسَاءِ	عورتوں سے	أَدْنَىٰ ^(۲)	وہ بات	مِنْهُ ^(۶)	اس (مہر) میں سے
مَثْنَىٰ ^(۴)	دو دو	وَأَتُوا	قریب ہے	نَفْسًا ^(۷)	ان کے دل
وَثُلَاثَ	اور تین تین	أَلَّا تَعُولُوا	کہ نہانا انصافی کرو تم	فَكُلُوهُ	پس کھاؤ اس کو
وَرُبْعَ	اور چار چار	وَأَتُوا	اور دو تم	هَنَيْجًا ^(۸)	خوش گوار (رچتا)
فَإِنْ خِفْتُمْ	پس اگر ڈرو تم	النِّسَاءَ	عورتوں کو	مَرِيئًا ^(۸)	خوش ذائقہ (پچتا)

یتیم لڑکی کے ساتھ نا انصافی کا ڈر ہو تو اس کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے

ان دو آیتوں میں یتیمی کے تعلق سے بنیادی مسئلہ مذکورہ مسئلہ ہے، پھر اس کے ذیل میں لگے چند مسائل ہیں:

- (۱) لکانکحوا: فاء جزائیہ اور جملہ انکحوا: إن خفتم کی جزاء کے قائم مقام ہے، ای: فلا تنکحوهن وانکحوا ما طاب لکم
- (۲) مثنی وثلث وربیع: النساء کے حال ہیں (۳) عا: (ن) عوا: ایک طرف کو جھک جانا، عورتوں میں برابری نہ کرنا (۴) صدقات: صدقہ کی جمع: مہر (۵) نحلہ: مصدر باب فتح اور اسم: خوش دلی (۶) منه: شئی کی صفت ہے ای کاتنا منه اور من معضیہ یا بیانیہ ہے (۷) نفسا: طبن کے فاعل سے محول تیز ہے (۸) ہنینا اور مریئنا: دونوں صفت مضارع معنی ہیں، عربی میں تابع معنی دار ہوتا ہے اور متبوع کی تاکید کرتا ہے۔ رچتا پچتا بھی ہم معنی ہیں وہ چیز جو آسانی سے گلے سے اتر جائے اور بدن کے موافق آئے۔

کبھی یتیم لڑکی کا سر پرست لڑکی کے مال میں رغبت رکھتا ہے، اس لئے وہ خود اس سے نکاح کرتا ہے، مگر مہر میں انصاف نہیں کرتا، کم مہر دیتا ہے، چنانچہ قرآن کریم نے فرمایا: ایسا مت کرو، اگر تمہیں یتیم لڑکیوں کے حق میں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ انصاف نہیں کرو گے، مناسب مہر نہیں دو گے یا ان کے حقوق ادا نہیں کرو گے تو ان سے نکاح مت کرو، دوسری عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں۔

تعداد ازدواج مردوں کی واقعی ضرورت ہے

۱- عورت عوارض سے دو چار ہوتی ہے، حیض، حمل، زچگی، نفاس اور ضاعت سے اس کو دو چار ہونا پڑتا ہے، اس زمانہ میں عورت قابل استفادہ نہیں رہتی یا جنسی اختلاط باعث کلفت ہوتا ہے۔

۲- پچاس سال کے بعد عورت مایوس ہو جاتی ہے، اور جنسی التفات میں کمی آ جاتی ہے، اور مرد بہت دنوں تک کارآمد رہتا ہے اور بے رغبتی کے ساتھ اختلاط باعث مسرت نہیں ہوتا، اس لئے بھی نیا نکاح مرد کی ضرورت بن جاتا ہے۔

۳- بعض خطوں میں لڑکیوں کی شرح پیدائش لڑکوں سے زیادہ ہوتی ہے، پس ایک سے زیادہ نکاح ایک معاشرتی ضرورت ہے۔

۴- مردوں پر عورتوں کی بہ نسبت حوادث زیادہ آتے ہیں، ایسی صورت میں عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے، جس کا حل تعداد ازدواج ہے۔

۵- عورت بیک وقت ایک ہی مرد کے لئے بچہ جنمتی ہے، جبکہ مرد بیک وقت کئی عورتوں سے اولاد حاصل کر سکتا ہے، پس افزائش نسل کی ضرورت بھی تعداد ازدواج کے جواز کی تفسیر ہے۔

۶- اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت عفت و عصمت اور پاکدامنی و پرہیزگاری کی ہے، اور مرد کبھی تو ہی اشیوت ہوتا ہے، ایک بیوی سے اس کی ضرورت کی تکمیل نہیں ہوتی، ایسی صورت میں وہ یا تو گناہ میں مبتلا ہو گیا خون کے گھونٹ پی کر رہ جائے! مگر کبھی فخر و مہابت اور حرص و آز درمیان میں آ جاتے ہیں، اور آدمی حد سے زیادہ نکاح کر لیتا ہے، پھر سب بیویوں کے حقوق ادا نہیں کرتا، بعض کو ادھر لٹکا ہوا چھوڑ دیتا ہے، جو ظلم و زیادتی ہے، چنانچہ اسلام نے انصاف کی شرط کے ساتھ چار بیویوں تک نکاح کی اجازت دی، اور اس پر امت کا اجماع ہے، پس کسی گمراہ فرقہ کا اختلاف کوئی معنی نہیں رکھتا۔

چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں

شریعت نے نکاح کے لئے چار کا عدد مقرر کیا ہے، اس سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، کیونکہ اس سے

زیادہ بیویوں کے ساتھ ازدواجی معاملات میں حسن سلوک ممکن نہیں، اور چار ہی عورتوں سے نکاح کا جواز سورۃ النساء کی آیت ۳ میں مذکور ہے، فرمایا: ﴿فَاَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنً وَاُثْلًا﴾ پس تم ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں: دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے، اور آیت میں اگرچہ کلمہ حصر نہیں مگر موقع کی دلالت حصر پر ہے، اگر کسی چیز کی اجازت دی جائے، اور اجازت دینے والا کسی حد پر رک جائے تو اسے ہی کی اجازت ہوتی ہے، جیسے کہا: دو، تین اور چار لے لو: تو کم لے سکتا ہے زیادہ نہیں۔ اور تین حدیثوں میں حصر کی صراحت ہے، حضرت غیلانؓ کے نکاح میں دس عورتیں تھیں، ان کو حکم دیا گیا کہ چار رکھ کر باقی سے علاحدگی اختیار کریں، حضرت حارثؓ کے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں، ان کو بھی حکم دیا کہ چار رکھ کر باقی سے علاحدگی اختیار کریں، اور حضرت نوفلؓ کے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں ان کو بھی ایک بیوی کو علاحدہ کرنے کا حکم دیا، پس آیت اور احادیث سے ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اور اس پر اجماع ہے۔ اور گمراہ فرقوں کا اختلاف اجماع کو متاثر نہیں کرتا (تفصیل کے لئے دیکھیں رحمۃ اللہ علیہ ۵: ۹۷)

اور شیعوں اور غیر مقلدوں کے نزدیک چار میں حصر نہیں، اور خوارج کے نزدیک اٹھارہ عورتوں تک جمع کر سکتے ہیں، ان کے نزدیک ﴿مَثْنً وَاُثْلًا﴾ میں واد جمع کے لئے ہے، اور اعداد معدول ہیں، ان کا ترجمہ دو دو، تین تین اور چار چار ہے، پس مجموعہ اٹھارہ ہوا، اور فریق اول اعداد کو معدول نہیں لیتا، وہ دو، تین اور چار ترجمہ کرتا ہے، اور واد جمع کے لئے ہے، پس مجموعہ نو ہوا، اور غیر مقلدوں کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کہ نبی ﷺ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں، پس کوئی حصر نہیں، جتنی عورتوں کو چاہے جمع کرے (عرف الجادی)

اور اہل السنۃ والجماعہ کے نزدیک واد جمع کے لئے بمعنی او ہے، حضرت زین العابدین رحمہ اللہ نے سورۃ النساء کی آیت تین اور سورۃ الفاطر کی پہلی آیت کی یہی تفسیر کی ہے، پس دو سے یا تین سے یا چار ہی سے نکاح کر سکتے ہیں، اور فرشتوں میں کسی فرشتہ کے دو بازو، کسی کے تین بازو اور کسی کے چار بازو ہیں، اور کسی کے اس سے بھی زیادہ ہیں، یہ بات آیت میں مصرح ہے، واد جمع کے لئے نہیں ہے کہ ہر فرشتہ کے نو یا اٹھارہ بازو ہیں۔

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي النِّسَاءِ فَأَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنً وَاُثْلًا﴾ ترجمہ: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یقیناً ان کیوں کے معاملہ میں انصاف نہیں کرو گے تو (ان سے نکاح مت کرو، اور ان

کے علاوہ) جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو: دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے۔

ایک سے زیادہ نکاح کا جواز انصاف کی شرط کے ساتھ ہے

اگر یہ ڈر ہو کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنے کی صورت میں انصاف اور برابری کا معاملہ نہیں کر سکے گا تو

ایک ہی پر قناعت کرے یا باندی پر بس کرے (اب باندیاں نہیں رہیں) صرف ایک کو نکاح میں رکھنے میں اس بات کی توقع ہے کہ بے انصافی سے محفوظ رہے گا (اور ایک نکاح میں بھی نا انصافی کا اندیشہ ہو تو پھر مجرور ہے اور مسلسل روزے رکھے اور محری برائے نام کرے، مگر دو ماہ سے زیادہ مسلسل روزے نہ رکھے، درمیان میں وقفہ کرے)

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ، ذَلِكَ أَذْنَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا﴾ ۝

ترجمہ: پس اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ (تعدد از دو اج کی صورت میں) انصاف نہیں کر سکو گے تو ایک پر اکتفا کرو، یا ان باندیوں پر (اکتفا کرو) جو تمہاری ملکیت میں ہیں، اس میں زیادہ امید ہے کہ ایک طرف کو نہ جھک جاؤ۔

شوہر مہر خوش دلی سے ادا کرے، اور عورت مہر معاف کر سکتی ہے

یتیم لڑکی کے ساتھ نا انصافی کا اندیشہ ہو تو اس سے نکاح نہ کرے، اور نا انصافی سب سے پہلے مہر میں ہوتی ہے: یا تو مہر برائے نام رکھا جاتا ہے، یا جو کچھ کرا دیا جاتا ہے، یا جبراً معاف کر لیا جاتا ہے، اس لئے اب مہر کے تعلق سے دو حکم دیتے ہیں:

ایک: شوہر مہر خوش دلی سے ادا کرے، اس کو بوجھ نہ سمجھے، وہ مہر کا عوض استعمال کرتا ہے، وہ کوئی جرم نہ نہیں جو دے کر جان بچالی جائے۔

دوسرا: اگر بیوی بطیب خاطر مہر کا کچھ حصہ (یا سارا مہر) معاف کر دے تو وہ شوہر کے لئے ترلقمہ ہے، وہ اس معافی کو قبول کر سکتا ہے، اور منہ میں اشارہ ہے کہ کچھ مہر چھوڑ دے اور کچھ کی معافی قبول کرے۔

﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنَيْئًا مَرِيئًا﴾ ۝

ترجمہ: اور عورتوں کو خوش دلی کے ساتھ ان کا مہر دو، پس اگر وہ خوش دلی سے اپنے مہر میں سے کچھ حصہ تمہارے لئے چھوڑ دیں تو وہ تمہارے لئے ترلقمہ ہے اس کو چتا چٹا کھاؤ

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيًّا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝ وَابْتِئُوا الِیْتِمٰی حَتّٰی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۝ فَإِنْ اٰنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَا اِسْرَافًا وَبِدَارًا اَنْ یَّكْبُرُوْا ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلِیَا كُلِّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهَدُوْا عَلَیْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ۝

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ ^(۱) أَمْوَالَكُمُ ^(۲) الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَمًا ^(۳) وَأَرْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاصْنُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا وَابْتَئُوا ^(۴)	اور مرتدو نا سمجھوں کو اپنے اموال جن کو اللہ نے بنایا ہے تمہارے لئے سہارا اور کھانا دان کو اس میں اور پہنا دان کو اور کہو ان سے بات بھلی اور آزماؤ	الْيَتَامَى حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ أَنْتُمْ فِيهِمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا لَهُمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا ^(۵) وَبَدَارًا أَنْ يَكْذِبُوا ^(۶)	یتیموں کو یہاں تک کہ جب پہنچ جائیں وہ نکاح کو پس اگر محسوس کرو ان سے سمجھداری (تیز) تو دیدو ان کو ان کے اموال اور نہ کھاؤ ان کو فضول خرچہ کرتے ہوئے اور سبقت کرتے ہوئے ان کے بڑے ہونے سے	وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْغِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ لَهُمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ وَكُلْ بِاللَّهِ حَصِيدًا	اور جو ہو مالدار پس چاہئے کہ بچے وہ اور جو ہو حاجت مند پس چاہئے کہ کھائے وہ عرف کے مطابق پھر جب حوالے کر دوں ان کو ان کے اموال تو گواہ بنالو ان پر اور کافی ہیں اللہ تعالیٰ گواہ
--	---	--	---	---	---

مال مایہ زندگانی ہے، نا سمجھ بچوں کو زیادہ خرچ نہ دیا جائے، ان کی عادت خراب ہوگی

بچے عقل کے کچے ہوتے ہیں، خواہ اپنے ہوں یا زیر تربیت یتیم، ان کو جیب خرچ بہت زیادہ نہیں دینا چاہئے، اس سے ان کی عادت خراب ہوگی، وہ ابھی مال کی اہمیت سے ناواقف ہیں، وہ مال اتنا پ شاپ اڑائیں گے اور بڑے ہو کر اڑاؤ نہیں گے، البتہ ان کی ضروریات میں: کھانے پینے میں اور پسینے اوڑھنے میں مال خرچ کیا جائے، اس میں تنگی نہ کی (۱) السفہاء: عام ہے، اپنے بچے اور یتیم دونوں کو شامل ہے، اس لئے آگے ضمیر ٹھم آئی ہے (۲) أموال: جمع قلت: تین تا دس تک کے لئے ہے، اور مراد مال کی کافی مقدار ہے۔ (۳) القیام: القیام کی طرح اسم ہے: سہارا، مایہ زندگانی، روزی جو بھائے حیات کے لئے ضروری ہو (۴) ابتلاہ: آزمائش میں ڈال کر جان لینا۔ (۵) إسرافًا: (باب افعال کا مصدر): فضول خرچ کرنا..... بدآؤ (باب مفاعلہ کا مصدر) سبقت کرنا، جلدی کرنا..... دونوں لاحقہ کلاوی ضمیر قائل انعم سے حال ہیں۔ (۶) ان یکذبوا: ان: مصدر یہ، اس سے پہلے من جارہ محذوف ہے، اور جار مجرور بدآؤ سے متعلق ہیں۔

جائے، اور وہ جیب خرچ زیادہ مانگیں تو ان کو نرمی سے سمجھایا جائے۔

مال مایہ زندگانی ہے۔ قرآن کریم نے دو ہی چیزوں کو قیہا للناس کہا ہے، ایک مال کو دوسرے کعبہ شریف کو، ارشاد فرمایا: ﴿جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيًا لِلنَّاسِ﴾: اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف کو جو کہ محترم گھر ہے، لوگوں کے قائم رہنے کا سبب بنایا ہے (مائدہ ۹) یعنی جب تک کعبہ شریف باقی ہے دنیا باقی ہے، اور جب کفار اس کو منہدم کر دیں گے تو جلد قیامت آجائے گی۔

غرض اس تعبیر سے جس طرح کعبہ شریف کی اہمیت آشکارہ ہوتی ہے، مال کی اہمیت بھی آشکارہ ہوتی ہے، مال لوگوں کے لئے سہارا ہے مایہ زندگانی ہے، اس لئے جائز راہوں سے مال کمانا چاہئے، خرچ کرنا چاہئے اور کچھ جمع بھی رکھنا چاہئے، بالکل خالی ہاتھ نہیں ہو جانا چاہئے، اندوختہ ہو تو آدمی باہمت رہتا ہے، ورنہ مکر ٹوٹ جاتی ہے۔

نرمی سے سمجھانے کی ایک مثال: گجرات میں (گڈھا گاؤں میں) ایک عربی مدرسہ ہے، اس میں بچوں کے اولیاء بچوں کا جیب خرچ مدرسہ کی بینک میں جمع کرتے ہیں، مدرسہ کی بینک نے ایک مرکزی کرنسی چھاپی ہے، جو مدرسہ کی کینٹین میں چلتی ہے، بچے وہاں سے حسب ضرورت رقم نکال کر خرچ کرتے ہیں، ایک مالدار کے بچے نے ایک ماہ میں چودہ ہزار روپے نکالے، مہتمم کے علم میں یہ بات آئی، اس نے طالب علم کو بلایا، اور کہا: ”مگر مہتمم بھی ایک ماہ میں اتنی بڑی رقم چائے پانی میں خرچ کرے تو اس کو اڑاؤ کہیں گے!“ تم نے یہ کیا کیا؟ اس نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا۔ یہ ایک مثال ہے نرمی سے سمجھانے کی، اس طرح اپنے بچوں کو اور زیر تربیت یتیموں کو سمجھایا جائے۔

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾

ترجمہ: اور تم نا سمجھوں کو اپنے وہ اموال مت دو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سہارا بنایا ہے، اور ان کو اس مال میں سے کھلاتے (پلاتے) اور پہناتے (اوڑھاتے) رہو، اور ان سے بھلی بات کہو۔

تفسیر: السفہاء: نا سمجھ بچے: عام ہے، خواہ اپنے بچوں ہوں یا یتیم: خرچ کے لئے ان کو بہت زیادہ پیسہ نہ دیا جائے، اور کبھی انعام کے طور پر بڑی رقم دی جائے تو نظر رکھی جائے کہ صحیح مصرف میں خرچ کریں، ادھر ادھر نہ اڑا دیں۔

اور اموال (جمع قلت) میں اشارہ ہے کہ جیب خرچ ان کو بہت زیادہ نہ دیا جائے، البتہ کھانے اور پہنانے میں خرچ کیا جائے، اس میں تنگی نہ کی جائے۔

خاص یتیمی کے تعلق سے چار احکام

گذشتہ آیت میں نا سمجھ بچوں کے تعلق سے حکم تھا، اس میں زیر پرورش یتیمی بھی شامل تھے، اب ایک آیت میں خاص

یتامی کے تعلق سے چار احکام ہیں:

۱۔ یتیموں سے کاروبار کرا کر ان کو آزماتا یا جائے

بچوں کو آزمائے کی صورت یہ ہے کہ دیکھا جائے ان کو بڑے ہو کر کیا کام کرنا ہوگا؟ کھیتی باڑی کرنی ہے تو ان سے اس سلسلہ کے کام کرائے جائیں، دکان داری کرنی ہے تو ان سے خرید و فروخت کرائی جائے، ملازمت کرنی ہے تو لکھنا پڑھنا سکھا جائے، تاکہ بلوغ تک ان میں شعور پیدا ہو جائے، اور وہ اپنا کام آسانی سے کر لیں۔

مسئلہ: نابالغ کی خرید و فروخت ولی کی اجازت سے درست ہے۔

۲۔ جب یتیم کی شادی ہو جائے اور وہ سمجھ دار بھی ہو جائے تو اس کا مال اس کے حوالے کیا جائے

یتیم کو سدا سکھایا اور وہ سن بلوغ کو پہنچ گیا تو اس کا نکاح کر دیا جائے، جو ان لڑکے کیوں کی شادی میں بہت تاخیر مناسب نہیں، اس سے معاشرہ بگڑتا ہے، ہاں کوئی عارض ہو، تعلیم باقی ہو، یا اٹھان کمزور ہو تو تاخیر کی جاسکتی ہے، اور یتیم ہوشمند بھی ہو گیا، اپنا کاروبار سنبھال سکتا ہے تو اس کے اموال اس کے حوالے کئے جائیں، تاکہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو، اور اس کے کاموں پر نظر رکھی جائے اور مشورے بھی دینے جائیں، تاکہ وہ خسارے میں نہ پڑے۔

۳۔ یتیم کے باپ کا ورثہ کچھ یتیم کے لئے بچایا جائے

ایک خاص حکم یہ ہے کہ یتیم کے باپ نے جو میراث چھوڑی ہے وہ اس کے بڑے ہونے تک کھاپی کر ختم نہ کر دی جائے، اگر ایسا کیا جائے گا تو یتیم اپنا کاروبار کیسے شروع کرے گا؟ کاروبار شروع کرنے کے لئے پتلے کچھ ہونا ضروری ہے۔ اور بڑے ہونے تک کھاپی کر مال ختم کرنے کی دوصورتیں ہیں:

۱۔ یتیم پر خرچ میں اسراف کیا جائے، مثلاً: اس کی ضرورت سے زیادہ اس کا آٹا لیا جائے تو بچہ ہوا سر پرست کھائے گا، پس یتیم پر کفایت شعاری سے خرچ کیا جائے، تاکہ کچھ امداد دستہ رہے اور جب اس کو الگ کیا جائے تو اس کے کام آئے، وہ اس کو کاروبار کے ذریعہ بڑھائے، خالی ہاتھ الگ کرے گا تو وہ مشکل میں پڑے گا۔

۲۔ سرپرست اپنی خدمت کا معاوضہ از حد لے تو بھی ترکہ ختم ہو جائے گا مثلاً: یتیم کا کھیت بویا، یا اس کی دکان سنبھالی اور معاوضہ بہت زیادہ لیا تو اس صورت میں بھی یتیم کے بڑا ہونے تک ترکہ ختم ہو جائے گا اور اس کو خالی ہاتھ علاحدہ کرنا پڑے گا۔ اس سلسلہ میں یہ مسئلہ جان لینا چاہئے کہ اگر یتیم کا سرپرست مالدار ہے تو خدمت کا معاوضہ لینا جائز نہیں (اور وقف کا متولی مالدار ہو تو بھی متخوہ لے سکتا ہے) اور غریب ہو تو بھی عرف سے زیادہ متخوہ (معاوضہ) لینا جائز نہیں، یہ مسئلہ ملحوظ رکھا

فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا
لَّئِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝

لِلزَّجَالِ	مردوں کے لئے	وَإِذَا احْتَضَرَ	اور جب آمو جوڑوں	فَلْيَتَّقُوا ^(۱)	پس چاہئے کہ ڈریں وہ
نَصِيبٌ	حصہ ہے	الْقِسْمَةَ	تقسیم ترکہ کے وقت	اللَّهُ	اللہ سے
مِمَّا	اس میں سے جو	أُولُوا الْقَرْبَىٰ	رشتہ دار	وَلْيَقُولُوا	اور چاہئے کہ کہیں وہ
تَرَكَ	چھوڑا	وَالْيَتَامَىٰ	اور یتیم	قَوْلًا	بات
الْوَالِدِينَ	ماں باپ نے	وَالْمَسْكِينِ	اور غریب	سَدِيدًا	سیدھی
وَالْأَقْرَبُونَ	اور رشتہ داروں نے	فَازْرُقُوهُمْ	تو کھلاؤ ان کو	إِنَّ	بے شک
وَاللِّسَاءَ	اور غورتوں کے لئے	رَقْنَهُ	ان میں سے	الَّذِينَ	جو لوگ
نَصِيبٌ	حصہ ہے	وَقُولُوا لَهُمْ	اور کہو ان سے	يَأْكُلُونَ	کھاتے ہیں
مِمَّا	اس میں سے جو	قَوْلًا مَّعْرُوفًا	بات معقول	أَمْوَالَ	اموال
تَرَكَ	چھوڑا	وَلْيَخْشَ	اور چاہئے کہ ڈریں	الْيَتَامَىٰ	یتیموں کے
الْوَالِدِينَ	ماں باپ نے	الَّذِينَ	جو	ظُلْمًا	ناحق
وَالْأَقْرَبُونَ	اور رشتہ داروں نے	كَوْتَرَكُوا	اگر چھوڑیں	لَّئِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ
مِمَّا	اس میں سے جو	مِنْ خَلْفِهِمْ	اپنے پیچھے	يَأْكُلُونَ	کھاتے ہیں وہ
قَالَ مِنْهُ	تھوڑا ہوا اس میں سے	ذُرِّيَّةً	اولاد	فِي بُطُونِهِمْ	اپنے پیٹوں میں
أَوْ كَثُرَ	یا زیادہ	ضَعْفًا	کمزور	نَارًا	آگ
نَصِيبًا	حصہ	خَافُوا	ڈریں وہ	وَسَيَصْلَوْنَ	اور قریب داخل ہو گئے وہ
مَقْرُوصًا	مقرر کیا ہوا	عَلَيْهِمْ	ان پر	سَعِيرًا	دوزخ میں

غورتوں اور نابالغ لڑکوں کا بھی میراث میں حصہ ہے

زمانہ جاہلیت میں بیٹیوں کو — خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی — میراث نہیں دیتے تھے، اسی طرح نابالغ بیٹوں کو بھی

(۱) فَلْيَتَّقُوا: فاء جزائیہ ہے، اس کے بعد لڑکا جواب محذوف ہے، ای: فَلْيَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا وَلْيَتَّقُوا۔

میراث نہیں دیتے تھے، صرف بڑے مرد جو دشمنوں سے مقابلہ کر سکیں وارث سمجھے جاتے تھے، جس کی وجہ سے یتیم بچوں کو میراث سے کچھ نہیں ملتا تھا، پس یہ آیت نازل ہوئی اور اجمالی طور پر بتا دیا کہ ماں باپ اور دیگر قرابت داروں کے مال متروکہ میں سے مردوں کو — خواہ بچے ہوں یا جوان — اسی طرح عورتوں کو — خواہ بالغ ہوں یا نابالغ — حصہ دیا جائے، اور یہ حصے مقرر ہیں جن کا بیان آگے آئے گا۔ اس سے رسم جاہلیت کا ابطال ہو گیا اور یتیموں وغیرہ کے حقوق کی حفاظت ہو گئی (از فوائد)

﴿لِّلزَّوْجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾

ترجمہ: مردوں کا حصہ ہے اس میں جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے، اور عورتوں کا حصہ ہے اس میں جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے، خواہ ترک کم ہو یا زیادہ، مقرر کیا ہوا حصہ!

تقسیم میراث کے وقت غیر وارث رشتہ دار یا یتیم غریب آجائیں تو ان کو بھی کچھ دیا جائے کسی کی میراث تقسیم ہو رہی ہے، اس وقت ایسے رشتہ دار آئے جو وارث نہیں، یا یتیم بچے اور مسکین غریب آئے تو میراث میں سے ان کو بھی کچھ دینا چاہئے، جب ورثاء حائل بالغ ہوں، پس باہمی رضامندی سے ان کو بھی کچھ دینا چاہئے، البتہ نابالغ کے حصہ میں سے نہیں دے سکتے۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے، حالانکہ یہ منسوخ نہیں بلکہ تین آیتوں پر عمل کرنے میں لوگ سستی کرتے ہیں، ایک تقسیم میراث کی یہ آیت، دوسری استیذان کی آیت، لوگ بغیر اجازت گھر میں گھس آتے ہیں، تیسری: ﴿وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ﴾ یعنی انسانوں کی خاندانوں میں تقسیم محض تعارف کے لئے ہے، مگر لوگوں نے اس کو عزت و ذلت کا مسئلہ بنا لیا ہے۔

اور تقسیم میراث کے وقت آنے والوں کو کچھ دینا مستحب ہے، واجب نہیں، اس لئے لوگ عمل کرنے میں سستی کرتے ہیں، اور ﴿فَازْرُقُوهُمْ مِنْهُ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ترکہ میں سے ان آنے والوں کو بھی کچھ دو، اور ﴿وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ نہ دینا ہو تو ان کے ساتھ خوبی سے بات کرو، یعنی ان کا دل مت توڑو، ان سے کہو کہ معاف کرو، ورثاء کچھ دینے پر راضی نہیں، اس لئے ہم مجبور ہیں۔

﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقَرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ فَازْرُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾

ترجمہ: اور جب تقسیم ترکہ کے وقت آمو جو وہوں (دور کے) رشتہ دار اور یتیم اور غریب لوگ تو ان کو ترکہ میں سے کچھ دے، اور ان کے ساتھ خوبی سے بات کرو — ان کا دل مت توڑو!

سخت بات کہہ کر یتیم کا دل نہ توڑ جائے

ایک مثال فرض کرو: کوئی شخص ننھے ننھے بچے چھوڑ کر مر جائے، تو ان بچوں کے بارے میں اس کے کیا جذبات ہو گئے؟ کوئی ان کے ساتھ سخت کلامی کرے تو اس کو کیسا لگے گا؟ دوسروں کے یتیم بچوں کے بارے میں بھی ہمارے یہی جذبات ہونے چاہئیں، ان کے لئے بھی ہمارے اندرونی جذبہٴ ترحم ہونا چاہئے۔ اور ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنا چاہئے، یہی سیدھی بات کرنا ہے۔

﴿وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكَوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ضَعُفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑتے ہیں — یہ ایک مفروضہ مثال ہے — پس (وہ سخت بات کہہ کر یتیم کا دل نہ توڑیں، اور) اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کہیں!

ناحق یتیم کا مال کھانا پیٹ میں انگارے بھرنا ہے

یہ یتیمی کے حقوق کے سلسلہ کی آخری آیت ہے، آگے یتیموں اور عورتوں کا ترکہ میں مقررہ حصوں کے بیان کیا ہے، جو لوگ یتیم کا مال بلا استحقاق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں، اس کھانے کا انجام دوزخ ہے۔ یہ ارشاد درحقیقت یتیم کے ولی اور میت کے وصی کے لئے ہے، وہی کھاتا ہے، دوسرا تو اس کی نظر بچا کر کھاتا ہے، پس درجہ بہ درجہ اوروں کے لئے بھی یہ وعید ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا لَّا نَمْنَا بِأَكْلِهِمْ فِي بُطُونِهِمْ تَارَةً وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں، اور وہ عقیقہ دوزخ میں داخل ہو گئے!

آج ۱۶ شعبان ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۳ مئی ۲۰۱۷ء کو تفسیر یہاں تک پہنچی، اب دو ماہ کا طویل سفر درپیش ہے اور رمضان بھی آ رہا ہے، اس لئے آگے تفسیر رمضان کے بعد لکھی جائے گی: ان شاء اللہ

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِ كَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلَا يُؤْيِيهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَتْهُ أَبَوَاهُ فَلِلْمِثْلِ الثُّلُثُ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِلْمِثْلِ الشُّدُسُ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دِينَ ۚ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

یُوصِیْکُمُ اللّٰهُ	حکم دیتے ہیں تمہیں	وَإِنْ كَانَتْ	اور اگر ہو (لڑکی)	لَهُ	اس کے لئے
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	وَاحِدَةً	ایک	وَلَدٌ	اولاد
فِي أَوْلَادِكُمْ	تمہاری اولاد میں	فَلَهَا	تو اس کے لئے ہے	وَوَرِثَتْهُ	اور وراثت ہوں اس کے
لِلَّذِ كَرِ	مذکر کے لئے ہے	النِّصْفُ	آدھا	أَبَوَاهُ	اس کے ماں باپ
مِثْلُ	مانند	وَلَا يُؤْيِيهِ	اور میرے والدین کیلئے	فَلِلْمِثْلِ	تو اس کی ماں کیلئے ہے
حَظِّ	حصہ	لِكُلِّ وَاحِدٍ	ہر ایک کے لئے	الْثُّلُثُ	تہائی
الْأُنثَيَيْنِ	دو مؤنث کے	مِنْهُمَا	دونوں میں سے ہے	فَإِنْ كَانَ لَهُ	پس اگر ہوں اس کے
وَإِنْ كُنَّ	پس اگر ہوں	الشُّدُسُ	چھٹا حصہ	إِخْوَةٌ	بھائی (بھین)
نِسَاءً	عورتیں	وَمِمَّا تَرَكَ	اس میں سے جو چھوڑا اس نے	فَلِلْمِثْلِ	تو اس کی ماں کے لئے
فَوْقَ	زیادہ	إِنْ كَانَ	اگر ہو	الشُّدُسُ	چھٹا حصہ ہے
اِثْنَتَيْنِ	دو سے	لَهُ	میت کے لئے	مِنْ بَعْدِ	بعد
فَلَهُنَّ	تو ان کے لئے ہے	وَلَدٌ	اولاد	وَصِيَّةٍ	وصیت کے
ثُلُثَا	دو تہائی	فَإِنْ	پس اگر	يُوصِي بِهَا	جس کی وصیت کی ہو
مَا تَرَكَ	اس کا جو چھوڑا اس نے	لَمْ يَكُنْ	نہ ہو		اس نے

(۱) جملہ یوصی بھا: وصیت کی صفت ہے، اور یہ صفت کا کافہ ہے، جیسے سورۃ الانعام (آیت ۲۸) میں طائر کی صفت بطریق بجنائینہ آئی ہے، صفت کا کافہ تحسین کلام کے لئے لائی جاتی ہے، کسی چیز سے احتراز مقصود نہیں ہوتا

اَوْ ذٰلِكَ اَيَّاكُمْ وَابْنَاكُمْ لَا تَدْرُوْنَ	یا (بعد) قرضہ کے تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے نہیں جانتے تم	اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَهَعًا فَرِيضَةً	ان میں سے کون قریب تر ہے تم سے نفع رسانی میں مقررہ حکم ہے	فَمَنْ لِّلّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا	اللہ کی طرف سے بے شک اللہ تعالیٰ ہیں خوب جاننے والے بڑی حکمت والے
---	--	--	--	--	--

احکام میراث

رابط: شروع سورت سے — پہلی آیت کے بعد سے — بتائی کے، خاص طور پر یتیم لڑکیوں کے حقوق بیان ہو رہے ہیں۔ ان کے ذیل میں آیت سات میں فرمایا ہے: ﴿لِّلزَّوْجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدِیْنَ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۚ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدِیْنَ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝﴾: مردوں کے لئے حصہ ہے والدین اور رشتہ داروں کے متروکات میں سے، اور عورتوں کے لئے حصہ ہے والدین اور رشتہ داروں کے متروکات میں سے، خواہ متروکہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ، اور وہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔ اس ارشاد پاک میں بتائی بھی شامل ہیں، پھر آیت دس ہے: ﴿اِنَّ الدِّیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا ۚ اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۚ وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۝﴾: جو لوگ ناحق بتائی کے مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں انگارے بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب جہنم رسید ہونگے، اس آیت میں یتیموں کی میراث ہڑپ کر جانا بھی شامل ہے، اس لئے اب دو آیتوں میں میراث کے احکام بیان فرماتے ہیں، تاکہ بتائی کے حقوق کی حفاظت ہو جائے، اور زبردست ان کے اموال ظلماً نہ کھائیں۔

آیات میراث کا شان نزول:

ترمذی شریف میں حدیث (نمبر ۲۰۹۲) ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی سعد کی دو بیٹیوں کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں آئیں، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ سعد بن الربیع کی بیٹیاں ہیں، ان کے ابا آپ کے ساتھ جنگ احد میں شہید ہو گئے ہیں، اور ان کے چچا نے سارا مال لے لیا ہے، پس دونوں کے لئے کوئی مال نہیں بچا، اور ان دونوں کی شادی اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب ان کے پاس کچھ مال ہو، نبی ﷺ نے فرمایا: یَقْضِیَ اللّٰهُ فِیْ ذٰلِكَ: اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں فیصلہ فرمائیں گے، چنانچہ میراث کی آیتیں نازل ہوئیں پس نبی ﷺ نے ان کے چچا کو بلوایا، اور فرمایا: سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی دو، اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دو، اور باقی آپ کا ہے عصبہ ہونے کی وجہ سے۔

فروضی مقدمہ: جن سہام کے ذریعہ ورغاء کے حصے متعین کئے گئے ہیں ان میں دو باتوں کا لحاظ کیا گیا ہے:

اول: وہ سہام واحد (ایک) کے ایسے واضح اجزاء ہیں جن کو حساب دان اور غیر حساب دان یکساں سمجھ سکتا ہے، عام لوگوں کو ایسی ہی باتیں بتلائی جاتی ہیں جن میں حساب کی گہرائی میں نہ اترنا پڑے۔

دوم: وہ سہام ایسے ہیں جن میں کمی زیادتی کی ترتیب اول وبلہ ہی میں ظاہر ہو جاتی ہے، شریعت نے جو سہام مقرر کئے ہیں ان کے دوزمرے بنتے ہیں: (۱) ثلثان، ثلث اور سدس (۲) نصف، ربح اور ثمن۔

ان سہام میں دو خوبیاں ہیں:

اول: ان سہام کا اصلی مخرج شروع کے دو عدد ہیں، یعنی دو اور تین سے یہ سب سہام نکلتے ہیں، نصف کا مخرج تو دو ہے ہی، ربح اور ثمن کا بھی یہی مخرج ہے، اس طرح کہ دو کا دو گنا چار ہے، جو ربح کا مخرج ہے، اور دو کا چار گنا آٹھ ہے، جو ثمن کا مخرج ہے، پس چار اور آٹھ مخرج فرعی ہیں اسی طرح ثلث اور ثلثان کا مخرج تو تین ہے ہی، سدس کا مخرج بھی یہی ہے، اس لئے کہ تین کا دو گنا چھ ہے جو سدس کا مخرج ہے۔

اور ہر کسر کا مخرج وہ عدد ہوتا ہے جس کی طرف وہ کسر منسوب ہوتی ہے، مثلاً ثمن (آٹھواں) آٹھ کی طرف منسوب ہے، وائ لاحقہ ہے جو عدد کے بعد نسبت کو ظاہر کرنے کے لئے لایا جاتا ہے، پس ثمن کا مخرج آٹھ ہے، یعنی ثمن نکالنا ہوتو ایک چیز کے آٹھ حصے کریں، اور ان میں سے ایک حصہ لیں تو وہ آٹھواں ہوگا، چھ حصے کرنے سے یا چار حصے کرنے سے ثمن نہیں نکلتے گا۔

دوم: دونوں زمروں میں تین تین مرتبے پائے جاتے ہیں، جن میں تھعیف و تنصیف کی نسبت ہے، اس لئے محسوس اور واضح طور پر کمی بیشی کا پتہ چل جاتا ہے، ثلثان کا نصف ثلث ہے، اور ثلث کا نصف سدس ہے، اور سدس کا دو گنا ثلث ہے، اور اس کا دو گنا ثلثان ہے، اسی طرح دوسرے زمرے کو سمجھ لیں۔

میراث میں مرد کی برتری کی وجہ:

مرد اور عورت جب ایک ہی درجہ میں ہوں تو ہمیشہ مرد کو عورت پر ترجیح دی جاتی ہے، یعنی مرد کو میراث زیادہ دی جاتی ہے، جیسے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی اور بھائی بہن جمع ہوں تو مرد کو عورت کا دو گنا ملتا ہے، اسی اصول پر شوہر کا حصہ بھی بیوی سے دو گنا رکھا گیا ہے۔ البتہ باپ اور ماں اور اخیانی بھائی بہن اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔

اور مرد کی عورت پر برتری دو وجہ سے ہے:

ایک: مرد جنگ کرتے ہیں اور اہل و عیال اور اموال و اعراض کی حفاظت کرتے ہیں۔

دوم: مردوں پر مصارف کا بار زیادہ ہے، اس لئے مالی قیمت کی طرح بے مشقت اور بے محنت ملنے والی چیز کے مرد ہی زیادہ حقدار ہیں، اور عورتیں نہ جنگ کرتی ہیں نہ ان پر مصارف کا بار ہے، نکاح سے پہلے ان کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے، نکاح کے بعد شوہر کے ذمے، بیوہ ہو جائے تو اولاد کے ذمے، اولاد نہ ہو تو حکومت کے ذمے، حکومت کفالت نہ کرے تو مسلمانوں کے صلح معاشرہ کے ذمہ، اس لئے ان کو میراث سے حصہ کم دیا گیا ہے (تفصیل سورۃ النساء کی آیت ۳۳ میں آئے گی)

سوال: باپ اور ماں میں: مرد کی ترجیح کا ضابطہ کیوں جاری نہیں کیا گیا؟ اگر میت کی مذکر اولاد ہو تو ماں اور باپ دونوں کو سدس ملتا ہے۔ یہ برابری کیوں ہے؟

جواب: باپ کی فضیلت ایک مرتبہ ظاہر ہو چکی ہے۔ جب میت کی صرف مؤنث اولاد ہو تو ماں کو سدس ملتا ہے، اور باپ کو ذوالقرض ہونے کی حیثیت سے سدس بھی ملتا ہے اور عصبہ ہونے کی وجہ سے بچا ہوا ترکہ بھی ملتا ہے۔ اب اگر دوبارہ اس کی فضیلت ظاہر کی جائے گی اور اس کا حصہ بڑھایا جائے گا تو دیگر ورثاء کا نقصان ہوگا، اس لئے مذکورہ صورت میں دونوں کو سدس سدس ملتا ہے۔

سوال: اخپانی بھائی بہن میں بھی مرد کی برتری کا قاعدہ جاری نہیں ہوتا۔ وہ تہائی میں شریک ہوتے ہیں۔ بہن کو بھی بھائی کے برابر حصہ ملتا ہے، ایسا کیوں ہے؟

جواب: اخپانی میں مرد کی برتری دو وجہ سے ظاہر نہیں ہوتی۔ ایک: اخپانی بھائی میت کے لئے اور اس کی قابل حفاظت چیزوں کے لئے جنگ نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ کبھی دوسری قوم کا ہوتا ہے، اس لئے اس کو بہن پر ترجیح نہیں دی گئی۔ دوسری وجہ: یہ ہے کہ اخپانی کا رشتہ ماں کے رشتہ کی فرع ہے۔ پس گویا اخپانی بھائی بھی عورت ہے۔ اس لئے اس کا حصہ اخپانی بہن کے مساوی ہے۔ (رحمۃ اللہ الولعہ ۴: ۶۳۹)

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْوِثْقَةِ لِلْأُنثِيِّ ۖ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثُ مَا تَرَكَ ۚ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد کے حق میں تاکید دی حکم دیتے ہیں کہ مذکر کے لئے دو مؤنث کے حصہ کے برابر ہے۔ پھر اگر اولاد دو سے زیادہ عورتیں ہوں تو ان کے لئے ترکہ کا دو تہائی ہے۔ اور اگر ایک ہو تو اس کے لئے آدھا ہے۔

تفسیر:

۱۔ لڑکے کو لڑکی سے دو گنا ملنے کی وجہ ابھی بیان کی ہے۔

۲۔ ایک بیٹی کو نصف اس لئے ملتا ہے کہ جب ایک بیٹا ہوتا ہے تو سارا مال سمیٹ لیٹا ہے، پس تنصیف و تقعیف کے

قاعدہ سے ایک بیٹی کو اس کا آدھا ملے گا۔

۳- دو بیٹیاں دو سے زیادہ کے حکم میں ہیں، یعنی ان کو بھی دو تہائی ملے گا، یہ بات اجماع سے ثابت ہے، اور اجماع کی بنیاد حضرت سعد بن الربیع کا واقعہ ہے جو شان نزول کے بیان میں گزر رہا ہے، اس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ دو لڑکیوں کو دو تہائی دو، نیز یہ حکم قرآن کریم سے بھی مستنبط ہے، سورۃ النساء کی آخری آیت میں کلامہ کی مہراث کا بیان ہے، اس میں صراحت ہے کہ دو، بہنوں کو دو تہائی ملے گا، پس دو بیٹیوں کو بدرجہ اولیٰ دو تہائی ملے گا، کیونکہ بیٹیاں، بہنوں کی بہ نسبت میت سے اقرب ہیں۔

سوال: دو یا زیادہ لڑکیوں کو دو تہائی دیا تو باقی ایک تہائی کس کے لئے ہے؟

جواب: باقی ایک تہائی عصبہ کے لئے ہے۔ اس لئے کہ بیٹیوں کے ساتھ بہنیں، یا بھائی یا چچا ہو سکتے ہیں۔ اور ان میں بھی سبب وراثت پایا جاتا ہے۔ لڑکیاں اگر خدمت و ہمدردی اور مہر و محبت کی وجہ سے وراثت پاتی ہیں تو عصبہ میں بھی معاونت کی شکل موجود ہے۔ بہن میں بھی یہی جذبات کسی درجہ میں پائے جاتے ہیں، اور بھائی اور چچا تو قائم مقامی بھی کرتے ہیں۔ پس ایک تعاون دوسرے تعاون کو ساقط نہیں کرے گا۔ اس لئے ایک تہائی عصبہ کے لئے باقی رکھا گیا ہے۔

سوال: جب لڑکیوں کی طرح عصبہ میں بھی تعاون کی شکل موجود ہے تو ان کے لئے صرف ایک تہائی کیوں رکھا؟ ان کو برابر کا شریک کیوں نہیں بنایا؟

جواب: لڑکیوں سے میت کا ولادت کا تعلق ہے۔ وہ سلسلہ نسب میں داخل ہیں۔ اور عصبہ اطراف کا رشتہ ہے۔ اس لئے حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ لڑکیوں کو عصبہ سے زیادہ دیا جائے۔ اور زیادتی واضح طور پر دو گنا کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے لڑکیوں کو دو ٹمٹ دیا گیا۔ اور عصبہ کے لئے ایک ٹمٹ بچایا۔ ایسا ہی اس وقت کیا گیا ہے جب لڑکے لڑکیوں کے ساتھ ماں باپ ہوں۔ والدین کو سدس سدس دیا جاتا ہے۔ اور دو سدس مل کر ٹمٹ ہوتے ہیں۔ اور باقی دو ٹمٹ لڑکے لڑکیوں کو دیا جاتا ہے۔

﴿وَلَا يُوْثِقُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشُّدُسُ مِمَّا شَرَكَ اِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَتْهُ اَبُوهُ فَلَا يَمْلِكُ الْثُلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهُ اِخْوَةٌ فَلَا يَمْلِكُ الشُّدُسُ﴾

ترجمہ: اور میت کے والدین میں سے ہر ایک کے لئے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے اگر میت کی اولاد ہو — اور اگر اس کی اولاد نہیں، اور والدین (ہی) اس کے وارث ہیں تو اس کی ماں کے لئے ایک تہائی ہے (اور باقی دو تہائی باپ کے لئے ہے) — پھر اگر میت کے کئی بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے۔

والدین کی میراث

اس آیت میں والدین کی میراث کی تین صورتیں بیان کی ہیں:

پہلی صورت — میت نے والدین چھوڑے، اور ساتھ ہی اولاد بھی، خواہ ایک ہی لڑکا یا ایک ہی لڑکی ہو، تو باپ کو سدس اور ماں کو سدس ملے گا۔ اور باقی ترکہ دیگر ورثاء کو ملے گا۔ پھر مذکورہ اولاد کی صورت میں تو کچھ نہیں بچے گا۔ کیونکہ وہ عصبہ ہوگی۔ پس باپ صرف ذوالفرض ہوگا۔ اور مؤنث اولاد ہوگی تو کچھ بچ جائے گا۔ وہ باپ کو مل جائے گا۔ اور باپ اس صورت میں ذوالفرض اور عصبہ دونوں ہوگا۔

اور اس حالت کی وجہ یہ ہے کہ والدین کے مقابلہ میں اولاد میراث کی زیادہ حقدار ہوتی ہے۔ اور برتری کی صورت یہی ہے کہ اولاد کو والدین سے دو گنا دیا جائے۔ والدین کے دو سدس مل کر ایک ثلث ہوں گے۔ اور باقی دو ثلث اولاد کو ملیں گے۔ سوال: مرد کا حصہ عورت سے دو گنا ہے، پھر والدین میں سے ہر ایک کو سدس کیوں دیا گیا؟ یہ تو دونوں کو برابر کر دیا؟ جواب: باپ کی برتری ایک مرتبہ ظاہر ہو چکی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ باپ کو ذوالفرض ہونے کے ساتھ عصبہ بھی بنایا ہے۔ اس لئے کہ وہ اولاد کی قائم مقامی اور حمایت بھی کرتا ہے۔ پس اسی فضیلت کا دوبارہ اعتبار کرنا اور اس کے حصہ کو دو گنا کرنا درست نہیں۔

دوسری صورت — مرنے والے کی نہ اولاد ہو، نہ دودھائی، بہن ہوں تو ماں کو کل ترکہ کا تہائی اور باپ کو عصبہ ہونے کی وجہ سے باقی دو ثلث ملے گا۔ البتہ اگر شوہر یا بیوی ہو تو ان کا حصہ دینے کے بعد باقی ترکہ کا تہائی ماں کو، اور دو تہائی باپ کو ملے گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب میت کی اولاد نہ ہو تو ترکہ کے سب سے زیادہ حقدار والدین ہیں، اس لئے وہ سارا ترکہ لیں گے۔ اور اس صورت میں باپ کو ماں پر ترجیح حاصل ہوگی۔ اور ترجیح کی صورت میراث کے اکثر مسائل میں دو گنا کرنا ہے۔ پس ماں کو ایک تہائی اور باپ کو دو تہائی ملے گا۔ اور شوہر یا بیوی کی موجودگی میں ماں کو ثلث باقی اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ ایک صورت میں ماں کا حصہ باپ سے بڑھ نہ جائے۔

اس کی وضاحت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد میں آئی ہے، آپؓ نے ثلث باقی کے مسئلہ میں فرمایا کہ اللہ مجھے ایسی الٰہی سمجھ نہ دیں کہ میں ماں کو باپ پر ترجیح دوں (مسند دارمی: ۲/۳۳۵ کتاب الفرائض)

وضاحت: باپ کو اگر میت کی مذکورہ اولاد نہ ہو تو سدس ملتا ہے۔ اور مؤنث اولاد نہ ہو تو سدس بھی ملتا ہے اور عصبہ بھی ہوتا ہے۔ اور کسی طرح کی اولاد نہ ہو تو صرف عصبہ ہوتا ہے۔ اور ماں کو اگر میت کی کسی طرح کی اولاد ہو یا کسی طرح کے دودھائی بہن ہوں تو سدس ملتا ہے۔ ورنہ ثلث ملتا ہے۔ البتہ اگر میت نے شوہر یا بیوی اور والدین چھوڑے ہوں تو

ماں کو ٹکٹ باقی ملتا ہے یعنی شوہر یا بیوی کا حصہ دینے کے بعد جو بچے گا: اس کا تہائی ماں کو اور باقی باپ کو ملے گا۔ اس آخری مسئلہ میں صحابہ میں اختلاف تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شاندار رائے یہ تھی کہ ماں کو حسب ضابطہ کل ترکہ کا تہائی ملے گا۔ اور جمہور صحابہ کی رائے یہ تھی کہ اس خاص صورت میں ماں کو ٹکٹ باقی ملے گا، تاکہ ماں کا حصہ ایک صورت میں باپ سے زیادہ نہ ہو جائے۔ اور وہ صورت یہ ہے کہ شوہر کے ساتھ والدین ہوں تو شوہر کو نصف یعنی چھ میں سے تین ملیں گے اور ماں کو کل مال کا ٹکٹ دیا جائے گا تو اس کو دو ملیں گے اور باپ کے لئے صرف ایک بچے گا۔ اور ٹکٹ باقی دیا جائے گا تو ماں کو ایک ملے گا اور باقی دو باپ کو ملیں گے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد اسی صورت کے بارے میں ہے کہ ماں کو اس صورت میں کل مال کا ٹکٹ کیسے دیا جاسکتا ہے؟ یہ تو ایسی بات ہوگئی۔ برتری مرد کو حاصل ہے نہ کہ عورت کو۔

تیسری صورت — مرنے والے کی اولاد تو نہ ہو، البتہ کسی بھی طرح کے دو یا زیادہ بھائی، بہن ہوں، تو ماں کو سدس ملے گا۔ اور بھائی، بہن باپ کی وجہ سے محروم ہوں گے۔ مگر ان کی وجہ سے ماں کا حصہ کم ہو جائے گا۔ یعنی جب نقصان واقع ہوگا۔ اور باقی ترکہ اگر دوسرے ورثاء ہوں گے تو وہ ملیں گے۔ اور جو بچ جائے گا وہ باپ کو ملے گا۔ اور اگر دوسرے ورثاء نہ ہوں تو باقی سارا ترکہ باپ کو ملے گا۔ اور اس صورت میں باپ صرف عصبہ ہوگا۔

اور اس صورت میں ماں کا حصہ کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی، بہن ہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت — میت کی دو یا زیادہ صرف بہنیں ہیں تو وہ عصبہ نہیں ہوگی، بلکہ ذوالفرض ہوگی، اور عصبہ چچا ہوگا، جو بہنوں سے دور کا رشتہ ہے۔ پس ماں اور بہنوں کی میراث کی بنیاد ایک ہوگی یعنی ہمدردی اور مہر و محبت اور چچا کی میراث کی بنیاد دوسری ہوگی یعنی نہرت و حمایت۔ اس لئے آدھا ترکہ ماں اور بہنوں کا ہوگا اور آدھا عصبہ کا۔ پھر ماں اور دو بہنیں آدھا ترکہ آپس میں تقسیم کریں گی تو ماں کے حصہ میں ایک آئے گا۔ وہی اس کا حصہ ہے۔ اور ترکہ کے باقی پانچ: بہنوں اور چچا میں تقسیم ہوں گے۔ بہنوں کو ٹکٹان یعنی چار ملیں گے، اور باقی ایک چچا کو ملے گا۔

دوسری صورت — اور اگر دو بھائی یا ایک بھائی اور ایک بہن ہو تو چونکہ یہ خود عصبہ ہیں، اس لئے ان میں وراثت کی دو جہتیں جمع ہوگی: ایک قربتِ قریبہ یعنی ہمدردی اور محبت۔ دوسری: نہرت و حمایت۔ اور ماں میں وراثت کی ایک ہی جہت ہوگی یعنی محبت و ہمدردی۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میت کے اور بھی ورثاء ہوتے ہیں۔ جیسے ایک بیٹی اور دو بیٹیاں اور شوہر، اس لئے ماں کو سدس ہی دیا جائے گا۔ تاکہ دوسرے ورثاء پر غلبہ نہ ہو۔

وضاحت: اگر میت کی ماں، ایک بیٹی اور ایک بھائی بہن ہو تو مسئلہ چھ سے بنے گا۔ اور سدرس ماں کو، نصف بیٹی کو اور باقی دو بھائی بہن کو ملیں گے۔ اور ماں، دو بیٹیاں اور ایک بھائی اور بہن ہو تو بھی مسئلہ چھ سے بنے گا۔ اور سدرس ماں کو، اور عثمان بیٹیوں کو اور باقی ایک بھائی بہن کو ملے گا۔ اور شوہر ماں اور ایک بھائی اور ایک بہن ہو تو بھی مسئلہ چھ سے بنے گا۔ اور نصف شوہر کو، سدرس ماں کو اور باقی دو بھائی بہن کو ملیں گے۔

﴿مَنْ بَعْدَ وَصِيَّاتِ يَتُوحَىٰ بِهَا أَوْ ذَيْنَ﴾

ترجمہ: وصیت کے بعد جو میت نے کی ہو یا قرضہ کے بعد۔

تفسیر: آیت کریمہ میں وصیت کا ذکر پہلے ہے اور قرضہ کا بعد میں، جبکہ مسئلہ یہ ہے کہ پہلے تمام مال سے تخمینہ و محاسبہ کی جائے گی، پھر جو بچے گا اس سے قرضہ ادا کیا جائے گا، پھر جو بچے گا اس کی تہائی سے وصیت نافذ کی جائے گی، پھر باقی ترکہ و رثاء میں تقسیم کیا جائے گا، پس قرضہ کا نمبر دوسرا ہے اور وصیت کا تیسرا، مگر اس آیت میں اور اگلی آیت میں دو مرتبہ وصیت کا ذکر پہلے آیا ہے اور قرضہ کا بعد میں اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: کبھی کسی چیز کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے نفس الامری میں جو چیز مؤخر ہوتی ہے اس کو مقدم ذکر کرتے ہیں، جیسے سورۃ آل عمران کی آیت ۵۵ ہے: ﴿إِذَا قَالَ اللَّهُ لِيُعَذِّبُنَا لَأَنفِي مَتُوفَيْنَا وَكَارِهُنَا لَأَنفِي﴾ یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ! بیشک میں تم کو وفات دینے والا ہوں، اور (فی الحال) میں تم کو اپنی طرف اٹھا لیتا ہوں (ترجمہ تھانوی رحمہ اللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نزول کے بعد ہوگی اور آسمان کی طرف اٹھایا جانا مقدم ہے، مگر آیت میں وفات کا تذکرہ پہلے ہے، اس کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے تاکہ کسی کو ان کے رفع سادہ سے دھوکا نہ ہو کہ وہ کوئی نافق البشر ہستی ہیں، نہیں وہ بھی بشر ہیں ان کو بھی اپنے وقت پر موت آتی ہے، پھر رفع سماوی کا ذکر کیا تاکہ عیسائیوں کی طرح کسی کو غلط فہمی نہ ہو۔

اب یہ مسئلہ سمجھنا چاہئے کہ جب کسی پر قرض ہوتا ہے تو مرنے کے بعد قرض خواہ تین دن انتظار نہیں کرتے، فوراً آجاتے ہیں کہ ہمارا قرض خلاۃ پس دین کا مطالبہ کرنے والے بندے موجود ہیں اس کو تو جھک مار کر دینا ہوگا، اور وصیت وجوہ خیر میں ہوتی ہے، بندوں کی طرف سے اس کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ غریبوں کے لئے وصیت کی تو وہ کیا مطالبہ کریں گے؟ مدرسہ یا مسجد کے لئے وصیت کی تو مہتمم اور متولی آکر کیا مطالبہ کریں گے؟ وراثت وصیت نافذ کریں تو وہ ممنون ہونگے، اس لئے وصیت کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے اس کو مقدم کیا کہ اس کو معمولی چیز مت سمجھو، وہ اللہ کے نزدیک دین سے بھی مقدم ہے۔

﴿ اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ ﴾

ترجمہ: تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے: تم نہیں جانتے ان میں سے کون تمہارے لئے زیادہ نفع رساں ہے!
ترکیب: اباؤکم و ابناءؤکم: مبتدا، لا تدرون خبر ہے۔

تفسیر: آیت کے اس حصہ میں یہ بیان ہے کہ توریت کی بنیاد نفع رسائی نہیں، کیونکہ کون کس کے لئے کتنا نفع رساں ہے: اس کو اللہ ہی جانتے ہیں، کبھی کسی دوست سے نفع پہنچتا ہے، کبھی بیٹے سے، کبھی باپ سے اور کبھی بھائی سے زیادہ نفع پہنچتا ہے، اس لئے نفع رسائی توریت کی بنیاد نہیں ہو سکتی، بلکہ میراث کی تین بنیادیں ہیں: میت کی قائم مقامی کرنا، ہمدردی اور محبت اور نصرت و حمایت۔ اور ان کے بھی مظاہر کلیہ کا اعتبار کیا گیا ہے، فرد کی خصوصیات کا اعتبار نہیں کیا، اس لئے بیٹے سب برابر ہیں، ایک زیادہ خدمت گزار ہے دوسرا کم اس کا اعتبار نہیں کیا۔ تفصیل رحمۃ اللہ الواسعہ میں معاملات کے بیان میں باب پنجم میں ہے۔

﴿ فَرِيضَةٌ مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ ﴾

ترجمہ: اللہ کی طرف سے مقرر کرنا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں۔
ترکیب: فريضة: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، ای فرض اللہ ذلك فريضة: یہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے حصے ہیں، کسی کو دخل در معقولات کرنے کا حق نہیں، اللہ خوب جاننے والے ہیں، انھوں نے جس کا جو حق تھا وہ دیا ہے اور وہ بڑی حکمت والے ہیں، انھوں نے حکمت کا لحاظ کر کے حصے مقرر کئے ہیں، ان کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں!

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِهِنَّ يُوصِيْنَ بِهَا اَوْ دِيْنٌ ۚ وَلَهُنَّ مِمَّا تَرَكَنَّ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمْنُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِهِنَّ تَوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دِيْنٌ ۚ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورِثُ كَلَلَةً اَوْ امْرَاةً ۙ وَلَهُ اَخٌ اَوْ اُخْتُ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِهِنَّ يُوصِيْنَ بِهَا اَوْ دِيْنٌ ۚ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةٌ مِّنَ اللّٰهِ ۙ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝

وَلَكُمْ	اور تمہارے لئے	وَلَهُنَّ	اور ان کے لئے	وَأَنْ كَانِ	اور اگر ہو
نِصْفُ	آدھا ہے	الزَّيْبُ	چوتھائی ہے	رَجُلٌ	کوئی آدمی
مَا تَرَكَ ^(۱)	اس سے جو چھوڑا ہے	مِمَّا	اس میں سے جو	يُورِثُ ^(۲)	جو وارث بنایا گیا
أَزْوَاجِكُمْ	تمہاری بیویوں نے	تَرَكَتُمْ	چھوڑا ہے تم نے	كَلَامَةً	بے پردہ پس
إِنْ لَمْ يَكُنْ	اگر نہ ہو	إِنْ لَمْ يَكُنْ	اگر نہ ہو	أَوْ امْرَأَةً ^(۳)	یا کوئی عورت
لَهُنَّ	ان کے لئے	لَكُمْ	تمہارے لئے	وَلَوْ أَنَّ	اور اس کا بھائی ہے
وَلَدٌ	اولاد	وَلَدٌ	اولاد	أَوْ أُخْتُ	یا بہن ہے
فَإِنْ كَانَ	پس اگر ہو	فَإِنْ كَانَ	پس اگر ہو	فَلِكُلِّ وَاحِدٍ	تو ہر ایک کے لئے
لَهُنَّ	ان کے لئے	لَكُمْ	تمہارے لئے	مِنْهُمْ	دونوں میں سے
وَلَدٌ	اولاد	وَلَدٌ	اولاد	السُّدُسُ	چھٹا ہے
فَلَكُمْ	تو تمہارے لئے	فَلَهُنَّ	تو ان کے لئے ہے	فَإِنْ كَانُوا	پس اگر ہوں وہ
الزَّيْبُ	چوتھائی ہے	الْثَّمَنُ	آٹھواں ہے	أَكْثَرُ	زیادہ
مِمَّا	اس سے جو	مِمَّا	اس میں سے جو	مِنْ ذَلِكَ	اس سے
تَرَكَتُمْ	چھوڑا ہے انھوں نے	تَرَكَتُمْ	چھوڑا ہے تم نے	قَوْمٌ	تو وہ
مِنْ بَعْدِ	بعد	مِنْ بَعْدِ	بعد	شُرَكَاءُ	ساجھی ہیں
وَصِيَّتِهِ	وصیت کے	وَصِيَّتِهِ	وصیت کے	فِي الثَّلَاثِ	تہائی میں
يُورِثِينَ	کر گئیں وہ	تُورِثُونَ	کی ہو تم نے	مِنْ بَعْدِ	بعد
بِهَا	اس کو	بِهَا	وہ وصیت	وَصِيَّتِهِ	وصیت کے
أَوْ ذَيْنِ	یا (بعد) قرض کے	أَوْ ذَيْنِ	یا (بعد) قرض کے	يُورِثِي	کی گئی ہو

(۱) مما ترك: مضاف الیہ ہے، اور اضافت بواسطہ من ہے (۲) يورث: جملہ فعلیہ رجل کی مفت ہے، اور کلامہ: کان کی خبر ہے، کلامہ: باب ضرب کا مصدر ہے کُلُّ يَكُلُ كَلَالًا و کَلَالَةٌ کے لغوی معنی ہیں: کمزور ہونا اور اصطلاحی معنی ہیں: وہ شخص جو مرنے کے بعد اپنے پیچھے نہ باپ دادا چھوڑے نہ اولاد (بیٹے پوتے) بلکہ اس کا وارث قرائبی ہو، یعنی بھائی بہن وارث ہوں، کلامہ کی تفسیر سورۃ النساء کی آخری آیت میں آئے گی۔

بِهَا أَوْ ذَيْنِ غَيْرِ مَضَاجِرٍ ^(۱)	وہ وصیت یا (بعد) قرض کے نقصان پہنچانے والی	وَصِيَّةٌ ^(۲) مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ	تاکیدی حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ	عَلَيْهِمْ حَلِيمٌ	خوب جاننے والے بڑے بردبار ہیں
---	--	---	--	-----------------------	----------------------------------

زوجین کی میراث

زوجین کی میراث کے سلسلہ میں تین باتیں جانی چاہئیں:

پہلی بات — زوجین کی میراث کی بنیاد — شوہر کو میراث دو وجہ سے ملتی ہے: ایک: شوہر کا بیوی اور اس کے مال پر قبضہ ہوتا ہے۔ پس سارا مال اس کے قبضہ سے نکال لینا اس کو ناگوار ہوگا۔ دوم: شوہر بیوی کے پاس اپنا مال امانت رکھتا ہے، اور اپنے مال کے سلسلہ میں اس پر اعتماد کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا قوی حق ہے اس چیز میں جو عورت کے قبضہ میں ہے۔ اور یہ ایک ایسا خیال ہے جو شوہر کے دل سے آسانی سے نہیں نکل سکتا۔ اس لئے شریعت نے عورت کے ترکہ میں شوہر کا حق رکھ دیا تاکہ اس کے دل کو تسلی ہو، اور اس کا نزاع نرم پڑے — اور بیوی کو خدمت، غم خواری اور ہمدردی کے صلہ میں میراث ملتی ہے۔

دوسری بات — زوجین کی میراث میں تقاضل — ارشاد پاک ہے: ”مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے“ اس ارشاد کے بموجب شوہر کو عورت پر برتری حاصل ہے۔ اور یہ بات پہلے آچکی ہے کہ میراث کے اکثر مسائل میں جو زیادتی مستحبہ ہو گئے کی زیادتی ہے۔ چنانچہ شوہر کو عورت سے دو گنا دیا گیا۔ جس حالت میں عورت کو ربح ملتا ہے، شوہر کو نصف ملتا ہے۔ اور جس حالت میں عورت کو ٹمن ملتا ہے، شوہر کو ربح ملتا ہے۔

تیسری بات — زوجین کی میراث میں اولاد کا خیال — شوہر اور بیوی کو اتنی میراث نہیں دی گئی کہ اولاد کے لئے ترکہ بس برائے نام بچے۔ بلکہ اولاد کا خیال رکھ کر زوجین کا حصہ مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں زوجین کو زیادہ دیا گیا ہے، اور اولاد ہونے کی صورت میں کم۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ
الزَّوْجُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِهِ يَوْصِيَنَّ بِهَا أَوْ ذَيْنَ مِمَّا تَرَكَنَّ مِمَّا تَرَكَنَّ إِنْ لَمْ يَكُنْ
لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّلُثُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِهِ تَوْصُونَ بِهَا
أَوْ ذَيْنَ

(۱) غیر مضار: وصیہ کا حال ہے (۲) وصیہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا۔

ترجمہ: اور تمہارے لئے تمہاری بیویوں کے ترکہ کا آدھا ہے، اگر ان کی کوئی اولاد نہ ہو۔ اور اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو تمہارے لئے چوتھائی ہے اس مال میں سے جو وہ چھوڑیں۔ اس وصیت کے بعد جو وہ کر گئیں، یا ادائے قرض کے بعد۔ اور ان بیویوں کے لئے تمہارے ترکہ کا چوتھائی ہے، اگر تمہاری کوئی اولاد نہ ہو۔ اور اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو ان کے لئے تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ہے۔ اس وصیت کے بعد جو تم کر مر دیا ادائے قرض کے بعد۔

اخانی بھائی بہن کی میراث

بھائی بہن دو طرح کے ہیں: سگے اور سوتیلے۔ سگے وہ ہیں جو ماں باپ دونوں میں شریک ہوں، ان کو حقیقی اور یعنی بھی کہتے ہیں، اور سوتیلے دو طرح کے ہیں: ماں کی طرف سے سوتیلے، ان کو علانی کہتے ہیں، اور باپ کی طرف سے سوتیلے، ان کو اخانی کہتے ہیں۔

حقیقی اور علانی بھائی عصبہ ہوتے ہیں، ذوی الفروض کے بعد جو ترکہ چلتا ہے: ان کو ملتا ہے، پھر حقیقی کی موجودگی میں علانی محروم رہتے ہیں، اس لئے کہ حقیقی میت سے اقرب ہیں، ان کا رشتہ دوہرا ہے اور علانی کا رشتہ اکہرا ہے اور علم میراث کا قاعدہ الاقرب فالاقرب ہے، ان کی میراث کا بیان سورۃ النساء کی آخری آیت میں آئے گا۔ یہاں اخانی بھائی بہن کا ذکر ہے، اگرچہ لفظ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ کے میں کوئی قید نہیں، مگر حضرات ابن مسعود و ابی رضی اللہ عنہما کی قراءت من ام یزہا ہوا ہے، وہ اگرچہ شاذ قراءت ہے، مگر شاذ قراءت بمنزلہ خبر واحد ہوتی ہے، اس لئے اس سے استدلال درست ہے۔

اخانی بھائی بہن اگر ایک ہو تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا، اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ان کو تہائی ترکہ ملے گا، اور بھائی بہن ترکہ مساوی تقسیم کریں گے، بھائی کو بہن سے دو گنا نہیں ملے گا۔ اور دو یا زیادہ اخانی بھائی بہن ماں کے لئے جب نقصان کا سبب بنیں گے، اب ماں کو چھٹا حصہ ملے گا، اور اگر ایک اخانی بھائی یا بہن ہو تو ماں کا حصہ کم نہ ہوگا، وہ تہائی ترکہ پائے گی۔

غیر مضار کا مطلب: مضار: اسم فاعل واحد مذکر ہے، اصل میں باب مفاعلہ سے مُضَارٌ تھا، ضَرَّ مادہ ہے، اس کے معنی ہیں: نقصان پہنچانے والا۔ اور جمہور مفسرین کے نزدیک غیو مضار: وصیت سے حال ہے، اور اس کے معنی ہیں: تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کر کے وارثوں کو نقصان نہ پہنچانے، اور یہ قید پہلی دو جگہوں میں بھی ملحوظ ہے۔ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے دین سے حال بنایا ہے، پس غیو مضار کا مطلب ہوگا: کسی کے قرض کا غلط اقرار کر کے وارثوں کو ضرر نہ پہنچانے۔

سوال: احکام کی آیات میں تکرار نہیں ہوتا، کیونکہ ان کا مقصد مسائل کا بیان ہے، البتہ تذکیر کی آیات میں تکرار ہوتا

ہے، کیونکہ ان کا مقصد قاری پر رنگ چڑھانا ہوتا ہے، پھر ﴿مَنْ بَعْدَ وَصِيَّتِهِ﴾ چار مرتبہ کیوں لایا گیا ہے؟ جواب: جہاں نسخ یا تخصیص کا احتمال ہوتا ہے وہاں احکام کی آیات میں بھی تکرار ہوتی ہے، جیسے تیم اور روزوں کے بیان میں تکرار ہے، کیونکہ وہاں نسخ کا احتمال تھا، اور یہاں تخصیص کا احتمال تھا، اس لئے یہ قید بار بار آئی ہے۔

﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُؤْرَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتُ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَمِنْهُمْ سُكْرَاءٌ فِي الثَّلَاثِ ۚ مِنْ بَعْدَ وَصِيَّتِهِ يُؤْطَىٰ بِهَا أَوْ ذَيْنِ ۚ غَيْرَ مُضَآءٍ ۚ وَصِيَّتُهُ مَنَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: اور اگر وہ مرد جس کی میراث ہے کالہ (بے پدر و پسر) ہو یا کسی کوئی عورت ہو، اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، پس اگر وہ ایک سے زیادہ ہوں تو وہ تمہاری میں ساجھی ہونگے، وصیت کے بعد جو وہ کر مر یا عیترضے کے بعد، در انحالیکہ وہ نقصان پہنچانے والا نہ ہو، یہ اللہ کی طرف سے تاکید کی حکم ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے، بڑے ہی بردبار ہیں — ایک دم نہیں پکڑتے، وقت پر دیکھ لیں گے!

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝

تِلْكَ (۱)	وہ	وَرَسُولُهُ	اور اس کے رسول کی	الْأَنْهَارُ	نہریں
حُدُودُ (۲)	سرحدیں ہیں	يُدْخِلْهُ	داخل کریں گے اس کو	خَالِدِينَ	ہمیشہ رہنے والے
اللَّهُ	اللہ کی	جَنَّاتٍ	باغات میں	فِيهَا	ان میں
وَمَنْ يُطِعِ	اور جو اطاعت کرے	تَجْرِي	بہتی ہیں	وَذَلِكَ	اور وہ
اللَّهُ	اللہ کی	مِنْ تَحْتِهَا (۳)	ان میں	الْفَوْزُ الْعَظِيمُ	بڑی کامیابی ہے

(۱) تِلْكَ (اسم اشارہ بعید برائے واحد مؤنث) بمعنی ہلہ (اسم اشارہ قریب برائے واحد مؤنث) بکثرت آتا ہے، یہاں مشاعر الیہ احکام میراث ہیں، وہی قریب بیان ہوئے ہیں (۲) حُدُود: حد کی جمع: سرحد، ڈانڈا، سرکل، گاؤں کی زمین کا آخر، ہر چیز کی نہایت (۳) مَنْ تَحْتِهَا: محاورہ ہے، اس کے لفظی معنی: ان کے نیچے: مراد نہیں، اس کا صحیح ترجمہ: ان میں ہے، دیکھیں سورۃ البقرۃ آیت ۲۶۶۔

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَّقِ اللَّهَ ^(۱)	اور جو نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور تجاوز کرے	حُدُودَ اللَّهِ يَدْخُلْهُ نَارًا خَالِدًا	اس کی حدود سے داخل کریں گے اس کو بڑی آگ میں ہمیشہ رہنے والا	بِقِيَّتِهَا وَلَكُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ	اس میں اور اس کے لئے سزا ہے ذلیل کرنے والی
---	--	---	--	---	---

احکام میراث پر عمل کرنے کی ترغیب اور ان کی خلاف ورزی پر ترہیب

ترغیب: رغبت دلانا، شوق دلانا۔ ترہیب: ڈرانا، خوف زدہ کرنا، مرعوب کرنا۔

دو آیتوں میں میراث کے احکام بیان کئے، اب دو آیتوں میں ان کے سلسلہ میں ترغیب و ترہیب ہے، پہلے تین باتیں جان لیں:

۱۔ قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے کہ وہ احکام کے بیان کے بعد: ان پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے، اور ان کی مخالفت سے ڈراتا ہے، اسی کا نام تقویٰ ہے، تقویٰ ہی احکام پر عمل کراتا ہے، قانون کو تو لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں، ان سے بچنے کی راہ نکال لیتے ہیں، اور تقویٰ (اللہ کا ڈر) دل کے تقاضے سے احکام کا پابند بناتا ہے، اس لئے احکام میراث بیان کر کے ان پر عمل کا شوق دلاتے ہیں، اور ان کی مخالفت سے ڈراتے ہیں۔

۲۔ سرحدیں (دائرے) دو ہیں: ایک: دینداری کا دائرہ، دوسرا: دین کا دائرہ، پہلا چھوٹا دائرہ ہے، اور دوسرا بڑا، جو شخص پہلے دائرہ سے نکلتا ہے وہ فاسق کہلاتا ہے، مگر وہ مسلمان رہتا ہے، پھر جو بڑے دائرے سے نکل جاتا ہے وہ اسلام ہی سے نکل جاتا ہے، اور وہ مرتد کہلاتا ہے۔

پس احکام میراث پر عمل نہ کرنے کی دو صورتیں ہیں: اول: اللہ کے حکم کو مانتا ہے، مگر مال کے لالچ میں وارث کا حق مارتا ہے تو وہ فاسق ہے، گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ دوم: اللہ کے حکم ہی کو نہیں مانتا، حلال جان کر دوسرے وارث کا حق مارتا ہے تو وہ اسلام کے دائرے سے نکل جاتا ہے، آیت کریمہ دونوں صورتوں کو شامل ہے، بلکہ زیادہ روئے سخن دوسری صورت کی طرف ہے۔

۳۔ میراث کے احکام زیادہ تر قرآن کریم میں مذکور ہیں، اور بعض احکام حدیثوں میں ہیں، جیسے حقیقی بھائی علاقائی بھائی کو حرم کرتا ہے (مشکوٰۃ حدیث ۳۵۷) اور بعض احکام اجماع امت سے ثابت ہیں، جیسے باپ کی عدم موجودگی میں واداعزلہ باپ ہوتا ہے، اس لئے دونوں آیتوں میں ﴿وَرَسُولَهُ﴾ لکھی آئی ہے۔

(۱) لَعَذَابُ تَعَذُّبًا: تجاوز کرنا، حد سے بڑھنا، دائرہ سے نکل جانا۔

ترغیب: — یہ (احکام میراث) اللہ کی قائم کی ہوئیں حدیں ہیں، اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا: وہ اس کو باغات میں داخل کریں گے، جن میں نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور وہ بڑی کامیابی ہے۔

ترہیب: — اور جو شخص نافرمانی کرے گا، اللہ کی اور اس کے رسول کی، اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا: وہ اس کو بڑی آگ میں داخل کریں گے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس کے لئے رسوا کن سزا ہے!

وَالَّتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاَسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوا فَاَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّيهِنَّ الْمَوْتُ اَوْ يُجْعَلَ لِهِنَّ سَبِيلًا ۚ وَالَّذِينَ يَأْتِيْنَهَا مِنْكُمْ فَاذْوَهْمَا ۖ فَاِنْ تَابَا ۖ وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوا عَنْهُمَا ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

وَالَّتِي ^(۱)	اور جو (عورتیں)	فی البیوت	گھروں میں	فَاذْوَهْمَا	پس تکلیف پہنچاؤ ان کو
يَأْتِيْنَ	آئیں وہ	حَتَّىٰ	یہاں تک کہ	فَاِنْ	پھر اگر
الْفَاحِشَةَ	بدکاری کو	يَتَوَفَّيهِنَّ ^(۲)	روح قبض کرے ان کی	تَابَا	توبہ کر لیں دونوں
مِنْ نِّسَائِكُمْ	تمہاری عورتوں میں سے	الْمَوْتُ	موت	وَاَصْلَحَا	اور اصلاح کر لیں وہ
فَاَسْتَشْهِدُوا	پس گواہی لو تم	اَوْ يُجْعَلَ	یا بنائیں	فَاَعْرِضُوا	تو روگردانی کرو تم
عَلَيْهِنَّ	ان پر	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	عَنْهُمَا	ان دونوں سے
اَرْبَعَةً	چار کی	لَهُنَّ	ان کے لئے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
مِّنْكُمْ	تم میں سے	سَبِيلًا	کوئی راہ	كَانَ تَوَّابًا	بڑے توبہ قبول کرنے
فَاِنْ	پس اگر	وَالَّذِينَ	اور جو دو مرد	رَّحِيْمًا	والے ہیں
شَهِدُوا	گواہی دیں وہ	يَأْتِيْنَهَا ^(۳)	آئیں وہ فاحشہ کو		بڑے مہربان ہیں
فَاَمْسِكُوهُنَّ	تو روکو ان کو	وَمِنْكُمْ	تم میں سے		

اہانت آمیز سزا کی دو مثالیں

﴿عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾: جو احکام میراث کی خلاف ورزی کرے گا اس کو رسوا کن سزا ملے گی، یہ ارشاد عام ہے، دنیا (۱) اللہ کی: جمع: اموصول جمع مؤنث (۲) ہو قی اللہ فلا: روح قبض کرنا، وفات دینا (۳) کا: مرجع الفاحشہ ہے۔

کی سزا کو بھی شامل ہے، بلکہ روئے سخن دنیوی سزا کی طرف ہے، کیونکہ ﴿يَدْخُلُهُ نَارًا﴾ میں اخروی سزا کا ذکر آ گیا ہے، اس لئے اب دو آیتوں میں دنیوی سزا کی دو مثالیں بیان فرماتے ہیں:

پہلی مثال: کوئی عورت زنا کی مرتکب ہو تو ضابطہ کی کارروائی کی جائے، چار آزاد، عاقل، بالغ، دو چند مردوں کی گواہی لی جائے، اگر وہ گواہی دیں تو عورت کو تاحیات گھر میں نظر بند رکھا جائے، نہ وہ گھر سے نکلے نہ کوئی عورت اس سے ملے، یہ اس کے لئے دنیوی رسوا کن سزا ہے، اور آخرت کی سزا آگے ہے۔
پھر دوسورتیں ہیں:

۱- یا تو نظر بندی کی حالت میں مرجائے، اس حالت میں اگر سچی توبہ کر لی ہے تو آخرت میں سزا نہیں ملے گی، ورنہ آخرت میں بھی سزا ملے گی۔

۲- یا اللہ تعالیٰ اس کو گھر سے نکالنے کی کوئی راہ تجویز فرمادیں تو اس پر عمل کیا جائے، یہ راہ بعد میں نکالی، زنا کی سزا نازل فرمائی، اگر وہ عورت کنواری ہے تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں، اور شادی شدہ ہے تو اس کو تنگسار کر دیا جائے۔
دوسری مثال: دو مسلمان مرد فاحشہ (اغلام) کا ارتکاب کریں تو دونوں کو سخت تکلیف پہنچائی جائے، یہ دونوں کے لئے دنیا میں سخت رسوا کن سزا ہے۔

پھر اگر دونوں توبہ کر لیں، اور احوال درست کر لیں تو ان کو نظر انداز کر دیا جائے، اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائیں گے، وہ بڑے مہربان ہیں، اور حدیث میں ہے: **الثائب من الذنب كمن لا ذنب له**: گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی طرح ہو جاتا ہے، لہذا اب ان کو مزید رسوائی نہ کیا جائے۔

پہلی آیت: اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان پر انہوں میں سے — مسلمانوں میں سے — چار آدمیوں کی گواہی لو، پس اگر وہ گواہی دیں تو ان کو اس وقت تک گھروں میں نظر بند رکھو جب تک ان کو موت نہ آجائے، یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی راہ تجویز نہ فرمادیں۔

سوال (۱): یہ تو زانیہ کی سزا ہوئی، زانی کو کیا سزا دی جائے گی؟

جواب: اس کو وہ سزا دی جائے گی جو اگلی آیت میں آرہی ہے، اسی لئے دوسری مثال لائے ہیں، اس کی سخت مار پٹائی کی جائے، اور سرعام رسوا کیا جائے، مگر نظر بند نہیں کیا جائے گا، کیونکہ یہ بات مرد کے موضوع کے خلاف ہے، اس کو زندگی گزارنے کے لئے کمانا پڑے گا، لوگوں سے ملنا ہوگا، اس لئے اس کو نظر بند نہیں رکھا جائے گا۔

سوال (۲): زانی آزاد رہے گا تو پھر فاحشہ وجود میں آئے گا، کسی دوسری عورت کے ساتھ منہ کالا کرے گا؟ اس لئے اس کو بھی نظر بند کر دینا چاہئے؟

جواب: اسلامی معاشرہ میں فاحشہ آسانی سے وجود میں نہیں آتا، جس معاشرہ میں ہر مرد و زن نمازی اور شادی شدہ ہوں وہاں زنا نہیں پایا جاسکتا، البتہ معاشرہ کے نتیجہ میں یہ برائی پائی جاسکتی ہے عشق آدمی کو اندھا کر دیتا ہے، پس ایک فریق کو نظر بند کرنا فاحشہ کے سد باب کے لئے کافی ہے۔

سوال (۳): جب زنا کی سزا آگئی تو آیت منسوخ ہوگئی، پھر یہ آیت قرآن میں کیوں باقی ہے؟

جواب: سب اسلامی حکومتوں میں زنا کی سزا کہاں جاری ہے؟ اور مسلمان تو بڑی تعداد میں غیر اسلامی ملکوں میں بھی بستے ہیں، وہاں اس آیت پر عمل ہوگا، اس لئے آیت باقی رکھی گئی ہے۔

سوال (۴): مسلمانوں کے جن ملکوں میں زنا کی سزا نافذ نہیں یا غیر اسلامی ملک میں اس آیت پر کس طرح عمل کیا جائے گا؟

جواب: پہلے قبائلی نظام تھا، ماضی قریب تک قوم پر پچاسوں کا کنٹرول تھا، وہ اس آیت پر عمل کریں گے، مگر اب قبائلی نظام درہم برہم ہو گیا ہے، اور پچاسوں نے بھی طرف داری شروع کر دی تو ان کا کنٹرول بھی ختم ہو گیا، اور پچاس فیصد مرد و زن بے نمازی ہو گئے، اور جہیز اور تلک کی لعنت کی وجہ سے جوان لڑکے اور لڑکیاں کنواری بیٹی ہیں، اس لئے اِی اللہ المشتکی!

دوسری آیت: اور تم میں سے جو دوسرا فاحشہ کا ارتکاب کریں تو ان کو تکلیف پہنچاؤ — سخت پٹائی کرو، ان کے لئے قرآن کریم میں تو کوئی سزا نازل نہیں کی گئی، البتہ احادیث میں دونوں سقتل کرنے کی سزا آئی ہے، مگر ان روایات میں اضطراب ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان کا اضطراب و اختلاف واضح کیا ہے، اور فقہائے کرام میں بھی اس کی سزا میں اختلاف ہے، تفصیل کے لئے تحفۃ المحسن شرح سنن ترمذی (۳۹۲:۴) دیکھیں۔

البتہ اتنی بات پر تمام فقہاء متفق ہیں کہ فاعل و مفعول دونوں کو سخت سزا دی جائے گی، البتہ اگر مفعول پر زبردتی کی گئی ہے تو اس کو سزا نہیں دی جائے گی، جیسے زنا میں اگر عورت سے زبردتی کرنا کیا ہے تو اس کو سزا نہیں دی جاتی۔

باقی آیت: پھر اگر دونوں توبہ کر لیں، اور دونوں اصلاح کر لیں تو دونوں سے روگردانی کرو، بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والے، بڑے رحم والے ہیں — یعنی توبہ تالذہ سے دونوں کا آخرت کا معاملہ کلیہ ہو جائے گا، اور یہ بات پہلی آیت میں بھی جائے گی، بدکار عورت بھی اگر سچی توبہ کرے تو وہ بھی آخرت کے عذاب سے بچ جائے گی۔

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ الشُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَكَسَتْ التَّوْبَةُ

لِّلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ النَّاسَ
وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ أَخْتِذُنَا لَهُمْ جُزَاءً أَلِيمًا ۝

اِنَّمَا	سوائے اس کے نہیں کہ	وَكَانَ اللَّهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ	اِنِّي	بے شک میں
التَّوْبَةُ	توبہ	عَلَيْكُمْ	سب کچھ جاننے والے	تُبْتُ	توبہ کرتا ہوں
عَلَى اللَّهِ ^(۱)	اللہ پر	حُكَيْمًا	بڑی حکمت والے	النَّاسِ	اب!
لِّلَّذِينَ	ان کے لئے ہے جو	وَلَيْسَتْ	اور نہیں ہے	وَلَا الَّذِينَ ^(۵)	اور نہ ان کے لئے جو
يَعْمَلُونَ	کرتے ہیں	التَّوْبَةُ	توبہ	يَمُوتُونَ	مرتے ہیں
السُّوءِ ^(۲)	برا کام	لِّلَّذِينَ	ان کے لئے جو	وَهُمْ	درانحالیہ وہ
يَجْهَلُونَ ^(۳)	نادانی (حماقت) سے	يَعْمَلُونَ	کرتے ہیں	كُفَّارٌ	اسلام کا انکار کرنے
ثُمَّ يَمُوتُونَ	پھر توبہ کرتے ہیں	السَّيِّئَاتِ	برائیاں	وَالَّذِينَ	والے ہیں
مِنْ قَرِيبٍ ^(۴)	جلدی	حَقًّا	یہاں تک کہ	أُولَٰئِكَ	ایسی لوگ
فَأُولَٰئِكَ	تو وہی لوگ	إِذَا حَضَرَ	جب آ موجود ہوتی ہے	أَخْتِذُنَا	تیار کیا ہے ہم نے
يُحْزَنُ	توجہ فرماتے ہیں	أَحَدَهُمْ	ان میں سے کسی کے پاس	لَهُمْ	ان کے لئے
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	الْمَوْتُ	موت	عَذَابًا	عذاب
عَلَيْهِمْ	ان پر	قَالَ	(تو) کہا اس نے	أَلِيمًا	دردناک

اللہ کی بارگاہ ناامیدی کی بارگاہ نہیں، توبہ کا دروازہ کھلا ہے!

رابطہ فرمایا تھا کہ فاحشر عورت اور بدکاری کرنے والے مرد بھی توبہ کریں، اور خود کو سنوار لیں تو ان کا گناہ دھل جائے

گاہ، اب اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی بارگاہ مایوسی کی بارگاہ نہیں، ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے:

(۱) علی: لزوم کے لئے آتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ جو چاہیں لازم کریں، بندے ان کے ذمہ کوئی چیز لازم نہیں کر سکتے

(۲) السوء: مفرد ہے، اور اگلی آیت میں السیئات: جمع ہے، اس میں نکتہ ہے جو تفسیر میں بیان کیا جائے گا (۳) جہالت کے معنی:

مسئلہ نہ جانتا نہیں ہیں، بلکہ اس کے معنی حماقت کے ہیں (۴) من قریب: یعنی نزع شروع ہونے سے پہلے، یہ آخرت کے اعتبار

سے قریب زمانہ ہے (۵) اللہ میں جمل جزم میں ہے، پہلے اللہ میں معطوف ہے۔

ایں درگہ ما درگہ نو میدی نیست ❁ صد بار گر توبہ شکستی باز آ
(اللہ کی بارگاہ: مایوسی کی بارگاہ نہیں ❁ سو بار بھی توبہ توڑی ہے، پھر بھی توبہ کر!)

مگر توبہ اس کی مقبول ہے جو حماقت سے گناہ کر بیٹھا ہو، کیونکہ مومن قصد و ارادہ سے اور جان بوجھ کر گناہ کرے۔ یہ بات اس کی شان کے خلاف ہے، بھلا جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے: وہ اللہ کے احکام کی خلاف روزی کیسے کرے گا؟ اور بار بار برائی کیسے کرے گا؟ ہاں ایک آدھ بار گناہ ہو جائے: یہ ممکن ہے، اور وہ بھی حماقت سے، پھر جلد سے جلد اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے تو اللہ اس کو گلے سے لگا لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہیں، وہ دلوں کے احوال سے واقف ہیں اور ایسے بندوں کو بارگاہ سے بدر کرنا مصلحت کے خلاف ہے۔

فائدہ (۱): اور جو شخص قصد و ارادہ سے بار بار گناہ کرے، پھر موت سے پہلے توبہ کر لے تو اس کی توبہ بھی مقبول ہے، مگر یہاں اللہ پاک نے اس کا ذکر نہیں کیا، دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ اس کی توبہ بھی مقبول ہے، مگر یہاں اس کا تذکرہ اس لئے نہیں کیا کہ قرآن کریم غیر احسن (نامناسب بات) کا ذکر نہیں کرتا، تاکہ اس کو اعتباریت کا پروانہ نہ مل جائے، جیسے تیسری طلاق کا ذکر نہیں کیا، بلکہ فرمایا: ﴿الطَّلَاقُ مَثَلٌ﴾ پھر آگے تیسری طلاق کی سزا بیان کی کہ تیسری طلاق دے گا تو حلالہ کی ضرورت پڑے گی، جو شوہر کی غیرت کے خلاف ہوگی۔

فائدہ (۲): گناہ پر اقامت کی تین صورتیں ہیں:

اول: بندہ کبھی بھی کسی گناہ پر اقامت نہ کرے: یہ شان فرشتوں اور انبیاء کی ہے۔

دوم: گناہ کرے اور اس پر اڑے، اس کو ندامت نہ ہو: یہ کام شیطان کا ہے۔

سوم: کبھی حماقت سے گناہ ہو جائے تو عرق انفعال (ندامت) سے اس کو دھو ڈالے، توبہ کرے: یہ بات عام انسانوں سے ممکن ہے: اس آیت میں اسی کا ذکر ہے۔

فائدہ (۳): پہلی توبہ کے لئے تین شرطیں ہیں:

اول: گناہ پر ندامت اور شرمساری ہو، حدیث میں ہے: ﴿إِنَّمَا التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ نَدِمُوا﴾، یعنی توبہ ہے۔

دوم: جو گناہ سرزد ہو گیا ہے اس سے باز آجائے، آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے، ورنہ بار بار گناہ کرتے رہنا

اور توبہ توبہ پکارتے رہنا: توبہ کا مذاق اڑانا ہے!

سوم: ناقات کی طلافی کرے، نمازیں فوت ہوئی ہیں تو قضا کرے، روزے چھوڑے ہیں ان کی قضا کرے، زکات

نہیں دی تو گذشتہ کی زکات دے، کسی کا حق مارا ہے تو اس کو واپس کرے یا معاف کرائے۔

یہ تین باتیں جمع ہوں گی تو سچی تو بہ ہوگی، اسی کو قبول کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

آیتِ کریمہ: توبہ (قبول کرنا) اللہ کے ذمہ انہی لوگوں کے لئے ہے جو محافقت سے برائی کر گذرتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ توجہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں۔

دو شخصوں کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتے

فرمایا تھا کہ جس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے، اور وہ جلد ہی توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ ضرور قبول فرماتے ہیں، مگر دو شخصوں کی توبہ قبول نہیں فرماتے: ایک: جو برابر گناہ کرتا رہا، اور موت تک توبہ نہیں کی تو اس کو جہنم میں جانا پڑ سکتا ہے، مگر ایمان کی وجہ سے کسی نہ کسی دن نجات پائے گا۔ دوسرا: وہ جو موت تک اسلام کا انکار کرتا رہا، ایمان نہیں لایا، تو اس کے لئے بھی دوزخ کا عذاب تیار ہے، اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا، کیونکہ کافر مرا ہے، اور دونوں میں فرق دوسرے دلائل سے ثابت ہے، اس آیت میں اس سے تعرض نہیں کیا گیا، پس معتزلہ اور خوارج کا اس سے استدلال کرنا کہ مرتکب کبیرہ جتوہ کے بغیر مرگنا خدا فی النار ہوگا: صحیح نہیں، کیونکہ اس مسئلہ سے اس آیت میں تعرض نہیں کیا گیا۔

دوسری آیت کا ترجمہ: اور تو بہ (مقبول) نہیں ان کی جو برائیاں کرتے رہتے ہیں — اور تو بہ نہیں کرتے — تا آنکہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آکھڑی ہوئی — اور دوسری دنیا منکشف ہوگئی — تو کہتا ہے: میں اب تو بہ کرتا ہوں! اور نہ ان لوگوں کی جو حالت کفر میں مرتے ہیں، ان لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهَاءَ ۚ وَلَا تَعْضَلُوهُنَّ
لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُوهُنَّ ۚ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبِينَةٍ ۚ وَعَايِرُوهُنَّ
بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَلَى أَنْ تَذْكُرَهَا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا
كَثِيرًا ۖ وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ ۖ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قَنْطَارًا
فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ اتَّخَذُوهُنَّ بُهْتَانًا ۚ وَإِنَّهُمَا مَبْتَئَانِ ۚ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ
وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	لَا يَحِلُّ لَكُمْ	نہیں جائز تھا کہ لے
--------------------------------	-----------	------------	--------------------	---------------------

اَنْ تَرِثُوْا	کہ وارث بنو تم	فَعَصٰی	تو ہو سکتا ہے	وَمِنْهُ شَيْخًا	اس میں سے کچھ
النِّسَاءِ	عورتوں کے	اَنْ تَكْرَهُوا	کہ ناپسند کرو تم	اَتَاخُذُوْنَہٗ	کیا لیتے ہو تم اس کو
کَرِهًا ^(۱)	ناگوارگی کے باوجود	شَيْخًا	کسی چیز کو	بُهْتَانًا ^(۵)	بہتان تراش کر
وَلَا تَعْصُوْهُنَّ	اور نہ رو کو ان کو	وَيَعْصَلْ	اور گردائیں	وَرِثًا	اور گناہ کے طور پر
لِیْکُنْا هٰکِبًا	تاکہ لے لو تم	اللّٰهُ رَفِیْعُوْ	اللہ تعالیٰ اس میں	مُیْبِنًا	صریح
یَبْعُوْنَ	کچھ	حَیْرًا کَثِیْرًا	بہت خوبی	وَکَیْفَ	اور کیسے
مَا اَتٰیْکُمْوَهُنَّ	اس کا جو دیا تم نے ان کو	وَاِنْ اَرَدْتُمْ	اور اگر چاہو تم	تَاْخُذُوْنَہٗ	لیتے ہو تم اس کو
اَلَا اَنْ	مگر یہ کہ	اَسْتَبْدَالٌ	بدلنا	وَقَدْ اَفْضٰی ^(۶)	جبکہ پہنچ چکا ہے
یَاتٰیْنَ	ارٹکاپ کریں	رُجُوْجٌ	ایک بیوی کو	بَعْضُکُمْ	تمہارا ایک
یَفْعَلُوْا ^(۳)	بے حیائی	مَمَّا نَ رُجُوْجٌ	دوسری بیوی سے	اِلٰی بَعْضٍ	دوسرے تک
مُیْبِنًا	صریح کا	وَاَتٰیْکُمْ	اور دیا ہو تم نے	وَ اَخُذْنَ	اور لیا ہے انھوں نے
وَعَلٰی شُرُوْهُنَّ	اور ہو سہواں کے ساتھ	اِخْذٰهُنَّ	ان کے ایک کو	وَمِنْکُمْ	تم سے
یَا لَعَزُوْفٌ	بھلے انداز سے	فَقَطَّارًا ^(۴)	مال کثیر	مَیْبِتًا قَاتًا	عہد (بیان)
فَاِنْ کَرِهْتُمُوْهُنَّ	پس اگر ناپسند کرو تم ان کو	فَلَا تَاْخُذُوْا	تو نہ لو تم	عَلِیْبًا	گاڑھا (پکا)

میت کی بیوی ترک نہیں پس اس پر زبردستی قبضہ جائز نہیں

احکام میراث کے بعد ترغیب و ترہیب کا بیان آیا تھا، پھر رسوا کن عذاب کی دو مثالیں بیان کی تھیں، پھر بات آگے بڑھائی تھی کہ موت تک تو بکا دروازہ کھلا ہے، البتہ جب جان کنی شروع ہو جائے تو تو بکا دروازہ بند ہو جاتا ہے، اس طرح بات پھیلی چلی گئی تھی، اب مضمون پیچھے کی طرف لوٹ رہا ہے۔

- (۱) کَرِهًا: مصدر: بمعنی اسم فاعل، ناگوار بات: النساء سے حال، وہ ناگوار بات جس کو طبیعت کے تقاضے سے برداشت کیا جائے نَجْرۃ (کاف کے پیش کے ساتھ) ہے، اور جو خارجی دباؤ سے برداشت کی جائے وہ نَجْرۃ (کاف کے زیر کے ساتھ ہے) (۲) عَصَلْ (ن) المرأة: عورت کو ظلمًا شادی سے روکنا۔ (۳) اِخْذٰهُنَّ: کھلی بے حیائی یعنی نشوز، نافرمانی، بدزبانی وغیرہ (۴) قَطَّار: ایک وزن جو مختلف ملکوں میں مختلف ہوتا تھا، مصر میں سورطل سونا ہوتا تھا مراد مال کثیر ہے۔ (۵) مَیْبِتًا اور اِثْمًا مہینا ایک ہیں، الزام تراشی: کھلا گناہ ہے (۶) اَفْضٰی الیہ: پہنچنا یعنی جماع یا خلوت صحیح۔

فرماتے ہیں: مرنے والے کی بیوی میت کا ترکہ نہیں، میت کے ورثاء اس کی بیوی پر زبردستی قبضہ نہیں کر سکتے، جاہلیت کا دستور یہ تھا کہ جب کوئی شخص مرتا تو وارثوں میں کوئی اس کی بیوی پر چادر ڈال دیتا، اس طرح بیوی اس کی میراث ہو جاتی، پھر اگر اس سے نکاح جائز ہوتا، جیسے جیٹھ دیور سے نکاح جائز ہے تو وہ بغیر مہر کے اس سے نکاح کر لیتا، اور اگر نکاح جائز نہ ہوتا یا خود نکاح کرنا نہ چاہتا تو کسی اور سے نکاح کر دیتا، اور مہر خود وصول کر لیتا، جبکہ میت کی بیوی اس کو پسند نہیں کرتی تھی، مگر وہ مجبور ہوتی تھی، اس ظلم کا ان آیتوں میں دروازہ بند کیا ہے کہ زبردستی ایسا کرنا جائز نہیں، ہاں اگر عورت جیٹھ دیور سے نکاح کرنے پر راضی ہو، اور وہ مہر دے کر نکاح کرے تو جائز ہے، اسی طرح کبھی عورت بے سہارا ہوتی ہے، اس کا میکہ نہیں ہوتا، پس اگر میت کے ورثاء عدت کے بعد کسی جگہ اس کے نکاح کا انتظام کریں تو عورت کی رضا مندی سے مہر کے ساتھ اس کا نکاح کر دینا بھی درست ہے۔

اس ظلم کے سہ باب کے ساتھ ایک دوسرے ظلم کا بھی سد باب کیا ہے، الشیء بالشیء، یذکر: بات میں سے بات نکلتی ہے، اور وہ دوسرا ظلم خود شوہر کرتا تھا، اور اس کی دو صورتیں ہوتی تھیں:

پہلی صورت: بیوی ناپسند ہوتی، اس لئے چھوڑنا چاہتا، مگر دیا ہوا مال، مہر زیور وغیرہ واپس لینا چاہتا، اس لئے لڑکا کر رکھ دیتا، معروف طریقہ پر اس کے ساتھ نہ رہتا، تاکہ عورت مجبور ہو کر خلع کرے یا مال لوٹا کر طلاق حاصل کرے، یہ عورت پر ظلم تھا، اس لئے اس کی بھی ممانعت کی۔

البتہ اگر عورت کی طرف سے نشوز پایا جائے، عورت شوہر کی نافرمانی کرے تو خلع کیا جاسکتا ہے، اور دیا ہوا کچھ مال واپس لیا جاسکتا ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ ناپسندیدگی کے باوجود اس عورت کو رکھے رہے، اور بھلے انداز سے اس کے ساتھ نباہ کرے، ہو سکتا ہے وہ خدمت گزار ثابت ہو، یا اس کی کوکھ سے نیک اولاد جنم لے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز ناپسند ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں خیر کثیر گروا دیتے ہیں۔

دوسری صورت: بیوی پسند ہے، مگر دوسری عورت دل میں گھب گئی ہے، اس لئے بیوی بدلنا چاہتا ہے، مگر اس کو بڑا مال مہر زیور کی شکل میں دے چکا ہے، اس لئے مفت چھوڑنے کو بھی جی نہیں چاہتا، چاہتا ہے کہ دیئے ہوئے مال میں سے کچھ واپس لے لے، یہ بھی ممنوع ہے، کیونکہ یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب عورت پر کوئی الزام لگائے اور اس کو بدنام کرے، تاکہ وہ خلع کر کے جان چھڑائے، یہ کھلا ہوا گناہ ہے۔ علاوہ ازیں: وہ مہر وغیرہ کا عوض (ناموس) استعمال کر چکا ہے، پھر اس کا عوض مہر وغیرہ واپس کیسے لے گا، یہ بات انسانیت و مروت کے خلاف ہے، اور بیوی شوہر سے شریک حیات رہنے کا پکا عہد بھی لے چکی ہے، پس اس کی بھی خلاف ورزی ہوگی، اس لئے اس کی بھی ممانعت کی گئی کہ اس سے دیا ہوا

مال کچھ بھی واپس مت لو۔

مسئلہ: شوہر نے بیوی کو جو مہر دیا ہے یا زیور بہہ کیا ہے: اس کا بعض خلع میں واپس لینا جائز ہے، دیا ہوا پورا واپس لینا یا زیادہ کا مطالبہ کرنا مکروہ ہے۔ اور لڑکے کے باپ نے جو رسم و رواج اور ولیمہ میں خرچ کیا ہے: اس کا مطالبہ جائز نہیں، یہ تو لڑکے کے باپ نے جو دعوتیں اڑائی ہیں وہ قرضہ چکا یا ہے، نکاح کے مصارف سے اس کا کچھ تعلق نہیں، اسی طرح جہیز تک کا بھی مصارف نکاح سے کچھ تعلق نہیں، یہ ناجائز رسمیں ہندوؤں سے جا مل مسلمانوں میں آئی ہیں۔

آیات پاک: اے ایمان والو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو! — یہ بات ماسبق لاجلہ الکلام ہے۔ (معنی مسئلہ کی پہلی صورت) اور نہ یہ جائز ہے کہ تم ان کو ظلماً نکاح سے روکو — بایں طور کہ ان کو طلاق نہ دو، بس لٹکائے رکھو — تاکہ تم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو — یعنی بیوی خلع کرنے پر مجبور ہو — لیکن اگر وہ صریح بے حیائی (نافرمانی) کا ارتکاب کریں — تو خلع کا بدل لینا جائز ہے، کیونکہ قصور ان کا ہے — اور ان کے ساتھ بھلا انداز سے رہو سہو — یعنی طلاق مت دو، ان کے ساتھ نباہ کرو — پس اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت بھلائی گردانیں!

(معنی مسئلہ کی دوسری صورت) — اور اگر تم ایک بیوی کو دوسری بیوی سے بدلنا چاہو، اور تم ان میں سے ایک کو مالی کثیر (ارہوں کھریوں) دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ (واپس) مت لو، کیا تم اس کو لو گے بہتان باندھ کر اور صریح گناہ کے طور پر — عطف تفسیری ہے، بہتان تراشی ہی صریح گناہ ہے — اور تم کیسے لو گے جبکہ تمہارا ایک دوسرے تک پہنچ چکا ہے — صحبت یا خلوت صحیح ہو چکی ہے — اور وہ عورتیں تم سے مضبوط پیمانے لے چکی ہیں — یعنی تم نے ان کے ساتھ: ساتھ: جیسے مرنے کا عہد کیا ہے، پس اگر تم کسی وجہ سے اس کو چھوڑ رہے ہو تو کم از کم دیا ہوا مال تو واپس مت لو، یہ بات شریف انسان کو زیب نہیں دیتی!

اختلافی مسئلہ: نکاح مؤکد صرف صحبت سے ہوتا ہے یا خلوت صحیح سے بھی؟ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صرف صحبت سے ہوتا ہے، اسی صورت میں پورا مہر دینا ہوگا، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خلوت صحیح سے بھی نکاح مؤکد (پکا) ہو جاتا ہے، اس صورت میں بھی پورا مہر واجب ہوگا ﴿فَإِنْ أَفْضَى﴾: تحقیق پہنچ چکا: کے دونوں مطلب ہو سکتے ہیں، کیونکہ خلوت صحیح ایسی تہائی کو کہتے ہیں: جہاں صحبت سے کوئی چیز مانع نہ ہو، پس جس طرح چٹ لینا خروج ریح کے قائم مقام ہے، خلوت صحیح بھی جوامر ظاہر ہے صحبت کے قائم مقام ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً
وَمَقْتًا ۚ وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿۲۱﴾

وَلَا تَنْكِحُوا	اور نہ نکاح کرو	إِلَّا مَا	مگر جو	فَاحِشَةً	بے حیائی
مَا نَكَحَ ^(۱)	جن سے نکاح کیا ہے	قَدْ سَلَفَ	بالتحقیق پہلے ہو چکا	وَمَقْتًا ^(۲)	اور نہایت قابل نفرت
أَبَاؤُكُمْ	تمہارے باپ دادوں نے	إِنَّهُ	بے شک وہ (نکاح) ہے	وَسَاءَ	اور برا ہے وہ
مِنَ النِّسَاءِ	عورتوں سے	كَانَ	ہے	سَبِيلًا ^(۳)	راہ کے اعتبار سے

جو عورت باپ دادا یا نانا کے نکاح میں رہ چکی ہے: اس سے نکاح حرام ہے

یہاں سے محرمات کا بیان شروع ہوتا ہے، محرمات: وہ عورتیں ہیں جن سے نکاح حرام ہے، ایسی پندرہ عورتوں کا تذکرہ کیا ہے۔

پہلی عورت: وہ ہے جو باپ دادا یا نانا کے نکاح میں رہ چکی ہے، اس سے بیٹا، پوتا اور نواسا نکاح نہیں کر سکتا، اور پہلے اس کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ یہ ﴿لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَنْكِحُوا النِّسَاءَ﴾ کے گڑھا کچھ کی مثال بھی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ایک براطریقہ یہ رائج تھا کہ مرنے والے کی بیوی کو میراث سمجھتے تھے، بیٹا اپنی سوتیلی ماں پر قبضہ کرتا تھا، اور اس سے نکاح کرتا تھا، جبکہ وہ محرمات ابدیہ میں سے ہے، اس لئے شدت کے ساتھ اس سے نکاح کی ممانعت کی ہے، اور اس مثال پر میراث کے احکام پورے ہو جائیں گے، پھر محرمات کا بیان شروع ہوگا، پس گویا یہ گریز کی آیت ہے، گریز: قصیدہ کا وہ شعر کہلاتا ہے جو تمہید اور مقصد کے درمیان آتا ہے، یہاں دو مضامین کے درمیان کی کڑی مراد ہے۔

مسئلہ: باپ، دادا یا نانا کی منکوحہ سے نکاح حرام ہے، اگرچہ انھوں نے اس سے صحبت نہ کی ہو، یہ حرمت نفس عقد سے ثابت ہو جاتی ہے، جیسے، بیٹے، پوتے اور نواسے کی بیوی سے بھی نکاح حرام ہے، اور یہ حرمت بھی نفس عقد سے ثابت ہوتی ہے، صحبت ضروری نہیں، اسی طرح ساس کی حرمت بھی نفس عقد سے ثابت ہوتی ہے، البتہ ربیبہ (بیوی کی دوسرے شوہر سے لڑکی) سے نکاح کی حرمت بیوی سے صحبت کرنے پر موقوف ہے، جیسا کہ اگلی آیت میں آ رہا ہے۔

فائدہ (۱): باپ، دادا یا نانا کے نکاح میں رہ چکی ہوں: سے مقصود صرف وہی عورتیں نہیں ہیں جن سے باقاعدہ نکاح

(۱) ما نکح: جملہ مفعول بہ، ما: موصولہ، من النساء بیان۔ (۲) مقت: باب نھر کا مصدر: گناہ کرنے والے سے شدید بغض

رکھنا (۳) سبیل: تہذیب ہے۔

ہوا ہو، بلکہ وہ تمام عورتیں مراد ہیں جن سے جائز یا ناجائز تعلق رہ چکا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کے چار طریقے تھے:

(۱) ایک آدمی کی طرف سے دوسرے آدمی کو اس کی بیٹی یا زیر ولایت کسی لڑکی کے نکاح کے لئے پیام دیا جاتا۔ پھر وہ مناسب مہر مقرر کر کے اس لڑکی کا اس آدمی سے نکاح کر دیتا۔ یہی نکاح کا صحیح طریقہ تھا۔ اور اسی کو اسلام نے باقی رکھا ہے۔
(۲) جب کسی آدمی کی بیوی حیض سے پاک ہوتی، جبکہ رحم میں حمل قبول کرنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے تو شوہر اپنی بیوی سے کہتا کہ فلاں شخص سے جنسی تعلق قائم کر۔ پھر حمل ظاہر ہونے تک شوہر اپنی بیوی سے الگ رہتا۔ جب حمل کے آثار ظاہر ہو جاتے: شوہر اپنی بیوی سے صحبت کرتا۔ اور ایسا اس لئے کیا جاتا تھا کہ لڑکا نجیب (بڑی شان والا) پیدا ہو۔ عرب کے بعض پست قبیلوں میں یہ طریقہ رائج تھا۔

(۳) چند آدمی (دس سے کم) ایک عورت کے پاس جاتے۔ اور اس کی رضامندی سے سب اس سے صحبت کرتے۔ پھر اگر عورت حاملہ ہو جاتی، اور بچہ جنمتی تو وہ ان سب آدمیوں کو بیلائی، اور کسی کو نافرمانی کرتی کہ یہ تیرا بچہ ہے۔ اور وہ آدمی انکار نہیں کر سکتا تھا۔

(۴) پیشہ ور طبقہ سے بہت سے لوگ جنسی تعلق قائم کرتے۔ پھر اگر اس کو حمل رہ جاتا، اور وہ بچہ جنمتی تو قیافہ شناس بلایا جاتا۔ اور وہ علامات دیکھ کر فیصلہ کرتا کہ یہ بچہ فلاں کا ہے۔ اور اس کو ماننا پڑتا۔ اسلام نے یہ تمام شرمناک طریقے ختم کر دیئے۔ اور صرف ایک پاکیزہ طریقہ باقی رکھا جواب لوگوں میں رائج ہے (بخاری حدیث ۵۱۲۷)
اور یہ آیت چاروں نکاح کو عام ہے، جبکہ تین نکاح محض زنا تھے، پس زنا اور مقدماتِ زنا سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوگی۔

فائدہ (۲): عقد صحیح کے بعد اور عقد فاسد و باطل کے بعد صحبت سے بالا جماع حرمت ثابت ہوتی ہے، اور زنا سے امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک حرمت ثابت ہوتی ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ کے دوقول ہیں، معتمد قول عدم حرمت کا ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک زنا سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

اور اسبابِ زنا: من (چھوٹا) قملہ (چومنا) اور نظر (شرمگاہ کو دیکھنا) سے صرف امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حرمت ثابت ہوتی ہے، مگر ان کے لئے شرطیں ہیں، جب شرائط پائی جائیں گی حرمت ثابت ہوگی، اس کی تفصیل میرے رسالہ حرمتِ مصاہرت میں ہے، اور اس میں نقلی اور عقلی دلائل بھی ہیں۔

فائدہ (۳): ﴿اِنَّ مَا قَدْ سَكَفَ﴾: مگر جو پہلے ہو چکا، یعنی زمانہ جاہلیت میں، اس لئے کہ کفار دنیا میں فروعات

(احکام) کے مکلف نہیں، اور مسلمان ہونے کے بعد تو سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، البتہ اسلام میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں، نہ ابتداءً نہ بقاءً۔ ابتداءً کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرے تو اس کو سخت عبرت کا سزا دی جائے گی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا: میرے ماموں جھنڈا لئے کہیں جا رہے ہیں، میں نے پوچھا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انھوں نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کا سر قلم کرنے کے لئے روانہ کیا ہے جس نے اپنی باپ کی منکوحہ (بیوی) سے نکاح کیا ہے (رواہ الترمذی و ابوداؤد)

اور بقاءً کا مطلب یہ ہے کہ کسی غیر مسلم نے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا، پھر میاں بیوی مسلمان ہو گئے تو اب ان کو اس نکاح پر برقرار نہیں رکھا جائے گا، دونوں میں تفریق کر دی جائے گی، مگر کوئی سزا نہیں دی جائے گی، جیسے جنوبی ہند (کیڑا) میں ماموں کے نکاح میں بھانجی ہوتی ہے، یہ فیملی بھی مسلمان ہو جائے تو دونوں میں تفریق کر دی جائے گی، اسی طرح کسی غیر مسلم کے نکاح میں دو بہنیں ہوں اور وہ سب مسلمان ہو جائیں تو کسی بھی ایک کو الگ کیا جائے گا۔ اور اگر کوئی جاہل مسلمان دو بہنوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کرے تو دوسری کا نکاح نہیں ہوا، اس کو علاحدہ کیا جائے گا۔

آیت کریمہ: اور تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے، مگر جو پہلے گزر گیا، بے شک وہ (نکاح) بڑی بے حیائی، اور نہایت قابل نفرت کام ہے، اور وہ بہت برا طریقہ ہے!

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۖ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۚ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ ۚ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ٥٩

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ	حرام کی گئیں	وَأَخَوَاتُكُمْ	اور تمہاری بہنیں	الْأَخِ	بھائی کی
وَبَنَاتُكُمْ	تم پر	وَعَمَّاتُكُمْ	اور تمہاری چھویمیاں	وَبَنَاتُ	اور بیٹیاں
أُمَّهَاتُكُمْ	تمہاری مائیں	وَخَالَاتُكُمْ	اور تمہاری خالائیں	الْأُخْتِ	بہن کی
وَبَنَاتُكُمْ	اور تمہاری بیٹیاں	وَبَنَاتُ	اور بیٹیاں	وَأُمَّهَاتُكُمْ	اور تمہاری مائیں

الَّتِي	جنھوں نے	الَّتِي	جو	أَبْنَاكُمْ	تمہارے بیٹیوں کی
أَرْضَعَكُمْ	دودھ پلایا تم کو	كَهَلْتُمْ	صحبت کی تم نے	الَّذِينَ	جو
وَأَخَوَكُمْ	اور تمہاری بہنیں	بِهِنَّ	ان سے	مِنْ أَصْلَابِكُمْ	تمہاری بیٹیوں سے ہیں
فَمِنَ الرِّضَاعَةِ	دودھ پینے سے	فَإِنْ	پس اگر	وَأَنْ يَجْمَعُوا	اور جمع کرنا
وَأُمَّهَاتُ	اور مائیں	لَمْ يَكُونُوا	نہیں ہوتی	بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ	دو بہنوں کے درمیان
نِسَابِكُمْ	تمہاری بیٹیوں کی	كَهَلْتُمْ	صحبت کی تم نے	إِلَّا مَا	مگر جو
وَرِثَاتِكُمْ	اور تمہاری پروردہ لڑکیاں	بِهِنَّ	ان کے ساتھ	قَدْ سَلَفَ	تحقیق پہلے گذرا
الَّتِي	جو	فَلَا جُنَاحَ	تو کوئی گناہ نہیں	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
فِي حُجُوبِكُمْ	تمہاری گود میں ہیں	عَلَيْكُمْ	تم پر	كَانَ عَفْوَراً	بڑے بخشنے والے ہیں
مِنْ نِسَابِكُمْ	تمہاری بیٹیوں سے	وَحَلَائِلُ	اور بیویاں	رَحِيمًا	بڑے مہربان ہیں

تیرہ عورتوں کا تذکرہ جن سے نکاح حرام ہے

محرمات: وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے ایسی ایک عورت کا ذکر گذشتہ آیت میں آگیا، یعنی باپ دادا یا نانا کی موطوءہ (سوتیلی ماں دادی یا نانی) سے نکاح حرام ہے، اب اس آیت میں تیرہ محرمات کا ذکر ہے، اور ایک کا ذکر اگلی آیت میں آئے گا۔

(۲) — ماں سے نکاح حرام ہے، اور ماں سے مراد: تمام مذکورہ منٹ اصول ہیں، یعنی باپ، دادا اور نانا اور پر تنک، اور ماں دادی، نانی اور پر تنک: اہمہات سے یہ سب اصول مراد ہیں، یعنی نکاح کرنے والی عورت ہو تو وہ باپ، دادا اور نانا سے نکاح نہیں کر سکتی، اور نکاح کرنے والا مرد ہو تو ماں، دادی اور نانی سے نکاح نہیں کر سکتا، اسی طرح آگے سمجھیں۔

(۳) — بیٹیوں سے نکاح حرام ہے، اور بیٹی سے مراد تمام مذکورہ منٹ فروع ہیں، یعنی بیٹا، پوتا، نواسا، خچے تنک، اور بیٹی، پوتی، نواسی خچے تنک حرام ہیں بہنات سے یہ سب مراد ہیں۔

(۴) — بہنوں سے نکاح حرام ہے، خواہ لگی ہوں یا علانی یا اختیانی، اسی طرح بھائیوں سے بھی نکاح حرام ہے، خواہ لگے بھائی ہوں یا علانی یا اختیانی۔

(۵) — پھوپھیوں اور خالاؤں سے نکاح حرام ہے، پھوپھی، باپ کی بہن، خواہ لگی ہو یا علانی یا اختیانی، اور

(۱) وان تجمعوا: ان: مصدر یہ ہے، اور ما قبل پر معطوف ہے۔

خالہ: ماں کی بہن، خواہنگی ہو یا علاقائی یا اخائی، اور عمات و خالات سے مراد اصل بعید (دادا دادی، نانا نانی اور پرنک) کی تمام مصلحتی (بلا واسطہ) مذکر و مؤنث اولاد ہے، یعنی چچا، ماموں، پھوپھی اور خالہ، چاہے وہ پردادا اور پردادی کی مصلحتی اولاد ہو، سب حرام ہیں، اور بالواسطہ اولاد یعنی چچا زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد اور خالہ زاد حلال ہیں۔

(۸۷) — بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح حرام ہے، اور بنات الاخیہ اور بنات الامت سے مراد اصل قریب (ماں باپ) کی تمام مذکر و مؤنث فروع ہیں، پس بھائی، بھتیجے، چچے، پھوپھی، اور بھانجے بھانجیاں نیچے تک سب حرام ہیں۔
فائدہ: یہ سات رشتہ دار (ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی) محرمات نسبیہ کہلاتے ہیں، یعنی بہت نزدیک کی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے حرام ہیں، اور حرمت دو وجہ سے ہے:

پہلی وجہ — مفاسد کا سد باب مقصود ہے۔ قریبی رشتہ داروں میں رفاقت اور ہر وقت کا ساتھ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے پردہ کا التزام ممکن نہیں۔ اور جائین سے فطری اور واقعی حاجتیں ہیں، مصنوعی اور بناوٹی نہیں۔ پس اگر ایسے مردوں اور عورتوں میں لایعینہ قطع نہیں کی جائے گی، اور رغبت شمع نہیں کی جائے گی تو مفاسد کا سیلاب امنڈ آئے گا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ایک شخص کی اجنبی عورت کے محاسن پر نظر پڑتی ہے تو وہ اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی خاطر جان جوکھوں میں ڈال دیتا ہے۔ پس جن کے ساتھ تنہائی ہوتی ہے، اور وہ ایک دوسرے کی خوبیوں کو شب و روز دیکھتے ہیں، کیا وہاں مفاسد پیدا نہیں ہوں گے؟ اسی فساد کو روکنے کے لئے قرابت قریبہ میں نکاح حرام کیا گیا ہے، کیونکہ سلیم المزاج لوگوں کی رغبت حرام کی طرف نہیں ہوتی۔

دوسری وجہ — عورتوں کو ضرر عظیم سے بچانا مقصود ہے۔ اگر محرمات میں رغبت کا دروازہ کھولا جائے گا، اور امید کا دروازہ بند نہیں کیا جائے گا۔ اور اس سلسلہ میں بے راہی اختیار کرنے والوں پر سخت نکتہ نہیں کی جائے گی، تو دو طرح سے عورتوں کو ضرر عظیم پہنچے گا:

۱ — عورت جس مرد سے نکاح کرنا چاہے گی، اولیاء نہیں کرنے دیں گے۔ خود نکاح کرنا چاہیں گے۔ کیونکہ ان عورتوں کا معاملہ اولیاء کے ہاتھ میں ہے۔ وہی ان کا نکاح کرانے کے ذمہ دار ہیں۔ پس عورت کے جذبات پامال ہوں گے۔ اور اس کو بھاری نقصان پہنچے گا۔

۲ — اگر ہر عورت کے حقوق ادا نہیں کرتا تو عورت کی طرف سے اولیاء حقوق زوجیت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کیونکہ عورت کمزور ہے۔ وہ اپنے حق کے لئے نہیں لڑ سکتی۔ پس اگر ولی خود شوہر بن جائے گا، اور عورت کی حق تلفی کرے گا، تو عورت کی طرف سے حقوق زوجیت کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اس طرح عورت کو ضرر عظیم پہنچے گا۔

اور اس کی نظیر: یتیم لڑکیوں سے نکاح کی ممانعت ہے۔ بخاری شریف (حدیث ۳۵۷۳) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص کی ولایت میں ایک یتیم لڑکی تھی۔ اور اس کا ایک باغ تھا۔ جس میں یہ لڑکی بھی شریک تھی۔ اس شخص نے خود ہی اس لڑکی سے نکاح کر لیا۔ اور اس کا باغ کا حصہ ہتھ لیا۔ اس پر سورۃ النساء کی آیت تین نازل ہوئی کہ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے انصاف پر قائم نہیں رہ سکو گے تو تمہارے لئے دوسری عورتیں بہت ہیں۔ ان میں جو تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو یعنی یتیم لڑکیوں سے نکاح حرام کرو۔ یہ ممانعت ان لڑکیوں کو ضرر سے بچانے کے لئے ہے۔

(۱۰۹) — رضاعی ماں اور رضاعی بہن سے بھی نکاح حرام ہے۔ رضاعی ماں: وہ عورت جس کا کسی بچے نے اس وقت دودھ پیا ہو جب اس کی دودھ پینے کی عمر ہو، یعنی ڈھائی سال کی عمر کے اندر دودھ پیا ہو، اور رضاعی بہن: وہ ہے جس نے اس کی رضاعی ماں کا دودھ پیا ہو، دونوں دودھ شریک بھائی بہن ہیں، اسی طرح رضاعی ماں کی نسی اولاد سے بھی نکاح حرام ہے۔

فائدہ: دودھ پینے سے وہ ساتوں رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں، یعنی دودھ پلانے والی ماں، اور اس کے تمام اصول و فروع۔ اور اس کا شوہر، اور اس کے تمام اصول و فروع۔ اور دونوں کی اصل قریب کی تمام فروع۔ اور دونوں کے اصول بعیدہ کی صلبی اولاد۔ اور اس آیت میں جو صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہن کا ذکر ہے: وہ بطور مثال ہے یہ بات حدیث نے واضح کی ہے۔ فرمایا: ”دودھ پینے سے وہ تمام رشتے حرام ہوتے ہیں، جو ولادت (ناتے) سے حرام ہوتے ہیں“ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ حدیث ۳۱۶۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے ایک بار جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی پورے قریش میں قابلِ فخر ہے، اگر حضور کا منشاء اس طرف ہو تو بہت مناسب ہے اس پر ارشاد ہوا ”کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حمزہ میرے رضاعی (دودھ شریک) بھائی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے رضاعت کے وہ تمام رشتے حرام فرمادیئے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں“

امہات المؤمنین کے لئے پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا، اسی زمانہ کا یہ واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میرے پاس میرے رضاعی چچا آئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، میں نے کہلوا دیا کہ اس بارے میں جب تک حضور ﷺ سے نہ پوچھ لوں کیسے اجازت دے سکتی ہوں، پھر میں نے آپ کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ یقیناً تمہارے چچا ہیں، ان کو اندر آنے کی اجازت دینا چاہئے“ اس پر میں نے التماس کیا: حضور میں نے تو دودھ عورت کا پیا ہے، اس مرد سے مجھے کیا تعلق ہے، اس پر دوبارہ ارشاد ہوا ”وہ یقیناً تمہارے چچا ہیں، وہ اندر آ سکتے ہیں“

ایک اور واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی منقول ہے، فرماتی ہیں کہ ایک روز حضور اقدس ﷺ میرے مکان میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر کسی شخص کے اجازت طلب کرنے کی آواز آئی، یعنی کوئی صاحب ان کے مکان پر اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے تھے میں نے اجنبی آواز سن کر حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ یہ کون صاحب ہیں جو اس طرح اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غالباً فلاں صاحب ہیں یہ حفصہ کے رضاعی چچا ہیں، اس پر میں نے عرض کیا اچھا، اگر فلاں صاحب زندہ ہوتے تو کیا وہ بھی رضاعی چچا ہونے کی وجہ سے اندر آنے کی اجازت پاتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ضرور پاتے، کیونکہ رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو ولادت (نسب) سے حرام ہوتے ہیں

(۱۱) — خوش دامن (ساس) سے نکاح حرام ہے، یہی حکم بیوی کی دادی نانی کا بھی ہے، اور یہ حرمت نفس عقد سے ثابت ہوتی ہے، اور یہی حکم اس عورت کی ماں، دادی اور نانی کا بھی ہے، جس کے ساتھ مغالطہ کی وجہ سے یادداشتہ جنسی تعلق قائم ہو گیا ہو یا دواغی محبت پائے گئے ہوں۔

(۱۲) — ربیبہ (پروردہ لڑکی) سے بھی نکاح حرام ہے، یعنی وہ لڑکی جو بیوی کے ساتھ آئی ہے، اور وہ دوسرے شوہر کی ہے، اور ربیبہ سے نکاح حرام ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کی ماں سے محبت ہو چکی ہو، اگر یہ تعلق قائم ہونے سے پہلے ہی طلاق دیدی یا مرگئی تو اس ربیبہ سے نکاح ہو سکتا ہے، اور یہ بھی جان لیں کہ ربیبہ کے لئے ضروری نہیں کہ وہ شوہر کی پرورش میں ہو، بلکہ صرف بیوی کی لڑکی ہونا ہی حرمت کے لئے کافی ہے۔

(۱۳) — بیٹے، پوتے اور نواسے کی بیوی سے بھی نکاح حرام ہے، یہی حکم اس عورت کا بھی ہے جس سے بیٹے، پوتے اور نواسے کا مغالطہ سے یادداشتہ جنسی تعلق قائم ہو گیا ہو، یعنی زنا کیا ہو یا دواغی زنا پائے گئے ہوں، اسی طرح رضاعی بیٹے، پوتے اور نواسے کی بیوی سے بھی نکاح حرام ہے۔

(۱۴) — دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنا بھی حرام ہے، خواہ وہ سگی بہنیں ہوں یا علانی یا اخپانی اور یہی حکم رضاعی بہنوں کا بھی ہے۔ پھر جس طرح ایک وقت میں دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا حرام ہے اسی طرح ایک عورت اور اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ یا اس کے باپ اور ماں کی پھوپھی یا ان دونوں کی خالہ یا اس کے دادا دادی کی پھوپھی یا خالہ کو جمع کرنا بھی حرام ہے، اور یہ بات متفق علیہ حدیث میں آئی ہے۔

فائدہ: ﴿اِنَّ مَا قَدْ سَلَفَ﴾ کا تعلق صرف دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے سے ہے یا دو تاجودہ تک جن عورتوں کا ذکر آیا ہے: ان سب سے ہے؟ یعنی زمانہ جاہلیت میں کسی نے ماں یا بہن بیٹی وغیرہ سے نکاح کیا تو اس سے بھی دگر ذر

کیا جائے گا؟ اس میں مفسرین کرام کی دو رائیں ہیں، کوئی اس کا تعلق صرف دو بہنوں سے کرتا ہے، اور کوئی سب کے ساتھ کرتا ہے، جلالین میں سب کے ساتھ کیا ہے، اور یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے، البتہ اسلام میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں، نہ ابتداءً نہ بقاءً، اس لئے بات زیادہ اہم نہیں۔

ملاحظہ: پندرہویں عورت وہ ہے جو شوہر والی ہے یعنی کسی کے نکاح میں ہے، اس کا بیان اگلی آیت میں ہے، جو اگلی جلد میں آئے گی، چونکہ حضرت مولانا محمد عثمان کا شفاء الہامی رحمہ اللہ نے پہلی جلد پارہ چار پر ختم کی ہے، اس لئے میں نے بھی یہ جلد اسی آیت پر پوری کی ہے، تاکہ تفسیر کے سیٹ میں تواضع رہے، جو چاہے مولانا مرحوم کی جلد لے اور جو چاہے یہ جلد لے۔

آیت پاک: تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں، اور تمہاری بیٹیاں، اور تمہاری بہنیں، اور تمہاری پھوپھیاں، اور تمہاری خالائیں، اور تمہاری بھتیجیاں، اور تمہاری بھانجیاں، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں، اور تمہاری بیویوں کی مائیں، اور تمہاری سوتیلی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں، تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو، پس اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی تو تم پر (ان سے نکاح کرنے میں) کچھ گناہ نہیں، اور تمہارے ان بیٹیوں کی بیویاں جو تمہاری نسل سے ہیں، اور دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا، مگر جو پہلے ہو چکا، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے رحم فرمانے والے ہیں۔

﴿پہلی جلد پوری ہوئی، دوسری جلد ان شاء اللہ پانچویں پارہ سے شروع ہوگی﴾

﴿سنہ پندرہ گیارہ ذی قعدہ ۱۴۳۸ھ = ۵ اگست ۲۰۱۷ء﴾

